مغربی بنگال



کوڑھ کوئی پشتینی مرض نہیں ہے

بروقت و متواتر علاج سے ٹھیک ہو سکتا ہے

اس سے عام سماجی زندگی میں کوئی دشواری پیدا نہیں ہوتی ہے



مغربی بنگال سے کوڑھ کے خاتمہ کے لئے اسٹیٹ لیپروسی سوسائٹی کی جانب سے متعدد خدماتی کیمپ قائم کئے گئے ہیں جہاں ۲۶ جنوری تا ۹ فروری ۲۰۰۰ء کے دوران کوڑھ کے مریضوں کے سروے اور ان کے علاج کے لئے خصوصی خدمات فراہم کی جائیں گی۔ اس کی کامیابی کے لئے عوام سے تعاون کی اپیل ہے۔

● حکومت مغربی بنگال

دستورِ ہند

باب ۴ اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے

بنیادی فرائض:- ہندوستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ :

(الف) دستور ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

(ب) آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

(ج) ہندوستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(د) اپنے ملک کی دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

(ہ) ہندوستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارگی کے جذبہ کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان اور خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کردے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہو۔

(و) ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(ز) قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں، فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

(ح) سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

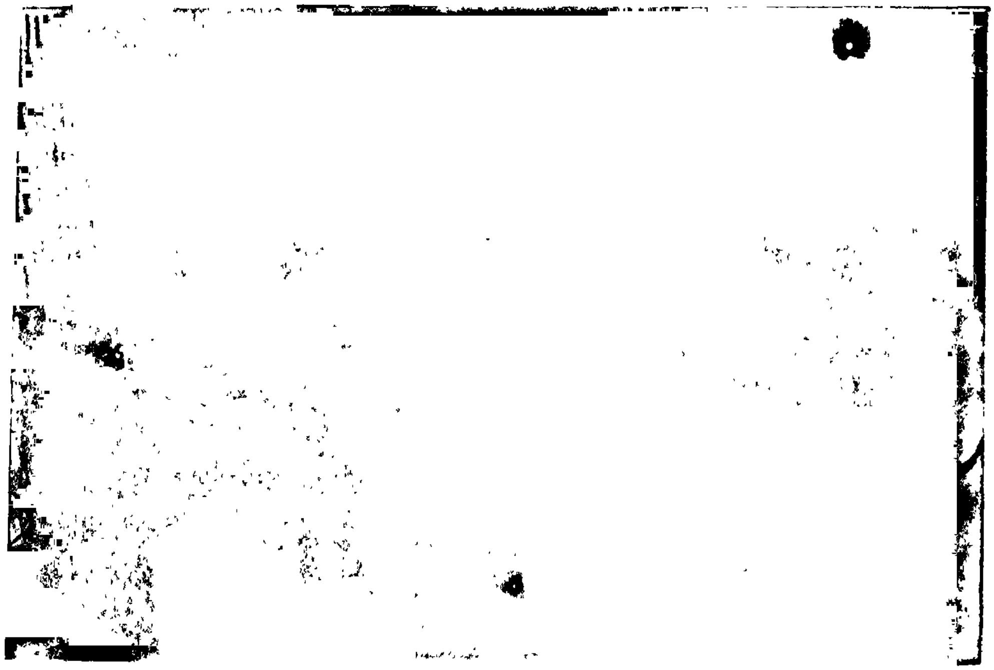
(ط) عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

(ی) انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

ریاستی حکومت ریاست مغربی بنگال انسانی حقوق کی حفاظت و ترقی کیلئے ہمیشہ مستعد ہے

شری بدھادیب بھٹاچاریہ



نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ حقوق انسانی کمیشن کی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے۔ منچ میں بیٹھے ہیں کملا کار مسرا وی ایس مولی ناتھ اور موکل گوپال مکھرجی۔ ••

گزشتہ دس دسمبر کو دنیا بھر میں انسانی حقوق کا یوم عالمی اعلامیہ منایا گیا۔ اس موقع پر کلکتہ کے نندن ہال میں مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن کی جانب سے بھی ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں کملا مسرا، مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن کے چیئرمین جسٹس موکل گوپال مکھرجی، کیرالا ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس وی ایس مولی ناتھ اور کملا کار وغیرہ نے انسانی حقوق سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ریاست مغربی بنگال کے نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے کہا کہ ریاست میں انسانی حقوق کی حفاظت اور ترقی کے لئے ریاستی حکومت ہر وقت مستعد ہے۔

حکومت نے انسانی حقوق سے متعلق تمام امور پر قومی انسانی حقوق کمیشن اور مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن کی جانب سے موصول شدہ تعمیری تجاویز کا ہمیشہ خیر مقدم کیا ہے۔

وزیر موصوف نے اس موقع پر جو تقریر کی تھی اس کا اردو متن درج ذیل ہے:

معزز چیئرمین شری موکل گوپال مکھرجی اور جسٹس شری دی

"یونیورسل ڈیکلیریشن آف ہیومن رائٹس ڈے" (یوم عالمی اعلامیہ انسانی حقوق) کو ایک یادگار دن بنانے کے سلسلہ میں مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن کی جانب سے منعقدہ اس تقریب کے موقع پر یہاں اپنی موجودگی پر مجھے بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ اس موقع پر میں عوام کی تمناؤں اور خواہشات کو سارے عالم کے سامنے پیش نہ کر سکوں کا۔ یو۔ این۔ او (انجمن اقوام متحدہ) کی جانب سے آج ۵۰ سال قبل بنایا گیا انسانی حقوق کا عالمی اعلانیہ آزادی، انصاف اور عالمی امن کی پُریقین بنیاد کے طور پر جسے انسانی خاندان کے کل اراکین کے جبلی مرتبت اور مساوی و غیر منفک حقوق کو تسلیم کرنے کے لئے انسانی رشتہ کا ایک اظہار ہے۔ ۵ دہائیوں کے دوران آزمائش وقت ہماری آزادی کے ۵۲ سال گزر چکے ہیں۔ ہندوستان کی جمہوریت نے ۵ دہائیوں کے دوران آزمائش وقت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جب سیاسی مقصد کے لئے پورے ملک میں جمہوری حقوق کو پامال کیا گیا تھا۔ بہرکیف وسیع پیمانہ پر عوام کی یہ جمہوری بیداری ہی تھی جس نے بالآخر جمہوری نظام کو بحال کیا۔ ضابطۂ قانون، عدلیہ کی آزادی اور اعتقاد و اظہار کی آزادی نے مختلف مذاہب، زبان، اور ثقافت کے اس وسیع کثیر الاقوام ملک میں جمہوریت کی جڑوں کو مضبوطی عطا کیا۔

بہرکیف ہمیں یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ انفرادی وقار کو بنیادی رشتہ مانتے ہوئے بھی انسانی حقوق کا پیام شاید ہمارے جیسے اس وسیع ملک کے اندر صحیح طور پر نہیں پہنچ سکتا جہاں آج بھی ایک صحتمند زندگی کی بنیادی ضرورتیں ان ہزاروں لوگوں تک پہنچ نہیں پاتی ہیں جو غریبی کی لکیر سے بھی نیچے رہ کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں انھیں نہ خاطر خواہ خوراک میسر ہے، نہ لباس، رہنے کو گھر اور نہ ہی تعلیم یا طبی علاج و معالجہ کی سہولتیں ان تک پہنچ پاتی ہیں۔ یہ جیتے ہیں صرف مصیبت جھیلنے کے لئے اور زندگی ان کے لئے محض ایک بوجھ ہے۔

انسانی حقوق کا تصور بنیادی طور پر ایک مغربی فکر ہے۔ یہاں اس امر کا تذکرہ کرنا بے جا نہیں ہوگا کہ مغربی ممالک نے چین کے پیوپلس ریپبلک کی بارہا بڑے سفاکانہ طور پر تنقیدیں کی ہیں کہ اس نے انسانی حقوق کے کاز کے ساتھ نہایت ہی غیر منصفانہ سلوک کیا ہے لیکن حقیقت میں چین کی پیوپلس ریپبلک کی حکومت اپنے شہریوں کو صحت مند زندگی، خوراک، لباس، گھر، روزگار، تعلیم اور صحت عامہ جیسی بنیادی ضرورتیں بہم پہنچانے کی مسلسل اور انتھک کوششیں کرتی رہی ہے اور ان شہریوں کے انفرادی وقار کو کبھی بھی مجروح ہونے نہیں دیا ہے۔ ہمیں اس امر پر بھی پورا پورا یقین ہے کہ وسیع پیمانہ پر عوام کو سماجی و معاشی انصاف بہم پہنچائے بغیر انسانی حقوق کی ترقی یا اس پر عمل درآمد ایک بے معنی اور بے مقصد کوشش ثابت ہوگی صرف یہی نہیں بلکہ اس سے جمہوریت کی بقا بھی ممکن نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اس سے جمہوریت کو لاتعداد پریشانیوں اور نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اگر ہر فرد کے حقیقی وقار کی برقراری کے مقصد کے لئے ملک کے عوام کو سماجی و معاشی انصاف بہم پہنچانے کی ہماری کوششوں کی رہنمائی صحیح سمت نہیں ہو پاتی ہے۔ اس ریاست میں انسانی حقوق کی بامعنی ترقی کے مقصد کے پیش نظر ریاستی حکومت صنعتی ترقی، اصلاحات اراضی و دیہی فروغ، عوامی خواندگی، مفت طبی امداد و عوامی صحت نیز بچوں کا تحفظ، خواتین کی فلاح، مفلسوں عمر رسیدہ اور معذور افراد کی بحالی، سماج کے پست ترین و کچلے ہوئے طبقہ کی ترقی کے ذریعہ روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے کاز کے سلسلہ میں اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے عرصہ دراز سے کوشش کر رہی ہے۔

"تحفظ انسانی حقوق ایکٹ برائے ۱۹۹۳ء" کے نفاذ کے ساتھ ساتھ اور مرکز میں قومی انسانی حقوق کمیشن اور متعدد ریاستوں میں ریاستی انسانی حقوق کمیشنوں کی تشکیل کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں انسانی حقوق کے مقاصد سے منسلک عوامی بیداری نے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ زور پکڑنا شروع کر دیا ہے۔ انسانی حقوق سے متعلق ہماری تشویش نے ہم لوگوں کو اس قدر مستعد کیا کہ ہم نے مغربی بنگال میں ملک کا پہلا ریاستی انسانی حقوق کمیشن قائم کرنے میں پہل کی اور اس طرح مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن کا قیام ۳۱ جنوری ۱۹۹۵ء میں عمل میں آیا۔

ریاستی حکومت اپنی ریاست میں واقع انسانی حقوق کے کاذ کو بلند رکھنے کی عظیم اہمیت سے متعلق اپنی ذمہ داریوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے معاملوں یا مذکورہ بالا اخلاف ورزیوں کی روک تھام کے معاملوں کو ریاستی حکومت ہمیشہ نہایت ہی سنجیدگی سے لیتی ہے۔ چار سالہ مدت جو ۳۰ مارچ ۱۹۹۹ء کو ختم ہو رہی ہے کے دوران ریاستی حکومت کو قومی انسانی حقوق کمیشن سے ۹ سفارشات اور مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن سے ۱۹۴ سفارشات موصول ہوئی ہیں۔ ریاستی حکومت نے ان تمام سفارشات کو تسلیم کر لیا ہے۔ ان پر پورے طور پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے یا یہ عمل درآمد کے مراحل سے دوچار ہیں۔ علاوہ ازیں دریں اثنا ریاستی حکومت کو قومی انسانی حقوق کمیشن کی جانب سے انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق الزامات کی تفتیش کے سلسلہ میں تقریباً ۳۲۰ حوالے موصول ہوئے ہیں اور ان میں سے بیشتر حوالوں کی تفتیش بہت پہلے مکمل کر لی گئی ہے اور ان کی رپورٹیں بھی متعلقہ شعبہ کو روانہ کئے جا چکے ہیں۔ ریاستی حکومت نے انسانی حقوق سے متعلق تمام امور پر قومی انسانی حقوق کمیشن اور مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن دونوں ہی کی جانب سے موصول ہونے والی تعمیری تجویزوں کا خیر مقدم کیا ہے اور ان کے گراں قدر مشورے کی ستائش کی ہے۔

دریں اثنا ہم لوگوں کو یہ امر بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ پورے ملک میں جرم کے واقعات کی تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ دراصل منظم جرم پسند عناصر بہتر سے علاقوں میں برسرپیکار ہیں اور یہ لوگ اپنے گھناؤنے جرم کے ارتکاب میں جدید ترین اور اعلیٰ ترین تکنیکوں کا استعمال بھی کر رہے ہیں۔ ہمیں اس بات کا خصوصی خیال رکھنا ہوگا کہ ایسی صورت حال ملک کے اندر کہیں بھی پیدا نہیں ہونے دینی چاہیئے جہاں انسانی حقوق کے تحفظ کے نام پر مجرمانہ عناصر کی ہمت افزائی ہو اور وہ انسانی حقوق تنظیموں کے چھتر چھایہ تلے پناہ لینے کی کوشش کریں۔ یہاں موجود مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن کے معزز اراکین بلاشبہ صورت حال کے بنیادی حقائق سے اچھی طرح واقف ہیں۔ انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کی جانے والی ہر کوشش کے دوران قانون کا نفاذ کرنے والی ایجنسیوں کو بھی خاطر خواہ حمایت و تعاون کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ ان کے حوصلے پست نہ ہوں اور وہ خود کو مجرمانہ عناصر کے بڑھتے ہوئے خطرات سے نبرد آزما ہونے کے دوران گھناؤنے جرم کی دلدل میں پھنسا نہ لیں۔

ہندوستان کو ایک خود کفیل ترقی یافتہ ملک بنانے کی ہماری کوششوں کو مختلف چنوتیوں کا مقابلہ ماضی کے دوران برسوں سے کرنا پڑتا چلا آ رہا ہے۔ کہیں انتشار پسند، کہیں علیحدگی پسند اور کہیں دہشت پسند طاقتیں سر ابھار رہی ہیں اور ملک کے بیشتر حصوں میں دہشت اور خوف کا ماحول بنائے ہوئے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں بڑے پیمانے پر واقع ہو رہی ہیں۔ دوسری چنوتی کے طور پر ملک میں بنیاد پرست طاقتیں بھی سر ابھار رہی ہیں۔ مذہبی بنیاد پرستی کی مثال ۱۹۹۲ء کے دوران بابری مسجد کو ڈھانے کا وہ تعجب خیز اور مذموم واقعہ ہے۔ اس واقعہ نے ہمارے دستور کے سیکولر کردار کی بھی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہے۔ اگر ہندوستان اس آنے والی صدی کے دوران خود کفیل ملک کے طور پر نمودار ہوتا ہے تو ان چنوتیوں کا سختی سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں لگاتار اور مسلسل ان کے خلاف ایک مہم شروع کرنی ہوگی اور ان متعلقہ کوششوں کو صحیح سمت دینی ہوگی یعنی انسانی حقوق کے مسائل کو صحیح تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ میری اس رجائیت پسندی کے پیچھے ٹھوس وجوہات کارفرما ہیں۔ الغرض انسانی حقوق کے تحفظ اور اس کے فروغ کے لئے پورے ملک میں بڑی تیزی کے ساتھ بیداری پھیل رہی ہے اور بلا شک و شبہ بہت جلد ہی ایک ایسا افق نمودار ہوگا جسے ابھی ہمیں تلاشنا ہے اور ہم سب لوگ اس نئے افق کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔

طلباء و نوجوانان کا اردو تہوار ۲۰۰۰ء
ادبی و ثقافتی تقریبات
۲۵ فروری تا ۲۷ فروری ۲۰۰۰ء کلکتہ
زیر اہتمام
شعبۂ خدمات نوجوانان حکومت مغربی بنگال
عوام سے شرکت و تعاون کی درخواست ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ — انسانیت کا منشورِ اعظم

۵۰ سال قبل ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ منظور کیا تھا۔ یہ اعلامیہ اقوام متحدہ کی اہم حصولیابیوں میں سے ایک تھا اور پچاس سال بعد بھی پوری دنیا کے لوگوں کی زندگیوں کو کسی نہ کسی پہلو سے ایک طاقتور دستاویز کے طور پر متاثر کرتا ہے۔ یہ تاریخ عالم کا پہلا واقعہ بھی تھا کہ کسی بین الاقوامی تنظیم نے آفاقی قدروں سے لبریز سمجھے جانے والے کسی دستاویز کو منظور کیا اور انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو اس قدر تفصیل سے پیش کیا گیا۔ منظور کئے جانے کے بعد اس اعلامیہ کو وسیع پیمانے پر بین الاقوامی حمایت بھی حاصل ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امن کی شدید خواہش اعلامیہ کی منظوری کا خاص سبب تھا۔

اس وقت اقوام متحدہ کے ممبر ملکوں کی تعداد ۵۸ تھی اور وہ متضاد نظریات، سیاسی نظاموں اور مذہبی و ثقافتی پس منظر رکھنے کے علاوہ سماجی و اقتصادی ترقی کے الگ الگ طریقوں پر بھی عمل پیرا تھے۔ مگر انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ مشترکہ مقاصد اور خواہشات کا آئینہ دار تھا یہ ایک ایسی دنیا کا تصور پیش کرتا تھا جو پوری بین الاقوامی برادری کو عزیز تھی۔

۱۹۴۸ء سے اب تک اس اعلامیہ کا ۲۰۰ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور پوری دنیا میں انسانی حقوق کی سب سے زیادہ جانا پہچانا اور حوالہ کے طور پر استعمال ہونیوالا دستاویز ہے۔ ان برسوں میں لوگوں کے حقوق کے دفاع اور فروغ کے لئے اسے استعمال کیا گیا ہے اور ان کے اصولوں کو قومی قوانین سازی اور بہت سے نئے ملکوں کی آئین سازی میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مختلف حکومتوں کے درمیان ہونے والے معاہدوں اور منظور کی جانے والی قراردادوں میں بھی اس اعلامیہ کے حوالے دیئے گئے ہیں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

سال ۱۹۹۸ء میں انسانیت کے اس عظیم منشور کی ۵۰ ویں سالگرہ منائی گئی جس کا مرکزی موضوع "سب کے لئے تمام انسانی حقوق" تھا جو تمام انسانی حقوق کی آفاقیت، ناقابل تسخیر حیثیت اور باہمی روابط کی نشاندہی کرتا ہے اور اس تصور کو مضبوط بناتا ہے کہ انسانوں کے شہری، ثقافتی، اقتصادی، سیاسی اور سماجی حقوق کو ان کے اجتماعی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے، نہ کہ ایک دوسرے سے الگ کر کے۔

اعلامیہ:- انسانی حقوق کے تعلق سے ۱۹۴۶ء میں قائم کئے گئے بین الاقوامی کمیشن میں ۱۸ ممبر ملکوں کو شامل کیا گیا تھا اور اس کے شروع کے اجلاسوں میں ایجنڈے کا خاص موضوع "انسانی حقوق کا بین الاقوامی اعلامیہ" تھا۔ کمیشن نے ایک مسودہ ساز کمیٹی بنائی تھی جس نے خاص طور پر پوری توجہ انسانی حقوق کے اعلامیہ کا مسودہ تیار کرنے پر مبذول کی۔ اس کمیٹی میں آسٹریلیا، چلی، چین، فرانس، لبنان اور اس وقت کی یونین آف سوویت سوشلسٹ ری پبلک (یو ایس ایس آر) کے سکریٹریٹ نے جان ہمفری کی رہنمائی میں اعلامیہ کے خدوخال تیار کئے تھے۔ (جو ۴۰۰ صفحات پر مشتمل تھے) تاکہ ان کی بنیاد پر کمیٹی کے ذریعہ اعلامیہ کو آخری شکل دی جاسکے۔

عالمی اعلامیہ کے مسودہ کی تیاری کے دو سال کے دوران مسودہ تیار کرنے والوں کے درمیان بنیادی حقوق اور آزادیوں کے احترام کا مشترکہ مقصد ہی موضوع گفتگو رہا۔ بعض سوالات پر اختلاف رائے کے باوجود انھوں نے اعلامیہ میں امتیاز برتنے کے اصولوں، شہری اور سیاسی حقوق، اور سماجی و اقتصادی حقوق کو شامل کرنے سے اتفاق کیا۔ انھوں نے اس بات سے بھی اتفاق کیا کہ اعلامیہ کو عالمی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

اس اعلامیہ کی تیاری سے گہری دلچسپی رکھنے والی مسز ایلیونر روزویلٹ نے انسانی حقوق کمیشن کی پہلے سال میں صدارت کی اور کہا کہ انسانی حقوق کا آغاز کہاں سے ہونا چاہئے؟ چھوٹی جگہوں سے جن کو دنیا کے کسی بھی نقشہ پر نہ دیکھا جاسکتا ہو مگر جو کسی ایک شخص کی دنیا ہو، اس کے قیام کی جگہ کے نواح میں ہو، وہ اسکول یا کالج جس میں وہ پڑھتا ہو، وہ کارخانہ یا کھیت جس میں وہ کام کرتا ہو، یہ وہ جگہیں ہیں جہاں مرد، عورت، اور بچہ کو مساوی انصاف، مساوی مواقع، بلا امتیاز مساوی

[عز]ت کی تلاش ہوتی ہے۔ اگر ان جگہوں پر ان حقوق کے معنی نہ ہوں گے تو پھر کہیں بھی ان کے معنی نہ ہوں گے۔ اگر ان حقوق کے گھر کے قریب ان کی بحالی کے لیے متعلقہ شہری اقدام نہ کیا گیا تو وسیع تر دنیا میں ترقی پر نظر ڈالنا بے سود ہوگا۔

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو پیرس کے پیلس ڈی چیلوٹ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ۵۸ ممبر ملکوں نے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کو اس طرح منظوری دی تھی کہ ۴۸ ملکوں نے اس کی حمایت کی تھی اور ۸ ملکوں نے ووٹ نہیں دیئے تھے۔ جبکہ ووٹنگ کے وقت دو ممبر ملک غیر حاضر تھے۔ جنرل اسمبلی نے اس اعلامیہ کو "عوام اور تمام ملکوں کے لئے حصولیابی کا مشترکہ پیمانہ قرار دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ "افراد اور معاشروں کو قومی اور بین الاقوامی پیمانہ کے ترقی پسندانہ اقدامات کے ذریعہ اس کو دنیا بھر میں اور موثر طور پر تسلیم کرانے کی کوشش کی جانی چاہئے"۔

ایک مثالی دنیا کا تصور: گرچہ طرح طرح کے حقوق پر مشتمل یہ اعلامیہ کوئی قانونی دستاویز نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہو مگر اس سے تحریک حاصل کر کے انسانی حقوق کے ۶۰ سے زیادہ معاہدوں کے ذریعہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات طے کئے گئے ہیں ان معاہدوں میں اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کا بین الاقوامی دستور نیز شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی دستور شامل ہیں اور یہ قانونی طور پر لازمی معاہدے ہیں۔ عالمی اعلامیہ کے ساتھ ملکر یہ حقوق کے بین الاقوامی بل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ اعلامیہ توثیق کرتا ہے کہ انسانی کنبہ کے ہر رکن کا پیدائشی وقار دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کی بنیاد کا درجہ رکھتا ہے اور بنیادی حقوق سے جڑا ہوا ہے۔ جن کا ہر انسان خواہاں ہے اور جن میں دوسری باتوں کے علاوہ فرد کی زندگی، آزادی اور سلامتی کا حق، مناسب معیار زندگی کا حق، ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرنے اور جا کر رہنے کا حق، جائیداد کی ملکیت کا حق، آزادئ فکر اور اظہار کی آزادی کا حق، تعلیم کا حق، فکر ضمیر اور مذہب کی آزادی، جسمانی اذیت اور بدسلوکی سے محفوظ رہنے کا حق بھی شامل ہے۔ عالمی گاؤں کے تمام انسانوں، مردوں، عورتوں اور بچوں کو اور سماج کے کسی بھی گروپ کو جو محرومیوں سے دوچار ہو یا نہ ہو، یہ پیدائشی حقوق حاصل ہیں

اور یہ یقینی نہیں ہیں کہ ان کو کس طرح من مانی سے چھین لیا جائے، روک لیا جائے یا دے دیا جائے۔

عوامی بیداری کی مہم: پچاسویں سالگرہ یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ عالمی اعلامیہ کے مفہوم سے اور ہماری روز مرہ کی زندگی سے اس کی مطابقت سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور عالمی سطح پر لوگوں کو باخبر کرنے کی مہم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ان زبانوں میں انسانی حقوق کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں جن کو ہر جگہ کے لوگ سمجھتے ہوں۔

انسانی حقوق کے تعلیم کے دہے (۱۹۹۵ - ۲۰۰۴ء) کے دوران منائی جا رہی اس سالگرہ سے تعلیم اور اقدام پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ پہلے ہی سے موجود ۲۰۰۰ تراجم کے علاوہ پچاسویں سالگرہ کے لئے بہت سی دوسری مقامی زبانوں میں بھی ترجمے جاری کئے جائیں گے۔

عالمی اعلامیہ کی پچاسویں سالگرہ پوری دنیا کے لوگوں کو اس عظیم دستاویز کی منظوری کی یاد منانے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اس سے سماج کے تمام طبقات کو زوردار انداز سے وسیع بنیادوں پر انسانی حقوق کے لئے متحرک کرنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ بنیادی حقوق کیلئے جد و جہد کرنے اور انھیں تسلیم کرنے کا مطالبہ کرنے میں شہری سماج اور غیر سرکاری تنظیموں کی حصہ داری نے پوری دنیا میں بنیادی حقوق کو تسلیم کرانے اور فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اور بہت سے ملکوں میں سالگرہ منانے کیلئے قومی کمیشن بھی قائم کی گئی ہیں۔

تمام برادریوں کو ان کے حقوق کو پہچاننے، ان کی مانگ کرنے اور ان کا دفاع کرنے میں مدد دینے کے لیے نچلی سطح کی تحریکوں سے یہ مثبت اور مضبوط پیغام ملتا ہے کہ ہر جگہ کے لوگ انسانی حقوق کے احترام کے شدت سے خواہاں ہیں۔ مقامی سطح پر باشعور شہری اپنی جماعتوں اور پارلیمانی نمائندوں سے مل کر اپنی حکومتوں سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر انھوں نے انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں کی توثیق نہیں کی ہے تو اب ان کی توثیق کر دیں۔ (بشکریہ پی آئی بی) ••

پس منظر:

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ منظور کرنے کے بعد سے نافذ کیا تھا جس کا پورا متن حسب ذیل ہے:

تمام انسان مساوی اور بے بہا حقوق اور بنیادی آزادیوں کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اقوام متحدہ ہر افراد کے انسانی حقوق کی برقراری، فروغ اور تحفظ کے عہد کی پابند ہے۔ اس عہد کا منبع اقوام متحدہ کا چارٹر (منشور) ہے جو بنیادی انسانی حقوق، انسانی وجود کے وقار اور قدر و قیمت میں دنیا کے تمام لوگوں کے یقین کی توثیق کرتا ہے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ میں اقوام متحدہ نے واضح طور پر اور سادہ زبان میں ان حقوق کا ذکر کیا ہے جو مساوی طور پر ہر شخص کو حاصل ہیں یہ حقوق آپ سے تعلق رکھتے ہیں یہ آپ کے حقوق ہیں۔ ان سے آپ آگاہی حاصل کریں۔ اور اپنے لئے اور اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کے لئے ان کے فروغ اور تحفظ میں تعاون کریں۔

انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ: دیباچہ:۔ چونکہ انسانی کنبہ کے تمام ارکان کے پیدائشی وقار اور مساوی اور بے پایاں حقوق کا تسلیم کیا جانا آزادی، انصاف اور دنیا میں امن کی اساس ہے۔ چونکہ انسانی حقوق سے اعراض کرنے اور ان کی توہین کرنے کی وجہ سے انسانی ضمیر پر بوجھ بننے والے بربریت کے واقعات رونما ہوئے ہیں اور چونکہ ایک ایسی دنیا کو وجود میں لانے کا اعلان کیا گیا ہے جس میں تمام لوگوں کو اظہار اور عقیدہ کی آزادی ہو اور خوف و ہراس سے چھٹکارا ملے جو کہ عام لوگوں کی شدید ترین آرزو ہے۔ چونکہ فرد کو بطور آخری ہتھیار کے ظلم و ستم کے خلاف بغاوت پر مجبور ہونے سے باز رکھنے کے لئے قانون کی حکمرانی کے ذریعہ انسانی حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ چونکہ اقوام عالم کے درمیان دوستانہ تعلقات کو فروغ دینا ضروری ہے۔ چونکہ اقوام متحدہ کے لوگوں نے منشور میں بنیادی انسانی حقوق، فرد کے احترام اور قدر و منزلت اور عورتوں اور مردوں کے یکساں حقوق میں اپنے یقین کی توثیق کی ہے اور وسیع تر آزادی کے ماحول میں سماجی ترقی اور بہتر معیارات زندگی کے فروغ کے عزم محکم کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ ممبر ملکوں نے اقوام متحدہ کے اشتراک سے انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کے فروغ اور ان پر عمل درآمد کا عہد کیا ہے۔ چونکہ ان حقوق اور آزادیوں کی ایک مشترکہ تفہیم اس عہد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

اس لئے اب جنرل اسمبلی انسانی حقوق کے اس عالمی اعلامیہ کے نفاذ کا اعلان کرتی ہے:۔ جو تمام اقدام اور عوام کے لئے اس مقصد کے حصول کا ایک مشترکہ معیار ہے کہ ہر فرد اور سماج کا ہر حصہ اس اعلان کو ہمہ وقت پیش نظر رکھتے ہوئے تعلیم دے کر اور معلومات فراہم کر کے ان حقوق اور آزادیوں کے لئے احترام کے جذبہ کو فروغ دے گا۔ مجموعی طور پر ملک کے عوام اور ان کے زیر اختیار علاقوں کے لوگ بھی ترقی پسندانہ اقدام اور موثر منظوری کے ذریعہ ان پر عمل درآمد کریں گے۔

آرٹیکل ــــ 1 :۔ تمام انسان آزاد اور مساوی عزت اور حقوق کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ انھیں منطق اور ضمیر کی صفات ودیعت ہوتی ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے برادرانہ سلوک کرنا چاہیئے۔

آرٹیکل ــــ ۲ :۔ ہر فرد نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب سیاسی، و دیگر عقائد قومی یا سماجی اصل پیدائش یا دوسرے مرتبہ کے امتیاز کے بغیر ہر شخص اس اعلامیہ میں بیان کردہ حقوق اور آزادی کا مستحق ہے۔

مزید برآں، سیاسی، حد اختیار یا جس ملک یا علاقہ کا وہ رہنے والا ہو اس کے بین الاقوامی مرتبہ کی بنیاد پر اس کے ساتھ کوئی امتیاز نہ برتا جائے گا چاہے وہ آزاد ہو، زیر تحفظ ہو، (ٹرسٹ) غیر خود اختیاری ہو، یا اختیار اعلیٰ کسی کی کسی دوسری پابندی کے تحت آتا ہو۔

آرٹیکل ــــ ۳ :۔ ہر فرد کو اپنی زندگی جینے، آزادی اور سلامتی کا حق ہے۔

آرٹیکل ــــ ۴ :۔ کسی فرد کو بھی غلام یا اطاعت گذار بنا کر نہ

رکھا جائے گا اور غلامی یا غلاموں کی تجارت کی تمام اقسام ممنوع ہوں گی۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۵ :۔ کسی بھی شخص کو جسمانی اذیت، بے رحمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کا شکار نہ بنایا جائے گا۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۶ :۔ ہر شخص کو ہر جگہ قانون کے سامنے بطور فرد تسلیم کئے جانے کا حق حاصل ہوگا۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۷ :۔ سب لوگ قانون کی نظر میں برابر ہیں اور کسی امتیاز کے بغیر مساوی قانونی تحفظ کے حقدار ہیں۔ سب کو اعلامیہ ہذا کے برخلاف کسی بھی امتیازی سلوک یا اس طرح کے امتیازی سلوک کے لئے پیدا کئے جانے والے اشتعال سے تحفظ کا مساوی حق ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۸ :۔ آئین یا قانون کی رو سے دئے گئے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف ہر شخص کو مجاز قومی عدالتوں سے موثر تدارک کے حصول کا حق ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۹ :۔ کسی بھی شخص کو من مانی گرفتاری، نظربندی یا جلا وطنی کا شکار نہ بنایا جائے گا۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۰ :۔ ہر شخص اپنے حقوق اور ذمہ داریوں اور اپنے خلاف لگائے گئے کسی مجرمانہ الزام کے تعلق سے پوری مساوات کے ساتھ آزاد اور غیر جانبدار عدالت سے منصفانہ اور عام سماعت کا مستحق ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۱ :۔ ہر وہ شخص جس پر کوئی تعزیری الزام لگایا گیا ہو اس وقت تک بے گناہ سمجھا جائے گا جب تک کھلی سماعت کے ذریعہ جس میں اسے اپنے دفاع کی تمام گارنٹیاں حاصل رہی ہوں، وہ جرم نہ ثابت ہو جائے۔

کسی بھی شخص کو کسی ایسی مجرمانہ حرکت کے ارتکاب میں مجرم نہ قرار دیا جائے گا جو اس وقت کسی قومی یا بین الاقوامی قانون کے تحت جرم کی تعریف میں نہ آتا ہو جب اس کا ارتکاب کیا گیا ہو نہ ہی اسے اس سزا سے زیادہ کوئی سزا دی جائے گی جو ارتکاب کے وقت نافذ العمل ہو۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۲ :۔ کسی بھی فرد کی خاندانی، گھریلو یا مراسلاتی رازداری کی من مانی کی خلاف ورزی نہ کی جائے گی، نہ ہی اس کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے گا۔ اس طرح کی مداخلت یا حملہ کے خلاف ہر فرد کو قانونی تحفظ کا حق حاصل ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۳ :۔ ہر شخص کو ہر ملک کی سرحدوں کے اندر کہیں بھی آنے، جانے یا رہنے کا حق۔

ہر شخص کو کسی بھی ملک سے جانے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۴ :۔ ہر شخص کو زیادتی سے بچنے کے لئے کسی دوسرے ملک میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کا حق ہے۔

مگر اس حق کو غیر سیاسی جرائم یا اقوام متحدہ کے مقاصد اور قواعد کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی وجہ سے چلائے جانے والے مقدمہ سے بچنے کے لئے نہ استعمال کیا جا سکے گا۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۵ :۔ ہر شخص کو کسی ملک کی قومیت اختیار کرنے کا حق ہے۔

کسی شخص کو من مانے ڈھنگ سے اس کی قومیت سے محروم نہ کیا جائے گا ۔ ۔ ن قومیت بدلنے کے حق سے محروم کیا جائے گا۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۶ :۔ عمر کی عورتوں اور مردوں کو نسل، قومیت یا مذہب کی کسی تحدید کے بغیر شادی کرنے اور کنبہ کی بنیاد رکھنے کا حق ہے۔ انہیں شادی شدہ زندگی، شادی کرنے کے دوران اور شادی کو توڑنے کے مساوی حقوق ہیں۔

شادی فریق ثانی کی رضا و رغبت ہی سے ہوگی۔ کنبہ کو سماج میں قدرتی اور بنیادی گروپ یونٹ کا درجہ حاصل ہے جو سماج اور مملکت کے ذریعہ تحفظ کا حقدار ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۷ :۔ (۱) ہر شخص کو تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جائیداد کا مالک بننے کا حق ہے (۲) کسی شخص کو بھی من مانی طور پر اس کی جائیداد سے محروم نہ کیا جائے گا۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۸ :۔ ہر شخص کو خیال و فکر، ضمیر پر عمل کرنے اور مذہب کا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدہ کو تبدیل کرنے اور تنہا یا اجتماعی طور پر دوسروں کے ساتھ کھلے عام یا نجی طور پر اپنے مذہب یا عقیدہ کی تعلیمات کی تبلیغ، عمل درآمد، عبادت اور اظہار کا حق بھی شامل ہے۔

آرٹیکل ۔۔۔ ۱۹ :۔ ہر شخص کو فکری اور اظہار خیال کی آزادی ہے، اس حق میں کسی مداخلت کے بغیر کوئی رائے قائم کرنے، سرحدوں کی تفریق کے بغیر کسی بھی میڈیا کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنے یا فراہم کرنے کی آزادی کا بھی حق شامل ہے۔

آرٹیکل ــــ ۲۰ :- (۱) ہر شخص کو پُرامن اجتماع اور انجمن سازی کا حق ہے۔ (۲) کسی بھی شخص کو کسی ایسوسی ایشن میں شامل ہونے کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔

آرٹیکل ــــ ۲۱ :(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ چنے گئے نمائندوں کے ذریعہ حصہ لینے کا حق ہے۔

(۲) ہر شخص کو اپنے ملک کی سرکاری ملازمت تک رسائی کا مساوی حق ہے (۳) حکومت کے اختیار کی بنیاد عوام کی رائے پر ہوگی۔ یہ رائے وقتاً فوقتاً حقیقی انتخابات میں ظاہر کی جائے گی جو بالغ مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر کرائے جائیں گے اور خفیہ ووٹ یا آزاد رائے دہی کے طریقہ پر ہوں گے۔

آرٹیکل ــــ ۲۲ :- ہر شخص کو سماج کے فرد کی حیثیت سے سماجی تحفظ اور قومی کوششوں و بین الاقوامی تعاون سے اور ہر ملک کی تنظیم اور وسائل کے مطابق اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق حاصل ہیں جو اس کے وقار اور شخصیت کے لئے لازمی ہوں گے۔

آرٹیکل ــــ ۲۳ :- (۱) ہر شخص کو کام کرنے، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کے منصفانہ اور سازگار حالات اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے (۲) ہر شخص کو بلا امتیاز مساوی کام کے لئے مساوی تنخواہ کا حق ہے۔ (۳) ہر کام کرنے والے شخص کو منصفانہ اور سازگار اجرت کا حق ہے جو خود اس کے اور اس کے کنبہ کے انسانی وقار کے مطابق گذر بسر کے لئے کافی ہو اور اگر ضروری ہو تو سماجی تحفظ کے دوسرے طریقوں سے اسے راحت ملے۔ (۴) ہر شخص کو اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے ٹریڈ یونین بنانے اور اس میں شامل ہونے کا حق ہے۔

آرٹیکل ــــ ۲۴ :- ہر شخص کو آرام اور راحت بشمول کام کے اوقات کی مناسب حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں کا حق ہے۔

آرٹیکل ــــ ۲۵ :- ہر شخص کو ایسے معیار زندگی کا حق ہے جو اس کی اور اس کے خاندان کی صحت اور خوشگوار زندگی کے لئے کافی ہو اور اس میں خوراک، کپڑے، مکان، میڈیکل دیکھ بھال اور ضروری سماجی خدمات شامل ہیں۔ بے روزگاری، بیماری، جسمانی معذوری، بیوگی، ضعیفی، یا ناگزیر حالات میں زندگی گزارنے کے وسائل سے محرومی کی صورت میں سلامتی کا حق ہے۔ (۲) مائیں اور بچے خصوصی دیکھ بھال اور امداد کے مستحق ہوں گے۔

آرٹیکل ــــ ۲۶ :(۱) ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ کم سے کم بنیادی اور ابتدائی درجات تک تعلیم مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم عمومی طور پر فراہم کی جائے گی اور اعلیٰ ترین تعلیم تک محاسن کی بنیاد پر سب کو رسائی حاصل کرنے کا حق ہوگا (۲) تعلیم کا مقصد انسانی تشخص کا مکمل فروغ ہوگا اور انسانی حقوق کو مضبوط بنانا اور اس کا احترام کرنا بھی ہوگا اور بنیادی آزادی بھی ہوگی۔ مفاہمت، رواداری اور رفاقت پیدا کی جائیگی۔ اور امن کی برقراری کے لئے اقوام متحدہ کی کوششوں کو آگے بڑھایا جائے گا۔ (۳) والدین کو اپنے بچوں کو اپنی پسند کی تعلیم دینے کا حق ہوگا۔

آرٹیکل ــــ ۲۷ :- (۱) ہر شخص کو اجتماعی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، آرٹس سے مستفید ہونے سائنسی ترقی اور اس کے فوائد میں حصہ لینے کا حق ہے (۲) ہر شخص کو کسی بھی سائنسی، ادبی یا آرٹسٹک تخلیق سے جس کا وہ تخلیق کار ہو اقتصادی اور مادی مفادات کے تحفظ کا حق ہے۔

آرٹیکل ــــ ۲۸ :- ہر شخص ایک ایسے سماجی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں اعلامیہ ہذا میں مذکورہ حقوق اور آزادیوں کو پوری طرح حاصل کیا جاسکے۔

آرٹیکل ــــ ۲۹ :- (۱) ہر شخص کی سماج کے تئیں ذمہ داریاں ہیں، جس میں اس کے آزادانہ اور مکمل تشخص کی ترقی ممکن ہے (۲)

(۲) اپنے حقوق اور آزادیوں پر عمل پیرا ہونے کے سلسلہ میں ہر شخص کو صرف ان حدود میں رہنا ہوگا جو قانون کے ذریعہ دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کو واجب طور پر تسلیم کرنے کے لئے بنائے گئے ہوں گے اور جمہوری معاشرہ میں اخلاق، عام نظم و نسق اور عام بہبود کے منصفانہ تقاضوں کے مطابق ہوں۔ (۳) ان حقوق اور آزادیوں کو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف نہ استعمال کیا جاسکے گا۔

آرٹیکل ــــ ۳۰ :- اس اعلامیہ کی کسی بات کو کسی ریاست، گروپ یا فرد کے ذریعہ کسی ایسی سرگرمی میں حصہ لینے یا ایسی حرکت کرنے کا جواز بنانے کیلئے نہ استعمال کیا جائیگا جس کا مقصد اس اعلامیہ میں دیئے گئے کسی حق یا آزادی کو تباہ کرنا ہو (بشکریہ لیگ آن لائن)۔

اقبالؒ اور کارل مارکس

محمد امین، ریاستی وزیر ترقیات و فلاح اقلیات

ستمبر ۱۹۹۹ء میں بی بی سی لندن نے انٹرنیٹ پر عالمی رائے عامہ سے سوال کیا کہ دوسرے ہزار سال کا سب سے بڑا دانشور کون گزرا ہے تو عالمی رائے عامہ نے بھاری اکثریت سے جواب میں کارل مارکس کا نام لیا۔ یہ خبر دبے کچلے، مظلوم، محروم غریب عوام کا بھلا چاہنے والے تمام لوگوں کے لئے باعث مسرت ہے۔ دنیا کی رائے عامہ جس نتیجے پر آج پہنچی اس نتیجے پر عظیم مفکر دانشور فلاسفر اور شاعر علامہ اقبال ۱۹۳۶ء میں ہی پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے کارل مارکس کے نظریات اور تصانیف کا کتنا گہرا مطالعہ کیا تھا یہ بھی ایک حیرت ناک بات ہے۔ اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں انھوں نے کارل مارکس کے متعلق جو کچھ تیسرے مشیر سے کہلوایا اس کے تین اشعار ملاحظہ ہوں ؎

"وہ کلیم بے تجلّی وہ مسیحِ بے صلیب
نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب"

وہ یہودی فتنہ گر وہ روحِ مزدک کا بروز
ہر قبا ہونے کو ہے جس کے جنوں سے تار تار

کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہِ پردہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کے لئے یومِ حساب

پہلے شعر کا معنی یہ ہوا کہ کارل مارکس وہ موسیٰ ہے جس نے خدا کا جلوہ نہیں دیکھا، وہ عیسیٰ جسے سولی پر نہیں چڑھایا گیا۔ وہ پیغمبر تو نہیں لیکن اس کے پاس بھی ایک کتاب ہے۔ وہ کون سی کتاب ؟ کارل مارکس کی سب سے گراں قدر تصنیف "سرمایہ" جس کے لکھنے میں کارل مارکس کی جوانی کے ۲۵ سال صرف ہوئے۔ یہ کتاب مصنف کے تخیل کی پرواز پر مبنی نہیں ہے بلکہ معاشیات کے ٹھوس اور ناقابلِ تردید حقائق پر مشتمل ہے جس نے علم معاشیات میں ایک ایسا دھماکہ کیا جس کی گونج ساری دنیا میں پھیل گئی۔ لندن کی لائبریری کی کتابوں کا مطالعہ اس طرح کیا کہ علم کے گہرے سمندر کی تہہ سے آبدار موتیوں کو چن لایا اور اس کا ایک مالا بنا کر انسانیت کے گلے میں ڈال دیا۔ دوسرے شعر میں ابلیسی زبان میں اسے یہودی فتنہ گر کہا ہے۔ اصل میں کارل مارکس کا باپ یہودی ضرور تھا لیکن مارکس کے پیدا ہونے سے قبل اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ اس اعتبار سے مارکس بھی عیسائی مانا جائے گا لیکن وہ کسی مذہب کا پیرو نہیں تھا۔ تیسرے شعر کا مفہوم صاف ہے کہ اس کی نگاہ ایسی تھی کہ پردوں کو جلا کر اس کے پیچھے چھپے حقائق کو دیکھ لیتی تھی۔

سرمایہ کا مطالعہ بڑے صبر و ضبط کا متقاضی ہے۔ اس کا مکمل اردو ترجمہ ہوا ہے کہ نہیں یہ کہنا دشوار ہے لیکن اس کا خلاصہ اور تشریحات کے مطالعہ سے بھی بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملتا ہے بشرطیکہ مطالعہ کرنے والے کا اپنا بھی ایک حقیقت پسند نگاہ ہو۔

بیسویں صدی نے کارل مارکس کے اسی انقلابی معاشیات اور طبقاتی فلسفہ و نظریات کی بنیاد پر دنیا کو سوشلزم سے روشناس کرایا۔ روس کے بعد دنیا کی سب سے زیادہ آبادی والے ملک چین نے اسے اپنایا پھر ویت نام، کمبوچیا اور کیوبا نے اسی نظام کو اپنایا اور اب ساری دنیا سرمایہ داری سے سوشلزم کے عبوری دور سے گزر رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام چاروں طرف سے جس معاشی بحران میں گھرا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے انسانیت کو درپیش مسائل یعنی روزگار، مہنگائی، کساد بازاری، بدعنوانی اور اخلاقی جرائم کو ختم کرنے کا کوئی حل اس کے پاس نہیں ہے۔ اس کی معیشت دیوالیہ ہو چکی ہے۔ طبقاتی لوٹ تیز تر ہوتی جا رہی ہے اور نیا معاشی نظام کا نعرہ دراصل ڈوبتے کے لئے تنکے کا سہارا والی بات لگ رہی ہے۔

ابلیس کی مجلسِ شوریٰ

تیسرا مشیر

• اقبال

روحِ سلطانی رہے باقی تو پھر کیا اضطراب
ہے مگر کیا اس یہودی کی شرارت کا جواب

وہ کلیمِ بے تجلّی! وہ مسیحِ بے صلیب
نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب

کیا بتاؤں کیا ہے کافر کی نگاہِ پردہ سوز
مشرق و مغرب کی قوموں کے لئے روزِ حساب

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا طبیعت کا فساد
توڑ دی بندوں نے آقاؤں کی کشتی کی طناب

۱۹۹۱ء میں سوویت یونین کا اشتراکی نظام جب بکھرا تو مشرقی یورپ کے ممالک نے بھی سوشلزم کی جگہ سرمایہ داری کو بحال کیا۔ یہ پسپائی عارضی ہے اور اس تجربے سے بھی اشتراکی تحریک لازمی سبق لے گی۔ سرمایہ داری کی ہی ترقی یافتہ شکل سامراجیت ہے۔ اس کے ساتھ اشتراکی نظام کا جو تضاد بڑھ رہا ہے اس کا حل اکیسویں صدی میں اشتراکیت کے حق میں نکلے گا کیونکہ کمتر پر بہتر کی فتح ہمیشہ ہوتی ہے۔ سرمایہ داری مٹھی بھر لوگوں کے لئے دولت کا انبار لگاتی ہے اور نوے فیصدی لوگوں کو محتاج اور پریشان حال رکھتی ہے جبکہ سوشلزم سب کے لئے روٹی، کمبیڑا، مکان، روزگار، تعلیم، صحت اور خوشحالی کی گارنٹی کرتی ہے اسی لئے سرمایہ داری روبہ زوال اور سوشلزم روبہ ترقی ہے۔ سامراجی طاقتوں کے پاس ایٹمی ہتھیاروں کا جو ذخیرہ ہے وہ دنیا کی سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اسی لئے عالمی امن تحریک اس ذخیرہ کو بے اثر بنانے پر زور دے رہی ہے۔

سوشلزم اور کمیونسٹ تحریک کے خلاف اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر جو زبردست پروپگنڈا ہو رہا ہے اس سے عوام کا ایک حصہ غلط فہمیوں کا شکار ہے جسے دور کرنے کی مخلصانہ کوشش جاری رکھنا ہوگی۔ خلوص اور قربانی کے جذبے سے کام لینا ہوگا۔ ہر حال میں سچائی کی فتح ہوتی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش، سری لنکا، افغانستان، ایران وغیرہ ممالک میں حالات بے حد پُر خطر اور دھماکہ خیز ہیں۔ ان ممالک میں اشتراکیت کی تحریک کو بڑے صبر و تحمل کے ساتھ پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہوگا۔ تنظیم نہ صرف صاف ستھری ہو بلکہ دیکھنے میں بھی ایسی ہی لگے، تب اتحاد بڑھے گا، جد و جہد بڑھے گی اور کارواں منزل پر پہنچ جائے گا۔ ■■

کارل مارکس کی آواز

• اقبال

یہ علم و حکمت کی مہرہ بازی یہ بحث و تکرار کی نمائش	نہیں ہے دنیا کو اب گوارا پرانے افکار کی نمائش
تری کتابوں میں اے حکیمِ معاش رکھا ہی کیا ہے آخر	خطوطِ خمدار کی نمائش! مریز و کجدار کی نمائش
جہانِ مغرب کی بتکدوں میں کلیساؤں میں مدرسوں میں	ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہے عقلِ عیّار کی نمائش

غزلیں

نصیر پرواز

تن کی پیڑا من کی چنتا چپکے چپکے سہتے ہیں
جس دن سے بچھڑے ہیں تجھ سے وہ گم سم سے رہتے ہیں

دریا دریا چنچل دھارا ساگر ساگر گہرائی
سارے لوگ مری بستی کے آنسو آنسو بہتے ہیں

تم پر اس کا عکس پڑے تو تم پتھر کے ہو جاؤ
ہم جس غم کو اپنے اندر تنہا تنہا سہتے ہیں

پاگل دھوپ ہمیشہ ننگے جسموں کو جھلساتی ہے
بارش آندھی میں بستی کے کچے سپنے ڈہتے ہیں

چاند بجھا کب سورج نکلا ہم کو کچھ معلوم نہیں
ہم تو بس اندھی راتوں کو دن پہنائے رہتے ہیں

تیری خاطر مٹی زندہ تیری خاطر موت کفن
تیری خاطر ہم کیوں سوچیں لوگ ہمیں کیا کہتے ہیں

تم نے کچھ تو پوچھا ہوتا خود سے میرے بارے میں
کون ہے ایسا دنیا والے جس کو اچھا کہتے ہیں

سوکھی سوکھی من کی دھارا پیاسی پیاسی ہر کایا
اونچے اونچے سارے پربت ندیا ندیا بہتے ہیں

اُڑی اُڑی چہرے کی رنگت لٹا لٹا سندور سہاگ
کون بھلا پرواز بتائے وہ کس کا غم سہتے ہیں

احمد علوی

سکون دل کو مرے عمر بھر نہیں ملتا
میں جانتا ہوں مجھے تو اگر نہیں ملتا

کسی پہ ہنسنے سے پہلے یہ سوچ لو یارو
ہنسے جو پھول تو پھر شاخ پر نہیں ملتا

تعلقات بھی ریشم کی طرح ہوتے ہیں
اُلجھ گئے تو سرا عمر بھر نہیں ملتا

وہی درخت یہاں پر جلائے جاتے ہیں
زمانے والوں کو جن پر ثمر نہیں ملتا

بجھے گی کس طرح ایسے میں پیاس نیزوں کی
جھکا نہ ہو جو کہیں پر وہ سر نہیں ملتا

تمہارے شہر میں کیا پھول اب نہیں کھلتے
کسی لفافے میں تتلی کا پر نہیں ملتا

تجارتی ہے تبسم سبھی کے ہونٹوں پر
خلوص آج کہیں معتبر نہیں ملتا

خدا کی دین ہے یہ شاعری کا فن علوی
ریاضتوں سے کبھی یہ ہنر نہیں ملتا

ہندوستانی بین الاقوامی تجارتی میلہ کے موقع پر وزیر صنعت و تجارت شری بدوت گانگولی کا پریس سے خطاب

بائیں محاذ حکومت برسر اقتدار آنے کے بعد سے ریاست میں معیشت کی از سر نو تعمیر کیلئے کوشاں ہے

بدوت گانگولی



• وزیر صنعت و تجارت کا پریس سے خطاب

مرکزی حکومت کی نئی معاشی پالیسی جہاں متوسط اور بڑے پیمانے کے سیکٹروں میں سرمایہ کاری میں روزافزوں اضافہ کی پالیسی کی پیروی کا موقع فراہم کرتا ہے وہیں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور عوامی سیکٹروں کی اہمیت کو گھٹا دے رہی ہے۔ یہ باتیں ریاستی وزیر صنعت و تجارت شری بدوت گانگولی نے گذشتہ ۱۵ نومبر کو بین الاقوامی تجارتی میلہ ۱۹۹۹ کے موقع پر نئی دہلی میں منعقدہ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔

انھوں نے مزید کہا کہ بائیں محاذ حکومت ۱۹۷۷ء میں برسر اقتدار آنے کے بعد سے معیشت کی از سر نو تعمیر شروع کر دی ہے۔ ہم نے خود کو دانستہ پالیسی کے طور پر دیہی ترقیات، اصلاحات آراضی، زراعت، چھوٹے پیمانے کی صنعت اور ماہی گیری پر مرتکز کیا۔ ساتھ ہی تمام ترقیاتی کاموں میں پنچایت کی مختاری اور شمولیت کے ذریعے لامرکزیت پر زور دیا۔ اس پالیسی کے خوش آئند نتائج نہ صرف وسیع پیمانے پر دیہی زرعی سیکٹر میں ہوئے بلکہ اس سے زرعی پیداوار، گھریلو بازار کی توسیع میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہوا۔ بایں ہمہ موثر مانگ اور مستقل سیاسی ماحول میں بھی ترقی ہوئی ہے۔

وزیر موصوف نے حکومت مغربی بنگال کے مطمح نظر کو دہراتے ہوئے کہا کہ ہماری حکومت ملکی و غیر ملکی دونوں سرمایہ کاروں کیلئے مسابقتی اور پرکشش تجارتی مرکز بنانے کے فیصلہ پر قائم ہے۔

اس موقع پر ڈائرکٹر آف انفارمیشن شری تارا پدا گھوش، حکومت مغربی بنگال کے صنعتی مشیر کار شریمتی ٹک ٹک کار اور مغربی بنگال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن کے منیجنگ ڈائرکٹر شری ڈی۔ پی۔ پاترا بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔

واضح رہے کہ گزشتہ ۱۴ نومبر کو نئی دہلی کے پراگتی میدان میں ہندوستانی بین الاقوامی میلہ کا افتتاح ہوا جو ۱۴ نومبر ۱۹۹۹ء سے ۲۷ نومبر ۱۹۹۹ء تک کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ اس میں ریاست مغربی بنگال کا پویلین عام ناظرین کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ ■■

وحشت کا ایک شعر

جھک گئی آخر حیا سے ان کی آنکھ
شوق نے مجھ کو پشیماں کر دیا

شگفتہ یاسمین غزل

علامہ رضا علی وحشت بنگال کی کلاسیکی شاعری میں امام الشعراء کی حیثیت رکھتے ہیں جنہیں اکابرینِ فن نے "غالبِ دوراں" کے لقب سے بھی قبول کیا ہے لیکن اس کے باوجود غالب پر جتنا کچھ لکھا گیا ہے اس کا عشرِ عشیر بھی اس " غالبِ دوراں" کے حصّے میں نہیں آیا۔ یہ بات نہیں کہ وحشت پر کسی نے سرے سے قلم ہی نہ اٹھایا ہو لیکن غالب کی شخصیت و شاعری کا مطالعہ جتنی زیادہ جہتوں سے کیا گیا ہے ان میں سے بہت ساری جہتیں وحشت کے سلسلے میں آج بھی کسی صاحبِ قلم کی منتظر ہیں۔ لہٰذا وہ سارے موضوعات جن پر غالب سے متعلق لکھا گیا ہے اگر حتی الامکان وحشت کیلئے بھی اپنائے جاتے تو آج وحشت شناسی کا حق بھی کما حقہٗ ادا کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً غالب کے فن و شخصیت سے متعلق جہاں بہت سارے عنوانات پر قلم اٹھایا گیا ہے وہیں ان کے کسی نہ کسی شعر کو بھی موضوع بنا کر اس کی تشریح میں صفحوں کے صفحے بھر دیئے گئے ہیں۔ ایسے تشریحی مضامین بیرونِ بنگال کے ساتھ ساتھ اندرونِ بنگال بھی ضبطِ تحریر میں لائے جا چکے ہیں جن میں سالک لکھنوی، مظفر حنفی اور حشم الرمضان حشم بھی شامل ہیں لیکن بجز سالک لکھنوی کسی نے بھی غالب کی طرح علامہ وحشت کے بھی کسی شعر کا تجزیاتی مطالعہ پیش نہیں کیا چنانچہ ذیل میں اسی کمی کو میں اپنی سمجھ کے مطابق پوری کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

یوں تو حضرتِ وحشت کے تینوں دواوین (دیوانِ وحشت، ترانۂ وحشت اور نقوشِ آثار) ان کے منتخب اشعار سے بھرے پڑے ہیں جن میں سے ایک مخصوص حصّہ تقلیدِ غالب سے بھی منسوب ہے لیکن خود "رنگِ وحشت" سے متعلق بھی بہترین اشعار کی کمی نہیں اس ضمن میں متعدد نقادانِ فن نے اپنے مضامین میں وحشت کے اسی مخصوص "رنگ" کی نشاندہی کی ہے جن میں مثال کے طور پر لالہ احمد اکبر آبادی، اظہر قادری، سید عبداللطیف، عباس علی خاں بیخود، سالک لکھنوی، نیاز احمد خاں، عبدالرؤف، وفا راشدی، اعزاز افضل، مشتاق احمد، عبدالمنان اور دیگر کئی حضرات کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

یہاں ان حضرات کی باتیں دہرانے کے بجائے اس "رنگِ وحشت" کے سلسلے میں اپنا ذاتی تاثر ہی بیان کرنا ضروری سمجھتی ہوں سے کلامِ وحشت کا بڑا حصّہ عشقیہ شاعری سے متعلق ہے اور اسی ضمن میں ان کا خاص رنگ ان کی طہارتِ نفس سے عبارت ہے یہاں یہ بات اہم نہیں کہ وحشت بھی ایک عاشقِ باوفا کی حیثیت سے نظر آتے ہیں بلکہ اہم بات یہ ہے کہ یہ عاشق بڑا نیک نفس، شرمیلا اور اپنے معشوق کا احترام بھی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہاں اپنی بات کی تصدیق کی غرض سے متعدد اشعار کے حوالے دینے کے بجائے میں اب براہِ راست ان کا وہی شعر نقل کرنا چاہتی ہوں جس کی تنقیدی تشریح ہی اس مضمون کا اصل مقصد ہے اور وہ شعر ہے ؎

جھک گئی آخر حیا سے ان کی آنکھ
شوق نے مجھ کو پشیماں کر دیا

ہو سکتا ہے کہ قارئین میں بہت سارے حضرات کے ذہن میں وحشت کے بعض دوسرے اشعار اُبھرے ہوں لیکن میں نے اس شعر کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ اوّل تو میرے نزدیک یہ شعر خاص "رنگِ وحشت" سے متعلق ہے دوم اس شعر کے ذریعہ میری ان باتوں کی تصدیق بھی واضح طور پر ہو جاتی ہے جن کا ذکر میں نے وحشت کے جذبۂ عشق سے متعلق مندرجہ بالا سطروں میں کیا ہے۔

واضح ہو کہ اردو کی کلاسیکی شاعری حسن و عشق کے محض ایک سطحی اظہار سے عبارت نہیں بلکہ ان کے ذریعہ انسانی نفسیات کے بہت سارے اسرار و رموز بھی بڑی خوبی سے طشت از بام کئے جاتے ہیں۔ میر کے اشعار اس کی کھلی مثالیں ہیں۔ چنانچہ وحشت نے بھی یہاں نہ صرف ناظر و منظور کی نفسیاتی کیفیتوں کا خوبصورت اظہار کیا ہے بلکہ درپردہ خود اپنی شخصیت کے ایک مخصوص گوشے پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

معشوق کی نگاہوں کا جھک جانا یہ بتاتا ہے کہ عاشق سے نگاہیں چار ہوئی تھیں۔ آنکھوں کے چار ہونے کا وقفہ صرف ایک لمحہ کے لئے نہیں تھا بلکہ محویت میں کئی لمحے بیت گئے کیونکہ لفظ "آخر" اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جب کئی لمحے نگاہیں ملی رہیں تو آخر کار بارِ حیا سے معشوق نے پلکیں جھکا لیں اور یہ عمل عاشق کی پشیمانی کا سبب بنا لیکن معشوق نے عاشق کی نظروں میں جو چیز بھی دیکھی تھی ان میں بوالہوسی کو ذرا بھی دخل نہیں تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو معشوق کی آنکھیں جھکنے کے بجائے پھر جاتیں پھر یہ کہ آنکھیں بارِ حیا سے جھکیں اور یہی عمل یہ ثابت کرتا ہے کہ عاشق کی نظروں میں معشوق کے لئے نہ صرف پسندیدگی کی چمک تھی بلکہ حیرت، خلوص، احترام اور تقدس کے جذبات بھی مضمر تھے جو یہ ثابت کرتے تھے کہ عاشق کوئی آوارہ منش یا لفنگا نہیں بلکہ شریف النفس انسان ہے جس کی تصدیق دوسرے مصرعے سے بھی بخوبی ہو جاتی ہے اگر عاشق شریف نہ ہوتا تو اسے کسی طرح کی پشیمانی نہ ہوتی۔ یہاں اسکا اظہارِ پشیمانی یہ بتاتا ہے کہ جیسے ہی عاشق نے معشوق کی نظروں کو جھکتے ہوئے دیکھا تو اسے اپنے شوقِ دید میں محو ہو جانے پر بڑا پچھتاوا ہوا۔ اس کی شرافت کو ٹھیس لگی اور اسے خیال آیا کہ معشوق پر اسکی محویت گراں گزری ہے ایسا سوچنا اسکی سادہ لوحی کی پہچان بھی ہے کیونکہ اس کی نظر معشوق کی نظروں کو جھکتے ہوئے تو دیکھ پاتی ہے مگر یہ نہیں دیکھ سکتی کہ معشوق کی پلکیں باعثِ ناراضگی میں نہیں بلکہ بارِ حیا سے جھک گئی ہیں۔

اس شعر میں خود شاعر عاشق ہے اور اس شعر کے ذریعہ اس کی تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے واضح طور پر اُبھر آتی ہے جہاں وہ ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے خود کو صرف متعارف نہیں کرواتا بلکہ ایک شریف اور حساس شخصیت کے طور پر سامنے آتا ہے جہاں ایک طرف اس کے لئے معشوق کے سامنے کچھ بولنا حدِ ادب کے خلاف ہے تو دوسری طرف معشوق کی نگاہوں کا جھک جانا اس کی پشیمانی کا سبب بھی ہے۔ یہاں معشوق بھی ایک سلجھی ہوئی نیک طینت ہستی کے روپ میں سامنے آتا ہے کیونکہ شاعر کی نظروں سے اپنے لئے پاک جذبات کو ہویدا ہوتے ہوئے دیکھ کر اس نے خاموشی سے نگاہیں جھکا لینا ہی مناسب سمجھا ہے ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس شعر کا اسلوب بہت

غزل

رضا علی وحشت

شوق نے عشرت کا ساماں کر دیا
دل کو محوِ روئے جاناں کر دیا
تونے اے جمعیتِ دل کی ہوس
اور بھی مجھکو پشیماں کر دیا
واہ رے زخمِ محبت کی خلش
جس کو دل نے راحتِ جاں کر دیا
خود نمائی خوش فروشی ہوگئی
آپ نے اپنے کو ارزاں کر دیا
ان کے دامن تک نہ پہنچا دستِ شوق
اس کو مصروفِ گریباں کر دیا
جھک گئی آخر حیا سے ان کی آنکھ
شوق نے مجھکو پشیماں کر دیا
پائے بُت پر میں نے وہ سجدے کئے
کفر کو بھی جزوِ ایماں کر دیا
اے خیالِ لیلیٰ مجنوں نواز
تونے صحرا کو گلستاں کر دیا
تونے وحشتؔ کیوں خلافِ رسمِ عشق
درد کو رسوائے درماں کر دیا

نرم اور شائستہ ہے۔ دراصل اسلوب ہی سے قلم کار کی پہچان ہوتی ہے۔ شاعر نے معشوق کو "ان" سے مخاطب کیا ہے۔ اگر "اس" سے مخاطب کرتا تب بھی شعر کی موزونیت میں فرق نہیں پڑتا لیکن "ان" کا استعمال اس بات کا اشارہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کا احترام کرتا ہے۔ لہٰذا بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ عاشق کے در پردہ خود وحشتؔ نے اپنے کردار کو صاف ستھرے طور پر پیش کیا ہے اور اپنے پاکیزہ خیالات و شرافتِ نفسی کا ثبوت دیا ہے اور وحشتؔ کا یہی پاکیزہ خیال رنگِ وحشتؔ کے اہم خصوصیات میں سے ایک ہے۔ ■■

کوڑھ وبائی وموروثی مرض نہیں ہے

کوڑھ کے مریض سے نفرت نہ کریں

بروقت ومتواتر علاج سے یہ مرض بالکل ٹھیک ہوسکتا ہے

سماجی بیداری پیدا کیجئے تاکہ کوڑھ کی روک تھام کی جاسکے۔



کوڑھ کی روک تھام کے پروگرام جنوری ۲۶ تا ۹ فروری ۲۰۰۰ء

مغربی بنگال سے کوڑھ کے خاتمہ کے لئے اسٹیٹ لیپروسی سوسائٹی کی جانب سے متعدد خدماتی کیمپ قائم کئے گئے ہیں جہاں ۲۶ جنوری تا ۹ فروری ۲۰۰۰ء کے دوران کوڑھ کے مریضوں کے سروے اور ان کے علاج کے لئے خصوصی خدمات فراہم کی جائیں گی۔ اس کی کامیابی کے لئے عوام سے تعاون کی اپیل ہے۔

حکومت مغربی بنگال

MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
Jaunary 1, 2000

REGD. No. WB/RNP-148
Vol. No. 47, Issue No.
Price 0.50 Paise



▲ چھوٹے اور متوسط صنعت کے ریاستی وزیر شری پرلے تعلقدار دہلی کے پراگتی میدان میں منعقدہ بین الاقوامی تجارتی میلہ ۱۹۹۹ء کے موقع پر مغربی بنگال پویلین میں "ویبل" اسٹال کا معائنہ کرتے ہوئے

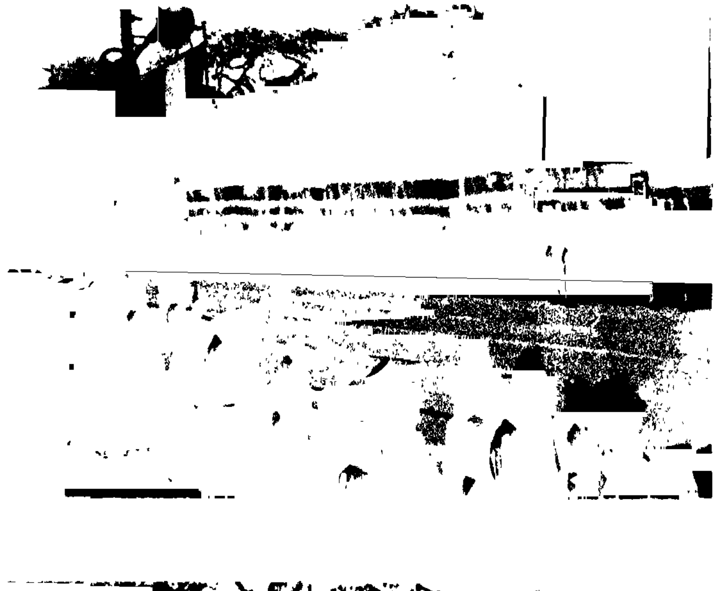
▼ نیچے: باذوق ناظرین کا ہجوم



Chief Editor Tarapada Ghosh, Asst. Editor Md Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700012

مغربی بنگال





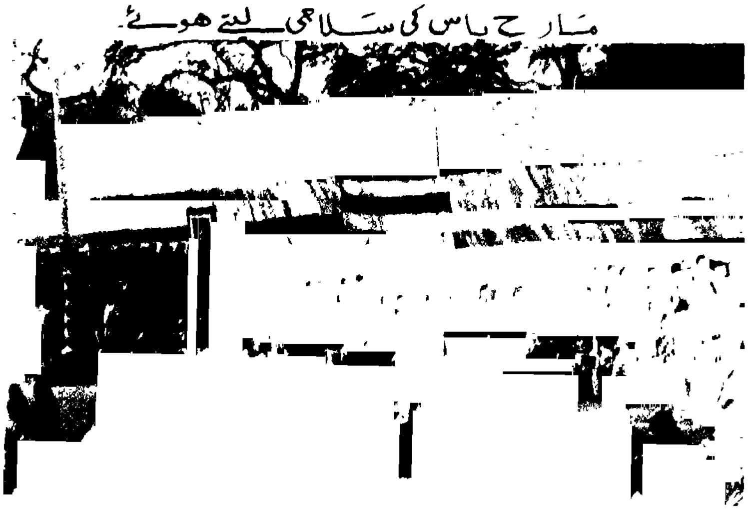
یوم جمہوریہ
کی
پریڈ

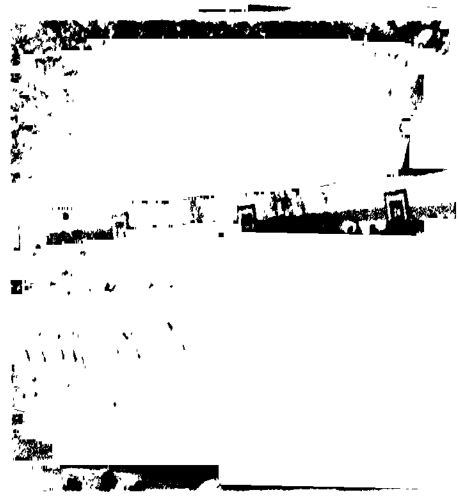






ریڈ روڈ کے پریڈ میں گورنر ویرن جے شاہ
مارچ پاس کی سلامی لیتے ہوئے۔





پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۷ ■ ۱۵ جنوری و یکم فروری ۲۰۰۰ء ■ شمارہ نمبر ۲ اور ۳

مدیر اعلیٰ :۔ تارا پدا گھوش
مدیر معاون :۔ محمد مصطفیٰ

ترتیب

شرحِ خریداری

سالانہ : دس روپئے • نصف سالانہ : پانچ روپئے
• فی شمارہ کی قیمت : ۵۰ پیسے
اس شمارہ کی قیمت ایک روپیہ

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ
بزنس منیجر !
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext : 710

دستورِ ہند

باب ۱۷ اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے

بُنیادی فرائض:- ہندوستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ :

(الف) دستورِ ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

(ب) آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

(ج) ہندوستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور ان کی حفاظت کرے۔

(د) اپنے ملک کی دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

(ہ) ہندوستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارگی کے جذبے کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان اور خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کرے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہے۔

(و) ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور اس کی حفاظت کرے۔

(ز) قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں، فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کیلئے ہمدردی رکھے۔

(ح) سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

(ط) عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

(ی) انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

یوم جمہوریہ کے موقع پر عوام سے گورنر کا خطاب

حکومت مغربی بنگال اس ریاست میں ہمہ جہت ترقی کیلئے ایمانداری کے ساتھ سرگرم عمل ہے

گورنر

اس میلینم کے آخری یوم جمہوریہ کے تاریخی موقع پر میں آپ سبھوں کو تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ آج ہملوگ یوم جمہوریہ کی ۵۰ ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ اس یادگار دن کے موقع پر آپ سبھوں کو نئے سال کی مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

۲۶ جنوری آزاد ہندوستان کی تاریخ کا ایک شاندار و درخشندہ دن ہے۔ آج سے ۵۰ سال پہلے اسی دن ہندوستان نے ایک دستور اختیار کرکے خود کو ایک خود مختار عوامی جمہوریہ قرار دیا۔ بعد میں تمہید (پری ایمبل) بنیادی حقوق اور ہدایاتی اصول کو ہمارے دستور میں شامل کیا گیا جو ہمارے سماج کی اخلاقی اساس ہے اور جو ہندوستان کے عوام کی تمناؤں اور آشاؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہمارا دستور ایک ایسا عظیم دستاویز ہے جو انفرادی آزادی کی ضمانت کے ساتھ ساتھ مساوات اور سماجی انصاف دلوانے کی گارنٹی بھی دیتا ہے۔ آج بھی اس دستور کے بانیوں کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر بنانے کے لئے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ ہملوگ بہتیرے مخالف طاقتوں کے خلاف لڑتے رہے ہیں اور دستور کے بنیادی ساخت سے ہم نے کبھی تجاوز نہیں کیا ہے۔

آج کارگل کے محاذ پر ہماری شاندار فتح کو منانے کے لئے نہایت مناسب دن ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملک نے خواہ مخواہ اور بلاوجہ ہمارے مادر وطن پر حملہ کر دیا لیکن وہ ہمارے عزیز مادر وطن کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہم سے نہ چھین پائے اور ان کے ناپاک ارادوں پر مبنی حملہ کو ہمارے بہادر سپاہیوں، محبان وطن اور نڈر فوج کی عظیم قربانیوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ ناکام بنا دیا۔ انتہائی خلوص اور احترام کے ساتھ آئیے ہم سب ان شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کریں جن لوگوں نے ہمارے ملک کی حرمت و عظمت کو بلند رکھتے ہوئے گذشتہ سال اپنی جانیں قربان کیں۔ دریں اثناء

آئیے ہم سب ان بے شمار بہادر اور پُر خلوص عظیم ہستیوں کو بھی یاد کریں جن لوگوں نے برطانوی حکمرانوں سے ہندوستان کو آزاد کروانے میں بڑی بہادری کے ساتھ ساتھ مسلسل لڑائی کی تھی۔ آئیے ہم سب خود کو مہاتما گاندھی، گرو دیو ربندر ناتھ ٹیگور، ریشی آروبندو، رام کرشنا پرماہنسا، سوامی ویویکانندہ، نیتاجی سبھاش چندر بوس، مولانا ابوالکلام آزاد، دیش بندھو چترنجن داس، پنڈت جواہر لال نہرو وغیرہ جیسے عظیم و مشہور رہنماؤں کے اصول و خیالات سے خود کو مالا مال کریں۔

یوم جمہوریہ ہمیں یہ سنہری موقع فراہم کرتا ہے کہ ہملوگ اپنے عہد و قول کو دہرائیں اور اپنے عظیم ملک کی خدمت کے لئے خود کو از سر نو وقف کر دیں۔ یہ دن ہمیں اس بات کا بھی موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم سب خود اپنے نفس کا مشاہدہ کریں، خود اپنا جائزہ لیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بنگال اس قومی جدوجہد کے محاذ پر صف اوّل میں رہا۔ جدوجہد آزادی کے ذریعہ قومیت کے جذبے کو مربوط و مضبوط کیا اور ساتھ ہی اس نے عوام کے اندر روشن خیالی کا جذبہ پیدا کیا اور اس طرح سائنٹیفک خیالات و تحقیقات کی شروعات عمل میں آئی۔ یہ روشن خیالی نشاۃ ثانیہ بنگال کی دین تھی۔ اس نشاۃ ثانیہ نے راجہ رام موہن رائے، ایشور چندر ودیاساگر، بنکم چٹوپادھیائے، رام کرشنا پرماہنسا، سوامی ویکانند اور ربندر ناتھ ٹیگور جیسے عظیم مفکروں کو جنم دیا تھا۔ ہم سب کو ایک ایسے ملک کے شہری ہونے کا بڑا فخر ہے جس نے مہاتما گاندھی کے عدم تشدد کے اعلیٰ اور بلند خیالات کو اجاگر کرنے کی کوشش میں بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ مہاتما گاندھی کے عدم تشدد کے ساتھ ساتھ بنگال کے انقلابیوں نے ہندوستان کو آزاد کروانے کے کام میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیا ہے جو کسی مزید ستائش کا محتاج نہیں ہے۔

ہیں اور آج بھی ہم کو یہ فخر حاصل ہے کہ ہمارے مادر وطن نے بے شمار مائیہ ناز مردوں اور خواتین پر مشتمل عظیم ہستیوں کو جنم دیا ہے۔ ہمارے ادب، فن، ثقافت، فلم، مصوری، سنگ تراشی اور سائنس پر مشتمل تقریباً تمام شعبہ ہائے زندگی نایاب، باصلاحیت اور ذہین فنکاروں سے مالا مال ہیں۔ شری امرتیہ سین نے نوبل انعام حاصل کر کے ہندوستان کی عظمت اور اس کے وقار کو ایک نئی جہت عطا کی ہے۔ ہندوستان کا اس بات پر فخر کرنا جائز ہے کہ اس نے پانچ انعام یافتگان کو جنم دیا۔ رابندر ناتھ ٹیگور، سی۔ وی۔ رمن، رونالڈ روس، مدر ٹریسا یہ وہ ہستیاں ہیں جو کلکتہ میں سکونت پذیر رہی ہیں اور اپنے اپنے کام کے میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دے کر ان لوگوں نے نوبل انعام حاصل کیا۔

ہندوستان ایک ایسا برصغیر ہے جہاں ایک بڑا اور وسیع علاقہ زمین پر مشتمل ہے اور یہ تقریباً تمام طبعی خصوصیات اور جغرافیائی تغیرات سے معمور ہیں۔ یہاں مختلف نسل، فرقہ اور جماعت کے لوگ آباد ہیں۔ یہ لوگ مختلف زبانیں بولتے ہیں اور یہ سبھی اہم مذاہب کے پیرو کار ہیں لیکن ہندوستان کبھی بھی اپنے طرز فکر میں قدامت پسند، کٹر پنتھی، سخت گیر اور غیر لچکدار نہیں رہا ہے اور نہ ہی اس نے کبھی اجتماعی طرز زندگی کو اپنایا ہے۔ سیکولرزم جس کا مطلب ہے تمام مذاہب کے لئے یکساں احترام، ہماری مخلوط ثقافت کی قدیم روایت رہی ہوئی ہے۔ سوامی ویکانندا نے اس بات کی تبلیغ کی تھی کہ دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کو نفرت نہیں محبت کی نظر سے دیکھے اور آپس میں رواداری کی روایت قائم رکھے۔ سوامی ویویکانندا کا یہ قول بنگالی آبادی کی اکثریت کی طرز زندگی میں بہترین اور عمدہ عناصر کی عکاسی کرتے ہیں۔ مغربی بنگال نے ہر حال میں ان سیکولر، روشن خیال اور جمہوری اقدار کو عزیز رکھا ہے اور انھیں فروغ دیا ہے۔

مغربی بنگال میں گرچہ مختلف ثقافت اور مذاہب کے لوگ آباد ہیں تاہم داخلی ثقافتی تال میل اور میل جول کا بنیادی اصول یا احترام بنگالیوں کی نفسیات میں سرایت کر گیا ہے۔ یہاں مشکل سے ہی مختلف مکتبۂ فکر کے لوگوں کے درمیان کسی طرح کا کوئی جارحانہ

یا اس طرح کی کوئی مزاحمت نظر میں آئے گی۔ لہذا رابندر ناتھ ٹیگور کا پیش کردہ بلیغ فلسفہ "کثرت میں وحدت" مغربی بنگال کی ثقافتی دنیا کے جسم میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے اس امر کو آپ سبھوں کے سامنے رکھنے میں کوئی بھی ہچکچاہٹ یا تعجب کا احساس نہیں ہو رہا ہے کیونکہ برسوں سے ہندوستان کے ثقافتی منظر نامہ کے میدان میں بنگال خصوصاً کلکتہ پورے طور پر سرگرم رہا ہے بلکہ مرکز بنا رہا ہے۔ بنگال کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی اس میراث پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے اور اس بلند روایت کو نئے میلینیم کی جانب لے جائیں۔

میں یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حکومت مغربی بنگال نے شروع سے ہی اس ریاست کو ہر شعبہ حیات و محاذ پر اوّل حیثیت دلوانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ بایاں محاذ حکومت نے جمہوری طریقۂ کار کو اپنا کر دو دہائیوں سے زیادہ عرصہ اقتدار میں رہنے کا ایک ریکارڈ قائم کر دکھایا ہے۔

آزادی کے ان پچاس برسوں کے دوران حکومت مغربی بنگال اس ریاست میں ہمہ جہت ترقی و فروغ کے لئے بھی خلوص اور ایمانداری کے ساتھ سرگرم عمل رہی ہے۔ حکومت ہذا نے اصلاحات اراضی، متواتر زراعتی ترقی، عوامی خواندگی مہم، صحت خدمات اور دیکھ ریکھ سے منسلک پروگرام، صاف صفائی کے کام، پینے کے پانی کی فراہمی اور سماجی شجرکاری کے میدان میں مثبت اور فوری اقدامات اٹھانے میں تاخیر سے بالکل کام نہیں لیا ہے۔

گذشتہ دہائی کے دوران مغربی بنگال کی زرعی پیداوار میں نمایاں اضافہ اور گزشتہ چند برسوں کے دوران خراب موسم سے متاثر سالوں کے دوران بھی زراعتی پیداوار کو بچائے رکھنے میں ریاست کی صلاحیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زرعی سکٹر نے خود کفیلی کی سطح کو برقرار رکھا ہے۔ مغربی بنگال میں بنیادی حکمت عملی کی پیروی کی گئی ہے جس کے تحت اصلاحات آراضی کے اقدامات پر عمل درآمد اور ان اقدامات سے مستفید ہونے والوں کی امداد کو شامل کیا گیا ہے۔ بیج، کھاد، آبپاشی اور قرض سے وابستہ جیسی اہم غیر آراضی ساز و سامان متعلقہ کاشتکاروں تک بہم پہنچانے کے لئے ریاست کے وسائل

اکٹھا کئے گئے ہیں۔ مذکورہ بالا حکمت عملی کو لامرکوز ضلع سطح منصوبہ بندی کے ذریعہ بالکل نچلی سطح تک روبہ عمل لایا جارہا ہے اور ان میں پنچایتوں کے ذریعہ دیہی غریب لوگ اہم اور فیصلہ کن کردار نبھا رہے ہیں۔

شرح پیدائش واموات پر خاطر خواہ قابو پانے کا عمل اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ مغربی بنگال میں معیار زندگی رفتہ رفتہ متوازن طور پر بہتر بنتا جارہا ہے۔

گذشتہ دو دہائیوں کے دوران ریاست نے معاشی فروغ کے میدان میں ایسی نمایاں کامیابی حاصل کی اور اس کامیابی نے ریاستی سطح پر فی کس آمدنی کو دوگنا کر دیا ہے جبکہ اشیاء کی قیمتوں میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ مفت اسکولی تعلیم کی توسیع اور عوامی خواندگی مہم کے نتیجہ میں خواندگی کی شرح بڑھی ہے اور پنچایتوں اور ضلع سطح پر منصوبہ بند طریقۂ کار کے ذریعہ غریب لوگ براہ راست طور پر مقامی فیصلہ لینے کے عمل میں شریک کئے گئے۔ خاندانی رفاہی خدمات کو روبہ عمل لانے اور اسے موثر بنانے پر بھی توجہ دی گئی ہے اور صحت اور خاندانی رفاہ پروگرام کو پر عمل درآمد کے کام میں غیر سرکاری تنظیموں کے کردار کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ریاستی حکومت نے صنعتی فروغ سے متعلق ایک جامع طریقۂ کار اختیار کیا ہے۔ صنعتی اور سماجی انفرا اسٹرکچر کو بہتر بنانے پر مزدور اور مناسب توجہ دی گئی ہے۔ ٹیکنالوجی، جدت کاری کا فروغ اور انسانی وسائل کی ترقی ہی آج کے دور کا تقاضہ ہے۔ یہاں یہ امر حوصلہ بڑھانے کے لئے کافی ہے کہ ملکی، غیر ملکی اور غیر اقامتی ہندوستانی نمائندوں اور ممتاز صنعت کاروں نے اس ریاست میں صنعتیں قائم کرنے کی حکومت مغربی بنگال کی پکار پر نہایت ہی جوش وخروش کے ساتھ اپنی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ "منزل مقصود: رائے چک" میں سرمایہ کاروں کی نشست مذکورہ مقصد کے پیش نظر ایک کوشش تھی۔ لہٰذا مجھے اپنی اس امید کے پس پشت ٹھوس وجوہات نظر آتے ہیں کہ مغربی بنگال ایک بار پھر صنعتی سکٹر میں اپنے پچھلے سابقہ مقدم مقام حاصل کرے گا۔ بے روزگاری کے مسائل کو حل کرنے کے لئے متوسط اور چھوٹے پیمانہ کی صنعتیں کا قیام ایک لمبی مسافت طے کرے گا۔

اس میلینیم کے دوران سائنس اور ٹکنالوجی، الکٹرونکس، ٹیلی کمیونیکیشن (مواصلات) جہاز سازی اور خلائی تحقیق جیسے بے شمار سکٹروں میں ہونے والی نمایاں ترقی کا محاسبہ کرتے ہوئے ہم لوگوں کو بڑی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ ہم لوگوں نے میزائل ٹکنالوجی میں خاطر خواہ مہارت حاصل کی ہے اور فی الحال ہم لوگ نیوکلیئر کلب کے ایک رکن بھی بن گئے ہیں۔ اطلاعاتی ٹکنالوجی میں قابل ذکر ترقی کی وجہ سے ہی آج فکر اور ثقافت کو عالمگیر بنانا آج کی حقیقت ہے۔ اگر فرقہ پرستی، ذات پات، تخریبی رجحانات، سرحد سے آنے والی دہشت پسندی جیسے ہمارے ملک کے پرانے مسائل کو زندہ رہنے کی اجازت دی گئی تو ہم لوگ گلوبالائزیشن کے فوائد سے مستفید نہیں ہو پائیں گے۔ جہالت، غریبی، بے روزگاری، نسلی عصبیت کی لعنت ہمارے سماجی ڈھانچے کو کمزور بنانے میں آج بھی لگی ہوئی ہے۔ پندرہ روز کے وقفہ کے دوران دو طوفانوں بڑی تباہی اور بڑی بربادی لانے کا سبب بنے۔ پہلے زبردست طوفان نے مشرقی ہندوستان کو اپنا نشانہ بنایا اور بڑی تباہی مچائی۔ اس غیر متوقع قدرتی آفت کا شکار افسوسناک طور پر اڑیسہ بنا ہے۔ سیاست میں مجرمانہ عمل اور سیاسی دیوالیہ پن سماجی جمہوریت کے بنیادی ابتدائیہ کے خلاف ہیں۔ نئی تحصیلات کیلئے لالچ اور سلسلہ وار طلب ہمارے ماحولیاتی توازن کو لگاتار بگاڑ رہے ہیں۔ یہی ایک مناسب اور موزوں وقت ہے جب ہمیں ان پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم سب اپنے آنے والی نسلوں کے لئے اپنے پیچھے کیسی دنیا چھوڑ جارہے ہیں

آئیئے! ہم امید کریں کہ مستقبل سماجی انصاف، باہمی آہنگی اور آپسی اتحاد جیسی نعمتیں لائے گا۔ اعلیٰ ضمیری کا رواج ہو اور اعتدال پسندی بحال ہو۔ ہماری جواب دہی اور ذمہ داریاں اور ہمارے وعدوں کی تکمیل ہی ہمیں کھڑی چٹان کے کنارے سے باہر نکال سکتی ہیں۔

ہمارے یوم جمہوریہ کے اس تاریخی موقع پر مجھے اس امر کا پورا پورا یقین ہے کہ ہندوستان مستقبل کی چنوتیوں کو شکست فاش دیکر ضرور ابھرے گا اور اپنی سابقہ شان وشوکت کو دوبارہ حاصل کرے گا۔

-- جے ہند --

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں جذام مخالف پرچار مہم کا افتتاح



مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۱۷ر جنوری ۱۹۹۲ء کو رائٹرس بلڈنگس کے روٹنڈا ہال میں منعقدہ ایک تقریب میں کوڑھ کی روک تھام اور خاندانی صحت کی بیداری کے لئے پرچار مہم کا افتتاح کیا۔ انھوں نے کوڑھ کے خاتمہ کے امکانات پر زور دیا اور مرض کو چھپائے رکھنے کے بجائے مکمل اور صحیح علاج کے سلسلے میں عوامی بیداری کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ ریاستی حکومت ایڈز اور جذام (کوڑھ) کے خلاف ریاست بھر میں تحریک چلائیگی۔ انھوں نے بتایا کہ لوگوں کو اس مرض کے سلسلے میں بیدار کرنے کے لئے پرچار چلانے کی رہنمائی ضروری ہے۔

اس تقریب میں وزیر صحت شری پارتھو دے نے عوام سے اپیل کی وہ کوڑھ کے مرض کے سلسلے میں عام لوگوں کے دل و دماغ سے توہمات اور دقیانوسی خیالات کو دور کرنے کے لئے اور ایڈز جیسے متعدی بیماری کی روک تھام کیلئے آگے آئیں۔

ریاست میں ۲۶ر جنوری سے لیکر ۷ر فروری تک پرچار کے پروگرام کو روبہ عمل لایا جائے گا۔ ریاست بھر میں گھر گھر جاکر صحت خدمات کے کارکنان یہ مہم چلائیں گے اور مریضوں کی تشخیص کرینگے۔ بتہ چلنے پر ریاستی حکومت ان مریضوں کا مفت علاج کریگی اس سلسلے میں عالمی بینک سے ۵ کروڑ روپے ملے ہیں۔ ■

بقیہ: شہید بھگت سنگھ از:۔ ایم ایل کپور

بھگت سنگھ اور دت وہاں سے فرار نہیں ہوئے بلکہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ انھیں اس جرم میں کالے پانی کی سزا دی گئی لیکن ایک ماہ بعد ہی انھیں لاہور لایا گیا جہاں سانڈرس قتل کیس کی سماعت شروع ہو گئی تھی۔ جب مقدمے کی سماعت کے لئے عدالت میں لایا جاتا تھا تو وہ ایک غزل گایا کرتے تھے، جس کا مطلع یہ تھا ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

جواہر لال نہرو نے اپنے سوانح حیات میں بھگت سنگھ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے "ان کا ذہنی رجحان عالمانہ تھا، وہ دانشور تھے تصورات بلند تھے، ان کی زندگی اور کردار آئینے کی مانند صاف اور شفاف تھے۔ بھگت سنگھ سچے اور سکولر انسان تھے جن کا تخلیقی ذہن تھا"

ملک اور قوم کے ان شہیدوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، جنہوں نے اپنے خون سے آزادی کی شمع روشن کی۔ بھگت سنگھ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔ (بشکریہ پی آئی بی) ■

خواب افشاں

سالک لکھنوی

سبھی یہ کہتے ہیں پستی میں جا گرا ہوں میں
کہ میں نے تیری تمنا کا ساتھ چھوڑ دیا

مرا قصور کہ ساقی کے ظرف کا ہے قصور
ملی نہ مے تو پیالے کو میں نے توڑ دیا

یہ واردات فقط میری واردات نہیں
یونہی ہزاروں ستارے فلک سے ٹوٹے ہیں

پرستشِ شبِ تاریک ہو نہیں سکتی
کہ آفتاب کے دھارے افق سے پھوٹے ہیں

ان آفتاب کے دھاروں سے روشنی لے کر
کبھی تو اِک سحرِ جاوداں بنا لوں گا

کبھی تو خواب کی تعبیر مل ہی جائے گی
کبھی تو اِک چمنِ بے خزاں بنا لونگا

ہزاروں بار مرے خواب کی حسیں پریاں
فلک سے آئیں زمیں چوم کے فلک پہ گئیں

کبھی تو خواب کی تعبیر مل ہی جائے گی
فلک مقاموں کا ہر آسرا رہی ہے زمیں

کروڑوں آنکھوں سے ٹپکے ہیں یاس کے آنسو
کسی کلائی میں سُمرن ہے موتیوں کی لڑی

ہمارے پاس ہی کیا ہے ان آنسوؤں کے سوا
بڑوں کی بات کا کیا ہے بڑوں کی بات بڑی

ان آنسوؤں سے بناؤں گا میں بھی اک سُمرن
لپیٹ دوں گا اسے وقت کی کلائی پر

یہ دیکھنا ہے مروڑے گا وہ کلائی کون
کہ زندگی اُتر آئی ہے ہاتھا پائی پر

میں تھک گیا ہوں مگر زندگی نہیں تھکتی
جواں قدم ہے ابھی کارواں جوانوں کا

حیات ایک رواں جاوداں حقیقت ہے
ہے انتظار اُسے اپنے کاروانوں کا

فرقہ پرستی کے خلاف لڑائی

سید منیر نیازی

نئی صدی میں ہندوستانی نوجوانوں کے سامنے جو چند بڑے چیلنج ہیں ان میں سر فہرست فرقہ پرستی ہے۔ ۵۰ سال سے پہلے جب دو قومی نظریہ کی بنیاد پر ہندوستان کا بٹوارہ ہوا تھا اور اس کے نتیجہ میں ملک میں بڑے پیمانے پر خونریزی ہوئی تھی تو بیشتر سنجیدہ افراد نے سوچا تھا کہ یہ ملک کی تقسیم کا فوری ردعمل ہے جو کچھ وقت گزرنے کے بعد خود بخود ختم ہو جائے گا لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو سکا۔ آزاد ہندوستان میں فرقہ پرستی میں کمی تو کیا ہوتی اس میں اضافہ ہوا ہے اور اس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

آزاد ہندوستان میں فرقہ پرستی کے فروغ کی بنیادی وجہ سیکولر طاقتوں کی کوتاہی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد جب پڑوسی ملک میں جب مذہب کے نام پر حکومت قائم کی گئی تو ہندوستان کے سیکولر رہنماؤں نے فرقہ پرست قوتوں کی شدید مخالفت کے باوجود ملک کو سیکولر بنانے کا فیصلہ کیا۔ سیکولرازم کے اعلیٰ اصول پر مبنی دستور ہند کے ذریعہ شہریوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی کہ مذہب، ذات، فرقہ اور زبان کی بنیاد پر کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ سبھی شہریوں کو یکساں حقوق حاصل ہوں گے کسی شخص کی ترقی میں اس کا مذہب نہ تو معاون بنے گا اور نہ تو اس کی وجہ سے کسی کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ ایسے ماحول میں جب مذہب کی بنیاد پر ہندوستان کا بٹوارہ ہو چکا تھا اور اس کے زخم تازہ تھے۔ ہندوستانی رہنماؤں کا ملک کو سیکولر بنائے رکھنے کا فیصلہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس ملک اور قوم کا مزاج صدیوں پہلے سے سیکولر رہا ہے۔

آزادی کے بعد ہندوستان کی سیکولر طاقتوں نے ملک کو سیکولر دستور دینے کے بعد فرقہ پرستی کو کچلنے کے لئے کوئی موثر کارروائی نہیں کی۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا تھیں کہ سیکولر دستور کی موجودگی ہی فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لئے کافی ہے جبکہ حقیقت اس کے قطعی برعکس تھی۔ فرقہ پرستی ایک ایسی عفریت ہے جو ایک بار پیدا ہونے کے بعد بڑی مشکل ہی سے فنا ہوتی ہے۔ سیکولر طاقتیں جب آزادی کے بعد اقتدار کی سیاست میں الجھ گئیں تو فرقہ پرست قوتوں کو خود کو منظم کرنے کا موقع مل گیا۔ اس دوران کئی ایسے بھی مواقع آئے جب سیکولر طاقتوں کو اقتدار کیلئے فرقہ پرست طاقتوں کا سہارا کافی مہنگا پڑا۔ انھیں صورت حال کی سنگینی کا احساس اس وقت ہوا جب فرقہ پرست طاقتیں اقتدار کی سیاست میں ان کے مدمقابل کھڑی ہو کر انھیں للکارنے لگیں۔

ہندوستان میں فرقہ پرستی انگریز حکمرانوں کی دین ہے انھوں نے اس ملک میں اپنی حکمرانی برقرار رکھنے کے لئے یہاں کے دو بڑے فرقوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کی منظم سازش کی۔ تاریخ ہند کی کتابوں کو مسخ کر کے ہندوؤں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ مسلم حکمرانوں نے اپنے دور میں ہندو رعایا پر مظالم ڈھائے، انھیں لوٹا اور ان کی عبادت گاہوں کو تباہ و برباد کر کے وہاں اپنی عبادت گاہیں تعمیر کروائیں۔ انگریز اچھی طرح جانتے تھے کہ شک و شبہ اور نفرت کی کوکھ سے جنم لینے والی فرقہ پرستی کسی بھی ہتھیار سے زیادہ مہلک ہوتی ہے اس لئے انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں میں منافرت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے عہد مغلیہ کے دوران لڑی گئی لڑائیوں کو ہندو مسلم لڑائی بنا کر پیش کیا۔ انھوں نے ہندوؤں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اورنگ زیب اور شیواجی کی لڑائی ہندو مسلم لڑائی تھی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اقتدار کے لئے دو حکمرانوں کی ایسی لڑائی تھی جس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اگر ایک طرف اورنگ زیب کی فوج میں مسلمانوں کے ساتھ ہندو بھی شامل تھے تو دوسری طرف شیواجی کی فوج کا سربراہ ایک مسلمان ابراہیم گاردی تھا۔ انگریزوں کے اس زہریلے پروپگنڈے سے ہندو اور مسلمان دونوں ہی متاثر ہوئے اسی پروپگنڈے سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے ایک طبقہ نے تحریک آزادی کے دوران اپنے لئے الگ ہوم لینڈ کا مطالبہ کیا۔

۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد پیدا ہونے والے نئے حالات میں ہندوستانی قوم میں عام طور پر دو احساسات پیدا ہوئے۔ ہندو عوام نے صدیوں کی

اپنی غلامی سے نجات قرار دیا۔ انھوں نے انگریزوں کے دورِ اقتدار کے علاوہ مسلم حکمرانوں کے لئے بھی دورِ اقتدار کو اپنی غلامی کا دور سمجھا۔ انھوں نے اپنے ملک کے بٹوارے کے لئے مسلمانوں کو ذمہ دار قرار دیا اور ان کی منطق تھی کہ مذہب کی بنیاد پر ملک کے بٹوارے کے بعد انھیں جو حصہ ملا ہے اسے "ہندو راشٹر" ہونا چاہئے۔ اقتدار میں ہندو مسلم ساجھیداری کا تصور ان کی توقع کے برعکس تھا۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ مذہب کی بنیاد پر ملک کے بٹوارے کے بعد مسلمانوں کو ہندوستان میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر وہ اس کے باوجود یہاں رہنا چاہتے ہیں تو انھیں اسی طرح محکوم بنکر رہنا چاہئے جس طرح مسلمانوں کی حکمرانی کے دوران ہندو رہتے تھے۔ ان کے اس اندازِ فکر نے نئے نعرے ـــــ "ہندو، ہندی، ہندوستان" کو جنم دیا جو ہندوستان کی صدیوں کی روایت کے برعکس تھا۔

دوسری طرف وہ ہندوستانی مسلمان تھے جنہوں نے چند روز پہلے تک اپنے نام نہاد رہنماؤں کی جذباتی باتوں میں آکر اپنے لئے ایک الگ ہوم لینڈ کا مطالبہ کیا تھا جو اگرچہ مل چکا تھا لیکن ان کی توقع کے برعکس اور ان کی پہنچ سے دور تھا۔ انکے نام نہاد رہنما انھیں ہندوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نئی مملکت میں راج پاٹ سنبھالنے کے لئے جا چکے تھے۔ ان کی حالت ایک ایسے مسافر جیسی تھی جسے منزل پر پہنچنے سے پہلے خود اس کے اپنے رہنما نے ہی لوٹ لیا ہو اور وہ چوراہے پر کھڑا سوچ رہا ہو کہ اسے اب آگے کدھر جانا ہے۔ احساسِ جرم نے مسلمانوں میں کمتری اور مایوسی کا جذبہ پیدا کر دیا اور وہ اپنے خول کے اندر بند ہوکر رہ گیا۔ سیاست والوں نے انھیں ان کے خول سے باہر نکالنے کی کوشش نہیں کی۔ انھوں نے مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے نجات دلانے کے بجائے انھیں فرقہ پرستی کا ہوا دکھا کر خوف زدہ کیا، ان میں عدمِ سلامتی کا احساس پیدا کیا جو ان کے سیاسی مفاد کے لئے ضروری تھا۔

عدمِ تحفظ کا احساس مایوسی، خوف، نفرت اور شک و شبہ کا ماحول پیدا کرتا ہے اور یہ ماحول فرقہ پرستی کو فروغ دیتا ہے۔ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہوا لیسے بھی دنیا کے ہر ملک میں اقلیت اکثریت سے چوکس رہتی ہے۔ اسے ہر وقت خدشہ لاحق رہتا ہے کہ اس کا مذہب، اس کی زبان اور اس کی تہذیب اکثریت کے غلبہ کی زد میں آکر اپنی شناخت نہ کھو دے۔ ہندوستان ان معنوں میں دنیا کا ایک عجیب ترین ملک ہے جہاں کی اکثریت اقلیت سے خوفزدہ رہتی ہے۔ وہ مذہب کی تبدیلی کا معاملہ ہو یا آبادی کا، ہندوستان کی اکثریت ہمیشہ اس خوف میں مبتلا رہتی ہے کہ اقلیتوں سے اس کی بقاء کو خطرہ لاحق ہے۔ شک و شبہ اور مفروضہ خطرات

نے ملک میں ایسی دھماکہ خیز صورت حال پیدا کر دی ہے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ کب کہاں کیا ہو جائے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ کچھ انجانے ہاتھوں نے پورے ملک میں بارود کی سرنگیں بچھا دی ہیں اور دھماکے کے لئے ماچس کی بس ایک تیلی کی ضرورت ہے۔ کوئی ہندو عیسائی بن گیا، کسی ہندو لڑکی نے مسلمان سے شادی کر لی یا کسی مسجد کے سامنے ہندوؤں کا جلوس باجا بجاتے ہوئے گزر گیا، ان میں سے کوئی بھی ایک واقعہ کسی بھی وقت خونریز فساد کا سبب بن سکتا ہے۔

حالیہ چند برسوں کے دوران ملک میں ایک نیا خطرناک رجحان ابھرا ہے۔ ماضی کے برعکس اب نئی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نسل فرقہ پرستی سے متاثر ہو رہی ہے۔ اس رجحان نے اس تصور کو مسترد کر دیا ہے کہ فرقہ پرستی جاہلیت کی دین ہے۔ اگر تعلیم ہماری نئی نسل کے ذہن کو کشادگی اور اندازِ فکر کو وسعت دینے کے بجائے انھیں فرقہ پرستی کے اندھیرے کی طرف لے جا رہی ہے تو ہمارے تعلیمی نظام میں یقیناً کوئی کھوٹ ہے جس پر فوراً توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تشویش کا ایک اور پہلو مسلم نوجوانوں کے مزاج اور اندازِ فکر میں تبدیلی ہے۔ بابری مسجد کے انہدام نے صورت حال کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ سیکولر طاقتوں پر انحصار کرنے والے مسلمانوں نے جب ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء میں دیکھا کہ سیکولر طاقتیں تماشہ دیکھتی رہ گئیں اور فرقہ پرست قوتوں کو اجودھیا میں جو کچھ کرنا تھا اسے انھوں نے بلا کسی مزاحمت کے کر دکھایا تو انھوں نے اپنا دفاع خود کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فرقہ پرستی ہی دہشت گردی کو جنم دیتی ہے۔ ہندو فرقہ پرستی کا جواب دینے کے لئے جب مسلمان دہشت گردی پر اتر آئے تو ممبئی اور کوئمبٹور میں ہوئے بم دھماکوں نے پورے ملک کو لرزا کر رکھ دیا۔ مسلمانوں کی نئی نسل کو اس خطرناک رجحان سے بچانے کے لئے انھیں یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ دہشت گردی سے سب سے زیادہ نقصان خود دہشت گرد ہی کو پہنچتا ہے۔

فرقہ پرستی اپنی ہر شکل میں خواہ وہ ہندو فرقہ پرستی ہو یا مسلم فرقہ پرستی، قابلِ مذمت ہے۔ اس کی مخالفت ہونی چاہئے۔ ملک میں پھیلتی ہوئی فرقہ پرستی ہر سیکولر ہندوستانی کے لئے ایک بڑا چیلنج ہے۔ ملک کے سیکولر کردار کو برقرار رکھنے میں پرانی نسل کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا لیکن فرقہ پرستی کے خلاف لڑی جانے والی یہ لڑائی ابھی ادھوری ہے۔ اس لڑائی کو اس کے انجام کو پہونچانا نئی نسل کی ذمہ داری ہے۔

یہ سپنا کب پورا ہوگا؟

قیصر شمیم

ہم سب کب سے دیکھ رہے ہیں ایک نئے سنسار کا سپنا
یہ سپنا کب پورا ہوگا؟
آج تو ہم سب دیکھ رہے ہیں پھولوں میں تیزاب کی بو ہے
پتوں میں گندھک کی مہک ہے ڈالی ڈالی آگ بھری ہے
جیون پر ہیں خون کے دھبے آنکھوں میں ہے زہر کا پانی
سب کی نظریں بجھی ہوئی ہیں لمبی ہے یہ دکھ کی کہانی
کیا یہ کہانی ختم نہ ہوگی؟
ہم سب کب سے سوچ رہے ہیں جیون کے پیلے چہرے پر
پھولوں کی سی لالی ہوگی نورس کلیوں کے مکھڑے پر
سندرتا کی کرنیں ہوں گی پتہ پتہ ناچ اٹھے گا
ڈالی ڈالی جھوم اٹھے گی پھولوں کی آنکھیں چمکیں گی
جھومتی گاتی کالی گھٹائیں مدھ کا پیالہ چھلکائیں گی
پھر مدماتی نورس کلیاں دھیرے دھیرے مسکائیں گی
اُن کی مسکانوں سے ہم تک کچھ سندر کرنیں آئیں گی
اُن کرنوں میں جیون سارا جگمگ جگمگ پھر چمکے گا
ایسے چمکتے جیون سے پھر ایک نیا سنسار بنے گا
کتنا سندر ہے یہ سپنا
یہ سپنا کب پورا ہوگا؟

قومی یکجہتی اور ہمارا معاشرہ

ڈاکٹر محمد خلیل عباس صدیقی

کوئی بھی ملک جس کی آبادی کئی ایک لسانی، نسلی، علاقائی، تہذیبی یا مذہبی گروہوں پر مشتمل ہو اس میں قومی یکجہتی یعنی سبھی گروہوں کو ہم آہنگ کرنے اور ایک دوسرے کو قریب تر لانے کا مسئلہ خاص اہمیت کا متحمل ہوتا ہے۔ یکجہتی دراصل ایک طریق عمل ہے یا Pluralism جس کا اثر گروہی معاشرے پر مشتمل سیاسی وحدت کے اندر اس کے وجود و بقا کے لئے کارفرما ہونا ضروری ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہے جب مختلف گروہوں کی امنگوں اور ان کے منتہائے مقاصد یا آئیڈیل میں تضاد کی بجائے ایک ربط ہو اور پوری قوم ایسی تعین کردہ راہ کی طرف رواں دواں ہو۔

خالص سماجیاتی نقطہ نگاہ سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ جب کوئی معاشرہ تیز رفتار تبدیلیوں سے دوچار ہوتا ہے تو مختلف گروہوں کے آپسی رشتوں کی روایتی بنیادیں بدلنے لگتی ہیں اور اس تبدیلی کے سبب ان کے آپسی توازن میں فرق پیدا ہونے لگتا ہے۔ ان میں سے بعض گروہ مقتدر اور غالب بن کر ابھرتے اور دوسرے گروہوں کے اندر مغلوبیت، زیردستی اور کمزوری کے آثار ظہور میں آنے لگتے ہیں اور اس عدم توازن کے سبب کچھ گروہ اقتدار اور اقتصاد کے دھارے سے الگ اور دور رہنے لگتے ہیں۔ بیشتر حالتوں میں غالب گروہ اپنا غلبہ قائم رکھنے اور کمزوروں کا استحصال جاری رکھنے کے لئے ایسے تمام حربے استعمال کرتا ہے جن سے مغلوب زیرنگیں رہیں اور برابری یا ہمسری حاصل نہ کرسکیں۔

اقتدار اور اقتصاد پر کنٹرول کی کشمکش میں عموماً بہت چھوٹے اور عددی اعتبار سے بے حقیقت گروہ غالب گروہ کی توجہ کا مرکز نہیں ہوتے اور اکثر حالات میں وہ خاموشی کے ساتھ ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اس کے برعکس ایسے گروہ جو عددی اعتبار سے قابل لحاظ ہوتے ہیں۔ ذی اقتدار گروہ کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور غالب گروہ ان پر دباؤ جاری رکھتا اور ان کو زیرنگیں رکھنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ ہمارے ملک کے اندر تعداد کے اعتبار سے چھوٹے اور بے حقیقت گروہوں میں پارسیوں، یہودیوں، بدھسٹوں اور آرمنی لوگوں کو شمار کیا جاسکتا ہے اور مسلمان بڑے قابل لحاظ اقلیتی گروہ کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔

آپ دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ کرۂ ارض پر کوئی قابل ذکر ملک ایک رنگ گروہ کا وطن نہیں ہے۔ تقریباً تمام ملکوں میں لسانی، تہذیبی اور نسلی فرق موجود ہے یعنی سبھی ملک کثیر گروہی ہیں۔ برطانیہ میں جسے جمہوریت کا طویل ترین تجربہ ہے۔ آئرش اور اسکاچ نے اپنی امتیازی گروہی خصوصیتیں باقی رکھی ہیں۔ بڑے بڑے ممالک کی تو بات ہی الگ ہے۔ سوئزرلینڈ، برما، فلپائن اور نیپال جیسے ملک متعدد لسانی اور مذہبی گروہوں پر مشتمل ہیں۔ امریکہ اور روس میں بیسوں ایسے گروہ ہیں جنہوں نے اپنے گرد کسی نہ کسی طرح کی حد بندیاں باقی رکھی ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں نسلی، لسانی اور تہذیبی گروہوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ شاید اس کی مثال نہیں ملتی۔ ابھی حال میں انسانیات والوں نے ایک ابتدائی سروے کے نتیجے میں تقریباً ۵ ہزار برادریوں Communities کی نشاندہی کی تھی یہاں دنیا کے بیشتر مذاہب کے ماننے والوں کی جمعیتیں آباد ہیں۔ لسانی اعتبار سے دیکھئے تو انڈو آریائی، دراوڑی، چینی، تبتی اور آسٹروی یا منڈاری گھرانوں سے تعلق رکھنے والی بولیاں اس ملک کے اندر بولی جاتی ہیں۔ نسلی اعتبار سے بھی ہمارے ملک کی آبادی مختلف النوع ہے اس کے علاوہ کئی اور بنیادوں پر گروہ بندیاں قائم ہیں لیکن ان تمام اقسام کی گروہ بندیوں میں وہ جو زبان، مذہب اور ذات پات پر قائم ہیں۔ ہمارے خصوصی حالات میں اہمیت کی متحمل ہیں۔

اصولاً کسی ملک کی سرحدوں کے اندر علاقائی، لسانی،

اور تہذیبی تنوع کے مسائل کو محدود علاقائی خود مختاری، وفاق، فیڈریشن یا کنفیڈریشن کی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ سیاسی حد بندیاں، لسانی اور تہذیبی حد بندیوں سے منطبق نہیں ہوتیں اور محدود علاقائی خود مختاری اور فیڈریشن کے ذریعہ اقلیتی گروہوں کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

فیڈریشن اور کنفیڈریشن کے ذریعہ مرکزیت پسند اور مرکز گریز رجحانات کے درمیان توازن قائم کرکے استحکام کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یونٹوں کے اندر بین گروہی مسئلے باقی رہ جاتے ہیں لہذا ملک کی شکل خواہ یونین جیسی ہو یا وفاق جیسی، تہذیبی اقلیت کے متعلق مرکز کی خصوصی ذمہ داریاں حقیقی اور قابل توجہ ہوتی ہیں۔

یکجہتی کا عمل مختلف النوع گروہوں کو ایک سالم کی شکل دینے پر مبنی ہے۔ اگر غلطی سے یا دانستہ طور پر کسی مقصد کے تحت اسے Integration کی بجائے Assimilation یا باہمی انجذاب یا ایک دوسرے میں ضم ہونا تصور کر لیا جائے تو اس کے اثرات منفی ہو سکتے ہیں۔ یکجہتی Integration کے عمل میں اجزائے ترکیبی یعنی مختلف گروہوں کی اپنی اپنی حد بندیوں کا احترام کیا جاتا ہے لیکن انجذاب کی صورت میں حد بندیوں کو توڑ ڈالنے یا ختم کرنے کے رجحانات ہوتے ہیں۔ اس کے منفی اثرات اس طرح کے ہوتے ہیں کہ ہر ایک گروہ اپنی اپنی حد بندیوں کے تحفظ اور انھیں اور بھی مضبوط کرنے پر زور دینے لگتا ہے اور اس صورت حال میں ٹکراؤ اور تصادم کی کیفیت بھی پیدا ہونے لگتی ہے۔ مشترکہ سول کوڈ کی رٹ اور شاہ بانو کے کیس سے ملک کے غالب طبقے کی غیر معمولی دلچسپی کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو وہ یکجہتی کے بجائے انجذاب کے جذبے کے تحت معلوم ہوگا۔ اسی لئے اس کے منفی اثرات ہونے لازمی تھے۔ ملک کے بین گروہی تعلقات کے سیاق و سباق میں اس معاملے پر جو دھواں دھار بحثیں ہوئیں اور یکساں سول کوڈ پر جو زور ڈالا گیا وہ ترقی پسندی نہیں بلکہ ظلمت پسندی تھی کیونکہ بادی النظر میں اس کا مصداق فرقہ دارانہ

جذبات کو مشتعل کرنا تھا۔ ہندو فرقہ پرستی کی موجودہ لہر کو شاہ بانو کے معاملہ میں مسلمانوں کے ردعمل کا نتیجہ بتانا نادانی، بد دیانتی اور مکاری ہے۔

نئے ترقی پذیر ہندوستان میں معاشرے کے اندر جو ذات پات کے مختلف درجات، قبائلی اور لسانی اور مذہبی گروہوں پر مشتمل ہے۔ تبدیلی اتنی تیز رفتاری سے عمل میں آ رہی ہے کہ ہماری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ محض چالیس پینتالیس سال کے عرصے میں اکثریتی فرقے کی چند اعلیٰ ذاتوں نے بے پناہ طاقت حاصل کر لی ہے۔ سیاست، افسر شاہی، اقتصادی ذرائع ذرائع ابلاغ اور اقتدار و اختیار کی ایجنسیاں ان کے قبضے میں ہیں اور دن بدن ان تمام اداروں پر ان کی گرفت اور بھی مضبوط ہوتی جا رہی ہے لیکن اس کے ساتھ کم ترقی یافتہ پچھڑی ذاتوں کے اندر یہ بے چینی ذی اقتدار ذاتوں کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے اور وہ اپنی بالادستی قائم رکھنے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ہر جائز اور ناجائز کام کرنے پر آمادہ ہیں۔ فرقہ پرستی کے شعلے کو ہوا دینے کی مذموم حرکت پس ماندہ ذاتوں کی تحریکوں اور جمہوریت کی منطقی تعبیر کے لئے جدوجہد کا رخ موڑنے اور ملکی وسائل پر اپنی گرفت قائم رکھنے کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ پس ماندہ طبقات کو جن کی آبادی ملک کی کل آبادی کا ۶۵ فیصد ہے اور جن میں جمہوریت کا شعور بیدار ہو رہا ہے۔ مندر کے جذباتی مسئلے میں الجھا دینے کے بعد ملک کے ذرائع اور وسائل پر برقابض ذاتوں کے لئے اپنے اقتدار کو قائم رکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

ہندو معاشرے کی اہم ترین خصوصیت اس کا ذات واری نظام ہے۔ اور اس عدیم المثال نظام کے اندر مساوات کو مذہبی عقیدے کی طرح کلیدی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس نظام کے اندر کچھ لوگ دیوتاؤں کا درجہ رکھتے اور کچھ چنڈال اور ناقابل تردید ہوتے ہیں۔ اعلیٰ ذاتیں عموماً نہ صرف سماجی بلکہ اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے بھی بدتر ہوتی ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات میں چھوت چھات اور خورد و نوش کی پابندیوں میں نرمی آ سکتی ہے لیکن اقتصاد و اقتدار کے دائرے میں عدم مساوات کی بنیادی

خصوصیت آسانی سے بدل نہیں سکتی۔ منڈل کمیشن کی سفارش کے تحت پس ماندہ ذاتوں کے لئے ان کی آبادی کے تناسب سے بھی کم تعداد میں ملازمتوں کا ریزرویشن اعلیٰ ذاتوں کے لئے اس درجہ ناقابل قبول تھا کہ بہتوں نے خودسوزی جیسے انتہائی سخت اقدام کو احتجاج کا ذریعہ بنایا۔ دوسری طرف جمہوریت مساوات کے اصولوں پر مبنی ہوتی ہے اور جب ذات پات والے درجہ بند معاشرے پر اس کا نفاذ عمل میں آتا ہے تو ان دونوں یعنی جمہوریت اور ذات پات کے درمیان تضاد کشمکش کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ذات پات کی جڑیں چونکہ بہت پرانی، بہت گہری اور مذہبی عقیدے کی طرح مسلمہ طور پر ذہنوں میں جاگزیں ہوتی ہیں۔ جمہوریت جیسے جدید اور نوعمر نظریے کے لئے اسے اکھاڑ پھینکنا مشکل ہوتا ہے لیکن ذات پات کا نظام جمہوریت کی شکل کو مسخ کرنے میں پوری طرح کامیاب ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ دونوں نظام بظاہر ساتھ ساتھ چلتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن درپردہ سنگین تصادم سے دوچار ہوتے ہیں ہندوستانی معاشرے کے اندر ذات پات اور جمہوریت کے درمیان درپردہ تصادم ہمارے لئے بہت ہی دوررس نتائج کا حامل ہے۔ اس تصادم سے صرف ہندو معاشرہ ہی نہیں بلکہ وسیع تر ماحول متاثر ہو رہا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں بہت سارے دشوار مسئلے، فرقہ وارانہ تشدد اور بدامنی اس تصادم کا بالواسطہ نتیجہ ہے۔

ہندوستان کی سیاسی زندگی میں جمہوریت کے صحیح مفہوم کے نفاذ اور فرسودہ اور رجعت پسند سماجی نظام کی درپردہ تحریکوں سے واقفیت اور ان کا انسدادہی اصل میں قومی یکجہتی کے لئے ضروری ہے لیکن اگر اس عظیم مقصد کے لئے ہماری جدوجہد کمزور اور بے اثر رہی تو اس نظام کے علمبرداروں کے پاس ایسے اچھے ہتھیار ہیں کہ وہ بے گناہوں کو قصوروار قرار دے کر نا کردہ گناہوں کی سزا دے سکتے ہیں۔ ■■

● بقیہ :- تحریک آزادی اور شیخ الہند محمود الحسن از خواجہ عبدالخالق

اسی بات کو آپ یوں کہہ رہے ہیں کہ ان کالجوں کی اعلیٰ تعلیم بہت اچھے اور صاف اور شفاف دودھ کی طرح ہے، جس میں تھوڑا سا زہر ملا دیا گیا ہے۔

۱۹۱۹ء میں علماء کی سیاست نے پلٹا کھایا۔ اب تک انھوں نے حصول آزادی کے لئے انقلاب اور پرتشدد مسلح کارروائی کا راستہ اختیار کر رکھا تھا لیکن عالمی جنگ میں برطانیہ کی فتح کے بعد جب سیاست کا نقشہ بدل گیا تو علمائے بھی دوسرا راستہ تلاش کیا اور اپنے نصب العین کے حصول کے لئے پرامن جدوجہد کا آغاز کیا۔ علماء جو ہمیشہ انقلاب کی راہ میں پیش پیش تھے نئے لائحہ عمل میں سرگرم اور پیش پیش رہے۔ خلافت اسلامیہ سے متعلق مطالبات منوانے کے لئے اسی سال خلافت کمیٹی اور سیاست میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے "جمیعتہ العلمائے ہند" قائم کی گئی۔ شیخ الہند جب مالٹا کی قید سے رہائی کے بعد ۱۹۲۰ء میں ہندوستان واپس پہنچے، تو سب کی یہی آرزو تھی کہ جمیعتہ العلمائے ہند ان کی صدارت کا تاریخی امتیاز حاصل کرے۔ چنانچہ شیخ الہند نے جمیعتہ العلمائے ہند کے دوسرے اجلاس کی صدارت کی، جو ان کی اس دنیائے فانی سے رحلت سے صرف دس دن پہلے ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو ہوا تھا۔ ان کی صدارتی تقریر ہندوستان میں فرقہ وارانہ اتحاد کے قیام کی کوشش کی ایک تابندہ مثال ہے۔ انھوں نے کہا تھا —

"میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق و اجتماع کو بہت جلد ہی مفید اور منتج سمجھتا ہوں، کیونکہ صورت حال اگر اس کے خلاف ہوگی، تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ہمیشہ کے لئے ناممکن بنائے گی۔ اس لئے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عناصر بلکہ سکھوں کی جنگ آزما قوم کو ملا کر تینوں اگر صلح و آشتی سے رہیں گے، تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی چوتھی قوم خواہ وہ کتنی ہی طاقتور کیوں ہو ان اقوام کے اجتماعی نصب العین کو محض اپنے جبر و استبداد سے شکست دے سکے گی (بشکریہ پی آئی بی) ■

کسی کے رُکنے سے کارِ جہاں نہیں رکتا
کوئی رُکے تو رُکے کارواں نہیں رکتا
—— ● سالک لکھنوی ——

ہم آفتاب ہیں

نظر نظر ہے اندھیرا، قدم قدم پہ تھکن
نہ راستے متعیّن، نہ منزلوں کی لگن
بھٹک رہی ہے صدا دشتِ بے صدائی میں
ہر اک نوا بھی ہے گم دشتِ بے نوائی میں
نہ صبح صبحِ مسرّت، نہ شام شامِ طرب
نہ دن کو چین مقدّر، نہ کیف زا ہے شب
ہے زد میں گرم ہواؤں کی لالۂ صحرا
چمن میں بھی گُلِ و نسریں نہیں تبسّم زا
لہولہان کچھ ایسا یقیں کا چہرا ہے
خرد ہے سر بہ گریباں، جنوں بھی رسوا ہے
بجا کہ سارا گلستاں دہک رہا ہے آج
روش روش میں بھی شعلہ لپک رہا ہے آج

مگر یہ سُن لو کہ موسم بدلتا رہتا ہے
ستیزہ کاری کا عالم بدلتا رہتا ہے
رُخِ حیات کا غازہ ہیں ہم خیال رہے
ہوائے تازہ کا جھونکا ہیں ہم خیال رہے
چراغِ ہم نگہی کے امین ہیں ہم لوگ
نشاطِ ہم قدمی کے امین ہیں ہم لوگ
بہار بن کے ہر اک پھول کو نکھاریں گے
یقیں ہے، کاکلِ شب رنگ کو سنواریں گے
ہم آفتاب ہیں دنیا کو روشنی دیں گے
جہانِ مردہ کو پیغامِ زندگی دیں گے

علقمہ شبلی

عملی تنقید

شہناز نبی

M.M. Abrams نے اپنی کتاب Mirror and the Lamp میں تنقید کی ماہیت اور دائرہ کار سے بحث کرتے ہوئے تنقید کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

۱۔ Mimetic Criticism :- اس طرح کی تنقید افلاطون اور ارسطو کے ذریعہ ادب میں آئی جنھوں نے ادب کو نقل کی نقل کہا ہے یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ اسے آپ زندگی (reality) بھی کہہ سکتے ہیں۔

۲۔ Pragmatic Criticism :- اس قسم کی تنقید میں قاری زیادہ اہم ٹھہرتا ہے۔ یعنی کسی فن پارے کو پڑھتے ہوئے قاری کے ذہن پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا تجزیاتی مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے۔

۳۔ Expressive Criticism :- تنقید کی یہ وہ قسم ہے جس میں شاعر یا ادیب اہم کہا جاتا ہے یعنی کسی فن پارے کے مطالعے کے دوران توجہ اس نکتے پر مرکوز رہتی ہے کہ تخلیق کار نے اپنے جذبات و احساسات نیز تجربات کا بیان کس طور پر کیا ہے۔

۴۔ Objective Criticism :- اس طرح کی تنقید میں نظم اپنے خالق اور اس کے ماحول سے الگ کر کے دیکھی جاتی ہے۔ تنقید کا یہ طریقہ کار کسی فن پارے کو مطلق آزاد اور مجرد طور پر دیکھتا ہے یعنی فن پارے کی اندرونی ترتیب کی روشنی میں اس کا معیار مقرر کیا جاتا ہے۔

جدید تنقید اور مابعد جدید تنقید اکثر صورتوں میں انہی شاخوں سے متعلق ہے۔ مثلاً ہیئتی و ساختیاتی تنقید Pragmatic سے متعلق ہیں تو جدید نفسیاتی تنقید کی جڑیں رومانی یا تاثراتی تنقید میں پیوست ہیں۔ تنقید کا ایک اور انداز نظم کا لسانیاتی تجزیہ ہے۔ جو زبان کے مختلف اجزاء کے مطالعے پر زور دیتا ہے۔ یہ تنقید کا وہ طریقہ کار ہے جس میں نظم یا کسی نثری اقتباس کو پرکھتے وقت لسانی اجزاء کے ساتھ ساتھ وہ قوانین اور قواعد بھی ملحوظِ خاطر رہتے ہیں جو کسی متن کی ترتیب کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ لسانی مطالعہ کوئی نئی چیز نہیں تاہم قدیم ماہرِ لسانیات صرف زبان کی ابتداء و ارتقاء سے متعلق سوالات اٹھاتے تھے جبکہ دورِ جدید میں توجہ زبان کے Synchronic مطالعے پر رہتی ہے یعنی کسی مخصوص زمان و مکاں میں زبان کی کیفیت کا جائزہ۔ ایڈورڈ سپیر، لیونارڈ بلوم فیلڈ اور فردی نند ساسیر نے موجودہ نظامِ تنقید پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے۔ ان کے تصوراتِ تنقید نے تجزیاتی مطالعے کے نئے باب وا کئے۔ مغربی ادب کے ذریعہ اردو میں بھی لسانیاتی طریقۂ تنقید رائج ہوا اور جدید ادب کے مطالعے میں زبان کے استعمال پر خصوصی توجہ دی گئی۔ آج لسانیاتی اسلوبیاتی مطالعے میں یہ دیکھنا ضروری ہو گیا ہے کہ زبان کس طرح کام کرتی ہے اور ایک تخلیق کار ادب کی تخلیق کے دوران زبان کی ممکنات سے کس حد تک فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

جہاں تک عملی تنقید کا سوال ہے یہ دراصل کسی نظم یا نثری اقتباس کے تجزیاتی مطالعے کا نام ہے۔ عملی تنقید (Practical Criticism) کو Applied اور Descriptive (وضاحتی) تنقید بھی کہتے ہیں۔ تجزیاتی مطالعے میں الفاظ کے انتخاب، دروبست، اور پیکر تراشی وغیرہ کا خصوصی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کے اصول مقرر اور متعین نہیں ہیں۔ اگرچہ اصول مقرر ہوتے تو قاری کو زیادہ آسانی ہوتی ہے۔

انیسویں صدی تک انگریزی تنقید میں تاثرات کی خاص اہمیت رہی۔ کسی فن پارے کے مطالعے کے دوران مصنف کی زندگی کے حالات، تاریخی پس منظر وغیرہ کو مدنظر رکھنے کے ساتھ ساتھ فن پارے کے موضوع سے بھی خصوصی بحث ہوتی تھی۔ یہ اندازِ تنقید بیسویں صدی میں نکتہ چینیوں کا شکار ہونے لگا اور موضوعاتی تنقید سے متعلق ایک طرح کی بیزاری پھیلنے لگی۔ نئے تنقید نگاروں نے قاری کی توجہ شاعر سے نظم کی طرف موڑنی چاہی اور اس طرح وہ اندازِ تنقید وجود میں آیا جسے ہم عملی یا Practical

کہتے ہیں۔ ٹی ایس ایلیٹ، آئی اے رچرڈز، ولیم ایمپسن، ایف آر لیوس وغیرہ نے اس نظریے کو فروغ دیا۔

رچرڈز کی نظروں میں حقیقی تجربے کی زیادہ اہمیت تھی۔ لہذا وہ اپنے طلباء کو کسی نظم کا کوئی بند یا کسی نثری شہ پارے کا کوئی اقتباس دے کر اس کا جائزہ لینے کو کہتا۔ اس طرح عملی تنقید کی شروعات ہوئی۔ اکثر اوقات متعلقہ بند اپنے تاریخی پس منظر سے جدا ہوتا اور بیشتر اسے عنوان کے بغیر پیش کیا جاتا کہ اسے صرف اور صرف اس کے الفاظ کی مدد سے جانچا جا سکے۔ رچرڈز کے نزدیک ترتیب میں متخالف جذبات و احساسات پوشیدہ رہتے ہیں۔ یعنی بقول رچرڈز نظم شاعر کے جذبات و احساسات کا اظہار ہے کسی شئے یا حالت کے تئیں ایک معروضی رویّہ۔ جذبات و احساسات کسی مخصوص ذہنی کیفیت کا اشارہ ہوتے ہیں لہذا ان جذبات و احساسات کو ترتیب دینے کے مختلف و متنوع طریقے ہیں۔ وہ نظم جو اپنے آپ میں پیچیدہ ہوتی ہے اور جذبات کی ترتیب کے دوران اس میں جو اختلاف یا ناموافقت نظر آتی ہے وہ دراصل وہی ساخت ہوتی ہے جسے ہم Inclusive یا Ironic کہتے ہیں۔ اس ساخت کو پہنچاننے کے لیے ہم نظم میں استعمال ہونے والی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی امیجری اور آہنگ کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ رچرڈز کا کہنا تھا کہ الفاظ کے معنی صرف وہی نہیں ہوتے جو ہمیں لغت میں نظر آتے ہیں۔

آئی اے رچرڈز کے اس نظریے کو اس کے شاگرد ولیم ایمپسن نے مزید وسعت بخشی۔ اس نے Seven Types of Ambiguity اور The Structure of Complex Words لکھ کر مطالعے کی اہمیت مزید مستحکم کر دی۔

لیکن ایمپسن نفسیات میں زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اور ادبی مطالعے کے دوران تخلیق کار کی ذہنی پیچیدگیوں تک پہنچنے کی کوشش کرتا تھا۔ لہذا اس نے ابہام پر زیادہ توجہ دی۔ اس کا کہنا تھا کہ ابہام کے معنی ہیں کسی ایک معنی کے اظہار میں پس و پیش۔ یعنی تخلیق کار ایک لفظ کے ذریعہ کئی باتیں کہنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بہ الفاظ دیگر کوئی بیان یک سطحی نہ ہو کر معنی کی کئی پرتیں رکھتا ہو۔ غرض ایمپسن کے ہاتھوں عملی تنقید نے ایک نیا موڑ لیا۔

ایف۔ آر۔ لیوس نے اپنے رسالہ Scrutiny کے ذریعہ عملی تنقید کو مزید آگے بڑھایا۔ یہ رسالہ ان نئے لکھنے والوں کو سامنے لاتا تھا جن پر کسی کی توجہ نہیں ہوتی تھی۔ اس رسالے میں لیوس نے عملی تنقید کو پہلے سے زیادہ بہتر طور پر پیش کیا۔ اس نے فکشن کے جائزے میں وہی طریقہ اپنایا جو نظم کے تجزیاتی مطالعے میں ملحوظ رکھا جاتا تھا۔ اس نے ناول و ڈرامہ کو بحیثیت نظم کے جانچا کیونکہ وہ عملی تنقید سے حسیت کی تربیت کا کام لینا چاہتا تھا۔ ایلیٹ نے اپنے مضمون Tradition and the Individual Talent میں جو بات کہی ہے کہ ایک نظم اپنی امیجری اور دروبست کے ذریعہ اپنے جذبات کا اظہار کرتی ہے وہی بات لیوس نے عملی تنقید کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

غرض رچرڈز نے جہاں معنی کو پکڑنے کی بات کہی ہے وہاں لیوس نے عملی تنقید کے ذریعہ معیار متعین کرنے کا نظریہ دیا ہے۔

اس طرح ۱۹۲۰ء کے آس پاس انگریزی ادب میں سوانحی مطالعے کے مقابلے میں ادبی مطالعے کو زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی اور عملی تنقید کی راہیں استوار ہوگئیں۔ یہ طریقہ کار صرف برطانوی یونیورسٹیوں تک محدود نہ رہا بلکہ امریکی یونیورسٹیاں بھی اس کی لپیٹ میں آگئیں اور ۱۹۳۰ء تک امریکہ میں نئی تنقید (New Criticism) کے نام سے ایک ایسا دبستان وجود میں آیا جس کے علمبرداروں نے نظم کو زبان کے مطالعے کے دوران محض ایک مثال کے طور پر استعمال کرنے سے گریز کیا اور اس کی اصلی خوبیوں و خامیوں کو باہر لانے کی بات سامنے رکھی اس طرح نظم کے قابل مطالعہ ہونے کے اسباب و عوامل پر گفتگو کے باب کھلے۔ جان کرو رینسم، ایلن ٹیٹ، کلینتھ بروکس، رابرٹ پین وارن وغیرہ اس نئی تنقید (۱۹۴۱) کے باج گذار رہے ہیں۔ نئی تنقید ہیئتی تنقید کے نام سے بھی جانی گئی۔

اردو میں عملی تنقید کی جھلکیاں ابتدا سے ہی ملتی ہیں لیکن اسے باقاعدہ ایک دبستان کے متعارف کرنے کا سہرا کلیم الدین احمد کے سر ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب عملی تنقید کے حصہ اول میں شعر اور غزل کی عملی تنقید پیش کی ہے۔ مقدمہ میں غزل اور غزل کے مروجہ اصولوں کی خوبیاں و خامیاں گنواتے ہوئے انھوں نے اپنے طور پر کچھ اصول ترتیب دیئے ہیں۔ پھر انہی اصولوں کی روشنی میں اشعار کے تجزیاتی مطالعے کی مثالیں قائم کی ہیں۔ بعد ازاں جدید تنقید نگاروں نے عملی تنقید کو مزید تقویت بخشی اور ہیئت، ساخت، اسلوب، آہنگ، عروض، بیان وغیرہ پر تازہ کار بحثیں منظر عام پر آئیں۔ ■■

کھودی رام بوس اور انقلابی تحریکیں

جاوید اختر

جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے کی ضرب المثل کی طرح مہاتما گاندھی کو جہاں آزادی حاصل کرنے کے لئے عدم تشدد کا راستہ اپنانا پڑا تھا وہیں نیتا جی سبھاش چندر بوس، کھودی رام بوس، پرفلا کمار چاکی، کنائی لال، ستیش، بال گنگادھر تلک، شری لالہ لاجپت رائے، بھگت سنگھ جیسے رہنماؤں نے اس کے لئے انقلابی راستہ اختیار کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ آزادی حاصل کرنے کیلئے عدم تشدد کے ساتھ ساتھ انقلابی تحریکوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے لیکن انگریز اسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ ان کی تحریکوں کو کچلنے کیلئے ان لوگوں نے طرح طرح کے قوانین پاس کئے۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں لارڈ کرزن نے تقسیم بنگال کا اعلان کیا۔ بنگال کو ٹکڑے ہونے سے بچانے کے لئے ملک میں زبردست مہم چلائی گئی۔ قانون توڑو تحریک کے ساتھ ساتھ برطانوی مالوں کے بائیکاٹ کی تحریک شروع ہو گئی۔ ہندوستانیوں نے دلیسی مال وصنعت کو اپنانا شروع کیا۔ ۱۹۰۵ء میں گوکھل کی صدارت میں قومی کانگریس نے انقلابی تحریک کی حمایت کی جس سے انتہا پسند نظریہ کو تقویت ملی۔ ان کی کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ اسلحہ جمع کئے گئے۔ بم تیار رکھے گئے اور سرکاری اعلیٰ عہدیداروں کا قتل شروع ہوا۔

ستیش چندر باسو اور پرمت مترا نے ایک خفیہ تنظیم بنائی تھی۔ اس کا تعلق مہاراشٹرا اور بنگال کی خفیہ تنظیموں سے بھی تھا۔ ان تنظیموں نے خود کو منظم کر کے کلکتہ کے چیف پریسی ڈنسی مجسٹریٹ کنگس فورڈ جو انقلابیوں کا سب سے بڑا دشمن تھا کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس خطرناک کام کا بیڑا پرفلا کمار چاکی کے ساتھ کھودی رام بوس نے بھی اٹھایا۔ لیکن کنگس فورڈ کا اچانک مظفر پور تبادلہ ہو گیا۔ یہ لوگ موقع کی تلاش میں لگ گئے۔ ۳۰ اگست ۱۹۰۸ء کو ۸ بجے رات کنگس فورڈ کی گاڑی کو دیکھا تو اس پر بم پھینک دیا۔ لیکن یہ فورڈ کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس گاڑی میں سوار نہیں تھا بلکہ اسی رنگ کی یہ دوسری گاڑی تھی جس میں دو انگریز عورتیں سفر کر رہی تھیں۔ اس جرم میں کھودی رام بوس کو کلکتہ لا کر ہگلی میں پھانسی کی سزا دی گئی جب کہ پرفلا کمار چاکی نے خود کو ریوالور سے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ کھودی رام اور پرفلا کمار چاکی کے نام ہندوستان کی تاریخ میں اس لئے یادگار ہیں کہ ان لوگوں نے وطن عزیز کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں۔ کھودی رام بوس اور پرفلا کمار چاکی ہندوستان کے نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ یہ دونوں اس ہندوستان کے سپوت تھے جسے آزاد ہوئے ۵۰ سال ہو گئے لیکن آج بھی لوگوں کے دلوں سے بغض عناد، کینہ پروری، نفرت، عداوت، فرقہ پرستی، علیحدگی پسندی، ذات پات، اقربا پروری اور آپسی بھید بھاؤ کو دور نہیں کیا جا سکا ہے۔ آج ہم شہدا، کی قربانیوں کو بھول گئے ہیں، ہم یہ بھول گئے ہیں کہ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا تھا کتنے مصائب اٹھانے پڑے تھے۔

آزادی کے بعد سے ملک پر ایسی پارٹیوں کی حکومتیں قائم ہوئیں جنہوں نے ملک کو لوٹنے اور تباہ و برباد کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا جس طرح ابتدا میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے کاروبار کے بہانے ہندوستان پر قبضہ کیا تھا ویسے ہی کوششیں آج بھی ہو رہی ہیں لیکن اس کی شکلیں بدلی ہوئی ہیں، آئی ایم ایف کی ہدایتوں پر عمل کرنا، عالمی تجارتی تنظیم کے اشاروں پر چلنا اور آزاد تجارت کے نام پر کثیر القومی کمپنیوں کو ہندوستانی بازاروں پر قبضہ کرنے کی سہولتیں دینا اسکی مثالیں ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے سنبھلنے کا۔ بقول علامہ اقبال ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں ••

شہید بھگت سنگھ

ایم - ایل - کپور

شہیدوں کے مزاروں پر لگیں گے ہر برس میلے
وطن پر مٹنے والوں کا یہی نام و نشاں ہوگا

یہ شعر خاص طور سے ان تین شہیدوں کی یاد سے منسوب ہو گیا ہے جنہیں ۲۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو فیروز پور جیل میں پھانسی دی گئی اور اسی رات ان کی لاشیں چوری چھپے دریائے ستلج کے کنارے حسینی والا کے مقام پر لا کر سپرد آتش کر دی گئیں اور استھیاں دریا میں بہا دی گئیں تاکہ اس واقعہ کا علم نہ تو ان کے لواحقین کو ہو اور نہ ہی ان کا نام و نشان باقی رہے لیکن سامراج وادی یہ بھول گئے کہ آزادی کا پودا شہیدوں کے خون سے ہی پروان چڑھتا ہے۔ انگریز حاکموں کو ۱۶ برس بعد ہی آزادی کے اس جذبہ کے سامنے سر جھکانا پڑا اور وہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو بھارت کو خیرباد کہہ کر چلے گئے۔

آج برطانوی حکمرانوں کو بھارت سے گئے ۵۲ برس ہو گئے ہیں، لیکن حسینی والا کے مقام پر جہاں شہیدوں کو سپرد آتش کیا گیا تھا، ہر برس ۲۳ مارچ کو عظیم میلہ لگتا ہے اور حب الوطنی کے گیت گائے جاتے ہیں۔

ان امر شہیدوں کے نام تھے۔ بھگت سنگھ، شری رام راج گرو اور سکھ دیو۔ وہ تینوں ملک کی آزادی کے جذبے سے سرشار تھے جس کے لئے انھوں نے تشدد کے راستے سے بھی گریز نہیں کیا کیونکہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ جب دلیل یا دکیل کسی حیلے سے کام نہ چلے تو:

حلال است بردن بہ شمشیر دست

ایک خصوصی ٹریبونل نے انھیں ۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو پھانسی کی سزا سنائی تھی۔ ان کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے ایک انگریز اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس جان سانڈرس کو لاہور میں گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ ٹریبونل اس واقعہ کو سرکار کے خلاف جنگ کی سازش کا حصہ قرار دیا جو ۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو لاہور میں پیش آیا۔

ان تینوں شہیدوں میں سے سب سے زیادہ شہرت بھگت سنگھ کو حاصل ہوئی کیونکہ انھوں نے ہی اپنے ساتھی مجاہدین کے آزادی کے جذبہ کی آبیاری کی، ان کے حوصلوں کو بلند رکھا اور ہر قسم کے لالچ اور طاقت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔ وہ "انگریز بھارت چھوڑو" تحریک کے زبردست محرک تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے وقتی طور پر گاندھی جی کے عدم تشدد کے راستے سے جدائی اختیار کی، حالانکہ وہ پرامن جدوجہد کے ذریعہ آزادی حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔

بھگت سنگھ کا تعلق محب وطن شہریوں کے ایک نامور خاندان سے تھا۔ ان کا جنم ۲۷ ستمبر ۱۹۰۷ء کو لائل پور کے قصبہ بنگہ میں ہوا۔ ان کی والدہ کا نام ودیاوتی اور والد کا نام کشن سنگھ تھا۔ ان کی پیدائش کے وقت ان کے دادا کشن سنگھ نہری پانی کے لئے کسانوں کی ایک تحریک کے سلسلے میں لاہور سنٹرل جیل میں قید تھے۔ ان کے چچا اجیت سنگھ برما کی مانڈلے جیل میں قید تھے۔ شاید یہ خاندانی روایت کا ہی اثر تھا کہ اس نوجوان کو ۲۳ برس کی عمر میں ہی وہ شہرت حاصل ہو گئی تھی جو بہت کم مجاہدین آزادی کے حصہ میں آئی تھی۔

بھگت سنگھ نے بچپن سے ہی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان کی قربانیوں کی کہانیاں سنی تھیں وہ خود بھی کچھ کر دکھانا چاہتے تھے۔ وہ غدر پارٹی کی تحریک سے بھی بہت متاثر ہوئے۔ غدر تحریک کے ایک رہنما کرتار سنگھ ان کے ہیرو تھے جنہیں صرف ۱۹ برس کی عمر میں ہی تختہ دار پر لٹکا دیا گیا تھا۔ شاید اسی جذبہ کے تحت بھگت سنگھ نے نہایت کم عمر میں ہی سید حیدر کے ساتھ مل کر محب وطنوں کی ایک تنظیم انڈین نیشنل جاٹ ایسوسی ایشن قائم کر لی تھی۔

بھگت سنگھ لاہور سازش کیس اور جلیانوالا باغ کے سانحہ سے بے حد متاثر ہوئے، جہاں بیساکھی کے روز لاتعداد افراد کو انگریزی فوج نے گولیوں سے بھون ڈالا تھا۔ ان کے اس جذبہ کی شدت کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بھگت سنگھ جلیانوالا باغ کی دھرتی کو چومنے کے لئے وہاں گئے تھے اور وہاں سے خون سے بھیگی ہوئی کچھ مٹی یادگار کے طور پر گھر لے آئے

تھے۔ اسی جذبے کے تحت بھگت سنگھ نے اپنی زندگی مادر وطن کی خدمت کے لئے وقف کی۔ بھگت سنگھ کو مختلف ملکوں کی آزادی کی تحریکوں سے متعلق لٹریچر پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ان کا مطالعہ عمیق تھا لیکن وہ سب سے زیادہ مارکس وادی تحریک اور کارل مارکس سے متاثر ہوئے۔ وہ ایک دانشور سماج وادی رہنما بن چکے تھے اور استبداد کے ہر معاملے کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے تیار تھے۔

انھیں زندگی کے دیگر مشاغل سے چنداں دلچسپی نہیں تھی۔ ان کے والد چھوٹی عمر میں ہی ان کی شادی کر دینا چاہتے تھے اور بھگت سنگھ کیلئے ایک لڑکی پسند بھی کر لی گئی تھی لیکن بھگت سنگھ کا راستہ مختلف تھا۔ والد نے انھیں شادی کے بارے میں خط لکھا جس کے جواب میں بھگت سنگھ نے لکھا "میں نے تن من دھن سے مادر وطن کی خدمت کا حلف لیا ہے۔ ہمارے خاندان میں یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ آپ مجھے شادی کے لئے مجبور نہ کریں بلکہ مجھے اپنے مشن کی کامیابی کے لئے آشیرواد دیں۔"

گھر چھوڑنے سے پہلے انھوں نے والد صاحب کو پھر لکھا۔ "میں اپنی زندگی مادر وطن کے لئے وقف کر رہا ہوں۔" بھگت سنگھ نے مارچ ۱۹۲۶ء میں "بھارت نوجوان سبھا" کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ سکھ دیو، بھگوتی چرن اور رام کرشن جیسے انقلابی نوجوان ان کے ساتھ اس جماعت میں شامل تھے۔ اس سبھا کا نصب العین ہندوستان ریپبلک ایسوسی ایشن کے نامکمل کام کو مکمل کرنا تھا۔

بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں نے اسی برس ۸، ۹ دسمبر کو فیروز شاہ کوٹلہ دہلی میں ملک کی آزادی کے لئے ریپبلکن آرمی بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس فیصلے کے مطابق مختلف انقلابی نوجوانوں کو ملک کے مختلف حصوں میں تحریک چلانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ بھگت سنگھ، راج گرو اور سکھ دیو کو پنجاب اور شمالی ہند میں تحریک کو فروغ دینے کا کام سپرد کیا گیا۔

پنجاب میں جدوجہد آزادی کی تحریک میں لالہ لاجپت رائے کا نام سر فہرست تھا۔ پنجاب کا ہر شخص ان کا مداح تھا اور قیادت کے لئے ان کی جانب دیکھتا تھا۔ بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں لالہ لاجپت رائے کی بہت عزت اور احترام تھا۔ جب بھارت کو کچھ سیاسی حقوق دینے کے سلسلے میں جائزہ لینے کے لئے سائمن کمیشن بھارت آیا تو اس کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ لیکن جب کمیشن نے اس سلسلے میں لاہور آنے کا فیصلہ کیا تو لالہ لاجپت رائے اور ان کے ساتھیوں نے لاہور اسٹیشن پر کمیشن کے خلاف مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو کمیشن ریلوے اسٹیشن پر اترا تو عوام کا ایک جلوس اس کی مخالفت کے لئے اسٹیشن کی جانب بڑھا۔ پولس نے جلوس کو روکا اور اس پر لاٹھی چارج کیا۔ لالہ لاجپت رائے کے سینے پر لاٹھیوں سے ضربات آئیں۔ وہ زخمی ہو کر گر گئے اور کچھ دن بیمار رہ کر ۱۷ نومبر کو وفات پا گئے۔ اس واقعہ سے پورے پنجاب میں ایک آگ بھڑک اٹھی جس کی تپش سے پورا شمالی ہند متاثر ہوا۔

ہاؤس آف کامنز لندن میں اس واقعہ کے لئے سرکار کی سخت نکتہ چینی ہوئی لیکن برطانوی سرکار نے ایوان میں جو جوابات دیئے وہ انتہائی بے ہودہ تھے جنہیں سن کر ہر ہندوستانی کا سر شرم سے جھک گیا۔

بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں نے برطانوی سرکار کے اس ظلم کے خلاف لڑنے کا فیصلہ کیا۔ بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں نے شہر کے کپتان پولس جان سانڈرس کو ۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ وہ اس واقعہ کے بعد فرار نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے پوسٹر لکھ کر شہر میں چسپاں کئے، جن میں بدلہ کی اس کارروائی کے لئے ذمہ داری قبول کی۔

بھگت سنگھ تشدد کے اس واحد عمل کی وجہ سے مشہور نہیں ہوئے بلکہ وہ اس لئے نام پا گئے، کہ انھوں نے اپنے عمل کے ذریعہ لالہ لاجپت رائے کی عزت اور ان کے ذریعہ پوری قوم کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ تشدد پسند نہیں تھے بلکہ ایک مشن کی تکمیل کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے انھوں نے قتل کی ذمہ داری قبول کی۔

بھگت سنگھ انقلاب کی علامت بن گئے۔ پنجاب بلکہ پورے شمالی ہندوستان میں بھگت سنگھ کا نام گونجنے لگا۔ ان کی تعریف میں لاتعداد گیت اور نظمیں لکھی گئیں۔

بھگت سنگھ اس واقعہ کے بعد رکے نہیں، بلکہ پستول سے بم پر آ گئے۔ ۸ اپریل ۱۹۲۹ء کو انھوں نے اپنے انقلابی ساتھی بٹکیشور دت کے ساتھ دہلی میں سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس میں ایک بم پھینکا اور پمفلٹ بھی پھینکے۔ اس طرح انھوں نے لاہور کے واقعہ کے خلاف احتجاج کا اظہار کیا۔

باقی صفحہ ۲۶ پر

19

تحریک آزادی اور شیخ الہند محمود الحسن

خواجہ عبدالخالق

شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی انقلابی تحریک جس کے تحت یکم دسمبر ۱۹۱۵ء کو کابل میں ایک عارضی آزاد ہند حکومت قائم کی گئی تھی، ہندوستان اور دوسرے مشرقی ملکوں میں یورپی طاقتوں کی تہذیبی اور سیاسی یورش کے خلاف اس تحریک کی ایک کڑی تھی جس کی داغ بیل حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۱۵۶۴ تا ۱۶۲۵ء) نے ڈالی تھی۔ اس وقت پرتگالی ہندوستان کے مغربی ساحل پر منڈلا رہے تھے اور گوا پر قبضہ کر چکے تھے حضرت مجدد الف ثانی کی دور بین آنکھوں نے دیکھ لیا تھا کہ یورپی طاقتوں کا حملہ صرف سیاسی ہی نہیں بلکہ تہذیبی اور ثقافتی بھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے یورپ کے سامراجی مقاصد کے خلاف مشرقی ملکوں کے تحفظ کے لئے تحریک شروع کی۔ اس تحریک کو شاہ ولی اللہ (۱۷۰۲ تا ۱۷۶۳ء) نے ایک واضح شکل دی۔ پھر انیسوی صدی کے پہلے نصف حصے میں سید شاہ احمد شہید بریلوی نے اسے جاری رکھتے ہوئے ۱۸۲۷ء میں شمال مغربی سرحد کے آزاد قبائلی علاقہ کی تحصیل "چارسدہ" میں ایک آزاد عارضی حکومت قائم کی تھی لیکن ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو وہ اور سید اسمٰعیل بالاکوٹ کی لڑائی میں شہید ہوگئے۔

اس شکست کے بعد مجاہدین آزادی کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں انگریزی حکومت کے خلاف گوریلا لڑائی لڑتی رہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جدو جہد آزادی میں ان مجاہدین نے پورا حصہ لیا اور اس کے بعد بھی ان کی سرگرمیاں علمائے صادق پور کی سرکردگی میں جاری رہیں چنانچہ ۱۸۷۲ء میں وائسرائے لارڈ میو اور کلکتہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کو قتل کیا گیا۔

مغل سلطنت کے زوال کے آغاز سے ۱۸۵۷ء تک انگریزی غلبہ و تسلط کے خلاف جدوجہد میں سبھی پیش پیش تھے۔ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی لڑائی میں سراج الدولہ نے ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی میں مغل شہزادہ شاہ عالم، اودھ کے نواب شجاع الدولہ اور بنگال کے نواب میر قاسم نے اور ۱۷۹۹ء میں سری رنگا پٹم میں ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے بڑھتے ہوئے غلبہ و اقتدار کو روکنے کی کوششیں کی تھیں، جن میں وہ ناکام رہے تھے۔ اس طرح انیسویں صدی کے شروع تک ہندوستان پر پورا انگریزی غلبہ ہو چکا تھا اور بچے کھچے تمام ہندوستانی حکمران انگریزوں کے ماتحت یا وفادار بن چکے تھے۔ اس زبوں حالی کے وقت بھی علمائے کرام نے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد جاری رکھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزی حکومت نے ہندوستانیوں کو عبرتناک سزائیں دیں جس کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کسی کو انگریزی حکومت کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو۔ اس جنگ میں مجموعی طور پر دو لاکھ مسلمان شہید ہوئے تھے جس میں ۵۱ ہزار علمائے کرام تھے۔ انگریزی حکومت اپنے اس مقصد میں کافی کامیاب بھی رہی۔ ۱۸۵۷ء کے زبردست جانی اور مالی نقصانات کے بعد ملک میں انگریزی حکومت سے براہ راست مسلح ٹکر لینے کی سکت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اسی لئے ولی اللّٰہی جماعت نے دوسری دفاعی لائن بنانے کا فیصلہ کیا

یہ دوسری دفاعی لائن دارالعلوم دیوبند کا قیام تھا۔ اب انگریزوں کے خلاف مزاحمت کا ایک ہی راستہ رہ گیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ ہندوستانی اپنی تہذیب اور اپنے ذہن کی حفاظت کریں اور ساتھ ہی انگریزی غلامی کا جوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکنے کی تیاری کرتے رہیں اس حکمت عملی کے اختیار کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ انگریز اس ملک کو صرف سیاسی طور پر ہی غلام بنانے پر اکتفا کرنا نہیں چاہتے تھے، بلکہ وہ ایک ایسا طبقہ وجود میں لانے کی کوشش میں تھے جو گوشت اور پوست کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن اس کے سوچنے کا ڈھنگ ایسا ہو، جس سے انگریزوں کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہو۔

چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیوبند کی چند دیگر بڑی شخصیتوں

تھے۔ انہوں نے ۱۸۶۶ء کو دیوبند میں اسلامی علوم کے لئے درس گاہ قائم کی۔ جس کے سب سے پہلے استاد ملا محمود اور سب سے پہلے شاگرد محمود الحسن تھے، جو بعد میں شیخ الہند کہلائے۔ اس درس گاہ کے قیام کے متعلق شیخ الہند کا ارشاد ہے: "جہاں تک میں جانتا ہوں، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ارادہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے، تاکہ ۱۸۵۷ء کی تلافی کی جائے۔"

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے دو مقاصد تھے (۱) قرآن اور حدیث کی صحیح تعلیم اور (۲) ہندوستان کے غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف جہاد کے جذبے کو زندہ رکھنا۔ بانیان درسگاہ کو یقین تھا کہ ہندوستان کی آزادی دنیا بھر کے مسلمانوں کے مفاد کے ساتھ وابستہ ہے۔ ساتھ ہی ان کا ذہن اس معاملہ میں بالکل صاف تھا کہ ہندوستان کی آزادی ہندو۔مسلم اتحاد اور باہمی تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مولانا محمود الحسن کی ساری زندگی دارالعلوم دیوبند میں گزری، پہلے ایک طالب علم کی حیثیت سے، پھر ایک مدرس اور صدر مدرس کے طور پر۔ وہ ۱۸۵۱ء میں بریلی میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ میرٹھ میں تھے، جہاں انھوں نے مجاہدین آزادی کی بہادری کے کارنامے نیز انگریزوں کے دردناک مظالم کی داستانیں سنی تھیں۔ انھوں نے شمالی ہندوستان کے لوگوں کی بڑے پیمانہ پر تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ ان سب چیزوں نے انھیں ایک مرد آہن بنا دیا تھا۔ انھوں نے پندرہ سال کی عمر میں درسگاہ کے قیام کے وقت وہاں قدم رکھا اور وہیں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے فاضل استادوں کی ذاتی نگرانی اور التفات خاص میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ آپ کا شمار بہت ذہین طالب علموں میں تھا چنانچہ زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کو معین المدرسین بنا دیا گیا تھا۔ ۱۸۷۳ء میں آپ کو دستار فضیلت سے سرفراز کیا گیا اور وہیں ایک معلم کی حیثیت سے فائز ہو گئے اور پھر ۱۸۸۸ء میں درسگاہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔

ہم سب شیخ الہند مولانا محمود الحسن کو جدوجہد آزادی کے ایک عظیم مجاہد کے طور پر جانتے ہیں، جس نے چالیس سال تک اس جدوجہد کی رہنمائی کی، لیکن وہ ایک بہت بڑے عالم دین بھی تھے۔ اس لئے ان کے علمی مقام کا ایک سرسری جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ انھیں جملہ اسلامی علوم میں قابل رشک حد تک کمال حاصل کیا تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ اور تصوف غرض یہ کہ اسلامیات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا، جس میں ان کو عبور حاصل نہ ہو۔ آپ نے ایک درجن سے زیادہ تصنیفات، تالیفات اور شرحیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کے علمی مرتبہ کا اندازہ اس سے ہوگا کہ آپ کو حرمین شریفین میں درس حدیث دینے کا شرف حاصل ہوا۔

ستمبر ۱۹۱۵ء سے دسمبر ۱۹۱۶ء میں اپنی گرفتاری کے وقت تک درس حدیث وہاں آپ کے دینی مشاغل کا ایک خاص حصہ تھا۔ آپ کا ترجمہ قرآن آج بھی انتہائی معیاری قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سعودی عرب کی حکومت نے اردو زبان کے لئے شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ترجمہ منتخب کر کے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اس ترجمہ کی عظمت کا ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے "اردو زبان میں یہ قرآن کا سب سے اچھا ترجمہ ہے۔"

مولانا محمود الحسن نے شروع ہی میں اپنی زندگی کے مشن کے بارے میں فیصلہ کر لیا تھا، جس پر وہ آخر دم تک کاربند رہے۔ ان کا مشن ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانا تھا، جس کے لئے ان کے منصوبے دو محاذوں پر تھے، ملک کے اندر اور باہر۔ اور دونوں محاذوں پر بیک وقت مسلح کارروائی ہوتی تھی۔

چنانچہ یہ انقلابی کام ۱۸۷۸ء میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مشورہ سے "ثمرۃ التربیت" نامی ایک تنظیم کے قیام کے ساتھ شروع ہوا۔ یہ تنظیم بظاہر طالب علموں کی ایک جماعت تھی، جس کا بنیادی کام قومی تحریک کے لئے اچھے انسان تیار کرنا تھا۔ اس جماعت نے تقریباً تیس سال تک خاموشی کے ساتھ کام کیا۔ ایسا ضروری تھا، کیونکہ اس وقت ملک کے حالات ایک پرزور انقلابی تحریک چلانے کے لئے سازگار نہیں تھے اور دارالعلوم دیوبند کو انگریزی حکومت کے غیظ و غضب سے بچا کر رکھنے کی ضرورت تھی۔ شیخ الہند کا منصوبہ یہ تھا کہ ملک بھر میں مشرقی تعلیم کیلئے زیادہ سے زیادہ مدرسے کھولے جائیں، جو اسلامی تعلیمات دینے کے ساتھ ساتھ انگریزی حکومت کے خلاف تربیت گاہ کا بھی کام کریں۔ یہ پروگرام سید احمد شہید اور دارالعلوم دیوبند کے

انھوں نے نصب العین کے عملی مطابق متعدد پر مزید ترقی کرا کر راہ عمل سے مطلوبہ مقصد کے جلد پورا ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، تاہم اس کا بڑا فائدہ یہ تھا کہ انگریز مخالف تیار ہوا اسی کے ساتھ ساتھ لوگوں کی صحیح تربیت بھی ہو سکتی تھی بالکل اسی طرح جیسے کہ سید احمد شہید نے انگریزی حکومت کے خلاف اپنی مہم کے ساتھ ساتھ مذہبی اصلاح کا پروگرام بھی شامل کیا تھا

لیکن بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان اور دنیا کے حالات کچھ ایسے بدلے کہ شیخ الہند کو اپنی حکمت عملی بدلنی پڑی۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال منسوخ کر دی گئی، برطانوی حکومت کی راجدھانی کلکتہ سے دہلی منتقل کر دی گئی۔ لیبیا اور بلقان میں مسلمان حکومتوں کو یورپی طاقتوں کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ ترکی کی عثمانی سلطنت، جو اسلامی خلافت کا مرکز بھی تھی، پارہ پارہ ہوتی نظر آنے لگی۔ اس کے فوراً بعد پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی جس میں ترکی کی حکومت برطانیہ کے خلاف صف آرا تھی۔ ان حالات میں شیخ الہند اس نتیجہ پر پہنچے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ آہستہ روی کا راستہ چھوڑ کر انگریزی حکومت کے خلاف سرگرمی اور پرزور جدوجہد شروع کی جائے۔

ہندوستان کے اندر اس پرزور انقلابی تحریک کا صدر مرکز دیوبند تھا اور اس کی شاخیں دہلی، دیناپور، کرنجی، نسیدا، چکوال وغیرہ میں تھیں۔ ہندوستان کے باہر شمالی مغربی سرحد پر واقع یاغستان اس تحریک کی سرگرمیوں کا مرکز بنایا گیا۔ یاغستان میں سید احمد شہید کے پیرو ابھی تک انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے اور وہاں کے قبائلیوں میں مجاہدین آزادی کی بہت سی بستیاں ابھی تک موجود تھیں، جن سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ اس تحریک میں پوری طرح شریک ہو جائیں گے۔

شیخ الہند کی انقلابی تحریک کا سب سے بڑا مرکز خود ان کی ذات تھی۔ وہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس تھے، جہاں نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک سے بھی طالب علم آتے تھے۔ اس لئے انقلابی جذبے کو فروغ دینے کے لئے دارالعلوم سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ شیخ الہند اپنے مشن کے لئے مناسب اشخاص اپنے طالب علموں میں ہی سے منتخب کرتے تھے جن کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ یاغستان جا کر وہاں کے آزاد قبائلیوں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کریں۔ جو بہ سرحد کے طالب علم اس مقصد کے لئے خاص طور پر معین تھے، کیونکہ وہ قبائلی علاقہ میں سرگرم مجاہدین کی ٹولیوں کے ساتھ ایک مضبوط رشتہ کا کام سرانجام دے سکتے تھے۔

شیخ الہند نے ۱۹۰۹ء میں ایک نئی تنظیم "جمعیۃ الانصار" بنائی جس کی نظامت مولانا عبیداللہ سندھی کے سپرد کیا گیا۔ اس کا پہلا سہ روزہ اجلاس اپریل ۱۹۱۱ء میں مراد آباد میں ہوا، جس میں دیوبند کے علماء، ندوہ اور علیگڑھ کی اہم شخصیتیں بھی شریک ہوئیں۔ ۱۹۱۳ء میں مولانا عبیداللہ کو دیوبند سے دہلی منتقل کیا گیا اور ایک تنظیم "نظارۃ المعارف" بنائی گئی جس کے سرپرستوں میں شیخ الہند کے علاوہ حکیم اجمل خاں اور نواب وقار الملک بھی تھے۔ اس کے علاوہ شیخ الہند کے صلاحکاروں میں مولانا محمد علی اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل تھے۔

۱۹۱۴ء ہی میں عالمی جنگ شروع ہو جانے کے بعد شیخ الہند کی ہدایت پر یاغستان میں حاجی ترنگ زئی اور مولانا سیف الرحمان کابلی کی سرکردگی میں انگریزوں کے خلاف مسلح کارروائی شروع کر دی گئی۔ شروع میں مجاہدین کو کافی کامیابی حاصل ہوئی اور انھوں نے انگریزی فوجوں کا صفایا کر دیا لیکن بعد میں انگریزی کمک پہنچنے پر مجاہدین کو اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے لڑائی بند کرنی پڑی اور شیخ الہند نے بھی محسوس کیا کہ کسی ملک کی منظم حکومت کی مدد کے بغیر انگریزوں کے خلاف لڑائی جاری نہیں رکھی جا سکتی۔

ادھر مجاہدین چاہتے تھے کہ شیخ الہند یاغستان پہنچ کر خود انقلابی تحریک کی کمان سنبھال لیں۔ چونکہ انگریزی حکومت شیخ الہند کی نقل و حرکت پر سخت نظر رکھے ہوئے تھی، اس لئے شیخ نے یہ منصوبہ بنایا کہ حجاز، عراق اور ایران کے راستہ یاغستان پہنچا جائے اور اس طرح ترکی کی حکومت سے رابطہ قائم کر کے اس کی مدد بھی حاصل کی جائے۔ لیکن اس درمیان انھوں نے مولانا عبیداللہ سندھی کو حکومت افغانستان سے مدد حاصل کرنے کے لئے کابل بھیج دیا، جہاں وہ ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء کو پہنچے۔

مولانا عبیداللہ سندھی کے کابل پہنچنے سے شمال مغربی سرحد کے علاقے میں پچاس سال سے ہو رہے انقلابی کام کو ایک نئی تقویت ملی۔

یکم دسمبر ۱۹۱۵ء کو کابل میں ہندوستان کی آزاد عارضی حکومت قائم کی گئی، جس کے صدر راجہ مہندر پرتاپ سنگھ، وزیر اعظم مولوی برکت اللہ اور وزیر امور داخلہ مولانا عبید اللہ بنے۔ اس عارضی حکومت نے ایک فوج تیار کی، جسے "جنود اللہ" یعنی اللہ کی فوج کا نام دیا گیا۔ اس حکومت نے ہندوستان سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے کی غرض سے دوسرے ملکوں کی حکومتوں کی مدد لینے کی کوششیں شروع کیں۔ کئی ملکوں، بشمول روس اور جاپان، کو وفود بھیجے گئے اور کابل میں موجود جرمنی اور ترکی کے سفارتی مشنوں سے رابطہ قائم کرکے ان کے سامنے ہندوستان کی جنگ آزادی کی صحیح تصویر پیش کی گئی۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے جو کابل میں سات سال رہے، پہلے امیر افغانستان سردار حبیب اللہ خاں اور پھر ان کے جانشین امیر امان اللہ خاں کے ساتھ قریبی تعلقات قائم رکھے۔

ادھر شیخ الہند خود ۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء کو دیوبند سے روانہ ہو کر ۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو مکہ معظمہ پہنچے جہاں انھوں نے حجاز کے ترک گورنر غالب پاشا سے ملاقات کی اور ان سے ہندوستان کی جنگ آزادی کے لئے ترکی امداد کی یقین دہانی کا ایک خط حاصل کیا جو غالب نامہ کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ الہند نے ترکی کے وزیر دفاع انور پاشا اور ترکی کی جنوبی افواج کے کمانڈر جمال پاشا سے ملاقاتیں کرکے ان سے بھی ترکی امداد کی یقین دہانیاں حاصل کیں۔ شیخ الہند حجاز سے عراق اور ایران ہوتے ہوئے یاغستان پہنچنے کا منصوبہ پورا نہیں ہو سکا کیونکہ برطانیہ نے عراق اور روس سے ایران کا راستہ بند کر رکھا تھا اس لئے انھوں نے ترکی امداد کی یقین دہانیوں کے خطوط اپنے پیغام کے ساتھ ہندوستان بھیج دیئے جو یہاں تقسیم کر دیئے گئے۔ شیخ الہند استنبول بھی جانا چاہتے تھے، لیکن اسی درمیان شریف حسین والیٔ حجاز نے برطانوی سازش کے تحت ترکی کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی جو کامیاب رہی۔

اسی اثناء میں ہندوستان میں مولانا عبید اللہ سندھی کے کابل سے بھیجے گئے "ریشمی خطوط" انگریزی حکومت کے ہاتھ لگ گئے جس کی بناء پر ہندوستان میں بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور شیخ الہند کی گرفتاری کا وارنٹ شریف حسین کو مکہ بھیج دیا گیا چونکہ شیخ الہند نے شریف حسین کی بغاوت کے جواز میں حاصل کئے گئے ایک فتویٰ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے وہ شیخ الہند سے ناراض تھا اور اس نے شیخ الہند کی گرفتاری کا فوراً حکم دے دیا۔ شیخ الہند اپنی انقلابی تحریک کی خاطر روپوش ہو گئے، لیکن جب شریف حسین نے یہ حکم دیا کہ اگر شیخ الہند عشاء تک سامنے نہیں آئیں گے تو ان کے دو گرفتار شدہ ساتھیوں کو گولی سے اڑا دیا جائے گا، تو شیخ الہند نے خود کو فوراً گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔ یہ دسمبر ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔ شیخ الہند نے پورے قافلہ کو، جس میں مولانا حسین احمد مدنی بھی شامل تھے، جدہ سوئز اور قاہرہ کے راستہ جیزہ کی سیاسی جیل میں بھیج دیا گیا، جہاں ان سب سے سخت جرح کی گئی، یہاں ہر ایک کو الگ الگ ایک کال کوٹھری میں رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد ہندوستان کے مجاہدین آزادی کے اس قافلہ کو بذریعہ جہاز مالٹا روانہ کر دیا گیا۔ ان کا جہاز ۲۱ فروری ۱۹۱۷ء کو مالٹا میں لنگر انداز ہوا جہاں ایک قدیم قلعہ کو جیل میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ یہ جیل اہم سیاسی اور جنگی قیدیوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ مالٹا میں تین سال سے زیادہ کی قید کے بعد شیخ الہند کو بمبئی لا کر ۸ جون ۱۹۲۰ء کو رہا کر دیا گیا۔

شیخ الہند نے زندگی کے آخری دنوں میں ایک عظیم قومی فریضہ یہ انجام دیا کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا افتتاح کیا، جس کا قیام ہندوستان کی تاریخ میں ایک بڑا موڑ تھا۔ جامعہ ملیہ کے قیام کے ذریعہ پہلی بار تعلیمی نظام کو ملک کی ضروریات اور قومی امنگوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی تھی اور اس تعلیمی نظام کے جواب تھا جسے ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے نے رائج کیا تھا اور جس کا مقصد ایک ایسا طبقہ پیدا کرنا تھا جس کا دل و دماغ انگریزی طرز پر سوچتا ہو۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو شیخ الہند کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں جو ان کی سخت علالت کی وجہ سے مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھ کر سنائی تھی، کہا تھا "جامعہ ملیہ ہندوستان کے دو بڑے تاریخی تعلیمی مرکزوں ـــ دیوبند اور علی گڑھ ـــ کو آپس میں جوڑتا ہے۔ میرے اکابر سلف نے کبھی بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے کے خلاف فتویٰ نہیں دیا، بلکہ صرف ایسی تعلیم کے برے اثرات سے روکا۔ گاندھی جی

باقی ص۱۳ پر

تبصرہ

مبصر

مصطفیٰ اکبر

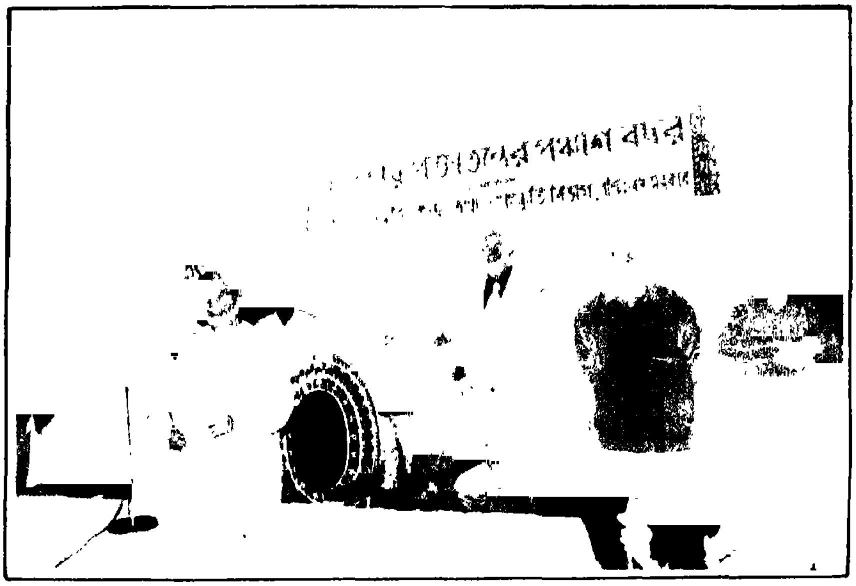
نام کتاب : بنگال میں اردو نثر کی تاریخ۔ آغاز تا حال
مولف : سالک لکھنوی
ضخامت : ۳۹۱ صفحات
قیمت : ۷۰ روپیے
ناشر : مغربی بنگال اردو اکاڈمی، کلکتہ

مغربی بنگال اردو اکاڈمی نے بنگال میں اردو ادب کی تاریخ پانچ جلدوں میں مرتب کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی تیسری کڑی ہے۔ مغربی بنگال میں اردو ڈراما از مشتاق احمد اور مغربی بنگال میں اردو کی لسانیاتی ارتقاء از ڈاکٹر عبدالرؤف منظر عام پر آچکی ہیں۔ یہ کام سب سے زیادہ تحقیق طلب اور سخت محنت کا متقاضی تھا لیکن حضرت سالک لکھنوی کی علمی و تحقیقی صلاحیت اور عملی کوشش نے اس کام کو حسن و خوبی انجام تک پہنچایا ہے۔ اور وہ بھی اس اہتمام کیساتھ کہ یہ کتاب اردو نثر کی تاریخ کے ساتھ ساتھ بنگال کے اردو نثر نگاروں کا تذکرہ بھی بن گئی ہے۔ اس میں تقریباً دو سو نثر نگاروں کو ان کی نثری خدمات کے حوالے سے شامل کیا گیا ہے۔ "حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ قدیم و جدید نثر نگاروں میں سے کوئی بھی قابل ذکر نام شامل ہونے سے نہ رہ جائے لیکن کوئی کوشش بھی اکملیت کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی اور اس کا قطعی امکان ہے کہ کچھ نثر نگاروں کے نام شامل کتاب نہ ہو سکے ہوں" (منقول "پیش گفتار" از مولف) اس اعتراف کے بعد مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ ورنہ بہت سے ایسے نام پیش کئے جا سکتے ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے مولف کے حلقۂ تحریر میں نہیں آئے۔

اردو زبان کی پیدائش و ارتقاء سے متعلق بحث کرتے ہوئے سالک صاحب نے پنجاب دہلی اور دکن والوں کے اس خود نما دعویٰ کو رد کیا ہے کہ اردو ان کی ایجاد ہے۔ انھوں نے بتایا کہ جو وراثت سب کی ہو اس پر کسی ایک کا قبضہ بے معنی ہے۔ انھوں نے بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ ان دعویداران اردو کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اردو کی تخم کاری اگرچہ پنجاب میں ہوئی لیکن یہ دہلی میں سن شباب کو پہنچی اور لکھنؤ میں اس کی تزئین کاری ہوئی، دکن پہنچ کر یہ چشمہ سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔ اس طرح انھوں نے یہ بات بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو نثر کی ارتقا میں بنگال کی حیثیت فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مولف نے تحقیقی شہادتوں کے بجائے منطقی دلائل سے کام لیا ہے جو تحقیق کی راہ میں قابل گرفت ہو سکتا ہے۔

فورٹ ولیم کالج سے پہلے اردو نثر" اور "فورٹ ولیم کالج اور اس کا دور" کے عنوانات کے تحت مؤلف نے جو بھی بات کہی ہے مستند ماخذات کے حوالے سے کہی ہے۔ اس لئے اس زمرے میں انھوں نے جو کچھ بھی دعویٰ کیا ہے وہ قارئین کے لیئے قابل قبول بن گیا ہے۔

اس کتاب کی زبان رواں دواں اور شگفتہ ہے اسے مطالعہ کرتے وقت آب حیات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب مواد اور طباعت دونوں اعتبار سے خوبصورت اور متوازن ہے۔ اس سے اہل علم و ادب کے ساتھ ساتھ اردو طلبا بھی مستفید ہوں گے۔ بنگال میں نثر کی تاریخ کے سلسلے میں مزید تحقیقات کے لیئے یہ کتاب یقیناً معاون ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی اشاعت کیلئے اکاڈمی مبارکباد کی مستحق ہے۔

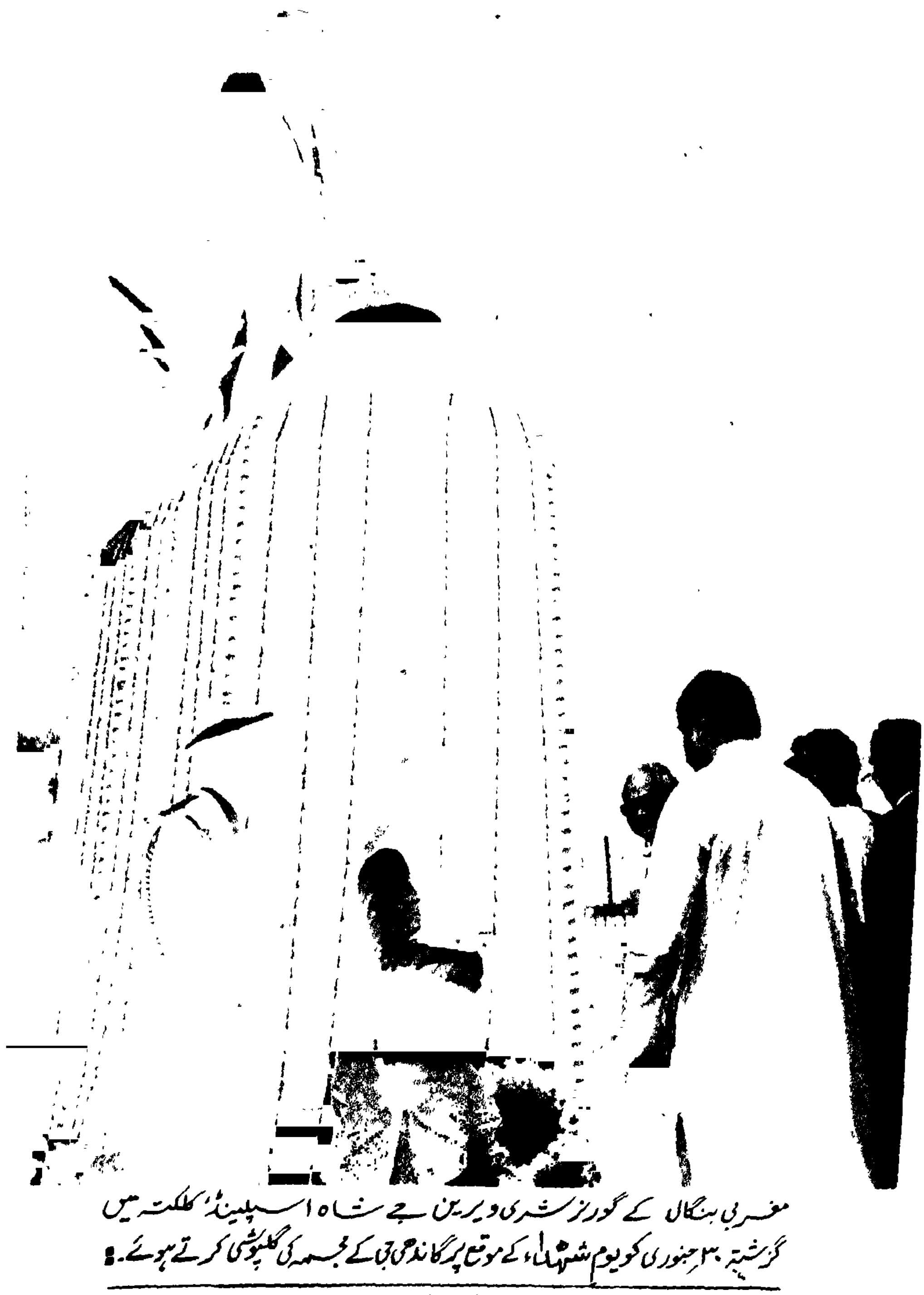


گورنر مغربی بنگال شری ویرین جے شاہ گزشتہ ۲۶ جنوری کو رابندر سدن میں ایسٹرن زونل کلچرل سنٹر اور حکومت مغربی بنگال کے شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے زیر اہتمام ہندوستانی جمہوریت کے پچاس سال کے عنوان سے تحت ایک کلچرل پروگرام کا افتتاح کرتے ہوئے۔ نیچے: متواتر ترقیات پر عالمی کانگریس کے موقع پر وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو گزشتہ ۲۱ جنوری کو کلکتہ کے سائنس سیمینار میں ایک کتاب "سسٹین ایبل ڈیولپمنٹ" کا اجراء کرتے ہوئے۔ اس تقریب میں وزیراعظم اور گورنر مغربی بنگال بھی موجود تھے۔



MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
February 1, 2000

REGD. No. WB/RNP-138
Vol. No. 17, Issue No. 2 & 3
Price Re 1/

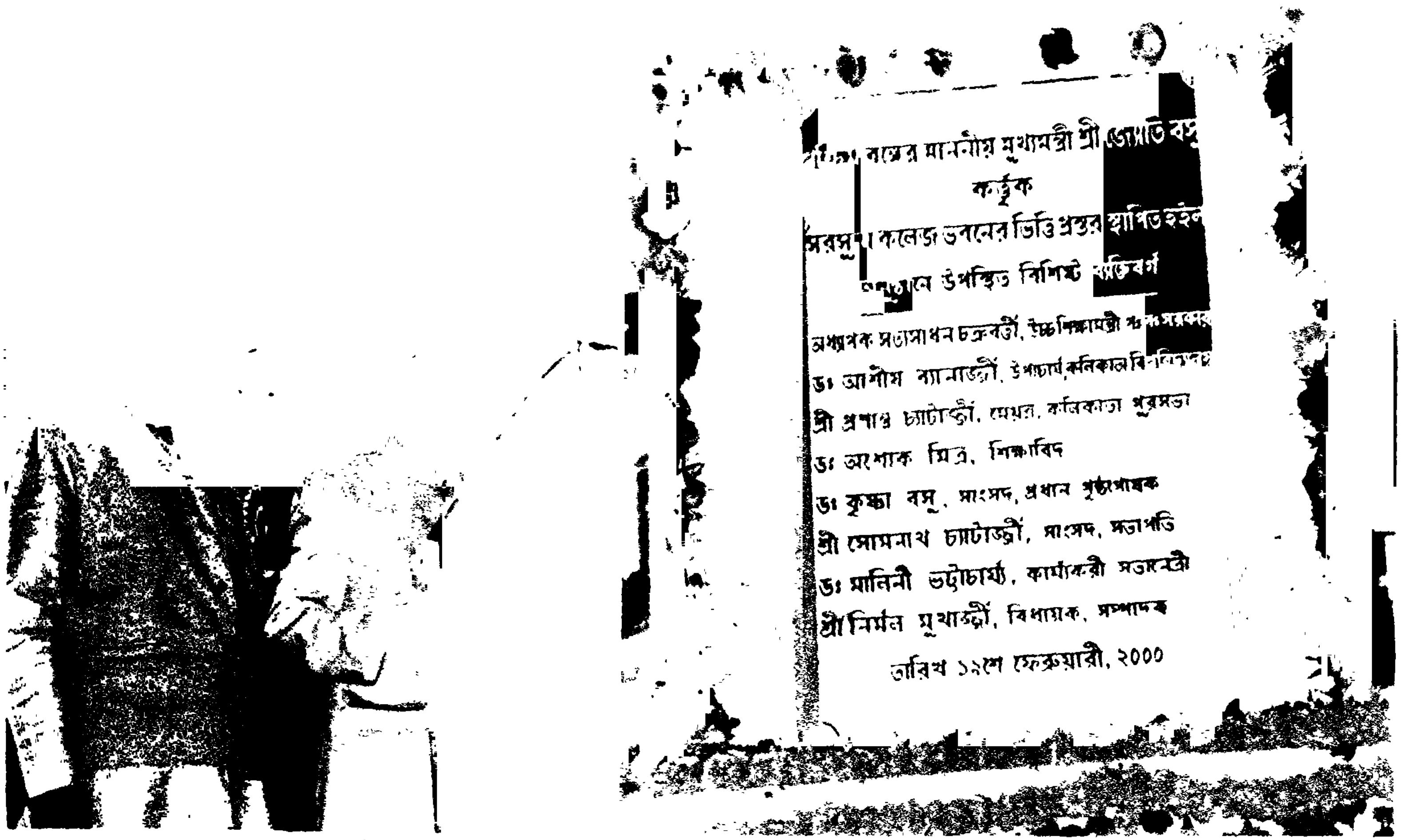


مغربی بنگال کے گورنر شری ویرین جے شاہ اسپلینڈ، کلکتہ میں
گزشتہ ۳۰ جنوری کو یوم شہداء کے موقع پر گاندھی جی کے مجسمہ کی گلپوشی کرتے ہوئے۔

Chief Editor: Tarapada Ghosh, Asst. Editor. Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd. 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta 700012

مغربی بنگال





وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو گذشتہ ۱۹ فروری ۲۰۰۰ کو سرسونا کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے۔

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۷ ■ ۱۵ فروری و یکم مارچ سنہ ۲۰۰۰ء ■ شمارہ نمبر ۳ اور ۴

مدیر اعلیٰ:۔ تارا پدا گھوش

مدیر معاون:۔ محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ: دس روپے ● نصف سالانہ: پانچ روپے

● قیمت فی شمارہ: ۵۰ پیسے

● ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ

بزنس منیجر!

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۱۵ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ

کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

● پرچے کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

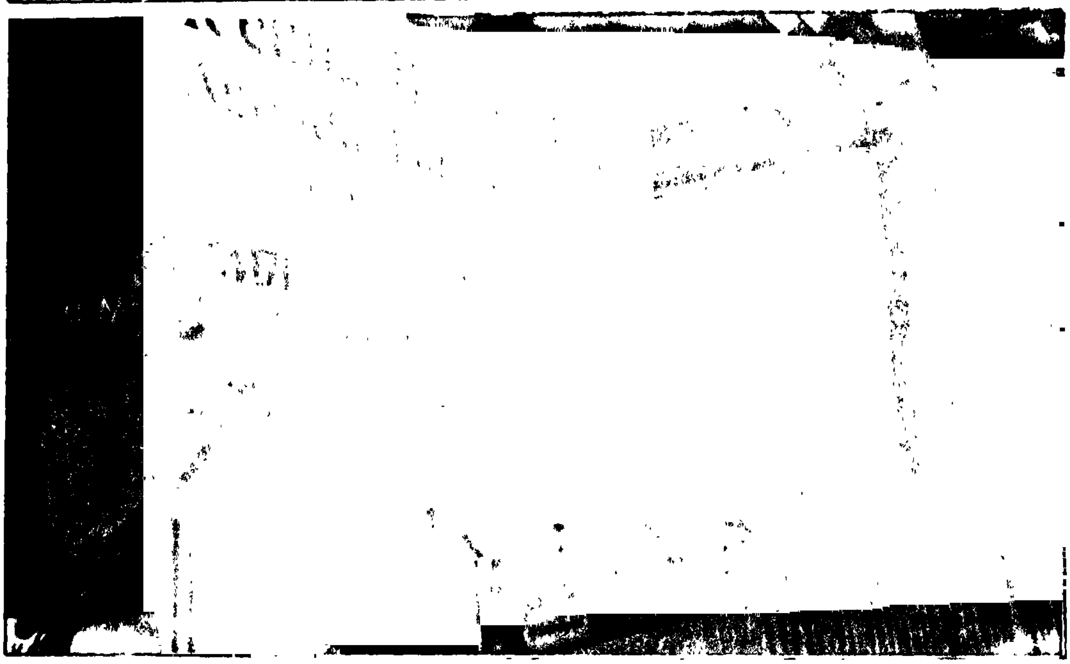
چوتھی منزل، بلاک ۱

رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون:: 235-5601/3371 Ext: 710

ترتیب

وزیراعلیٰ نے ساحلی علاقوں کی حسن کاری و ترقی پر مبنی ورکشاپ کا افتتاح کیا



وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۹ فروری کو "A meeting by the River" کے عنوان سے ہونے والی سہ روزہ ورکشاپ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ پرنسپ گھاٹ اور فیئرلی پلیس گھاٹ کے درمیان دریائی ساحلی علاقوں کی حسن کاری سے اہل کلکتہ کے لیے نہ صرف تفریحی ماحول پیدا ہوگا بلکہ اس سے بیک وقت بہت سے لوگوں کو روزگار کے مواقع بھی فراہم ہوں گے کیونکہ صنعتی تناظر تیزی سے اپنی اگلی منزل کی طرف رواں ہے۔

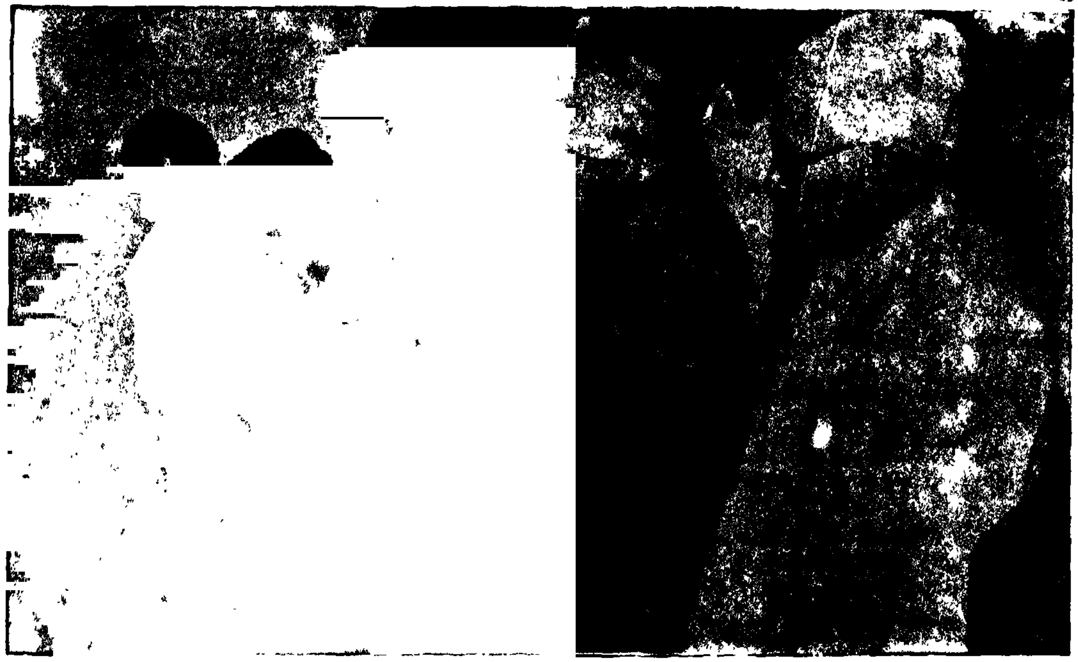
اس ورکشاپ کا انعقاد سی ایم ڈی اے نے انڈین چیمبر آف کامرس، کلکتہ پورٹ ٹرسٹ اور برٹش ڈپٹی ہائی کمیشن کے اشتراک سے کیا تھا۔ کلکتہ کے آبی محاذ کی ترقی سے وابستہ برطانیہ کے ماہرین سرگرم عمل ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف چیمبر آف کامرس، سرکاری اداروں اور کچھ غیر سرکاری

تنظیموں کے نمائندوں نے بھی اس سہ روزہ ورکشاپ میں حصہ لیا۔ اس ورکشاپ میں تمام دریائی محاذوں کی حسن کاری کے لیے منصوبہ بند حکمت عملی پر روشنی ڈالی گئی۔

اس کے علاوہ اس ورکشاپ میں جن موضوعات پر بحث کی گئی ان میں ماحولیاتی ترقی کے لیے گنجائش، سڑکوں اور ٹرانسپورٹ کا فروغ، موروثی عمارات کی بحالی اور کھلے میدان کی بہبود شامل ہیں۔

اس موقع پر وزیر شہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ، وزیر سیاحت و ماحولیات شری مانب مکھرجی، کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے میئر شری پرسنتا چٹرجی، لنڈن ریور ایسوسی ایشن کے چیئرمین شری جارج نیکلسن، انڈین چیمبر آف کامرس کے صدر شری کے بانگور اور دیگر شخصیتوں نے بھی اظہار خیال کیا۔ ▪▪

بھاسکر بھون عام معاینہ کیلئے کھول دیا گیا



ملک کے مشہور مجسمہ ساز و سنگ تراش شری بھوبیش سانیال نے گذشتہ ۱۵ فروری کو ایک تقریب میں عام لوگوں کے لئے بھاسکر بھون کا رسمی طور پر افتتاح کیا۔ ممتاز سنگ تراش و مجسمہ ساز اور راجیہ چارو کلا پریشد کے چیئرمین شری چنتامنی کار نے ۲۴ پرگنہ (جنوب) کے نریندر پور میں واقع اپنی رہائش گاہ بھاسکر بھون کو ریاستی حکومت کے حوالے کیا۔ اس مکان میں ان کے کارناموں کا مجموعہ محفوظ ہیں۔ اب سے ریاستی حکومت ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کرے گی۔

نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹا چاریہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ اگرچہ یہ ایک مشکل کام ہے پھر بھی حکومت اس سرمایہ کی حفاظت کی حتی الامکان کوشش کرے گی۔ شعبۂ تعمیرات عامہ اور ماکنتوش برن نے کار کی نگرانی میں اس کی مرمت و درستی کے کام کی ذمہ داری لی ہے۔ اس کے باقی کاموں کو بغیر تاخیر مکمل کر لینا ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ یہاں آرٹ کے شیدائی کار کے مجموعی کاموں سے تجربہ حاصل کریں گے۔

بھوبیش سانیال نے کہا کہ آرٹ سے پیار کرنے والے لوگوں کے لئے اس جگہ کی سیر کسی زیارت سے کم نہیں ہوگی۔ یہاں سے سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کے فن کو عام کرنے کے لئے کام کو تقویت ملے گی۔

چنتامنی نے کہا کہ وہ اپنی رہائش اور اسٹوڈیو کو حکومت کی نگرانی میں دے کر خوش ہیں کیونکہ حکومت اس کی صحیح حفاظت کر سکے گی اور آنے والی نسلیں ان سے استفادہ حاصل کریں گی۔

اس موقع پر شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرنسپل سکریٹری شری اردن بھٹا چاریہ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا اور کلچر کے ڈائرکٹر شری کالی کرشنا گوہا نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ ■■

کلکتہ میں ریاستی سطح پر اردو تہوار منایا گیا

ریاستی محکمہ خدمات نوجوانان کے زیر سرپرستی انڈیا اسٹیڈیم ٹرسٹ کی سرپرستی میں یوتھ فیسٹیول ۲۰۰۰ء کے تحت ۱۲ تا ۲۱ فروری ۲۰۰۰ء نور نگار رنگ اردو ادبی و ثقافتی تقریبات کا انعقاد کیا گیا جن میں ریاست بھر کے اردو طلباء اور نوجوانوں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا۔

اردو تہوار کے سہ روزہ تقریبات کا افتتاح گذشتہ ۱۲ فروری کو مارکس اسکوائر کے کھلے میدان میں کلکتہ کے میئر مسٹر سبرتا مکھرجی نے کیا۔ اس تقریب میں وزیر شعبہ خدمات نوجوانان و سیاحت و ماحولیات مسٹر مانب مکھرجی، ایم پی شری محمد سلیم، سابق ایم ایل اے مسٹر لکشمی دے کے ساتھ دیگر اہم شخصیتیں بھی موجود تھیں۔ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ مختلف اسکولوں اور اداروں سے سینکڑوں طلبا و طالبات جلوس کی صورت میں اس تقریب میں شامل ہوئے۔ اس موقع پر نغمہ سرائی اور فلم شو کا بھی اہتمام کیا گیا۔

سہ روزہ تقریبات کے دوران مختلف مقامات پر اسکول، کالج اور یونیورسٹی سطح پر مضمون نویسی، مباحثہ، فی البدیہہ بیت بازی، کوئز، سیٹ اینڈ ڈرا سمیت مختلف ثقافتی مقابلوں کا انعقاد کیا گیا۔

دوسرے دن گیس اسٹریٹ (راجا بازار) میں کل ہند مشاعرہ کا انعقاد ہوا جس کی نقابت کے فرائض ملک کے نامور نقیب انور جلال پوری نے انجام دیئے۔ وزیر ترقیات و فلاح اقلیات مسٹر محمد امین نے اس مشاعرے کا افتتاح کیا۔ جو را سے بھر پہلے ہزاروں سامعین کی خدمت میں مندرجہ شعراء نے اپنے کلام پیش کئے:

سالک لکھنوی، اعزاز افضل، علقمہ شبلی، بشیر بدر، انور جلال پوری، ندیم صدیقی، رئیس انصاری، معراج فیض آبادی، نور کلکتوی، ناظم سلطان پوری، حسین رشید، غضنفر، عالم آفاقی، رونق نعیم، محبوب انور، منور رانا، حبیب ہاشمی، احمد رئیس، نور پیکر، نازش بہاری، انجم عظیم آبادی، مصطفےٰ اکبر، حلیم صابر، معصوم شرقی، حالم شہناز شبلی، زاہد امر، نسیم عزیزی، ارشاد آرزو، اوستاد مومن، مجذوب آلولوی، کوثر پروین، شگفتہ یاسمین غزل و دیگر۔ یہ مشاعرہ رات بھر کامیابی کی منزلیں طے کرتا ہوا صبح کے ۴ بجے حسن و خوبی انجام پذیر ہوا۔

اختتامی تقریب کے طور پر ۲۱ فروری کی شام کو راجا بازار میں جلسہ تقسیم انعامات و اعزازات کا انعقاد ہوا۔ جس کی صدارت اسپیکر جناب ہاشم عبدالحلیم نے کی اور ریاستی وزیر شری مانب مکھرجی اور ایم پی شری محمد سلیم نے اپنی شرکت سے جلسے کو رونق بخشی۔ اس تقریب میں مختلف ثقافتی مقابلوں میں کامیاب ہونے والے طلبا و طالبات کو مسٹر مانب مکھرجی کے ہاتھوں انعامات و اسناد سے نوازا گیا۔

اس تقریب میں مختلف شعبۂ حیات سے ریاست کی اہم شخصیتوں کو بھی ان کی تا حیاتی خدمات اور قابل قدر کارناموں کے لئے اعزاز بخشے گئے۔ اسپیکر شری ہاشم عبدالحلیم نے جناب سالک لکھنوی (ادب) جناب احمد سعید ملیح آبادی (صحافت) محترمہ فضیلت النساء پرویز (تعلیمی خدمات) پروفیسر اعزاز افضل (شعر و ادب) پروفیسر محمد خلیل عباس صدیقی (بشریات) ڈاکٹر بلقیس بیگم (میڈیکل سائنس) جناب محمد مسعود الرحمٰن (تیراکی) محمد علی قمر (باکسنگ) کو خوبصورت شال اور یادگار کے ساتھ اعزاز سے نوازا۔ جناب سیف الدین کشمیری (سماجی خدمات) اور جناب محمد حبیب (فٹ بال) کسی وجہ سے جلسہ میں حاضر نہ ہو سکے۔ ان کے تحائف بعد میں ان کی خدمت میں ارسال کر دیئے گئے۔

اس موقع پر جناب ہاشم عبدالحلیم نے اردو فیسٹول کے لئے شائع ہونے والے اردو مجلے بعنوان "ایک یادگار دستاویز" کا رسمی طور پر اجراء کیا۔ اس مجلہ کو ترتیب مصطفےٰ اکبر نے دی ہے۔

پروفیسر نصر غزالی

حصارِ حُزن ہی کیوں؟

نظر نظر گرد گرد منظر
یہ کہہ رہا ہے
کہ سب کے سب دورِ جبر میں سانس لے رہے ہیں
ہے ایک صحرائے نارسائی
اسی پہ دن رات چل رہے ہیں
فضائے بے چارگی ہے ایسی
ہر ایک دل میں ہے ڈر سمایا
خوشی کی ساعت ہے گر کسی کی
تو اس پہ خوف و خطر کی چادر تنی ہوئی ہے
ہے ایسی صورت
تو شاید اس کا سبب یہی ہے
کہ ہے حصارِ قنوطیت میں وجود سب کا
مگر کہیں سے ندا کچھ ایسی بھی آ رہی ہے
نجات کی راہ صرف یہ ہے
قنوطیت کا حصار توڑیں
نظر کو وسعت دیں
دل سے دیکھیں
وجود کیا ہے، وجود کیوں ہے ذرا یہ سمجھیں
تو خود بخود انکشاف ہو گا
کہ تیشۂ عزم
کاٹتا ہے جو "بے ستوں" بھی
فقط وہی اُس کے وارث و امیں ہے !

سانس کے تار پہ لٹکی ہوئی تلوار بھی دیکھ

لمحۂ سہل ہی کیوں ساعتِ دشوار بھی دیکھ
سانس کے تار پہ لٹکی ہوئی تلوار بھی دیکھ

صرف گفتار نہیں فتنۂ گفتار بھی دیکھ
مجھ سے اِک صاحبِ کردار کا کردار بھی دیکھ

سایۂ شاخِ ثمردار مبارک لیکن
ڈالیاں [illegible] جن کی وہ اشجار بھی دیکھ

اپنی قامت پہ نہ اتنا بھی خدارا اِترا
آپ اپنے کو تو بے جبہ و دستار بھی دیکھ

اور اونچا نظر آئے گا ترا شیش محل
متصل اُس سے مرا خانۂ مسمار بھی دیکھ

کیا ہے جس کو نہیں لمحوں کی زباں نے چاٹا
صرف گھر ہی نہیں آ جسم کی دیوار بھی دیکھ

پریم چند کی کہانی

ڈاکٹر عبدالمنان

اردو افسانہ نگاری کے افق پر جو شخصیت ایک روشن آفتاب کی طرح ابھری اور لیل داستان کی تاریکیوں کو اپنے آراستہ ختم کیا وہ منشی پریم چند ہیں جن کی زندگی کا آغاز دھنپت رائے سے ہوتا ہے اور پریم چند نام سے دنیائے ادب میں جانے جاتے ہیں۔ دھنپت رائے سے لیکر پریم چند تک ایک طویل سفر ہے جو ان کی زندگی کے مختلف ساخات اور واقعات پر مبنی ہے۔ زمانے کی نیرنگیاں ہوں کہ وقت کے بدلتے ہوئے تیور، وقت کے بے خواب لرولٹوں کی چبھن ہو کہ طبقاتی کشمکش، استحصالی نظام ہو کہ اہل دول کے خونی پنجے، زندگی کی مایوسی ہو کہ بے یقینی کا دور، پریم چند اپنی تخلیقات کے دامن میں سبھی چیزیں چھپائے رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے تجربے بڑے عمیق اور مشاہدے بڑے گہرے ہیں اور ان ہی سے اپنی تخلیقات کا محل تیار کرتے ہیں۔ یہ محل جاذب نظر ہے جسے دیکھنے کی خاطر دل مائل ہوتا ہے۔ زندگی کی عسرت، خاندان کی بدحالی، گھریلو ذمہ داریاں، خانگی جھگڑے اور آمدنی کی کمی نے ان کی زندگی کو آرزوؤں کا مدفن بنا دیا۔ لمہی گاؤں کے افراد کی طرح ان کا خاندان بھی دریائے افلاس کے ساحل پر مصائب و آلام کے جھونکے برداشت کرتا رہا اور ہمیشہ اس کے خاتمے کا کٹھن جتن کیا۔ پریم چند اس میں برابر کے شریک رہے جس نے ان کے نازک کاندھے پر عسرت کا ایسا بوجھ ڈال دیا تھا جو تاحیات قائم رہا۔ اور وہ ہر لمحہ اتار پھینکنے کی ناکام کوشش کرتے رہے اور وقت کی تیز دھوپ میں آگے بڑھتے رہے۔ یہ حوصلہ اگرچہ ان کی معاشی پریشانیوں کو دور کرنے سے قاصر ہیں تاہم اردو ادب کو زندگی کی نئی جہتوں سے یقیناً آشنا کرتے ہیں۔ ادیب کا مطمح نظر بنیادی طور پر بشری صورت حال سے تعلق رکھتا ہے اور یہ صورت حال انسانی تجربے کا عکس ہوتا ہے جس کی پیشکش کے مختلف ذرائع ہو سکتے ہیں لیکن اس کی افسانوی ادب میں موجودگی اس صنف کو دلچسپ اور بامعنی بنانے کا ایک مکمل اقدام

ہے۔ پریم چند خود اس ضمن میں فرماتے ہیں:

"افسانہ تحلیل نفسی اور زندگی کے حقایق کی مصوری کو ہی اپنا مقصد سمجھتا ہے۔ اس میں تخیلی باتیں کم اور تجربات زیادہ ہوتے ہیں۔ یہی نہیں تجربہ تخلیقی تخیل سے دلچسپ ہو کر کہانی بن جاتے ہیں"۔

شاعری میں بھی تجربے تخلیقی تجربے سے دلچسپ ہوتے ہیں لیکن افسانہ ان کی شمولیت کے باوجود جذبات کی ترسیل میں اپنی شناخت یا افسانویت سے دور نہیں ہوتا۔ افسانے میں تخیل کا عمل پیکر سازی کا عمل ہوتا ہے جو شاعری کے مقابلے میں زیادہ وسیع اور ارادی ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک زندہ اور واقعاتی ماحول کو جنم دینا اس کا مقصد ہوتا ہے۔ اس کی تخلیق زندگی کے Involvement سے ممکن ہے۔ زندگی کے درد کا رشتہ حالات زمانہ سے گہرا ہوتا ہے جس کی لہریں ایسی تصویر بناتی ہیں جو بشری زندگی کا عکس ہوتی ہیں۔ زندگی میں شمولیت اور عقدہ کشائی زندگی سے پریم اور اس کی خاطر آرایش کا جذبہ ایک فنکار کا اہم شیوہ ہوتا ہے لیکن یہ شرکت کس نوعیت کی ہے اس کا طریقہ آرٹسٹ کی عظمت کا تعین کرتی ہے۔ زندگی کی استواری خطیبانہ طریقے سے بھی ممکن ہے لیکن مصلحانہ بازی گری آرٹ کو مجروح کر دیتی ہے۔ لہذا ادب میں عصری درد کے رشتے کو فن میں خوبصورتی کے ساتھ پیش کرنے کا فرض فنکار نبھاتا ہے۔ پریم چند اس میں زیادہ پریم رکھتے ہیں۔ پریم چند نے بربریت، بہیمیت اور استحصالی نظام کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ ان کے بیشتر ناول اور افسانے اس کی مثال ہیں۔ انھوں نے قلم کے ذریعے ایسی مزدوری کی کہ افلاس زدہ اور مستحصل طبقہ کی زندگی کی ترجمانی میں احتجاجی انداز اختیار کیا لیکن ان کا احتجاج بپھرا ہوا اور انتہا پسند نہ تھا بلکہ اس میں زیریں لہروں کی چنگاری اور دبی ہوئی آنچ ہے جس میں سماج کے رخ کو بدل دینے کا تیور ملتا ہے۔

پریم چند ایک حقیقت پسند فنکار تھے بلکہ حقیقت پسندی کی آواز کو جس طمطراق انداز سے انھوں نے بلند کیا۔ اس کی مثال بڑی مشکلوں سے ملتی ہے۔ ترقی پسندوں نے جس موقف کی وضاحت کی اور ضابطہ متعین کیا اس کی ہمنوائی پریم چند نے کی۔

پریم چند کی کہانیوں کا پس منظر ہندوستانی دیہات ہے جہاں فصل اگانے کی ہر ممکن جد و جہد جاری ہے لیکن افلاس اور بھوک اپنا سر دکھاتی ہے اور ہر سال اس کا بار اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اقتصادی بدحالی سے نجات نہیں ملتی۔ نتیجہ میں آدرش، وچار اور تصورات کے محل منہدم ہو جاتے ہیں اور دیہاتی کسان ہوری کی صورت میں زندہ رہتا ہے۔ ہوری پریم چند کا اہم کردار ان معنوں میں ہے کہ اس نے اس کی زندگی کی زبوں حالی کے پردہ میں زمانے کے جابرانہ نظام کی عکاسی کی۔ تقدیر پر قانع رہنے اور گائے کی خواہش (جو ایک مذہبی خواہش کی تکمیل ہے) کیلئے تمام مظالم سہنے اور کسان سے مزدور کے دائرے تک آنے کو برداشت کیا۔ یہاں پریم چند کا نظریہ عود کر آتا ہے اور اس کے عظیم و بلیغ نظریے کی ترجمانی گؤدان میں گوبر کا کردار ملد کرتا ہے کہ گوبر ہوری کی ملق اندازی اور قسمت کے بھروسے زندگی گذارنے کا قائل نہیں ہوتا۔ وہ فرسودہ نظام کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے اور احتجاجی انداز اختیار کرتا ہے۔ اس کا احتجاج نہ صرف ایک فرد کا عمل ہے بلکہ موجودہ عصری حالات کے خلاف آواز ہے۔ پریم چند کی کہانیوں کا یہی رویہ اپنے جلو میں پورے ہندوستانی سماج کو لے لیتا ہے۔ اس نے ذات پات کی سخت گیری کا خاتمہ کیا۔ امیری و غریبی کی دیواریں منہدم کیں اور اقتصادی خرابیوں کے ختم کرنے کی کوشش کی۔ پریم چند کی روایت آنے والے فنکاروں کو دعوت دیتی ہے اور ایسے فنکار بھی ان کی روایت کو مشعلِ راہ سمجھتے ہیں جو پریم چند کے بعد اردو افسانہ نگاری میں ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ مثلاً اپندر ناتھ اشک، علی عباس حسینی، سہیل عظیم آبادی اور کرشن چندر و بیدی وغیرہ۔ پریم چند نے اپنے نظریے کو اس منزل پر لا کھڑا کیا جہاں بعد کی نسلوں کو نئی راہیں ہموار کرنے اور زندگی کے نت نئے مسائل کو پیش کرنے میں سہولتیں فراہم ہوئیں۔ اس اعتبار سے پریم چند کی روایت سے انحراف ممکن نہیں۔ بقول حیات اللہ انصاری :-

"میرے نزدیک گئودان اور کفن پریم چند کے شاہکار ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مایوسی پر ختم ہوتی ہیں اس لئے ناقص ہیں۔ میں تو جب ان دونوں میں سے کسی کو پڑھتا ہوں میرے دل میں جد و جہد کا تازہ جوش ابھرتا ہے۔ ایسے افسانوی ادب کو میں مایوس کن کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ دونوں پریم چند کے غزا سے کے کوہ نور اور دنیائے ادب میں لازوال ہیں!"

پریم چند نے اس دور میں اپنا قلم سنبھالا جب ہندوستان سیاسی بحران سے دوچار تھا۔ پرانی قدریں ٹوٹ رہی تھیں اور نئی قدریں جنم لے رہی تھیں۔ ہندوستان ایک نئے ماحول سے آشنا ہو رہا تھا۔ چنانچہ انھوں نے اس طبقہ سے وابستگی قائم کی جو گاؤں کا غریب کسان اور شہر کا مزدور طبقہ تھا۔ انھیں ان ہی لوگوں کے درمیان سچا ہندوستان نظر آیا جو بدلتے ہوئے سامراجی نظام کے شکار تھے جن کی ایک چھوٹی سی خواہش بھی تکمیل سے ہمکنار نہیں ہوئی تھی۔ پریم چند نے اس طبقہ سے محبت کی اور اس میں زندگی کے پھوٹتے ہوئے سرچشمے کو جوئے شیر کی حیثیت دی۔ اس کی خاطر انھیں جس انداز سے کوشش کرنا پڑی وہ یقیناً اردو ادب کا لازوال سرمایہ ہے۔

پریم چند سے قبل فکشن کا سرمایہ داستانوی رنگ آمیزی کا نمونہ تھا۔ انھوں نے اس طلسم کو توڑا اور حقیقت کی تلخی و تندی بھرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اس کے لئے جس اسلوب کو اختیار کیا وہ یقیناً موثر اور دلکش ہے۔ اس میں تصنع و تکلف کا غلبہ نہیں ہے بلکہ ایک نوع کی سادگی اور صفائی ہے۔ پریم چند حقایق کی ترجمانی کا بیڑا اٹھایا تھا اس لئے اسمیں بصیرت پیدا کرنے کی خاطر لفظی موشگافی اور اصلاح سازی سے کام نہیں لے سکتے تھے۔ وہ اپنے منفرد نظریہ کو قاری کے سامنے رکھنا چاہتے تھے جس میں زندگی کا کرب خلوص کی آنچ اور سماجی زندگی کی تلخیاں تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ اسٹائل فنکار کی پہچان کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ بات پریم چند پر صادق آتی ہے۔ اچھا اسلوب بلند اور کامیاب فنکار کی بازگشت ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے تجربات و مشاہدات کو منفرد اور پرکشش اسلوب کا لباس عطا کرتا ہے۔ پریم چند نے اپنے تجربات و مشاہدات کو پرکشش اسلوب کا روپ اختیار کیا اس کی مثال نادر ہے۔■■

حکومت ریاست کو ملکی و بیرونی سرمایہ کاروں کیلئے پرکشش اور مقابلہ جاتی مقام بنانے کے وعدے پر آج بھی قائم ہے

ــــــــ بدوت گانگولی

ریاستی وزیر صنعت و تجارت جناب بدوت گانگولی نے گزشتہ ۱۸ نومبر دہلی کے پراگتی میدان میں منعقدہ بین الاقوامی تجارتی میلہ ۱۹۹۹ء کے موقع پر مغربی بنگال پویلین کے افتتاح کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں انہوں نے ریاست کی تیز رفتار صنعتی ترقی کا جائزہ پیش کیا۔ اس موقع پر انہوں نے پریس کے لئے جو بیان جاری کیا تھا اس کا اردو متن درج ذیل ہے۔ ••

ملک کی صنعتی ترقی کے میدان میں مغربی بنگال نے سب سے پہلے پیش رفت کی ہے اور تقریباً ساٹھ دہائیوں کے وسط تک اس میدان میں نمایاں اور ممتاز مقام پر فائز رہا ہے۔ دراصل ۱۹۶۵ء کے دوران صنعتی [illegible] ہماری اپنی [illegible] میں سست رفتار تنزلی کا عمل شروع ہو چکا تھا اور یہ تنزلی ستر کی دہائیوں کے دوران پستی کی انتہا کو پہنچ گئی۔ وجوہات سے سب ہی واقف ہیں اور میں ان کی مزید وضاحت کی ضرورت یہاں محسوس نہیں کرتا ہوں۔ بس یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملک کی آزادی کے بعد دہلی میں برسر اقتدار آنے والی مرکزی حکومتوں کے رویے نے صرف اس سے چشم پوشی ہی نہیں کی ہے بلکہ اکثر و بیشتر ان کا رویہ اس سلسلے میں بالکل منفی رہا ہے۔ طویل عرصہ تک غیر معمولی طور پر فریٹ ایکوالائزیشن پالیسی کا جاری رہنا اور ریاست کو نقصان پہنچانے اور اس سے غفلت برتنے کے تعلق سے صنعتی بے ضابطگی پر کنٹرول ہی وہ اسباب و عناصر ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا میدان میں صنعتی ابتری اور تنزلی کا ماحول پیدا کر دیا۔

۱۹۷۷ء کے دوران اس ریاست میں بائیں محاذ حکومت برسر اقتدار آئی اور اس نے معیشت کی از سر نو تعمیر کے دور کا آغاز کیا۔ ریاست کو جن سکٹروں میں فطری طور پر کام کرنے کے اختیارات حاصل تھے ان پر خصوصی توجہ ڈالی گئی۔ پر مغز پالیسی کے طور پر ہم لوگوں نے دیہی ترقیات، اصلاحات اراضی، زراعت، چھوٹے پیمانہ صنعتوں اور جملہ ترقیاتی کام میں پنچایتوں کی خود مختاری اور شرکت کے ذریعہ لامرکزیت کو روبہ عمل لاکر [illegible] تمام تر توجہ مرکوز کر دی۔ اس پالیسی کے نتائج گاؤں سے یعنی زراعتی سکٹر پر نہ صرف زبردست طور پر منافع بخش ہی نہیں ثابت ہوئے بلکہ اس نے زراعتی پیداوار

بڑھتی ہوئی خوشحالی اور ایک متوازن سیاسی ماحول کے ساتھ ایک وسیع ملکی بازار کی تشکیل میں بھی ایک انقلاب برپا کر دیا۔

اس ریاست کے پاس ایسے فطری منافع بخش عناصر موجود ہیں جنہوں نے ماضی میں ترقی کے میدان میں نمایاں کام کیا تھا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ عناصر آج بھی موجود ہیں۔ جیسے محل وقوع، ایک اچھا خاصا صنعتی انفرااسٹرکچر، معدنی خزانے و دیگر وسائل اور سب سے زیادہ اہمیت کے حامل اپنے کام میں ماہر اور تربیت یافتہ کارکنان۔ ان تمام عناصر نے ۱۹۹۱ء کے دوران ہم لوگوں کو صنعتی نشاۃ الثانیہ کے لئے ایک بہترین اور سازگار ماحول پیش کیا۔

مرکزی حکومت کی نئی معاشی پالیسی کا خیر مقدم کیا گیا اور اس پالیسی سے متعلق کئی حلقوں میں ملے جلے تاثرات بھی ابھر کر سامنے آئے۔ فریٹ ایکوالائزیشن پالیسی اور اکثر و بیشتر نفرت انگیز لائسنس کے نظام کو ختم کرنے کے دوران ہم لوگوں نے مذکورہ پالیسی کے چند دیگر پہلوؤں کے بارے میں خصوصاً چھوٹی پیمانہ صنعتوں پبلک سکٹر انڈر ٹیکنگس کی اہمیت میں کمی اور ٹیرف (شرح نامہ) میں من مانی اور بے ربط تخفیف سے متعلق اپنی شرائط محفوظ رکھیں۔ تاہم نئی معاشی پالیسی نے متوسط اور بڑے پیمانہ سکٹروں میں فروغ سرمایہ کی پالیسی کو آگے بڑھانے کے لئے ریاستی حکومت کو ایک موقع فراہم کیا۔ گرچہ مذکورہ بالا سکٹر جس کا پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے، کی مالی حالت پہلے ہی سے بدتر رہی تھی۔

قبل اس کے کہ میں فی الحال اس ریاست کے صنعتی منظرنامہ سے متعلق مزید کچھ کہوں ۱۹۹۴ء کے دوران اعلان کردہ ریاستی حکومت کی صنعتی پالیسی اسٹیٹ منٹ کے چند اہم اور نمایاں خصوصیات پر روشنی ڈالنی برمحل ہوگی۔ مذکورہ پالیسی اسٹیٹمنٹ کا تعلق صرف

نئی معاشی پالیسی سے ہی نہیں رہا ہے بلکہ یہ پالیسی اسٹیٹمنٹ کی تشکیل صنعت کے لیڈران اور چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹریز کے جامع تال میل اور صلاح ومشورے سے کی گئی تھی۔ ہندوستان اور بیرون ممالک کے سرمایہ لگانے والوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ میں پھر اس بات کو دہرانا چاہوں گا کہ ہم لوگ غیر ملکی سرمایہ کاری اور ٹکنالوجی کو اپنانے کے لئے اس حد تک راضی ہیں جس حد تک وہ ہمارے لئے مناسب اور منافع بخش ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ یکطرفہ ہوتا ہے تو ہم لوگ اسے اپنانے پر بالکل راضی نہیں ہوں گے۔ ہم لوگ یہ کبھی نہیں چاہتے ہیں کہ بیرونی سرمایہ کاروں کا بے لگام غلبہ دیسی صنعت کو نقصان پہنچائے اور ہم لوگ غیر پیداواری سکٹروں میں سرمایہ کاری کے حق میں بھی نہیں ہیں۔ جہاں تک ٹکنالوجی کا تعلق ہے ہم لوگ اسے مزید فروغ دینے کے خواہاں ہیں اور اس کے ساتھ ہم لوگ بیرونی ٹکنالوجی پر پورے طور پر انحصار کرنا بھی چاہتے ہیں۔ ہم لوگوں کو تحقیق وفروغ کے دیسی طریقہ کار پر توجہ ڈالنی چاہئے کیونکہ یہی طریقہ کار ہمیں بیرون ملک میں ہونے والی ٹکنالوجیکل ترقی اور فروغ کے شانہ بشانہ چلنے میں مددگار ثابت ہوں گے۔ خود کفیلی کے مفہوم کو سمجھنا اور اس کے مقصد کو حاصل کرنا ہی ہمارا نصب العین ہونا چاہئے۔

تیز رفتاری کے ساتھ نشوونما کی حصولی کی اہمیت اور اس کے عظیم کردار کو پہچاننے میں ہمیں بالکل دیر نہیں ہوئی ہے۔ ایک جانب ہم لوگ پیداواری صنعتی مہمات میں سرمایہ کاری کے خواہاں ہیں تو دوسری جانب ہم لوگ رہائش، تعلیم، حفظان صحت اور مواصلاتی نظام جیسے صنعتی اور سماجی انفرااسٹرکچر کی ترقی میں نجی سکٹر کی شمولیت کا خیر مقدم بھی کرتے ہیں۔ توانائی بجلی کی پیداوار کے سکٹر کو لے لیجئے۔ اس سکٹر میں ہم لوگوں نے کافی پہلے سے ہی نجی سکٹر کی شمولیت کی ہمت افزائی کی ہے اور آگے بھی ایسا کرتے رہیں گے۔ ہم لوگ یہ بھی چاہتے ہیں کہ نجی سکٹر "نشوونما مراکز" کو فروغ دے۔

المختصر اس ریاست اور ملک کی معیشت کے بدلتے ہوئے منظرنامہ میں ہم لوگ پورا پورا یقین رکھتے ہیں کہ اس منظرنامہ میں پبلک سکٹر (عوامی سکٹر) اور جوائنٹ سکٹر (مشترکہ سکٹر) دونوں ہی اپنے پرمعنی اور بامقصد کردار ادا کررہے ہیں۔ اس سلسلہ میں، میں خصوصاً

کلکتہ لیدر کمپلکس کی ترقی کا ذکر کروں گا۔ اس کی تشکیل ایک نجی کاروباری نے بی او ٹی کی بنیاد پر کی تھی۔ آنے والے دنوں میں انفرااسٹرکچر کی ترقی کے میدان میں مذکورہ نجی شرکت کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

آئیے اب ہم لوگ ریاستی حکومت کی پالیسی کی پہل اور ایکشن پروگراموں کے عمل پر نظر دوڑائیں۔ ریاستی امکانات کی بنیاد پر حکومت ہذا نے تیز تر نشوونما کے لئے متعدد سیکٹروں کی نشاندہی کی ہے۔ وہ یہ ہیں ــــ پٹروکیمیکلس اور ڈاؤن اسٹریم صنعتیں، الکٹرونکس اور انفارمیشن ٹکنالوجی، لیدر اور لیدر (چرمی) مصنوعات، فوڈ پروسسنگ اور اگرو (زراعت) پر مبنی صنعتیں، ہیرے جواہرات، سیاحت اور اس سے وابستہ سرگرمیاں۔ اس کے عین مطابق ہم لوگ پروگراموں کو روبہ عمل لارہے ہیں۔

ملکی اور بیرونی دونوں ہی سرمایہ کاروں کے لئے مغربی بنگال کو ایک پرکشش اور مقابلہ جاتی منزل بنانے کے اپنے وعدہ کو میں ایک بار پھر دہرانا چاہوں گا۔ ستمبر ۱۹۹۴ء کو معزز وزیراعلیٰ کے جاری کردہ صنعتی شعبہ کے پالیسی اسٹیٹمنٹ کے بنیادی اصولوں پر حالیہ برسوں کے دوران ہم لوگ کاربند رہے ہیں اور متعلقہ سکٹروں کے جملہ کاروبار اور صنعتوں میں موثر سرمایہ کاری کے لئے لگاتار کام کرتے رہے ہیں۔ ۱۹۹۱ء سے اگست ۱۹۹۹ء تک ۵۵۳۵۲ کروڑ روپئے کی مجموعی سرمایہ کاری کے سلسلہ میں کل ۱۹۹۵ اداروں کو صنعتی منظوریاں ملی ہیں۔ ان میں سے ۸۰ سے زائد پروجکٹ جن میں کل ۱۰۰۰ کروڑ روپئے کی لاگت آئے گی۔ فی الحال عمل درآمد کے مرحلے سے دوچار ہیں۔ ہمت افزا خبر یہ ہے کہ ۵۱۷۰ کروڑ روپے پر مشتمل ہلدیہ پٹروکیمکلس اور ۱۶۰۰ کروڑ روپے پر مشتمل متسوبیشی کیمیکل کارپوریشن کا پی ٹی اے پلانٹ جو ہلدیہ میں واقع ہے یعنی دونوں ہی جنوری / فروری ۲۰۰۰ء کے دوران پیداواری عمل شروع کریں گے۔ یہی دونوں ہی اس ریاست کے ابھرتے ہوئے صنعتی منظرنامہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہی پروجکٹس بارہا مستقبل قریب میں حلیف سکٹروں کے میدان میں بے شمار مزید نئی سرمایہ کاری کے لئے دروازے وا کریں گے۔ یہی ترقیاں سرمایہ کاری کی نشوونما کے سلسلہ میں بلند ہمت اور پرامید رجحانات کے ساتھ ہمیں اس نئے میلینیم میں بلاشبہ داخلے کا اہل بنائیں گی۔

آج ہم لوگ ایسے صنعتی سیکٹر میں انقلاب کی دہلیز پر کھڑے ہوئے ہیں جو کہ [illegible] سے بڑھتے ہوئے گلوبل ماحول وسیع پیمانے پر [illegible] سطح پر [illegible] انسانی وسائل [illegible] اور کھلے ہوئے عالمی بازار [illegible] تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے [illegible] ریاست کی منفعت کی پالیسی جو صنعتی اور تجارتی [illegible] کرتی ہیں مسلسل [illegible] ہوتے رہتے ہیں۔ سرمایہ لگانے والوں کے درمیان [illegible] میں تبدیلی لانے کی غرض سے ملکوں سے جنوری ۱۹۹۹ء میں "[illegible] ڈیسٹینیشن ویسٹ بنگال" [illegible] ایک فیصلہ کن اہم اقدام اٹھایا ہے۔ مذکورہ بالا اہم کی نشست کو بڑی کثیر تعداد میں [illegible] تجارتی، مالی اداروں کے اعلیٰ عہدیداران اور صلاح کار تنظیموں و منتظم کاروں نے شرکت کی۔ اس تقریب میں شامل ہونے والوں نے وزیر اعلیٰ اور ان کے بڑے اور تجربہ کار ساتھیوں کے ساتھ صنعتوں سے متعلق [illegible] اور پریشانیوں کے تبادلۂ خیال کیا [illegible] کے دوران منعقد ہونے والے مخصوص انٹرایکشن سیشن" اور "پلینری سیشن" کے دوران ملکی [illegible] نے اس ریاست کے تجارتی ماحول سے متعلق "سرمایہ کاروں کے ادراک" پر مشتمل ایک آزاد خیال نظریہ پیش کیا۔ ان لوگوں نے تجارتی ماحول کے [illegible] اور اس کے کمزور پہلوؤں کا بھی محاسبہ کیا۔ ہم لوگوں نے ان لوگوں کی چند تجاویز کو روبہ عمل لانے کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ تجاویز سرمایہ کاری فروغ کے حق میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

ابھی حال ہی میں ریاستی حکومت نے مکنسے اینڈ کمپنی انک کے کام کو چالو کرنے کے لئے مغربی بنگال صنعتی ترقیاتی کارپوریشن لمیٹڈ (ڈبلیو بی آئی ڈی سی) کی تجویز کو کلیئر کر دیا ہے جو صنعتی سرمایہ کاری کے سلسلہ میں کو استحکام بخشنے، انفارمیشن ٹکنالوجی، پٹرو کیمیکلس اور ڈاؤن اسٹریم فوڈ کارپوریشن اور انفرااسٹرکچر سیکٹروں جیسے ترجیحی سیکٹروں میں خاص اثر کے ساتھ مخصوص میگا پروجکٹوں کی شناخت [illegible] اور عمل درآمد کے میدان میں صلاح دینے کے سلسلہ میں کلائنٹس کے طریقہ کار کو جہت بخشنے پر ان لوگوں کی جانب سے صلاح و مشورے بھی دیئے جائیں گے یہ لوگ ان نمائندہ کارپوریشنس کی شناخت میں ڈبلیو بی آئی ڈی سی کو تعاون بھی دیں گے جو ان پروجکٹوں میں سرمایہ لگائیں گے۔ ہمیں پورا پورا اعتماد ہے کہ اس پہل کے ذریعہ ہم لوگ ہندوستان اور بیرون ملک کے چیدہ کاروباریوں تک ہماری ریاست میں تجارت کی نشو و نما کے سلسلہ میں ایک رہنما جواور زوردار ماحول تشکیل کرنے کی اپنی ذمہ داری کے پیغام کے ساتھ پہنچ پائیں گے۔

یاد کریں کہ ان متعلقہ کمپنیوں کے نمائندوں نے رائے چک کے پلینری سیشن کے آخر میں چند پروجکٹس کا اعلان کیا تھا جنہوں نے نئی سرمایہ کاریوں کے لئے اپنے منصوبے پیش کئے تھے۔ ہمیں اس بات کا یہاں تذکرہ کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اعلان کردہ ۱۶ پروجکٹوں میں سے چار پروجکٹ یعنی پریزر کا نائٹروجن پلانٹ، ہلدیہ کے مقام پر واقع ایل اینڈ ٹی کا جو پاور پلانٹ، ہلدیہ میں واقع ہندلیور کیمیکلس کا فوسفیٹ پلانٹ اور سالٹ لیک میں واقع ایشیا ہوٹل لمیٹڈ کا ۵ ستارہ ہوٹل پروجکٹ کچھ تو پائے تکمیل کو پہنچ چکے ہیں اور کچھ تکمیل کے آخری دور سے گذر رہے ہیں۔ مزید براں امبوجا سیمنٹ کا سیمنٹ گرائنڈنگ یونٹ اور ساؤتھ ایشین کیمیکلس کا بیٹ ریسن پروجکٹ دسمبر ۱۹۹۹ء تک توقع کی جاتی ہے کہ اپنا تعمیری کام شروع کر دے گا۔ ہم لوگ یہ توقع کرتے ہیں کہ ویڈیوکون سالٹ لیک میں واقع "وائٹ گڈس" تیار کرنے والی یونٹ اور سالٹ لیک میں واقع فیلپس کلر ٹی وی تیار کرنے والی یونٹ بہت جلد اپنا کام شروع کر دیں گی۔ بقیہ اعلان کردہ پروجکٹوں کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے تیزی سے کوششیں کی جا رہی ہیں۔

صنعتی سرمایہ کاری کی ایک نئی ترغیبی اسکیم جس کا خاکہ وزیر مالیات نے رائے چک میں پیش کیا تھا، یکم اپریل ۱۹۹۹ء سے عمل درآمد کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکیم ہذا گروپ سی، (پچھڑے اضلاع) علاقوں میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ سال کی میعاد تک کے لئے فکسڈ کیپٹل انوسٹمنٹ پر سیلس ٹیکس میں ۱۷۵ فیصد کی انسنٹیو دیتا ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں متعدد بزنس ہاؤسز نے بانکوڑا اور جلپائی گوڑی جیسے اضلاع میں سرمایہ کاری کے امکانات میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

ان پرکشش اسکیموں والی نئی مالی ترغیبات جنہیں ریاستی بجلی بورڈ نئے یونٹوں کو کم شرح پر چھ سال کی زیادہ سے زیادہ میعاد کے لئے ۵۰ فیصد تک رعایت دینے پر غور کر رہی ہے، ریاست کی جانب سے پیش کی گئی ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ اس ریاست نے مغربی بنگال کے اس ترغیبی پیکج کو ملک کا ایک پرکشش ترین پیشکش بنایا ہے۔ سرمایہ لگانے والوں کی جانب سے متوقع امکانات کی دستیابی کی روشنی میں اس بات کا بھی تذکرہ کرنا چاہوں گا کہ کو کا کولا نے حال ہی میں گوڑی کے رانی نگر میں ایک بڑے بوٹلنگ پلانٹ کے کام کو روبہ عمل لانا شروع کردیا ہے اور باکوڑا کے ضلع میں واقع برجورا میں بھاسکر سرائی گروپ، سرینیواس الائنز نیل کمل انڈسٹریز اور مواث الائنز نے ڈبلیو بی آئی ڈی سی کے تیز رفتاری سے فروغ پانے والے صنعتی نشوونما مرکز میں زمین بھی پہلے ہی سے حاصل کرر کھی ہے۔ ان یونٹوں نے برجورا کو اس لئے منتخب کیا ہے کہ یہاں انھیں

- زیادہ سے زیادہ مالی انسنٹیو کے فوائد چھوٹ بھی ملے گی۔ مزید برآں ڈبلیو بی آئی ڈی سی برجورا کے سلسلہ میں ملنے والے متعدد نئے تجاویز کے طریقہ کار پر غور و خوض کررہی ہے۔ برجورا میں زمین کی بڑھتی ہوئی مانگ کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈبلیو بی آئی ڈی سی نے موجود ۱۹۰ ایکڑ قطعات اراضی میں تقریباً ۳۰۰ ایکڑ زمین کے اضافے کی کارروائی شروع کردی ہے۔ فطری طور پر رفتہ رفتہ یہ علاقہ زیادہ بجلی پیدا کرنے والی صنعتوں اور پلاسٹک پروسیسنگ یونٹوں کا ایک مرکز بنتا جارہا ہے۔
- جیسا کہ اس امر کا تذکرہ پہلے بھی کیا جاچکا ہے۔ ہمارا پرچم جہاز پروجکٹ ہلدیہ پیٹروکیمیکلس ہے جسے ہماری ریاست کے صنعتی ماحول جلا بخشنے کے لئے روبہ عمل لایا گیا تھا۔ فی الحال پروجکٹ ہذا ۹۵ فیصد مکمل ہوچکا ہے اور جنوری، فروری ۲۰۰۰ء کے دوران اپنے تجارتی مصنوعات تیار کرنے کی شروعات کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ اس پروجکٹ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ پروجکٹ تقریباً تکمیل کو پہنچ چکا ہے لیکن اس مرحلہ پر بھی اسے پبلک ایشو جاری کرنے کی
- ضرورت پیش نہیں آئی۔ مالی اداروں نے اس کے ترمیم شدہ رقم لگانے والے منصوبے کو منظوری دیدی ہے۔ ڈالر کی شرح تبدیلی کی وجہ سے روپیہ کی قیمت گھٹ جانے اور اصل کلینڈر کی درآمد کی طے شدہ میعاد میں تمام تر تین مہینے کی تاخیر ہوجانے کے باوجود مذکورہ کمپنی ۵۱۷۰ کروڑ روپے کے اس کے اصلی تخمینہ شدہ لاگت پرڈٹی ہوئی ہے گرچہ اسے متعدد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ پروجکٹ کیمیکلس اور پلاسٹک کے ڈاؤن اسٹریم سگمنٹ میں سرمایہ کاری کے سلسلہ میں بہتیرے موقع فراہم کرے گی۔ ڈی ایچ پی ایل اور ڈبلیو بی آئی ڈی سی نے چھوٹے اور متوسط پیمانے کے کاروباریوں کے بارے میں سوچ کر ہی ۵۰ سے زائد پروجکٹوں کی نشاندہی کی ہے اور مذکورہ پروجکٹوں کی رپورٹیں ایچ پی ایل اور رشلیا بندھو کے یہاں دلچسپی رکھنے والے پروموٹروں کے مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔ مارکس آئل جو ایک این آر آئی کمپنی ہے اور نیل کمل انڈسٹریز جو ممتاز پلاسٹک کا سامان تیار کرنے والی ممبئی کی کمپنی ہے، دو بنیادی یا ابتدائی ڈاؤن اسٹریم پروجکٹس پر مشتمل ہیں اور ان کے یہاں متعلقہ امور پر عمل درآمد کا کام شروع بھی ہوچکا ہے تیزی سے ابھرتی ہوئی چند پلاسٹک کا سامان تیار کرنے والی کمپنیاں بارجورا میں اپنی نئی یونٹوں کے قائم کرنے پر غور و خوض کررہی ہیں۔ مستقبل قریب میں پیٹروکیمیکلس ڈاؤن اسٹریم سکٹر میں سرمایہ کاریوں کی تیز رفتار نشوونما پر ہمیں پورا پورا اعتماد ہے۔

ہلدیہ میں واقع متسوبیشی کیمیکل کارپوریشن کا ۱۶۰۰ کروڑ کی لاگت کا پی ٹی اے پلانٹ بھی بڑے شاندار طور پر اور بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ فروری ۲۰۰۰ء کے دوران جب تجارتی مصنوعات تیار کرنا شروع کردے گا تو اس سے لازمی خام مال کی فراہمی ہوگی جو مصنوعی فائبر صنعت کے اس میدان میں ابتک دستیاب نہیں تھی۔ پی ٹی اے کی دستیابی کے ساتھ ساتھ ہم لوگ اپنی ریاست پولسٹر فلامنٹ یارن اور پی ای ٹی کے میدان میں نئی اور تازہ ترین سرمایہ کاری کی توقع کرتے ہیں۔ یہاں اس امر کا تذکرہ کردینا بھی بہتر سمجھتا ہوں کہ بھوشن انڈسٹریز لمیٹڈ جو کولڈ رولڈ مصنوعات تیار کرنے میں مہارت رکھنے والی دہلی کی ایک کمپنی گروپ سے تعلق رکھتی ہے، نے حال ہی میں رشرا کے قریب ۳۰۰ کروڑ روپے کی لاگت والا ایک کولڈ رولنگ مل کی تعمیر کا

کام شروع کر دیا ہے اور یہ کام بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ انہیں یہ توقع ہے کہ ۲۰۰۰ء کے پہلے چوتھائی کے اندر وہ اپنی مصنوعات تیار کر پائیں گے۔ ساؤتھ ایشیا پیٹروکیمیکلس کا ۱۸۸۹ کروڑ روپئے کی لاگت والا پی ای ٹی ریسن پروجیکٹ جو ہلدیہ میں قائم ہونے والا ہے جو آئی ڈی بی آئی کی جانب سے منظور ہو چکا ہے اور اس کا سرکاری طور پر دسمبر ۱۹۹۱ء کے دوران اس پر تعمیری کام شروع ہو جائے گا۔ میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ انڈین آئل نے بہت پہلے ہی ہلدیہ میں واقع اپنی ریفائنری میں ۱۲۰۰ کروڑ روپے کی لاگت والے ایک توسیع پروگرام پر کام درآمد بھی شروع کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے یہ اطلاع فراہم کی ہے کہ بہت جلد ہی وہ لوگ اپنی پیداوار کی صلاحیت کو دوگنی کر پائیں گے۔ فوڈ ڈیولپمنٹ ... جی جیرنی نے ہلدیہ میں واقع اینڈریو یول کی اسٹیل فورڈ باکس ڈویژن کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اس پر ۸۴ کروڑ روپے بطور انویسٹ کئے ہیں تاکہ مذکورہ یونٹ کو چلایا جا سکے۔

انفارمیشن ٹکنالوجی سکٹر میں کلکتہ کا نمایاں طور پر منافع بخش عمل کو ٹکنالوجی سیون" کے کاروباریوں نے خوب سراہا ہے۔ ریاستی حکومت کی انفارمیشن پالیسی آخری مرحلہ سے گذر رہی ہے اور جلد ہی اس سے متعلق حتمی فیصلہ کا اعلان ہو جائے گا۔ یہ پالیسی ترجیحی عمل کی جانب نشاندہی کرے گا جس آئی ٹی سکٹر میں سرمایہ کاری سے ساتھ ہم لوگ وابستہ ہیں۔ ہم لوگ سرکاری دفاتروں میں بھی انفارمیشن ٹکنالوجی نظام چالو کرنا چاہتے ہیں تاکہ عوام اور سرکار کے درمیان ہونے والے کام کاج کے معیار میں بہتری لائی جا سکے۔ آپ لوگ اس امر سے واقف ہوں گے کہ سالٹ لیک میں واقع الیکٹرونکس کمپلکس میں بے شمار یونٹیں قائم کی گئی ہیں اور ان میں ۱۱۵۰۰ افراد کام کر رہے ہیں۔ ممتاز ہندوستانی اور بین الاقوامی ہاؤسز جو اس میدان میں مذکورہ بالا طور پر کام کر رہی ہیں، میں پرائس واٹر ہاؤس، کوپرس سیمنس کمپیوٹر ایسوسی ایٹس، کوگنیزنٹ ٹکنالوجیز، سیما، ٹی سی ایس سوفٹ ویئر، ریسرچ انجینئرس، آر-ایس سوفٹ ویئر، دی جیرجی گروپ (ٹی سی جی) یونائیٹڈ ایئرلائنس وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ لائق اور باصلاحیت انسانی وسائل کی دستیابی کی موجودگی کی بناء پر اور قابل برداشت اصلی اثاثے کی لاگت کی فراہمی کے سبب ہم لوگ آئی ٹی سکٹر میں سرمایہ کاریوں کی بنیادی اور مکمل نشوونما کی توقع کرتے ہیں۔

کمپیوٹر ایسوسی ایٹس خصوصی تذکرہ کا مستحق ہے کیونکہ یہ ایک مشترکہ اہم منصوبہ ہے۔ ٹی سی جی سوفٹ ویئر پرائیویٹ لمیٹڈ (سی اے آئی) کے لئے دی جیرجی گروپ (ٹی سی جی) کے عالمی سطح پر اشتراک کے میدان میں تیسرے عظیم ترین تجارتی سوفٹ ویئر کمپنی میں شمار کی جاتی ہے۔ ۱۲۰ کارکنان والی ایک نئی یونٹ کا قیام عمل میں آیا ہے اور اس یونٹ میں ٹی سی جی گروپ ۱۵ کروڑ روپے ۴ ملین یو ایس ڈالر لگا رہی ہے۔ سوفٹ ویئر ٹکنالوجی ترقیاتی خاکہ اور عالمی پیشہ ورانہ تعاون کی فراہمی بھی سی اے ٹی ایس کے مستقبل کے منصوبوں میں شامل ہے۔

ٹی سی جی کے سالٹ لیک کمپلکس میں سرمایہ کاریوں سے وابستہ تیرہ نئے سوفٹ ویئر کام کر رہے ہیں۔ یہ ایک بڑا نشوونما منصوبہ ہے۔ عمل درآمد کے تحت یہ ۱۳۰۰۰۰ مربع فٹ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس میں ۱۵۰۰ سوفٹ ویئر عہدیداران کے لئے روزگار کے مواقع ہوں گے۔ فی الحال یہ گروپ ۹۰ عملہ کے ساتھ ایس ڈی ایف بلڈنگ میں کام کر رہا ہے۔

جیرجی گروپ اور یونائیٹڈ ایئرلائنس کلکتہ میں اسکائی ٹیک سولیوشنس کے نام سے ایک سوفٹ ویئر فروغ مرکز قائم کرنے کے لئے ایک مشترکہ مہم پر ۲ کروڑ روپے (۵ ملین یو ایس ڈالر) سرمایہ لگانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ اس کے قائم ہونے سے ایئرلائنس کے کام کاج کو سہل بنانے کے لئے سوفٹ ویئر کے اطلاق کی ترقی اور اس کے فروغ پر خصوصی توجہ دی جا سکے گی۔

ہم لوگوں نے معاشی سرگرمی کی اس اچھال کو حمایت فراہم کرنے والے انفرااسٹرکچر کے تنقیدی کردار پر بھی غور کیا ہے۔ لہذا ریاستی حکومت اس میدان کو دوسرے علاقوں پر ترجیح دیتی ہے۔ انفرااسٹرکچر پروجیکٹ کو ہاتھ میں لینے یا کلکتہ کے قریب راجرہاٹ میں ایک نیا شہر بسانے کے نتائج کے تحت مشترکہ و نجی اور دیگر سکٹروں میں بڑے بڑے رہائشی پروجکٹس جس میں قومی اور ریاستی شاہراہوں، نئی ایکسپریس شاہراہوں، نئے بندرگاہ کا قیام، بہتیرے نشوونما کے مراکز، کلکتہ وغیرہ میں واقع ریور فرنٹ (ندی کے دہانوں) کی مرمت

شامل ہیں، کو روبہ عمل لایا جانے گا۔

میں جنوب میں واقع ہلدیہ اور شمال میں واقع سلی گوڑی سے کلکتہ کو جوڑنے والے شمالی جنوبی کوری ڈور پروجکٹ کا خصوصًا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک جامع ملٹی موڈل ٹرانسپورٹ کاریڈور کی حیثیت کا مالک ہے۔ دی ایشین ڈیولپمنٹ بینک نے بھی خود کو اس سے وابستہ کیا ہے اس نے اس پروجکٹ پر ایک ملین ڈالر کی رقم بطور پروجکٹ پریپریشن ٹکنیکل تعاون عطیہ لگایا ہے۔ اس ریاستی حکومت کی تیار کردہ مخصوص پروجکٹوں کا تذکرہ کرنا بھی میں یہاں لازمی سمجھتا ہوں۔ اس نوعیت کے پروجکٹوں میں کھڑگپور کے نزدیک واقع نکشتال سکٹر پر مبنی ایکسپنشن کمپلکس (اے)۔ ایم بائی پاس پر واقع ایک مال منزلہ ہال۔ مرکزی کلکتہ کے تسماذ نہر نظام میں سدھار وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ڈبلیو بی۔ آئی ڈی سی اور آئی سی آئی سی آئی کی مشترکہ مہم آئی۔ وین مذکورہ بالا جملہ مہمات جاری رہی ہے۔

آئندہ برسوں کے دوران تکنیکی طور پر زیادہ سے زیادہ سند یافتہ و لائق لوگوں کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاستی حکومت ہر ضلع میں انجینئرنگ کالج اور پولی ٹکنیکس کے قیام کو بڑھاوا دے رہی ہے اور یہ چاہتی ہے کہ مذکورہ ادارے کے کام کاج غیر سرکاری مجلس عاملہ چلائیں۔ اسی طرح نجی سکٹر میں مشہور اور تجربہ کار تنظیموں کے ذریعہ مشترکہ طور پر کالجوں کا قیام عمل میں لانے کی منظوریاں دی جا رہی ہیں۔ حکومت نے زیادہ سے زیادہ تعلیمی اداروں کو اپنے یہاں ذریعہ تعلیم انگریزی رکھنے کی اجازت دینے کے سلسلہ میں فیصلہ بھی لیا ہے۔

ہماری ریاست کے مضبوط زراعتی بنیاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم لوگوں نے فوڈ پروسیسنگ اور زراعت پر مبنی صنعتوں پر خصوصی توجہ دی ہے اور تقریبًا ۱۰۰ ایکڑ رقبہ کو فروغ دے کر ایک "فوڈ پارک" بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے مذکورہ بالا طرز کی یونٹوں کی تلاش جاری ہے۔ ہم لوگ بھی ایک مشترکہ مہم کے ذریعہ ایشیا کا سب سے بڑا ایک لیدر (چرمی) کمپلکس قائم کرنے والے ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ مذکورہ کمپلکس ایک برس کے اندر تیار ہو کر لیدر پروسیسنگ جدید ترین ٹکنالوجی کے استعمال اور تیار شدہ سامانوں کی مینوفیکچرنگ جیسی اکوموڈیشن اور عام خدماتی سہولتیں بہم پہنچانے کا اہل بن جائے گا۔ مذکورہ لیدر کمپلکس کلکتہ کے قریب ۱۰۰۰ ایکڑ رقبہ آراضی پر واقع ہوگا۔

پچھلی عبارتوں سے یہ صاف اور واضح ہو جاتا ہے کہ حکومت نے مثبت نتائج حاصل کرنے کے لئے اپنی زوردار کوششیں جاری رکھی ہے۔ ریاستی حکومت نے سرمایہ کاری کے منظرنامہ کو مزید بہتر اور روشن تر بنانے کے لئے کامرس اینڈ انڈسٹری کے چیمبروں سے صلاح و مشورہ کا سلسلہ جاری رکھنے کا فیصلہ لیا ہے۔ ہمارا مقصد یا ہماری منزل ملک کے صنعتی میدان میں مغربی بنگال کی برتری یا افضلیت کو ازسرنو قائم کرنا ہے اور اس کے لئے ہم لوگ سماج کے جملہ فرقوں اور عوام کے تمام حلقوں سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ ہمارے عظیم مقصد کی تکمیل میں ہمیں اپنا بھرپور تعاون دیں۔ ••

وزیراعلیٰ نے توانائی تعلیمی پارک کا افتتاح کیا

وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۱۵ر جنوری ۲۰۰۰ء کو ایک تقریب میں توانائی تعلیمی پارک (Energy Education Park) کا افتتاح کیا۔ اس تقریب کی صدارت وزیر صنعتی تعمیر نو و عوامی صنعت و توانائی و سائنس و ٹکنالوجی شری مرینال بنرجی نے کی۔ اس پروجکٹ کے لئے ریاستی شعبۂ سائنس و ٹکنالوجی غیر روایتی توانائی و سائل ویسٹ بنگال پولیوشن بورڈ، مرکزی وزارت غیر روایتی وسائل نے سرمایہ کاری کی ہے۔ اس کے علاوہ راجیہ سبھا کے ممبر شری مرینال سین نے اس سلسلے میں ایم پی ترقیاتی فنڈ سے رقم فراہم کی ہے۔

وزیراعلیٰ نے شہر میں ملک کی پہلی توانائی تعلیمی پارک کا افتتاح کرتے ہوئے بتایا کہ آئندہ دو برسوں کے اندر اس ریاست کے پانچ فیصد دیہاتوں میں بجلی کاری کی جائیگی۔ اس پروجکٹ کی تکمیل سے ریاست میں توانائی کی پیداوار کے روایتی طریقۂ کار سے پیدا ہونے والے بحران کا حل نکل جائے گا اور ماحولیات کی آلودگی کے مسئلہ پر بھی قابو پایا جا سکے گا۔ ••

مغربی بنگال میں لوک سبھا انتخابات پر ایک جامعہ کتاب کا اجراء



• ریاستی چیف الیکشن افیسر کتاب کا اجراء کرتے ہوئے

مغربی بنگال کے چیف الیکشن افیسر شری تیور سرکار نے گذشتہ ۲۲ دسمبر ۱۹۹۹ء کو رائٹرس بلڈنگس کے روٹنڈا میں منعقدہ ایک تقریب میں ریاستی حکومت کے شعبۂ داخلہ (سی اینڈ ای) کی جانب سے شائع شدہ کتاب "پارلیمنٹری الیکشنس ان ویسٹ بنگال" (مغربی بنگال میں پارلیمانی انتخابات) کا رسمی طور پر افتتاح کیا۔ اس کتاب میں آزادی کے بعد سے مغربی بنگال میں تمام پارلیمانی انتخابات کے نتائج اور جائزے شامل ہیں۔ اعداد و شمار پر مبنی یہ کتاب انتخابات اور ان کے تجزیات کے مطالعہ کے سلسلے میں کام کرنے والے محققین اور ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے افراد اور سرکاری کام کاج سے متعلقہ افسران کے لئے کافی اہمیت کی حامل ہے۔ پولنگ اپینڈکس میں ۱۹۵۲ اور ۱۹۵۷ء کے ابتدائی تجزیوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مغربی بنگال میں ۱۹۹۹ء کے انتخابات کافی دشوار کن تھے کیونکہ سیلاب نے ریاست کے وسیع علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ چیف الیکشن کمیشن اور سیلاب زدہ علاقوں کے ضلع مجسٹریٹوں نے ناقابل فراموش تجربوں کو قلمبند کیا ہے جو مشتاق محققین کے مطالعہ کیلئے دلچسپ مواد بن گئے ہیں۔ اس کتاب کی تکمیل کے لئے شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے ریسرچ افیسر شریمتی مالا باتسری داس نے تحقیقی کام انجام دیکر کافی مواد فراہم کیا ہے۔

اس کتاب کی قیمت ۲۰۰ روپئے رکھی گئی ہے۔ ویبل نے بھی اس تالیف کا سی ڈی روم ورشن شائع کیا ہے جس کی قیمت صرف ۳۰۰ روپئے ہے۔

عباس علی خاں بیخود: فن اور شخصیت" کا اجراء



• شری محمد امین کتاب کا اجراء کرتے ہوئے

ریاستی وزیر ترقیات و فلاح اقلیات شری محمد امین نے مولانا آزاد کالج میں منعقدہ ایک تقریب میں "عباس علی خاں بیخود — فن اور شخصیت" کا اجراء کیا۔ اس موقع پر وزیر خوراک و رسد جناب کلیم الدین شمس، جناب احمد سعید ملیح آبادی، جناب سالک لکھنوی، جسٹس کے۔ ایم یوسف اور مولانا آزاد کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ستیہ براتا بھٹاچاریہ، سید شاہ القادری اور کتاب کے مرتب ڈاکٹر محمد منصور عالم بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔

جناب محمد امین نے کتاب کا اجراء کرتے ہوئے اسے اردو ادب کے لئے قابل قدر کارنامہ قرار دیا۔ انھوں نے اپنی تقریر میں بیخود صاحب مرحوم کی ہمہ جہت شخصیت کے حوالے سے انھیں خراج عقیدت پیش کیا۔ ■■

ڈاکٹر مختار احمد انصاری — ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار

معصوم مراد آبادی

ہندوستان کو سامراجی طاقتوں سے آزاد کرانے میں جن لوگوں نے بے مثال قربانیاں پیش کیں، ان میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی شخصیت کئی اعتبار سے ممتاز اور متاثر کن ہے۔ وہ ایک مخلص قوم پرست، سچے محب وطن اور اصولوں پر کاربند رہنے والے رہنما تھے۔ انھوں نے جدوجہد آزادی کے کسی مرحلے میں اپنے نظریات کا نہ تو سودا کیا اور نہ ہی اپنی راہ تبدیل کرنے کی کوشش کی، بلکہ جس راستے پر وہ چلے، وہاں اپنے نقوش چھوڑتے چلے گئے۔ وقتی مشکلات اور رکاوٹیں ان کے حوصلوں کے آگے بے بس تھیں۔

قومی یکجہتی، ہندو مسلم اتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے علمبردار ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی شخصیت گوناگوں اوصاف کی حامل تھی۔ سادگی، انکساری اور رواداری ان کی شخصیت کے جوہر تھے۔ انھوں نے پوری زندگی ملک کی آزادی کی جدوجہد میں صرف کی اور ہر اس جگہ ڈٹے رہے جہاں بہتوں کے پاؤں لڑکھڑانے لگتے تھے۔ انھوں نے اپنی محنت، اخلاص اور لگن سے جدوجہد آزادی کی تاریخ پر جو نقوش چھوڑے ہیں، انھیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت، رولٹ ایکٹ کی مخالفت، ترک جانے والے طبی مشن کی قیادت نے انھیں مقبولیت اور اعتبار بخشا۔ انھوں نے جہاں بھی کام کیا وہاں اپنی کارکردگی اور اخلاص کے گہرے نقوش چھوڑے۔

ڈاکٹر مختار انصاری نے اپنی پوری زندگی قومی تحریک کے لئے وقف کر دی تھی۔ وہ دو قومی نظریہ کے سخت مخالف تھے۔ ان کی آنکھوں میں ایک سیکولر، متحد اور جمہوری ہندوستان کا خواب تھا، جسے وہ اپنی زندگی میں ہی شرمندۂ تعبیر ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔ اس راہ میں وہ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو کے ذہنی ہمسفر تھے۔ ان کا قول تھا: ”میں صرف انسانی اخوت کو ہی واحد رشتہ تصور کرتا ہوں اور نسل یا مذہب کی بنیاد پر انسانوں کی تقسیم میری نگاہ میں مصنوعی اور من مانی ہے۔“

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی پیدائش اتر پردیش کے مردم خیز خطہ غازی پور کی تحصیل یوسف پور میں ۲۵ دسمبر ۱۸۸۰ء کو ہوئی تھی۔ ان کے والد جناب عبدالرحمٰن ضلع بلیا کی تحصیل رسڑا میں عہدۂ امین پر فائز تھے اور خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے والد نے انھیں الٰہ آباد کے میور سنٹرل کالج میں تعلیم کے لئے بھیجا، جہاں انھوں نے انگریزی، ریاضی، ٹرگنومیٹری، جیومیٹری، منطق، طبیعیات اور کیمیا جیسے مضامین کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے بچپن اور نوجوانی میں انھیں اپنے گھر والوں سے بہت محبت اور توجہ ملی۔ ۱۸۹۶ء میں میور کالج سے انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد انھوں نے نظام کالج، حیدرآباد میں داخلہ لیا۔ اسی دوران شمس النساء نامی خاتون سے ان کی شادی ہوئی، جو ایک دیندار اور سماجی کاموں میں دلچسپی رکھنے والی خاتون تھیں۔ ۱۹۰۰ء میں ڈاکٹر انصاری نے نظام کالج سے گریجویشن مکمل کیا۔ یہاں کے اساتذہ ان کی محنت اور لگن سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انھیں ۱۸۹۹ء میں لندن جا کر طب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے مقصد سے اسکالرشپ دیا گیا۔ ۲۱ برس کی عمر میں وہ لندن روانہ ہوئے۔ وہ سمندر پار کا سفر کرنے والے اپنے خاندان کے پہلے شخص تھے۔ اپنی محنت، لگن اور توجہ سے انھوں نے ۱۹۰۸ء میں ڈاکٹر آف میڈیسن اور ماسٹر آف سرجری کی ڈگریاں حاصل کیں۔ یہ ڈگریاں انھیں میڈیکل کالج، ایڈنبرگ سے ملیں۔ اس کے فوراً بعد چیرنگ کراس ہاسپٹل میں ریزیڈینٹ میڈیکل آفیسر کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے ایڈنبرگ سے لندن گئے۔ وہیں لاک اسپتال میں انھوں نے کلینیکل اسسٹنٹ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ وہ اس ممتاز عہدے پر پہنچنے والے اولین ہندوستانی تھے۔ اسی دوران لندن میں ان کی ملاقات علامہ اقبال سے ہوئی۔

۱۹۱۰ء میں ڈاکٹر انصاری ہندوستان واپس آئے اور کئی برسوں تک پرانی دہلی میں اپنا مطب کیا۔ ان کے پیکر کی تصویر کشی پروفیسر محمد مجیب نے ان کی نامکمل سوانح میں اس طرح کی ہے: ”وہ چوڑے چکلے، متوسط قامت شخص تھے۔ نقوش میں کشش تھی۔ آواز میں جوش اور آہنگ، لیکن پہلی نظر میں جو چیز دیکھنے والوں کو سب سے زیادہ اپنی جانب متوجہ کرتی تھی، وہ تھیں ان کی آنکھیں، اس کے علاوہ شاندار مونچھیں اور گھنے ابرو۔“

سیاست میں ان کی آمد اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر نہیں تھی بلکہ وہ ملک و قوم کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو شدت سے محسوس کرتے تھے۔ ابتدا میں ڈاکٹر انصاری مولانا محمد علی جوہر سے بہت متاثر تھے۔ جنگ بلقان نے، جو سلطنت عثمانیہ کے زوال کا سبب بنی، ڈاکٹر انصاری پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ طرابلس پر اٹلی کے حملوں کی خبروں نے انھیں بے چین کر دیا۔ جنگ بلقان کے متاثرین کو طبی امداد پہنچانے کے لیے ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں ایک طبی مشن، دسمبر ۱۹۱۲ کو بمبئی سے ترکی روانہ ہوا۔ اس دوران ترکی کے تجربات نے انھیں ہندوستان میں برطانوی تسلط کی شدید مخالفت کی راہ پر ڈال دیا جو ان کی زندگی کی نمایاں پہچان بنا۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف ڈاکٹر انصاری بھی میدان میں اترے۔ یہ ایکٹ انگریز حکومت نے رائے عامہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ملک میں جبراً تھوپ دیا تھا۔ ۱۹۱۹ء تک انھوں نے رولٹ ایکٹ کے خلاف تحریک میں نمایاں حیثیت حاصل کر لی اور وہ دہلی میں گاندھی جی کے خاص نائب کی حیثیت سے اس تحریک میں شریک رہے۔ انھوں نے دہلی میں ہونے والی ہڑتالوں، احتجاجی جلسوں اور مظاہروں میں نمایاں حصہ لیا۔ وہ ۲۴ فروری ۱۹۱۹ کو قائم دہلی ستیہ گرہ کے سبھا کے اولین صدر تھے اور ۷ مارچ کو گاندھی جی دہلی آئے تو ستیہ گرہ کا عہد کرنے والوں میں بھی وہ شامل تھے۔ فروری سے اپریل ۱۹۱۹ کے دوران، ان کی زبردست کوششوں کے سبب دہلی میں گاندھیائی تحریک کے حق میں زبردست عوامی جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر انگریز حکومت نے انھیں گرفتار کرنے کی بھی کوشش کی۔

بعد ازاں، انصاری نے تحریک خلافت اور قومی تحریکوں کے لیے عوامی حمایت حاصل کرنے کی غرض سے ضلعی، صوبائی اور کل ہند سطحوں کے جلسوں کی صدارت کی۔

عدم تعاون کے پروگرام کے تحت حکومت کے امداد یافتہ تعلیمی اداروں کے بائیکاٹ کی اپیل نے ڈاکٹر انصاری کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ جواہر لال نہرو کے ساتھ بنارس گئے، جہاں انھوں نے طلباء کی ایک عدم تعاون کمیٹی تشکیل دینے میں مدد کی۔ یہی کام انھوں نے الہ آباد، علی گڑھ اور آگرہ میں انجام دیا۔ انھوں نے دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا اور اسے پروان چڑھانے میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کیں۔ ڈاکٹر انصاری جامعہ کی شدید ابتری کے زمانے میں اس کے مسیحا ثابت ہوئے۔

غزل — شاہ جہاں محیط

دریچے ہیں نہ دیواریں نہ چھپر کا ہی سایہ ہے
جہاں مخلوق رہتے ہیں اجالا ہی اجالا ہے
یہ دنیا کیا ہے؟ میرے نزدیک مٹی کا کھلونا ہے
یہاں ہر چیز جاذب ہے یہاں ہر چیز دھوکا ہے
کسی کے ساتھ بچپن میں بنایا تھا جو گھر میں نے
خیالوں میں مرے ہر دم وہ مٹی کا گھروندا ہے
نگاہیں پھیر لیں ہمدم گلوں نے مجھ سے گلشن میں
بڑھا کر ہاتھ کانٹوں نے مرے دامن کو تھاما ہے
جسے ظاہر میں تم قطرہ سمجھتے ہو مرے ہمدم
حقیقت کی نگاہوں سے جو دیکھو تو وہ دریا ہے
بھٹکتا ہے جو صحرا میں یہ کہہ دو تم محیط اس کو
اسے ہے جستجو جس کی وہ میرے دل میں رہتا ہے

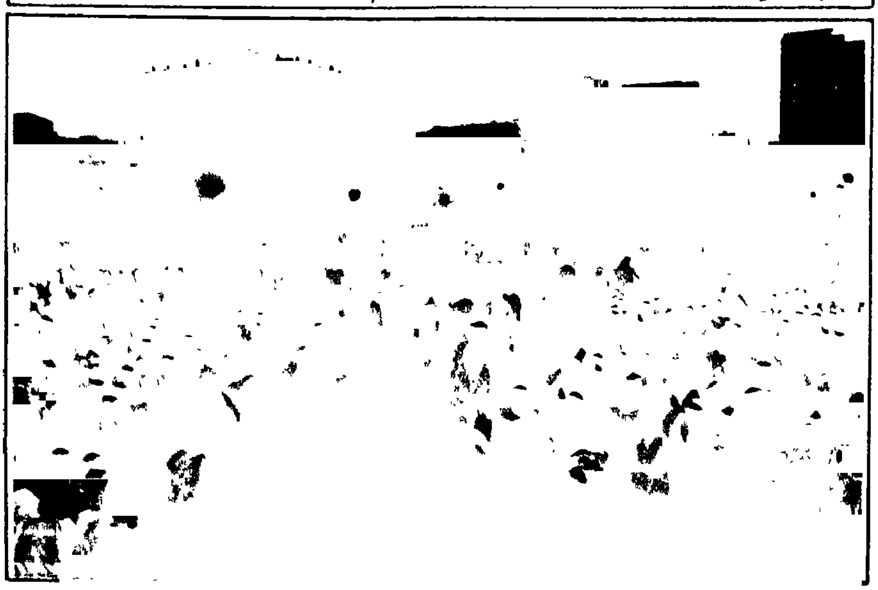
امیر جامعہ کی حیثیت سے انھوں نے برسوں اس ادارے کی آبیاری کی۔

۱۶ جولائی، ۱۹۲۶ء کو انھوں نے مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کی محدود سیاست سے علیحدگی اختیار کر کے کانگریس سے وابستگی کا اعلان کیا۔ کانگریس استقبالیہ کمیٹی نے ۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ڈاکٹر انصاری کو اپنا ۴۲ واں صدر منتخب کر لیا۔ صدر منتخب ہونے کے بعد انھوں نے برسوں پرانی روایت پر عمل کرتے ہوئے ممتاز ہندو اور مسلم لیڈروں کو مدراس میں ہونے والے کانگریس اجلاس میں شرکت کی دعوت دی اور تمام قوم پرست طاقتوں سے، جو کہ عدم تعاون پر یقین رکھنے اور نہ رکھنے والوں میں تقسیم ہو گئی تھیں از سر نو متحد ہونے کی اپیل کی۔ انھوں نے اپنی تصویر ہندو مسلم اتحاد کے ایک علمبردار کے طور پر پیش کی۔ ۱۰ مئی ۱۹۳۶ء کو دل کا دورہ پڑنے سے ان کا انتقال ہو گیا اور جامعہ ملیہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی شخصیت زمانہ ساز تھی اور ہمارے ملک کی جد و جہد آزادی نے جن سورماؤں کو جنم دیا تھا، ان میں ڈاکٹر انصاری کئی وجوہات سے یکتا اور منفرد تھے۔ انھوں نے اپنی انتھک جد و جہد، لگن اور محنت سے ملک کی تحریک آزادی کو تقویت پہنچائی اور ہمیں ایک آزاد، خوشحال اور جمہوری ہندوستان میں سانس لینے کا موقع دیا۔ (شکریہ پی آئی بی)



کلکتہ کے میئر شری پرسنتا چیٹرجی گذشتہ ۲۵ فروری کو اسٹیٹ اسٹوڈنٹس یوتھ فسٹول کی
سہ روزہ اردو ادبی وثقافتی تقریبات کا افتتاح کرتے ہوئے۔ تصویر میں مانب بلمرجی اور بکھی دے دیکھے جاسکتے ہیں۔
نیچے تصویر میں مختلف اسکولوں کے طلباء وطالبات کا جم غفیر۔ (تصویر : انجن خان)

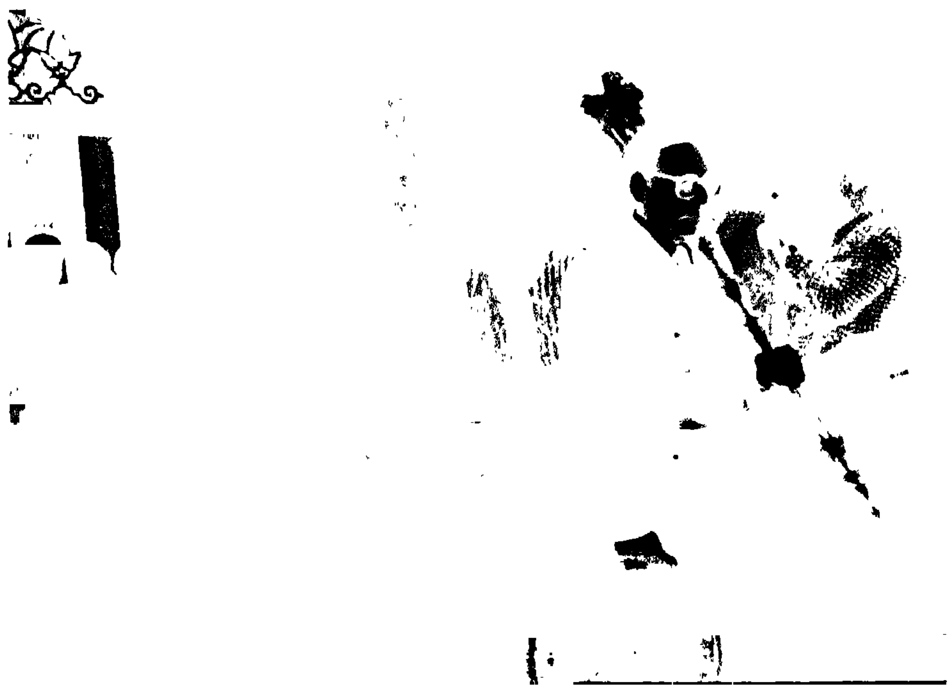


MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
March 1, 2000



Chief Editor: Tarapada Ghosh, Asst. Editor Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd. 166, Bepin Behari Ganguly Street, Calcutta 700012

مغربی بنگال









بجٹ پیش کرنے سے قبل وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے۔ (تصویر: ارجیت بھٹاچاریہ)

پندرہ روزہ

کلکتہ

مغربی بنگال

ریاستی بجٹ برائے ۲۰۰۰ تا ۲۰۰۱ء ـــــ خصوصی شمارہ

جلد نمبر ۴۷ ★ ۱۵ مارچ و یکم اپریل ۲۰۰۰ء ★ شمارہ نمبر ۵ اور ۶

مدیر اعلیٰ : تاراپدا گھوش

نائب مدیر : محمد مصطفیٰ

شرح خریداری

سالانہ: بیس روپے ★ نصف سالانہ: دس روپے

★ اس شمارے کی قیمت : ایک روپیہ

★ ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

بزنس منیجر!

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۱/۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ

کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

★ پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفتر ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

چرتھی منزل، بلاک ۱

رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371. Ext: 710

ترتیب

سرورق پر : گورنر شری ویرین جے شاہ امسال کے اسمبلی سیشن کا آغاز کرنے کیلئے مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی ہاؤس کی راہداری میں۔

دستورِ ہند

باب IV اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے:

بنیادی فرائض:-

ہندستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ:

(الف) دستورِ ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

ب) آزادی کیلئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والی اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

ج) ہندستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور ان کی حفاظت کرے۔

د) اپنے ملک کا دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

ہ) ہندستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارگی کے جذبے کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان اور خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کردے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہے۔

و) ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثتی قدروں کو سمجھے اور اس کی حفاظت کرے۔

ز) قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں، فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کیلئے ہمدردی رکھے۔

ح) سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

ط) عوامی املاک تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

ی) انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

گورنر نے ریاست مغربی بنگال کی ہمہ جہت ترقی کی سراہنا کی

مغربی بنگال کے گورنر شری وریندر شاہ نے گزشتہ ۲ مارچ کو حالیہ سال کے دوران بدھان سبھا کے پہلے سیشن کا آغاز کرتے ہوئے ریاست کے مختلف شعبوں کی گوناگوں کارگزاریوں اور ریاستی حکومت کے نصب العین کی وضاحت کی۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ اس ریاست میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور امن کی عظیم روایت کو عوام کی سرگرم حمایت اور انتظامیہ کی چوکس حکمت عملی سے برقرار رکھا جا سکا ہے۔ گورنر موصوف کے خطبہ کا اردو متن درج ذیل ہے :

معزز اسپیکر اور معزز اراکین!

میں سال رواں کے دوران بدھان سبھا کے اس اجلاس کے موقع پر نہایت ہی گرمجوشی کے ساتھ آپ سبھوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ میں مخلصانہ طور پر آپ سبھوں کو نیک خواہشات پیش کرتا ہوں اور آپ سبھوں کے ذریعہ اپنی ریاست کے عوام تک گرمجوشی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں

آغاز ہی میں ہم ہندستان کے سابق صدر شری شنکر دیال شرما کے انتقال پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم لوگ ایک سابق ممتاز کابینہ وزیر شری رومن مکھرجی، اس ہاؤس کے سابق اراکین شری سوکمار داس، شری گوپال کرشنا رائے، شری نرودر رائے چودھری اور سری نارین ہانسدہ، مغربی بنگال قانون ساز کونسل کے ایک سابق رکن اور پارلیمنٹ کے ایک سابق رکن ادمار رائے اور اس ہاؤس کے ایک سابق رکن شری سکتی کمار سرکار جو پارلیمنٹ کے ایک سابق رکن بھی رہ چکے تھے، کی موت پر بھی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم لوگ اس ہاؤس کے ان تمام سابق اراکین شری کیشب چندر بھٹاچارجی، شری پنچین سنگھا، شری جگن ناتھ مجمدار، شریمتی ایلا رائے، شری رام لوچن مکھوپادھیائے، شری بسنتا لال چیٹرجی اور شری ستیہ پدا بھٹاچاریہ جو انتقال کر چکے ہیں، کو بھی دکھ کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ ہم لوگ ایک عظیم تجربہ کار مجاہد آزادی اور سماجی کارگزار شری پنا لال داس گپتا، ربندر سنگیت کے ایک عظیم شارح شری شانتی دیب گھوش، ایک ممتاز موسیقار اور ماہر رقص شری آنند اشنکر، ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ ادیب شری نیرود سی چودھری، ایک معزول سول سرونٹ شری اشوک مترا، بنگلہ سنیما کی ایک مشہور نائکہ شریمتی سندھیا رانی، ایک مقبول عام گیت کار شری پولک بندوپادھیائے اور ایک مایۂ ناز ہستی شریمتی رنجابتی سرکار کی موت پر بھی رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں

میری ریاستی حکومت بھی ہندستانی ہوائی افواج کے ان بہادر نوجوانوں کو خراج عقیدت پیش کرتی ہے جنہوں نے کارگل سیکٹر میں آپریشن "وجے" کے دوران اپنی جان وطن کے لئے قربان کر دی۔ ان کا احترام کرتے ہوئے اور ان کی عظیم قربانیوں کو سراہتے ہوئے میری حکومت نے ان شہید جوانوں کے غمزدہ خاندانوں کو فی کس ۲ لاکھ روپئے بطور عطیہ دینے کی منظوری دی ہے جو اس ریاست کے ہیں۔ مزید برآں ان مرنے والے سپاہیوں کے منحصر افراد کو دیگر اقسام کا تعاون بھی ریاستی حکومت دے رہی ہے۔ مثلاً خاندان کے کسی ایک رکن کو روزگار کی فراہمی، زمین و مکانات کی گنجائش اور ریاستی ٹرانسپورٹ کارپوریشنوں کی جانب سے مفت سفر کرنے کے پاس مہیا کر رہی ہے۔ متعلقہ اضلاع میں کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں جن کا کام کارگل جنگ میں مرنے والے، زخمی ہونے والے یا معذور ہو جانے والے سپاہیوں کے خاندانوں کی رفاہ کے کام کاج کی دیکھ ریکھ کرنا ہے۔ ریاست نے قومی دفاعی فنڈ کے فروغ کے لئے وزیر اعلیٰ راحت فنڈ کے ذریعہ عوام سے چندے بھی اکٹھا کئے ہیں۔

یہ امر نہایت ہی تشفی بخش ہے کہ اس ریاست میں فرقہ وارانہ

امن اور ہم آہنگی کی عظیم روایت کو عوام کی سرگرم حمایت اور انتظامیہ کی چوکسی حکمت عملی سے برقرار رکھا جا سکا ہے۔ دہشت پسندانہ سرگرمیوں کو دوبارہ سر عام لانے کی پُرزور کوششیں ہوتی ہیں لیکن انتظامیہ نہایت ہی چوکنی اور ہوشیار رہی ہے۔ خصوصاً سرحدی اضلاع میں امن و امان میں خلل ڈالنے والی طاقتوں پر کڑی نظر رکھی ہے۔ متعلقہ مرکزی ایجنسیوں کے ساتھ تعلقات بنائے رکھا ہے تاکہ اطلاع و خبر کی لین دین میں کوئی دقت نہ پیش آئے اور مشترکہ انسدادی کارروائی میں سہولت ہو۔ سرحدی جرائم اور بین الاقوامی سرحدوں سے ہونے والی دراندازی پر کڑی نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ تیرہویں لوک سبھا کے عام انتخابات اس ریاست میں آزادانہ، منصفانہ اور پُرامن طور پر ہوئے۔ تیسری دارجلنگ گورکھا ہل کونسل کے انتخابات، ۱۷ میونسپلٹیوں اور ۲ میونسپل کارپوریشنوں کے انتخابات اور تین اسمبلی حلقوں کے حالیہ ضمنی انتخابات امن وامان کے ساتھ منعقد ہوئے۔

ملک کے اندر جرم کی صورت حال پر اگر مجموعی نظر ڈالی جائے تو اس ریاست میں نظم و نسق کی صورت حال بالکل تشفی بخش ہے۔ بہرکیف سیاسی تصادم کے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں خصوصاً حال ہی میں، چند اضلاع کے چند خاص علاقوں میں اس نوعیت کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ میری حکومت تشدد آمیز واقعات کو دبانے میں بڑی مستعد اور کامیاب رہی ہے۔ سماج دشمن عناصر، خواہ ان کے کتنے ہی بڑے سیاسی تعلقات کیوں نہ رہے ہوں، کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے لازمی انتظامی اقدامات کئے گئے ہیں۔ لیکن محض انتظامی کارروائی ہی کافی نہیں ہوتی ہے بلکہ تشدد کو ختم کرنے کیلئے سیاسی پارٹیوں کے سرگرم تعاون کا ہونا بھی نہایت ہی لازمی ہے۔ یہ سیاسی حکمت عملی ضلع سطح پر روبہ عمل لائی گئی ہے اور اسے ریاستی سطح پر اپنایا گیا ہے۔

شہریوں کے مسائل سے متعلق عوامی شکایات کو دور کرنا ہی ہماری حکومت کے لئے نہایت ہی اہم اور ضروری کام ہے۔ جنوری ۱۹۹۹ء کے دوران عوامی شکایات دور کرنے کے سلسلے میں حکومت کی جانب سے جاری کردہ مفصل اور جامع احکامات کی روشنی میں عوامی شکایت و تعاون دفاتر، بکاش بھون، نیو سکریٹریٹ بلڈنگس اور رائٹرس بلڈنگس میں کھولے گئے۔ اس نوعیت کے دیگر دفاتر ضلع اور سب ڈویژنل سطحوں پر بھی کھولے گئے ہیں۔ ان دفاتر میں موصول ہونے والی عوامی شکایات دور کرنے کے کام کی نگرانی سے ڈویژنوں کے کمشنروں کو نہایت ہی قریب سے وابستہ رکھا گیا ہے۔ میری ریاستی حکومت نہایت ہی سنجیدگی کے ساتھ فرمانروائی کے اس پہلو پر توجہ دے رہی ہے اور اسے نپٹا رہی ہے۔

حکومت کے کام کاج کو بہتر بنانے پر ورکنگ گروپ کی سفارشات کی بنیاد پر انفارمیشن ٹکنالوجی کے آلات و وسائل کے استعمال پر مختلف شعبوں کے افسران و ملازمین کو تربیت دینے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ ایک موثر، جدید اور کارگر انتظامیہ جسے اپنے کام کی جوابدہی کرنی ہوگی، جس کے کام کاج سبھوں کے سامنے شفاف شیشے کی مانند عیاں ہوں گے اور جس کے کام کاج شہریوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہوں گے، کی فراہمی پر روشنی ڈالنے کے لئے اپریل ۱۹۹۹ء کے دوران کلکتہ میں ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا تھا اور اس ورکشاپ میں علمی و ادبی ہستیوں، غیر سرکاری تنظیموں وغیرہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور حکومت نے ترقی پسندانہ اقدامات کی تشکیل اور ان پر زور ڈالنے کی بات کہی۔

اپنے وجود، مقصد، پر فائز ہونے سے روشناس کرا اس بات کی تربیت دی جائے کہ ان کو سونپے گئے کام کو وہ لوگ بخوبی انجام دیں اور اس سلسلے میں ان کی کارکردگی، ان کے نظریۂ خیال اور طریقۂ کار کو بہتر اور کارگر بنانے پر روشنی ڈالنے کی ازحد ضرورت ہے اور ان ساری باتوں کا اطلاق ان کے آنے والے کرداروں پر بھی ہوتا ہے۔ جولائی ۹۹ء کے دوران تربیت پر ایک ریاستی صلاح کار کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا کام ریاستی تربیتی پالیسی تشکیل کرنا اور اس پر عمل درآمد کرانا ہے۔ ریٹائرڈ آرمی چیف اور پارلیمنٹ کے رکن شنکر رائے چودھری کو مذکورہ کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا ہے۔

میری حکومت زیادہ کھلے پن اور بہتر کارکردگی کے لئے تمام سطحوں پر عوام کے ساتھ اپنے تال میل میں الیکٹرانک ذریعہ ابلاغ

کا مستقبل میں استعمال کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے۔ اس بات کو حکومت کی انفارمیشن ٹکنالوجی پالیسی میں وضاحت کیساتھ پیش کیا گیا ہے۔ میری حکومت سیول سرونٹس کے درمیان کام کے طریقہ کار اور کام کی ثقافت کو مزید بہتر بنانے کے لئے اپنے قول و عہد پر پابند ہے تاکہ مذکورہ پنج درجی مرحلے میں کارکردگی کو ترقی پسندانہ طور پر بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے پابندی وقت اور حاضری کے پچھلے حکمناموں کو از سر نو لاگو کرنے کے سلسلے میں نئی ہدایات جاری کی گئی ہیں اور ان کے اچھے نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں۔

پنچایتوں اور دیہی فروغ کے میدان میں، میری حکومت نے عوام کو عطا کردہ اختیارات کو لامرکوز بنانے کے عمل کو مضبوط بنانے اور غریبی کو ختم کرنے کے سلسلے میں چند نئے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ دستور ہند میں ۷۳ ویں ترمیم کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاستی سطح پر ابتک مرکوز کردہ اختیارات و فرائض کو نمایاں طور پر پنچایتوں کے ہاتھوں منتقل کردیا گیا ہے۔

اسی طرز پر منصوبہ بندی کے عمل کو لامرکوز بنانے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے ہیں تاکہ عوام براہ راست طور پر ترقیاتی پروگراموں کی تشکیل اور ان پر عمل درآمد کے کام میں حصہ لے سکیں۔ اس کا مقصد گرام سبھا سطح سے جہاں گاؤں میں لوگ، مقامی سماجی و معاشی صورت حال کا تجزیہ کرسکیں اور فروغ متعلق مسائل کی شناخت کرپائیں، منصوبہ بندی کے عمل کی شروعات کرنا ہے۔ یہ لوگ ممکن حل بھی تلاش کرپائیں گے، وسائل کی نشاندہی اور ان کی تشکیل بھی کرپائیں گے اور اپنی ترجیحی ضروریات کے مطابق اپنے منصوبے تشکیل دے پائیں گے۔ ان کوششوں کا نتیجہ گرام پنچایت وار منصوبوں میں برآمد ہوں گے اور یہ منصوبے بعد ازاں ہر اونچی سطح کے ترقیاتی منصوبوں کی تشکیل میں کامیاب رہنمائی کریں گے۔ عوام بھی زیادہ مؤثر طور پر مذکورہ منصوبوں کو روبہ عمل لانے میں اپنا کردار نمایاں طور پر ادا کرپائیں گے۔ ترقی و منصوبہ بندی، پنچایت اور دیہی ترقی، بلدیاتی امور و مالیات شعبے مشترکہ طور پر منصوبہ بندی کی لامرکزیت کو روبہ عمل لارہے ہیں اور اضلاع

کے دیہی اور شہری علاقوں میں بنیادی سطح سے شعبوں کی ریاستی سطح کے منصوبوں تک منصوبوں کو ایک دوسرے سے جوڑ رہے ہیں

جیسا کہ گزشتہ سال اس امر کا تذکرہ کیا گیا تھا عین اسی کے مطابق اراضی ریکارڈ تفاصیل کے لئے کمپیوٹر کا استعمال کیا گیا ہے تاکہ تفاصیل عیوب سے پاک رہیں اور متعلقہ اعداد و شمار کو بہتر طور پر محفوظ رکھا جاسکے۔ اس سے اراضی کے ریکارڈس کو وقت پر مکمل رکھنے اور بنا کسی پریشانی کے فوری طور پر کاغذات کی مصدقہ نقول جاری کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ کل ۳۸۱۲۷ مواضعات میں سے ۳۱۶۸۰ موضع جو حتمی طور پر شائع ہوچکا ہے، کے سلسلے میں اعداد و شمار کے اندراج کا کام مکمل ہوچکا ہے۔ ۳۴۱ بلاکوں میں سے ۱۲۴ بلاک کو قابل عمل کیا جاچکا ہے اور جہاں سے کمپیوٹر کے ذریعہ حقوق کے ریکارڈ کی مصدقہ نقلیں جاری کی جارہی ہیں۔ ابتک ۲۵ر۳۶ لاکھ بے زمین افراد کے درمیان ۱۰ر۴۳ لاکھ ایکٹر قطعات اراضی تقسیم کئے جاچکے ہیں۔ ان میں ۹ر۲۵ لاکھ افراد شیڈولڈ کاسٹ اور ۴ر۹۴ لاکھ افراد شیڈولڈ ٹرائب سے تعلق رکھتے ہیں۔

ارکان انتظامیہ کو مضبوط بنانے اور اراضی ریکارڈس کو حسب حال اور تازہ ترین بنانے کے لئے مرکز کی پیش کردہ ایک اسکیم کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔ اسکیم ہذا دیہی سطح پر دفتر عمارتوں اور ریکارڈ کمروں کی تعمیر پر مشتمل ہے۔ ریاستی حکومت نے اس مد پر ۱۷ر۱۰۵۲ لاکھ روپے صرف کئے ہیں اور حکومت ہند نے ۳۶ر۱۰۳۲ لاکھ روپے مختص کئے ہیں۔

زراعت ریاستی معیشت میں ایک نہایت ہی اہم کردار ادا کرتی ہے اور اس ریاست کے ہر چار افراد میں سے تقریباً ۳ افراد براہ راست یا بالواسطہ طور پر زراعت سے وابستہ ہیں۔ سال ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران اس ریاست میں پیدا ہونے والے کل اناج کی مقدار ۱۴۳ر۶۷ لاکھ ٹن تھی اور ۹۸-۱۹۹۷ء کے دوران ۱۴۳ر۵۴ لاکھ ٹن تھی۔ اس ریاست میں زراعت ہی کامیاب کہانیوں میں سے ایک رہی ہے۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران چاول، گیہوں اور دیگر اناج کی زرخیزی یا ثمر آوری ۲۲۵۵ کیلو

[illegible] ایم فی ہیکٹیر [illegible] گرام فی ہیکٹیر تھا اور ۱۱۹ کیلوگرام فی ہیکٹیر کے بالترتیب [illegible] ریکارڈ کی گئی ہے۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران آلو اور چقندر کی زرخیزی [illegible] ۱۱۰۱ کیلوگرام فی ہیکٹیر [illegible] اور ۱۰۵ر۱۱ ٹن فی ہیکٹیر [illegible] رہی ہے۔ ۱۱-۱۹۹۸ء کے دوران کھاد ء معدنی [illegible] ۱۲ کیلوگرام فی ہیکٹیر [illegible] جبکہ اس ریاست میں [illegible] کیلوگرام کھاد صرف کی گئی ہے۔

۹۹-۱۹۹۸ء یعنی ۹ ویں منصوبے کے دوسرے سال کے دوران زبردست طوفان اور بارش [illegible] خریف کی فصل کو زبردست نقصان ہوا تھا۔ [illegible] اضلاع خشک سالی کے شکار ہوئے تھے۔ ۱۵ اضلاع سیلاب سے متاثر ہوئے تھے اور ایک طوفان کی زد میں آیا تھا۔ [illegible] کے باوجود اس سال ریاست میں اناج کی پیداوار بڑھ کر [illegible] لاکھ ٹن ہو گئی تھی۔ خریف چاول کی پیداوار میں نقصان [illegible] تلافی گرمی کے چاول کی ریکارڈ پیداوار سے ہو گئی تھی۔ سال ہذا کے دوران پٹسن کی پیداوار ۷۵ر۶۵ لاکھ گانٹھ کے اندازے کے مقابلے میں ۳ر۷۳ لاکھ ٹن ہوئی تھی۔ آلو اس ریاست کی دوسری اہم تجارتی فصل ہے۔ اسی سال کے دوران آلو کی پیداوار ۹۱ر۶۰ لاکھ ٹن کے پیداواری نشانہ کے مقابلے میں ۸۹ر۶۶ لاکھ ٹن ہوئی تھی۔

پھلوں کی کاشتکاری، پھولوں کی باغبانی اور فوڈ پروسیسنگ کے امکانات اس ریاست میں بے شمار ہیں۔ حکومت ہذا نے اس ریاست کے غریب اور چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کی آمدنی میں اضافہ کرنے اور ان کے لئے زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع پیدا کرنے کیلئے متعدد پروگرام شروع کئے گئے ہیں۔ آئندہ دس برسوں کے اندر پھلوں، سبزیوں اور پھولوں کی پیداوار دگنی کرنے کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے شعبۂ ہذا نے تمام اضلاع کے کچھ کاشتکاروں کو مختلف قسم کی زرخیز اور اچھے بیجوں کی تھیلیاں فراہم کرائی ہیں۔ قبائلی علاقوں میں ۲۳۵۶۱ ناریل کے ننھے پودے تقسیم کئے گئے ہیں اور ہماری ریاست ہورٹی کلچر فارموں میں پودے اگانے کے لئے ۵۰۰۰۰ ناریل کے درخت کے بیج حاصل کئے گئے ہیں اور یہ بیج آئندہ بارش کے موسم کی آمد سے قبل کسانوں کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے۔ چند اضلاع میں مخصوص یا منتخب علاقوں میں پھلوں کی پیداوار کو بڑھانے کیلئے ۵۸۱۸۴ عدد مختلف قسم کے پھلوں کے پودے تقسیم کئے گئے ہیں۔ باغات کو فروغ دینے کیلئے ۱۹ بلاکوں کے چھوٹے کسانوں کو ترغیبات سے نوازا گیا۔

مختلف موسمیاتی اور جغرافیائی اسباب کی بناء پر مغربی بنگال کو اکثر و بیشتر خشک سالی، زمین کھسکنے، سیلاب، زبردست بارش، آندھی، طوفان اور ژالہ باری جیسے قدرتی آفات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ اپریل اور مئی کے دوران بارش نہ ہونے کی وجہ سے پرولیا، بانکوڑا، بیربھوم، بردوان، ہگلی، مدنا پور، مرشدآباد، اتر دیناج پور اور دکھن دیناجپور کے اضلاع خشک سالی جیسی صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں۔ خشک سالی سے متاثر علاقوں میں پرانے ٹیوب ویل کی دیکھ ریکھ اور نئے سنکنگ ٹیوب ویل کو قابل استعمال بنانے کیلئے صحت عامہ انجینئرنگ شعبہ کو ۶۰۰ لاکھ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ خشک سالی سے متاثرہ اضلاع کے ضلع مجسٹریٹوں کو اچھی خاصی مقدار میں غذائی اجناس اور ہنگامی حالات سے نبرد آزما ہونے کیلئے رقوم بھی دی گئی ہیں۔ اس ریاست کے ۱۴ اضلاع کو غیر متوقع سیلاب کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ ناگہانی اور زبردست جوار بھاٹے کے ساتھ ساتھ مسلسل بارش ہونے کی وجہ سے کلکتہ کے کچھ علاقے میں زبردست طور پر پانی جم گیا تھا۔ ۲۵۶ بلاکوں اور ۷۰ میونسپلٹیوں میں کل ۱۲۸ لاکھ افراد اس سیلاب سے متاثر ہوئے تھے اور ان میں ۷۹ افراد کی موت بھی شامل ہے۔ ۳۴۵۶۸۵ گھر پوری طرح تباہ و برباد ہو گئے تھے اور ان ۲۱۳۸۴۱ گھروں کو جزوی طور پر نقصان پہنچا تھا۔ تقریباً پندرہ لاکھ سیلاب میں پھنسے افراد کو بچایا جا سکا اور انہیں ۷۶۸۵ راحت کیمپوں میں پناہ دی گئی۔ غذائی اجناس، ترپال، کپڑے اور بے بی فوڈ بڑی مقدار میں فراہم کئے گئے۔ زیادہ خراب صورت حال والے علاقوں میں ہندستانی ہوائی افواج کی مدد سے ہوائی جہاز کے ذریعہ غذائی اجناس گرائے گئے۔ اس سیلاب اور پانی کے کھڑے ہو جانے کی وجہ سے کل ۲ر۲۰۸۶ کروڑ روپے کا نقصان ہونے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ میری حکومت نے آفات سے راحت کے قومی

تقریباً ۴۳۶۷ کروڑ روپے بطور مرکزی امداد طلب کی۔ بہرکیف اب تک ہمارے پاس کچھ بھی نہیں پہنچا ہے۔ اکتوبر کے آخر میں اڑیسہ کے ساحلی علاقے اور مدناپور کے حصے ایک بڑے طوفان کی زد میں آئے ہیں۔ حکومت مغربی بنگال نے اڑیسہ کے متاثر لوگوں کو راحت پہنچانے کے لئے فوراً اپنا تعاون دیا۔ ڈاکٹروں کی جماعتیں فوراً وہاں روانہ کی گئیں۔ اڑیسہ کے سیلاب سے متاثر لوگوں کو جنریٹر سیٹ، چوڑا، پاؤڈر دودھ، گڑ، موم بتیاں، ماچس کی ڈبیاں، پالی تھنس کے رول، ترپال، بسکٹ، روئی کے کمبل، ساڑیاں، دھوتیاں، لنگیاں بچوں کے کپڑے بطور عطیہ فراہم کئے گئے۔

اس ریاست کی گھنی آبادی اور آراضی کی کم سے کم فی کس دستیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے، حیوانی وسائل ترقیاتی شعبہ روزگار کے مواقع کی تشکیل، لیراسٹاک فارمنگ عوامل میں جدید ٹکنالوجیوں کے شروع کرنے، بیطاری تعلیم و تحقیق کے فروغ، جانکار اور تربیت یافتہ متعلقہ شعبہ کے عہدیدار کی ترقی اور پنچایتی نظام سے موثر تال میل جیسے سماجی اور تکنیکی مقاصد پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ اس ریاست نے مصنوعی انسی منشن یونٹوں کا ایک وسیع جال بچھا رکھا ہے اور اس کے ذریعہ مویشی اسٹاک کی بہتری کی خاطر سالانہ تقریباً ۷ لاکھ مصنوعی انسی منشن کو روبہ عمل لایا گیا ہے۔ مویشیوں اور مرغیوں کی بہتر اور اچھی دیکھ ریکھ، انڈوں اور گوشت کی مقدار میں اضافہ کی شکل میں برآمد ہوئے۔ اس ریاست کے پاس دس عدد ڈیری پلانٹس ہیں۔ ان میں ایک مشترکہ سکٹر کا ہے اور دو یونٹیں امداد باہمی سیکٹر کے تحت ہیں اور ان تمام کی پروسیسنگ صلاحیت ۱۰۵ر۱۶ لاکھ لیٹر یومیہ ہے۔ ۵ نجی ڈیریاں بھی خدمات انجام دے رہی ہیں اور ان کی مذکورہ صلاحیت ۲ لاکھ لیٹر یومیہ ہے۔

مچھلی کی پیداوار میں اضافہ کے مقصد کے تحت مچھلی پالن شعبہ اس سال بھی اپنے ماہی فروغ پروگرام جاری رکھے گا۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ آج بھی مغربی بنگال کو ملک کے اندر مچھلی کی پیداوار کے معاملہ میں اوّل مقام حاصل ہے۔ عالمی بینک کے تعاون سے حاصل کردہ جھینگا کاشتکاری پروجیکٹ کے تحت تمام چار مقامات یعنی ریگھا، ڈاؤن پٹرا بار، کینگ اور دیگھیر بار میں متعلقہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ اس پروجیکٹ کے تحت ۳۳ر۱۵۴ ہیکٹیئر کھارا پانی علاقہ کو فروغ دیا گیا ہے۔ اس سے ۶۷۷ افراد مستفیض ہوں گے۔ تقریباً ۳۳ر۴۴ کروڑ روپئے پروجیکٹ ہذا پر صرف کئے جا چکے ہیں۔ سمندری مچھیروں کے لئے ایک نئی رفاہی اسکیم چالو کی جا چکی ہے۔ ان سمندری مچھیروں کی بیکاری کے دنوں میں جب وہ اعلیٰ سمندروں پر مچھلی پکڑنے نہیں جا سکتے ہیں یہ اسکیم ان مچھیروں کو مالی امداد بہم پہنچانا چاہتا ہے۔ پہلے مرحلے میں ۵۰۰۰ سمندری مچھیروں کو دائرۂ عمل میں رکھا گیا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ سالِ رواں کے دوران ۲۰۰۰ مزید سمندری مچھیروں کو مذکورہ دائرۂ عمل میں لایا جائے گا۔ اس اسکیم کے تحت ہر مستفیض ہونے والے فرد کو ۱۰۸۰ روپے بطور یک مشت امدادی رقم ملیں گے۔

جنگلوں اور جنگلاتی زندگی کے فروغ اور تحفظ کے لئے شعبۂ جنگلات نے بہتیری اسکیمیں اپنائی ہیں اور جنگل تحفظ کمیٹیوں اور ماحولیات فروغ کمیٹیوں کی تشکیل کے ذریعہ جنگل کے آس پاس رہنے والے لوگوں کو اپنی اس اسکیم میں شامل کیا ہے۔ سائنسی طور پر دیکھ ریکھ نے ۹ سال کی مدت کے دوران تقریباً ۶۸ ر فیصد علاقوں کو سرسبز بنایا ہے۔

فارم فارسٹری اور ایگرو فارسٹری کے ذریعہ قدرتی وسائل کے بہتر استعمال سے خاطر خواہ طور پر روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لئے اور غریب ترین لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے عمل کو پر یقین بنانے کے لئے جنگلاتی افسران کو ہر ممکن حد تک ایکس۔ آفیشیو کے رتبہ سے نوازا گیا ہے تاکہ وہ پنچایتوں کے ساتھ مل کر کام کاج کو سہل بنا سکیں۔ فی الحال فارسٹ افسران اور عہدہ داران پنچایتوں کے زیر انتظام دیہات پر مبنی شجرکاری پروگراموں کے لئے تکنیکی ساز و سامان مہیا کریں۔

جنگلاتی زندگی کو تحفظ بخشنے میں خاطر خواہ کامیابی ملی ہے۔ نیشنل پارکوں اور سینکچواریوں میں بے شمار تشریحی مراکز کھولے گئے ہیں تاکہ ماحولیاتی نظاموں کو تحفظ بخشنے کے سلسلے میں لوگوں میں بیداری پیدا کی جا سکے۔ بکسا ٹائیگر ریزرو کے مقام پر ہندوستان ماحولیاتی فروغ پروجیکٹ کو مرکزی حکومت کے تعاون سے اور گلوبل

ماحولیاتی فنڈ کو ریاستی حکومت کے تعاون سے روبہ عمل لایا گیا ہے۔ اس ماحولیاتی فروغ پروجیکٹ کا نشانہ ماحولیاتی فروغ کمیٹیوں کے ذریعہ جنگل کے آس پاس رہنے والے افراد کو معاشی اور دیگر فوائد بہم پہنچانا، ریزرو علاقوں کے اندر بائیوٹک مداخلت میں کمی لانا ہے۔

۱۲٬۹۴۶۰ ہزار ہیکٹائر کے مجموعی آبپاشی امکانات ۹۹-۱۹۹۸ء کے اخیر تک بڑے اور متوسط آبپاشی پروجیکٹوں کے ذریعہ پیدا کئے گئے ہیں۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء سال کے دوران توقع کی جاتی ہے کہ ۲۸۰۰۰ ہیکٹائر پر مشتمل آبپاشی امکانات این اے بی اے آر ڈی کی مالی امداد اور حکومت ہند کے امدادی قرض سے پیدا کئے جائیں گے۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران تیستا براج پروجیکٹ نے ایک ۹۳۶۱۰ ہیکٹائر کے امکانات پیدا کئے ہیں اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ ۲۰۰۰-۹۹ء کے دوران اس میں ۵۵۹۰ ہیکٹائر کا اضافہ کیا جائے گا۔

اس ریاست کے تخمینہ شدہ ۲۷۶۶۰ مربع کیلو میٹر سیلاب زدہ علاقے میں سے تقریباً ۱۲۷۵۰ مربع کیلو میٹر علاقہ کو ۹۹-۱۹۹۸ء تک سیلاب اور نکاسی کے راستوں کے بند ہوجانے کی صورت حال سے نپٹنے کے لئے مناسب تحفظ فراہم کرائے گئے تھے۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران سیلاب کنٹرول سیکٹر کے لئے ۱۶۵ر۷۵ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ میری حکومت نے مرکزی حکومت سے استدعا کی ہے کہ حسب وعدہ حکومت ہند کی امداد ایک لازمی تعاون ہے۔

مالدہ اور مرشدآباد اضلاع میں گنگا / پدما ندی کے کٹاؤ کی وجہ سے پیدا ہونے والی خراب صورت حال کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۹۹۸ء کے سیلاب کے دوران گنگا اپنے بائیں کنارے پر ۶۰۰ میٹر کی زمین کو کاٹتے ہوئے خطرناک حد تک کالندی ندی کے قریب آچکی تھی۔ کالندی ندی گنگا کی بگڑی ہوئی گزرگاہوں میں سے ایک ہے۔ یہ تباہی مچانے والے سیلابوں کے ہونے کے امکانات کو بڑھاتے ہوئے اور فرخا براج کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ فنڈس، تکنیکی کلیرنس، ایکشن پلان کی تشکیل، ان کو روبہ عمل لانے اور اس ہولناک صورت حال پر قابو پانے کے لئے جو خطرناک

صورت حال اختیار کئے جا رہا تھا، کے سلسلے میں رہنمائی کے لئے حکومت ہند سے مسلسل رابطہ بنائے رکھا جا رہا ہے۔

امداد باہمی سیکٹر میں نومبر ۱۹۹۹ء تک مختصر مدت والے ۱۷۷ر۲۲ کروڑ روپئے کے زرعی قرضے چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کو بطور پیشگی دلوائے گئے ہیں۔ ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء کے لئے ۴۰۵ کروڑ روپے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ نومبر ۱۹۹۹ء تک کسانوں کے درمیان ۱۲۸ کروڑ روپئے کی لاگت کی کھاد تقسیم کی گئی تھی۔ ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء سال کے لئے اس سلسلے میں ۲۸۰ کروڑ روپے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ نومبر ۱۹۹۹ء تک ۳۲۵ کروڑ روپے کی لاگت کی اشیائے صرف فروخت کی گئی تھیں۔ ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء کے لئے ۴۵۰ کروڑ روپے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔

مغربی بنگال میں بڑے پیمانے پر عوامی نظام تقسیم کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ یہ موڈیفائیڈ (یعنی جزوی) اور اسٹیچوٹری (یعنی قانونی) راشننگ کے تحت آتا ہے۔ جزوی اور قانونی راشننگ کا کام نرخ کو کنٹرول کرنا، نرخ کے اتار چڑھاؤ میں کمی لانا اور اس ریاست میں مقیم تمام کارڈ ہولڈروں کو لازمی اشیاء کی مساوی تقسیم کو یقینی بنانا ہے۔

مرکزی حکومت نے یکم دسمبر ۱۹۹۹ء سے فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کے ذریعہ ملنے والی لیوی (یعنی لازمی) چینی کی سپلائی کو بند کردیا ہے۔ لہٰذا ریاستی حکومت نے لازمی چینی کی حصولی و تقسیم کا کام عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ مغربی بنگال لازمی اشیاء سپلائی کارپوریشن لمیٹڈ کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ لازمی چینی کی حصولی، دیکھ ریکھ، اسٹور کرنے اور تقسیم کرنے کا کام انجام دے۔ علاوہ ازیں، مسالے، کپڑا دھونے کے صابن، کپڑا دھونے کے صابن کی ٹکیہ، لانڈری صابن، ٹائلٹ صابن، آیوڈین والے نمک، بسکٹ، پاپڑ، دیاسلائی کی ڈبیہ، آر بی ڈی پامولین تیل، چاول کے بھوسے کا تیل جیسی چند لازمی اشیاء اور کاپیاں بھی عوامی نظام تقسیم کے ذریعہ کھلے بازار میں رائج نرخ کے مقابلہ میں کم قیمت پر دستیاب کرائی جاتی ہیں۔

ریاستی حکومت صارفین تحفظ ایکٹ برائے ۱۹۸۶ء کی گنجائشوں

کے مطابق صارفین کی شکایات کو دور کرنے پر سنجیدگی سے غور وخوض کر رہی ہے ۔ اس سلسلہ میں ایک علیحدہ صارفین امور شعبہ کا قیام عمل میں آیا ہے اور اس کا کام صارفین تحفظ ایکٹ کے مطابق متعلقہ کام کاج کی دیکھ ریکھ کرنا ہے ۔

گھریلو اور چھوٹے پیمانہ کے صنعتی سیکٹروں کے میدان میں متوقع برآمد کنندگان کو متعلقہ کام کاج کے سلسلہ میں طریقہ کار، بین الاقوامی بازار، امکانی پیداوار پر مبنی اطلاعات کی فراہمی میں مدد پہنچانے کیلئے ایک ریاستی برآمدات فروغ انجمن کا قیام عمل میں آیا ہے ۔ ہلدیہ پٹروکیمیکلس میں ہونے والی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے کاروباریوں کے لئے ذیلی پروجیکٹوں کی شناخت کرنے، نمونہ اسکیمیں تیار کرنے، بیداری اور تحریک پیدا کرنے والے پروگراموں کی تشکیل کے سلسلے میں کارروائی کی جاچکی ہے ۔ بجلی کی لائن دلوانے، اراضی دلوانے، بینک سے مالی امداد فراہم کرنے اور ایس ایس آئی رجسٹریشن کے سلسلے میں ان کے ذیلی پروجیکٹوں کو "فاسٹ ٹریک" یعنی "جلد دستیابی" کے مرتبہ سے نوازا جارہا ہے ۔ مزید برآں ہلدیہ میں ایک ذیلی ضلع صنعتی مرکز کا قیام عمل میں آیا ہے ۔

ہماری ریاست کو چند قدرتی فوائد حاصل ہیں ۔ ان ہی فوائد نے ماضی میں صنعتی ترقی کو بڑی مدد دی تھی ۔ ایک اچھا اور مناسب جغرافیائی مقام، بہت زیادہ ترقی یافتہ انفرا اسٹرکچر، معدنی اور زرعی وسائل کی بہتات اور سب سے زیادہ اہمیت کا حامل تجربہ کار اور اپنے کام میں ماہر مزدوروں کی ایک بڑی تعداد وغیرہ وغیرہ نے اس ریاست کی صنعتی سرگرمی کیلئے ایک موزوں مقام بنا ڈالا ہے ۔ دیہی ترقی، اصلاحات آراضی، زراعت، چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں، ماہی گیری اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ترقیاتی کاموں میں مختاری اور پنچایت کی شمولیت کے ذریعہ لامرکزیت کی غور وخوض کردہ پالیسی کے روبہ عمل لانے کے نتائج بڑے اچھے نکلے ۔ دیہی معیشت میں نئی نئی اور ثمرآور راہیں کھلیں اور تابناک افق نمودار ہوئے لہٰذا ایک متوازن سیاسی ماحول میں گھریلو بازار کو بڑی کشادگی اور وسعت جیسی دولت ملی ۔

ریاستی حکومت نجی سیکٹر کی اہمیت تسلیم کرتی ہے اس لئے

نجی سیکٹر کے نشوونما کے کام میں تیزی لاکر اسے تعاون دیا ہے تاکہ اسے اپنا اہم کردار نبھانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے اور یہ اپنا متعلقہ کردار اسی طرح نبھاتا رہے ۔ صنعتی مہمات کو فروغ دینے کے لئے سرمایہ کاری کو بڑھاوا دیا جاتا رہا ہے ۔ مال برداری، رہائش، حفظان صحت اور تعلیم جیسے طبعی انفرا اسٹرکچر اور سماجی انفرا اسٹرکچر کی ترقی میں نجی سکٹر کو بڑھاوا دیا جارہا ہے ۔

اس ریاست میں پائے جانے والے امکانات کی بنیاد پر ہماری حکومت نے تیز تر نشوونما کے لئے لاتعداد سیکٹروں کی نشاندہی کی ہے ۔ ان میں پٹروکیمیکلس، ان کی ذیلی صنعتیں، الیکٹرونکس اور اطلاعاتی ٹکنالوجی، چرم اور چرمی مصنوعات، فوڈ پروسیسنگ، زراعت پر مبنی صنعتیں، ہیرے جواہرات، سیاحی اور متعلقہ سرگرمیوں کے قابل ذکر نام ہیں ۔ ۱۹۹۱ء سے دسمبر ۱۹۹۹ء تک حکومت ہند نے ۲۰۳۱ صنعتوں کو منظوریاں دی ہیں اور ان میں کل ۴۳۹۳/۹۳ کروڑ روپے بطور تخمینہ کردہ سرمایہ کاری لگائے جائیں گے ۔ ان میں سے ۳۳۸ پروجیکٹس کو روبہ عمل لایا جاچکا ہے اور اس میں کل ۲۱/۸۶۶۸ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی گئی ہے ۔ اس ریاست کے مختلف حصوں (بجلی پروجیکٹوں کو چھوڑکر) میں عمل درآمد کیلئے ۱۰۰۵۶/۵۰ کروڑ روپے کی تخمینہ شدہ سرمایہ کاری والے چوہتر (۷۴) پروجیکٹس زیر غور ہیں ۔ دو بڑے پروجیکٹس — یعنی ہلدیہ پٹروکیمیکلس اور متسوبیشی کیمیکل کارپوریشن کے پیوریفائیڈ تیرفتھالک ایسڈ (پی ٹی اے) پلانٹ جلد ہی اپنی مصنوعات تیار شروع کردیں گے ۔

ہلدیہ پٹروکیمیکلس اور پی ٹی اے پلانٹ کے علاوہ ایک دوسرا بڑا پروجیکٹ بنام ساؤتھ ایشین پٹرولیم لمیٹڈ جو بوٹل گریڈ پی ای ٹی ریسن تیار کرے گا، کو ہلدیہ میں قائم کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے ۔ اس کے قیام میں تقریباً ۴۵۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی ۔ جیوسن انڈسٹریز لمیٹڈ ڈانکونی کے قریب ایک ماڈرن کولڈ رولنگ کمپلکس قائم کرنے جارہی ہے اور اس میں قریب قریب ۳۰۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری ہوگی ۔ امبوجا سمنٹ ایسٹرن لمیٹڈ جو گجرات امبوجا سمنٹ لمیٹڈ کی ایک

ذیلی ہندوستان نے ہوڑہ میں سمنٹ کوٹنے کی ایک یونٹ قائم کر رہی ہے اور اس کے قیام کے لئے ۱۲۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ میسرز لارسن اینڈ ٹربو (ایل اینڈ ٹی) بھی اس ریاست میں ایک دوسری سمنٹ کوٹنے کی یونٹ قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔

الیکٹرانکس اور سافٹ ویئر سکٹر میں عالمی بازی گروں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے چند ممتاز قومی کمپنیوں کے ساتھ ساتھ اس ریاست میں یونٹیں قائم کی ہیں۔ اطلاعاتی ٹکنالوجی سکٹر میں کلکتہ کے نمایاں فوائد کے کاروباری حضرات تعریف کر رہے ہیں۔ ریاستی حکومت ایک آئی ٹی پالیسی کا اعلان کر چکی ہے۔ یہ آئی ٹی مہموں کیلئے اس ریاست میں موافق ماحول بنانے اور انٹرفیس "سٹیزن گورنمنٹ" میں آئی ٹی چالو کرنے کے اپنے وعدے کو مزید پُر زور اور طاقت ور بنا رہی ہے۔

نئی سرمایہ کاری کی حمایت میں انفرا اسٹرکچر کے تنقیدی کردار کو سمجھتے ہوئے میری حکومت نے اس علاقہ کو سب سے زیادہ ترجیحی اہمیت کا حامل سمجھا ہے۔ جلپائی گوڑی، مالدہ اور بیربھوم کے اضلاع میں مع تمام سہولیات و آسائش کے تین نئے نشو ونما مراکز قائم کرنے کے سلسلے میں اقدامات اٹھائے جا چکے ہیں۔ انڈیا ٹریڈ پروموشن تنظیم کے اشتراک سے ایک مستقل نمائش کمپلکس قائم کرنے کا منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے۔ درگاپور میں برآمدات فروغ صنعتی پارک کے پہلے مرحلے کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ کلکتہ چیرم کمپلکس پر عمل درآمد کا کام فی الحال چالو ہے۔ حکومتِ ہند کیساتھ اشتراک سے ریاستی حکومت ہوڑہ میں پلاسٹک انجینئرنگ اور ٹکنالوجی کا ایک مرکزی ادارہ چلا رہی ہے۔ قریب تر صنعتی تکنیکی مین پاور ازجی کے لئے اس سہولت کو جلد ہی ہلدیہ منتقل کر دیا جائے گا اور اس کے لئے آراضی کی حصولی کی جا چکی ہے۔

۱۹۹۹ء کے اوائل میں رائے چک کے مقام پر صنعت کے نمائندوں اور ریاستی حکومت کے پُرانے اور تجربہ کار فیصلہ لینے والوں کیساتھ ایک نشست کے نتیجہ میں حکومتِ ہذا نے اس ریاست میں صنعتی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے سلسلے میں خوشگوار ماحول کی تشکیل کی خاطر لائحہ احکامات اور ایکشن منصوبوں کی سفارش کے لئے

چھ ٹاسک فورسیز قائم کی ہیں۔

مذکورہ بالا ٹاسک فورسیز کا کام منتخب سکیٹروں یعنی انفرا اسٹرکچر فروغ (سڑک سکٹر پر خصوصی توجہ ڈالتے ہوئے)، صنعتی کلیرنس کے طریقہ کار کو سہل بنانا، ہلدیہ پٹرو کیمیکلس کی مصنوعات پر مبنی ذیلی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے ایک ایکشن منصوبہ کا ہلدیہ انفرا اسٹرکچر اور اس کی تیاری، سروس سیکٹر کی ترقی، اطلاعاتی ٹکنالوجی کی ترقی بشمول سافٹ ویئر اور زراعت پر مبنی صنعتوں کی ترقی میں ہونے والے کام کاج پر غور کرنا اور سفارشات پیش کرنا ہے۔

مذکورہ بالا ٹاسک فورس نے حکومت کو اطلاعاتی ٹکنالوجی پر حال ہی میں اپنی سفارشات پیش کی ہیں۔ ٹاسک فورس کمیٹی کی بقیہ سفارشات جیسا کہ بتایا گیا ہے آخری مرحلہ میں ہے اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ جلد ہی حکومت کو پیش کر دی جائیں گی۔ یہاں اس امر کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ ریاستی حکومت نے اطلاعاتی ٹکنالوجی سے متعلق ٹاسک فورس کی سفارشات پر مبنی ایک اطلاعاتی ٹکنالوجی پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ اطلاعاتی ٹکنالوجی کا ایک نیا شعبہ بھی قائم کیا جائے گا۔

صنعتی تعلقات عام طور پر پُر امن چل رہے ہیں۔ ہڑتال کے ۲۱ معاملات سلجھ چکے ہیں اور اس سے ۹۱ر۳ لاکھ مزدوروں کا فائدہ پہنچا ہے۔ ۷۵ تالہ بند یونٹوں کو از سر نو کھلوایا گیا ہے اور اس سے ۸۸ر۰ لاکھ مزدوروں کو فائدہ پہنچا ہے۔ چائے صنعت میں ۱۲ر جولائی ۱۹۹۹ء سے ہڑتال چل رہی تھی۔ یہاں بھی ایک سہ طرفی سمجھوتے کے نتیجے میں ہڑتال ختم کروائی گئی۔ اس سمجھوتے کی وجہ سے مغربی بنگال میں واقع چائے صنعت میں ۱۰،۰۰۰ اضافی مزدوروں کے سلسلے میں مستقبل روزگار کی گنجائش پیدا ہوئی ہے۔ ۲۳ر اگست ۱۹۹۹ء کو ایک دو طرفہ سمجھوتے کے نتیجے میں نظرِ ثانی شدہ کم سے کم اجرت پر عمل درآمد کیلئے ہوزیری صنعتوں خصوصاً درزی سکشنوں کے مزدوروں کی شکایات کو دور کیا جا سکا ہے۔

۱۹۹۹ء کے دوران ۱۸۸ صنعتی یونٹوں کے تقریباً ۲۷۳۵۰ مزدوروں کو ۳۱ر مارچ ۱۹۹۹ء تک فی مزدور ۵۰۰ روپے ماہانہ مالی امداد دی گئی۔ اسکیم ہذا کو مارچ ۲۰۰۰ء تک توسیع دے دی گئی ہے اور

ایک سال سے زائد عرصہ تک تالہ بند رہنے والی صنعتیں بھی اس کے دائرۂ عمل میں آئیں گی۔ ۱۳۱ یونٹوں کو بھی نومبر ۱۹۹۹ء تک اس اسکیم کے تحت لایا گیا ہے۔ اور اس امداد سے تقریباً ۶۰۰۰ افراد مستفیض ہوتے ہیں۔

شعبۂ محنت بردوان، مرشدآباد، مدناپور، جنوبی ۲۴ پرگنہ، شمالی ۲۴ پرگنہ، دکھن دیناج پور اور اتر دیناج پور کے ۷ اضلاع میں قومی بچہ مزدوری پروجیکٹ کو روبہ عمل لا رہی ہے۔ ایک اور ضلع یعنی کلکتہ کو بھی قومی بچہ مزدوری پروجیکٹ کے تحت لایا جائے گا۔ اس پروجیکٹ کے تحت اب تک بچہ مزدوری سے رہائی دلائی گئی ۱۱۷۵۰ بچوں کے لئے ان ضلعوں میں ۲۳۴ خصوصی اسکول قائم کئے گئے ہیں۔ ان خصوصی اسکولوں میں غیر رسمی اور پیشہ ورانہ تربیت دئے جانے کا امکان ہے۔ یہاں ہر بچہ کو ۱۰۰ روپے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوپہر کا کھانا اور پڑھنے لکھنے کے سازوسامان بھی فراہم کئے جاتے ہیں۔

سال رواں کے دوران ضلع ہگلی کے کھنہ گھاٹ میں ایک خدماتی دواخانہ کھولا جائے گا۔ ای ایس آئی کارپوریشن نے ای ایس آئی اسپتالوں کو جدید سازوسامان سے آراستہ کرکے جدید بنانے کے لئے اپنی منظوری دے دی ہے۔ اگست ۱۹۹۹ء کو درگاپور میں ایک سَو بستروں والے اسپتال کا قیام عمل میں آیا ہے۔

بے روزگار امدادی اسکیم برائے ۱۹۹۹ء کے تحت قابل اور رجسٹرڈ بے روزگاروں کو ۲۵۰۰ روپے ماہانہ فی کس بطور ایک باری امداد فراہم کی جائے گی۔ اگرچہ مذکورہ بالا امداد پہلے پچاس روپے ماہانہ فی کس دی جا رہی تھی۔ ۷۱ ایمپلائمنٹ ایکسچینجوں کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ ان میں سے ۴۴ ایمپلائمنٹ ایکسچینجوں کو کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے۔ سال رواں کے دوران ۲۷ ایمپلائمنٹ ایکسچینجوں کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔

نومبر ۱۹۹۹ء تک پاور اسٹیشنوں نے اس ریاست میں ۱۱۱۳ میگاواٹ بجلی پیدا کی ہے۔ گزشتہ سال کی مذکورہ بالا مدت کے دوران پیدا کردہ بجلی کے مقابلے میں اس بار یعنی نومبر ۱۹۹۹ء کے دوران زیادہ یونٹ بجلی پیدا کی گئی ہے۔ سال رواں کے دوران تیستا

کنال فال ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹ (۵ء ۴ میگاواٹ) کی چار یونٹیں چالو ہو گئی ہیں۔ بکریشور تھرمل پاور پروجیکٹ (۲۱۰ میگاواٹ) کی پہلی یونٹ جولائی ۱۹۹۹ء میں مذکورہ بالا یونٹوں کے ساتھ مقررہ وقت سے پہلے چالو کی گئی۔ مذکورہ دوسری اور تیسری یونٹیں بھی سال رواں کے دوران چالو ہو جائیں گی۔

ڈبلیو بی ایس ای بی نے تقسیمی نیٹ ورک کو مضبوط بنانے کے لئے اقدامات کئے ہیں۔ ۱۲۰۴ نئے تقسیمی ذیلی اسٹیشنوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ان کی کل صلاحیت تقریباً ۱۲۰ ملین وولٹ ایمپیئر ہے۔ موجودہ ۴۳۰ ذیلی اسٹیشنوں کی صلاحیت کو بڑھا کر تقریباً ۸۲ ملین وولٹ ایمپیئر کیا گیا ہے۔ سال رواں کے دوران ۱۳۲۲ موضع تک بجلی پہنچائی گئی ہے۔ ۳۴۲ موضع میں بجلی کی سپلائی کو زوردار بنایا گیا ہے۔ ۸۱۱ پمپ سٹوں کو توانائی عطا کی گئی ہے اور ۲۸ موضع میں بجلی کی سپلائی کو از سرِ نو مستحکم بنایا گیا ہے۔ کوٹیر جیوتی لوک دیپ اسکیم کے تحت ضرورت مند لوگوں کو ۳۰۰ نئی لائنوں کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔

درگاپور پروجیکٹس لمیٹڈ کو از سرِ نو تشکیل کرنے، فروغ دینے اور متعلقہ تجدیدی پروگراموں پر عمل درآمد کا کام پاور فنانس کارپوریشن لمیٹڈ کے امدادی قرض سے آگے چل رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈبلیو بی ایس ای بی نے مغربی بنگال ٹرانسمیشن سسٹم پروجیکٹ کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اسے او ای سی ایف، جاپان کی جانب سے امدادی قرض مل رہا ہے۔ یہ کام موجودہ ٹرانسمیشن نظام کو مضبوط بنانے، اس کی کارکردگی کو بڑھانے، بجلی کے معیار کو بہتر بنانے وغیرہ کے لئے روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ ٹرانسمیشن لائنوں کے نصب کرنے کا کام حسب معمول آگے بڑھ رہا ہے۔

کلکتہ الیکٹرک سپلائی کارپوریشن لمیٹڈ کے بج بج تھرمل پاور اسٹیشن کی دوسری یونٹ (۲۵۰ میگاواٹ) جو مارچ ۱۹۹۹ء میں چالو کی گئی تھی، تب سے پورے لوڈ پر تجارتی خدمات انجام دے رہی ہے۔ بجلی کا نرخ اور دیگر متعلقہ امور کو سلجھانے کے لئے الیکٹریسٹی ریگولیٹری کمیشن ایکٹ برائے ۱۹۹۸ء کے تحت نئے مغربی بنگال الیکٹریسٹی ریگولیٹری کمیشن کا قیام عمل میں آیا ہے۔ سہ رکنی

کمیشن سالِ رواں کے دوران ہی کام کرنا شروع کر دے گا۔ اس ریاست میں پاور سیکٹر اصلاحات کے ایک جز کی حیثیت سے مغربی بنگال دیہی توانائی فروغ کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا ہے۔ کارپوریشن ہذا کا کام اس ریاست کے دیہی علاقوں میں بڑے پیمانے پر بجلی پہنچانے اور بجلی کی تقسیم کا کام کرے گی۔

پالسٹ سے ڈانکونی تک جانے والی درگاپور ایکسپریس وے جو اس ریاست کی پہلی طویل شاہراہ ہے کی تعمیر کا کام مئی ۱۹۹۹ء میں مکمل ہو گیا تھا۔ ایشین ڈیولپمنٹ بینک کے خارجی تعاون پروگرام کے تحت پانا گڑھ سے موری گرام تک ۱۵۰ کیلومیٹر لمبی سڑک کو دو رویہ بنانے کا کام قریب قریب پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ پانا گڑھ سے بہا کرتک جانے والی قومی شاہراہ ۲ کو ۴ رویہ بنانے کا کام تشفی بخش طور پر چل رہا ہے۔ دیہی انفرااسٹرکچر فروغ فنڈ پروگرام کے تحت مختلف اضلاع میں ۱۹۰۰ کیلومیٹر لمبی سڑکوں کو مضبوط اور کشادہ بنانے اور ۴۰ پلوں کی تعمیر اور از سرِ نو تعمیر کے کام عمل درآمد کے مختلف مراحل میں ہیں۔ موجودہ سڑکوں کی مرمت کرنے اور ان کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے ایک پروگرام کا قیام عمل میں آیا ہے۔

ماس ٹرانسپورٹ اور گڈس ٹرانسپورٹ کے میدان میں بہتر سہولتوں کے فروغ کے لئے ریاستی حکومت نے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ دیہی اور قرب و جوار کے علاقوں سے روزانہ بڑی تعداد میں لوگ کلکتہ آ رہے ہیں، لہٰذا کلکتہ جیسے میٹرو سٹی کے مسافروں کو بہتر اور موثر نقل و حمل کی سہولتیں فراہم کرنے کیلئے حکومت ہذا نے سڑکوں کو کشادہ کرنے، انٹرسیکشن جیومیٹریکس کو بہتر بنانے، ٹریفک سگنل کے نصب کرنے، گارڈ ریل لگانے کے سلسلے میں کئی اہم اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ۸۰۴ کروڑ روپے کلکتہ ٹرانسپورٹ انفرااسٹرکچر ڈیولپمنٹ پروجیکٹ پر خرچ کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے کے پہلے مرحلے کا کام گڑیاہاٹ کے مقام پر شروع کیا جا چکا ہے۔ کلکتہ اور ڈھاکہ کے درمیان بس چلانے کا خواب ۹ جولائی ۱۹۹۹ء کو پورا ہو چکا ہے۔

مغربی بنگال سیاحت پالیسی برائے ۱۹۹۶ء میں پیش کردہ حکمت عملی و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاستی حکومت نے سنہ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران موجودہ ٹورسٹ لاجوں کی مرمت، ان کو بہتر بنانے اور نئی سیاحتی سہولتوں کی تعمیر کا کام جاری رکھا ہے۔ اس ریاست کے لئے اور بڑے سیاحتی پروجیکٹوں کے سلسلے میں نجی سیکٹر کی سرمایہ کاری پر بھی بات چیت جاری ہے۔

مغربی بنگال سیاحتی فروغ کارپوریشن کے موجودہ ۲۶ ٹورسٹ لاجوں میں سے ۱۲ لاجوں کی مرمت اور ان کو بہتر بنانے کا کام سالِ رواں کے دوران شروع کیا جائے گا۔ سالِ رواں کے دوران ایک نیا ٹورسٹ لاج مدناپور شہر میں چالو کیا گیا ہے اور آسنسول، بردوان، بانکوڑہ، تارکیشور، آرام باغ اور میچیدہ میں نئی سیاحتی سہولتوں کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔

مغربی بنگال سیاحتی پالیسی برائے ۱۹۹۶ء کے اعلان کے بعد سے ابتک نجی سیکٹر سرمایہ کاروں کی جانب سے آراضی کی حصولی کے لئے ۴۰ درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ تین سرمایہ کاروں کو کلکتہ میں ۵ ستارہ ڈی لکس ہوٹل تعمیر کرنے کے لئے آراضی مہیا کی جا چکی ہے۔ ان میں سے دو نے تو تعمیراتی کام بھی شروع کر دیا ہے۔ بائیس ۲۲ نئی ٹورسٹ یونٹوں کا اندراج ٹورزم ڈائرکٹریٹ میں کیا جا چکا ہے اور مذکورہ اندراج شدہ یونٹوں کیلئے ۹۵۴ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کا تخمینہ پیش کیا گیا ہے۔ شنکر پور ساحل/ سندربن اور تیستا بیرج مقام کو ترقی دے کر عالمی درجہ کی سیاحتی منزلیں بنانے کے لئے ریاستی حکومت نے جو اقدامات ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران اٹھائے تھے بس ابھی ابھی پایۂ تکمیل کو پہنچے ہیں۔ سہارا انڈیا نے سندربن اور تیستا بیرج مقام پر عالمی درجہ کی سیاحتی سہولتوں کو فروغ دینے کے لئے تقریباً ۹۱۷ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی تجویز پیش کی ہے۔

عوامی انٹرپرائزز شعبے کے تحت ۲۰ فنکشنل انٹرپرائزز میں سے ۵ سال ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران خالص منافع کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچے۔ ان میں سرسوتی پریس اور مغربی بنگال اسٹیٹ ویئرہاؤسنگ کارپوریشن برابر اور باقاعدہ طور پر حکومت کو

منافع دے رہی ہیں۔ نو انٹرپرائزز نے گزشتہ سال کے مقابلے میں اس سال اپنے خسارے کو کم کیا ہے۔ اس طرح بڑھتے ہوئے خسارے اور بجٹری امداد میں اضافے کا رجحان جاری ہے۔ شالیمار ورکس لمیٹڈ اور ویسٹنگ ہاؤس سیکسبائی فارمر (ٹینگرا ورکس) نے آئی ایس او ۹۰۰۰ کی قابل انتظار سند حاصل ہے۔ شعبۂ ہٰذا نے ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران اپنے زیر اختیار ۱۲ فیصد پر قابو پاتے ہوئے ۲۰ فنکشنل انٹرپرائزز مجموعی عملی خسارے کو کم کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے جبکہ گزشتہ سال اجرت، تنخواہ اور لازمی سامان کی قیمت میں کافی اضافہ ہوا تھا۔

شہری فروغ شعبہ پر نئے انفرااسٹرکچر سہولتوں کو فروغ دینے، کلکتہ میٹروپولیٹن علاقے میں واقع موجودہ انفرااسٹرکچر کو بہتر بنانے اور لینڈ ٹاؤن اور کنٹری پلاننگ رائج کی انتظامی روک تھام کے لئے ۶ فروغی اتھاریٹی کو منصوبہ بند علاقوں میں شامل کرنے کے سلسلہ میں خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ رابطہ اور بہتر ٹریفک سرکولیشن، نئے وسائل کی تشکیل، نظام تعلیم میں بہتری کے ذریعہ فیکس پانی کی سپلائی میں اضافہ، کثافت پر روک تھام، ماحولیات کو بہتر بنانے خصوصاً بستی علاقوں میں، رہائش کی فراہمی اور صنعتی انفرااسٹرکچر سہولتیں وغیرہ شعبہ ہٰذا کے پروگرام اور کام کی اہم اور بنیادی خصوصیات ہیں۔ اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے کونا اکسپریس وے اور ایسٹرن میٹروپولیٹن بائی پاس جیسی شاہراہوں کو کشادہ بنانے، باگھا جاتن اور سونار پور میں واقع ریلوے اڑان پل کی تعمیر اور سودپور تک کلیانی اکسپریس وے کی توسیع پر مشتمل اسکیموں کو روبہ عمل لایا جانا شروع ہو چکا ہے۔ گارڈن ریچ میں ایک سکنڈ ۶۰ ملین گیلن پانی ٹریٹمنٹ پلانٹ، جس کے ۶ عدد حوض ہیں، پر کام شروع ہو چکا ہے۔ گارفا اور بانسدرونی میں زیر زمین حوض کی تعمیر اور پانچ دیگر میونسپل شہروں میں پائپ کے ذریعہ پانی سپلائی کا کام چل رہا ہے۔ ٹالا نالہ کے بغل کے علاقوں میں پانی کی لائن کو بیچ ہی میں روک کر دوسری جانب موڑ دینے کا کام زور شور پر چل رہا ہے۔ رہائشی اسٹاک، تجارتی اسپیس (جگہ) اور لگان میں اضافہ کے لئے لاتعداد رہائشی پروجیکٹس کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری لی گئی ہے اور سی ایم ڈی اے نے مشترکہ سیکٹر کمیٹیاں بھی تشکیل دی ہیں۔ میگاسٹی پروگرام کے تحت ۵۹۲ کروڑ روپے والی ۷۲ اسکیموں کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری لی گئی ہے۔ ان میں تین اسکیمیں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہیں۔ بستی علاقے کا کام جسے دسویں مالیاتی کمیشن کی جانب سے فنڈ ملا ہوا ہے، فی الحال چل رہا ہے۔

گنگا ندی کی دوسری جانب کلکتہ اور ہوڑہ ندی کنارا کو ترقی دینے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ سی ایم ڈی اے اس کی تفصیلات تیار کر رہی ہے۔ پرنسپ گھاٹ سے فیئرلی پلیس تک ۲۵ر۲ کیلومیٹر پر پھیلے علاقے کو خوبصورت بنانے کا کام سی ایم ڈی اے، کلکتہ پورٹ ٹرسٹ اور کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے اشتراک سے کرنے والی ہے۔ سلور جبلی جیٹی سے فیئرلی پلیس جیٹی کے علاقہ کی ترقی کا کام مکمل ہو چکا ہے اور اس علاقہ کو، جسے ملینیم پارک کا نام دیا گیا ہے، عوام کے استعمال کے لئے کھول دیا گیا ہے۔

شمالی بنگال میں تیسرے مہانندا پل کی تعمیر کا کام سلی گوڑی، جلپائی گوڑی فروغ اتھاریٹی کرا رہی ہے۔ ماٹی گارا میں ایک رہائشی کمپلیکس — پھولباڑی گھوشن پوکھر بائی پاس (مرحلہ-II اور III) اور سلی گوڑی میں کثیر منزلہ مارکٹ کمپلیکس کی تعمیر کا کام چل رہا ہے۔ آسنسول - درگاپور فروغ اتھاریٹی نے درگاپور میں برآمدات فروغ صنعتی پارک پروجیکٹ کا تعمیری کام تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور متوقع کاروباریوں کو فروغ دینے کے لئے قطعات آراضی بالکل تیار ہو گئے ہیں۔ آسنسول جی ٹی روڈ کو چوڑا کرنے اور اس کی مرمت کا کام روبہ عمل لانے کی ذمہ داری دی جا چکی ہے۔ جنکے گاؤں منصوبہ بند علاقہ کے لئے ترقیاتی منصوبہ بندی کا خاکہ بھی زیر غور ہے۔

مقامی اداروں میں وقت پر انتخابات کرانا ہمیشہ ہماری حکومت کی ایک اہم خصوصیت رہی ہے۔ سلی گوڑی اور آسنسول میونسپل کارپوریشن اور دیگر میونسپلٹیوں میں عام انتخابات کرائے جا چکے ہیں۔ سال رواں کے دوران کلکتہ، چندن نگر میونسپل کارپوریشن

۷۸ میونسپلٹیوں اور دو جزدی علاقہ اتھاریٹی میں انتخابات کروانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ میری حکومت اتر دیناج پور ضلع کے دالکھولا علاقے مدنا پور ضلع کے پانسکوڑا علاقے اور جلپائی گوڑی ضلع کے دھوپ گوڑی علاقے میں نئی میونسپلٹیاں اور جزدی علاقہ اتھاریٹیاں قائم کرنے پر غور کر رہی ہے۔

سال رواں کے دوران بشنوپ گھاٹا پٹولی کے مقام پر ایک نیا فائر اسٹیشن (دمکل گھر) قائم کیا گیا ہے۔ برئی پور، بدھمان لگرا، بجان باڑی، اکالنا، گنگا رام پور اور رگھوناتھ پور میں نئے فائر اسٹیشن (دمکل گھر) کی عمارتوں کی تعمیر کا کام چل رہا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ مذکورہ دفاتر جلد ہی کام کرنا شروع کر دیں گے۔ ڈائمنڈ ہاربر، دھلیان، جھاڑ گرام، چانچول، ٹینگرا، بڑا بازار، باغ بازار، بلگچھیا اور جادوپور میں نئے فائر اسٹیشن قائم کئے جائیں گے۔

میری حکومت ماحولیاتی انتظامیہ پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ نائب وزیر اعلیٰ کی چیرمین شپ میں کلکتہ ماحولیاتی انتظامیہ کمیٹی کی سفارشات پر ماحولیات کی کثافت پر قابو رکھنے اور اسے بہتر بنانے کے لئے بے شمار اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ ہوا میں شامل کثافت کی روک تھام کو موثر بنانے کے لئے ایئر (پریوینشن اینڈ کنٹرول آف پولیوشن) ایکٹ برائے ۱۹۸۱ء کو ساری ریاست میں روبہ عمل لانے کے لئے کارروائی کی گئی۔ وسیع پیمانے پر ہوا کے معیار کو جانچنے اور پرکھنے والے کلکتہ میں اور درگاپور، ہوڑہ اور ہلدیہ جیسے اہم صنعتی شہروں میں نصب کئے گئے ہیں۔ موٹر گاڑیوں سے نکلنے والے دھوئیں میں کمی لانے کے لئے بہتر انجن اخراج قواعد جسے انڈیا ۲۰۰۰ قواعد کا نام دیا گیا ہے، کے عمل درآمد کے سلسلے میں اعلان کیا جا چکا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا قواعد کا اطلاق یکم نومبر ۱۹۹۹ء سے ہے۔

ماحولیات کو جلد از جلد کثافت سے صاف بنانے کی غرض سے ضلع صنعتی مراکز کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ صنعتوں کے "گرین کاٹیگری" کے سلسلے میں کلیرنس جاری کریں۔ دوسری جانب ۲۰۰

سے زائد صنعتی اکائیوں کو ماحولیات کو کثیف بنانے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے اور ان کے یہاں سختی سے جانچ پڑتال کرنے کا حکم نامہ جاری کیا گیا ہے۔ خطرناک ضائع شدہ اشیاء اور بایو کیمیائی بے کار اشیاء کو ضائع کرنے کے طریق کار پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے تاکہ یہ ماحولیات کو کثیف نہ بنائیں۔ کلکتہ میٹرو پولیٹن علاقہ کے ایک حصہ میں مذکورہ بالا اکائیوں سے نکلنے والی بے کار اشیاء کو ضائع کرنے کا کام شہری تباہی و بربادی کو کم کرنے کے پروگرام کے تحت چالو ہے۔ آواز کی کثافت کی سطحوں پر مسلسل نگاہ رکھی جا رہی ہے اور شہر کلکتہ کے لئے ایک شور کی سطح پر نقشہ ترتیب دیا جا رہا ہے۔

چالو مالی سال کے دوران رہائشی شعبہ نے اس ریاست کے سرکاری ملازمین کے لئے 'رات بسر کرنے کے مقامات'، کم آمدنی جماعت در رہائش کے لئے کرایہ رہائشی اسٹیٹس اور آنرشپ فلیٹوں کی تعمیر کے سلسلے میں اسکیموں پر عمل درآمد کرانے کا کام اپنے ذمہ ذمہ لیا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران ۶۰۴ رہائشی یونٹوں کی تعمیر کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران ۶۰۴ رہائشی یونٹوں کی تعمیر کے کام کی ذمہ داری بھی لی گئی ہے اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۱ء تک توقع کی جاتی ہے کہ ۵۸۴ یونٹوں کی تعمیر مکمل ہو جائے گی۔ اس شہر میں اور اس ریاست میں دور افتادہ علاقوں پر مشتمل اس شہر کے قرب و جوار کے علاقوں میں رہائشی یونٹوں کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے مغربی بنگال رہائشی بورڈ نے ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران مختلف فرقہ کے لوگوں کے لئے ۲۳۰۸ رہائشی یونٹوں کی تعمیر کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء کے دوران توقع کی جاتی ہے کہ مغربی بنگال رہائشی بورڈ نے ۲۲۷۱ یونٹوں کی تعمیر کا کام اپنے ذمہ لے لے گا۔

راجرہاٹ میں واقع نیو ٹاؤن پروجیکٹ جو ۳۰۷۵ ہیکٹر پر مشتمل ہوگا، کے سلسلے میں قطعات آراضی کی حصولی، راستوں اور پلوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ دی ہاؤسنگ انفرا اسٹرکچر ڈیولپمنٹ کارپوریشن (ایچ آئی ڈی سی او) کو سرکاری کمپنی کی

حیثیت سے تشکیل کیا گیا ہے تاکہ یہ نیو ٹاؤن پروجیکٹ کی دیکھ ریکھ کا کام سنبھال سکے۔ فی الحال ایچ آئی ڈی سی اونئے ٹاؤن جو تقریباً ۶۴۰ ہیکٹر کے رقبہ پر مشتمل ہے، کے ایکشن علاقہ - I پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ اس ایکشن علاقہ I میں معاشی طور پر کمزور طبقے اور کم آمدنی جماعت والے زمروں کے افراد پر مشتمل ۳ر۲ لاکھ لوگ رہ پائیں گے۔ تقریباً ۶۸۰ نفری اور جماعتی قطعات آراضی جس میں تقریباً ۱۰۰۰ ۴ رہائشی یونٹیں ہوں گی، کو ایکشن علاقہ II میں جگہ فراہم کی جائے گی۔

دو مشترکہ سیکٹر کی کمپنیاں یعنی بنگال امبوجا ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ اور بنگال پیئرلیس ہاؤسنگ ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ، ایل جی آئی، ایم آئی جی اور ایچ آئی جی جماعت سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لئے بالترتیب ۸۸۸ اور ۹۱۲ رہائشی یونٹیں تعمیر کر چکی ہیں۔ ۶۶۴ اور ۲۵۶ زائد یونٹوں پر تعمیر کا کام چل رہا ہے۔

میری حکومت نے عوامی تعلیم توسیع شعبہ عوامی خواندگی پروگرام پر عمل درآمد کا کام زور و شور کے ساتھ چلایا جاتا رہا ہے۔ کل خواندگی مہم کے پہلے مرحلے میں ۱۳ ر اضلاع مہم ہذا کے دائرہ عمل میں آچکے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر ۲۸ ر ۹۷ لاکھ افراد خواندگی سے زیور سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ایک بعد از خواندگی مہم کو بھی ان اضلاع میں کام کرنے کی منظوری مل چکی ہے۔ ان میں سے سات اضلاع یعنی بردوان، بانکوڑا، شمالی ۲۴ پرگنہ، مدناپور، ہگلی، بیربھوم اور جنوبی ۲۴ پرگنہ نے بعد از خواندگی مہم کے مذکورہ مرحلے کو پورا کر لیا ہے اور یہ مہم ہذا کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ اس آخری مرحلے کو کنٹینوئنگ ایجوکیشن پروگرام (جاری تعلیمی پروگرام) کہتے ہیں۔ پروگرام ہذا کے اس آخری مرحلے کا بنیادی مقصد ان لوگوں کے لئے جنہوں نے بنیادی خواندگی حاصل کر لی ہے آمدنی کے مواقع پیدا کرنا اور آمدنی پیدا کرنے کی مختلف سرگرمیوں کو سہل بنانا ہے۔

مفت اور لازمی ابتدائی تعلیم کے تحت ۵ تا ۱۴ سال کی عمر کے تمام بچوں کو لانا میری حکومت کے وسائل سے باہر ہے کیوں کہ ایسا کرنے کے لئے ۲۰۰۰ کروڑ روپے سے زائد کے اضافی سالانہ مصارف کی ضرورت ہوگی۔ اس کے باوجود نئے پرائمری اسکول تعمیر ہوئے اور تعلیم کے بلند تر پرائمری درجہ میں داخلہ کی گنجائش کی توسیع دے کر صورت حال کو بہتر بنانے کی کارروائیاں چل رہی ہیں۔ گزشتہ تین برسوں کے دوران ۲۵۰۰ نئے پرائمری اسکولوں کو منظوری دے دی گئی ہے۔ موجودہ پرائمری اسکولوں میں ۵۰۰ ۷ نئے عہدوں اور ۵۹۰۰ اضافی عہدوں کی تشکیل کی گئی ہے۔ سال رواں کے دوران ۷۷ جونیئر ہائی اسکولوں کو فروغ دے کر ہائی اسکول بنائے گئے ہیں اور ۲۴۳ ہائی اسکولوں کو فروغ دے کر ہائر سکنڈری اسکول بنائے گئے ہیں۔

دیہی علاقوں میں پست ترین سطح کے زمروں کی روک تھام کے تحت شروع کردہ اسکولوں کے میدان میں ملنے والی کامیابی سے متاثر ہو کر ریاستی حکومت نے پنچایتوں اور دیہی فروغ شعبہ میں دسمبر ۱۹۹۹ء کے دوران پشچم بنگا راجیہ شیشو شکشا مشن قائم کیا ہے اور اس کے تحت شہری اور دیہی دونوں علاقوں کے تمام بچوں کو آئندہ سال کے آخر تک یعنی سنہ ۲۰۰۰ء - ۲۰۰۱ تک کم از کم تعلیمی زیور سے آراستہ کر دیا جائے گا۔ فی الحال کل ۳۰۲۱ عدد شیشو شکشا کیندر تقریباً ۲۴۰۰۰ بچوں کو پرائمری تعلیم دینے کا کام انجام دے رہے ہیں۔ ان میں بیشتر بچے کبھی اسکول گئے ہی نہیں تھے یا انہیں کسی وجہ سے اسکول چھوڑنا پڑا تھا۔

مغربی بنگال ضلع پرائمری تعلیم پروگرام (ڈبلیو بی ڈی پی ای پی) ایک ایسا فروغی پروگرام ہے جسے شعبہ برائے بین الاقوامی فروغ (ڈی ایف آئی ڈی)، یونائیٹڈ کنگڈم (ممالک متحدہ) کا تعاون حاصل ہے۔ پروگرام ہذا میں ۱۵ فیصد ریاستی شیئر (حصہ) بھی شامل ہے۔ الغرض پروگرام ہذا کو حکومتِ ہند کے ذریعہ کوچ بہار، مرشد آباد، بانکوڑا، بیربھوم اور جنوبی ۲۴ پرگنہ کے پانچ منتخب کم خواندہ خواتین اضلاع میں روبہ عمل لایا گیا ہے۔ حال ہی میں مزید ۱۵۔ اضلاع یعنی جلپائی گوڑی، اتر دیناج پور، دکھن دیناج پور، مالدہ اور پرولیا میں پروگرام ہذا کو روبہ عمل لایا گیا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس پروگرام کے مکمل ہونے پر منتخب اضلاع میں پرائمری تعلیم سے وابستہ موجودہ انفرااسٹرکچرل سہولیات

علاقوں میں پانچ نئے ڈگری کالج قائم کئے گئے ہیں۔ مہیشادل اور بیماری میں لڑکیوں کے لئے دو مزید ہوسٹل قائم کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ سال رواں کے دوران بارا سات سرکاری کالج، ٹاکی سرکاری کالج اور جھاڑگرام راج کالج نے اپنی پچاسویں سالگرہ کا جشن منایا اور لیڈی برابورن کالج نے اپنی ساٹھویں سالگرہ کا جشن منایا۔

انجینئرنگ کالجوں کے داخلے کی گنجائش میں بڑھتے ہوئے اضافہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سال رواں کے دوران چھ نئے غیر سرکاری انجینئرنگ کالج قائم کئے گئے ہیں۔ آئندہ مالی سال کے دوران چرم ٹکنالوجی کے کالج میں چرم ٹکنالوجی پر ایک ماسٹر ٹکنالوجی نصاب چالو کیا جائے گا۔ آئندہ مالی سال کے دوران ایک نئی اور ترقی پسند ٹکنالوجیکل یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ اس یونیورسٹی سے تمام موجودہ انجینئرنگ اور ٹکنالوجیکل کالجوں اور گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطحوں پر ٹیکنیکل تعلیم کے فروغ کو ملحق کیا جائے گا۔

میری حکومت کے شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور نے حکومت کے منصوبوں، پروگراموں، پالیسیوں اور ثقافتی ضروریات کی تکمیل کے مختلف پہلوؤں کی نشر و اشاعت کے لئے دیہی علاقوں میں ویڈیو اسکریننگ کا ایک پروجیکٹ اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اپنی ریاست کی سالمیت اور ہم آہنگی کے ماحول کو استحکام بخشنے کیلئے میری حکومت نے شمالی بنگال کے ۶ اضلاع کے ۲۵ مقامات پر "تیستا گنگا اتسو" کا انعقاد کیا۔ میری حکومت نے کلکتہ اطلاعاتی مرکز میں ایک اطلاعاتی بینک بھی چالو کیا ہے۔ بینک ہذا انٹرنیٹ اور ای میل کی سہولتوں سے آراستہ ہے۔

ایک ہند۔ الماری پروجیکٹ بنام "روپ کلا کیندر" کی تعمیر کا کام چالو ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ یہ ۲۰۰۲ء کے آخر تک مکمل ہو جائے گا۔ ادارہ ہذا ویڈیوگرافی کے میدان میں طلباء کو تربیت فراہم کرے گا۔ راڈمن اسکوائر میں واقع کلکتہ ثقافتی مرکز بھی آئندہ چند برسوں کے دوران ایک نئی شکل اختیار کرنے جا رہا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ یہ ثقافتی سرگرمیوں کے لئے اہم ترین

کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔ مناسب انفرا اسٹرکچر کی تشکیل اور معاہدہ پر اساتذہ کی تقرری کے ذریعہ تمام اضلاع میں ریاست کی تشکیل کردہ بچہ تعلیم مرکز پروگرام کے توسط سے ابتدائی تعلیم کے فروغ میں ریاستی حکومت کی کوششوں کے اختیارات میں اضافہ کے لئے ڈی ایف آئی ڈی کے ساتھ مزید بات چیت چل رہی ہے۔

شعبہ تکنیکی تعلیم و تربیت اس ریاست میں تکنیکی تعلیم و تربیت کی بہتری اور توسیع کے لئے ذمہ دار ہے۔ ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء کے بجٹ سال میں میقات کے کلکتہ کے خواتین کی پولی ٹکنیک میں جدید دفتری انتظامیہ پر ایک تین سالہ ڈپلوما نصاب، مرکزی کلکتہ پولی ٹکنک میں طبی الیکٹرونکس پر ایک ڈیڑھ سالہ بعد از ڈپلوما نصاب اور آسنسول پولی ٹکنیک میں حفاظتی ٹکنالوجی پر بعد از ڈپلوما کورس چالو کیا گیا ہے۔ فی الحال ۴۴ سرکاری پولی ٹیکنیکس چالو ہیں۔ علاوہ ازیں شعبہ ہذا نے بج بج اور بروئی پور جو دونوں جنوبی ۲۴ پرگنہ میں واقع ہیں، کنچڑا پاڑہ جو شمالی ۲۴ پرگنہ میں واقع ہے، مرشدآباد کے شیخ پاڑہ، جلپائی گوڑی کے ناگراکاٹا، بردوان کے کالنہ اور دکھن دیناجپور اضلاع میں سات نئے سرکاری پولی ٹکنیکس قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بات بھی طے پائی ہے کہ کلکتہ میں اطلاعاتی ٹکنالوجی کے ایک ہندستانی ادارہ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ علاوہ ازیں متعدد پولی ٹکنیکوں میں بے شمار نئے تجارتی نصاب چالو کئے گئے ہیں۔

میری حکومت بلند تر اور تکنیکی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتی چلی آرہی ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کو اس کی تاریخی عمارت یعنی آشوتوش بلڈنگ کی مرمت و درستگی کے لئے فنڈس فراہم کرائے گئے ہیں۔ آئندہ مالی سال کے دوران ریاستی امداد پانے والی تقریباً تمام یونیورسٹیوں کو ان کے جامعہ گاہ کے فروغ کے لئے فنڈ فراہم کئے جائیں گے تاکہ مختلف مضامین خصوصاً سائنس اور ٹکنالوجی کے نئے ابھرتے ہوئے شعبوں میں مختلف نصابوں کو چالو کرنے اور بحسن و خوبی چلانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

۲۰۰۱-۱۱ء کے دوران اس ریاست کے پسماندہ اور پچھڑے

مراکز میں شمار کیا جائے گا۔ ثقافتی بازو اس ریاست کی بے شمار جگہوں پر ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے مقاصد کے ساتھ لگاتار کام کئے جا رہا ہے۔

صحت مراکز کو پنچایت اداروں کے ہاتھوں سونپنا میری حکومت کا ایک مقصد ہے تاکہ عوام کی شمولیت، ساجھے داری اور زمین داری کی نگرانی کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس کی شروعات بانکوڑا ضلع کے کھیجوریا میں واقع پرائمری صحت مرکز کو مقامی پنچایت سمیت کے ہاتھوں سونپنے سے ہوتی ہے۔ کمیٹی ہٰذا معاہدہ کی بنیاد پر یہاں ملازمین کی تقرری کرے گی اور صحت مرکز کا کام کاج چلائے گی۔

فی الحال ریاستی صحت نظام ترقیاتی پروجیکٹ - II کافی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے اور ۱۲۲ پروجیکٹ ہسپتالوں میں سیول کام چالو ہیں۔ اعلیٰ اور جدید طبی آلات ان اسپتالوں کو بڑی سرعت اور تندہی کے ساتھ فراہم کئے جا رہے ہیں۔ امسال پروجیکٹ ہٰذا کے لئے نظرثانی شدہ مختص ۱۳۰ کروڑ روپے کیا ہے اور آئندہ سال کے دوران توقع کی جاتی ہے کہ یہ مختص رقم دگنی ہو جائے گی۔

خاندانی رفاہ سکٹر کو حاصل ہونے والی کامیابی قابل ستائش اور قابل ذکر ہے۔ حاصل شدہ ابتدائی نمونوں کے مطابق شرح پیدائش ۳ر۲۱ فی ہزار آبادی نیچے آگئی ہے اور یہ قومی اوسط ۴ر۲۶ سے نیچے ہے اور یہ ۲۰۰۰ء کے قریب ۲۱ کا قومی ڈیموگرافک گول (منزل) ہوگا۔ شرح اموات ۵ر۷ ہے اور بچوں کی شرح اموات ۵۳ فی ہزار ہے جبکہ اس کی قومی شرح بالترتیب ۹ اور ۷۲ ہے۔ بچوں کو ٹیکہ لگانے کے پروگرام کو بھی قابل تحسین فروغ حاصل ہوا ہے۔ اس ریاست کو صفر تا ۵ برس کے تقریباً تمام بچوں کو پلس پولیو ٹیکہ پروگرام کے تحت لانے میں بڑی کامیابی ملی ہے۔

طبی تعلیم کے فروغ کے لئے تین دیہی طبی کالجوں میں سے ہر ایک کالج میں ۵۰ نشستوں کے اضافہ کرنے کے سلسلے میں اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ آئی جی ایم ای اینڈ آر میں انڈر گریجویٹ طبی تعلیم کو چالو کرنے کے ساتھ ساتھ کمیونیٹی صحت خدمات افسران کے لئے ایک مختصر اور جامع ایم۔ ڈی بھی چالو کیا گیا ہے۔ ملیریا کے

شمار مریضوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر گہری تشویش کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اس موذی مرض سے نبرد آزما ہونے کے لئے ۲۰۰۰-۲۰۰۱ء کے دوران کارروائی منصوبوں کے لئے فنڈ اکٹھا کرنے کی خاطر خواہ بجٹری گنجائشیں رکھنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

کھیل کود کے شعبہ کی بنیادی ذمہ داری ساری ریاست میں خاطر خواہ انفرااسٹرکچرل سہولتوں کی تشکیل کرنا اور ریاستی سطح کی انجمنوں اور دیگر اداروں کو امداد فراہم کرکے مختلف شعبوں میں کھیل کود کے معیاری فروغ کو تعاون دینا ہے۔ مختلف شعبوں سے وابستہ باصلاحیت کھیل کود کرنے والے مرد اور عورتوں کو تعاون بھی فراہم کیا جاتا ہے۔

حالیہ مالی سال ۱۹۹۹-۲۰۰۰ء کے دوران شعبہ ہٰذا نے اس طرح کی بے شمار سرگرمیوں کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری لی ہے۔ سلی گوڑی انڈور اسٹیڈیم کی تعمیر کے لئے دس لاکھ روپے دئے گئے ہیں۔ ہوڑہ انڈور اسٹیڈیم کے سلسلے میں شعبہ ہٰذا نے حالیہ سال کے دوران ۱۰ لاکھ روپے دئے ہیں۔ ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران آرام باغ میں واقع آرام باغ اسپورٹس کمپلکس کو ۵ لاکھ روپے دئے جا چکے ہیں اور ۱۹۹۹-۲۰۰۰ء کے دوران کمپلکس ہٰذا کو مزید ۵ لاکھ روپے دئے گئے ہیں۔ سالٹ لیک اسٹیڈیم کے خراب درآمد شدہ دو الیکٹرانک اسکور بورڈ کی مرمت کرکے انہیں چالو کیا گیا ہے۔ شعبہ ہٰذا ربندر اسرور اسٹیڈیم کی مرمت اور اسے بہتر بنانے کے لئے ۱۰ لاکھ روپے دے گا۔ علاوہ بریں فی الحال اسٹیڈیم ہٰذا اسپورٹس مرکز کی حیثیت سے بڑی شہرت و اہمیت پا رہا ہے۔ سالٹ لیک کے یوبا بھارتی کریرآنگن کی نچلی منزل پر ایک جم کم فٹنس مرکز قائم کیا گیا ہے۔ دسمبر ۱۹۹۹ء کے دوران اس جم کم فٹنس مرکز کا افتتاح رسمی طور پر معزز نائب صدر کے ہاتھوں ہوا تھا۔ مرکز ہٰذا کو تجارتی نہج پر چلانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔

خواتین، بچوں، معذور افراد، بوڑھے اور ضعیف لوگوں، فوجی ملازمت سے سبکدوش ہونے والوں اور بھاگے ہوئے لوگوں کی رفاہ سے متعلق مختلف اسکیموں پر عمل درآمد کی ذمہ داری سماجی رفاہ کے شعبہ کو سونپی گئی ہے۔

جامع بچہ فروغ خدمات (آئی سی ڈی ایس) اس ریاست میں روبہ عمل آنے والی ایک اہم ترین بچہ رفاہی اسکیم ہے۔ مذکورہ بالا آئی سی ڈی ایس کے تحت ۳۴۲۰۰ آنگن وادی مراکز کے ذریعہ اس کی بے شمار خدمات سے فی الحال ۵۶ر۳۰ لاکھ بچے مستفیض ہو رہے ہیں۔ چھ برس سے کم عمر کے بچوں کو اضافی غذا، امراض سے بچاؤ کے ٹیکے، صحت کی جانچ، ریفرل خدمات، غیر رسمی قبل اسکولی تعلیم، صحت اور غذائی تعلیم کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ اس اسکیم یعنی آئی سی ڈی ایس کے تحت تیمار داری کرنے والی ماؤں اور حاملہ عورتوں کو بھی صحت کی دیکھ ریکھ اور اضافی غذائی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔

۱۹۹۲ء سے اس ریاست میں مغربی بنگال کمیشن برائے خواتین اپنے فرائض کی انجام دہی میں لگا ہوا ہے۔ ۱۹۹۶ء کے دوران مغربی بنگال خواتین فروغ انڈرٹیکنگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس قیام کا مقصد محتاج اور مفلوک الحال خواتین کے درمیان زنانہ کاروباریوں کو فروغ دینا تھا۔ انڈرٹیکنگ ہٰذا این او آر اے ڈی کے پروجیکٹوں کو روبہ عمل بھی لا رہی ہے۔ ان پروجیکٹوں کا نصب العین یا مقصد غریب خواتین کو روایتی اور غیر روایتی صنعت و حرفت میں تربیت دے کر ان کی زندگی میں بہتری لانا اور انہیں روزگار فراہم کرنا تھا۔

میری حکومت نے معذوری (مساوی مواقع، پوری شرکت، تحفظِ حقوق) ایکٹ برائے ۱۹۹۵ء کے تحت معذور افراد کو دی گئی مختلف سہولتوں پر عمل درآمد اور دیکھ ریکھ کے لئے ایک کمشنر برائے معذور اشخاص کی تقرری کی ہے۔ معذور حضرات کے لئے مصنوعی اعضاء، دیگر آلات، درجہ نہم سے نیچے درجہ کے معذور طلبہ کو وظیفہ، معذوروں کو شناختی کارڈ جاری کرنے جیسی رفاہی اسکیمیں روبہ عمل لائی جا رہی ہیں۔

پچھڑے طبقوں کا رفاہی شعبہ روزگار اور تعلیمی اداروں میں داخلے میں ریزرویشن کی گنجائشوں کو سختی سے لاگو کرنے پر بڑا زور لگا رہا ہے۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب طلباء کے تعلیمی فروغ کو بڑھاوا دینے کی بنیادی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے وظیفوں کی فراہمی، کتابوں کے لئے عطیات کی

رہن سہن کے عطیات کی فراہمی، ہوسٹل کے اخراجات کی ادائیگی سے متعلق جاری و ساری ہے۔ جلپائی گوڑی میں قبل از وقت امتحان تربیت مرکز قائم کرنے کی ذمہ داری لی گئی ہے۔ اس سے شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب لڑکوں کو مختلف مقابلہ جاتی امتحان میں بیٹھنے کے لئے تیاری کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ فہرست میں شامل نہ رہنے والے قبائل کی تمام تر معاشی ترقی پر بھی پوری توجہ دی جا رہی ہے۔

حالیہ مالی سال کے دوران ۲۷۲۵۷ شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب خاندانوں کو، جو غریبی کی سطح سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں، ۲۵۲۲ لاکھ روپے بطور امداد فراہم کی گئی ہے۔ ۸۲۸ غریب خاندانوں کو ۳۹۱ لاکھ روپے بطور معاشی امداد دئے گئے ہیں۔ دیگر پچھڑے طبقوں سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے واسطے معاشی رفاہ اسکیموں پر عمل درآمد کے لئے مغربی بنگال پچھڑا طبقہ فروغ و مالی کارپوریشن کا قیام عمل میں آ چکا ہے۔

مغربی بنگال کمیشن برائے پسماندہ طبقہ کی سفارشات کے عین مطابق ریاستی حکومت نے ابتک ۶۰ طبقوں کو پچھڑا ہوا قرار دیا ہے اور حکومتِ مغربی بنگال نے مقامی، اسٹایوٹری اتھارٹیز اور دیگر جگہوں کے تحت خدمات اور عہدوں پر براہِ راست تقرری کے سلسلے میں ۷ فیصد خالی جگہوں کے تحت خدمات اور عہدوں پر براہِ راست تقرری کے سلسلے میں ۷ فیصد خالی جگہوں کو مذکورہ بالا طبقوں کے لئے محفوظ یعنی ریزرو رکھا ہے۔

میری حکومت اقلیتی فرقوں خصوصاً کمزور طبقوں کی جامع ترقی و رفاہ کو دیگر تمام امور پر فوقیت دیتی ہے۔ نومبر ۱۹۹۹ء کے آخر تک مغربی بنگال فروغ اقلیات و مالی کارپوریشن نے ان کی معاشی ترقی کے لئے ان کو امدادی شرحِ سود پر ۱۲۶۵۲۴ لاکھ روپے بطور قرض دینا منظور کیا ہے۔ مذکورہ رقم انہیں اس لئے فراہم کی گئی ہے کہ وہ خود روزگار یونٹیں قائم کر سکیں۔ اس رقم سے ۲۰۰۹ افراد مستفیض ہوں گے۔ ابتک کلکتہ اور اضلاع میں ۷ ہوسٹلوں کی تعمیر عمل میں آ چکی ہے۔ یہ ہوسٹل تقریباً ایک ہزار مسلم طالبات کے لئے تعمیر ہوئے ہیں۔ یہ طالبات اضلاع کے دور دراز علاقوں میں رہنے والی ہیں اور اعلیٰ تعلیم کی حصولی کے لئے

شہرآتی ہیں۔ آئندہ مالی سال کے آخر تک اس طرح کے مزید تین ہوسٹلوں کی تعمیر کو مکمل کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔

مسلمانوں کے درمیان اعلیٰ تعلیم کو فروغ دینے کی خاطر کم آمدنی والے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے ذہین اور محنتی طلباء کے لئے وظیفہ کی منظوری کے سلسلے میں ایک اسکیم کو ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں دس لاکھ روپے کا ابتدائی بجٹری مختص حالیہ مالی سال سے ہی کیا گیا ہے۔ اس اسکیم کے تحت تقریباً ایک ہزار طلباء آئیں گے۔ وقف اور وقف جائیدادوں سے منسلک جھگڑوں کو سلجھانے کے لئے جلد ہی ایک وقف ٹریبونل (عدالت) کا قیام عمل میں آنے والا ہے۔

شعبہ عدلیہ میں میری حکومت نے کلکتہ ہائی کورٹ میں کمپیوٹرائزیشن پروجیکٹ کو مکمل کیا ہے اور حالیہ مالی سال کے دوران جلپائی گوڑی کے ضلع کورٹ میں کمپیوٹرائزیشن کے لئے انتظامی منظوری دی جا چکی ہے۔ بانکوڑہ اور ہوڑہ ضلع عدالتوں میں کمپیوٹرائزیشن کا کام قریب قریب مکمل ہو چکا ہے۔ دیگر ضلع عدالتوں میں کمپیوٹرائزیشن کے کام کو مرحلوں میں روبہ عمل لایا جائے گا۔ میری حکومت فریق مقدمہ کو پیش آنے والے مسائل سے پوری طرح واقف ہے اور گواہوں کو کم از کم بلدیاتی سہولتوں کی عدم دستیابی کی وجہ سے بھی کافی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے تحت مرد اور عورت فریق مقدمہ اور گواہوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نشست کے انتظامات کے ساتھ ساتھ ویٹنگ شیڈ اور بیت الخلا کا قیام رام پور ہاٹ اور ڈائمنڈ ہاربر میں واقع عدالتوں میں عمل میں لایا جائے گا۔ اسی طرز پر مالدہ، کھاترا اور آرام باغ میں عدالتی عمارتوں کی تعمیر کے لئے کارروائی شروع کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں میری حکومت نے ہائی کورٹ کے ججوں کے لئے بدھان نگر میں رہائشی مکانات اور عدلیاتی افسران کے لئے مختلف مقامات پر متعدد کوارٹروں کی تعمیر کا فیصلہ لیا ہے۔

مشرقی وشمالی علاقے میں سپریم کورٹ آف انڈیا کے سرکٹ بنچ اور برانچ آفس قائم کرنے کی تجویز کو روبہ عمل لانے کی میری حکومت زور و شور سے کوشش کر رہی ہے۔ اسی طرز پر کلکتہ ہائی کورٹ کی سفارش کے مطابق شمالی بنگال کے لئے کلکتہ ہائی کورٹ میں ایک سرکٹ بنچ کی تجویز کی حتمی منظوری کے لئے حکومتِ ہند کے ساتھ بڑے زور و شور سے تحریک بھی چلا رہی ہے۔ قانونی علم اور جانکاری، قانونی عوامل اور قومی ترقی میں ان کے کردار کو فروغ دینے اور ان کی تبلیغ کرنے کی غرض سے قانونی علوم کی مغربی بنگال قومی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جانے والا ہے۔ مذکورہ بالا یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر کی حیثیت سے پروفیسر این۔ آر مدھاوا مینن کی تقرری کی جائے گی۔ مذکورہ یونیورسٹی کے ابتدائی کام کاج کے لئے حکومت نے ۲۵ لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔ نیپالی زبان کو پہاڑی سب ڈویژنوں میں عدالتی زبان کی حیثیت سے چالو کیا گیا ہے۔ اور بنگلہ زبان انگریزی کے ساتھ اس ریاست کی تقریباً تمام ذیلی عدالتوں میں چالو کر دی گئی ہے۔ فی الحال ہماری عدالتوں میں ۱۶۱ نوٹری (وثیقہ نویس) اپنے کام انجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کی آسانی اور سہولت کے لئے شعبہ ہٰذا نے مختلف عدالتوں میں مزید ۳۰۰ نوٹریز (وثیقہ نویس) مقرر کرنے کا فیصلہ لیا ہے۔ لوک عدالتوں نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا ہے اور ستمبر ۱۹۹۹ء تک ۲۲۲۷ معاملوں کو نپٹایا ہے۔

اصلاحی فلسفہ اور بحالی طریقِ عمل کے ساتھ اس ہنج پہ رفتہ رفتہ آنے والی تبدیلی ہماری جیلوں کے ماحول کو خوشگوار اور صحت بخش بنا رہی ہے۔ فی الحال اخلاقی تعلیم اور ایماندارانہ طرزِ عمل پر از سرِ نو زور دیا جا رہا ہے تاکہ جیل سے رہائی کے بعد سزایافتہ افراد کو سماج کی اصل دھارا سے کامیابی کے ساتھ جوڑا جا سکے۔ مغربی بنگال اصلاحی خدمات ایکٹ کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے جیل کے قانونی ضابطوں پر نظرِ ثانی کا کام بڑے زور و شور سے چل رہا ہے اور یہ کام جلد ہی تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ جیلوں میں رائج سہولتوں کو فروغ دینے کے لئے تعمیری اور مرمت کے کام کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ جیلوں کے اندر میسنگ (کھانے کا مشترکہ انتظام) باورچی خانہ کی سہولتوں اور حفظانِ صحت کے اصولوں کی دیکھ ریکھ اور صاف صفائی کے کاموں پر پوری توجہ دی جا رہی ہے۔ جیل میں

واقع اسپتالوں کو ترقی پسندانہ طور پر جدید طبی ساز و سامان سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ مارچ ۲۰۰۱ء کے اندر اس مد پر تقریباً ۷ کروڑ روپے صرف کئے جائیں گے۔

شعبہ سندر بن امور کے تحت سندر بن ترقیاتی بورڈ سندر بن کے لئے ایک علاقہ فروغ پروگرام کو روبہ عمل لا رہا ہے۔ اپنے قیام کے وقت سے ابتک بورڈ ہٰذا نے ۱۳۶۵ کیلو میٹر لمبی اینٹ بچھی سڑکوں، ۸۵ جیٹیوں، ۸۸ زمین دوز نالوں اور چھوٹے پلوں کی تعمیر کرائی ہے۔ بورڈ ہٰذا نے نکاسی (ڈرینج) اور آبپاشی کو بہتر بنانے کے لئے ۱۷۳ بند کے دروازے از سرِ نو کھودی گئیں ۶۹ر۳۶۴ کیلو میٹر لمبی لاوارث آبی گزرگاہیں بھی تعمیر کی ہیں۔ ماحولیات کو بچائے رکھنے کے لئے تقریباً ۵۶۰۰ ہیکٹر قطعات آراضی پر جھرنگ کی شجر کاری بورڈ ہٰذا کا ایک قابلِ ستائش کارنامہ ہے۔ پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے بورڈ ہٰذا نے سندر بن میں تقریباً ۶۳۰ ٹیوب ویل نصب کرائے ہیں۔

دسویں مالی کمیشن کی سفارش پر ۳۵ کروڑ روپے کی لاگت سے سندر بن کے فروغ کے لئے ایکشن پلان (۱۹۹۶-۲۰۰۰ء) کو روبہ عمل لانے کا کام پروگرام برائے ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء شامل ہے۔ فنڈ ہٰذا کو بروئے کار لاکر اور ریاستی حکومت کے دیگر شعبوں، ضلع حکام، ضلع پریشدوں کے اشتراک سے ہاڑوا، ہنگل گنج، سینا کھان اور کیننگ II بلاکوں میں اینٹ بچھی اور سیاہ رخ سڑکوں، جیٹیوں، پلوں، پینے کے پانی کی فراہمی اور جھرنگ کی شجر کاری کے کام کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران ۹۳۶ لاکھ روپے کی منصوبہ بند بجٹ گنجائش اور ۴۳۱۱ لاکھ روپے دسویں مالیاتی کمیشن کے فنڈس سے ۸۰ کیلو میٹر طویل اینٹ بچھی سڑکوں، ۱۱ جیٹیوں اور ایک زمین دوز نالے کی تعمیر کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ۶۶ ٹیوب ویل کھودے گئے ہیں اور ۲۷۳ جھرنگ کی شجر کاری کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔

مغربی بنگال میں فوڈ پروسیسنگ پلانٹس قائم کرنے کیلئے لاتعداد کاروباری پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ مالی امداد کے ۸۷ عدد پروجیکٹوں کو کلیئرنس دیا جا چکا ہے اور ۲۳ر۶۰ کروڑ روپے کی لاگت کی تجاویز کو حکومتِ ہند کے پاس روانہ کیا گیا ہے۔ گرچہ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے تاہم زراعت پر مبنی صنعتوں کے فروغ کے لئے پالیسی ہدایات کی سفارش کی خاطر ریاستی سطح پر ایک ٹاسک فورس کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ فوڈ پروسیسنگ سکٹر پر مشتمل مذکورۂ بالا ٹاسک فورس حسبِ توقع مارچ ۲۰۰۰ء تک اپنی رپورٹ داخل کرے گا۔

عوامی صحت انجینئرنگ شعبہ مارچ ۲۰۰۰ء تک اس ریاست کی کل ۷۹۰۳۶ آبادی والے علاقوں میں ۴۰ لیٹر پانی فی کس یومیہ کی فراہمی کے کم از کم خدمت سطح کو یقینی بنانے کا نشانہ رکھتا ہے۔ سال ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران ۶۹۱۶ نئے وسائل پیدا کئے گئے تھے اور کل ۷۹۰۳۶ میں سے ۷۸۴۳۳ آبادی والے علاقوں کو مذکورہ بالا وسائل کے تحت لایا گیا تھا۔ فی الحال اس ریاست میں "اس کے تحت آبادی والا کوئی علاقہ نہیں ہے۔

سالِ رواں کے دوران بدوریا میونسپلٹی میں پائپ کے ذریعہ پانی کی سپلائی کو چالو کرنے کے ساتھ ساتھ کلکتہ میٹروپولیٹن علاقہ کے باہر اس ریاست کے اندر کل ۸۱ میونسپل شہروں کو پائپ کے ذریعہ پانی کی سپلائی کی سہولت سے آراستہ کیا گیا ہے۔ سالِ رواں کے دوران خدماتی سطحوں کو بڑھانے کے لئے درگاپور، کھڑگپور، پرولیا اور سلی گوڑی شہروں میں پانی کی سپلائی کی بڑی اسکیموں کو چالو کیا گیا ہے۔ غیر سی ایم ڈی اے شہری علاقوں میں پائپ کے ذریعہ پانی کی سپلائی کے تحت آنے والے کل افراد کی تعداد ۸۰ نیصد سے بڑھ کر ۸۴ر۷۰ نیصد کو آگئی ہے۔ اپریل ۲۰۰۰ء تک تمام تردیہی آبی سپلائی ۸۷ر۰۳ نیصد سے بڑھ کر ۸۲ر۸۴ کو پہنچ جائے گی اور بذریعہ پائپ پانی کی سپلائی ۱۹ر۶۴ نیصد سے بڑھ کر ۲۱ر۶۶ نیصد ہو جائے گی۔

پانی میں سنکھیا کی کثافت سے نپٹنے میں معروف تنظیموں اور متعدد اداروں کی مختلف سرگرمیوں کو متوازن بنانے اور پینے کے پانی سے سنکھیا کو دور کرنے کی مزید تحقیقی کوششوں کو روبہ عمل لانے کی غرض سے تحت سنکھیا پر بھی ٹاسک فورس جس کی تشکیل اصل معنوں میں ۱۹۹۵ء کو ہوئی تھی، کو سالِ رواں کے دوران

20

مختلف تنظیموں کے ماہرین کی شمولیت کے ساتھ ازسرِنو تشکیل دی گئی ہے۔ یو این آئی سی ای ایف کے تعاون سے ایک مشترکہ ایکشن پلان روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ اس کا کام سطحی آبی پروجیکٹوں پر عمل درآمد، سنکھیا کی کثافت والے آبی وسائل کی منتقلی، محفوظ وسائل کی تشکیل، سنکھیا دور کرنے والے پلانٹس کو لگانے اور عوام کو بیدار کرنے والی مہموں اور آر اینڈ ڈی سرگرمیوں کو فروغ دینے جیسے دیگر طویل مدتی اقدامات کے ہمراہ متاثرہ بلاکوں میں تمام سنکھیا آمیز پینے کے پانی کے وسائل کی نشاندہی کرنا ہے۔

حالیہ مالی سال کے دوران ضلع مالدہ کے سنکھیا سے متاثرہ علاقوں کے لئے اس کے شمالی زون میں زمینی آبی سپلائی پروجیکٹ قائم کیا گیا ہے تاکہ تقریباً تین لاکھ متاثرین کو مستفید کیا جا سکے۔ ضلع شمالی ۲۴ پرگنہ میں ایک زمینی آبی پروجیکٹ اب ترقیاتی منزل پر ہے۔ سنگھیا سے متاثرہ اضلاع میں چھ آبی تفتیشی تجربہ گاہیں قائم کی گئی ہیں۔ اس سال کلکتہ میں ایک سنٹرل لیباریٹری قائم کی گئی ہے۔ مارچ ۲۰۰۱ء تک ضلع سطح پر مزید سات تجربہ گاہیں قائم کی جائیں گی۔

اپریل ۲۰۰۰ء تک چوتھی معاشی اعداد شماری مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔ مزید برآں بانکوڑہ، پرولیا اور مدناپور کے اضلاع میں قدرتی وسائل کے اعداد و شمار پر مبنی مینجمنٹ سسٹم بروئے عمل ہے۔ دیگھا کی بنیادی ترقی کے لئے دیگھا ترقیاتی حکام کو ۵۷ر۹ لاکھ روپئے کی رقم کی منظوری دی گئی ہے۔

جھاڑگرام سب ڈویژن کے پسماندہ علاقوں کے لئے خصوصی علاقائی ترقیاتی پروگرام کے لئے بجٹ میں ۲۵۰ لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ فنڈ کی ان رقوم کو مختلف چھوٹی آبپاشی اسکیموں کیلئے، تعلیمی مرکز کی تعمیر نو اور ترقی کے لئے، مواصلاتی سہولتوں کی تعمیر و فروغ کے لئے اور جھاڑگرام ترقیاتی بورڈ کی جانب سے منتخبہ دیہی بجلی کاری اسکیموں کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جامع علاقائی ترقیاتی کارپوریشن ۲۱ پروجیکٹس اور ایک ریشم نخلستان کیندر چلا رہا ہے۔ آلو کے بیج کی پیداوار، اجودھیا کی وادیوں میں بیج کی پیداوار اور پھولوں کی پیداوار کے پرچار کے لئے اسکیموں کے سلسلے میں اے ڈی سی کی جانب سے تجربہ کیا جا رہا ہے۔

میری حکومت شعبۂ راحت کاری و بحالی برائے مہاجرین رفیوجیوں کے خاندانوں کی بحالی کے موجودہ پروگرام کو جاری رکھا ہے۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران ۲۰۰۰ کے مقررہ نشانے کے مقابلے میں ستمبر ۹۹ء تک حق ملکیت کی ۳۶۸۶ دستاویزات تقسیم کی جا چکی ہیں۔ اس طرح ۲۲۴۳۳ کے نشانے کے مقابلے میں اس سے مستفید ہونے والوں کی تعداد بڑھ کر ۲۰۵۷۳۹ ہو گئی ہے۔ ۹۹۸ جماعتوں کے تحت رفیوجی کالونیوں کے سروے کا کام نقطۂ عروج پر ہے۔ اب تک ۷۸۶ میں سے ۲۴۱ کالونیوں کا سروے کیا گیا ہے جو ریاستی حکومت کے خطہ میں آباد ہیں۔ ریاستی حکومت سے متعلقہ زمین کے سلسلے میں بین المحکماتی منتقلی کا کام لیا گیا ہے تاکہ ان کالونیوں کے سلسلے میں بحالی کے کام کاج کو جاری رکھا جا سکے۔

رفیوجی کالونیوں کے اندر بنیادی سہولتوں کی ترقی کے موجودہ پروگراموں کو آئندہ مالیاتی سال کے دوران روبہ عمل لایا جائے گا۔

سائنس اور ٹکنالوجی اور غیر رسمی توانائی وسائل کے شعبے نے سائنسی ترقی، سائنسی مقبولیت، لیباریٹری سے زمین تک ٹکنالوجی کی منتقلی کے میدان میں اور غیر رسمی توانائی وسائل کے خطہ میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ موجودہ مالی سال کے دوران یونیورسٹیوں اور ریسرچ لیباریٹریوں کے تعاون سے متعدد تحقیقاتی اور ترقیاتی پروجیکٹوں کو کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ریموٹ سینسنگ، ماحولیاتی مینجمنٹ، پیٹنٹ سرچ اور بایو ٹکنالوجی کے میدانوں میں بہت سے پروجیکٹوں کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ آئندہ سال کے دوران عام لوگوں کے فائدے کے لئے انتہائی شد و مد کے ساتھ ان تمام پروگراموں کو جاری رکھا جائے گا۔

ان باتوں کے ساتھ میں اسے آپ کے سوچ وچار کے لئے چھوڑتا ہوں اور آپ سے کامیابی کی امید کرتا ہوں ٭٭

ضروری اعلان	یکم اپریل ۲۰۰۰ء سے "مغربی بنگال" کی قیمت ۵۰ پیسے سے بڑھا کر ایک روپیہ کر دی گئی ہے۔ اب سے رسالہ کا زرِ سالانہ ۱۰ روپئے کے بجائے ۲۰ روپئے ہوگا۔ (ادارہ)

ریاستی بجٹ برائے ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء

یہ بجٹ قومی سطح پر نئی متبادل اصلاحات پر مبنی ہے:

شری اشیم داس گپتا

وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا نے گزشتہ ۲۲ر مارچ کو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی میں ۲۵۶۶۱ کروڑ روپے کا بجٹ برائے ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء پیش کیا۔ وزیر مالیات نے بتایا کہ محدود خسارہ بجٹ کا مرکزی خیال ریاستی سطح پر محدود اختیارات کے اندر رہ کر زیادہ سے زیادہ مساوی مقابلہ اور لامرکزیت کی جانب پیش قدمی کرنا ہے۔ یہ ایک ایسی پیش قدمی ہے جو پیداوار کی فاضل قوتوں کو بڑھاوا دے گی اور روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا کرے گی۔ وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا کے بجٹ بیان کا اردو متن درج ذیل ہے:

آج سارا ملک نہایت ہی مشکل معاشی صورت حال سے دوچار ہے اور ان حالات سے گزرتے ہوئے میں حالیہ ریاستی بجٹ پیش کرنے جا رہا ہوں۔ تقریباً گزشتہ آٹھ برسوں سے حکومت ہند آئی ایم ایف قرض اور ڈبلیو ٹی او سمجھوتہ کے شرائط کے آگے خود سپردگی سے لبدنام نہاد لبرلائزیشن اور معاشی اصلاحات کی پالیسی کو روبہ عمل لاتی رہی ہے۔ یہ وہی پالیسی ہے جسے حالیہ مرکزی بجٹ برائے ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء میں نئی جہتوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

ان نئی جہتوں کو مذکورہ بالا بجٹ میں ۴۰۰ا کروڑ روپے تک کی برآمدات پر کسٹم ڈیوٹی میں مزید کشادگی کے ساتھ تخفیف کرتے ہوئے شامل کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریباً ۳۲۰۰ کروڑ روپے تک گھریلو صنعتی ساز و سامان پر اکسائز ڈیوٹی میں فراخدلانہ طور پر اضافہ کیا گیا ہے۔ ان اضافی اقدامات کی وجہ سے برآمدات کے داخلے میں اضافہ ہوگا اور اس طرح ہندستانی صنعتوں کو ایک بار پھر اپنے گھریلو بازار سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ نتیجہ کے طور پر ملک کی صنعتی پیداوار کی نشوونما کی سالانہ اوسط شرح جو لبرلائزیشن کی پالیسی (۸۴-۱۹۸۳ء تا ۹۱-۱۹۹۰ء) کے قبل ۸ برسوں کی مدت کے دوران ۸ر۴ فیصد سے گھٹ کر اس پالیسی (۹۲-۱۹۹۱ء تا ۹۹-۱۹۹۸ء) کے عمل میں آنے کے بعد ۸ برسوں کے دوران ۵ر۶ فیصد کو آن پہنچی۔ اس مرکزی بجٹ کی تجاویز کے بعد یہ مزید گر سکتی ہے۔ اہم اور متعلقہ معاملہ کے طور پر بے روزگاری کے حجم پر اندراج شدہ بے روزگاری سے موسوم ہے انے تنہا ملک کے اندر ۴ کروڑ کے عدد کو پار کر لیا ہے اور اس پر گہری نگاہ ڈالی جائے تو صورت حال اور بھی خراب نظر آسکتی ہے۔

اس مرکزی بجٹ میں عوامی نظام تقسیم پر بھی چوٹ کی گئی ہے۔ مذکورہ پالیسی کے نتیجے میں قومی سطح پر پہلی بار کمتر آمدنی والے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو نہ صرف مذکورہ نظام تقسیم کے دائرہ عمل سے خارج کر دیا گیا ہے بلکہ لازمی اشیا کی قیمتوں میں بھی زبردست طور پر اضافہ کیا گیا ہے۔ مزید برآں کھاد پر سبسڈی کو کم کرنے کے فیصلے سے کسان بری طرح متاثر ہوں گے اور اس کے نتیجہ میں غذائی اجناس کی قیمتوں میں مزید اضافہ ہوگا۔

صنعتی میدان میں اس بجٹ نے بیرونی/غیر ملکی سرمایے کے داخلے کو نہایت ہی آسان اور زوردار بنا ڈالا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عوامی سیکٹر کی اکائیوں کو بہتر طور پر چلانے کی کوشش کرنے کے بجائے ایسے فیصلے لئے گئے ہیں جن کی وجہ سے ان کی اکائیوں پر براہ راست طور پر مزید ضرب لگ رہی ہے۔ مغربی بنگال میں واقع مرکزی عوامی سیکٹر کی تمام اکائیوں کے سلسلے میں بجٹری مختص میں بڑے پیمانے پر کٹوتی کر دی گئی ہے اور ۴ ایسی اہم اکائیوں کے سلسلے اس سلسلے میں تو محض صفر کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

ڈبلیو ٹی او سمجھوتہ کی شرائط کے نتیجہ میں گھریلو دانشورانہ املاک حقوق کی حق تلفی ہو رہی ہے اور اس کے نتیجے میں گھریلو تحقیقی اداروں کی آزادی میں خلل پڑ رہا ہے۔ فی الحال یہی دخل اندازی آگے بڑھ کر گھریلو عدلیہ کے میدان میں آ پہنچی ہے اور قانونی پیشہ

میں بھی داخل ہو چکی ہے۔

مالی اداروں کے میدان میں بھی غیر ملکی کمپنیوں کو داخلے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اگرچہ قومی انشورنس ادارے برسوں سے بہتر اور منافع بخش طور پر بزنس چلا رہے تھے تاہم اس انشورنس سیکٹر میں غیر ملکی اداروں کو لایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے پرائیوٹ ہاؤسز نے تومیائے گئے بینکوں سے قرض لیا اور اس کی ادائیگی نہیں کی جس سے ان تومیلائے گئے بینکوں کو مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ بہرکیف مذکورہ بالا بینک مذکورہ قرضوں کی رفتہ رفتہ وصولی کرکے منافع کما لیتے مگر ان سب باتوں سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود بھی اس مرکزی بجٹ میں ایسے فیصلے لئے گئے ہیں جن کی رو سے ان بینکوں میں حکومت ہند کے شیئر کو گھٹا کر ۳۳ فیصد کر دیا گیا ہے اور ایک بار پھر بقیہ شیئروں کو پرائیوٹ ہاؤسوں کو دے دیا گیا ہے۔ ان فیصلوں کے بعد بینکوں اور مالی اداروں کو سماجی سمت کے احساس سے ہاتھ دھونا پڑے گا

لبرلائزیشن کی پالیسی اور معاشی اصلاحات کے مجموعی نتیجے کے طور پر ہمارے ملک کے بڑے بڑے معاشی میدانوں کے اندر فیصلہ لینے کی آزادی میں صرف مداخلت اور ہماری معاشرتی آزادی میں صرف دخل اندازی ہی نہیں بلکہ کاشتکار، مزدور، عام صنعت کار، عام تاجر اور کمتر اور متوسط طبقوں جیسے عام لوگوں کی ایک بڑی تعداد کے مفاد یعنی ہماری آبادی کے ۹۰ فیصد لوگوں کے مفادات بھی بری طرح مجروح ہو رہے ہیں۔ آخرکار اس پالیسی میں تبدیلی لانے کے لئے لوگوں کی ایک بڑی تعداد بے چین ہو رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دور حاضر میں عام لوگوں میں ذات پات، مذہب اور مذہبی بنیاد پرستی کے نام پر پھوٹ ڈالنے کے لئے مختلف قسم کی انتشار پسند طاقتیں ابھر کر سامنے آ رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ کے ایک طبقے کے ذریعہ عام لوگوں کی سماجی جڑوں اور قدروں پر ایک باقاعدہ اور منصوبہ بند حملہ کیا گیا ہے تاکہ ان کے سماجی اقدار کنزیومرازم سے پورے طور پر مغلوب ہو جائیں اور یہ امر لبرلائزیشن کی اسکیم کو بڑھاوا دینے کے لئے ضروری ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود تلخ حقیقت یہ ہے کہ پورے ملک میں بے روزگاری بڑھ رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ لازمی اشیاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ درآمدات اور برآمدات کے درمیان خارجی تجارتی خسارہ کا فرق جو ۹۱-۱۹۹۰ء کے دوران تقریباً دس ہزار کروڑ روپے تھا ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران بڑھ کر فی الحال ۴۳ ہزار کروڑ روپے کو پہنچ چکا ہے، یعنی فرق بہت خطرناک حد کو پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا خسارہ ہذا ہماری پوری معیشت کو خارجی قرض کے ضرر رساں شکنجے کی جانب دھکیل رہا ہے۔

اس ضمن میں اس امر کا تذکرہ بے جا نہیں ہوگا کہ تجربہ کی بنیاد پر چند ممالک خصوصاً جنوبی مشرقی ایشیا کے ممالک نے اس آئی ایم ایف، ڈبلیو ٹی او کی پیش کردہ لبرلائزیشن کی پالیسی اور معاشی اصلاحات کے خلاف فی الحال اپنی آواز اور احتجاج بلند کرنا شروع کیا ہے۔

اس پریشان کن صورت حال سے مقابلہ کرتے کرتے آج ایسا وقت آ پہنچا ہے جب ہمارے ملک کے عوام اور محبان وطن کو سامنے رکھ کر ہمیں ایک ایسے متبادل معاشی پالیسی کے بارے میں غور کرنا ہے اور ایک ایسی مختلف اور نئی قسم کی معاشی اصلاحات کے نشیب و فراز سے متعلق سوچنا ہے جو ہم لوگوں پر کسی خارجی قرض کی شرط نہیں تھوپے بلکہ اس کی تشکیل کچھ اس طرح کی جائے کہ یہ ہمارے اپنے جمہوری اصولوں کی حدود میں رہ کر مباحثوں کے ذریعہ ہمارے ملک کے عوام کے مفادات کو ترجیح دے اور بعد ازاں حسب حال اس پر عمل درآمد کیا جائے۔

باب دوم:

چونکہ اس متبادل معاشی پالیسی اور نئے معاشی اصلاحات کا بنیادی مقصد عوام کے مفادات کو ترجیح دینا ہے۔ اس لئے نئی اصلاحات کی شروعات موجودہ سماجی و معاشی ڈھانچہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ایک صاف سماجی سمت کے ساتھ ہونی چاہئے۔ ہمارے ملک کے موجودہ سیاق و سباق میں اس سماجی سمت کا مفہوم پیداوار میں اچھا خاصا اضافہ کرکے زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع کو بڑھانا ہے۔ اس سماجی سمت کو نافذ کرنے میں کام کے دو لازم علاقوں پر زور ڈالنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ ان میں

سے ایک تمام متعلقہ حلقوں میں اجارہ دارانہ اختیارات کو کم کرنا اور مقابلہ کو فروغ دینے کے لئے موثر قدم اٹھانا ہے۔ دوسرے کا تعلق سماجی کام کے میدان میں لامرکزیت کو بڑھاوا دینے سے ہے۔ سماج کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مثبتی طور پر فائدہ پہنچانے کے ساتھ انفرا اسٹرکچر اور سماجی خدمات کے میدان میں سماجی کارروائی کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ان سماجی کارروائی کو پُر یقین بنانے میں مہارت کے اسباب کے لئے موزوں لامرکزیت کی جانب ایک قدم یعنی عوام کی سرگرم شمولیت اور جواب دہی کے ساتھ لامرکزیت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ان دو لازمی ستونوں — مقابلہ اور موزوں لامرکزیت کو فروغ دینے کی کارروائی کا انحصار اس بات پر ہے کہ نئے معاشی اصلاحات کے مذکورہ پروگرام کی بڑی اشیاء کو منطقی طور پر ایک دوسرے سے منسلک بنایا جائے۔

مقابلہ میں مزید اضافہ کے لئے یہ اسباب ہیں کہ نئی معاشی اصلاحات کے اس پروگرام میں خود اعتمادی کی مہارتی بنیاد کی ضرورت پر خصوصی توجہ ڈالی جائے۔ یہ تحریک کثیر الاقوامی ثروت کے اجارہ دارانہ اختیارات سے مقابلہ کرنے میں مددگار ثابت ہوگی اور بذات خود بین الاقوامی تجارت کے میدان میں ایک مخصوص مقابلہ جاتی طاقت بن کر سامنے آئے گی۔ پر مہارت خود اعتمادی کے اس تصور کا مطلب بیرونی تجارت سے ہاتھ کھینچ لینا قطعی نہیں نکلتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ ہمارے ملک کے وسیع قدرتی اور انسانی وسائل کو بروئے کار لا کر کسی حد تک صحیح معنوں میں تندہی کے ساتھ ملکی طور پر عام لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے اور کس طرح ملکی طور پر روزگار کے مواقع بھی پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ خود اعتمادی کے اس اصل نکتہ کی مضبوط بنیاد پر اگر مخصوص علاقوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ غیر ملکی تجارت میں شرکت سے ملک کو مقابلہ جاتی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور عوام کے مفاد مجروح نہیں ہوتے تو شرکت مذکورہ بالا علاقوں میں کرنی چاہئے لیکن لاشعوری طور پر نہیں۔ دوسرے الفاظ میں بنا تمیز

درآمدات و برآمدات کے آئی ایم ایف۔ ڈبلیو ٹی او کی پیش کردہ موجودہ پالیسی کی جگہ پر درآمدات اور برآمدات کے میدان میں ایک محتاط سماجی توازن کے قیام کے لئے نئی معاشی اصلاحات پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ روزگار کے مواقعوں کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کے لئے گھریلو پیداوار میں اضافہ کیا جا سکے۔

مذکورہ سماجی توازن کو پُر یقین بنانے کے لئے اگر قومی اور باہمی مفادات کے مخصوص علاقوں میں غیر ملکی سرمایہ کا لگانا ضروری سمجھا جاتا ہے تب ہی ان علاقوں میں غیر ملکی سرمایہ کاری کرنا چاہئے اور میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ اسے لاشعوری طور پر عمل میں لانا نہیں چاہئے۔

پُر مہارت خود اعتمادی کے حصول کے اسباب کے لئے ہی یہ کہا جاتا ہے کہ گھریلو وسائل اکٹھا کرنے پر زیادہ توجہ دینے کے لئے خارجی قرضوں پر ہمارے انحصار کو کم کرنا چاہئے۔ حالیہ ترین دستیاب اطلاعات کے مطابق ہر سال اکیلے مرکزی ٹیکس کی ادائیگی میں بہانہ بنا کر دو لاکھ کروڑ روپے کے کالے دھن کی حصولی ہماری معیشت میں نہیں ہوتی ہے۔ اگر اس حصولی کے دس فیصد کو بھی کھوج نکالا جا سکے تو خارجی قرضوں پر انحصار نہیں کرنا پڑے گا۔ طبعی انفرا اسٹرکچر اور سماجی خدمات کو فروغ دینے اور سماجی طور پر لازمی سبسیڈی کی بنیاد پر لازمی اشیاء کے میدان میں عوامی نظام تقسیم کو درست کرنے اور وسعت بخشنے کے لئے بھی مذکورہ طور پر حاصل کردہ وسائل کافی ہوں گے۔

بذات خود مقابلہ کے اسباب کے لئے عوامی نظام تقسیم پر خصوصی توجہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ریاستوں کے تعاون سے اور قومی سطح پر تشکیل کردہ ایک جوابدہ عوامی نظامِ تقسیم ہی صحیح معنوں میں ان اجارہ دارانہ اختیارات کے مقابلہ ایک جوابی فائدہ پر مشتمل مقابلہ جاتی طاقت کی حیثیت سے کام کر سکتا ہے جو ان اشیاء کے تجارتی میدان میں سرگرم عمل جانے جاتے ہیں اور اس طرح بڑھتی ہوئی شرحِ نرخ پر روک لگانے میں مدد ملے گی۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر صنعت کے میدان میں اگر اجارہ داری مفادات کسی سماجی اہمیت کے حامل سیکٹر پر غلبہ رکھتے ہیں

تو ہاہر عوامی سیکٹر کی اکائیوں کی موجودگی ایک بار پھر مقابلہ کرنے والی مخصوص طاقت کو بروئے کار لانے میں تعاون دے سکتی ہے۔ اہم عوامی سیکٹر کی اکائیوں کو تباہ و برباد ہونے دینے کے بجائے ان کے نظام انتظامیہ اور ان کی جبلی صلاحیت کو خصوصاً مذکورہ بالا مخصوص سماجی مقصد کے ساتھ بہتر بنانا لازمی ہے۔

صنعت کے میدان میں مقابلہ سے وابستہ کسی تحریک کا اصل اطلاق کچھ اس طرح ہونا چاہئے کہ اس کی شروعات گھریلو طور پر ہونی چاہئے اور ٹکنالوجی پر اس کا انحصار ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں بڑی صنعتوں، چھوٹی صنعتوں اور چھوٹے کاروباریوں یعنی سبھوں کو مساوی مواقع فراہم کرنا چاہئے۔ بڑے پیمانہ کی اکائیوں کے شانہ بشانہ چھوٹے پیمانہ کی موزوں اور مناسب درجہ بندی کا یہ مطلب نہیں نکلتا ہے کہ سخت سے سخت مقابلہ کی صورت حال پیدا کی جائے بلکہ یہ درجہ بندی خاطر خواہ روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوگی اور خاطر خواہ روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہی اصلاحات کے اس نئے پروگرام کا بنیادی سماجی مقصد ہے۔

زراعت کے میدان میں زمین کے استعمال اور اس کی ملکیت کے سلسلے میں عام مزدور کسانوں کے لئے مساوی مقابلہ کی تحریک میں زیادہ مساوی رسائی کی ضرورت ہے۔ لازماً اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ اصلاحات اراضی کو مؤثر عمل درآمد کی شدید ضرورت درپیش ہے۔

عام کسانوں اور عام صنعت کاروں کو بینک قرضہ کے معاملے میں مساوی مواقع کی فراہمی کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے بینک کے میدان میں بھی سماجی کنٹرول کے اندر رہتے ہوئے ایک مقابلہ جاتی ماحول کا پیدا کرنا لازمی بن جاتا ہے۔ اس حد تک بڑے بڑے قرضداروں سے قرضوں کی ادائیگی پر مشتمل داخلی مہارت میں بہتری لانے اور سماجی ترجیحات کے نفاذ کے ساتھ ساتھ امداد باہمی بنکنگ سیکٹر کو توسیع دینا بھی لازمی ہے اور امداد باہمی بنکنگ سیکٹروں کے اشتراک و تعاون سے چھوٹے کسانوں اور چھوٹے کاروباریوں کی اپنی مدد آپ جماعتوں کی تشکیل کی ہمت افزائی کرنا

بھی وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

ملکی طور پر مقابلہ کی ایک صورت حال کی تشکیل کے ساتھ معاشی اصلاحات کے اس طریقہ کار کے سلسلے میں حکومت کے داخلی کام کاج کے رویہ میں تبدیلی لانے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ حکومت کے غیر ضروری مرکوز اختیارات کو لامرکوز بنانا بھی ضروری ہے اور اس کام سے لوگوں کی سرگرم شرکت کو یقینی بنایا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں جوابدہی کی بھی گنجائش رکھی جائے گی۔ مثال کے طور پر زراعت اور صنعت کے میدان میں مقابلہ اور پیداوار میں افزائش کی تحریک کے ساتھ انفرا سٹرکچر (مثلاً آبپاشی، سڑک، بجلی وغیرہ) اور سماجی خدمات (مثلاً تعلیم، صحت وغیرہ) کو بڑھانے کی متوازی اور لازمی ضرورت کو پیش نظر رکھا جائے۔ ان تمام علاقوں میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے وسیع تر اسباب کے لئے سماجی کارروائی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایک بار پھر مہارت کی بنیادوں پر سماجی کارروائی کی موزوں سطح کے انتخاب میں حکومتوں کے اندر واقع غیر ضروری مرکوز اختیارات کو منتشر کرکے ان میں لامرکزیت لانے کی ضرورت ہے اور یہ لامرکزیت مرکز سے ریاستوں کی جانب آنی چاہئے۔ پھر ریاستی سطح سے اضلاع میں واقع پنچایتوں اور میونسپلٹیوں میں آنی چاہئے۔ بالآخر تمام تر سماجی مقصد کے تعاون سے تمام امور میں منظم طور پر لوگوں کی شمولیت کو ضروری بنانا چاہئے۔

باب سوم:

معزز اراکین! نئی معاشی اصلاحات کا یہ پروگرام کلی طور پر قومی سطح پر ہے۔ اس پروگرام نے صرف وہی پہلو جو ریاستی حکومت کے محدود اختیارات کے اندر آتے ہیں ہمارے ریاستی بجٹ کی بنیاد بنے ہیں۔ لہٰذا مختلف میدانوں میں پیداوار کی ہر مہارت اور خاطر خواہ افزائش کے ذریعہ ہر ممکنہ حد تک روزگار کے مواقع کو حاصل کرنا ریاستی بجٹ کی سماجی ہدایت ہے۔ اس سلسلہ میں مذکورہ اسباب کے لئے اقدامات اٹھائے گئے ہیں تاکہ مزید مقابلہ کی تحریک کو آگے بڑھایا جا سکے جیسا کہ ریاست کے اختیارات کے اندر قابل قبول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سماجی طور پر نمایاں

اثرات کے ہمراہ مذکورہ میدانوں میں پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے ذریعہ مزید لامرکزیت لانے کے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ اس لامرکزیت میں شراکت داری اور جوابدہی دونوں ہی کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

چوں کہ زراعت میں تقابل کی تحریک کا صحیح مطلب اصلاحاتِ آراضی نکلتا ہے اور چونکہ پیداوار اور روزگار کے مواقع کی تشکیل کا بلند ترین ریکارڈ چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کی زمین سے ہی حاصل کیا جاتا ہے اس لئے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقعوں کی تشکیل کے مقصد کے ساتھ مغربی بنگال کی نئی معاشی اصلاحات کے تمام تر طریقِ کار کی شروعات اصلاحاتِ آراضی سے ہوتی ہے۔ اصلاحاتِ آراضی کے اس عمل درآمد میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مغربی بنگال کا مقام فی الحال تمام ریاستوں میں سرِفہرست ہے۔ ۱۱۲ ؁ کے قومی نمونہ سروے اعداد و شمار کے مطابق مجموعی طور پر پورے ملک میں چھوٹے اور حاشیائی کسان (جو کل کسانوں کے ۸۵ فیصد سے زائد پر مشتمل ہیں) اصلاحاتِ آراضی پر عمل درآمد کے بعد مغربی بنگال میں صرف ۴۳ر۲ فیصد قطعاتِ آراضی کے مالک ہیں جبکہ چھوٹے اور حاشیائی کسان قریب قریب ۷۰ر۷ فیصد زرعی قطعاتِ آراضی کے مالک ہیں۔ ۱۹۹۲ ؁ کے بعد ریاستی ریوینیو وزراء کی کانفرنس (۱۹۹۸ ؁) سے دستیاب اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ ابتدا ازاں ۵ برسوں کی مدت (۱۹۹۸ - ۱۹۹۲ ؁) کے بعد پورے ملک میں کل عطا شدہ (یعنی ویسٹیڈ) قطعاتِ آراضی (۴۹ر۱ لاکھ ایکڑ) میں سے ۴۰ فیصد (۱۰ ہزار ایکڑ) مغربی بنگال میں عطا کئے گئے (ویسٹیڈ) ہیں اور غریب تر کسانوں کے درمیان کل تقسیم کردہ قطعاتِ آراضی (۳۵ر۱۲ لاکھ ایکڑ) میں سے مغربی بنگال میں تقریباً ۲۸ فیصد (۸۴ ہزار ایکڑ) تقسیم کئے گئے ہیں۔ اگرچہ ہمارے ملک کے کل قطعاتِ آراضی میں سے مغربی بنگال کا حصہ صرف تقریباً تین فیصد بنتا ہے

مغربی بنگال میں اصلاحاتِ آراضی پر عمل درآمد کے اس فروغ کے نتیجے کے طور پر ۲۰۰۰-۱۹۹۹ ؁ کے دوران حالیہ اعداد و

شمار کے مطابق اس ریاست میں فی الحال عطا کردہ (ویسٹیڈ) قطعاتِ آراضی کی کل تعداد تقریباً ۶۵ر۱۳ لاکھ ایکڑ کو پہنچ چکی ہے۔ ۳۸ر۱۰ لاکھ ایکڑ قطعاتِ آراضی کی تقسیم سے ۲۵ر۲۷ لاکھ غریب کسان مستفیض ہوئے ہیں اور ان میں تقریباً ۵۶ فیصد افراد شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں اس نکتہ کی وضاحت ضروری ہے کہ مشترکہ پٹوں سے مستفید ہونے والوں کی تعداد ۲۸ر۴ لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے اور ان میں خواتین پٹہ مالکان کی تعداد ۴۶ ہزار ہے۔ یہ اعداد اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ غریب خواتین کی خود اعتمادی اور مرتبہ کو بلند رکھنے پر ان اقدامات کے ذریعہ ہماری ریاست خصوصی توجہ دیتی ہے۔ مزید برآں اندراج شدہ برگہ داروں کی تعداد بھی بڑھکر ۹۱ر۱۴ لاکھ کو پہنچ چکی ہے اور کھیتی باڑی والے قطعاتِ آراضی کی تقسیم سے مستفیض ہونے والوں کی تعداد (جو زرعی مزدوروں اور دیگر طبقوں پر مشتمل ہے) تقریباً ۹۶ر۲ لاکھ کو پہنچ گئی ہے

پیداوار اور روزگار کے مواقع کی افزائش کی شکل میں ان اصلاحاتِ آراضی اقدامات کو زیادہ ثمرآور بنانے کے لئے آبپاشی کے لئے پانی، بہتر بیج اور کھاد کی فراہمی بھی کرنی ہوگی۔ لہٰذا اصلاحاتِ آراضی کے ساتھ ساتھ ان غیر آراضی سامانوں میں سے ہر ایک کی فراہمی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ نتیجہ کے طور پر آبپاشی کے میدان میں کل خالص زرعی علاقہ کے تناسب کے طور پر اس ریاست کا کل آبپاشی شدہ ۷۸-۱۹۷۷ ؁ کے دوران ۳۲ فیصد تھا، یہ ۹۹-۱۹۹۸ ؁ کے دوران بڑھ کر ۵۸ فیصد کو پہنچ گیا اور فی الحال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ ؁ کے دوران بڑھ کر یہ ۶۰ فیصد کو پہنچ گیا ہے۔ بہتر بیجوں کے استعمال میں خصوصاً دھان کی کاشت میں ۷۸-۱۹۷۷ ؁ کے دوران زیرِ کاشت کل علاقہ میں بہتر قسم کے بیجوں کی کاشت کا علاقہ محض ۲۸ فیصد تھا اور ۹۹-۱۹۹۸ ؁ کے دوران یہ رفتہ رفتہ بڑھ کر ۸۲ فیصد کو پہنچ گیا اور فی الحال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ ؁ کے دوران مزید بڑھ کر ۸۶ فیصد ہو گیا۔ کھاد کے استعمال کے معاملہ میں تمام ریاستوں کا اوسط ۸۲ کیلوگرام / ہیکٹار رہا ہے اور

مغربی بنگال کا ۱۷۱ کیلوگرام / ہیکٹائر رہا ہے۔ لہٰذا کھاد کے استعمال کے معاملہ میں مغربی بنگال دیگر ریاستوں کے مذکورہ اوسط کے مقابلہ میں صرف آگے ہی نہیں بلکہ درست پس منظر میں ریاست مغربی بنگال کو اس میدان میں دیگر ریاستوں میں اول مقام حاصل ہے۔

اصلاحات آراضی اور آبپاشی کے لئے پانی، بہتر بیج اور کھاد کی فراہمی کے سلسلے میں لئے گئے اقدامات کے نتیجے کے طور پر مغربی بنگال کی زرعی پیداوار ان برسوں میں رفتہ رفتہ لگاتار بڑھ رہی ہے۔ ۸۱-۱۹۸۰ء سے ۹۹-۱۹۹۸ء تک کی پوری مدت تک کے لئے دستیاب حالیہ ترین ریاست وار اعداد و شمار کے مطابق جب تمام بڑی ریاستوں کے لئے غذائی اجناس کی نشو و نما کی اوسط سالانہ شرح مذکورہ مدت کے دوران ۲ر۵ فیصد رہی ہے تب مغربی بنگال کے لئے نشو و نما ہذا کی مذکورہ شرح سب سے زیادہ یعنی ۲ر۴ فیصد رہی ہے۔ صرف کل پیداوار کے معاملہ میں ہی نہیں بلکہ فی ہکٹائر زرخیزی کے معاملہ میں بھی مذکورہ مدت (۸۱-۱۹۸۰ء تا ۹۹-۱۹۹۸ء) کے دوران مغربی بنگال کے غذائی اجناس کے میدان میں زرخیزی کی نشو و نما کی اوسط سالانہ شرح نسبتاً بلند رہی ہے۔ مذکورہ بالا مدت کے دوران تمام بڑی ریاستوں کے لئے زرخیزی کی نشو و نما کی اوسط شرح صرف ۳ر۶ فیصد سے بڑھ کر ۲ر۸ فیصد ہی نہیں ہو گئی بلکہ فی الحال اس زرخیزی کے نشو و نما کے معاملے میں مغربی بنگال کو دیگر ریاستوں کے مقابلے میں دوسرا مقام حاصل ہے اور ہریانہ کو پہلا۔ چاول کی مجموعی پیداوار کے معاملے میں مغربی بنگال نے ایک بار پھر آندھرا پردیش کو شکست دے کر پہلا مقام حاصل کیا ہے اور آلو کی پیداوار کے معاملہ اتر پردیش کو اول اور اسے دوسرا مقام ملا ہے۔ علاوہ ازیں حالیہ برسوں میں ہماری ریاست کے اندر سبزیوں کی پیداوار میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ ۹۶-۱۹۹۵ء کے دوران سبزی کی پیداوار ۵۲ لاکھ ٹن تھی اور ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران یہ بڑھ کر دگنی سے زائد یعنی ۱۱۰ لاکھ ٹن ہو گئی۔ اس طرح کسانوں کی کوشش سے متعدد فصلوں کی بڑھتی ہوئی پیداوار یعنی مغربی بنگال کی فصلی نشو و نما کا اشاریہ فی الحال رفتہ رفتہ بڑھ کر ۱۷۰٫۷ کو پہنچ گیا ہے اور اس طرح مغربی بنگال کو دیگر ریاستوں کے مقابلے میں پنجاب کے بعد دوسرا مقام حاصل ہے۔

معزز اراکین براہِ کرم یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ غذائی اجناس کی پیداوار سے متعلق ان اعداد و شمار کے لئے مذکورہ وقت کی میعاد یعنی گزشتہ مالی سال (۹۸-۱۹۹۷ء) ختم ہو چکی ہے کیوں کہ سال رواں (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) کے لئے مساوی اعداد و شمار تمام ریاستوں کو اب تک دستیاب نہیں کروائے گئے ہیں لیکن خشک سالی اور سیلاب دونوں ہی طرح کے آفات کے یکے بعد دیگرے واقع ہونے کی وجہ سے گزشتہ سال (۱۹۹۹-۱۹۹۸ء) مغربی بنگال کے لئے خصوصاً قدرتی آفات کے سال کے طور پر گزرا ہے۔ نتیجہ کے طور پر اس ریاست کی غذائی اجناس کی پیداوار میں ہونے والا اضافہ گزشتہ سال کے دوران کوئی قابلِ ذکر نہیں رہا ہے۔

سالِ رواں (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) کے دوران بھی ریاست مغربی بنگال کو غیر متوقع سیلاب سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ ۱۵ اضلاع میں اس سیلاب سے ۲۸ر۱ کروڑ افراد متاثر ہوئے ہیں اور مجموعی نقصان تقریباً ۲۰۸۷ کروڑ روپے کا ہوا ہے۔ اس مشکل صورت حال سے لڑتے ہوئے ریاستی حکومت نے راحت کاریوں کے مقاصد کے لئے ریاستی آفت راحت فنڈ کی کل گنجائش (تقریباً ۵۹ کروڑ روپے) صرف کر دی اور تب اس نے حکومت ہند سے قومی فنڈ برائے راحت آفت سے راحت اور بحالی کے کاموں کے لئے کم از کم ۲۱۷ کروڑ روپے کی جائز مانگ کی تھی۔ یہ نہایت ہی افسوسناک بات ہے کہ مذکورہ ریاست کی اس ۲۱۷ کروڑ روپے کی جائز مانگ کے مقابلے میں حکومت ہند نے صرف ۲۹ کروڑ روپے دینا منظور کیا۔ مزید برآں اب تک مغربی بنگال کو مذکورہ مقصد کے لئے حقیقی معنوں میں کوئی فنڈ نہیں دیا گیا ہے۔ مذکورہ صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے ریاستی حکومت کو ریاستی آفت راحت فنڈ سے آگے جانا پڑا ہے اور ریاستی بجٹ سے اضافی مختص کے طور پر رقم لینی پڑی ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسے ضمانت دے کر ایچ یو ڈی سی او سے قرض لینے

پڑے ہیں - ان تمام فنڈ سے اور سیلاب سے متاثرہ اضلاع میں زرعی پیداوار کو بڑھانے کی غرض سے منی کیٹس کی فراہمی، آبپاشی سہولتوں کی توسیع اور انفرااسٹرکچر کی بحالی پر مشتمل ایک جامع پروگرام کو متعلقہ شعبوں اور پنچایتوں کے درمیان تال میل سے اور مقامی لوگوں کی شمولیت کے ساتھ چالو کیا گیا تھا۔ خصوصاً مقامی لوگوں کی شرکت سے آخر کار ان کوششوں کے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں - معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق بے شمار رکاوٹوں کو دور کرنے کے بعد اس ریاست کی مجموعی غذائی اجناس گزشتہ سال (۹۹-۱۹۹۸ء) کے دوران ۷۲ء۱۴۳ لاکھ ٹن تھی اور سال رواں (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) کے دوران یہ بڑھ کر تقریباً ۷ء۱ فیصد تک پہنچ کر ۲ء۱۵۴ لاکھ ٹن ہو گئی - اور اس ریاست کی غذائی اجناس کی پیداوار میں یہ اضافہ اپنی جگہ ایک ناقابل تسخیر ریکارڈ بنے گا - معزز اراکین یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ سال رواں (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) کے دوران مغربی بنگال میں غذائی اجناس کی پیداوار میں ۷ء۱ فیصد کا اضافہ ہوا جبکہ پورے ملک میں مجموعی طور پر کل غذائی اجناس کی پیداوار میں حقیقی معنوں میں ۱ء۱ فیصد کی گراوٹ آئی - یہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ جب تمام ریاستوں کے غذائی اجناس کے سال رواں کا اعداد و شمار سامنے آیا ہے تو زرعی پیداوار میں مغربی بنگال کی تقابلی صورت حال پہلی مذکورہ صورت حال سے بہت زیادہ بہتر نظر آئے گی۔

زراعت سے تعلق رکھنے والے دیگر سیکٹروں کے درمیان شجرکاری کے میدان میں کل ہند اعداد و شمار کے مطابق جب مجموعی طور پر پورے ملک کے کل جنگلاتی / شجرکاری کے علاقے میں حالیہ سال کے دوران حقیقی معنوں میں کمی واقع ہوئی ہے تب ہی مغربی بنگال کے جنگلاتی / شجرکاری کا علاقہ ۱۹۹۹ء کے دوران مذکورہ بالا فیصد ۹۸ء کے دوران ۳۲۰ء۴۱ سے بڑھ کر ۵ء۱۴۴ ہو گیا ہے - اگر دیہاتوں میں اگنے والی سبزیوں اور چائے باغات کو بھی اس میں شامل کیا جائے تو نباتاتی علاقے

فی الحال بڑھ کر اس ریاست کے مذکورہ کل علاقے کے ۸ء۶۱ فیصد ہو گئے ہیں - جنگلاتی اور نباتاتی علاقے ہیں فروغ بڑی حد تک سماجی شجرکاری میں پنچایتوں کے ذریعہ مقامی لوگوں کی شمولیت رہی ہے مگر جنگلاتی تحفظ کو بھی اس سلسلے میں فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے بین الاقوامی سطح پر آج تسلیم کر لیا گیا ہے - مزید برآں جغرافیائی وسائل میں ہونے والی ترقی کو معاشی جائزہ (۲۰۰۰-۱۹۹۹) میں بطور دستاویز تحریر کیا گیا ہے۔

اس ریاست کے زرعی اور متعلقہ سیکٹروں کی کل پیداوار میں صرف اضافہ ہی نہیں ہوا ہے بلکہ دیہی علاقوں میں مقیم عام لوگوں کی معاشی حالت میں بھی بہتری آئی ہے کیوں کہ مذکورہ اضافہ کی بنیاد اصلاحات آراضی پر رکھی گئی ہے - معاشی حالتوں میں مذکورہ بہتری کے براہ راست اثرات غریبی کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والی مغربی بنگال کی آبادی کے تناسب میں نمایاں کمی کی شکل میں پائے جاتے ہیں - پلاننگ کمیشن کے شائع کردہ اعداد و شمار کے مطابق غریبی کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والی آبادی کا مذکورہ تناسب ۱۹۷۳ء کے دوران ۵ء۶۰ فیصد تھا اور یہ اس وقت قومی سطح پر غریبی کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والی آبادی کے تناسب (۳ء۵۱ فیصد) سے کہیں زیادہ تھا - بہرکیف پلاننگ کمیشن کے شائع کردہ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق مغربی بنگال کی غریبی سے نیچے زندگی بسر کرنے والی آبادی کا تناسب ۹۷-۱۹۹۶ء کے دوران بڑی تیزی سے نیچے آ کر ۱ء۲۵ فیصد پر ٹھہر گیا تھا اور آج وہی تناسب قومی سطح پر ۱ء۲۹ فیصد کے تقابلی تناسب سے بھی زیادہ نیچے آ گیا ہے - اس موضوع پر عالمی بنک (۱۹۹۷ء) کی تازہ ترین رپورٹ بھی اس امر کو تقویت بخشتی ہے کہ مغربی بنگال کے دیہی علاقوں میں غریبی کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والی آبادی کا تناسب گر کر ۳۰ فیصد سے نیچے چلا گیا ہے اور پوری ریاست کا مذکورہ بالا تناسب گر کر ۲۵ فیصد کی سطح تک پہنچ گیا ہے۔

تمام لوگوں کی معاشی حالتوں میں مذکورہ بہتری کا دوسرا

اہم اثر دیہی علاقوں کے فی کس کیلوری کی مقدار کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ تغذیہ مقدار (۹۴-۱۹۹۳ء) پر تازہ ترین قومی نمونہ سروے اعداد و شمار کے مطابق تمام ریاستوں کے سلسلہ میں دیہی علاقوں میں فی کس کیلوری کی مقدار (۸۴-۱۹۸۳ء) میں ۲۲۲۱ کیلوری تھی اور ۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران یہ گھٹ کر ۲۱۵۳ کیلوری کو آپہنچی ہے۔ یہاں مغربی بنگال ان ریاستوں میں سے ایک ہے جہاں دیہی علاقوں میں فی کس کیلوری کی مقدار میں اضافہ ہوا ہے۔ مزید برآں دیہی علاقوں کی کل ریاستی اوسط فی کس کیلوری کی مقدار سے تجاوز کرنے والی ریاستوں میں مغربی بنگال کے دیہی علاقوں میں فی کس کیلوری کی مقدار میں ہونے والا اضافہ میعاد ہذا کے دوران ۲۰۲۷ کیلوری سے گھٹ کر ۲۲۲۱ کیلوری کو آگیا ہے۔ اس ریاست کے دیہی علاقوں میں عام لوگوں کی معاشی حالتوں میں بہتری آنے کا دوسرا اہم اثر صنعتی سامانوں کے لئے ان لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ قومی نمونہ سروے کے اعداد و شمار کی بنیاد پر یہ پایا گیا ہے کہ اس ریاست کے دیہی علاقوں میں مقیم لوگوں نے صنعتی سامانوں پر فی الحال گیارہ ہزار کروڑ روپے خرچ کیا ہے اور ہر سال تقریباً ۱۰ فیصد کی شرح سے صنعتی سامانوں کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے۔

مذکورہ انٹرنیٹ بازار کی تشکیل کے ساتھ ساتھ اس ریاست میں صنعتی نشوونما کے لئے ایک نئے امکان کو تشکیل دینے میں واقع شمالی مشرقی ریاستوں اور پڑوسی ممالک پر مشتمل ایک اہم جو گوشہ کے مرکز میں واقع ریاست کے محل وقوع، جنوب مشرقی ایشیائی ممالک سے قرابت، تجربہ کار کارکنان اور تکنیکی عہدہ داران کی دستیابی، بجلی کی صورت حال میں بہتری، سماجی و معاشی استحکام اور ریاستی حکومت کا مثبت رویہ ان سب نے مل کر کار نمایاں انجام دیا ہے۔ خصوصاً اس امکان کی تشکیل زرعی اور باغبانی کے طریقہ کار، زرعی ضروریات، پٹسن کی بوقلمونی، چمڑا، اسٹیل، انجینئرنگ کے سامان، دواؤں، فارماسٹیکلس، سیاحت، اطلاعاتی تکنالوجی، کیمیکلس اور خصوصاً پٹروکیمیکلس مصنوعات سے جڑی ہوئی صنعتوں کے لئے کی گئی ہے۔

ان ہی اسباب نے اس ریاست کی صنعت سرمایہ کاری کے تازہ ترین منظرنامہ کو قابل ستائش بنا ڈالا ہے۔ ۱۹۹۱ء سے مارچ ۲۰۰۰ء کے درمیان میں ۴۹۳۷۴ کروڑ روپے کی مجوزہ سرمایہ کاری کے لئے کل ۲۰۳۱ صنعتی منظوریاں مل چکی ہیں۔ ان میں سے ۳۲۸ پروجیکٹس جن میں ۸۶۶۸ کروڑ روپے کی کل سرمایہ کاری شامل ہے کو روبہ عمل لایا جا چکا ہے۔ مزید اکتیس ۳۱ پروجیکٹس جن میں کل ۷۸۸۱ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری شامل ہے خصوصاً ۲ اہم پروجیکٹس — مشترکہ سیکٹر ہلدیہ پٹروکیمیکلس پروجیکٹ (سرمایہ کاری: ۵۱۷۰ کروڑ روپے) اور مشترکہ سیکٹر متسوبشی پی ٹی اے پروجیکٹ (سرمایہ کاری: ۱۷۰۰ کروڑ روپے) کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اور جلد ہی یہ چالو ہو جائیں گے نتیجے کے طور پر اس ریاست کی صنعتی پیداوار کی شرح نشوونما جو چالو صنعتی پروجیکٹوں کی پیداوار سے وابستہ اعداد و شمار پر ہی انحصار کرتی ہے ۹۲-۱۹۹۱ء کے دوران ۳٫۴ فیصد تھی اور ۹۷-۱۹۹۶ء کے دوران یہ رفتہ رفتہ بڑھ کر تقریباً ۹٫۲ فیصد کو پہنچ چکی ہے۔ الغرض سال ہذا کے دوران حقیقی معنوں میں مذکورہ شرح ۸٫۶ فیصد کی صنعتی پیداوار کی کل ہند شرح نشوونما سے زیادہ اونچی تھی۔ بعد کے برسوں کے دوران جب صنعتی پیداوار کی کل ہند شرح نشوونما میں گراوٹ آئی تو اس ریاست کی صنعتی پیداوار کی شرح نشوونما میں بھی گراوٹ آئی۔ لیکن سال رواں (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) کے پہلے چھ ماہ کے دوران مغربی بنگال کی صنعتی پیداوار کی نشوونما بڑھ کر ۷٫۵ فیصد کو پہنچ گئی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صنعتی نشوونما کے اس اشاریے میں متسوبشی پی ٹی اے پروجیکٹ اور ہلدیہ پٹروکیمیکلس پروجیکٹ کی تعمیری سرگرمیوں کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی حاصل ہوگی کہ آئندہ ماہ اپریل میں پی ٹی اے پروجیکٹ کا افتتاح ہونے والا ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خاص طور پر خوشی حاصل ہوگی کہ ہلدیہ پٹروکیمیکلس پروجیکٹ کا اصل نیفتھا کریکر یونٹ جو مغربی بنگال کا ایک اہم ترین صنعتی پروجیکٹ ہے، نے سال رواں کے دوران ۴ مارچ سے چالو ہو گیا ہے اور پروجیکٹ ہذا سے یہ توقع

جاتی ہے کہ چند ہی ہفتوں کے اندر یہ تجارتی پیداوار شروع کر دے گا۔ پروجیکٹ ہذا کی رسمی تہنیہ تقریب کا انعقاد بھی آئندہ ماہ اپریل کے مہینہ میں ہوگا۔ ہلدیہ پیٹروکیمیکلس پروجیکٹ کے معاملے میں رکاوٹوں اور التیاز برتنے کی تاریخ بڑی طویل ہے۔ لیکن تعمیر (۳۰ رجنوری ۱۹۹۷ء) کی شروعات کے بعد اس قسم کے بڑے پروجیکٹوں کے لئے قومی اور بین الاقوامی معیاروں کی شرائط کے مطابق اس کی تکمیل کا ریکارڈ نہایت ہی تیز رفتار رہا ہے۔ جیسے ہی ایک بار ہلدیہ پیٹروکیمیکلس پروجیکٹ اور پی ٹی اے کی تجارتی پیداوار کی شروعات ہوتی ہے ویسے اس ریاست کی صنعتی پیداوار کے اعشاریہ کی شرح نشوونما میں اضافہ ہوگا اور یہ رفتہ رفتہ اپنے موجودہ اعداد وشمار ۷/۵ سے بڑھ کر جلد ہی ۱۰ فیصد سے بھی تجاوز کر سکتا ہے۔

اس ہلدیہ پیٹروکیمیکلس پروجیکٹ کی ایک اہم جہت یہ ہے کہ اس ریاست کے مختلف اضلاع میں اصل پروجیکٹ، ذیلی اکائیوں (بیشتر طور پر چھوٹے پیمانہ سیکٹر میں) کے اشتراک سے قائم کرنا ممکن ہے اور ان اکائیوں کے ذریعہ روزگار کے اچھے خاصے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ شعبہ ہذا کے اس پہلو کو خصوصی ترجیح دینے کی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہلدیہ پیٹروکیمیکلس کی انتظامیہ اور ریاستی حکومت کے متعلقہ شعبوں کے نمائندوں نے مشترکہ طور پر ایک جامع پروگرام کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری لی ہے۔ اس کے تحت ایک تجارتی پیداوار کی شروعات کے ایک سال کے اندر اس ریاست کے اضلاع میں واقع تقریباً ۲۵۴ اکائیاں براہ راست اور بالواسطہ طور پر ۵۵ ہزار روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی حامل ہوں گی۔ یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ آئندہ ۵ برسوں کے دوران ذیلی اکائیوں کی تعداد (چھوٹے پیمانہ سیکٹر میں کم از کم ۶۰ فیصد کے ساتھ) بڑھ کر ۱۲۵۰ کو پہنچ جائیں گی اور اس کے ساتھ ساتھ روزگار کے کل مواقع بھی بڑھ کر تقریباً ۲٫۲۵ لاکھ تک پہنچ جائیں گے۔

مقابلہ اور روزگار کے مواقع کی تشکیل کے مقاصد کے تحت چھوٹے اور درمیانی پیمانہ سیکٹر میں بڑے پیمانہ اکائیوں اور چھوٹے پیمانہ اکائیوں کے درمیان تال میل کی اس کارکردگی کو اس ریاست میں فی الحال خاص طور پر بڑی ترجیح دی جا رہی ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کو کھلوانے اور چلا بخشنے پر بھی خصوصی توجہ دی جا رہی ہے بعد میں اس مسئلے پر مخصوص تجاویز تشکیل پائیں گے۔

اس ریاست کی اس صنعتی جلا بخشی اور زرعی نشوونما کے مفاد کی خاطر یہ لازمی بن جاتا ہے کہ انفرا اسٹرکچرل سہولتوں میں ایک تقابلی بہتری آنی چاہئے۔ مختلف میدانوں کی انفرا اسٹرکچرل سرگرمیوں سے متعلق تفاصیل معاشی جائزہ برائے (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) میں پیش کی گئی ہیں۔ بجلی کے میدان میں قابل ذکر امر یہ ہے کہ بکریشور تھرمل پاور پروجیکٹ (۲۱۰×۳ میگاواٹ) کی تین اکائیوں کی تعمیر کا کام بڑی تیزی سے روبہ فروغ ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ گذشتہ سال کے جولائی مہینہ میں معینہ وقت سے پہلے ہی پہلی اکائی نہ صرف چالو ہو گئی بلکہ اس سال جنوری کے مہینہ میں اس نے بجلی کی پوری لوڈ جنریشن کی صلاحیت کے نشانہ کو بھی حاصل کر لیا اور تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کے بعد اس کی حقیقی پیداوار کی شروعات فی الحال ہونے والی ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر مزید خوشی حاصل ہوگی کہ سال رواں کے دوران مئی اور جون کے مہینوں میں دیگر دو اکائیوں کی تکمیل کا کام مکمل ہو جائے گا اور بعد ازاں یہ معینہ دور پر بجلی پیدا کرنے کا کام شروع کر دے گا۔ بجلی کی پیداوار میں اس فروغ کے ساتھ اضلاع میں بجلی کی تقسیم کو بہتر بنانا بھی نہایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کے کام کو فروغ دینے کے لئے مغربی بنگال دیہی توانائی فروغ کارپوریشن نے مغربی بنگال ریاستی بجلی بورڈ اور پنچایتی نظام کے اشتراک سے اپنا کام کاج شروع کر دیا ہے۔ دیہاتوں میں بجلی لگانے، سڑکوں، آبپاشی اور نکاسی (ڈرینج) سے متعلق انفرا اسٹرکچرل ترقی کے اہم پہلوؤں پر میری تقریر کے دوسرے حصہ میں مخصوص تجاویز پیش کی جائیں گی۔

انفرا اسٹرکچرل سہولتوں میں افزائش کے ساتھ ساتھ

صنعت اور زراعت میں مذکورہ نشوونما کو برقرار رکھنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ موزوں سماجی خدمات میں بھی خاطر خواہ طور پر توسیع کی گئی ہے۔ اس مطلوبہ توسیع کی جانب پہلے قدم کے طور پر عوامی خواندگی پروگرام اور ابتدائی تعلیم کو معقول عام بنانے پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔ نتیجہ کے طور پر حالیہ برسوں کے دوران اس ریاست کی شرح خواندگی میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ اس موضوع پر تازہ ترین قومی نمونہ سروے اعداد و شمار (۱۹۹۷ء) کے مطابق مغربی بنگال میں خواندگی کی شرح جو ۱۹۹۱ء کے دوران ۵۸ فیصد (مرد: ۶۸ فیصد اور خاتون: ۴۶ فیصد) تھی، ۱۹۹۷ء کے دوران بڑھ کر ۷۲ فیصد (مرد: ۸۱ فیصد اور خاتون: ۶۳ فیصد) ہوگئی۔ اس مدت کے دوران قومی سطح پر شرح خواندگی جس کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے ۵۲ فیصد (مرد: ۶۴ فیصد اور خاتون: ۳۹ فیصد) سے بڑھ کر ۶۲ فیصد (مرد: ۷۳ فیصد اور خاتون: ۵۰ فیصد) ہوگئی۔ دوسرے لفظوں میں قومی سطح کے مقابلہ میں شرح خواندگی میں اضافہ اور خصوصاً خاتون خواندگی شرح میں ریاستی سطح پر بڑی تیزی سے ہوتا رہا ہے۔ خواندگی کی اس اشاعت کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم کو مقبول عام بنانے کی اشاعت کو حاصل کرنا بھی خاص طور پر نہایت ضروری ہے۔ اسکولوں میں داخلہ کو زیادہ پر یقین بنانے، اعلیٰ تعلیم تک رسائی کی سہولتیں فراہم کرنے اور اس کے ساتھ ساتھ ٹکنیکل تعلیم کی توسیع پر بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ زراعت اور صنعت کے فروغ اور تعلیم کے معیار اور توسیع کی ضرورتوں کے درمیان ایک متوازن تعلق برقرار رکھا جاسکے۔ میری تقریر کے دوسرے حصے میں ان تمام اہم مسائل پر خصوصی تجاویز پیش کی جائیں گی۔

صحت عامہ کے میدان میں تازہ ترین کل ہند اعداد و شمار کے مطابق مغربی بنگال میں شرح اموات گر کر ۵ر۷ تک پہنچ گئی ہے اور یہ کل ہند سطح (۹ر۰ — سنہ ۲۰۰۰ء کے دوران قومی نشانہ بھی تھا) کی شرح اموات سے بہت کم ہے۔ علاوہ ازیں شرح ہذا کو تمام بڑی ریاستوں کے درمیان اور کیرالا (۴ر۶) کے بعد کمی میں دوسرا مقام حاصل ہے۔ مغربی بنگال میں شرح پیدائش گھٹ کر ۲ر۲۱ تک آ پہنچی ہے اور اب یہ بھی کل ہند سطح (۴ر۲۶) سے بہت کم ہے اور سنہ ۲۰۰۰ء (۲۱) کے دوران قومی نشانہ کے کافی قریب ہے۔ عام شرح پیدائش کے معاملہ میں بڑی ریاستوں کے مقابلہ میں مغربی بنگال کو کیرالا (۲ر۱۸) اور تامل ناڈو (۹ر۱۸) کو تیسرا مقام حاصل ہے۔ لیکن شہری علاقوں میں یہ بات قابل غور ہے کہ مغربی بنگال میں شرح پیدائش بڑی ریاستوں کے مقابلہ میں فی الحال سب سے کم (۲ر۱۵) ہے اور کیرالا کو تو شرح پیدائش میں دوسرا مقام حاصل ہے۔ عام بچوں کی شرح اموات کے میدان میں مغربی بنگال کی مذکورہ شرح (۵۳) کل ہند شرح (۷۲) سے بہت کم ہے اور یہ سنہ ۲۰۰۰ء کے قومی نشانہ (۶۰ سے کم) سے بھی کم ہے۔ الغرض یہ دوسری بڑی ریاستوں کے مقابلہ میں کیرالا (۱۴) اور مہاراشٹر (۴۹) کے بعد آتا ہے۔ لیکن پھر یہاں اس امر کا ذکر لازمی بن جاتا ہے کہ اس ریاست کے سی ایم ڈی اے علاقے میں واقع چند میونسپلٹیوں میں بچوں کی شرح اموات فی الحال گر کر ۱۰ کو آ گئی ہے اور اس کی وجہ صحت عامہ کی دیکھ ریکھ میں ایک خاص قسم کی لامرکزیت ہے۔ یہی وہ طریقہ کار ہیں جن کے متعلق نئی تجویزات پیش کی جائیں گی۔

عوامی خواندگی اور صحت عامہ کے میدان میں ترقی ہذا کے نتائج کے طور پر انسانی فروغ اشاریہ (جو بین الاقوامی اصولوں کی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا) برائے مغربی بنگال نے ۱۹۹۵-۹۶ء کے دوران ترقی کرکے ۸۷ر۰ کو پہنچ گیا۔ یہ مذکورہ سال کے دوران قومی سطح پر انسانی ترقیاتی اشاریہ (۴۵ر۰) کی قدر سے صرف بہت بلند ترین ہی نہیں تھا بلکہ ۱۹۹۸-۹۹ء کے دوران دیکھا گیا ہے کہ یہ مزید بڑھ کر ۶۰ر۰ سے تجاوز کر چکا ہے۔

معزز اراکین! حالیہ مالی سال (۲۰۰۰-۱۹۹۹ء) کے دوران تمام دیگر ریاستوں کی طرح حکومت مغربی بنگال کو بھی

مشکل اور پیچیدہ مسائل سے دوچار ہونا بھی پڑا ہے۔

چوتھے ریاستی پے کمیشن کی سفارشات کو عملی شکل دیتے ہوئے گزشتہ مالی سال کے دوران ریاستی سرکاری ملازمین، اساتذہ حضرات، غیر تدریسی عہدہ داران، میونسپل اور پنچایتی ملازمین کے لئے تنخواہ پر نظر ثانی اسکیم کو روبہ عمل لایا گیا۔ تنخواہ پر نظر ثانی کے اثرات کلی طور پر مالی سال کے دوران بہرکیف محسوس کیا جا رہا ہے۔ ان اقدامات کی اہمیت کو نظر رکھتے ہوئے قومی ترقیاتی کونسل کی [illegible] نشست میں (۱۹ فروری ۹۹) میں تمام ریاستی حکومتوں نے اس جائز مانگ کو اٹھایا کہ مرکز سے تنخواہ بڑھانے کے فیصلے کی بنیاد پر ہی ریاستوں نے بھی تنخواہ پر نظر ثانی کے پیکیج کو روبہ عمل لایا لہٰذا ریاستوں کے اس اضافی اخراجات کا کم از کم ۵۰ فیصد مرکز کے ذریعہ فنڈوں کی فراہمی کی شکل میں بانٹا ہو تاکہ قومی سطح سے ریاستوں کی سطح پر مرکز اور ریاست دونوں کو ہی اپنی بجٹ میں کوئی دشواری نہیں اٹھانی پڑے گی۔ اس نشست میں مرکزی حکومت نے اس سلسلے میں یقین دہانی بھی کی ہے۔ نتیجہ کے طور پر سال رواں کے دوران بجٹری تخمینہ میں ۹۰۰ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ بہرکیف اس کھاتہ میں ابتک کوئی فنڈ نہیں ڈالا گیا ہے۔

یقین دہانی کے باوجود بھی صرف فنڈ کی فراہمی ہی نہیں کی گئی ہے بلکہ ریاستوں کے ساتھ مرکزی ٹیکسوں کی قانونی ساجھیداری کے سلسلے میں بھی مغربی بنگال کو اس کھاتے میں ۲۰۸۷ کروڑ روپے کی تخمینہ شدہ بجٹ گنجائش سے ۸۰ کروڑ روپے کم ملے۔ مزید برآں مرکزی عطیات کے طور پر ۲۰۹۶ کروڑ روپے کی بجٹری گنجائش سے اس ریاست کو تقریباً ۱۴۳ کروڑ روپے کم ملے۔

اس سے زیادہ زیادتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود مرکزی حکومت کی قائم کردہ گپتا کمیٹی کے چھوٹے بجٹ پر پیش کردہ سفارشات نظرانداز کرنے کے بعد ریاست کی جانب سے سخت احتجاج کرنے کے باوجود مرکزی حکومت نے احتمالاً آئی ایم ایف قرض کی شرائط کے دباؤ میں آکر چھوٹی بچت

پروگرام پر بار بار حملے کئے ہیں۔ نتیجہ کے طور پر اگر مغربی بنگال دیگر ریاستوں کے مقابلے میں چھوٹی بچت کی وصولی کے میدان میں مسلسل اول مقام پر رہا ہے تاہم سال رواں کے دوران مذکورہ وصولی سے متعلق بجٹری وسائل میں ۴۴۷۰ کروڑ روپے کے بجٹ تخمینہ سے ۱۲۰ کروڑ روپے کی گراوٹ آئی ہے۔

مرکزی حکومت کی جانب سے ریاست کے مالی وسائل پر ان حملوں سے مقابلہ کرتے ہوئے ریاستی حکومت نے ان مرکزی پالیسیوں کو بدلنے کے لئے قومی سطح پر منظم احتجاج کے ساتھ ریاست کے اپنے محدود اختیارات میں رہتے ہوئے ریاستی ٹیکسوں اور غیر ٹیکس لگانوں اور موجودہ گنجائش کے اندر رہتے ہوئے لیے گئے اضافی قرض کے ذریعہ وسائل اکٹھا کرنے پر خصوصی طور پر کوشش کرنے کا فیصلہ لیا ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ سال رواں کے دوران ان خصوصی کوششوں کی وجہ سے ۵۶۵۸ کروڑ روپے کے ریاست کے ٹیکسوں کے بجٹری نشانہ کو تجاوز کرنا اور کم از کم ۷۹ کروڑ روپے کے اضافی وسائل اکٹھا کرنا ممکن ہو پائے گا۔ اسی طرح غیر ٹیکس لگانوں کے اکٹھا کرنے کے میدان میں وصولی کم از کم ۱۷۱ کروڑ روپے کے ۵۲۲ کروڑ روپے کے نشانہ سے تجاوز کر جائے گی۔ مزید برآں اضافی وسائل بھی مغربی بنگال انفرااسٹرکچر ڈیولپمنٹ فنانس کارپوریشن کے ذریعہ قرض لے کر اکٹھا کئے گئے ہیں۔ ان ملی جلی کوششوں کی بنیاد پر جہاں تک ممکن ہے ریاستی حکومت پر ہونے والے مرکزی حملوں سے مقابلہ کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ معزز اراکین کو یہ جان کر بھی خوشی ہوگی کہ نتیجہ کے طور پر اس ریاست کے منصوبہ مصارف گزشتہ سال کے دوران ۳۲۴۹ کروڑ روپے سے ۳۳ فیصد بڑھ کر حالیہ سال کے دوران ۴۵۲۶ کروڑ روپے کو پہنچ گئے ہیں اور یہ سال رواں کے دوران منصوبہ بجٹری گنجائش کے ۸۰ فیصد سے بھی زائد ہوگا۔

معزز اراکین! سال رواں کے دوران منصوبہ مصارف پر مشتمل کل مصارف تخمینہ کے بعد ۲۳۰۳۰ کروڑ روپے کو پہنچا ہے اور یہ کل تخمینہ شدہ وصولی سے ۱۱ کروڑ روپے زیادہ ہوگا۔

گزشتہ ریاستی بجٹ کو پیش کرنے کے دوران میں نے سولہ کروڑ روپے کا ایک محدود کل خسارہ کی تجویز رکھی تھی۔ مجھے امید ہے کہ منجملہ تعاون کے ساتھ اس یعنی گیارہ کروڑ روپے سے کم خسارہ کے ساتھ اس مالی سال کو اختتام تک پہنچاؤں گا۔

سال رواں کے دوران نہ صرف گزشتہ سال کے مقابلہ میں منصوبہ مصارف میں تقریباً ۳۳ فیصد اضافہ ہوا ہے بلکہ منصوبہ بند اسکیموں کی تشکیل اور ان پر عمل درآمد کے مقابلے میں جوابدہ لامرکوزیت کے طریق کار کے لئے ریاستی مالی کمیشن کی سفارشات کی تعمیل کے سلسلے میں ایک نئی جہت کا اضافہ بھی ہوا ہے۔ اس ضمن میں ہر ایک متعلقہ شعبہ کے منصوبہ بند بجٹ کو دو سطحوں پر منقسم کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک ریاستی سطح موضوعات پر اور دوسرا ضلع (اور اس سے نیچے) سطح موضوعات پر مشتمل ہے۔ ضلع (اور اس سے نیچے) سطح موضوعات کے لئے ضلع پریشدوں کے ذریعہ فنڈس فراہم کرائے جا رہے ہیں۔ اور تب منصوبہ اسکیموں کی تشکیل عمل میں آتی ہے اور پھر ان پر پنچایتوں اور متعلقہ شعبوں کے قریب تر تعاون اور امداد کے ذریعہ عمل درآمد ہوتا ہے۔ عمل درآمد کے عمل کے دوران پنچایتوں، متعلقہ شعبوں اور مستفیض ہونے والوں کی کمیٹیوں کے ذریعہ مقامی لوگ مل جل کر اس کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں۔

تبادل اصلاحات، سماجی ہدایات و ترجیحات، منصوبہ بند مصارف میں اضافہ اور جوابدہ لامرکوزیت کے طریقۂ کار میں توسیع کے اپنانے کے مجموعی نتائج کے طور پر ریاست مغربی بنگال کی کل پیداوار (ریاستی گھریلو پیداوار) موجودہ تخمینہ کے مطابق سال رواں کے دوران بڑھکر ۰۲ر۷ فیصد ہو گئی ہے اور یہ ملک کی مجموعی گھریلو پیداوار کی تقابلی شرح نشوونما یعنی ۸۸ر۵ فیصد سے بہت زیادہ ہے۔ صرف سال رواں کے دوران ہی نہیں بلکہ لبرالائزیشن کی نام نہاد پالیسی اپنانے کی پوری نو سالہ مدت یعنی ۹۲-۱۹۹۱ء تا ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے بعد بھی مغربی بنگال کی ریاستی گھریلو پیداوار کی اوسط سالانہ شرح نشوونما ۶ر۶ فیصد رہی ہے اور یہ پھر بھی پورے ملک کی مجموعی گھریلو پیداوار ۷ر۵ فیصد کی اوسط سالانہ شرح نشوونمات بہت زیادہ ہے۔

اس ریاست کی پیداوار کی سطح میں ہی صرف اضافہ نہیں ہوا ہے بلکہ زراعت، صنعت، تعمیر، تجارت، خدمات وغیرہ کی پیداوار کے اس اضافہ سے متعلق بھی سال رواں کے دوران تقریباً ۷ر۱ لاکھ کل ان میں سے ہر ایک میں روزگار پیدا کرنے کے مواقع میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ یہاں اس امر کا ذکر لازمی بن جاتا ہے کہ نویں منصوبہ مدت کے دوران پلاننگ کمیشن کی نویں منصوبہ بند دستاویز میں شائع شدہ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق اگرچہ پورے ملک میں مزدوروں کی تعداد کی سالانہ شرح نشوونما (۵۱ر۲ فیصد) مغربی بنگال کے روزگار کے مواقع کی مذکورہ نشوونما (۴۴ر۲) سے بہت زیادہ ہے تاہم سال رواں کے دوران روزگار مواقع کی تشکیل کی سالانہ نشوونما (۷۵ر۲ فیصد) مزدوروں کی مذکورہ بالا تعداد کی نشوونما (۵۲ر۲ فیصد) سے بہت بڑھ گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ریاستی سطح پر بے روزگاری کے مسائل میں کمی واقع ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔

کل ہند و توسیع پذیری کے ایک جزو کے طور پر مغربی بنگال میں گزشتہ ۸ برسوں سے افراطِ زر کی قوتیں بھی سرگرم عمل رہی ہیں لیکن اس ریاست کی شرحِ افراط زر قومی سطح کے مقابلے میں کم نہیں رہی ہے۔ ان آٹھ برسوں کے دوران قومی سطح پر صنعتی کارکنان کے لئے صارفین نرخ اشاریہ میں اضافہ کی اوسط شرح ۱۰ر۱ فیصد رہی ہے جبکہ مغربی بنگال میں مذکورہ نرخ اشاریہ میں اضافہ کی شرح ۸ر۹ فیصد رہی ہے

معزز اراکین! یہاں انکساری کے ساتھ اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ ریاستی سطح پر متبادل معاشی پالیسی اور متبادل اصلاحات کے متعلقہ پہلوؤں کو روبہ عمل لانے کے نتائج کے طور پر تمام اہم میدانوں میں کل پیداوار، روزگار کے مواقع کی تشکیل، نرخ اور سماجی خدمات کی متعلقہ تحریک اور عدم مساوات کو فروغ دینے میں ریاستی معیشت کی کارکردگی میں اضافہ ہوا ہے۔ گرچہ ریاست کے پاس مرکز کے مقابلہ میں محدود اختیارات ہیں تاہم ریاست

کی مذکورہ کارکردگی قومی سطح کی کارکردگی پر سبقت لے گئی ہے۔

باب چہارم:

اگرچہ ریاستی معیشت پر اس متبادل پالیسی اور اصلاحات کے تمام تر اثرات بالکل مثبت رہے ہیں تاہم مختلف علاقوں میں لئے گئے اقدامات اب بھی عدم تکمیل کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ اس عدم تکمیل کی کیفیت کو دور کرنے کے لئے نئے متبادل اصلاحات کے تمام تر طریق کار کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ اس ضمن میں مساوی مقابلہ اور جوابدہ لامرکزیت کے طریق کار کو زیادہ وسیع طور پر توسیع دینی ہوگی تاکہ پیداوار اور روزگار کے مواقعوں میں مزید اضافہ کیا جا سکے۔ اس اصل سماجی سمت کو مدنظر رکھتے ہوئے فی الحال میں کام کے مخصوص اور اہم میدانوں سے متعلق مخصوص تجاویز پیش کرتا ہوں۔

چونکہ گزشتہ تین برسوں سے ریاستی معیشت (ریاستی گھریلو پیداوار) میں مجموعی پیداوار کی شرح نشو ونما باقاعدہ طور پر ۷ فیصد سے زیادہ رہی ہے اس لئے میں تجربہ کی مستحکم بنیاد پر یہ تجویز رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں خصوصی کوشش کی جائے تاکہ آئندہ مالی سال کے لئے مغربی بنگال کی ریاستی گھریلو پیداوار کی شرح نشو ونما کے نشانہ کو ۸ فیصد پر لا کر ٹھہرایا جا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اضافی روزگار کے مواقع کی تشکیل کو بھی آٹھ لاکھ کے متعلقہ نشانہ پر لایا جا سکے۔ ان نشانوں کی حصولی کے لئے درج ذیل اقدامات کو جلد از جلد بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔

چونکہ اصلاحات آراضی، زراعت، شراکت دارانہ لامرکزیت پیداوار میں افزائش اور روزگار کے مواقع کی تشکیل میں مساوی مقابلہ کے لئے سنجیدہ بنیاد کی فراہمی کرتا ہے اس لئے آئندہ سال کے دوران اصلاحات آراضی پر خصوصی توجہ دینا اور بطور عطیہ دینے اور تقسیم کے لئے ۱۰ ہزار ایکڑ قطعات آراضی کا نشانہ قائم کرنا لازمی بن گیا ہے۔

اصلاحات آراضی کے اقدامات کو مزید موثر بنانے کے لئے یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ ہر گرام پنچایت میں کم از کم ایک ابتدائی

زرعی قرض انجمن کو استحکام بخشا جائے۔ اس کی حیثیت کثیر المقاصد قرض دینے والی انجمن کی ہونی چاہئے تاکہ یہ انجمن چھوٹے اور حاشیائی کسانوں اور اندراج شدہ برگہ داروں کو آبپاشی سہولت پمپ، پاور ٹلر اور دیگر غیر اراضی ساز و سامان بہم پہنچا کر ان کی مدد کر سکے۔ اس طریق کار کے ذریعہ دیہی علاقوں میں مساوی مقابلہ کی بنیاد کو مزید مستحکم بنایا جا سکتا ہے اور پیداوار اور روزگار کے مواقع کی تشکیل میں مزید اضافے کئے جا سکتے ہیں۔ ان جیسے مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے میں موزوں اور مناسب اقدامات کو روبہ عمل لانے کی تجویز رکھتا ہوں تاکہ آئندہ مالی سال کے دوران امداد باہمی بینکوں سے ۱۰۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم بطور قرض حاصل کی جا سکے۔

سال رواں کے شروع میں امداد باہمی بینکوں اور پنچایتوں کے تعاون سے دیہی علاقوں کے بدحال طبقوں، خصوصاً مزدور طبقے کی عورتوں پر مشتمل "اپنی مدد آپ" جماعتوں میں سے ایک خاص قسم (امداد باہمی انجمنوں کے اندر ایک مبینہ انجمن) کو قیام میں لانے کے لئے ایک ابتدائی مستقر کیا گیا ہے۔ امداد باہمی بینکوں اور پنچایتوں سے اس اہم تعلق کی وجہ سے مغربی بنگال کی یہ "اپنی مدد آپ" جماعتیں بنگلہ دیش کے گرامین بینک طرز کے بینکوں سے بالکل مختلف ہیں۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اس ریاست میں ان "اپنی مدد آپ" تنظیموں کی تعداد فی الحال ۲۰۰۰ کے نشانہ سے تجاوز کر کے ۲۵۰۲ تک پہنچ گئی ہے اور تقریباً ۱۰۰ فیصد قرض کی ادائیگی کا اثر آفریں ریکارڈ بھی پیش کیا ہے۔ اسی تجربہ کی بنیاد پر میں فی الحال یہ تجویز رکھتا ہوں کہ مذکورہ بالا کثیر المقاصد امداد باہمی انجمنوں کو استحکام بخشنے کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں آباد غریب اور بدحال طبقوں، خصوصاً غریب اور مفلوک الحال عورتوں کے لئے امداد باہمی بینکوں اور پنچایتوں کے تعاون سے ایسی مزید دس ہزار "اپنی مدد آپ" جماعتوں کے قائم کرنے کا نشانہ بنایا جائے تاکہ مذکورہ بالا طبقہ کے غریب افراد مناسب ٹکنالوجی اور مارکٹ انفارمیشن کی بنیاد پر چھوٹے پیمانہ کی پیداوار اور تجارت میں شریک ہوسکیں۔ اسطرح

روزگار کے مواقع کی تشکیل میں بھی اضافہ ہوگا اور ان کی آمدنی بھی بڑھے گی ۔ آئندہ مالی سال کے دوران امداد باہمی بینکوں سے ۵۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم حاصل کر کے اس ضمن میں خصوصی اقدامات روبہ عمل لانے ہوں گے ۔

اس ثبت تجربہ کی بنیاد پر آئندہ سال کے دوران اور امداد باہمی بینکوں اور پنچایتوں کے تعاون سے اضلاع کے ہر بلاک سطح پر صرف بے روزگار نوجوان مرد اور عورتوں پر مشتمل "اپنی مدد آپ" جماعتوں کی ایک نئی قسم قائم کرنے کی بھی میں نے تجویز رکھی ہے ۔ زراعت، متعلقہ سرگرمیوں، چھوٹی دیہی صنعتوں، تجارت و ملازمت، بازار سے متعلق اطلاعات کی فراہمی، موزوں جدید تربیتی سہولتوں وغیرہ کے میدان میں منافع بخش سرگرمیوں کی نشاندہی کی بنیاد پر اپنی داخلی بچتوں کو اکٹھا کر کے اور امداد باہمی بینکوں سے مقررہ رقم سے تقریباً ۴ گنا زیادہ حاصل کر کے یہ "اپنی مدد آپ جماعتیں پیداوار، خدمات، روزگار کے مواقع کی تشکیل کے نئے امکانات کھول سکتی ہیں ۔ اس مقصد کے تحت آئندہ سال کے دوران امداد باہمی بینکوں سے ۵۰ کروڑ روپے کا اضافی قرض ان "اپنی مدد آپ" جماعتوں کو دلوانے کے لئے خصوصی اقدامات اٹھائے جائیں گے ۔ اگر یہ تمام کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں تو اس ریاست کے دیہی علاقوں کے بے روزگاری کے مسئلے میں خاطر خواہ طور پر کمی واقع ہوگی ۔ ایسی صورت میں ان کوششوں کو اضلاع میں مزید توسیع بھی دینا ہوگی ۔

اس ریاست کی زرعی پیداوار آج اس مرحلہ پر آ پہنچی ہے کہ پوری ریاست کی کاشتکاری کے طریق کار کو فوراً عملی شکل دینے کی ضرورت پیش آئی ہے تاکہ عام کاشتکاروں اور عام صارفین دونوں کے مفاد کے حق میں اس ریاست کی ضروریات، مصارف اور اس کی داخلی پیداوار کے درمیان خسارہ کو بڑی فصلوں جیسے غذائی اجناس، سرسوں تیل، دال پیاز وغیرہ کے لئے کم کیا جاتا ہے ۔ اس تناظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے اور بہتر بیجوں، مناسب بائیو ٹکنالوجی اور دیگر متعلقہ ضروریات پر مناسب اور ضروری توجہ ڈالتے ہوئے میں نے زراعت کے منصوبہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۸۴ کروڑ روپے ہوتے ہیں اور آئندہ سال کے دوران مذکورہ مصارف کی رقم کو بڑھا کر ۶۲ کروڑ روپے کر دیا جائے ۔

زراعتی پیداوار کی نشوونما کے ساتھ ساتھ تمام متعلقہ سیکٹروں خصوصاً حیوانی وسائل فروغ، ماہی پروری اور سماجی شجرکاری کے میدان میں پیداوار کو بڑھانا نہایت ہی ضروری ہے ۔ پنچایتوں کے ذریعہ مقامی لوگوں کی شمولیت کے توسط سے مناسب ٹکنالوجی اور تربیت کو بروئے کار لا کر ان میدانوں میں اگر پیداوار کو بڑھانا ہے تب ریاستی مانگ اور داخلی پیداوار کے درمیان خلا کو ہی صرف کم نہیں کیا جائے گا بلکہ روزگار کے اضافی مواقع بھی پیدا کئے جائیں گے ۔ سال رواں کے دوران منصوبہ مصارف ۱۲۷ کروڑ روپے ہیں ۔ مذکورہ بالا مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے مذکورہ بالا مصارف کو بڑھا کر آئندہ سال کے دوران ۱۴۳ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے ۔

زراعتی سیکٹر کی پیداوار اور روزگار کے مواقع میں اضافہ کی ایک غیر معمولی جہت لانے کی میں نے تجویز رکھی ہے ۔ اصل سیراب علاقوں میں اضافہ کرنے کی کوششیں کی جانی چاہئیں ۔ سال رواں کے دوران کل اصل زرعی علاقہ کا تناسب ۶ فیصد ہے لیکن آئندہ سال کے دوران اسے بڑھا کر ۴۲ فیصد کر دینا چاہئے تاکہ نویں منصوبہ (۱۹۹۷-۲۰۰۲) کے اختتام تک یہ تناسب صحیح معنوں میں ۶۶ فیصد کے نشان سے تجاوز کر جائے ۔ ان نشانوں کے ساتھ ساتھ ہر ضلع میں آئندہ سال کے دوران چھوٹی اور درمیانی آبپاشی سہولتوں کی اہمیت پر خصوصی توجہ ڈالی جائے گی ۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کھیت نہروں کی تکمیل پر بھی خصوصی توجہ دی جائے گی جو بڑے بڑے آبپاشی پروجیکٹوں (خصوصاً تیستا پروجیکٹ) سے منسلک ہیں ۔ چھوٹی آبپاشی پروجیکٹوں کے انتظامیہ میں مستفیض ہونے والوں کی کمیٹیوں کے ذریعہ مقامی لوگوں کی شمولیت کے مثبت نتائج بھی برآمد ہوئے ہیں ۔ فی الحال یہ طے پایا ہے کہ ہر چھوٹی، درمیانی اور بڑی آبپاشی پروجیکٹوں میں انتظامیہ کی مذکورہ بالا اصول کو توسیع دی جائے تاکہ مستفیض ہونے والے اہل خانوں کے اراکین (خصوصاً نوجوانان) کو مستفیض

ہونے والوں کی کمیٹیوں کے ذریعہ اور پنچایتوں کی عام نگرانی میں انتظامیہ میں شامل کیا جا سکے۔ ہر معاملہ میں آبپاشی کے لئے پانی کی شرح کا تعین مقامی مباحثوں کی بنیاد پر کیا جائے گا تاکہ مستفیض ہونے والے اہل خانوں سے اس کے چالو کرنے اور اس کے چالو رکھنے کے اخراجات مقامی طور پر وصول کئے جا سکیں اور انہیں خرچ بھی مقامی طور پر کیا جا سکے۔ اگر اس کے چالو کرنے اور اس کے چالو رکھنے کے اخراجات کے بعد بھی جو زائد بچ جاتا ہے اسے آبپاشی سہولتوں میں اضافہ کرنے کے لئے مقامی طور پر استعمال بھی کر دیا جائے گا۔

آبپاشی سہولتوں میں ان اضافوں کے ساتھ ساتھ سال رواں کے دوران آنے والے غیر متوقع سیلاب کی بڑے پیمانے پر تباہی مچانے کے بعد سیلاب تحفظ پشتوں کی مرمت اور تعمیر اور نکاسی نظام کو بہتر بنانے کا کام لازمی بن گیا ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قومی سطح آفات کے تناسب کے مقابلے میں مغربی بنگال میں اس سال زبردست سیلاب آیا اور آفات راحت کے قومی فنڈ سے اس ریاست نے جائز طور پر ۲۱۷ کروڑ روپے طلب کئے تاکہ پشتوں، نکاسی نظاموں اور دیگر انفرا اسٹرکچروں کی ازسر نو تعمیر کی جا سکے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اب تک مرکز سے اس سلسلے میں فنڈ کی شکل میں کچھ نہیں ملا ہے۔ اس صورتحال سے دوچار ریاستی پلاننگ بورڈ آبپاشی و آبی گزرگاہوں، دیہی ترقیات، اور بلدیاتی امور کے شعبوں اور ضلع پریشدوں کے تعاون سے تمام بڑے پشتوں کی مرمت اور تعمیر اور کلکتہ اور اس کے قرب و جوار کے اضلاع پر مشتمل ہر ضلع کے تمام اہم نکاسی اسکیموں کی بہتری کیلئے ایک جامع منصوبہ تیار کر چکی ہے۔ اس مکمل منصوبہ کی بنیاد پر ریاستی حکومت نے بجٹ سے فنڈ فراہم کرنے ہے اور ایچ یو ڈی سی او سے قرض کی حصولی میں ضمانت کی فراہمی کی ہے اور متعلقہ پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کے آبپاشی اور آبی گزرگاہ کے شعبے کے درمیان گہری تال میل کی بنیاد پر ان اسکیموں کو روبہ عمل لانے کا کام بھی شروع کیا جا چکا ہے۔

معزز اراکین! اس سال کے دوران آئے سیلاب کی تباہیوں کے بعد مالدہ، مرشدآباد اور ندیا ضلعوں میں گنگا اور پدما ندی کے کٹاؤ کا مسئلہ کچھ زیادہ ہی تشویشناک اور سنگین ہے۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ مختصر مدت کے لئے ۳۱۵ کروڑ روپے اور طویل مدت کے لئے ۶۱۲ کروڑ روپے کے فنڈ کی مطلوبہ فنڈ کی فراہم کے سلسلے میں قومی سطح کی ماہر کمیٹی کی سفارشات اور اس طرز کی قومی سطح مسائل کو حل کرنے کے لئے حسب معمول مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہونے کے باوجود مرکزی حکومت نے گزشتہ سال کے دوران صرف ۳۰ کروڑ روپے بطور فنڈ فراہم کرائے ہیں اور سال رواں کے دوران اس ضمن میں ابھی مرکزی فنڈ اب تک نہیں ملا ہے۔ اس صورت حال سے دوچار ہوتے ہوئے ریاستی حکومت نے اپنے محدود اختیارات کے اندر رہتے ہوئے ۶۰ کروڑ روپے سے زائد رقم مذکورہ مقصد کے لئے فراہم کرائے ہیں اور آئندہ سال کے دوران ۵۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ معزز اراکین! گنگا اور پدما ندی پر کٹاؤ مخالف کام، پشتہ کی مرمت اور تعمیر اور نکاسی اسکیموں سے متعلق ان تمام سیکٹروں کو یکجا کرنے کے بعد میں نے ان سیکٹروں کے کل منصوبہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۲۳۵ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال کے دوران اسے بڑھا کر ۲۹۴ کروڑ روپے کرنے کی تجویز میں نے رکھی ہے۔

چھوٹی آبپاشی، زرعی اور متعلقہ سرگرمیوں کی ترقی، صنعتی اور سماجی خدمات کے میدان میں خصوصاً آبپاشی اسکیموں پر عمل درآمد کے مقاصد کے تحت اضلاع سطح پر دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کے طریق کار کو تیز بنانا لازمی ہو گیا ہے۔ اسی مخصوص مقصد کے تحت مغربی بنگال دیہی توانائی فروغ کارپوریشن کا قیام مغربی بنگال ریاستی بجلی بورڈ اور پنچایت نظام کے اشتراک عمل میں آچکا ہے اور اس نے کام کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔ مغربی بنگال ریاستی بجلی بورڈ کے متعلقہ انجینئرس اور ٹیکنیکل ملازمین کارپوریشن انڈا بیس ڈیپوٹیشن پر کام کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیہی سطح پر کام کے سلسلے میں خصوصاً ضرورت پر انحصار کرتے ہوئے مستفیض ہونے والوں علاقوں کے نوجوانوں کو جواب دہی کی بنیاد پر شامل

کیا جا سکتا ہے تاکہ اس سے نہاتی ہونے کے عمل میں کمی لائی جا سکے اور داخلی لگان کی وصولی کو بہتر بنایا جا سکے۔ نویں منصوبہ مدت (۱۹۹۷-۲۰۰۲ء) کے اندر اس ریاست کے ۹۰ فیصد دیہی موضع تک بجلی پہنچانے کو توسیع دینے کے ساتھ ساتھ میں نے بجلی سیکٹر کے منصوبہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران منصوبہ مصارف ۱۱۸۱ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال اسے بڑھا کر ۱۳۳۵ کروڑ روپے کر دیا جائے اور مغربی بنگال دیہی بجلی فروغ کارپوریشن کے تحت اسکیموں کے لئے اس میں مزید ۲۲۰ کروڑ روپے کا اضافہ کیا جائے۔

زراعت اور صنعت کے فروغ اور تجارت کی توسیع کی ہمت افزائی کے لئے اس ریاست کی سڑکوں جنہیں حالیہ سیلاب نے تباہ و برباد کر ڈالا ہے کو سدھارنے اور بہتر بنانے کا کام بھی نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس اشد ضرورت کی تکمیل کیلئے پی ڈبلیو ڈی، پنچایت اور پرنسپل اور سے ساتھ بات چیت کے بعد یہ طے پایا کہ سال رواں کے دوران آنے والے سیلاب سے متاثر ہونے والی خصوصی طور پر ان اہم سڑکوں کی مرمت کا کام صرف مشہور ایجنسیوں کو سونپا جائے گا اور اس شرط کے ساتھ کہ آئندہ تین برسوں تک ان سڑکوں کو دوبارہ مرمت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے پی ڈبلیو ڈی اور پنچایتوں کے اشتراک سے مذکورہ اضلاع میں ان سڑکوں کی نشاندہی کے بعد مذکورہ بالا مشہور ایجنسیوں کا انتخاب کیا گیا ہے اور سڑکوں کی ترقی کا کام بھی شروع کیا جا چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سڑکوں کی ترجیحی نشاندہی کے بعد اضلاع میں واقع ٹوٹی پھوٹی دوسری سڑکوں کے سلسلے میں پی ڈبلیو ڈی اور پنچایتوں نے آپسی تال میل کی بنیاد پر ان سڑکوں کی مرمت اور ترقی کے کام پر عمل درآمد کی شروعات کر دی ہے۔ ان اسکیموں کی دیکھ ریکھ پی ڈبلیو ڈی اور پنچایتیں مشترکہ طور پر کریں گی اور اس کام سے مستفیض ہونے والوں کی کمیٹیوں کے ذریعہ مقامی لوگوں کو بھی ملوث کیا جائے گا۔ اس پورے تناظر کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ریاستی حکومت کی ضمانت حاصل کردہ ایچ یو ڈی سی او کے قرض کے ساتھ ریاستی بجٹری وسائل کو شامل کرنے کے بعد میں نے پی ڈبلیو ڈی کے لئے منصوبہ بند مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ بالا مصارف ۳۵۵ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال کے دوران اسے بڑھا کر ۴۷۸ کروڑ روپے کر دیا جائے گا۔

ریاستی سیکٹر اور نجی سیکٹر کے درمیان مقابلہ جاتی سماجی توازن کو بہتر بنانے کے لئے عوامی نقل و حمل کے میدان میں مالی اداروں سے ریاستی ضمانت کی بنیاد پر حاصل کردہ قرض سے ۱۲۰۰ نئی بسوں کا اضافہ کر کے اسٹیٹ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی بات طے پائی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے پایا ہے کہ بے کار نوجوانوں کی امداد باہم انجمنوں اور دیگر ایجنسیوں کو ریاستی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی کچھ غیر استعمال شدہ پرانی بسوں کو پٹہ پر دیا جائے گا اور وہ ان بسوں کو ٹھیکہ کی بنیاد پر سڑکوں پر چلائیں گے۔ ان بسوں کی مرمت کا خرچ بھی انہیں استعمال کرنے والی ایجنسیوں کو ہی اٹھانا پڑے گا۔ علاوہ ازیں انہیں لگان کی طے شدہ رقم کی ادائیگی کارپوریشن ہذا کو معین وقت پر کرنی ہوگی۔ یہ بات بھی طے پائی ہے کہ ان کارپوریشنوں کو دی گئی سالانہ سبسیڈیز پر بالائی سیلنگ بھی لگائی جائے گی۔

اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے ٹرانسپورٹ کے سیکٹر کے منصوبہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۸۷ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال کے دوران اسے بڑھا کر ۲۲۶ کروڑ روپے کر دی جائے۔

معزز اراکین! میں اس بات کا تذکرہ پہلے ہی کر چکا ہوں کہ حالیہ مرکزی بجٹ میں عوامی نظام تقسیم پر کس طرح حملے کئے گئے ہیں۔ یہاں ہماری بنیادی مانگ سماجی طور پر مناسب سبسیڈی کے ساتھ تمام لازمی اشیاء میں قومی سطح پر ایک جامع عوامی نظام تقسیم رائج کرنے کی ہے۔ اس وقت تک کے لئے جب یہ مانگ منظور کی جاتی ہے میں نے اس عبوری مدت کے لئے ایک متبادل تجویز پیش کی ہے۔ اس ریاست میں ہم لوگوں نے حال ہی میں اس ریاست کی داخلی پیداوار سے چاول کے لامرکوز حصول کا فیصلہ کیا ہے۔ چاول کی حصول کا یہ کام شعبۂ خوراک و رسد اضلاع میں

پنچایتوں کے اشتراک سے انجام دے گا۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ سال رواں کے دوران حصولی ہذا کے ۸۰ فیصد نشانہ (۶ر۴ لاکھ ٹن) کو ہی صرف پورا نہیں کیا جائے گا بلکہ اس حصولی میں ریاستی حکومت کو حکومتِ ہند کی متعلقہ ایجنسی کو آنے والے اخراجات مقابلہ میں کافی کم اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے اور اس طرح مرکز کو تقریباً ۱۰۰ کروڑ روپے سالانہ کی بچت ہوگی۔ ہم لوگ آئندہ سال کے دوران اس ریاست میں چاول کی ۵ لاکھ میٹرک ٹن داخلی حصولی کے ایک بہتر نشانہ کی تجویز پیش کرنے جا رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مرکز سے یہ مانگ بھی کرتے ہیں کہ تقریباً ۱۰۰ کروڑ کی رقم جو ریاست کی داخلی حصولی کے فیصلہ کی وجہ سے بچ جاتی ہے، مغربی بنگال کو لوٹا دی جائے۔ تب اس ۱۰۰ کروڑ روپے کی مذکورہ رقم کی بنیاد پر ریاست کے لئے یہ ممکن ہو جائے گا کہ وہ غریبی کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والے افراد اور دیگر کم آمدنی والے لوگوں کے لئے کچھ سبسیڈی کے ساتھ عوامی نظام تقسیم کو بہتر طور پر چلا پائے۔ اس تجربہ کی بنیاد پر تانت کے کپڑے اور چھوٹے پیمانہ سیکٹر کی چند لازمی اشیاء کو عوامی نظام تقسیم کے تحت لانے کیلئے بھی اقدامات لئے جا سکتے ہیں۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ اس ریاست کے صنعتی امکانات کو پُرزور بنانے کے سلسلے میں صنعتوں کے لئے ایک پُرکشش ترغیبی اسکیم یکم اپریل ۱۹۹۹ء سے چالو کی گئی ہے۔ بعد ازیں گزشتہ نومبر کو منعقدہ ریاستی وزرائے اعلیٰ کانفرنس میں اتفاق رائے سے دو فیصلے کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ ریاستوں کے درمیان سیلس ٹیکس کی شرح کو لے کر ہونے والی جنگ کو ختم کرنے کے لئے یہ طے پایا ہے کہ مختلف اقسام کی اشیاء کے لئے تمام ریاستوں میں یکساں شرح پر سیلس ٹیکس وصول کیا جائے گا۔ اس امر کا اطلاق یکم جنوری ۲۰۰۰ء سے ہوتا ہے۔ دوم سیلس ٹیکس سے استثنا یا توقف سے متعلق ترغیبی اعلان کے معاملہ میں ریاستوں کے درمیان غیر صحت مندانہ مقابلہ کو بھی ختم کرنے کے لئے یہ بات بھی طے پائی ہے کہ یکم جنوری ۲۰۰۰ء سے اس قسم کی تمام سیلس ٹیکس اسکیموں کو بالکل ختم کر دیا جائے گا۔ ان فیصلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاستوں کی گزشتہ ترغیبی اسکیم کو بھی یکم جنوری سے واپس لے لیا گیا ہے۔ اس صورت حال کے تحت ریاستی حکومت نے فی الحال اس ریاست میں واقع نئی صنعتی اکائیوں کے قیام کو بڑھاوا دینے کے لئے سیلس ٹیکس سے تعلق نہ رکھنے والی ایک نئی اور پُرکشش ترغیبی اسکیم چالو کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہاں میں اس نئی ترغیبی اسکیم کا ایک خاکہ پیش کرنے جا رہا ہوں۔

گزشتہ ترغیبی اسکیموں کے تحت ریاست کے اضلاع کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جماعت "الف" کے تحت کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے علاقے آتے ہیں۔ جماعت "ب" کے تحت جنوبی ۲۴ پرگنہ، شمالی ۲۴ پرگنہ، ہوڑہ، ہگلی، بردوان، مدناپور اور ندیا کے علاقے آتے ہیں اور جماعت "ج" کے تحت دور دراز کے مزید بقیہ علاقے آتے ہیں۔ مجوزہ نئی ترغیبی اسکیم کے تحت اضلاع کو مذکورہ بالا طرز پر تین جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس نئی ترغیبی اسکیم کے تحت سیلس ٹیکس استثنا کی فراہمی کے بجائے صنعت کاری کو بڑھاوا دینے کے لئے ریاستی حکومت ایک معینہ مدت کے لئے چند اکائیوں کو براہ راست سالانہ عطیہ فراہم کرے گی۔ اس عطیہ کی ایک بالائی حد ہوگی اور یہ متعلقہ نئی اکائیات کا روزگار کے مواقع پیدا کرنے سے وابستہ ہوگا۔ اس مجوزہ سالانہ عطیہ کی میعاد کا تعین بجماعت "ج" پر مشتمل اضلاع کے لئے سب سے زیادہ کیا جائے گا۔ موجودہ اکائیاں اپنی منظور شدہ توسیع کے لئے ان ترغیبات کے مستحق ہوں گے۔ چھوٹے پیمانہ کی صنعت میں صنعتی اکائیوں کو اس اسکیم کے تحت اضافی فوائد حاصل ہوں گے۔ اضلاع کی ہر جماعت سے تعلق رکھنے والی بند صنعتی اکائیوں کو بھی ان کے کھولے جانے پر مذکورہ بالا فوائد حاصل ہوں گے۔ اس ریاست میں نئی صنعتیں قائم کرنے کیلئے میں نے اس نئی ترغیبی اسکیم کو روبہ عمل لانے کے لئے ۱۰۰ کروڑ روپے بطور اضافی عطیہ دے دینے کی تجویز رکھی ہے۔ میں اس اسکیم کا خاکہ دیگر ریاستوں کے ساتھ بھی ... [illegible]

سے لئے گئے اقدامات پر غور و خوض کرنے کے بعد مذکورہ خاکہ کو ایک حتمی شکل دی جائے گی تاکہ یہ یقین دہانی کرائی جا سکے کہ حتمی ترغیبی اسکیم اپنی حتمی شکل میں پورے ملک میں ایک نہایت ہی پرکشش اسکیم بن سکے۔

مزید برآں اس ریاست کی بیمار صنعتی اکائیوں کی جلا بخشی اور بند اکائیوں کو کھلوانے کے لئے خصوصی توجہ ڈالی گئی ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست کی اپنی ۲۲۔ انڈرٹیکنگس کے میدان میں انتظامیہ اور جوابدہی کو بہتر بنانے کے سلسلے میں لئے گئے سنجیدہ اقدامات کی وجہ سے ہی ان میں سے ۱۵۔ اکائیوں نے لئے منافع کمانا ممکن ہو پایا اور ۱۵ اکائیوں کے لئے ایک سال کے اندر ۱۲ فیصد کے حساب سے عمل درآمد کے مصارف میں کمی لانا ممکن ہو پایا۔ مرکزی عوامی سیکٹر اکائیوں کی لاشعوری تباہی کی مرکزی پالیسی کو اپنانے کے بجائے ریاستی حکومت نے انتظامیہ، جوابدہی اور سرمایہ کاری میں روانی میں بہتری لاکر باقاعدہ اور منافع بخش طور پر اپنے تمام اکائیوں کو چلانے کیلئے ایک متبادل طریق کار اپنایا ہے۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ اندراج شدہ صنعتی اکائیوں، جو کم از کم ایک سال سے بند پڑی ہیں، کے لئے فی مزدور ۵۰۰ روپے ماہانہ امداد کی ایک خصوصی اسکیم اس ریاست میں کچھ عرصہ سے چالو ہے۔ میں نے اس سلسلے میں یہ تجویز رکھی ہے کہ کسی بند اکائی کو کھلوانے کے بعد دو سال تک کیلئے اسکیم ہذا کو توسیع دی جائے تاکہ یہ امداد اکائیوں کے کھلوانے میں ایک اضافی ترغیب کی حیثیت سے کام کر سکے۔ بند اکائیوں کے کھلوانے پر مزید زور یا توجہ دینے کے لئے میں نے آئندہ سال کے دوران دس روپے کی ایک اضافی رقم علیحدہ رکھنے کی تجویز رکھی ہے تاکہ اس رقم سے صفر شرح سود پر قرض کی فراہمی کی جا سکے اور ایک مخصوص حد تک بند صنعتی اکائیوں کے کھلوانے میں مستحق کاروباریوں کی مدد کی جا سکے۔

بند اکائیوں کو کھلوانے کے ساتھ ساتھ چھوٹی صنعتی اکائیاں قائم کرنا اور شہری، نصف شہری اور دیہی تجارتی مراکز میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لئے تجارت اور خدمات کی سہولتوں کو توسیع دینا بھی نہایت ہی ضروری ہے۔ اس ضمن میں میں نے ان علاقوں سے وابستہ ریاستی حکومت کے موجودہ روزگار پروگرام میں اہم تبدیلیاں کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

ان چھوٹی صنعتوں کے علاوہ جو موجودہ پروگرام کے زیر عمل آتی ہیں اور اس پروجیکٹ پر دس لاکھ روپے تک کی لاگت آئے گی، تجارت اور خدمات، کو بھی اس نئی اسکیم میں شامل کیا جائے گا۔ فی الحال ریاستی حکومت پروجیکٹ لاگت کا پندرہ فیصد (بہ نسبت ۱۰ فیصد قبل) بطور عطیہ فراہم کرائے گی۔ مذکورہ لاگت کا ۱۰ فیصد اپنے حصہ کی سرمایہ کاری کے طور پر کاروباری حضرات فراہم کریں گے اور باقی ۷۵ فیصد امداد باہمی بینکوں اور دیگر بینکوں سے بطور قرض حاصل کیا جائے گا۔ موجودہ پروگرام کے برخلاف جامعت اسکیموں، تجارت اور خدمات کو اس نئی اسکیم میں شامل کیا جائے گا۔ ان اہم تبدیلیوں کی وجہ سے اس نظر ثانی شدہ اور نئے پروگرام کو بنگلہ روزگار پروگرام کا نام دیا جائے گا۔ اس نئے پروگرام پر عمل درآمد کے سلسلے میں شہری، نصف شہری اور دیہی مراکز میں نوجوانوں کی شمولیت کے لئے منافع بخش اسکیموں اور شمولیت کے طریق کار کے سلسلے میں معلومات کی ایک مکمل فہرست پر مشتمل کتابچے ان نوجوانوں کے درمیان تقسیم کئے جائیں گے۔ اس ریاست کا خدمات نوجوان شعبہ میونسپلٹیوں، پنچایتوں، شعبہ مالیات اور بینکوں کے مربوط اشتراک سے اس روزگار پروگرام کو روبہ عمل لائے گا۔ آئندہ سال کے دوران اس پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لئے اضافی طور پر ۴ کروڑ روپے کی ایک تجویز رکھی جا رہی ہے۔

مزید برآں دیہی علاقوں کے لئے اختیار کردہ طریق کار کے ساتھ ساتھ غریب طبقوں کے افراد خصوصاً دیہی علاقوں کی غریب تر خواتین، کو منظم کرنے کے سلسلے میں امداد باہمی بینکوں اور میونسپلٹیوں کے اشتراک سے ایک ہزار اپنی مدد آپ جماعتوں

مغربی بنگال کا شمار ان چند ریاستوں میں ہوتا ہے جہاں قطعات آراضی کے ریکارڈس کو کمپیوٹر میں ڈال کر محفوظ رکھا گیا ہے۔ موٹر وہیکل کے اندراج سے منسلک، اعداد و شمار کو کمپیوٹر میں ڈالنے اور زمینی پانی امکانات کے نقشوں کو کمپیوٹر میں ڈال کر محفوظ رکھنے کے بارے میں اقدامات اٹھائے جا چکے ہیں۔ کمرشیل ٹیکس کی ڈائرکٹریٹ نے دکانداروں کی ٹیکس سے متعلق تمام اطلاعات کو فی الحال کمپیوٹر کے ذریعہ دیکھ ریکھ کر رہی ہے۔ اس ریاست کی ۷۹ ٹریژریوں میں سے ۵۱ ٹریژری کے کام کاج کو کمپیوٹر نظام کے تحت لایا گیا ہے۔ بالآخر مغربی بنگال ایک ایسی واحد ریاست ہے جہاں ریاستی بجٹ کی تیاری شعبہ مالیات کے افسران اور عہدہ داران کے تعاون سے اور بغیر کسی کام کے معاہدے کے، کو پورے طور پر کمپیوٹر میں ڈالا گیا ہے۔

اس ریاست میں فی الحال اطلاعاتی ٹکنالوجی کا اطلاق اتنا زور پا چکا ہے کہ اس سلسلے میں دو اہم قدم اٹھانا لازمی بن گیا ہے۔ اول اس میدان میں نئی سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لئے ایک "وینچر کیپیٹل فنڈ" یعنی جسم سرمایہ فنڈ قائم کرنے کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ لہٰذا ہم نے مشترکہ سیکٹر میں اطلاعاتی ٹکنالوجی کے سلسلے میں ایک "وینچر کیپیٹل فنڈ" قائم کرنے کے لئے آئندہ سال کے دوران ۲۵ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم فراہم کرانے کی تجویز رکھی ہے۔ دوم روزگار کے مواقعوں میں اضافہ اور جا بجا لامرکزیت کے لئے صنعت، زراعت، اور تجارت، کو فروغ دینے کے سلسلے میں اطلاعاتی ٹکنالوجی کے فوائد کو توسیع دینے کی خاطر اضلاع، بلاک اور اس کے نیچے مرحلوں تک ابھرتی ہوئی اطلاعاتی ٹکنالوجی کی دیکھ ریکھ کی ہڈی کو مضبوط بنانا بھی لازمی بن گیا ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اور داخلی مباحثوں کی بنیاد پر ہم نے یہ تجویز رکھی ہے کہ مغربی بنگال ریاستی بجلی بورڈ کی موجودہ ٹرانسمیشن یعنی ترسیل اور ڈسٹری بیوشن یعنی تقسیم کے انفرااسٹرکچر کو ضلع، بلاک، اور اس سے نیچے سطح تک ایک آپٹک فائبر کیبل نیٹ ورک کے قیام کے لئے استعمال میں لایا جائے۔ مزید برآں ہم نے اطلاعاتی ریڑھ کی ہڈی کی تشکیل کے مقصد کے تحت مغربی بنگال ریاستی بجلی بورڈ کے ساتھ مشترکہ سیکٹر کے قیام کے لئے بھی تجویز رکھی گئی ہے۔ امداد باہمی بینکوں سے حاصل کردہ اپنی بچتوں اور قرضوں کی کثیر رقم کی بنیاد پر حسب معمول یہ اپنی مدد آپ جماعتیں شہری بستی علاقوں میں مذکورہ بالا غریب تر جماعتوں کے لئے روزگار کے ذرائعوں کو بہتر بنانے اور ان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کیلئے ان کی مدد کر سکتی ہیں۔

آئندہ سال کے دوران ان شہری اپنی مدد آپ جماعتوں کی خاطر ۲۵ کروڑ روپے کے ایک اضافی قرض کی حصولی کے سلسلہ میں خصوصی طور پر کوشش کی جائے گی۔

مزید برآں امداد باہمی بینکوں سے اشتراک کے ساتھ شہری علاقوں کے دس ہزار نوجوان حضرات اور خواتین پر مشتمل ۲۰۰ خصوصی اپنی مدد آپ جماعتوں کو منظم کرنے کی تجویز رکھی جا رہی ہے۔ امداد باہمی بینکوں سے حاصل کردہ داخلی بچتوں اور قرضوں کی بنیاد پر اور چھوٹی صنعت، تجارت اور خدمات کے میدان میں مناسب تربیت اور منافع بخش اسکیموں کے ساتھ یہ اپنی مدد آپ جماعتیں شہری علاقوں میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے اہم امکانات میں اضافہ کر سکتی ہیں۔ اپنی مدد آپ جماعتوں کے کام کاج کو چلانے کے لئے امداد باہمی بینکنگ سیکٹر سے ۲ کروڑ روپے بطور قرض خصوصی حاصل کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔

صنعت، زراعت، تجارت، خدمات اور سرکاری سرگرمیوں کے میدان میں ترقیاتی کوششوں اور ان روزگار اسکیموں کے سلسلے میں اطلاعاتی ٹکنالوجی بڑی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ میری رائے میں اگر تمام دانشمندانہ امکانات کو ٹھیک طور سے بروئے کار لایا جائے تو ریاست مغربی بنگال اطلاعاتی ٹکنالوجی پر مبنی صنعتوں کے لئے ایک بڑے مرکز کی حیثیت سے نمودار ہونے کے نمایاں امکانات کا حامل ہے۔ اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اطلاعاتی ٹکنالوجی پر ریاستی حکومت کی پالیسی ایک نیا شعبہ برائے اطلاعاتی ٹکنالوجی قائم کرنے کا اعلان کر چکی ہے اور بے شمار مایہ ناز فرموں سے اس میدان عمل میں سرمایہ کاری کی تجاویز موصول ہوتی ہیں۔ ریاستی حکومت کے بیشتر شعبے اپنے کام کاج کو بہتر بنانے کیلئے اطلاعاتی ٹکنالوجی کو استعمال میں لانے کے سلسلے میں آگے آئے ہیں۔

یہ ریاست سالانہ ۱۰۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم فراہم کرانے کی تجویز رکھی ہے۔ پیداوار اور روزگار کے مواقعوں کی تشکیل میں اضافہ کو مدد پہنچانے کے علاوہ ایک الملاعاقی ریڑھ کی ہڈی تشکیل دینے والا یہ نیا فارم مغربی بنگال ریاستی بجلی بورڈ کے لئے آمدنی کے ایک اضافی وسائل کو بھی کھولے گا۔

تعلیم کے میدان میں نویں منصوبہ بند مدت (۲۰۰۱-۱۹۹۷ء) کے اندر رہتے ہوئے ابتدائی تعلیم کو مقبولِ عام بنانے پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ ۹۸-۱۹۹۷ء کے دوران ابتدائی تعلیم دینے والے اداروں کی تعداد ۵۱۵۲ تھی۔ شعبہ اسکول تعلیم کے اعداد و شمار کے مطابق مذکورہ بالا نشانہ کو حاصل کرنے کے لئے ۸۰۰۰ اداروں کو مذکورہ بالا ابتدائی تعلیم کے اداروں میں شامل کرنا لازمی بن گیا تھا۔ اس سلسلے میں یہ بات طے پائی کہ ۱۰۰۰ روایتی ابتدائی اسکولوں کے قائم کرنے کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم کے پرانے نصاب سے وابستہ نئے طرز کے بچہ تعلیم مراکز کا قیام بھی پنچایت سمیتیوں اور دیہی تعلیم کمیٹیوں کی انتظامیہ (۵۰ فیصد کارجین نمائندوں کے ساتھ) کے زیرِ نگرانی عمل میں آئے گا اور مذکورہ بالا انتظامیہ کے تحت اساتذہ کی تقرری جوابدہی کی بنیاد پر کی جائے گی۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی حاصل ہوگی کہ فی الحال اضلاع میں تین ہزار سے زائد ایسے بچہ تعلیم مراکز اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے ہوئے جوابدہی کے پرچم کو بلند رکھے ہوئے ہیں۔ اس تجربہ کی بنیاد پر ابتدائی تعلیم کو مقبولِ عام بنانے کے نشانہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ آئندہ سال کے دوران ۵۰۰۰ ایسے بچہ تعلیم مراکز ریاستوں کے مختلف اضلاع میں اضافی طور پر قائم کئے جائیں گے۔

بچہ تعلیم مراکز کے اس مثبت تجربہ کی بنیاد پر فی الحال میں نے بچہ تعلیم مراکز کے طرز پر ضلع پریشدوں اور مقامی تعلیم کمیٹیوں (۵۰ فیصد کارجین کے نمائندوں کے ساتھ) کی انتظامیہ کی نگرانی میں تمام اضلاع کے ہر بلاک میں اعلیٰ ثانوی سطح کا ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز ہے۔ اور مذکورہ ادارہ میں اساتذہ کی تقرری جوابدہی کی بنیاد پر کی جائے گی۔ مزید برآں جدید پیشہ ورانہ تربیت

کے لئے ایک مرکز کا قیام ایک بلند تر ثانوی اداروں میں عمل میں لایا جائے گا اور یہاں بھی اساتذہ کی تقرری جوابدہی کی بنیاد پر ہوگی۔ یہ ادارے طلباء اور ان کے مقامی بے روزگار نوجوانوں (خصوصاً وہ اشخاص جو اپنی مدد آپ جماعتوں سے وابستہ ہیں) کو پیشہ ورانہ تربیت فراہم کرنے والے ایک اہم مرکز بن جائیں گے اور اس تربیت کی حصول کے بعد یہی نوجوان زراعت، فروغ حیوانی وسائل، ماہی پروری اور صنعت کے میدان میں پیداوار اور روزگار کے مواقع کی افزائش میں نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ شرکت کر سکیں گے۔

اعلیٰ تعلیم کے میدان میں گزشتہ ۵ سال کے دوران اس ریاست کے مشترکہ سیکٹر میں گیارہ انجینئرنگ کالج قائم کئے گئے ہیں۔ اس طریق کار کے جاری رہنے کی بنیاد پر آئندہ سال کے دوران مشترکہ سیکٹر میں ایسے چھ مزید انجینئرنگ کالج قائم کئے جائیں گے اور اس طرز کے مزید اداروں کے لئے کیلئے مباحثے چل رہے ہیں تاکہ اس ریاست کے ہر ضلع میں کم از کم ایک انجینئرنگ کالج قائم کیا جا سکے۔ مزید برآں آئندہ سال کے شروع میں ایک باقاعدہ ٹیکنیکل یونیورسٹی قائم کرنے کی بات بھی طے پائی ہے۔ ان اقدامات کے ساتھ ساتھ شمالی بنگال کے پنڈی باڑی کے مقام پر ایک باقاعدہ زرعی یونیورسٹی چالو کرنے کے بارے میں فیصلہ لیا جا چکا ہے اور بانکوڑہ میں ایک دیہی یونیورسٹی کے قیام کے بارے میں بات چیت چل رہی ہے۔ معزز اراکین اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ آئندہ سال کے دوران اس ریاست میں بین الاقوامی معیار کی ایک قانونی یونیورسٹی کام کرنا شروع کر دے گی۔ اس تجربہ کی بنیاد پر سماجی علوم کے میدان میں بین الاقوامی معیار کا ایک ادارہ قائم کرنے کے سلسلے میں غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اس تناظر کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے تعلیم کے منصوبہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ سالِ رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۱۶۵ کروڑ روپے رہے ہیں۔ انہیں بڑھا کر آئندہ سال ۲۱۳ کروڑ روپے کر دیا جائے گا۔

عوامی صحت انجینئرنگ کے میدان میں، اس ریاست کے ہر گاؤں میں پاک و صاف پینے کے پانی کے کم از کم ایک وسیلہ کی دستیابی

کو آپریٹیو بنانے کے بعد ہم لوگوں نے فی الحال ہر بستی کے اندر کم از کم ۴۰ لیٹر پینے کا پانی فی کس یومیہ فراہم کرنے کے بلند ترین نشانہ کو اختیار کیا ہے۔ اس نشانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے عوامی صحت انجینیرنگ سیکٹر میں میں نے منصوبہ مصارف کو بڑھانے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۳۲ کروڑ روپے رہے ہیں اور انہیں آئندہ سال بڑھا کر ۴۱ کروڑ روپے کر دیا جائے گا۔

صحت عامہ کے میدان میں جوابدہ لامرکوزیت کے منافع بخش اثرات کا ذکر بہت پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس ریاست کی شرح پیدائش، شرح اموات اور بچوں کی موت کی شرح میں ۲۰۰۰/۵ تک کے ادنیٰ کے نشانہ اور نویں منصوبہ مدت کے اندر رہتے ہوئے ۴۰ کے نشانہ کے مطابق گرام پنچایتوں کو بلاک سطح سے نیچے ذیلی مراکز کے انتظامیہ سے، پنچایت کمیٹیوں کو بلاک سطح کے نئے پرائمری سطح مراکز کی انتظامیہ سے اور ضلع پریشدوں کو ضلع سطح کے ہسپتالوں کی انتظامیہ سے براہِ راست طور پر جوڑتے ہوئے جوابدہ لامرکوزیت پر خصوصی توجہ ڈالی گئی ہے۔ ان نشانوں کے ساتھ اور ان طریق کار کو مدنظر رکھتے ہوئے صحت عامہ کے منصوبہ بند مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۱۹۰ کروڑ روپے رہے ہیں اور انہیں آئندہ سال کے دوران بڑھا کر ۲۷۰ کروڑ روپے کر دیا جائے۔

معزز اراکین اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ لامرکوزیت پر ڈالی گئی خصوصی توجہ کی وجہ سے آئندہ سال کے دوران بلدیاتی امور اور شہری ترقی کے میدان میں ۳۰۶ کروڑ روپے کے منصوبہ مصارف کو بڑھا کر ۵۶۰ کروڑ روپے کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ ماحولیاتی مسائل کو خصوصی اہمیت بخشتے ہوئے منصوبہ مصارف میں اضافہ کی تجویز رکھی گئی ہے یعنی سال رواں کے دوران ماحولیات پر مذکورہ مصارف گیارہ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال کے دوران انہیں بڑھا کر ۲۶ کروڑ روپے کر دیا جائے۔ چونکہ مہاجرین کی نو آبادیوں کی ترقی پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے اس لئے میں نے متعلقہ منصوبہ مصارف میں اضافہ کیا ہے یعنی سال رواں کے دوران متعلقہ شعبہ کے لئے مذکورہ مصارف ۹٫۸۰ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال کے دوران میں نے انہیں بڑھا کر دس کروڑ روپے کیا ہے اور مزید برآں مذکورہ بالا نو آبادیوں کی ترقی کے لئے اس میں مزید ۵ کروڑ روپے کا اضافہ کیا ہے۔ خواتین سے متعلق ترقیاتی مسائل پر دئے گئے خصوصی توجہ کا اظہار منصوبہ مصارف میں اضافہ کی شکل میں ہوا ہے۔ یعنی آئندہ سال کے دوران سماجی رفاہ کے لئے ۶۴ کروڑ روپے کے منصوبہ مصارف کو بڑھا کر اکہتر کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ اقلیتی امور سے متعلق ترقیاتی پروگراموں کے لئے منصوبہ مصارف میں اضافہ کی تجویز رکھی گئی ہے یعنی سال رواں کے دوران ۶٫۵۰ کروڑ روپے رہے ہیں اور اسے آئندہ سال کے دوران بڑھا کر گیارہ کروڑ روپے کر دیا جائے۔ پست طبقوں کی رفاہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے متعلقہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف اکیاون کروڑ روپے رہے ہیں اور انہیں آئندہ سال کے دوران انہیں بڑھا کر قریب قریب ۷۰ کروڑ روپے کر دیا جائے۔

مقامی ترقی کی اضافی ضروریات کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے شمالی بنگال اور مغربی علاقہ کے لئے منصوبہ مصارف میں اضافہ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ بالا مصارف ۴۵ کروڑ روپے رہے ہیں اور آئندہ سال کے دوران انہیں بڑھا کر ۵۵ کروڑ روپے کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا ضمن میں اضافہ کرنے سے قبل شمالی بنگال ترقیاتی بورڈ اور مغربی ترقیاتی بورڈ کی تشکیل متعلقہ ضلع منصوبہ بند کمیٹیوں کے اشتراک سے ہو جانی چاہئے۔ ہاؤس میں مباحثہ کے بعد ہی ان بورڈوں کے تنظیمی قیام پر حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر تمام سیکٹروں کے منصوبہ مصارف کو ابھی جمع کیا جاتا ہے تو کل ریاستی منصوبہ میں تقریباً ۳۵ فیصد کا اضافہ ہو جائے گا۔ یعنی سال رواں کے دوران مذکورہ مصارف ۴۵۲۶ کروڑ روپے رہے ہیں تو آئندہ سال کے دوران یہ بڑھ کر ۶۱۳۳ کروڑ ہو جائیں گے۔ لامرکوزیت کی جانب قدم آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ کل منصوبہ مصارف کے ۵۰ فیصد سے زائد کے سلسلہ میں

فیصلہ لینے کے لئے پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کو براہ راست طور پر شامل کیا جائے گا۔ اس کے تحت ترقی کے مقاصد کی غرض سے پنچایتوں اور میونسپلٹیوں کو ۲۰۱۴ کروڑ روپے بطور بلا شرط عطیہ فراہم کیا جائے گا۔ ہر ایک ضلع کے لئے مجموعی فنڈ کی فراہمی کی بنیاد پر منصوبہ بندی کا کام ہر ایک گرام پنچایت کے زیر نگرانی ہر ایک گرام سبھا میں کھلے عوامی جلسوں سے شروع ہوگا۔ سماجی ترجیحات اور فنڈ کی فراہمی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور گرام سبھا کی سطح پر منصوبہ اسکیموں کی تشکیل کرتے ہوئے اصل مقاصد مقامی پیداوار کو بڑھانا ہے اور اس کے ذریعہ روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہے تاکہ ان تمام لامرکوز منصوبوں کو آپس میں مربوط کرکے کل ریاستی منصوبہ کی شکل دی جائے تو آئندہ سال کے دوران اس ریاست (ریاستی گھریلو پیداوار) کی کل پیداوار کی شرح نشو ونما ۸ فیصد ہو جائے اور آئندہ سال کے دوران تجویز کردہ نشانہ کے مطابق اضافی روزگار کے مواقع میں آٹھ لاکھ کا اضافہ ہو جائے۔

معزز اراکین! فی الحال میں یہ تجویز رکھتا ہوں کہ ہر ایک ضلع میں ترقی کے لئے لامرکوز فنڈ کی فراہمی میں سے پندرہ لاکھ روپے آئندہ سال کے دوران ہر معزز رکن کے حلقۂ انتخاب کیلئے فراہم کرائی جائے۔ اس فراہمی کی بنیاد پر اور مقامی پنچایتوں / میونسپلٹیوں کے ساتھ اشتراک سے معزز اراکین ترقیاتی اسکیمیں تشکیل دیں گے اور انہیں ضلع منصوبہ بندی کمیٹی کے سامنے پیش کریں گے اور تب ان اسکیموں کو متعلقہ شعبہ / پنچایت اور میونسپلٹی روبہ عمل لائیں گے۔ علاوہ ازیں ان اسکیموں پر عمل درآمد کے کام کی رپورٹ باقاعدہ طور پر معزز اراکین کو بھیجی جائے گی۔ جلد ہی اس سلسلے میں مفصل سرکاری حکمنامے جاری کئے جائیں گے۔

معزز اراکین! ریاستی حکومت کو ریاستی تنخواہ کمیشن کی سفارشات کی پہلی اور دوسری جلد دستیاب ہوئی ہے۔ ریاستی حکومت نے آئندہ دو مہینوں کے اندر ملازمین و دیگران کی جوابدہی اور ذرائع معاش میں ترقی اور ریاستی حکومت، انڈرٹیکنگس اور بورڈوں کی تنخواہوں میں نظرثانی سے متعلق سفارشات سے اہم

پہلوؤں پر حتمی فیصلہ کرنے کی بات کہی ہے۔ میں نے سرکاری ملازمین اساتذہ اور متعلقہ دیگر افراد کے لئے مہنگائی بھتہ کی ایک دوسری قسط دینے کا اعلان بھی کیا ہے اور اس کا اطلاق یکم اپریل ۲۰۰۰ء سے ہوگا۔ پنشن پانے والے حضرات و خواتین بھی اس مہنگائی بھتہ سے مستفید ہوں گے۔

معزز اراکین! میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ صنعتی پنشن، بیوہ پنشن، معذوری پنشن، دستکاری پنشن کی شرح کو ۱۴۰ روپے سے بڑھا کر ۲۰۰ روپے ماہانہ کر دیا جائے۔ اور مجاہدین آزادی اور ریاستی ... لوگوں کی پنشن کو ۵۰ روپے سے بڑھا کر ۹۰ روپے ماہانہ کر دیا جائے۔ آئندہ سال کے دوران ان تجاویز کیلئے ۱۵ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم فراہم کرائی گئی ہے۔

مزید برآں بے زمین زرعی مزدوروں کے پراویڈنٹ فنڈ کے طرز پر میں نے شہری اور دیہی علاقوں میں مقیم غیر منظم مزدوروں کے لئے پراویڈنٹ فنڈ کی ایک اسکیم جاری کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اس اسکیم کے تحت ۱۸ سے ۶۰ سال کی عمر کے ایک غیر منظم مزدور کو دس یا بیس روپیہ ماہانہ بطور پراویڈنٹ فنڈ جمع کرنے ہونگے اور ریاستی حکومت بھی اتنی ہی رقم مذکورہ بالا کھاتہ میں جمع کرے گی۔ ایک خاص مدت کے بعد غیر منظم مزدوروں کو کل جمع شدہ رقم مع سود لوٹا دی جائے گی۔ ۲۰ روپے ماہانہ چندہ کا اضافی فائدہ بے زمین زرعی مزدوروں کو بھی پہنچایا جائے گا۔ میں نے آئندہ سال کے دوران ان اسکیموں کے لئے ۶۰ کروڑ روپے کی ایک اضافی رقم فراہم کرانے کی تجویز رکھی ہے۔

اگر فی الحال کل منصوبہ اور غیر منصوبہ مصارف اور کل وصولیات کو آئندہ سال کے دوران یکجا کر دیا جائے تو اس سطح پر ۹۵ کروڑ روپے کا خسارہ واقع ہوگا۔ اس خسارہ کو مزید کم کرنے کے لئے میں نے فی الحال اضافی وسائل اکٹھا کرنے کی تجاویز پر توجہ دی ہے۔

معزز اراکین! میں اس کے ساتھ ساتھ یہاں اس بات کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ آئندہ سال کے دوران مرکزی ٹیکسوں اور عطیات کی بلند ترشرح کی حصولی، ریاستی ٹیکسوں اور غیر ٹیکس

لگانوں کی وصولی کی بلند ترین شرح کے سلسلے میں ریاستی حکومت چند مخصوص اقدامات اٹھائے گی۔ عطیات کو چلانے والی چھوٹی بچت کی وصولی پر قرض پر مبنی پیشگی کے موجودہ نظام میں تبدیلی لائی جائے گی۔ غیر ضروری سرکاری اخراجات میں کمی کی جائے گی۔ انتظامیہ میں لامرکزیت کو جگہ دی جائے گی اور ان اقدامات کی بنیاد پر ریاستی لگان کے خسارے کو آئندہ سال کے دوران نمایاں طور پر کم کیا جائے گا۔

باب پنجم ۱ :

معزز اراکین! میں فی الحال ٹیکسیشن سے متعلق تجاویز پیش کرتا ہوں۔ ان تجاویز کی تشکیل درج ذیل مقاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے کی گئی ہے :

الف : صنعت و تجارت کے ایک اہم مرکز کی حیثیت سے اس ریاست کو فروغ دینا اور اس طریقہ کار کے ذریعہ روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا۔

ب : احکامات کی بہتر تعمیل کے لئے قواعد و ضوابط کو سہل بنانا۔

ج : ٹیکس کی چوری کو دور کرنا اور

د : صارفین کو راحت فراہم کرنا۔

مذکورہ بالا مقاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم لوگوں نے گزشتہ چند برسوں کے دوران باقاعدگی کے ساتھ چند ٹھوس قدم اٹھائے ہیں جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے :

الف : ۱۹۹۴ء کے دوران سیلس ٹیکس سے متعلق چار مختلف ایکٹس کو ایک ایکٹ میں ضم کر دیا گیا تھا۔

ب : یکم اپریل ۱۹۹۵ء سے انٹری یعنی داخلہ یا چنگی ٹیکس کو یکسر ختم کر دیا گیا۔

ج : یکم مئی ۱۹۹۵ء سے ٹرن اوور ٹیکس کو یکسر ختم کر دیا گیا۔

د : یکم اپریل ۱۹۹۹ء سے کئی مقامات پر ٹیکس کے نفاذ کے نظام کو یکسر ختم کر دیا گیا اور فروخت کے پہلے مرحلے میں کل ۵۵۰ اشیاء میں سے ۵۳۰ اشیاء پر ٹیکس کا نفاذ فی الحال کیا جا رہا ہے۔

ہ : ریاستوں اور یونین ٹیریٹریز کے درمیان غیر پیداواری

سیلس ٹیکس کی شرح کو لے کر ہونے والی جنگ کو رد کرنے کیلئے ہم لوگوں نے مختلف ریاستوں اور یونین ٹیریٹریز کے درمیان سیلس ٹیکس کی شرحوں کو ہم آہنگ اور متوازن بنانے سے متعلق قومی سطح پر مسئلہ اٹھاتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ریاستوں اور یونین ٹیریٹریز کے درمیان سیلس ٹیکس کو ہم آہنگ اور متوازن بنانے کے مسئلہ کا حل ڈھونڈ نکالنے کے لیے ۱۹۹۹ء کے دوران منعقدہ وزرائے اعلیٰ کی ایک کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ سیلس ٹیکس کی شرح کے سلسلے میں غیر صحت مندانہ مقابلہ کو ختم کرنے کے لئے مختلف انواع و اقسام کی اشیاء پر مناسب شرح کے مطابق سیلس ٹیکس لگائے جائیں اور اس کا نفاذ یکم جنوری ۲۰۰۰ء سے کیا جائے گا۔ سمجھوتہ کی شرائط کے مطابق ریاستیں اور یونین ٹیریٹریز دونوں ہی مجوزہ فلور شرح سے کم شرح کے مطابق اشیاء پر کم ٹیکس وصول کر سکتی ہیں۔ متوازن فلور سیلس ٹیکس کی شرحوں کو چالو کرنے کے سلسلے میں لئے گئے فیصلہ کو روبہ عمل لانے کیلئے اس ریاست کی چند مخصوص اشیاء کی ٹیکس کی شرحوں میں اضافہ کرنا پڑا تھا۔ اسی طرح لوگوں پر متعلقہ بوجھ کو کم کرنے کیلئے ان تمام اشیاء پر جن کے لئے سیلس ٹیکس قومی سطح فیصلہ کے نتیجہ کے طور پر بڑھایا گیا تھا، سرچارج اور اضافی سرچارج ختم کر دئے گئے۔ بعد ازاں چند لازمی اشیاء کے سلسلے میں فلور شرحوں سے متعلق فیصلوں پر کل ہند سطح پر نظر ثانی کی گئی اور سوتی ہوزری، مٹھائی، معمولی زرعی سامان، مخصوص روٹی، مخصوص نمک، مکھن نکالا ہوا دودھ، مرغیوں کے دانے، مویشیوں کے کھانے جیسی چند لازمی اشیاء پر سے سیلس ٹیکس بالکل اٹھا لیا گیا۔

معزز اراکین اس تناظر میں اور ہمارے مقاصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے پہلے قدم کے طور پر تمام اشیاء پر سے سرچارج اور اضافی سرچارج اٹھا کر عام صارفین، صنعت کاروں اور تاجروں کو مزید راحت فراہم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اس کے نتیجے میں عام صارفین اور کاشت کار حضرات جو ان اشیاء کو استعمال کرتے ہیں، کی تعداد تقریباً پچاس ہے اور ان اشیاء کے بنانے والے صنعت کار اور تاجر حضرات کو خاطر خواہ راحت دی جائے گی۔ مثال کے

ہر کسی ایک شئے پر سیلس ٹیکس بشمول سرچارج (سیلس ٹیکس پر دس فیصد کی شرح سے) اور اضافی سرچارج (سیلس ٹیکس پر پانچ فیصد کی شرح سے) ۵ر۱۱ فیصد کی شرح پر واجب الادا ہوتے ہیں لیکن مجوزہ شرح کے مطابق دس فیصد ادا کرنے ہوں گے۔ اسی طرح کسی شئے پر سیلس ٹیکس بشمول سرچارج اور اضافی سرچارج ۲۷ر۱۷ فیصد کی شرح پر واجب الادا ہوتے ہیں لیکن مجوزہ شرح کے مطابق ۱۵ فیصد ادا کرنے ہوں گے۔ چند اشیاء جو مؤثر حلقۂ ٹیکس میں آتے ہیں کھاد، پکوان گیس، چاول، گیہوں، سمنٹ، بے بی فوڈ، صابن، ڈٹرجنٹ منجن، ریڈیو، ٹیلی ویژن، الیکٹرک بلب، ٹیوب لائٹ، بیٹری، مسالے، بسکٹ، ٹائر اور ٹیوب، کمپیوٹر، رنگ، غیر فولادی دھات، کیمیکل، حفظان کے سامان، ریفری جریٹر، اسٹیل اور ایلومینیم کے فرنیچر، پکے ہوئے کھانوں، کپڑا دھونے کی مشینیں وغیرہ ہیں اور ان پر لگنے والے ٹیکس کی شرح میں گراوٹ آئے گی۔

معزز اراکین! مزید راحت فراہم کرنے کے لئے دوسرے قدم کے طور پر میں نے کل ہند سطح پر سمجھوتہ کے مطابق مذکورہ ٹیکس کی شرح کو فلور شرحوں کے برابر بنانے کے لئے ۳۶ - اشیاء کی ٹیکس شرحوں میں کمی لانے کی تجویز رکھی ہے۔ اسٹین لیس اسٹیل کے برتن، بیڑی کی پتیاں، برف جن پر فی الحال ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے، پر مجوزہ اصول کے مطابق ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس لہٰذا کا تعین کیا جائے گا۔ سلائی مشین، فوٹوگرافی کے سامان، شیونگ سٹ اور سیفٹی ریزر بلیڈ، چھری کانٹے، مولڈیڈ فرنیچر، بریف کیس اور سوٹ کیس، شیشے کے گلاس، معمولی واٹر فلٹر، مصنوعی زیورات، سنتھیٹک فائبر بورڈ اور زیپ، بٹن وغیرہ جیسے سلائی کے سامان جن پر ۱۲ فیصد شرح کے حساب سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر مجوزہ اصول کے مطابق ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ سیفٹی مشین، پیکنگ بکس، چائے کے بکس اور کاغذ کے بکس، پلاسٹک کے بنے پائپ اور اس کی فٹنگس اور دیگر سنتھیٹک اشیاء اور میوے جن پر فی الحال ۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر مجوزہ تجویز کے مطابق ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ بغیر بجلی سے چلنے والے کھلونوں پر فی الحال دس فیصد کی شرح سے

ٹیکس لگایا جاتا ہے لیکن مذکورہ بالا اشیاء پر ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ طبی آلات و سامان جن پر فی الحال ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر مذکورہ تجویز کے مطابق ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ بند ڈبوں میں فروخت ہونے والے گوشت، اور مچھلی جن پر فی الحال ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ پریشر کوکر، کافی، ویکیوم فلاسک، ریفریجریٹر جن پر فی الحال ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر پیش کردہ تجویز کے مطابق ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جائے گا۔ ایئر کنڈیشنرز اور ایئر کولر، کرد کری کے سامان، فوم کوشن اور گدے فر کے سامان، لفٹ، وائرلس کے آلات، لیمینیٹڈ بورڈ جن پر فی الحال ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر پیش کردہ تجویز کے مطابق ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ فی الحال لوہے کے سامان، الیکٹرک تار، الیکٹرک کے سامان کی فروخت پر کُل انسیڈنٹ ٹیکس ۱۲ فیصد لگایا جاتا ہے اور ان ہی اشیاء پر دو مقامات پر لیوی ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ۸ فیصد کی شرح کو نیچے لایا جائے اور ایسے ہی دو مقامات پر وصول کئے جاتے رہیں۔ فینسی چمڑے کے سامان پر دو مقامات پر مذکورہ بالا قاعدے کے مطابق ۱۵ فیصد کل انسیڈنٹ ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ۱۲ فیصد کی شرح میں کمی لائی جائے اور ایسے ہی پہلے کی طرح دو مرحلوں میں وصول کیا جائے۔ تامچینی کے برتن عام لوگوں کے استعمال میں آتے ہیں اور ان پر فی الحال ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ میں نے اس شئے کو سیلس ٹیکس سے کلی طور پر مستثنیٰ رکھنے کی تجویز رکھی ہے۔

میری تیسری تجویز کا مقصد چند صنعتی سامانوں پر لگنے والے سیلس ٹیکس میں مزید تخفیف کرکے اس ریاست میں صنعتی سرگرمی کو فروغ دینا ہے۔ اس صنعت کی نشوونما کو بڑھاوا دینے کے لئے میں نے ہوزری میں استعمال ہونے والے سوتی دھاگہ کو سیلس ٹیکس کی ادائیگی سے مستثنیٰ رکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔ بیرنگ اور الیکٹرونک کل پرزے جیسے ٹرانسمیٹر، ڈائیوڈ، انٹیگریٹیڈ سرکٹ وغیرہ

پر فی الحال ۱۰ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ میں نے مذکورہ بالا اشیاء پر مذکورہ ٹیکس کو گھٹا کر ۴ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ صنعتی ٹرانسفارمرس جن پر فی الحال ۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر مذکورہ بالا طرز پر ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ صنعتی چمڑے کے دستانے جن پر فی الحال ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر پیش کردہ تجویز کے مطابق ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ میں نے یہ بھی تجویز رکھی ہے کہ اس ریاست میں جانوروں کی خوراک تیار کرنے والوں کو ۳ فیصد کی رعایتی شرح پر راب خریدنے کی اجازت دی جائے گی۔ زیورات تیار کرنا اس ریاست کا روایتی پیشہ ہے اور اس کام دستکاروں کی ایک کثیر تعداد لگی ہوئی ہے اور اس ریاست میں یہ پیشہ بڑی تیزی سے پھل پھول رہا ہے۔ اس ریاست سے زیورات کی برآمدات کے زبردست امکانات ہیں۔ زیورات کی برآمدات کو فروغ دینے اور اس سیکٹر میں روزگار کے مواقع کو بڑھانے کیلئے میں نے یہاں برآمدات کے لئے بننے والے زیورات کے سلسلے میں ہیرے، قیمتی پتھر اور چاندی کی خریداری کو ٹیکس سے مستثنیٰ رکھنے کی اجازت دینے کی تجویز رکھی ہے۔ بہرکیف چاندی کے سلسلے میں خریداری تومیا کئے گئے بینکوں سے کی جانی چاہئے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ سونے کی خریداری کے سلسلے میں یہاں کے دستکاروں کو مذکورہ بالا سہولت دستیاب ہے۔ چائے اس ریاست کی ایک اہم صنعت ہے۔ چائے باغات کو مزید فروغ دینے کے لئے میں نے چائے کے دانوں کو سیلس ٹیکس سے مستثنیٰ رکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔

معزز اراکین اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اس ریاست میں چند اشیاء کو تیار کرنے کے سلسلے میں مطلوبہ مخصوص خام مال کی خریداری پر لگے ٹیکس پر سٹ آف یعنی پاسنگ کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ اس ریاست کی پیداواری صنعت کو فروغ دینے کیلئے میری چوتھی تجویز، چند اور اشیاء کو مذکورہ بالا سہولت بہم پہنچانا ہے۔ اس ریاست کی اطلاعاتی ٹکنالوجی اور کمپیوٹر صنعت کو ترقی دینے کے لئے میں نے کمپیوٹر اور اس کے کل پرزوں کو تیار کرنے کے عمل کو سٹ آف یعنی پاسنگ اسکیم کے تحت لانے کی تجویز رکھی ہے۔

اسی طرز پر پٹسن کے بنے بستوں / بوروں، ایئرکنڈیشنر اور ایئرکولر اور فلائی ایش سے بنے اینٹوں کے تیار کرنے کے عمل کو فروغ دینے کے لئے میں نے مذکورہ بالا اشیاء کو سٹ آف یعنی پاسنگ اسکیم کے تحت لانے کی تجویز رکھی ہے۔ معزز اراکین اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ ہماری ریاست ملک بھر میں سب سے زیادہ چاول پیدا کرتی ہے لہٰذا اس ریاست میں چاول کی بھوسی سے تیار کرنے والی تیل کی صنعتوں کی نشوونما کے بڑے اچھے امکانات ہیں۔ فی الحال اس ریاست میں پیدا کردہ چاول کی بھوسی کو بیشتر طور پر دیگر ریاستوں کو بھیج دیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں چاول کی بھوسی پر کوئی ٹیکس نہیں لگائے جاتے ہیں جبکہ دوسری ریاستوں میں ان پر بھی ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ اسے دوسری ریاستوں کو بھیجنے پر پابندی عائد کرنے کے لئے میں نے چاول کی بھوسی کی فروخت پر ۴ فیصد کی شرح سے سیلس ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ بہرکیف اس ریاست کے چاول کی بھوسی سے تیل تیار کرنے والی صنعتوں کو چاول کی بھوسی کی فراہمی پر سٹ آف یعنی پاسنگ کی سہولت فراہم کی جائے گی۔ اس سے زراعت پر مبنی چاول کی بھوسی سے تیل تیار کرنے والی صنعت مستفیض ہوگی اور اس طرح چاول کی بھوسی سے تیل تیار کرنے کے کام کو بڑھاوا ملے گا۔

میری پانچویں تجویز دو مزید اشیاء کو دو مقام ٹیکس کے نظام سے ایک مقام ٹیکس کے نظام کے تحت لانا اور ان کے ٹیکس میں کمی لانا ہے۔ اسی طرح بجلی کے پنکھے پر کُل انسیڈنس ٹیکس جن پر فی الحال دو مقامات پر ٹیکس لگایا جاتا ہے، پر ٹیکس کی شرح کو گھٹا کر ۸ فیصد کرنے کی تجویز رکھی گئی ہے اور مذکورہ شرح کا نفاذ فروخت کے مقام پر کیا جائے گا۔ بند ڈبوں میں فروخت ہونے والی سبزیوں پر دو مقامات پر ۷ فیصد کُل ٹیکس انسیڈنس لگایا جاتا ہے۔ ان زراعت پر مبنی صنعت کو فروغ دینے کے لئے میں نے ان اشیاء پر سیلس ٹیکس کو گھٹا کر ۴ فیصد کرانے اور اسے فروخت کے ایک ہی مقام پر نافذ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ دو مقامات ٹیکس نظام کے تحت بقیہ اشیاء کے سلسلے میں میں نے ۴ فیصد کی موجودہ سطح سے گھٹا کر ایک فیصد خریداری ٹیکس نافذ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

میری چھٹی تجویز گیارہ مزید اشیاء کی شرحوں کو فرشی شرحوں کے قریب نیچے لانا ہے۔ فی الحال بناسپتی پر ۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگائی گئی ہے۔ میں نے اس کی شرح میں کمی لاکر اسے پانچ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ بلیچنگ پاؤڈر جس کا استعمال وسیع پیمانے پر پیداواری اور پروسیسنگ کے کام میں ہوتا ہے، پر فی الحال ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگائی گئی ہے۔ میں نے اس شرح کو کم کرکے اسے ۵ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ اگربتی جس پر فی الحال ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے، پر ۴ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ جلاون یا ایندھن کی لکڑی جس پر فی الحال ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے، پر ۸ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ تیار شدہ کھانوں پر فی الحال بارہ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے، میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ جب یہ کھانے ہوٹلوں، ریستورانوں، طعام گاہوں، کلبوں اور خوردنی جگہوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر فروخت ہوں تو مذکورہ شرح میں کمی لاکر ان پر ۱۰ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جائے۔ لوزینج اور ٹافیوں پر فی الحال پندرہ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے اور کیک اور پیسٹری پر ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے۔ اس ریاست میں ان اشیاء کی پیداوار اور بازار میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ان کے فروغ کو بڑھاوا دینے کیلئے میں نے ان اشیاء پر ٹیکس کی شرح کو کم کرکے ۱۰ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ دوا والے پاؤڈر جن پر فی الحال ۱۷ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا گیا ہے، پر ۱۵ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگانے کی تجویز رکھی گئی ہے۔ بالو، صخرہ اور پتھر کے ٹکڑوں پر فی الحال دو مقام پر ٹیکس لگایا جاتا ہے اور دونوں مقاموں کے ٹیکسوں کو ملاکر بارہ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ یہ اشیاء تعمیراتی صنعت کے اہم مسالے ہیں اور اس ریاست میں ان کی پیداوار میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس ریاست کی تعمیراتی صنعت کو بڑھاوا دینے کے لئے میں نے ان اشیاء پر مجموعی ٹیکس کی شرح کو گھٹا کر ۱۰ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ مزید برآں سوکھی ہوئی جڑی بوٹیوں اور سوکھے ہوئے پھولوں کی فروخت پر فی الحال ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ میں نے اسے گھٹا کر ۴ فیصد کرنے کی تجویز رکھی ہے۔

کسی فہرست میں نہ شامل کی گئی اشیاء پر اس ریاست میں عام طور پر ۱۲ فیصد کی شرح سے ٹیکس لگایا جائے۔ فی الحال ۳۰۰ سے زائد اشیاء پر مذکورہ عام شرح سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔ ان جملہ اشیاء پر سرچارج اور اضافی سرچارج اٹھائے جانے کے بعد بھی مزید راحت فراہم کرنے کی غرض سے میری ساتویں تجویز کا مقصد مذکورہ عام شرح کو کم کرکے دس فیصد کرنا ہے۔ اشیاء کی ایک کثیر تعداد کے ٹیکس کی موثر شرح اس طرح ۸ء۱۳ فیصد سے گھٹ کر دس فیصد ہو جائے گی۔ اس طرح ٹیکس کی شرح میں یہ تخفیف عام لوگوں کو بڑی راحت پہنچائے گی۔ گیس چولہے، واٹر کولر، آگ بجھانے کے آلات، تین پہیے کی سائیکل، رولنگ شٹرس اور گریلس، دھات کے بنے ڈبے، تھرموکول تصویریں، سعوف جوز، سپاری، خشک مچھلی، نشاستہ وغیرہ کا شمار مذکورہ بالا اشیاء میں ہوتا ہے۔

خود مختار مقامی اداروں کی جڑیں اس ریاست میں بہت مضبوط ہو گئی ہیں اور یہ ادارے اس ریاست کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان اداروں کو ان کے کام میں بڑھاوا دینے کے لئے میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ان اداروں کو بھی ۴ فیصد کی اس رعایتی شرح پر اشیاء کی خریداری کرنے کی اجازت دے دی جائے جن پر کہ ریاستی حکومت کو خریداری کرنے کا حق حاصل ہے۔

میں اپنی تقریر میں اس امر کا پہلے ہی تذکرہ کر چکا ہوں اور معزز اراکین بھی اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی عائد کردہ شرائط پر عمل کرتے ہوئے مرکزی حکومت نے اپنے حالیہ بجٹ میں ہمارے ملک کے اندر پیدا ہونے والی بہت ساری اشیاء پر حد سے زیادہ اکسائز ڈیوٹی میں بڑی تیزی سے اضافہ کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ زراعت کے ایک لازمی سامان یعنی کھاد پر بھی دی جانے والی سبسیڈی (امداد) میں کٹوتی کر ڈالی ہے۔ اکسائز ڈیوٹی میں اس اضافہ کے نتائج کے طور پر بسکٹ، منجن، لوزینج، ٹافی، جام، جیلی اور چٹنی، کیک اور پیسٹری، مخصوص مچھلی، پکے ہوئے گوشت، عام ایلوپیتھک دوائیاں، آیورویدک دوائیاں، طبی آلات، پریشر کوکر، کیڑے مار دوائیاں، شیشے سے بنی اشیاء، پلاسٹک سے بنی چیزیں،

کیونکہ ریاست میں صنعتی [illegible] جیسی صنعتی پیداواری
اشیاء کی ایک [illegible] کا صنعت کار
کو [illegible] اضافہ
اور اس کے ساتھ [illegible] سیکٹر میں تخفیف [illegible]
[illegible]
کریں [illegible] اشیاء [illegible]
میں تخفیف [illegible]
ان اشیاء کی قیمت [illegible]
[illegible]
تاجروں اور [illegible] حکومت سے
محدود اختیارات لے [illegible] متبادل پالیسی کی
پر انحصار کر [illegible] صنعتی پیداوار [illegible] کاروں کو
کو راحت پہنچانے اور [illegible] دینے کی کوششیں کیں۔

معزز اراکین [illegible] اس امر کو یاد کریں کہ گزشتہ سال کے دوران [illegible] متعلق طریقہ کار کو سہل بنانے کیلئے ۴۰۰ سے زائد اشیاء کو [illegible] ٹیکسیشن سے منتقل کرکے اول مرحلہ ٹیکسیشن نظام کے تحت لایا گیا ہے۔ اس سہل طریقہ کار سے ٹیکس کی وصولی میں بہتری آئی ہے اور اسی کے نتیجے کے طور پر چونکہ ٹیکس شرحوں میں کمی لائی جائے باوجود لگان کی وصولی میں کسی طرح کی کوئی نمایاں کمی نہیں آئی۔ اس تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر ایک بار یہ محتاط خطرہ مول لے رہا ہوں کہ [illegible] جانے پرسے چارج اور اضافی سر چارج کو اٹھا لیا جائے اور زیادہ سے زیادہ اشیاء پر لگی ٹیکس کی شرحوں میں کمی لائی جائے۔ مجھے امید ہے کہ صنعت کار اور تاجر حضرات ہمارے ان پر کئے گئے بھروسوں کی لاج رکھیں گے اور اس ریاست کی صنعت اور ترقی [illegible] کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیکس کی ادائیگی کو بہتر بنائیں گے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ ٹیکس کی بہتر ادائیگی کی وجہ سے لگان کی وصولی میں کسی طرح کی کوئی گراوٹ نہیں آئے گی گرچہ ٹیکس میں خاطر خواہ کمی واقع ہوگی۔ میں اس بات کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تاجر اور صنعت کار ان پر کئے گئے بھروسوں کی لاج نہیں رکھتے ہیں تو اپنی پیش کردہ تجاویز کے تحت فراہم کردہ راحت سے متعلق تجاویز پر میں از سر نو غور کروں گا۔

ٹیکس کی ادائیگی کو بہتر اور یقینی بنانے کے لئے میں ٹیکس کی چوری پر نظر رکھنے سے متعلق اقدامات کو مضبوط بنانے کی تجویز رکھی ہے۔ مغربی بنگال سیلس ٹیکس ایکٹ کی گنجائشوں کے تحت تمام دکاندار کو ۵۰ روپے سے زائد کی خریداری پر کیش میمو جاری کرنے ہوں گے۔ ٹیکس کی بہتر ادائیگی کے لئے میں نے مذکورہ رقم کو بڑھا کر ۲۰۰ روپے کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ ٹیکس چوری کی روک تھام کے لئے اس قانون کی خلاف ورزی پر کڑی نگاہ رکھی جائے گی۔ چند دکاندار ایسے بھی ہیں جو اپنے ٹیکس کی ریٹرن ٹھیک وقت پر جمع نہیں کرتے ہیں ٹیکس کی جائز وصولی کے لئے میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ غلط دستاویزات یا غلط اطلاعات کے ساتھ اشیاء کی درآمد اور مال کی منتقلی سے متعلق غلط اطلاع فراہم کرنے پر جرمانے عائد کئے جائیں۔ چند موجودہ تعزیری گنجائشوں کو مزید سخت بنایا جائے گا۔ میں ایک بار پھر یہ تجویز رکھتا ہوں کہ حکومت کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ مناسب انجینئر کو حسب ضرورت گودام میں پڑے قابل ٹیکس اشیاء کی جانچ پڑتال کے لئے کام پر لگا سکے۔

معزز اراکین یاد رکھیں کہ باور کردہ محاسبہ کیلئے ایک گنجائش کی تشکیل گزشتہ سال کے دوران دکانداروں کو راحت پہنچانے کی غرض سے کی گئی تھی۔ انہیں ۳۰ رجون ۲۰۰۰ء تک اپنے بیانات داخل کرنے کی اجازت دی جا چکی ہے۔ میں نے مذکورہ بالا تاریخ کو آگے بڑھا کر ۳۱ رجنوری ۲۰۰۱ء کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ بیانات داخل کرنے والے تاجروں سے متعلق طریقہ کار کو مزید سہل بنانے کیلئے میں ایک سال کی مدت کے لئے تمام لین دین کے کام کے سلسلے میں ایک سنگل فارم استعمال کرنے کی اجازت دینے کی تجویز رکھی ہے بشرطیکہ کل لین دین کے کام کا حجم ۴۰۰۰۰ روپے کے اندر رہتا ہے۔ گزشتہ سال کے دوران موجودہ اپیلوں کی یک بارگی سمجھوتہ کے ذریعہ سیلس ٹیکس سے متعلق پرانے تنازعوں کو سلجھانے کی گنجائش کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ اس سہولت کو ان معاملوں کے لئے توسیع دی جائے گی جو سیلس ٹیکس سے متعلق تنازعے، ٹیکسیشن ٹریبونل یا کلکتہ ہائی کورٹ کے زیر سماعت ہیں۔

لیکن ایسا اس شرط پر کیا جائے کہ تیار دکان داروں کو ٹریبونل یا ٹریبونل یا کلکتہ ہائی کورٹ کی جانب سے حسب معاملہ چھوٹ منظور کی جائے۔

کام کاج میں بہتری لانے اور بہتر خدمات پیش کرنے کیلئے کمرشیل ٹیکس ڈائرکٹریٹ کے مختلف کاموں کی انجام دہی میں کمپیوٹر کا استعمال بڑے وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ ٹیکس پر نگرانی کے کام کو بہتر اور پر یقین بنانے کے لئے سیلس ٹیکس اور پروفیشن ٹیکس کی ادائیگی سے متعلق جملہ اعداد و شمار کو کمپیوٹر نظام کے تحت محفوظ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح درآمدات سے متعلق جملہ اطلاعات کو بھی کمپیوٹر نظام کے تحت لایا گیا ہے۔ اس عمل سے سیلس ٹیکس کی وصولی سے متعلق اقدامات کو روبہ عمل لانے میں بڑی مدد ملے گی۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ہماری ریاست اس میدان پہلی ریاست ہے جس نے سیلس ٹیکس کے چیک پوسٹوں پر کمپیوٹر لگا دیا ہے اور سامانوں کی نقل و حرکت سے متعلق اعداد و شمار کے آن لائن پر تبادلہ کے سلسلے میں سٹیلائٹ کے ذریعہ ڈائرکٹریٹ کے ہیڈ کوارٹروں میں کمپیوٹر لگایا گیا ہے۔ ڈائرکٹریٹ ہذا اپنے ویب سائٹ کے ذریعہ جملہ ضروری اطلاعات بھی فراہم کرتا ہے۔ مزید براں مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ فی الحال اطلاعات کا تبادلہ ای میل کے ذریعہ کمرشیل ٹیکس ڈائرکٹریٹ کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔

معزز اراکین یہ جانتے ہیں کہ فی الحال ہماری ریاست میں تحریری قوانین کی ایک کثیر تعداد کے تحت قانونی فرائض کو ہر سال عام طور پر صنعت کی جانب سے پورا کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور تجارت متعدد دفاتر میں ان کے لئے مشکلات کھڑے کرتی ہے۔ طریقۂ کار کو سہل بنانے اور ایک نئے طریق کار کو وجود میں لانے کے لئے تاکہ جملہ ضروریات کو ایک منفرد نکتہ پر پورا کیا جا سکے میں نے ایک ٹاسک فورس قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ یہ ٹاسک فورس متعدد قانونی اور دیگر ضروریات کی جانچ پڑتال کرے گا اور تین مہینے کے اندر موزوں اور مناسب سفارشات پیش کرے گا۔ معزز اراکین یہ جانتے ہیں کہ موٹر گاڑیوں پر سیلس ٹیکس کی تسلیم شدہ فلور شرح ۱۲ فیصد ہے۔ ہماری ریاست میں موٹر گاڑیوں پر ٹیکس کی موجودہ شرح ۵ فیصد ہے۔ ہماری ریاست میں موٹر گاڑیوں پر ٹیکس کی فلور شرح عائد کرنے کے فیصلے کو بھی روبہ عمل لایا نہیں جا سکا تھا کیوں کہ فلور شرحوں کو اپنانے میں پڑوسی ریاستوں کو مشکلات درپیش تھیں۔ ہم لوگوں کو فی الحال یہ اطلاع ملی ہے کہ بہت ساری ریاستوں نے موٹر گاڑیوں پر ٹیکس کی شرح کو مان لیا ہے۔ لہٰذا میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ موٹر گاڑیوں پر موجودہ لگژری ٹیکس کو اٹھا دیا جائے۔ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ لاٹری کے ٹکٹوں پر سیلس ٹیکس کی شرح کو ۱۲ فیصد سے بڑھا کر ۲۰ فیصد کر دیا جائے۔ بہرکیف لاٹری کے ٹکٹوں کی فروخت پر ٹیکس کی ادائیگی کے لئے مرکب شرح سود ہی جاری رہے گا۔ توقع کی جاتی ہے کہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے آئندہ مالی سال کے دوران ۵۰ کروڑ روپے کے اضافی لگان کی وصولی ہوگی۔

اکسائز کے میدان میں میں نے ہندستان میں بنی غیر ملکی شراب کی مخصوص اقسام پر لگنے والی اکسائز ڈیوٹی پر نظر ثانی کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ میں نے وہسکی، برانڈی اور ووڈکا وغیرہ پر اکسائز ڈیوٹی کو ۱۱۰ فی ایل پی ایل، سے بڑھا کر ۱۳۰ فی ایل پی ایل رم پر ۹۰ فی ایل پی ایل سے بڑھا کر ۱۰۰ فی ایل پی ایل، وائن پر ۵۵ فی ایل پی ایل سے بڑھا کر ۶۵ فی ایل پی ایل کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ میں نے ان نوشیدنی غیر ملکی شرابوں پر اکسائز ڈیوٹی بڑھانے کی بھی تجویز رکھی ہے جو ہندستان کے باہر بلینڈیڈ اور بیچیورڈ ہیں لیکن ہندستان کے اندر وہسکی، برانڈی اور ووڈکا وغیرہ پر مذکورہ ڈیوٹی ۲۲۰ روپے فی ایل پی ایل سے بڑھا کر ۲۷۵ روپے فی ایل پی ایل کرنے، رم پر ۱۸۰ روپے سے بڑھا کر ۲۲۵ روپے فی ایل پی ایل کرنے، وائن پر ۱۱۰ روپے فی ایل پی ایل سے بڑھا کر ۱۴۰ روپے فی ایل پی ایل کرنے اور بیئر ۲۰ روپے فی ایل پی ایل سے بڑھا کر ۲۵ روپے فی ایل پی ایل کرنے کی تجویز میں نے رکھی ہے۔ میں نے دیسی شراب کی ڈیوٹی کی ساخت میں کوئی تبدیلی لانے کی تجویز نہیں رکھی ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ ان اقدامات کے روبہ عمل آجانے کے بعد ہمیں ۳۲ کروڑ روپے سالانہ اضافی

لگان ملیں گے۔

معزز اراکین! یہ یاد کریں کہ ۱۹۸۳ء کے دوران ریاستی حکومت نے مغربی بنگال تفریح یا تماشہ ٹیکس ایکٹ برائے ۱۹۸۲ء کے تحت ٹیلی ویژن سیٹ پر ایک سالانہ ٹیکس عائد کیا تھا۔ ہر سال مذکورہ سیٹ کے مالک کو یہ ٹیکس جمع کرانے پڑتے تھے۔ ۱۹۸۶ء کے دوران اس ٹیکس کو ہٹا دیا گیا تھا [illegible] کی کثیر تعداد نے ٹیلی ویژن سیٹ رکھنے کی سالانہ ٹیکس کے ہٹائے جانے کے فیصلے کا بڑے زور و شور سے خیر مقدم کیا تھا اور اس لئے نہیں کہ مذکورہ ٹیکس اٹھا لیا گیا تھا بلکہ اس لئے کہ اس ٹیکس کی ادائیگی کے طریقہ کار نہایت ہی پریشان کن تھے۔ لہٰذا میں ٹیلی ویژن سیٹ پر سالانہ ٹیکس کے پہلے تصور کو دوبارہ لانے کی تجویز نہیں پیش کر رہا ہوں بلکہ میں یہ تجویز رکھنے جا رہا ہوں کہ ۲ فیصد ایڈ ویلورم کی شرح پر رنگین ٹیلی ویژن پر مغربی بنگال تفریح یا تماشہ ٹیکس برائے ۱۹۸۲ء کے یک بارگی لگژری یا تفریح اور تماشہ ٹیکس نافذ کیا جائے۔ ٹیکس ہذا کی وصولی ٹیلی ویژن تیار کرنے والے یا ٹیلی ویژن سیٹ درآمد کرنے والوں سے مغربی بنگال میں ہی بار مذکورہ سیٹ کی ان کی فراہمی پر لی جائے گی۔ کالے اور سفید ٹیلی ویژن پر اس قسم کا کوئی ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ فی الحال ۲۹ انچ اور اس سے بڑے اسکرین والے رنگین ٹیلی ویژن سیٹ پر مغربی بنگال لگژری ٹیکس ایکٹ برائے ۱۹۹۴ء کے تحت ۵ فیصد ایڈ ویلورم کی شرح پر لگژری ٹیکس کا نفاذ عمل میں آئے گا۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ ایسے ٹیکس کی جگہ لگژری یا تفریح و تماشہ ٹیکس کو مغربی بنگال تفریح یا تماشہ ٹیکس ایکٹ برائے ۱۹۸۲ء کے تحت نافذ کیا جائے۔ بہرکیف شرح ٹیکس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ رنگین ٹیلی ویژن سیٹ پر یکبارگی لگژری یا تفریح و تماشہ ٹیکس عائد کرنے کے ساتھ ساتھ میں یہ تجویز رکھتا ہوں کہ ویڈیو کیسٹ پلیئر اور ریکارڈ پلیئر، ریکارڈر پر ۲۵۰ روپے کے موجودہ سالانہ لگژری یا تفریح و تماشہ ٹیکس کی جگہ ۲ فیصد ایڈ ویلورم کی شرح پر یک بارگی ٹیکس وصول کرنے جائے۔ ویڈیو کیسٹ پلیئر، ویڈیو کیسٹ ریکارڈر اور ڈیجیٹل ویڈیو ڈیوائس پر اس ٹیکس کی وصولی کا طریقہ کار وہی ہوگا جو رنگین ٹیلی ویژن سیٹ کے معاملے میں روبہ عمل آتا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ اس طریقہ کار کے روبہ عمل لانے سے ۸ کروڑ روپے سالانہ کے اضافی لگان حاصل ہوں گے۔

فی الحال کمپنیوں کے ڈائرکٹروں کو ۲۵۰۰ روپے سالانہ کی شرح سے پروفیشن ٹیکس کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔ میں نے اس میں تبدیلی لانے اور ان کی کل آمدنی بشمول اس کمپنی کی آمدنی کو ان کی ادائیگی کی ذمہ داری سے جوڑنے کی تجویز رکھی ہے۔ اس قدم کے روبہ عمل آنے کی وجہ سے ان کے پروفیشن ٹیکس کی ذمہ داری میں عام تخفیف واقع ہوگی۔ میں نے یہ بھی تجویز رکھی ہے کہ ۲۵۰۰ روپے سالانہ کی موجودہ سطح سے پروفیشن ٹیکس کی شرح کو گھٹا کر ۱۰۰۰ روپے سالانہ اور کلکتہ میٹرو پولیٹن ڈیولپمنٹ علاقہ کے اندر اور باہر کام کرنے والے ایس ٹی ڈی اور آئی ایس ڈی بوتھوں کے مالکان کے لئے ۵۰۰ روپے سالانہ کی جائے۔ فی الحال کیبل آپریٹر، ویڈیو ہال، ویڈیو پارلر اور ویڈیو رینٹل لائبریریز ۲۵۰۰ روپے پروفیشن ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔ میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ مذکورہ ٹیکس کی رقم گھٹا کر ۵۰۰ روپے کر دی جائے

اندراج شدہ آجروں کو راحت پہنچانے کے لئے میں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ سالانہ پروفیشن ٹیکس ادا کرنے والوں کے لئے ایک انتخابی محاسبہ نظام چالو کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ فی الحال ۳۰۰۰ روپے سالانہ سے زائد پروفیشن کی ادائیگی کرنے والے آجرین کو ہر ماہ ریٹرنس داخل کرنی پڑتی ہے۔ میں نے اس میں ترمیم کرنے کی تجویز رکھی ہے تاکہ ان آجرین کو ہر تیسرے ماہ ایک بار ریٹرنس داخل کرنی پڑے۔ بہرکیف انہیں اپنے لگایا ٹیکس حسب معمول ہر ماہ ادا کرنے ہوں گے۔

عزت مآب ممبران! ان محصولات کی تجاویز سے ۹۰ کروڑ روپے کے فاضل وسائل پیدا ہوں گے۔ ان فاضل وسیلہ کے استعمال سے بجٹ برائے ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء میں جملہ اخراجات اور جملہ آمدنی کے درمیان کا فرق ۵ کروڑ روپے تک کم ہو جائے گا۔ اس فرق کے ساتھ میں آئندہ مالی سال کے لئے ایک محدود خسارہ



وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا بجٹ برائے ۲۰۰۰ - ۲۰۰۱ء پیش کرتے ہوئے۔

بجٹ پیش کرنے کی تجویز رکھتا ہوں۔

گرانٹس برائے ۲۰۰۱ - ۲۰۰۰ء کے لئے بجٹ مطالعہ کی مفصل سوچ وچار کا یہ طریقہ عمل ہیں پورے جون ۲۰۰۰ء تک لے جائے گا۔ اپریل ۲۰۰۰ء سے اپنی سرگرمیوں کے سلسلے میں ریاستی حکومت کو قابلِ عمل کرنے کے لئے آئندہ مالی سال کے پہلے چار مہینوں کے اخراجات کی منظوری کے لئے میں رائے دہندگی کے لئے تجویز پیش کرتا ہوں۔

عزت مآب ممبران! یہ بجٹ نئی متبادل اصلاحات — بیرونی قرض کا متبادل — پر مبنی ہے۔ قومی سطح پر اصلاحات کا پیش رو ہے۔ اس بجٹ کا مرکزی نقطۂ نظر ریاستی سطح پر محدود اختیارات کے اندر رہ کر مساوی مقابلہ اور لامرکزیت کی جانب پیش قدمی کرنا ہے۔ ایک ایسی پیش قدمی جو پیداوار

کی مزید قوتوں کو بڑھاوا دے گی اور روزگار کی افزائش میں اضافہ کرے گی۔ اس لئے یہ بنگال کی افزائشِ روزگار کا بجٹ ہے۔

میں اس بجٹ کی تجاویز پر عمل درآمد کیلئے سبھوں کے تعاون کا خواستگار ہوں ÷ ÷

WEST BENGAL ANNUAL FINANCIAL STATEMENT, 2000-2001

مغربی بنگال سالانہ مالیاتی بیان، ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء

(In thousands of rupees)

		Actuals, 1998-1999	Budget, 1999-2000	Revised, 1999-2000	Budget, 2000-2001
	Receipts آمدنی				
1.	Opening Balance	(+)238,38,52	(-)9,00,00	(+)276,38,61 (P)	(-)11,00,00
2.	Revenue Receipts	9386,71,70	11372,63,60	11399,22,16	13041,22,17
3.	Receipts from Debt Heads—				
	(i) Public Debt	8535,04,05	11458,50,51	11510,63,76	14378,67,17
	(ii) Loans	39,46,01	60,,30,00	99,34,43	62,70,00
4.	Receipts from Contingency Fund and Public Account	31353,01,68	28653,05,60	33631,55,05	32795,48,70
	Total کل	49552,61,96	51535,49,71	56917,14,01	60267,08,04
	Expenditure اخراجات				
5.	Revenue Expenditure	14242,88,93	18976,39,39	19455,34,37	20656,21,42
6.	Capital Expenditure	714,54,91	1221,45,02	1248,00,79	1402,19,08
7.	Expenditure on Debt Heads—				
	(i) Public Debt	2847,56,70	2952,88,95	3767,56,86	4511,78,83
	(ii) Loans	1577,79,49	2185,70,25	1660,64,89	1474,45,61
8.	Expenditure on Contingency Fund and Public Account	29970,91,90	25825,06,10	30796,57,10	31577,43,10
9.	Closing Balance	(+)198,90,03	(+)374,00,00	(-)11,00,00	(+)645,00,00
	Total کل	49552,61,96	51535,49,71	56917,14,01	60267,08,04
Net Results—	Surplus(+)/Deficit(-)				
(a)	On Revenue Account	(-)4856,17,23	(-)7603,75,79	(-)8056,12,21	(-)7614,99,25
(b)	Outside Revenue Account	(+)4816,68,74	(+)7986,75,79	(+)7768,73,60	(+)8270,99,25
(c)	Net, excluding Opening Balance	(-)39,48,49	(+)383,00,00	(-)287,38,61	(+)656,00,00
(d)	Net, including Opening Balance	(+)198,90,03	(+)374,00,00	(-)11,00,00	(+)645,00,00
(e)	Dearness Allowance/ Pay Revision	.	(-)300,00,00	...	(-)300,00,00
(f)	Expenditure for new Programmes/ Additional Outlays	.	(-)184,00,00	..	(-)440,00,00
(g)	Additional Resource Mobilisation by way of taxation (Net of tax relief)	...	(+)94,00,00	.	(+)90,00,00
(h)	Net Surplus/Deficit	(+)198,90,03	(-)16,00,00	(-)11,00,00	(-)5,00,00

(P) Adjusted Cash Balance for 1998-99 as reported by Reserve Bank of India during discussion with the Planning Commission.



MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
April 1, 2000

VOL NO [illegible]
Price : Re 1/-



Chief Editor Tarapada Ghosh, Asst Editor. Md Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd 166 Bipin Behari Ganguly Street Calcutta 700012

مغربی بنگال



پندرہ روزہ

کلکتہ

مغربی بنگال

جلد نمبر ۴۷ ★ ۱۵؍اپریل و یکم مئی سن ۲۰۰۰ء ★ شمارہ نمبر ۸ اور ۹

مدیرِ اعلیٰ : تاراپدا گھوش

نائب مدیر : محمد مصطفےٰ

ترتیب

سرورق : وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو ہلدیہ پٹرو کیمیکلس لمیٹڈ کا افتتاح کرتے ہوئے

آخری ورق : ہلدیہ میں متسوبیسی کارپوریشن کے تحت پی ٹی اے پروجکٹ کی ایک جھلک

• تصاویر : الیس پٹرنویس

شرحِ خریداری

سالانہ : بیس روپئے ★ نصف سالانہ : دس روپئے

• فی شمارہ کی قیمت : ایک روپیہ

★ ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

بزنس منیجر!
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفتر ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل ۔ بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext: 710

ہلدیہ پٹروکیمیکلس لمیٹڈ کو قوم کے نام معنون کر دیا گیا



• وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ اور وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا علاقائی ایم پی اعلیٰ افسروں اور دیگر اہم شخصیتوں کے ساتھ ہلدیہ میں

ہلدیہ کے مقام پر منعقدہ ایک تقریب میں ہلدیہ پٹروکیمیکلس لمیٹڈ کو ریاست اور قوم کو سونپتے ہوئے وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے کہا کہ ہلدیہ پٹروکیمیکلس لمیٹڈ اس ریاست کی صنعت کو جلا بخشنے میں ایک واٹرشیڈ (ابلی پن دھارا) رہا تھا اور متعلقہ دائرہ عمل کے قطعات میں نئے سرمایہ کے ایک سلسلہ کو جاری کرکے یہ مغربی بنگال کے صنعتی منظر نامہ میں ایک زبردست انقلاب لائیگا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ ڈاؤن اسٹریم یونٹس لوگوں کی ایک کثیر تعداد کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں ایک اہم اور نمایاں کردار ادا کریں گی۔ آپنے مزید فرمایا کہ ہمارے لئے ہلدیہ پٹروکیمیکلس لمیٹڈ (ایچ پی ایل) صحیح معنوں میں ایک ملینیم پروجکٹ ہے اور توقع کی گئی ہے کہ اخبارات جو شروع ہی سے اس پروجکٹ رائٹ کے بارے میں اپنے شک و شبہ کا اظہار کر رہے تھے، فی الحال اس کے بارے میں مثبت رویہ اختیار کریں گے۔

وزیر اعلیٰ نے ان نجی سکٹر پروموٹروں کی کوششوں اور خدمات کو سراہا جو ابتدائی دنوں سے آج تک اس طویل سفر کے مختلف اور گوناگوں مرحلوں میں حکومت کے ساتھ جڑے رہے ہیں۔ عوام کے خواب کو شرمندۂ تعبیر بنانے میں ہماری کوششوں کو اپنی گراں قدر حمایت عطا کرنے کے لئے دی چٹرجی سوروز فنڈ مینجمنٹ اور ٹاٹا ہمارے پرخلوص شکریہ کے مستحق ہیں، ٹو یو انجینئرنگ، ڈیلم ٹکنی مونٹ، لرگی، لارسن اینڈ ٹوبرو، انجینئرس انڈیا لمیٹڈ، پرکسیر جیسی ان تعمیری کاموں میں شریک ہونے والی مشہور غیر ملکی اور ملکی کمپنیاں، لائسنسر (لائسنس عطا کرنے والی کمپنیاں) اور ٹکنالوجی سپلائرس (ٹکنالوجی فراہم کرنے والی کمپنیاں) بھی اس پروجکٹ کو عملی شکل دینے میں اپنے مخلصانہ امداد و تعاون کے لئے ہماری ستائش کے مستحق ہیں۔ انجینئرس، ماہرین، تکنیکی ماہرین اور ہزاروں کارکنان جنہوں نے تعمیری مرحلے کے دوران اپنے

سمی۔ فنون اور جمالیات کا مظاہرہ کیا ہے نے اپنی مثالی فن شناسی کے لئے ہمارے دلوں میں ایک خاص مقام بنا لیا ہے۔ رہائشی اور زرعی تنظیمات، اراضی سے دست بردار ہونے والے جنہیں از خود دوسری جگہ آباد کیا جا چکا ہے ان تمام لوگوں کا تذکرہ کرنا بھی یہاں لازمی ہے کیونکہ ان کی خدمات بھی یہاں پلانٹ لگانے میں کسی بھی زاویہ سے کم اہمیت کی حامل نہیں رہی ہیں۔ کاشتکاران اور عوام کو شریک بنانے میں مقامی رہنما اور رکن پارلیمنٹ شری لکشمن سیٹھ کی کوششوں کا تذکرہ کرنا بھی یہاں ضروری ہے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید فرمایا کہ تجارت و صنعت کی فروغ کے لئے ماحول کو سازگار بنانے میں ریاستی حکومت کے وعدے کو دہرانے کا اس سے بہتر اور کوئی دوسرا موقع مناسب اور موزوں نہیں ہوگا۔ شری باسو نے یہ امید ظاہر کی کہ عوام کی بنا شرط حمایت اور ان کے پرخلوص تعاون مغربی بنگال میں صنعت کاروں کے کام کاج کو تیز تر بنائیں گے۔

وزیر مالیات شری اسیم داس گپتا نے فرمایا کہ ایچ پی ایل مشرقی ہندوستان کے ۳۰ فیصد لوگوں کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ پروجیکٹ ہذا ۲۷ مہینوں کے اندر مکمل ہو چکا ہے۔ ایک پٹروکیمیکل پروجیکٹ کے قیام کے سلسلہ میں یہ ایک قابل ستائش ریکارڈ ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ پروجیکٹ ہذا کے چالو ہونے کے ساتھ ہی بے شمار ذیلی صنعتوں کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔ ان صنعتوں کے قیام میں ۲۰ لاکھ سے ۳ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری عمل میں آئے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پانچ سال کی مدت کے دوران یہ توقع کی جاتی ہے کہ پروجیکٹ ہذا ۲۵۰۰۰ لوگوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرے گا اور اس کے چالو ہونے سے مذکورہ بالا مدت کے دوران ۵۴۳ ذیلی یونٹوں کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔

داس گپتا نے یہ بھی بتلایا کہ ۵۱۰۰ کروڑ روپے کی بڑی رقم جو پروجیکٹ ہذا میں لگائی گئی ہے تین ذریعوں کے ذریعہ حاصل کی گئی ہے۔ اس پروجیکٹ میں تین پروموٹروں۔ مغربی بنگال صنعتی فروغ کارپوریشن کے توسط سے ریاستی حکومت (۱) چٹرجی پیٹرولیم ماریشس کمپنی اور (۳) ٹاٹاز کے ۱۰۱ کروڑ روپے کے اکویٹی لگے ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۶۹ کروڑ روپے کے فنانسرس (غیر اشتہاری) ایکویٹی لئے ہیں اور ۱۱۳۱ کروڑ روپے کے قرض کی رقم لگی ہے۔

بدلوت گنگولی، وزیر برائے تجارت و صنعت نے بینکوں اور مالی اداروں سے استدعا کی ہے کہ وہ آگے آکر ذیلی یونٹوں میں سرمایہ لگانے میں دلچسپی لینے والے کاروباریوں کو قرض فراہم کروائیں۔

مغربی بنگال صنعتی فروغ کارپوریشن کے چیرمین سومناتھ چٹرجی نے بھی اس ریاست میں کاروباری ماحول پیدا کرنے کی ضرورت پر زور ڈالا ہے اور ان تمام ذرائع سے اپیل کی ہے کہ وہ تجارتی ادارات کی شروعات کے لئے مذکورہ بالا کارپوریشن کی بیشتر اسکیموں سے استفادہ حاصل کریں۔ انھوں نے یہ بتایا کہ ذرائع ابلاغ کے چند افراد کی غداری، مخبری، بہتان طرازی کے باوجود ہلدیہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔

اس موقع پر حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے رتن ٹاٹا نے کہا کہ مغربی بنگال اور ہندوستان دونوں کے لئے ہلدیہ پٹروکیمیکلس کا چالو ہونا بہت اہم اور بڑی بات ہے۔ ہلدیہ حکومت اور نجی سکٹر کے درمیان ساجھیداری کی ایک علامت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس بارے میں ان کا تجربہ نہایت ہی شاندار اور خوشگوار رہا ہے۔ چٹرجی گروپ (ٹی سی جی) کے چیرمین پرنندو چٹرجی نے فرمایا کہ ایچ پی ایل ایک ایسا خواب تھا جو شرمندہ تعبیر ہو پایا ہے۔ ایچ پی ایل کو کسی قسم کا ایک پروجیکٹ بتاتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ایک مقررہ خاکہ منصوبے کے جلئے اس پروجیکٹ کے اسکیل کو وقت کی اہمیت کی بنیاد پر شمار کیا گیا تھا یعنی اس کا محاسبہ ۴ کروڑ روپے یومیہ کے حساب سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے سبھوں سے استدعا کی کہ سب لوگ ہر قسم کے شک و شبہ کو بھلا کر اس عظیم تجارت کو ایک بڑی کامیابی سے ہمکنار کریں۔

صنعت کاری کو تیز تر اور پُرزور بنانے والی ریاستی حکومت کی پالیسیوں کی کامیابی کی اہم ترین اور واضح علامت ہونے کے باوجود اس بڑے پروجیکٹ کو سالہا سال تک پُراذیت جد و جہد جاری رکھنی پڑی ہے۔ حکومت کو ایک جانب حکومت ہند سے مختلف نوعیت کے کلیئرنس حاصل کرنے پڑے ہیں تو دوسری جانب مطلوبہ بڑے سرمائے کا انتظام بھی کرنا پڑا ہے۔

۱۹۷۷ء کے دوران مرحوم ایچ۔ این۔ بہوگنا جو اس وقت پٹروکیمیکلس کے مرکزی وزیر تھے اور ریاستی وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے مشترکہ طور پر ہلدیہ میں ایک پٹروکیمیکلس کے قیام کے عملی امکانات کو جانچنے کے لئے ہلدیہ کا دورہ کیا تھا۔ مرکزی وزیر موصوف نے اس پروجیکٹ کو روبہ عمل لانے میں ریاستی حکومت کی مدد کرنے کے لئے اپنی رضامندی ظاہر کی تھی لیکن بعد ازاں برسوں تک سیاسی منظرنامہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مختلف نوعیت کے اسباب نے اس کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کی۔ ریاستی حکومت نے یہ تجویز رکھی کہ پروجیکٹ ہذا کو بطور ایک مشترکہ سکٹر مہم روبہ عمل لایا جائے گا۔ اس کے باوجود بھی مرکز کی جانب سے

ملنے والی کلیئرنس اور دیگر ضابطے کی کارروائیوں) کو روکے رکھا گیا تھا۔ دریں اثناء آر پی جی گروپ اس پروجیکٹ میں بطور ایک کو اسپانسر (ساتھی اسپانسر) شامل ہوئی۔

۱۹۸۹ء کے دوران اس وقت کے وزیر اعظم راجیو گاندھی نے حتمی طور پر اس پروجیکٹ کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ اس سے اس پروجیکٹ کے کام کو گرم جوشی حمایت ملی۔ ریاستی حکومت نے کمپنی کے ساجھیداروں میں بدلا ڈالا یا اور آر پی جی گروپ کی جگہ ٹاٹا کی لمیٹڈ کے توسط سے ٹاٹا گروپ کو ۱۹۹۰ء کے اوائل میں بطور ایک شریک ساجھیدار شامل کیا تھا۔ لیٹر آف انٹنٹ کی ایک نظر ثانی شدہ درخواست حکومت ہند کے پاس داخل کر دی گئی جسے اگست ۱۹۹۰ء کے دوران حتمی منظوری ملی تھی۔ نظر ثانی شدہ ایل او آئی کے موصول ہونے کے بعد کمپنی نے آئی ڈی بی آئی کے پاس معیادی قرض کی منظوری کے لئے ایک درخواست داخل کی۔

۹۰ء کی دہائیوں کے اوائل میں سخت معاشی بحران کے پس منظر میں ملک کے اندر سرمایہ کاری کی صورت یا تصویر قدرے مایوس کن تھی۔ نتیجہ کے طور پر اس پروجیکٹ کو اس دوران نو بہ نو رکاوٹوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اس دوران اس کی تخمینہ شدہ لاگت بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ دریں اثناء ٹاٹا نے خود کو اس پروجیکٹ سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ لے لیا تھا۔ بہرکیف اس کی صورت حال میں اس وقت کچھ سدھار آیا جب مرحوم جے آر ڈی ٹاٹا اور رتن ٹاٹا بروقت اس میں شامل ہو گئے اور ٹیلکو اس مشترکہ مہم میں ٹاٹا گروپ کی نمائندگی کرنے پر راضی ہو گئے۔ اس پروجیکٹ کو بہترین طور پر روبہ عمل لانے اور اس کے لئے مطلوبہ فنڈ اکٹھا کرنے کے بارے میں متعدد مباحثے کئے گئے تھے۔ بالآخر باہمی طور پر یہ طے پایا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے چیٹرجی سوروز فنڈ مینجمنٹ لمیٹڈ کو اس پروجیکٹ میں بطور کو پرموٹر (ساتھی پرموٹر) شامل کیا جائے گا۔ اس نئے فارمیٹ میں ڈبلیو بی آئی ڈی سی کے توسط سے حکومت مغربی بنگال ۲۲ فیصد ایکویٹی کی مالک ہو گی، چیٹرجی سوروز فنڈ مینجمنٹ ۴۳ فیصد ساجھیداری دینے پر راضی ہوئی اور ٹاٹا نے باقی ۲۱ فیصد فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں تفصیلی پروجیکٹ رپورٹ کی تیاری، قطعات اراضی کی حصولی بشمول بحالی وغیرہ کے کام سلیقے کے ساتھ آگے بڑھتے رہے۔ دریں اثنا اس پروجیکٹ کی لاگت بڑھ کر ۵۱۷۰ کروڑ روپے کو پہنچ گئی اور اس نے پروموٹروں کے ایکویٹی چندے کو بڑا آگے بڑھا کر ۱۰۱ کروڑ روپے کر ڈالا۔ آئی ڈی بی آئی کی قیادت میں مالی اداروں نے ۱۹۹۶ء کے اواخر میں رسمی منظوری دیئے جانے کی اطلاع دی اور ۳۰ جنوری ۱۹۹۷ء کو عرصہ دراز سے انتظار

کے دن شمار کرنے والے اس پروجیکٹ نے سفر تاریخ کا اعلان کیا۔

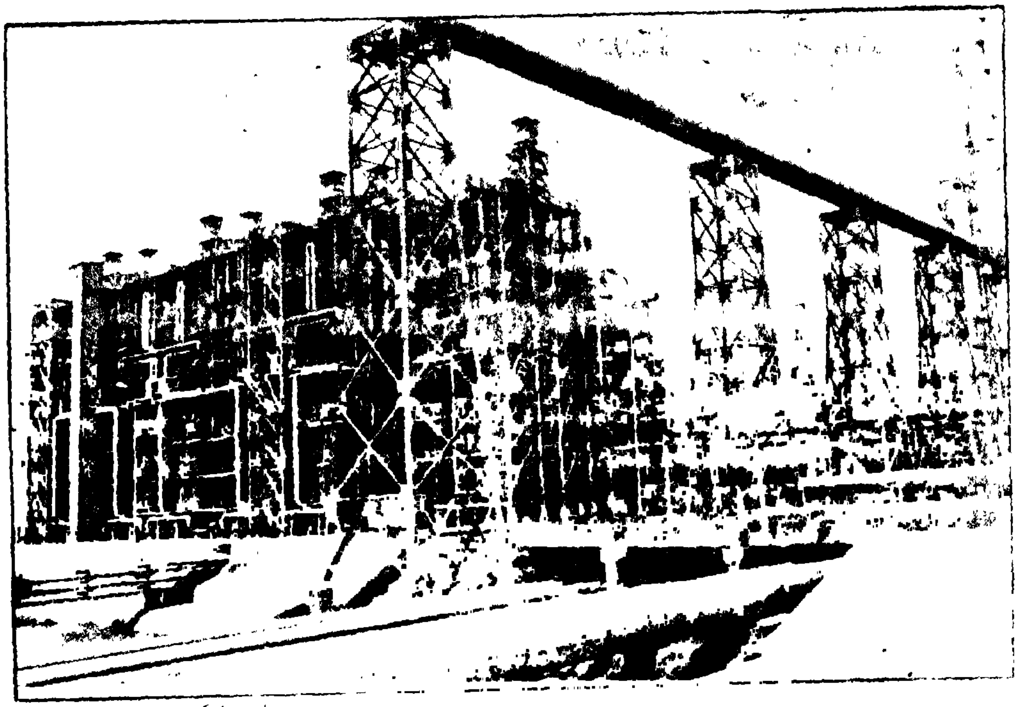
اصل پلانٹ (مدر پلانٹ) ہلدیہ پیٹرو کیمیکلس لمیٹڈ کے نیفتھا کریکر یونٹ کے چالو کرنے کے عمل کی شروعات ۲۱ فروری ۲۰۰۰ء کو ہوئی اور ۲۴ مارچ ۲۰۰۰ء کو نیفتھا جارج اس یونٹ کو سونپا گیا تھا۔ جبکہ دیگر پلانٹس یعنی ڈاؤن اسٹریم ایسوسی ایٹڈ یونٹس اسی طور مائنڈرو جینیشن، پائیرولیسس گیسولین اور پولیمر پلانٹس جو ایل ایل ڈی پی ای، ایچ ڈی پی ای اور پی پی تیار کر رہی ہیں نیفتھا کریکر یونٹ کے چالو ہو جانے کے بعد مرحلہ وار چالو ہوئی ہیں۔

۵۱۷۰ کروڑ روپے کی مالیت والا ہلدیہ پیٹرو کیمیکلس لمیٹڈ کا قیام مغربی بنگال کے لئے قابل فخر بات ہے اور یہ مغربی بنگال میں صنعتی اور معاشی ترقی کی از سر نو شروعات کی علامت ہے۔ مشرقی ہندوستان میں اس نوعیت کی یہ واحد کمپنی ہے۔ اس علاقہ میں پلاسٹک پروسسنگ صنعت کی نشوونما اور پلاسٹک مصنوعات کی کھپت قومی نشوونما اور کھپت کی شرحوں کے مقابلہ میں بہت کم رہی ہیں کیونکہ خام مال یہاں تیار نہیں کئے جاتے ہیں۔

فی الحال ہلدیہ پیٹرو کیمیکلس لمیٹڈ مقامی پلاسٹک پروسسنگ صنعت کی نشوونما کو تقویت بخشنے کے لئے عالمی درجے کے خام مال سپلائی کی پیشکش کرے گا اور نئے سرمایہ کاروں کو اپنی جانب راغب کرے گا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مارکس آئل اور کیمیکل، سیل کمل پلاسٹک اور سپریم جیسی کمپنیوں نے پلاسٹک پروسسنگ میں اپنا سرمایہ لگایا ہے اور مذکورہ بالا کمپنیاں مغربی بنگال میں نئے پلانٹس لگا رہی ہیں۔ دوسری کمپنیاں بھی اس سلسلہ میں پیش رفت کرنے والی ہیں۔

۱۰۰ سے زائد یونٹوں کے ذریعہ مشرقی ہندوستان میں پلاسٹک پروسسنگ کے میدان میں اضافی صلاحیت کے ساتھ مذکورہ کمپنی کا بزنس فروغ جماعت ابتک ۵۰۰۰۰۰ ٹی پی اے سے زائد صلاحیت کو حاصل کر چکی ہے۔ نئے یونٹوں کا قیام، موجودہ پروسسنگ یونٹوں کی توسیع اور پلاسٹک کرسننگ سے متعلق دیگر صنعتوں سے حاصل ہونے والی گوناگونیت یا تنوع کیا سبھی ایڈیشن (یعنی اضافی صلاحیت) پر مشتمل ہوتے ہیں۔

پلاسٹک کے استعمال کو مزید فروغ دینے کے لئے نئی مصنوعات پر مزید توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے اور ہمارا یہ عمل معیار زندگی کو بہتر بنائے گا اور زیادہ سے زیادہ علاقوں میں پلاسٹک کے استعمال کو فروغ بخشے گا۔ بہت سارے علاقوں میں لکڑی اور شیشہ جیسے روایتی اشیاء کی جگہ پلاسٹک کو لانے کے امکانات قوی ہیں۔ مشرقی ہندوستان میں خصوصاً زراعت ہندوستانی معیشت کے اہم



• ہلدیہ پٹرو کیمیکلس لمیٹڈ

علاوہ ازیں سے ایکسپورٹ واٹر مینجمنٹ، آبپاشی، ملچنگ، کنال لائننگ، ہارٹی کلچر (باغبانی)، کاشتکاری اور فوڈ پروسیسنگ اور پیکیجنگ میں بھی ترقی پذیر پلاسٹک مصنوعات کو رائج کرنے کے قومی امکانات پائے جاتے ہیں۔ دیہاتوں میں پلاسٹک کے استعمال میں اضافہ دیہی معیشت کی ترقی اور نشوونما میں معاون ثابت ہوگا اور اس سے ملنے والی ترقی اور نشوونما ملک کی ذہنی نشوونما کے حصول میں مددگار ثابت ہوں گے۔

پلاسٹک صنعت ماحولیاتی کثافت کے سلسلے میں بڑی حساس ہے اور چونکہ اسے اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اس لئے اپنے متعلقہ پلانٹس کو ماحولیاتی نظام کو کثیف بنائے بغیر ذمہ دارانہ طور پر چلائے گی۔ علاوہ ازیں ایسے پلاسٹک کے استعمال سے متعلق معلومات کی تبلیغ و اشاعت کے میدان میں پلاسٹک کے فاضل اور بے کار ٹکڑوں کو کام میں لانے اور ان سے از سر نو خام پلاسٹک تیار کرنے کے بارے میں صاحب فہم و بصیرت لوگوں کو معلومات بہم پہنچانے کے میدان میں ایک اہم کردار ادا کرنا پڑے گا۔ ہلدیہ پٹرو کیمیکلس لمیٹڈ مذکورہ کردار نبھانے پر مجبور رہے۔

فی الحال ہندوستان پلاسٹک صنعت ترقی کے راستے پر گامزن ہے اور نشوونما کی بلندی کو پانے کے لئے اسے تمام متعلقہ لوگوں کو اس مہم میں شامل کرنا ہوگا۔

■■

ضروری اعلان

یکم اپریل ۲۰۰۰ء سے "مغربی بنگال" کی قیمت ۵۰ پیسے سے بڑھا کر ایک روپیہ کر دی گئی ہے۔
اب سے رسالہ کا زرِ سالانہ ۱۰ روپئے کے بجائے ۲۰ روپئے ہوگا۔

(ادارہ)

شہید آزادی ٹیپو سلطان کی شہادت کے
۲۰۰ سال مکمل ہونے کے موقع پر
پندرہ روزہ "مغربی بنگال" کلکتہ کا
ٹیپو سلطان نمبر
بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں متسوبیسی کیمیکل کارپوریشن کے پی ٹی اے کا افتتاح



• وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو ایم سی سی کے پی ٹی اے کا افتتاح کرتے ہوئے۔

گذشتہ ۱۱ اپریل کو ہلدیہ میں وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے میتسو بیشی کیمیکل کارپوریشن کے ایک پیور ریفائنڈ تیریفتھیلک ایسڈ (پی ٹی اے) پلانٹ کا افتتاح کیا۔ مسٹر شیش پر اکھو، وزیر برائے کیمیکلس اور فرٹیلائزرز (کھاد)، ہیروشی ہیرابایاشی ہندوستان میں جاپان کے سفیر کے شوٹو، صدر میتسو بیشی کیمیکل کارپوریشن، بدھ دیو گنگولی وزیر برائے تجارت وصنعت، لکشمن سیٹھ پارلیمانی رکن اور چیئرمین ہلدیہ فروغ کارپوریشن لمیٹڈ اور دیگر معزز اعلیٰ حکام اور عہدیداران اس موقع پر وہاں موجود تھے۔ ۹ دن کے اس وقفہ کے اندر باسو دوسری بار ہلدیہ آئے تھے گذشتہ ۲ اپریل کو آپ ہلدیہ پٹروکیمیکلس پلانٹ کا افتتاح کرنے کے لئے یہاں آئے تھے اور یہ پلانٹ مغربی بنگال میں صنعتی جلا بخشی کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اپنی افتتاحی تقریر میں وزیر اعلیٰ نے اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ جاپان کی دیگر بڑی بڑی کمپنیوں کے ساتھ ایک بڑی جاپانی کمپنی میتسو بیشی کیمیکل کارپوریشن نے اس علاقہ میں ایک نہایت ہی باوقار فورین ڈائرکٹ انوسٹمنٹ پروجکٹ قائم کیا ہے اور اس پروجکٹ کا قیام اس طور سے عمل میں آیا ہے کہ اس نے ہندوستان میں اتنے بڑے پروجکٹ کو بروقت اور بخوبی روبہ عمل لاکر ایک نئی مثال قائم کی ہے۔ اس ۱۶۰۰ کروڑ روپے کی لاگت والے پی ٹی اے پلانٹ میں ریاستی حکومت نے ڈبلیو بی آئی ڈی سی کے توسط سے ۵ فیصد کی ایکویٹی شرکت کی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے یہ بھی کہا کہ وہ بھی ایک وقت تھا جب لوگ امریکی لیاقت اور صلاحیت کا گن گاتے اور حوالہ دیتے تھے لیکن آج جاپانی لیاقت اور صلاحیت کو سارے عالم میں تجارت اور انتظامیہ کے لئے بہترین تسلیم کیا گیا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے یہ بھی بتایا کہ فورین ڈائرکٹ انوسٹمنٹ کی شاندار مثال پیش کرنے کے علاوہ اس نے ترقی یافتہ ٹکنالوجی کو بروئے کار لا کر اور پولسٹر دھاگے اور پی ای ٹی جیسے پی ٹی اے کے ذیلی علاقوں میں نئے مواقعوں کی پیشکش کرکے کیمیکل سکٹر کی صنعت میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مزید فرمایا کہ جنوبی ایشیا پٹروکیمیکلس لمیٹڈ نے ۴۴۰ کروڑ روپے (۱۰۰ ملین ڈالر) کے پی ای ٹی ریسن پروجکٹ جو ہلدیہ میں واقع ہے کے سلسلہ میں حتمی فیصلہ لے لیا ہے اور یہ توقع کی جاتی ہے کہ اسے جلد ہی خام مال کے طور پر پی ٹی اے ملیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے مزید فرمایا کہ آج مغربی بنگال میں ٹکسٹائل کی صنعت (صنعت پارچہ بافی) بڑی دشواریوں کا سامنا کر رہی ہے لہٰذا یہ توقع کی جاتی ہے کہ پی ٹی اے پلانٹ مذکورہ بالا صنعت کو فروغ اور جلا بخشنے میں خاطر خواہ مدد کریگا۔

اپنی تقریر میں وزیر اعلیٰ نے اس جانب اشارہ کیا کہ فی الحال ہندوستان کے مختلف حصوں میں تقریباً ۱۸۰ جاپانی مشترکہ مہمیں روبہ فروغ ہیں مغربی بنگال میں جاپانی کمپنیوں نے انفرا اسٹرکچر کے میدان میں نمایاں کام کیا ہے اور کلکتہ میٹرو ریلویز (مرحلہ-II)، تیستا کنال ہائیڈرو الکٹرک پروجکٹ-II، اور پرولیا پمپڈ اسٹوریج پروجکٹ

اور ہگلی ڈاک یارڈ (گودی) کو جدید بنانے جیسے ان کے چند اہم پروجیکٹوں کو او ای سی ایف نے سراہا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے اپنی تقریر میں اس بات کا بھی تذکرہ کیا کہ شہر کے نقل و حمل کے مسئلہ کو بہتر بنانے کے لئے جاپانی تعاون سے کلکتہ میں اڑان پل تعمیر کیا جا رہا ہے اور او ای سی ایف کی جانب سے بڑے پیمانے پر فنڈ فراہم کردہ بکریشور تھرمل پاور پروجیکٹ حال ہی میں چالو کیا گیا ہے ان سے گہرے اور قریبی تعلقات کا مظہر ہے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا خصوصاً آپ کے سیاق و سباق میں جب ملک تیز رفتار فروغ کے خواہاں ہیں ہماری معیشت میں نجی اور عوامی دونوں ہی سیکٹروں کو نہایت ہی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے یہ بات دہرائی کہ آپ نے ہمیشہ ہی مطلوبہ اور ضرورت مند شعبوں میں سرمایہ کاریوں کے ساتھ بیرونی ممالک سے ترقی یافتہ ٹکنالوجی حاصل کرنے کا خیر مقدم کیا ہے کیونکہ اس عمل سے ہماری معیشت کی ٹکنالوجیکل بنیاد مضبوط ہوگی۔ پیٹرو کیمیکلس اور پی ٹی اے ذیلی سیکٹروں میں سرمایہ کاریوں کے سنہری امکانات کے ساتھ ساتھ وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ آپ کو اس ریاست کے مختلف مقامات پر مستقبل قریب میں دھاتوں اور بجلی فروغ صنعتوں، چرم، خوراک اور زراعت پر مبنی صنعتوں میں فروغ پر پورا یقین ہے۔

وزیر اعلیٰ نے یہ بھی کہا کہ ڈبلیو بی آئی ڈی سی جو جملہ سکٹروں میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے والی اولین ذمہ دار ریاستی ایجنسی ہے یکسا بند ھو۔ منفرد ترجیحی سہولت ایجنسی کے ذریعہ غیر ملکی سرمایہ کاری کو اپنی جانب راغب کرنے کے خصوصی حوالہ کے ساتھ ہلدیہ کی ضرورتوں کو ترجیح دے گی۔ دی کالیشین ڈیولپمنٹ بینک لمیٹڈ (ڈی بی جے) نے نقل و حمل کا انفرااسٹرکچر پروجیکٹوں کے ایک سلسلہ کی تعمیر کے لئے ایک ملین ڈالر بطور تکنیکی امدادی عطیہ دینے کی منظوری دیدی ہے تاکہ سلی گوڑی، کلکتہ تا ہلدیہ جو تقریباً ۶۰۰ کیلومیٹر پر مشتمل ہے کو ایک بین الاقوامی معیار کے جدید چہار رخی شاہراہ سے جوڑا جا سکے۔ اسے مغربی بنگال کیلئے ایک شمال جنوب معاشی گذرگاہ شاہراہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ راستہ ہندوستان کے مشرقی علاقوں کی پڑوسی ریاستوں اور نیپال، بھوٹان اور بنگلہ دیش جیسے پڑوسی ممالک کے لئے بھی بڑا مفید ثابت ہوگا۔ زیر غور پروجیکٹوں میں جدید چہار رخی شاہراہ کے ذریعہ ہلدیہ کو کلکتہ سے جوڑنے کو ترجیح دی جا رہی ہے۔

وزیر اعلیٰ نے متسوبشی کیمیکل کارپوریشن اور اس کی شریک کمپنیوں کی بڑی ستائش کی کیونکہ ان لوگوں نے ہلدیہ میں دنیا کا ایک جدید ترین و ترقی یافتہ پی ٹی اے پلانٹ قائم کر کے صنعت کی دنیا میں ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے یہ امید ظاہر کی کہ بہت جلد ہی پلانٹ ہذا کو ملکی بازار اور ہندوستان سے باہر غیر ملکی بازار میں ایک مرکزی مقام ملے گا۔

وزیر اعلیٰ نے متسوبشی کیمیکل کارپوریشن اور اسکی شریک کمپنیوں کی بڑی ستائش کی کیونکہ ان لوگوں نے ہلدیہ میں دنیا کا جدید ترین و ترقی یافتہ پی ٹی اے پلانٹ قائم کر کے صنعت کی دنیا میں ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ انھوں نے یہ امید ظاہر کی کہ بہت جلد ہی پلانٹ ہذا کو ملکی بازار اور ہندوستان سے باہر غیر ملکی بازار میں ایک مرکزی مقام ملے گا۔

سریش پربھو مرکزی وزیر برائے کیمیکلس اور فرٹیلائزرز (کھاد) نے ۲۸ مہینوں کے ریکارڈ ٹائم کے اندر پلانٹ ہذا کی تعمیر کی تکمیل سے متعلق کوششوں کو سراہا۔ کیمیائی صنعت کے امکانات اور بازار ہندوستان میں بڑے وسیع اور پرکشش ہیں۔ بیشمار ذیلی صنعتیں پی ٹی اے پلانٹ کی رہین منت ہیں۔ یہ ریاست اپنی انفرااسٹرکچر سہولتوں کے ساتھ کیمیائی صنعتوں کا خیر مقدم کرنے کیلئے بالکل تیار ہے۔ ہندوستان میں مقیم جاپان کے سفیر ہیروشی ہیرابایاشی نے کہا کہ اس علاقہ میں ہلدیہ مستقبل میں صنعت کے ایک صدر دروازے کی حیثیت رکھتا ہے آپ نے یہ بھی کہا کہ خصوصاً جنوبی ایشیا میں پروجیکٹ ہند۔ جاپانی دوستی کی علامت ہے انھوں نے اس پلانٹ کو مقررہ اور ریکارڈ وقت میں مکمل کرنے کے لئے اس سے جڑے تمام افراد کا شکریہ ادا کیا۔

پارلیمانی رکن لکشمن سیٹھ نے کہا کہ اس نئے ملینیم پر مغربی بنگال کیلئے یہ پلانٹ ۳۰۰ ایکڑ قطعات اراضی پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ۲۰۰ ایکڑ قطعات اراضی اب بھی مستقبل میں اس پی ٹی اے پلانٹ کی توسیع کیلئے تیار رکھے گئے ہیں نتیجے کے طور پر کاشتکاروں کی ایک بڑی تعداد کو دیگر مقامات پر از سر نو آباد کیا گیا ہے سیٹھ موصوف نے ان لوگوں سے ان کی قربانیوں کیلئے ان کا شکریہ ادا کیا۔

ہیروسی سانو، ایم ڈی، ایم سی سی پی ٹی اے انڈیا کارپوریشن پرائیویٹ لمیٹڈ نے جملہ متعلقہ ایجنسیوں خصوصاً حکومت ہند، حکومت مغربی بنگال، ڈبلیو بی آئی ڈی سی، ہلدیہ ڈیولپمنٹ اتھارٹی کا اس پی ٹی اے پلانٹ جو ایک ریکارڈ وقت کے اندر تعمیر ہوا ہے کی تعمیر کے دوران ملنے والی ان کی حمایت اور ان کے تعاون کے لئے شکریہ ادا کیا۔ پی ٹی اے پالیسٹر دھاگوں اور تاروں کی پیداوار کے لئے ایک بنیادی خام مال ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایم سی پی آئی کا مقصد ہندوستانی پالیسٹر صنعت کو فروغ دینے کے لئے اسے اعلیٰ معیار کے پی ٹی اے کی مستقل سپلائی بہم پہنچانا ہے۔ اس پلانٹ میں تقریباً ۷۰۰ افراد جن میں بیشتر مقامی ہیں بحیثیت ملازمین کام کر رہے ہیں۔

۱۶۰۰ کروڑ روپے (۳۸۰ ملین ڈالر) کی مالیت کے پی ٹی اے کی منصوبہ بندی اور تعمیر کی شروعات ستمبر ۱۹۹۷ کو ہوئی تھی۔ اس پورے پروجیکٹ کو ۱۲ مرحلوں میں روبہ عمل لایا گیا ہے۔ ■■

علامہ اقبال کا ایک شعر

محمد امین وزیر ترقیات و فلاح اقلیات، حکومت مغربی بنگال

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگِ مفاجات

—— اقبال

اقبال نے بیسویں صدی کے اوائل میں سرمایہ داری کے خونخوار فطرت اور خاصیت پر ضرب لگاتے ہوئے اس کا جو مذاق اڑایا تھا وہ حقیقت اب جبکہ بیسویں صدی ختم ہو رہی ہے ساری دنیا کے سامنے بے نقاب ہو چکی ہے۔ سرمایہ داری اب سامراجیت میں تبدیل ہو چکی ہے اور اس کا حال اس زہریلے سانپ کی طرح ہو رہا ہے جس کی تھیلی میں زہر کی مقدار اتنی زیادہ جمع ہو چکی ہے کہ وہ اپنے شکار کو ڈسنے کیلئے بے چین ہے اور شکار کی طرف سے ایسی مزاحمت ہو رہی ہے کہ وہ اسے ڈسنے کا موقع نہیں پا رہا ہے اور زہر کی گرمی سے وہ پاگل ہوا جا رہا ہے۔

۳۰ر نومبر سے ۳ر دسمبر ۱۹۹۹ء تک امریکہ کے شہر سیاٹل میں انجمن اقوام متحدہ کے تحت کام کرنے والی تنظیم عالمی تجارتی تنظیم کی وزارتی سطح کی کانفرنس کے موقع پر جو زبردست عوامی مظاہرہ ہوا اور جس طرح پولس اور مظاہرین میں سڑکوں پر دست بدست جنگ ہوئی۔ اس سے امریکی سامراجیت، عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کے سارے منصوبوں پر پانی پھر گیا۔

دنیا جب ۲۱ویں صدی میں قدم رکھ رہی ہے اس وقت دنیا کا معاشی نقشہ ایسا بن چکا ہے جس میں امریکہ، یورپ اور جاپان صنعتی اعتبار سے بے حد ترقی یافتہ بن چکے ہیں۔ چین، ویٹ نام، کیوبا اور کمپوچیا ایسے اشتراکی ممالک ہیں جو صنعتی اعتبار سے خودکفیل ہیں اور بحرانوں سے آزاد ہیں اور تیسری دنیا کے سارے دیگر ممالک مفلوک الحال اور بدترین افلاس کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ ان میں ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے تقریباً سارے ممالک ہیں۔

ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کے لئے ان کی خوش حالی ہی ان کی پریشانی کا سبب بن رہی ہے۔ کارخانوں میں نئی مشینوں کی ایجادات اور نئی ٹکنالوجی کے رواج نے پیداوار میں بے تحاشا اضافہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے ان ملکوں کیلئے اپنے صنعتی مال کی کھپت خود اپنے ملکوں میں نہیں ہو پا رہی ہے اور وہ ایک طرف تو آپس میں جان لیوا مقابلہ بازی میں پھنس رہے ہیں اور دوسری طرف تیسری دنیا کو اپنے دام میں پھنسانے کی جان توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ ترقی یافتہ ملکوں میں صنعتی پیداوار گھٹانے کی کوششیں بے کاری میں اضافہ کر رہی ہیں اور تیسری دنیا سے جو کچھ ان ملکوں میں جاتا ہے اس سے مقابلہ کا مسئلہ بھی سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔ اسی لئے اب امریکہ، یورپ اور جاپان یہ چاہتے ہیں کہ تیسری دنیا کے ممالک میں حکومت کی طرف سے زراعت میں سرکار کی طرف سے کتنی امداد ملتی ہے۔ مزدوروں کی تنخواہ اور دیگر سہولتیں کیا ہوں اور ماحولیات کی حفاظت کس طرح کی جائے اس پر عالمی تجارتی تنظیم کی وزارتی سطح کی میٹنگ میں اتفاق رائے سے فیصلے کئے جائیں۔ یہ شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پر پانی پلانے والی بات ہوئی لیکن اب وہ زمانہ آچکا ہے جب بکریوں کے منھ میں بھی زبان ہو گئی ہے اور وہ صدائے احتجاج بلند کرنے لگی ہیں اور اس میں اتنا دم خم اور زور پیدا ہو گیا ہے کہ سیاٹل والی میٹنگ نے دم توڑ دیا۔

پولس نے جب مظاہرین پر آنسو گیس کے گولے پھینکے تو مظاہرین نے اکثر انہیں اٹھا کر پولس کی طرف پھینک دیا۔ پولس نے مجبور ہو کر ہوٹل شیراٹون کی ۴۲ویں منزل سے ربر کی گولیوں کی بارش کر دی۔ تقریباً تیس ہزار مظاہرین کو منتشر کرنے کیلئے پولس نے سڑکوں پر انہیں رگیدا، شہر میں کرفیو نافذ کر دیا اور ایمرجنسی لگا دی گئی۔

سرمایہ و محنت

خضرِ راہ سے

علامہ اقبال

بندۂ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیامِ کائنات

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ دارِ حیلہ گر
شاخِ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دستِ دولت آفریں کو مزد یوں ملتی رہی
اہلِ ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

ساحرِ الموط نے تجھ کو دیا برگِ حشیش
اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخِ نبات

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
"خواجگی" نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

کٹ مرا ناداں خیالی دیوتاؤں کے لیے
سکر کی لذت میں تو لٹوا گیا نقدِ حیات

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

ہمّتِ عالی تو دریا بھی نہیں کرتی قبول
غنچہ ساں غافل ترے دامن میں شبنم کب تلک

نغمۂ بیداریٔ جمہور ہے سامانِ عیش
قصۂ خواب آورِ اسکندر و جم کب تلک

آفتابِ تازہ پیدا بطنِ گیتی سے ہوا
آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

توڑ ڈالیں فطرتِ انساں نے زنجیریں تمام
دوریٔ جنت سے روتی چشمِ آدم کب تلک

باغبانِ چارہ فرما سے یہ کہتی ہے بہار
زخمِ گل کے واسطے تدبیرِ مرہم کب تلک

کرمکِ ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

دوسرے دن جب امریکی صدر بل کلنٹن ٹنگ کو خطاب کرنے پہنچے تو ان کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ کہتے ہوئے کہ "سب کی بات سننی چاہیے" ایک طرح سے یہ تسلیم کر لیا کہ ترقی یافتہ ملکوں کی من مانی نہیں چلے گی۔ پھر دبی زبان میں انہوں نے اس بات کی دھمکی بھی دی کہ مزدوروں کے معیار کی تجویز جن ممالک نے نہیں مانی

ان کے خلاف معاشی ناکہ بندی بھی کی جا سکتی ہے۔ اس میں ہندستان بھی پڑ جاتا ہے کیونکہ ہندستانی وفد نے اسکی مخالفت کی تھی۔ ہندستان کی نمائندگی وزیر صنعت و تجارت مراسولی مارن نے کی جن کے ساتھ راجیہ سبھا میں سی پی آئی ایم کے ڈپٹی لیڈر نیلپ داس گپتا بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب ماہر معاشیات ہیں اور انہوں نے وزیر مرصرف

کو بہت اہم مشورے دیتے۔

دراصل اس وقت کثیر الاقوامی کارپوریشن کی شکل میں غریب اور تیسری دنیا کے ملکوں کو لوٹنے کا گھناؤنا کارنامہ انجام دیا جا رہا ہے اس کے خلاف سیاٹل کے مظاہرے میں حصہ لینے والے یورپ اور امریکہ کے نوعمر لوگ جمع ہو گئے تھے جن کا ساتھ سیاٹل کی یونیورسٹی کے طلباء نے بھی دیا جو کہ ایک چونکا دینے والا واقعہ بن گیا۔ یہ تو ایسا ہی ہوا کہ ؎

"پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے"

اس وقت کی حالت آسان لفظوں میں یہ ہے کہ ترقی یافتہ سرمایہ دار ممالک اگر تیسری دنیا کی لوٹ جاری رکھنے میں ان ممالک کی حکومتوں کا تعاون اور رضامندی پاتے ہیں، ناکام رہے تو وہ اپنے ملک کی سرمایہ داری کو نہیں بچا پائیں گے اور بیسویں صدی میں جس سرمایہ دارانہ نظام کو سوشلزم نے چیلنج کیا تھا، اکیسویں صدی اس بوسیدہ اور سڑے ہوئے نظام کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دے گی اور بیسویں صدی نے سارے دنیا کو جو سیاسی آزادی دی، اکیسویں صدی اسے معاشی آزادی عطا کر کے نوع انسان کی نجات کا راستہ صاف کر دے گی۔

اس وقت ہندستان کی دو بڑی پارٹیاں سامراجی طاقتوں کی سرپرستی میں سرمایہ داروں اور زمینداروں کے مفادات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ یہ دونوں ہی نجی کاری کے

عالمگیری اور برآمداتی زم رویہ اور بازاری معیشت کی کھل کر طرفداری اور حمایت کرتی ہیں۔ امریکہ بھی یہی چاہتا ہے جبکہ یہ پالیسی ہندستان جیسے غریب زرعی ملک کے قومی مفاد کے خلاف ہے اور اس کے گاؤں اور شہروں میں بے کاری میں بے تحاشا اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے جو سماج میں بہت ساری برائیوں کو بڑھا رہا ہے اور پورے ملک کو جہنم زار بنا رہا ہے اسی لئے ہندستان بھر کے مزدوروں، کسانوں، طلباء، نوجوانوں اور خواتین کی تنظیموں کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ ہندستان کو معاشی شکنجے میں جکڑ لینے کے جو عالمگیر منصوبے مسلط کئے جا رہے ہیں۔ غلامی کے اس طوق کو پہن لینے کی مرکزی حکومت کی اس بے چینی کے خلاف عوام کو لام بند کرنے کے

میں آگے بڑھیں جس کے تحت ان کے رہنما کہا کرتے ہیں کہ "ہمیں کچھ سخت فیصلے کرنے ہوں گے۔ پانچ لاکھ کروڑ کا جو بیرونی قرض ہندستان پر چڑھا ہوا ہے اس کا سود ادا کرنے کیلئے حکومتِ ہند کو اس سال ہی بارہ ہزار کروڑ روپئے ادا کرنے ہوں گے۔ عالمی مہاجنی سود در سود کا یہ شکنجہ دن بہ دن اور زیادہ کستا جا رہا ہے اور آنے والے دنوں میں ملک کے عوام نے اگر اس خطرے کو محسوس نہیں کیا تو ہندستان کی سیاسی آزادی بھی داؤ پر لگ جائے گی۔

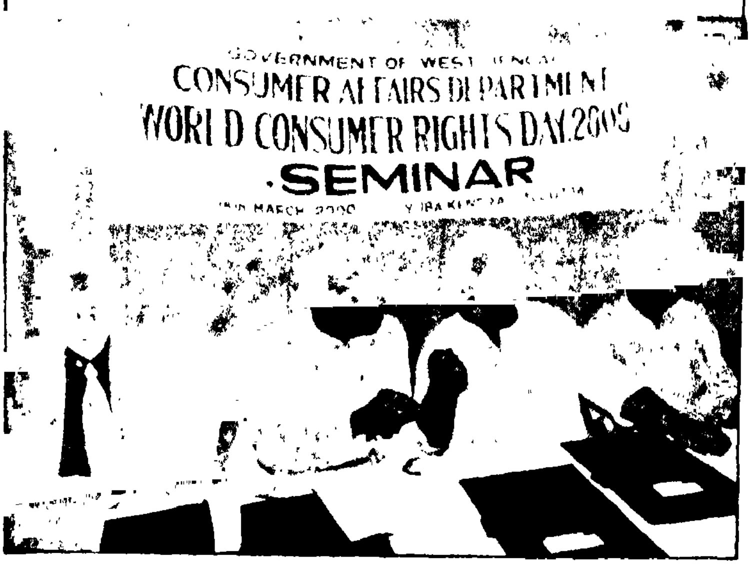
سیاٹل کانفرنس کا نہ تو باقاعدہ افتتاح ہو پایا اور نہ کوئی تجویز پاس ہو سکی اور نہ ایک سو ممالک کا کوئی مکمل اجلاس ہو پایا بلکہ آخری دن ۲۳ ممالک کے نمائندوں کو گرین روم میں بیٹھا کر صرف اتنا کہا گیا کہ کانفرنس ناتمام طور پر ختم ہو رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ عالمی تجارتی ٹیم کے ڈائرکٹر جنرل مائک مور اس سلسلے میں جنوری دو ہزار سال میں پھر بات چیت کا آغاز کریں گے۔ پھر ڈائس پر چیئرمین آئے اور ڈائرکٹر جنرل کی ایک تقریر ہوئی اور مندوبین اٹھ کھڑے ہوئے اور کانفرنس کے خاتمے کا اعلان تک نہیں کیا گیا۔ کسی نے طنزیہ کہا کہ یہ کانفرنس ایک ایسی رات گزری جس کو شب بیداری کہا جائے گا۔

واضح رہے کہ ۱۹۹۴ء میں مراکش معاہدہ کے تحت عالمی تجارتی تنظیم کا جنم ہوا تھا اور پانچ برسوں ہی میں حالات اتنے بدل گئے کہ امریکی سامراجیوں کے سارے منصوبوں کا پول کھل گیا اور امریکہ کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔ ان کی مکاری اور دوغلے پن سے پردہ ہٹ گیا۔ لیکن جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے بلکہ جاری ہے۔

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بحرِ بیکراں پیدا
—— اقبال

عالمی یوم حقوق صارفین منایا گیا :

تحفظِ صارفین کیلئے عام بیداری ضروری ہے : نورین دے



• وزیرزراعت شری نورین دے وزیر قانون ودیگر اہم شخصیتوں کے ساتھ سیمینار میں

عالمی یوم تحفظِ صارفین منانے کے لئے گزشتہ ۱۵ر مارچ کو ریاستی حکومت کے نومولود شعبۂ صارفین کی جانب سے کلکتہ کے ریاستی جوبا کیندر میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ وزیر زراعت و امور صارفین شری نورین دے نے سیمینار میں خطبۂ صدارت پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس مقصد کے لئے صرف قانون کا نفاذ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں صارفین کو بھی بیدار رہنا ضروری ہے۔ انہیں اس معاملہ میں خود پہل کرنی ہوگی اور اس کی حقیقت سے دوسروں کو بھی آگاہ کرنا ہوگا۔ ریاستی حکومت اس سلسلے میں حقیقی بیداری کی متمنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ صحیح معنوں میں تحفظِ حقوق صارفین ایکٹ ہمارے ملک میں بہت پہلے بنایا گیا۔ اس وقت سے صارفین میں بیداری بہت سست رفتاری کے ساتھ پیدا ہورہی ہے۔ اس طرح کافی دن برباد ہو گئے اور عوام اب بھی اس ایکٹ کے متعلق مکمل طور پر اندھیرے میں ہیں۔ حال ہی میں شعبۂ امورِ صارفین کے نام سے ایک الگ شعبہ نے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ چند مہینوں کے اندر عوام اس شعبہ سے دلچسپی لینا شروع کر دیں گے۔ اس سے صارفین کے اندر بیداری بھی پیدا ہوگی۔ انہوں نے اپنی طویل تقریر میں اعداد و شمار کے حوالے سے بتایا کہ ملک کے دوسرے حصوں کے مقابلے میں اس ریاست کے عوام میں تحفظ صارفین سے متعلق بیداری سب سے زیادہ ہے۔

ریاستی وزیر قانون و عدل شری نیشت ادھیکاری نے دیپ روشن کر کے اس سیمینار کا افتتاح کیا۔ وزیر موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ تحفظِ حقوق صارفین ایکٹ ۱۹۸۶ء میں پاس ہوا۔ ایک دہائی سے زیادہ عرصہ گزر گیا لیکن تحفظِ صارفین ایکٹ کے سلسلے میں عوامی بیداری متوقع سطح تک پیدا نہیں ہوئی۔ شہری آبادی کا ایک سیکشن اس سے واقف تو ہو سکتا ہے لیکن دیہی عوام اس سے بالکل ناواقف ہیں۔ دن بہ دن عوام دھوکہ کھا رہے ہیں تجارت پیشہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ عوام کو اب چاہئے کہ اس کے خلاف آواز بلند کریں۔ سامان کی کوالیٹی نہیں ملنے پر شکایت درج کرانا ہوشمندی کا کام ہے۔ ہم اس سلسلے میں باخبر ہیں اور عوام کو بھی اس معاملے میں اعتماد میں لینا چاہئے۔

اس سیمینار کے مہمانِ اعلیٰ اور مغربی بنگال ریاستی کمیشن کے صدر شری شمبھو چرن دت نے بھی اپنی تقریر میں عوام کی بیداری پر زور دیا۔ انہوں نے طباعتی اور برقی ذرائع ابلاغ کو اس سلسلے میں آگے آنے کی درخواست کی۔

امسال یوم تحفظِ حقوق صارفین کا موضوع "Genetically transformed food and consumers' interest" تھا۔ شعبۂ زراعت کے ایڈیشنل ڈائرکٹر بادل منڈل نے اس موضوع کی وضاحت کی۔ اس موقع پر مہمان خصوصی کی حیثیت سے کنزیومرس کوآرڈینیشن کاؤنسل، دہلی کی صدر مالا بندو چادھے نے شرکت کی۔ انہیں گزشتہ دو دہائیوں سے تحفظ حقوق صارفین کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ آخر میں شعبۂ ہٰذا کے ڈپٹی سکریٹری شری نثار وارث نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ واضح رہے کہ اس دن سے پہلے ریاستی وزیر تعمیراتِ عامہ شری کھیتی گوسوامی نے مرزا غالب اسٹریٹ میں قائم کردہ نئے صدر دفتر برائے امورِ صارفین کا افتتاح کیا ÷÷

سردار جعفری کی نظم نگاری کی فکری اور فنی خصوصیات

زاہدہ زیدی

شاید اس بات سے کم لوگوں کو اختلاف ہوگا کہ علی سردار جعفری بنیادی طور پر ایک نظم گو شاعر ہیں اور اس اعتبار سے اپنے ہم عصر شاعروں اور خاص طور سے ترقی پسند شاعروں میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ وژن کی وسعت، شعری اسلوب کی بلند آہنگی، پیکر تراشی کی ندرت اور تنوع، استعاراتی اور علامتی عناصر کی آمیزش اور ڈراماتی طریقہ کار سردار جعفری کی بہترین نظموں کی کچھ نمایاں خصوصیات ہیں۔ اور گو کہ اس میں شک نہیں کہ یہ خصوصیات کسی حد تک انکی غزلوں میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں لیکن مجموعی طور پر غزل گو شاعر کی حیثیت سے انہیں کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے اور خود ان کے ہم عصروں میں فیض، جذبی، مخدوم اور مجروح سلطان پوری ان سے بہتر غزل گو شاعر ہیں۔ اپنی بہترین نظموں میں پیکر تراشی اور ڈراماتی طرزِ اظہار کے اعتبار سے وہ کسی حد تک انگلش کی ماڈرن شاعری سے قریب نظر آتے ہیں جس کے پیش رو اور امام ایلیٹ اور ازرا پاؤنڈ تھے اور بعد میں آنے والے شاعروں میں اوڈن، سپنڈر، ڈلن ٹومس اور ٹیڈ ہیوز وغیرہ شامل ہیں جن کے ڈراماتی تخیل اور بے باک امیجری نے نہ صرف ان کے ہم عصروں کو چونکا دیا تھا بلکہ انگریزی شاعری کے دھارے کا رخ ہی موڑ دیا تھا۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ سردار جعفری کی شاعری میں پیکر تراشی، استعارہ سازی اور ڈراماتی انداز کچھ قابلِ توجہ موڈرن خصوصیات ہیں لیکن اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ مماثلت صرف چند خصوصیات تک محدود ہے۔

اپنے ہم عصروں میں سردار جعفری کی پیکر تراشی کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے جو ان کے وژن کی وسعت کا غماز بھی ہے اور اس کے اظہار کا وسیلہ بھی۔ سردار جعفری کی شاعری صرف جوش و خروش اور ولولہ انگیزی سے عبارت نہیں (جیسے ان کے مخالفوں نے نعرہ بازی سے بھی تعبیر کیا ہے) بلکہ اپنے ہم عصر ترقی پسند شاعروں میں سردار جعفری اور فیض احمد فیض کی شاعری میں فکر کا عنصر بھی خاصا توانا ہے لیکن جہاں فیض کے ہاں فکری عناصر فکرِ محسوس میں ڈھل کر شاعری کی زیریں تہوں میں موجزن ہیں، سردار جعفری کے فکر کا زیادہ براہِ راست اظہار تو ان کی دانشورانہ تحریروں میں ہوا ہے اور شاعری میں ان کی فکر شدتِ احساس سے توانائی حاصل کرتی ہے اور روشن شعری پیکروں میں ڈھل کر ہمارے سامنے آتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ تصویروں کی زبان ہی میں سوچ رہے ہیں۔

یوں تو سردار جعفری کی شاعری میں پیکر تراشی کا دائرہ تمام کائنات پر محیط ہے لیکن ان کے فکری نظام میں انسان ہی کو مرکزیت حاصل ہے، ساتھ ہی جہاں وہ انسانی زندگی کے وسیع امکانات، تہذیب و تمدن کی رنگارنگی اور انسانی تخلیقیت کی توانائی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں وہیں وہ فطرت کی بے پایاں تخلیقیت، ذوقِ نمو، تڑپ اور خوب سے خوب تر کی جستجو کے بھی زمزمہ خواں ہیں اور اکثر موقعوں پر انسان کی تخلیقی صلاحیتیں فطرت کی عظیم تخلیقی قوتوں سے ہم آہنگ ہیں اور اس کی ایک تابندہ مثال "نئی دنیا کو سلام" میں زندگی کا ترانہ ہے جسے ایک مکمل نظم کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس ترانے کی امیجری شدتِ فکر و احساس اور رجائی نقطہ نظر کی حامل ہے اور ان کے شعری اسلوب میں کلاسیکی رنگ نمایاں ہے۔

لیکن سردار جعفری کے شعری اسلوب کا کمال صرف اس کلاسیکی انداز میں نہیں بلکہ ان کی انفرادیت اور تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار ان موقعوں پر زیادہ ہوا ہے جب وہ کلاسیکی سانچوں کو توڑ کر شعری اظہار کے لئے نئے اور انوکھے راستے اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کی ایک مشہور نظم "فریب" جو ہندوستان کی آزادی کے کچھ عرصہ بعد ہی لکھی گئی

11

اس کی تابندہ مثال ہے ۔ اس نظم کا ابتدائی حصہ اس شعری اسلوب کی ندرت کا بہترین نمونہ ہے ۔ چند مصرعے ملاحظہ ہوں :

ناگہاں شور ہوا
لو شبِ تارِ غلامی کی سحر آ پہنچی
انگلیاں جاگ اٹھیں
بربط و طاؤس نے انگڑائی لی
اور مطرب کی ہتھیلی سے شعاعیں پھوٹیں
کھِل گئے ساز میں نغموں کے مہکتے ہوئے پھول

اس حصہ کی پیکر تراشی اپنی ندرت اور لطافت کے باوصف ہمیں ہر اعتبار سے متاثر کرتی ہے اور ہمارے سبھی حواس پر اثر انداز ہوتی ہے اور یہاں ڈرامائی طرزِ احساس بھی کافی نمایاں ہے اور پھر ان مصرعوں میں :

قافلے دور تھے منزل سے بہت دور مگر
خود فریبی کی گھنی چھاؤں میں دل لینے لگے
ہم نے آزردگیِ شوق کو منزل جانا
اپنی ہی گردِ سرِ راہ کو محمل جانا

ان کے شعری اسلوب میں استعارہ سازی کے عمل نے ایک اور بُعد کا اضافہ کر دیا ہے جو ہم سے فطری ردِ عمل کا مطالبہ بھی کرتا ہے اور یہاں ڈرامائی انداز بھی زیادہ اثر انگیز ہے لیکن یہاں تک سردار جعفری اپنے انفرادی انداز کو کلاسیکی رنگ سے ہم آہنگ کرتے رہے ہیں ۔ لیکن جب ہم نظم کے آخری حصہ تک پہنچتے ہیں تو زیادہ چونکا دینے والی امیجری اور شعری اسلوب سے دوچار ہوتے ہیں ۔ مثلاً

روٹیاں چکلوں کی قحبائیں ہیں
جن کو سرمائے کے دلالوں نے
نفع خوری کے جھروکوں میں سجا رکھا ہے

اور یہاں ہم شدید شاک کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں جو آخر کار کلاسیکی سانچے کے چور چور ہو جانے سے پیدا ہوئی ہے اور جس کی بدولت شعری اظہار اور تازہ کاری کے ساتھ ساتھ معنویت کے بھی نئے نئے پہلو کھلتے ہیں ۔ اسی طرح "نئی دنیا کو سلام" میں بھی انہوں نے نقطۂ نظر کا اظہار بڑے ندرت اور تخیل آفریں انداز میں کیا ہے ۔ یہاں روٹیاں چولہوں پر ناچ رہی ہیں اور پھر شاعر کا یہ بیان :

روٹیاں شاخِ طوبیٰ پہ پھلتی نہیں
وحی و الہام بن کر اترتی نہیں
روٹیاں گندمی روٹیاں سرخ سونے کے ترشے ہوئے دل کے ٹکڑے
چاند کی طرح گول اور سورج کی مانند گرم
یہ ہیں انسان کے ہاتھوں کی تخلیق
اس کی صدیوں کی محنت کا پھل

یہ سردار جعفری کے انقلابی نقطۂ نظر اور فکر کے شعری پیکروں میں ڈھل جانے کی ایک تابناک مثال ہے ۔ اس طرح سردار جعفری نے جگہ جگہ روزمرہ کی زندگی کے مانوس مظاہر اور عوامل کو بڑی حساسیت کے ساتھ پُرشوق تخیل کے سانچے میں ڈھال دیا ہے جس کی ایک اچھی مثال ان کی ایک اور معروف نظم " اودھ کی خاکِ حسیں " ہے جہاں کمہار کے چاک پر صراحیاں رقص کر رہی ہیں ۔ " سفید آٹا سیاہ چکی سے راگ بن کر نکل رہا ہے " اور سنہرے چولہوں میں آگ کے پھول کھل رہے ہیں یہاں تک کہ " دھوئیں سے کالے توے بھی چنگاریوں کے ہونٹوں سے ہنس رہے ہیں " یہ سب شعری پیکر نہ صرف ہمارے سبھی حواس کو بیک وقت متاثر کرتے ہیں بلکہ ہمیں اس مانوس منظر کو ایک نئی نظر سے دیکھنے کی دعوت بھی دیتے ہیں ۔ اور یہاں زندگی کے مانوس مناظر اور عام زندگی میں شعریت کے تاثر کو ابھارنے میں مجھے سردار جعفری ورڈز ورتھ سے قریب محسوس ہوتے ہیں ۔ خاص طور سے LYRICAL BALLADS کی شاعری سے جس میں ورڈز ورتھ نے دیہاتی زندگی کے مانوس مناظر اور سیدھے سادے لوگوں کو ایک نئی نظر سے دیکھنے کی دعوت دی تھی ۔ اور انہیں اس انداز سے پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا کہ وہ اپنی سادگی اور فطری انداز میں بھی انوکھے اور حیرت افزا معلوم ہوتے ہیں ۔ اسی طرح سردار جعفری کی شاعری میں بھی ایسے مناظر کی بھی کمی نہیں جو بیک وقت مانوس بھی ہیں اور حیرت زا بھی ۔ مثلاً " بمبئی " نام کی ایک نظم کے یہ مصرعے ؎

راتیں آنکھوں میں جادو کا کاجل لگائے ہوئے
شامیں نیلی ہوا میں نہائی ہوئیں
صبحیں شبنم کے باریک ملبوس پہنے ہوئے
پتھروں کی چٹانیں ۔
اپنی باہوں میں بحرِ عرب کو سمیٹے ہوئے

یہ سب شعری پیکر دل کش اور موجبِ توجہ ہیں جن کے وسیلے سے اس شہر کی بے مثال خوبصورتی شعریت کے سانچے میں ڈھل گئی ہے ۔ لیکن اس خوبصورت شہر کے تاریک پہلو بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں اور ان کے الفاظ میں یہاں چھٹیاں بھتنوں کی طرح بال کھولے ہوئے ہیں اور انسانیت کا خون سرمایہ داری کے نالوں میں بہہ رہا ہے اور سکوں کی صورت میں جم رہا ہے ۔ عورتوں کی عزت اور آبرو ان کے جسم بازار میں کھلے عام بک رہے ہیں اور اس جنت جیسے شہر میں ایک جہنم سانس لے رہا ہے ۔ یہ حصہ پرولتاری شاعری کی ایک اثر انگیز مثال ہے اور پرولتاری پوئٹری بھی سردار جعفری کی شاعری کا ایک اہم پہلو ہے ۔ اس کی ایک بہت کامیاب مثال ان کی ایک مشہور نظم "پتھر کی دیوار" ہے جس کا تعلق جیل کے تجربے سے ہے ۔ اس کی امیجری بھی بہت خوبصورت اور مناسب ہے ۔ مثلاً :

پتیوں کی پلکوں پر
اوس جگمگاتی ہے
املیوں کے پیڑوں پر
دھوپ مسکراتی ہے
چاند کے کٹورے سے
چاندنی چھلکتی ہے
جیل کی فضاؤں میں
پھر بھی اک اندھیرا ہے
روشنی کے گالوں پر
تیرگی کے ناخن کی
سیکڑوں خراشیں ہیں

یہ سب بھی بہت منفرد اور نادر شعری پیکر ہیں جو اظہاریت

سے بھرپور ہیں ۔ اس نظم کے باقی شعری پیکر بھی اپنی بے باکی اور المناکی میں ناقابلِ برداشت ہیں لیکن یہ ایسی ماڈرن شاعری کی مثال ہے جس میں شاعر کلاسیکی شاعری کے سانچوں کو توڑ کر شاعری کی نئی جمالیات کی تشکیل کرتا ہے ۔ اس نظم کی ایک اور قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ یہاں شاعر نے حرف "پتھر" کے امیج کی تکرار سے ایک ذہنی کیفیت کی شدت اور پروٹسٹ کے جذبے کو مصور کیا ہے ۔ جس سے ظلم، جبر اور بے بسی کا پورا منظر نامہ ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے ۔ اسی طریقۂ کار کی ایک اور کامیاب مثال "نئی دنیا کو سلام" کا حرفِ اول ہے جس میں سردار جعفری نے حرف سیاہی کے امیج کی تکرار سے غلام ہندستان میں عوامی صورتِ حال کی ایک نہایت المناک اور معنی خیز تصویر کھینچ دی ہے، جو سراسر غیر فطری اور انسانیت کش ہے ۔ اس نظم کے سبھی شعری پیکر منفرد بھی ہیں اور ایک دوسرے میں پیوست بھی اور اسے ایک طویل استعارے (Extended Metaphor) کے طور پر بھی دیکھا جاسکتا ہے ۔ پروٹسٹ پوئٹری اور بہت سی مثالیں سردار جعفری کی ابتدائی دور کی شاعری اور خاص طور سے "نئی دنیا کو سلام" میں بھی دیکھی جاسکتی ہیں، جن میں سردار جعفری کی انقلابی فکر بھی جلوہ فگن ہے اور انہوں نے سرمایہ داری نظام کے عروج و زوال کا تجزیہ بھی بڑی خوبی سے کیا ہے ۔ دوسری طرف اس دور کی شاعری میں ان کے رجائی نقطۂ نظر کا عکس بھی ہے ۔ اور انسانیت کی عظمت، تخلیقیت اور دستِ تعمیر کو بھی خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے، اور زندگی کے تسلسل، قوتِ نمو اور تخلیقیت کی طرف بھی اشارے موجود ہیں ۔ مثلاً "نئی دنیا کو سلام" کے یہ اشعار جس میں انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار روشن اور بلیغ شعری پیکروں کے توسط سے کیا ہے :

" ساری انسانیت ایک تڑپتا ہوا شعلہ ہے
اور انسان چنگاریاں ہیں
جن کے سینوں میں کتنے ہی بیباک و بیتاب شعلے
پرورش پا رہے ہیں
جتنی چنگاریاں اڑ رہی ہیں

اتنی ہی اور چنگاریاں پھوٹتی ہیں
اسی طرح زندگی
کل بہ آغوش چنگاریوں سے
اک نیا اور دہکتا ہوا ہار اپنے لئے گوندھتی ہے"

یہاں سردار جعفری نے ایک فلسفیانہ تصور اور آفاقی درشن کو شفاف شعری پیکروں اور معنی آفریں استعاروں میں ڈھال دیا ہے اور ان حصوں میں علامہ اقبال اور خاص طور سے ان کی شاہکار نظم "ساقی نامہ" کا اثر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ سردار جعفری کی شاعری کی ایک اور نمایاں خصوصیت اس میں روشنی اور تاریکی کے پیکروں کی تکرار ہے۔ لیکن یہ سیاہ و سفید کی جامد تقسیم نہیں بلکہ ان کی نظموں میں روشنی کے کئی رنگ اور معنویت کے کئی پہلو ہیں اور سیاہی کی بھی بے شمار تہیں ہیں۔ اسی حصے میں زندگی کے تسلسل اور وقت کے تصور کو بھی بڑے دلآویز انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً:

ہم ہیں انسانیت کے زمانے کے موسم
جو بدلتے رہتے ہیں
اور بدلتے رہیں گے
جو نئی کونپلوں کے نئے پیرہن
شاخساروں کو ہر سال لاکر پہناتے رہے ہیں
ہم زمانے کے دریا سے موجوں کی صورت ابھرتے رہے ہیں
اور ابھرتے رہیں گے

مختصر یہ کہ سردار جعفری کے پہلے دور کی شاعری میں انقلابی فکر، انسان کی عظمت کا احساس، رجائی نقطۂ نظر اور منفرد اور بیباک امیجری جو اکثر جگہ کھردری، المناک اور سفاک بھی ہو گئی ہے، ان کی شاعری کی کچھ نمایاں خصوصیات ہیں۔

اور اس کے بعد جب ہم سردار جعفری کے دوسرے دور کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں جس میں "ایک خواب"، "پیراہنِ شرر" اور دوسرے کئی شعری مجموعے شامل ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں شاعری میں انقلابی جوش اور اُبال کم اور سوز و گداز، فنی ندرت اور رچاؤ زیادہ ہے اور "ایک خواب اور" کی نظموں میں اختصار، ارتکاز اور

وحدتِ تاثر کے بھی بہتر نمونے مل جاتے ہیں۔ اور پیکر تراشی میں بھی سوز و گداز اور دلفریبی زیادہ ہے۔ مثلاً "مشرق و مغرب" کے یہ اشعار:

صبح در کھلتے ہیں محبوب کی باہوں کی طرح
راہرو ملتے ہیں راہوں میں نگاہوں کی طرح

٭

راستے دوڑ کے اسکولوں میں مل جاتے ہیں
بچے پھولوں کی طرح گھاس میں کھل جاتے ہیں

اس مجموعے کی نظموں میں "ایک خواب" اپنے سوز و گداز، دردمندی اور اختصار کے باوصف ایک اثر انگیز اور معنی خیز نظم ہے۔ "زندگی" بھی ایک اہم نظم ہے جس میں کہیں کہیں علامہ اقبال کے شعری اسلوب کا عکس ہے اور "ہاتھوں کا ترانہ" ایک بہت ہی منفرد انداز کی نظم ہے جس میں سردار جعفری کا مخصوص شعری اسلوب بہت تابناک ہے۔ اس والہانہ انداز کی نظم میں شاعر نے نہ صرف انسان کی محنت، کاوش اور تخلیقیت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے بلکہ تہذیب تمدن کے ارتقاء کی کہانی بھی ایک انوکھے انداز سے سنادی ہے۔ چند شعر پیش کرتی ہوں:

خاموش ہیں یہ خاموشی سے سو بربط و چنگ بناتے ہیں
تاروں میں راگ سناتے ہیں طبلوں میں بول چھپاتے ہیں
جب ساز میں جنبش ہوتی ہے تب ہاتھ ہمارے گاتے ہیں

٭

اعجاز ہے یہ ان ہاتھوں کا ریشم کو چھوئیں تو آنچل ہے
پتھر کو چھوئیں تو بت کر دیں کالک کو چھوئیں تو کاجل ہے
مٹی کو چھوئیں تو سونا ہے چاندی کو چھوئیں تو پائل ہے
ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

اس کے علاوہ "دو چراغ" بھی اس مجموعے کی ایک بہت خوبصورت نظم ہے جس میں شاعر نے روشنی، تاریکی اور ہوا کے استعاروں کی مدد سے نیکی اور بدی یا ظلم اور انسانی حوصلوں کی ازلی اور ابدی لڑائی کو مجسم کر دیا اور اس نظم کا ڈرامائی انداز علامتی معنویت کا حامل ہے۔ البتہ اس مجموعے کی سب سے خوبصورت اور معنی خیز نظمیں

"میرا سفر" اور "سرطور" ہی ہیں۔

"سرطور" کو سردار جعفری نے آسماں پروازوں کے نام معنون کیا ہے لیکن اس کا تناظر اتفاقی نہیں بلکہ آفاقی ہے۔ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ خلائی پرواز میں شاعر کو اپنے وژن کے اظہار کے لئے ایک معروضی صورت حال مل گئی ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ گو کہ سردار جعفری سائنس کے بہت قائل ہیں لیکن یہاں انہوں نے خلائی سفر کو سائنس کے معجزے کے طور پر پیش نہیں کیا ہے بلکہ انسان کے عزم تلاش، بلند حوصلوں اور تخلیقی صلاحیتوں کے مسحور کن اظہار کے طور پر دیکھا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں :

ہاتھ کاٹے گئے جراَتِ شوق پر!
خونچکاں ہو کے وہ گلفشاں ہو گئے!
حیرتوں نے لگائی جو مہرِ سکوت
لب خموشی میں جادو بیاں ہو گئے
راستے میں جو کہسار آئے تو ہم
ایسے تڑپے کہ جوئے رواں ہو گئے

یہ شعری پیکر اور شعری آہنگ جذبہ و فکر کی شدت اور ہم آہنگی کے غماز ہیں اور اس نظم پر اقبال کی فکر اور شعری اسلوب کا اثر بھی بہت گہرا ہے۔ خاص طور سے ان اشعار میں :

مژدہ ہو مہ جبینانِ افلاک کو
بزمِ گیتی کا صاحب نظر آگیا
تہنیت حسن کو بے نقابی کی دو
دیدہ ور آگیا، پردہ در آگیا

"میرا سفر" بھی اس مجموعے کی ایک بہترین نظم ہے اور سردار جعفری کی مرکزی فکر سے قریب تر ہے۔ اس میں انہوں نے کئی اہم تصورات مثلاً تسلسلِ حیات، زندگی کی قوتِ نمو، تخلیقی توانائی، زندگی اور موت اور وقت کے تصورات کو ایک سجل اور لطیف پیکر میں ڈھال دیا ہے اور فکر کی گہرائی کے باوجود شعری اسلوب بہت ہی رواں دواں اور دلنواز ہے۔ مثلاً

میں ایک گریزاں لمحہ ہوں
ایام کے افسوں خانے میں
میں ایک تڑپتا قطرہ ہوں
مصروف سفر جو رہتا ہے
ماضی کی صراحی کے دل سے
مستقبل کے پیمانے میں

اس نظم کے سبھی پیکر ایک دوسرے سے اس قدر مربوط ہیں کہ پوری نظم کو ایک طویل استعارے یا Extended Metaphor کے طور پر ہی دیکھا جا سکتا ہے۔

اس مجموعے میں "حسین تر" بھی ایک بہت اہم اور خوبصورت نظم ہے جو ایک منفرد انداز کی عشقیہ نظم ہے۔ اس مجموعے میں عشقیہ نظموں کی تعداد کافی ہے جو شاعر کے عشقیہ تجربات کے مختلف پہلوؤں کے علاوہ شاعر کی شخصیت کے خدوخال کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ اوران کے عشقیہ تجربات میں ولولہ انگیزی اور جذباتی رنگ نمایاں ہے اور کہیں کہیں دردمندی کی جھلک بھی ہے۔ لیکن "حسین تر" ایک بالکل ہی منفرد انداز کی عشقیہ نظم ہے جس میں شاعر حسن پرستی کے دائرے سے نکل کر حسن شناسی کے دائرے میں داخل ہو گیا ہے اور جس میں عشق کے تجربے کی گہرائی، گداز اور پاکیزگی ایک معتبر اور معنی خیز وجودی تجربے میں ڈھل گئی ہے اور اس سنجیدگی کے باوجود اس کے شعری اسلوب میں ترنم ریزی اور بے ساختہ پن کی بھی کمی نہیں نظم اس قدر مربوط ہے کہ اس کے چند اشعار کا حوالہ دینا بے سود ہوگا اور اس سے لطف اندوز ہونے کیلئے پوری نظم کو ایک ساتھ پڑھنا ہی مناسب ہوگا۔

اسی طرح ان کے اگلے شعری مجموعے "پیراہن شرر" میں ان کی ایک اور معروف نظم "ہمارے نام" بھی ایک منفرد انداز کی عشقیہ نظم ہے جس میں عشق کا تجربہ، جو والہانہ، لطیف اور دل نواز ہے، ایک آفاقی وژن میں تحلیل ہو گیا ہے اور آسمان کے تارے، جنہیں توڑ کر عاشق و معشوق نے کبھی ایک دوسرے کے نام لکھے تھے، کائنات کو ایک وحدت میں پرونے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ نظم پیکر تراشی کے اعتبار سے بھی منفرد اور لاجواب ہے کیوں کہ یہاں شاعر نے نظام فلکی سے اپنے شعری پیکر حاصل کئے ہیں۔ اپنی پیکر تراشی، استعارہ سازی اور علامتی طرزِ اظہار کے باوصف

یہ نظم سردار جعفری کے اس دور کے شعری اسلوب کا کرشمہ ہے جس میں داخلیت اور معنویت بھی قابلِ لحاظ ہے۔ "پیراہنِ شرر" بھی اس مجموعے کی ایک اور قابلِ قدر نام ہے جو سردار جعفری کی مرکزی فکر سے قریب تر ہے۔ یہ ایک ڈرامائی انداز کی علامتی نظم ہے جس میں شدتِ احساس کے ساتھ ارتکاز اور ایمائیت بھی ہے۔ اس کا سب سے تابناک شعری پیکر "پیراہنِ شرر" ہی ہے جس کی معنویت نظم کے سیاق و سباق میں بھی ظاہر ہے اور اس پر سردار جعفری نے اس مجموعے کے پیش لفظ میں خود بھی بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔

اسی طرح "موسموں کا گیت" بھی اس مجموعے کی ایک اچھی اور دلکش نظم ہے جس میں خزاں کی تجسیم بہت متاثر کرتی ہے۔ اس مجموعے کی دو سب سے مشہور اور مقبول نظمیں "دشمن کون ہے" اور "صبحِ فردا" ہیں جو انڈو پاک جنگ کے تناظر میں لکھی گئی ہیں اور ان میں شاعر کی توجہ اس جنگ سے پیدا ہونے والے مسائل پر مرکوز ہے۔ لیکن ان کا انداز ضرورت سے زیادہ براہِ راست اور پُرجوش ہے اور راقم الحروف کی رائے میں ان کا شمار سردار جعفری کی بہترین نظموں میں نہیں کیا جا سکتا۔

سردار جعفری کی نظم نگاری کے اس مختصر جائزے سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی شاعری عام طور پر بہت شفاف اور قوتِ اظہار کی توانائی کا نمونہ ہے اور ان کا شعری اسلوب ذہن کی وسعت، فکر کی گہرائی اور جذبے کی شدت کو بھی بڑی آسانی سے اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اور ان کا جوش، ولولہ، شعری آہنگ، ڈرامائی عناصر اور پیکر تراشی کا انداز بھی شاعری کی ترسیل میں معاون ثابت ہوتے ہیں اور ان کی جو نظمیں کافی تہہ دار ہیں ان میں بھی عام طور پر ترسیل کے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سردار جعفری کی ترقی پسند تحریک کے ایک ممتاز اور نمائندہ شاعر ہیں اور ساتھ ہی وہ اپنی نسل کے ایک اہم اور ہر دلعزیز شاعر بھی ہیں۔ انہوں نے شعری اظہار کے کچھ اہم اور تخیل آفریں راستے دریافت کئے اور اپنے

اہلِ درد

سردار جعفری

کوئی مقام نہیں اہلِ درد کے قابل
کوئی بہشت نہیں اہلِ آرزو کے لئے
تمام صحنِ چمن مقتلِ تمنّا ہے
کفن لہو کا ملا ذوقِ جستجو کے لئے
ہوئے شکار کبھی تیغِ دوست کی خاطر
ہدف بنے ہیں کبھی ناوکِ عدو کے لئے
لیا ہے ہنس کے کبھی سنگِ محتسب سر پر
سپر ہوئے ہیں کبھی ساغر و سبو کے لئے
کبھی مثالِ نسیمِ بہار آوارہ
کسی خیال کے گیسوئے مشک و بو کے لئے
نشیبِ خاک کبھی شوقِ خاکساری میں
فرازِ دار کبھی عظمتِ گلو کے لئے
وفائے عشق سے کوئی خفا نہیں لیکن
بس ایک تیغ کہ پیاسی ہے جو لہو کے لئے
اب آج پھرتے ہیں بے آبرو تو غم کیا ہے
وطن، عزیز وطن تیری آبرو کے لئے

ذہن کی وسعت، شدتِ فکر و احساس اور زندگی سے والہانہ عشق کے باوصف شاعری کے دامن کو وسعت دی۔ ان کی غیر معمولی تنقیدی صلاحیتیں اور دانشورانہ فکر بھی انہیں اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہیں ÷ ÷

(بشکریہ: "نخلستان" جے پور)

دستورِ ہند

باب IV اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے:

بنیادی فرائض: ہندستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ:

الف: دستورِ ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

ب: آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ اقدار اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

ج: ہندستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور اُن کی حفاظت کرے۔

د: اپنے ملک کا دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

ہ: ہندستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان، خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کردے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہے۔

و: ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور اس کی حفاظت کرے۔

ز: قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

ح: سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

ط: عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

ی: انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

——— (انگریزی سے ترجمہ) ———

An Urdu Fortnightly
May 1, 2000

Vol No 47, Issue No
Price : Re. 1/-



Chief Editor Tarapada Ghosh Asst Editor Md Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700 012

مَغربی بَنگال

دستورِ ہند

باب IV - اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے:

بنیادی فرائض: ہندستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ:

الف: دستورِ ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

ب: آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

ج: ہندستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور اُن کی حفاظت کرے۔

د: اپنے ملک کا دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

ہ: ہندستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان، خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کرے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہے۔

و: ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور ان کی حفاظت کرے۔

ز: قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

ح: سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

ط: عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

ی: انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

——— (انگریزی سے ترجمہ) ———

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۷ • ۱۵ مئی و یکم جون ۲۰۰۰ء • شمارہ نمبر ۱۰ و ۱۱

مدیر اعلیٰ : تارا پدا گھوش
نائب مدیر : محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ : بیس روپئے • نصف سالانہ : دس روپئے

• فی شمارہ کی قیمت : ایک روپیہ

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

بزنس منیجر !
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل، بلاک ۱
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext: 710

ترتیب

وزیراعظم کے نام وزیراعلیٰ کا مکتوب

ڈی۔ او۔ نمبر۔ ۲۸ سی ایم   مورخہ ۱۱ر مئی سنہ ۲۰۰۰

پیارے وزیراعظم!

حال ہی میں ریاستی حکومت کو متعدد مرکزی وزارتوں/شعبوں کی تشکیل دی جانے والی رہنمائی اصول کے بارے میں پلاننگ کمیشن کی جانب سے اشارے ملے ہیں۔ اشاروں کا تعلق، ان موضوعات سے ہے جو وزیراعظم کی گرامودیہ یوجنا (پی ایم جی وائی) کے تحت آتے ہیں۔ اور اس یوجنا (پی ایم جی وائی) نے حالیہ مالی سال سے ہی کم از کم بنیادی خدمات (بی ایم ایس) پروگرام کو بدل ڈالا ہے۔ یہ اشارہ ملا ہے کہ حکومت ہند کی متعلقہ وزارتیں اور اس کے شعبے ان مخصوص تجاویز کے سلسلے میں تین ریاستوں کو رہنما ہدایات جاری کریں گے جنہیں متعلقہ مرکزی وزارتیں/شعبے جانچیں اور پرکھیں گے اور تب انہیں منظوری دے کر ریاستوں کو اضافی مرکزی امداد (اے سی اے) کو جاری کرنے کے سلسلے میں وزارت مالیات کو ان کی جانب سے سفارش کی جائیں گی۔ اے سی اے برائے بی ایم ایس کا حصہ (یعنی شیئر) ہر ماہ ریاستوں کو بڑی تاخیر سے دیا جاتا رہا ہے اور ریاستیں باضابطہ طور پر انہیں مصرف میں لانے کی سند میں داخل یا جمع کرتی رہی ہیں۔ لیکن فی الحال اے سی اے برائے پی ایم جی وائی متعلقہ وزارتوں/شعبوں کی جانب سے تجاویز کو منظور کئے جانے کے بعد ہی جاری کی جائے گی۔

مجھے پورا پورا یقین ہے کہ آپ میری بات سے اتفاق کریں گے کہ پی ایم جی وائی کے تحت موضوعات بنیادی طور پر دستور کی ریاستی فہرست کے اندر آتے ہیں۔ ہماری ریاست میں ان تمام موضوعات کے لئے تجاویز کی تشکیل منتخب پنچایتوں کے ذریعہ مقامی لوگوں کو اس میں شامل کرکے ہر ایک ضلع میں دیہی سطح پر عمل میں آتی ہے۔ ان تجاویز کو تب بلاک سطح اور ضلع سطح پر منظم کیا جاتا ہے اور پھر انہیں ضلع منصوبہ بندی کمیٹیوں کی جانب سے منظوری ملتی ہے۔ بر شرکت لامرکوزیت کے ذریعہ فیصلہ کرنے کا یہ عمل کئی برسوں سے ہماری ریاست میں جاری ہے۔ ۷۳ ویں اور ۷۴ ویں دستوری ترمیمات کی شرائط کے تحت رسمی طور پر عمل ہٰذا کو برقرار رکھا گیا ہے اور نویں پنج سالہ منصوبہ کے موضوعات میں شامل کیا گیا ہے۔

مزید برآں آپ یقیناً اس امر سے واقف ہوں گے کہ ریاستیں اپنے معقول اسباب کی بنا پر ریاستی موضوعات میں شامل مرکزی طور پر اسپانسر شدہ اسکیموں کے فنڈ کو ریاستوں کی جانب منتقل کرنے کے سلسلے میں کوششیں کررہی ہیں۔ یہاں تک کہ بین الریاستی کاؤنسل (انٹر اسٹیٹ کاؤنسل) کی اسٹانڈنگ کمیٹی کی گذشتہ نشست کے دوران جس کا انعقاد ۴؍اپریل ۲۰۰۰ کو کیا گیا تھا ریاستوں کی جانب سے اسی نظریہ کا اظہار بڑی شدومد کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اس پس منظر کو مدنظر رکھتے ہوئے پی ایم جی وائی کے تحت ریاستی موضوعات کے اندر مرکزی وزارتوں/شعبوں کی جانب سے مذکورہ اسکیموں کو منظور کئے جانے کا یہ رجحان واضح اشارہ مزید لامرکوزیت کیلئے مخالف جہت کا قدم بنے گا۔ یہ امر تمام ریاستوں کے لئے محض مجموعی طور پر غیر منصفانہ ہی نہیں ثابت ہوگا بلکہ یہ فنڈس کے جاری کرنے کے عمل میں غیر ضروری تاخیر کا سبب بھی بنے گا۔

ان حالات کے تحت میں پرزور گذارش کرتا ہوں کہ آپ اس معاملہ میں مداخلت کریں اور ضروری ہدایات جاری کریں تاکہ ماہانہ بنیاد پر مرکزی امداد کے جاری کرنے کی پرانی روایت کو بدلا نہ جائے ایسا ہو کہ ریاستی حکومتیں منصوبہ بندی کمیشن اس کا معیادی مشترکہ جائزہ لے سکیں اور مناسب اقدام اٹھا سکیں۔

بصد خلوص

آپ کا مخلص

(دستخط: جیوتی باسو)

بخدمت شری اے۔ بی۔ واجپائی
وزیراعظم ہند ۔ نئی دہلی

(انگریزی سے ترجمہ)

وزیراعظم کے نام وزیراعلیٰ کا مکتوب

ڈی او نمبر ۸۳ سی۔ایم　　　　　　　　　　　　کلکتہ : ۱۲ مئی ۲۰۰۰ء

پیارے وزیراعظم !

میرے چیف سکریٹری کے نام گیارہویں مالی کمیشن کے ممبر سکریٹری کے خط سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ۲۸ اپریل ۲۰۰۰ء کو جاری کردہ صدارتی حکمنامہ کے تحت مذکورہ کمیشن کے حوالے کی شرائط میں اچانک اضافہ کیا گیا ہے۔ اس حکمنامہ کی رو سے ریاستوں کے لگان خسارہ میں تخفیف لانے کی غرض سے ایک نگراں مالیاتی اصلاحات پروگرام تشکیل دینے کی ضرورت مالیاتی کمیشن کو درپیش ہے اور اسے کمیشن ہذا کو اس طور سے تشکیل دینے کی سفارش کی گئی ہے کہ غیر منصوبہ بند لگان کھاتہ میں محاسبہ شدہ خسارہ ریاستوں کو ملنے والے عطیات کے اندر رہے اور اصلاحات پروگرام کے عمل درآمد میں فروغ سے جڑا ہو۔

ہم لوگوں کو حقیقت میں یہ جان کر بڑا تعجب ہوا کہ حوالہ کی شرائط میں اس طرح کے اضافے اس وقت کئے جا رہے ہیں جب کمیشن ہذا (۳۰ جون ۲۰۰۰ء کو) اپنی میعاد / مدت کی تکمیل کے بہت ہی قریب ہے۔ مزید برآں اس طرح کے اضافے ریاستوں کو اپنے اعتماد میں لئے بغیر چالو کئے گئے ہیں اور اس لئے یہ معمول کے خلاف ہے۔ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مالیاتی اصلاحات کو چالو کرنے والی اس شق کو یہاں شامل کیا گیا ہے بلکہ میکانیکی طور پر غالباً آئی ایم ایف قرض شرائط کی مجبوری کے تحت اس پر عمل درآمد نے ہمارے ملک کے لوگوں کی ایک بڑی کثیر تعداد کی بدحالی میں بلاشبہ اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔

ہم لوگ بار بار قومی سطح پر ایک متبادل معاشی پالیسی کی بات کہتے آ رہے ہیں جس کے تحت مختلف سکٹروں میں پیداوار میں اضافہ کے ذریعہ روزگار کے مواقع زیادہ سے زیادہ بڑھانے کے سماجی مقصد کے ساتھ نئے نئے اقدامات اٹھانے کے اختیارات ریاستوں کو ملیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ پالیسی، ٹیکس کی ساجھیداری میں اضافہ اور دیگر اقدامات کے لئے، جیسا کہ لامرکزیت کے اس تصور کے تحت ضروری محسوس کی گئی ہے، ریاستوں کو مالیاتی اختیارات کی مناسب تفویض کی خاطر مرکز کی طرف سے متوازی اقدام کے ذریعے ریاستوں کی آمدنی کے خسارے کی تخفیف کے قابل عمل پروگرام کو اپنانے میں بھی رہنمائی کرے گی۔ لہٰذا ہم لوگوں کو یہ جان کر بڑا دھکا لگا کہ اس اضافی شق میں شدت سے محسوس کی جانے والی ضرورت یعنی لامرکزیت کا کہیں بھی کوئی حوالہ نہیں پیش کیا گیا ہے۔ اس امر پر بھی بڑا تعجب ہوتا ہے کہ مرکز کے بھی حوالے کے اضافی شرائط میں نگراں آمدنی خسارہ تخفیف پروگرام کی ضرورت کا اور اس پروگرام پر عمل درآمد سے جڑے اقدامات کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا ہے لہٰذا حوالہ کی شرائط میں یہ اضافہ غیر منصفانہ طور پر یک طرفہ ہے اور ریاستوں کے خلاف متعصبانہ ہے۔

آپ لوگ بخوبی واقف ہیں کہ ۵ ویں مرکزی تنخواہ کمیشن کی سفارشات پر حکومت ہند کے فیصلے کے نتیجہ میں ریاستوں پر نظر ثانی شدہ تنخواہ کا ایک زبردست اضافی بوجھ آ پڑا ہے۔ سبھوں کی یہ متفقہ مانگ ہے کہ ریاستوں کے اس اضافی بوجھ کو کم از کم ۵۰ فیصد قومی سطح پر بانٹ کر کم کیا جائے خواہ قرض کی شکل میں ہو اور اس طرح اس سے مرکزی بجٹ بھی متاثر نہیں ہوگا۔ ابتک اس معاملہ میں مرکز نے کوئی حسب حال فیصلہ نہیں کیا ہے۔ ایسی صورت حال کے دوران اگر حوالے کے ان اضافی شرائط کو یک طرفہ طور پر موثر بنایا جاتا ہے تو یہ مالی کمیشن کی سفارشات کے داخلے (سبمیشن) میں ناگزیر تاخیر کا سبب بن سکتے ہیں۔ الغرض یہ اس طرح ریاستوں کی مالی صورت حال کو بد سے بدتر بنا سکتے ہیں۔

لہٰذا میں آپ سے پرزور گذارش کرتا ہوں کہ آپ اپنی سطح پر اس معاملہ میں مداخلت کریں تاکہ مالی کمیشن کو حوالہ کی اصلی شرائط کی شکل میں اپنی رپورٹ جلد از جلد داخل کرنے کی اجازت دی جا سکے۔ مرکز اور ریاستیں دونوں کے ہی آمدنی خسارہ کی تخفیف پر مشتمل ایک قابل عمل اسکیم سے متعلق معاملہ جو ریاستوں کو نئی لچک کی گنجائش فراہم کرتا ہے کو بعد ازیں مرکز ریاست تعلقات میں از سر نو مطلوبہ تمام ترامیم کو ذمہ بندی کے اندر رہتے ہوئے مرکز اور ریاستی حکومتوں کے درمیان تال میل کے لئے حسب معمول طور پر زیر غور لایا جا سکے۔

بصد خلوص

آپ کا مخلص

(دستخط : جیوتی باسو)　　　　(انگریزی سے ترجمہ)

بخدمت شری اے۔ بی۔ واجپائی
وزیراعظم ہند ــــــ نئی دہلی

مجروح سلطانپوری کی موت سے اردو شاعری کا عظیم نقصان ہوا ہے



اردو کے مشہور ترقی پسند شاعر مجروح سلطان پوری کا گذشتہ ۲۴ مئی کی رات کو انتقال ہو گیا۔ موت کے وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔ ان کی موت سے اردو کا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ وہ اردو غزل کے ممتاز شاعر، فلمی صنعت کے کامیاب نغمہ نگار اور ترقی پسند تحریک کے ایک اہم ستون تھے۔

مغربی بنگال کے وزیر ترقیات و فلاح اقلیات جناب محمد امین نے اپنے ایک بیان میں مجروح سلطانپوری کے سانحۂ ارتحال پر اپنے گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجروح اردو کے ایک بے باک شاعر تھے۔ انہوں نے غریب و محنت کش عوام کے کاز کیلئے اردو غزل میں جہاد کیا اور ادب کی سماجی مقصدیت کو ہمیشہ ترجیح دی۔ وہ اپنے نظریہ و اصول کے عمر بھر پابند رہے۔ ان کی موت سے اردو شاعری کا عظیم نقصان ہوا ہے۔

اسرار الحسن خان مجروح سلطانپوری ۱۷ جون ۱۹۱۹ء کو یوپی کے اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ وہ سلطان پور (اودھ) کے رہنے والے تھے اسی اعتبار سے وہ تخلص کے ساتھ سلطانپوری لکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ میں حاصل کی مزید تعلیم کے لئے وہ فیض آباد اور الٰہ آباد گئے۔ وہاں سے انہوں نے عربی میں مولوی اور عالم کے امتحانات پاس کئے پھر لکھنؤ سے طبابت کی سند حاصل کی۔ اور طب کو ذریعۂ معاش بنایا۔ اسی دوران شاعری شروع کی اور مشاعرے میں شریک ہونے لگے۔ ۱۹۴۴ء میں ایک مشاعرے میں شرکت کے لئے بمبئی گئے۔ وہ اس مشاعرے میں اتنے مقبول ہوئے کہ انھیں فلم "شاہجہاں" کی نغمہ نگاری کی پیش کش ملی۔ شاہجہاں کے گیت ہٹ ہوگئے پھر کیا تھا فلموں کے لئے گیت لکھنے کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا جو فلم "ہم تو محبت کرے گا" کے گیتوں میں آکر ختم ہوا۔ انھوں نے انگنت گیت لکھے اور بیشتر گیتوں میں اپنا ادبی مزاج کو قائم رکھا۔ انھیں فلمی دنیا کا دادا صاحب ایوارڈ اور ادب کا "اقبال سمّان" کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا۔

مجروح سلطانپوری ۱۹۴۵ء سے ترقی پسند مصنفین کی ادبی تحریک سے منسلک ہوئے اور تادم آخر اس تحریک کے تحت ادب برائے زندگی کی نمائندگی کرتے رہے۔ آزادی کے بعد بھی جب ترقی پسند تحریک کو معتوب ٹھہرایا گیا تو اس وقت بھی وہ اپنے نظریات و اصولوں پر مضبوطی سے قائم رہے۔ کسی انجام کی پرواہ کئے بغیر وہ سیاسی بد دیانتی اور سماجی ناانصافی کے خلاف لکھتے رہے۔ انھیں اپنے اس ردعمل پر فخر تھا۔ ع

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ
اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ

اسی بانکپن کی وجہ سے انھیں قید و بند کی اذیتیں جھیلنی پڑیں۔ انھیں ۱۹۵۱ء میں ایک گیت کو بہانہ بنا کر ممبئی کی آرتھر روڈ جیل میں ڈال دیا گیا۔ جیل کی سلاخوں میں ان کی جنون خیزی اور بڑھی اور ان کی تلخ نوائی میں مزید تیزی آئی۔

لیکن اس تلخ نوائی میں بھی انھوں نے غزل کے مزاج اور اس کے شعری لوازمات کو ملحوظ خاطر رکھا اور فنی محاسن کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

دراصل مجروح ادب کے سماجی مقصد کے قائل تھے اس لئے انھوں نے اپنی غزل میں سیاسی موضوعات اور سماجی مسائل کو جگہ دی۔ اپنی بے باکی اور فنی چابک دستی سے تلخ موضوعات کو بھی دلچسپ و جاذب بنا دیا ہے

- دیکھ زنداں کے پرے رنگ چمن جوش بہار
  رقص کرنا ہے تو پھر پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ
- شب ظلم نرغۂ راہزن سے پکارتا ہے کوئی مجھے
  میں فراز دار سے دیکھ لوں کہیں کاروانِ سحر نہ ہو

ان کے مجموعۂ کلام "غزل" اور اس کی اضافی شکل "مشعل جاں" میں ایسے بے شمار اشعار ملیں گے جنہیں غزل کے بہترین نمونے مانے گئے ہیں۔ مثلاً:

- میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
  لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا
- کبھی جادۂ طلب سے جو پھرا ہوں دل شکستہ
  تری آرزو نے ہنس کر وہیں ڈال دی ہیں بانہیں
- بے تیشۂ نظر نہ چلو راہ رفتگاں
  ہر نقش پا بلند ہے دیوار کی طرح

● از: مصطفیٰ اکبر

غزلیں

مجروحؔ سلطان پوری

جنونِ دل نہ صرف اتنا کہ اک گُل پیرہن تک ہے
قد و گیسو سے اپنا سلسلہ دار و رسن تک ہے

مگر اے ہم قفس کہتی ہے شوریدہ سری اپنی
یہ رسمِ قید و زنداں ایک دیوارِ کہن تک ہے

دعائیں دے رہے ہیں راستے. مجھ آبلہ پا کو
مرے قدموں کی گلکاری بیاباں سے چمن تک ہے

میں کیا کیا جرعۂ خوں پی گیا پیمانۂ دل میں
بلانوشی مری کیا اک مئے ساغر شکن تک ہے

نہ آخر کہہ سکا اس سے مرا حالِ دلِ سوزاں
مہِ تاباں کہ جو اس کا شریکِ انجمن تک ہے

لوا ہے جاوداں مجروحؔ جس میں روح ساعت ہو
کہا کس نے مرا نغمہ زمانے کے چلن تک ہے ••

جب ہوا عرفاں تو غم آرامِ جاں بنتا گیا
سوزِ جاناں دل میں سوزِ دیگراں بنتا گیا

رفتہ رفتہ منقلب ہوتی گئی رسمِ چمن
دھیرے دھیرے نغمۂ دل بھی فغاں بنتا گیا

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر!
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

جس طرف بھی چل پڑے ہم آبلہ پایانِ شوق
خار سے گُل اور گُل سے گلستاں بنتا گیا

میں تو جب جانوں کہ بھر دے ساغرِ ہر خاص و عام
یوں تو جو آیا وہی پیرِ مغاں بنتا گیا

شرحِ غم تو مختصر ہوتی گئی اس کے حضور
لفظ جو منہ سے نہ نکلا داستاں بنتا گیا

دہر میں مجروحؔ کوئی جاوداں مضموں کہاں
میں جسے چھوتا گیا وہ جاوداں بنتا گیا ••

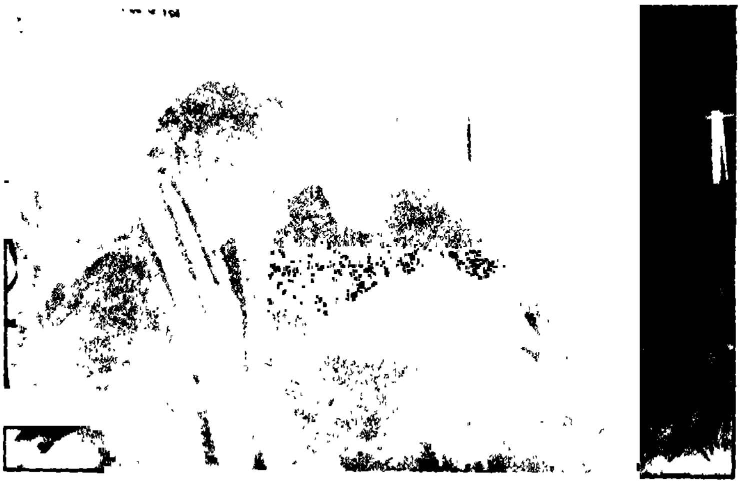
ریاست بھر میں ربندرناتھ ٹیگور کی ۱۳۹ویں سالگرہ منائی گئی

انّوداشنکر رائے کو ربندرا۔سریتی پرسکار سے نوازا گیا

ریاستی حکومت کی جانب سے گزشتہ ۸ مئی کو تزک و احتشام کے ساتھ ربندرناتھ ٹیگور کی ۱۳۹ویں سالگرہ منائی گئی۔ اس موقع پر اس دن صبح کو ربندراسدن۔نندن کمپلکس کے کھلے اجلاس میں ربندراسنگیت اور نغمہ سرائی کے ذریعے اس عظیم شاعر کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

اسی دن شام کو شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور اور شعبۂ اعلیٰ تعلیم کے اشتراک سے منعقدہ ایک تقریب میں معمر ادیب و شاعر انّوداشنکر رائے کو رابندرا سریتی پُرسکار (ربندرناتھ یادگار ایوارڈ) سے نوازا گیا۔ امسال کے ربندرا ایوارڈ یافتگان میں شری دلیپ سنہا، مانینی چٹرجی اور سدھیر کمار رندی بھی شامل۔

انّوداشنکر رائے کو ایوارڈ دیتے ہوئے نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے کہا کہ ریاستی حکومت کے لئے یہ باعث فخر ہے کہ وہ انھیں ربندرناتھ سے موسوم اس ایوارڈ سے سرفراز کر رہی ہے۔ انّوداشنکر رائے نے اپنی تحریری تقریر میں یہ ایوارڈ دینے کے لئے ریاستی حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ وزیر اعلیٰ تعلیم شری ستیہ سادھن چکرورتی نے ایوارڈ یافتگان کو ان کے اپنے میدان میں انکی خدمات پر روشنی ڈالی۔ وزیر اسکولی تعلیم شری کانتی بسواس نے اپنی تقریر کے دوران کتاب اور اس کے عام مطالعہ کی اہمیت پر زور دیا۔ وشوابھارتی کے وائس چانسلر دلیپ سنہا نے قدرتی آفات ناگہانی کے بارے میں عام لوگوں کو بیدار کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے اس الزام کی تردید کی کہ ماحولیات کی لاگت پر ترقیاتی کام کئے جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ فطرت کا تحفظ مناسب ترقی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ منی چٹرجی نے ملک کی آزادی کے لئے شہیدوں کی قربانیوں پر روشنی ڈالی۔ شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرنسپل سکریٹری اردن بھٹاچاریہ اور شعبۂ اعلیٰ تعلیم کے پرنسپل سکریٹری ہرکی بندھو ناٹک بھی اس موقع پر بہ نفس نفیس موجود تھے۔



• شری بدھادیب بھٹاچاریہ شری انّوداشنکر رائے کو ایوارڈ دیتے ہوئے۔

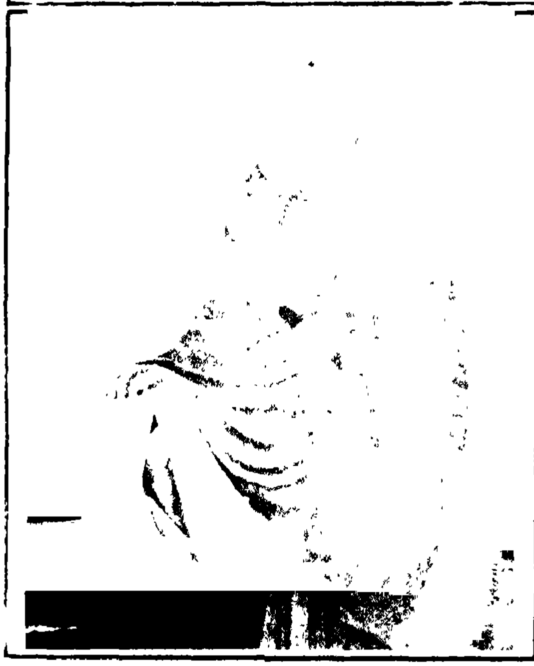


• مہمانوں کے ساتھ دیگر ایوارڈ یافتگان۔

٩

ہندوستانی ادب کے معمار رابندر ناتھ ٹیگور

ٹی ۔ رحمٰن



رابندر ناتھ ٹیگور ہندوستانی ادب کے معمار مانے جاتے ہیں۔ انھوں نے ادب و فن کو زندگی سے آشنا کیا۔ ادب کو زندگی کی سندرتا سے اور زندگی کو ادب و فن کے تہہ دار لذتوں سے مالا مال کیا۔ دراصل ٹیگور روشن خیالی اور بلند فکری کے مالک تھے۔ مغربی اقدار سے اچھی طرح روشناس ہونے کے باوجود انہوں نے دیسی قدروں سے بھی استفادہ کیا۔ ان کی بنیاد اس سرزمین میں مستحکم ہوئی جہاں وہ پیدا ہوئے۔ فنکارانہ تصور اور اس کی تخلیق ہی ان کی زندگی کا مقصد اور نصب العین تھا۔

ٹیگور کا پورا نام رابندر ناتھ ٹھاکر تھا لیکن ٹیگور کے نام سے مقبول عام ہوئے۔ بچپن میں انھیں روبی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان کے والد کا نام دیبندرا ناتھ ٹھاکر اور ماں کا نام سارادا دیوی تھا۔ دیبندرا ناتھ ٹھاکر دوارکا ناتھ ٹھاکر کے بڑے صاحبزادے تھے۔ دوارکا ناتھ ٹھاکر خود بھی ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے اور انگریزی، عربی و فارسی میں مہارت رکھتے تھے۔ ٹیگور کے والد دیبندرا ناتھ ٹھاکر بھی غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے۔ انھیں اپنی مادری زبان بنگلا اور انگریزی کے علاوہ اردو، فارسی اور سنسکرت سے بھی واقفیت تھی۔ ٹیگور کے بڑے بھائی دیجندرا ناتھ ایک شاعر، فلسفی، موسیقار، مصور کی حیثیت سے علم و ادب اور ثقافت کی دنیا میں جانے جاتے ہیں۔ ساتھ ساتھ علم ریاضی میں بھی وہ ماہر تھے۔ منجھلے بھائی ستیندرا ناتھ نے انڈین سول سروس کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ پانچویں بھائی جیتندرا ناتھ فن موسیقی میں مہارت رکھتے تھے اور ڈرامہ نگاری میں بھی خاص دلچسپی تھی۔ ٹیگور کے چچازاد بھائی کے بیٹے ابندرا ناتھ اور گگندرا ناتھ فن مصوری میں مہارت رکھتے تھے۔ ہمندرا ناتھ کے بیٹے نے مصوری کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ ٹیگور کی بہنوں میں سرنو کماری دیوی کو ناول نگار کی حیثیت سے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ وہ اپنے عہد کی پہلی بنگالی خاتون ہیں جنھوں نے فن ناول نگاری میں اپنا جوہر دکھایا۔ ٹیگور اپنے والدین کی آٹھویں اولاد تھے۔ دوارکا ناتھ سے لے کر ان کے بھائیوں اور بہن تک کو علم و ادب کی دنیا میں اہم مقام حاصل تھا جس بچے کی پرورش ایسے ادبی ماحول میں ہوئی۔ ظاہر سی بات ہے وہ بچہ قابل قدر شخصیت ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہذا یہی وجہ ہے کہ ٹیگور کے اندر بیک وقت ایک شاعر، افسانہ نگار، ناول نگار، مصور، موسیقار، ڈرامہ نگار اور اداکار کی صلاحیت موجود تھی۔

ٹیگور کی پیدائش کلکتہ کے جوڑاسانکو کے ۶ دوارکا ناتھ ٹیگور لین میں، ۷ مئی ۱۸۶۱ء (مطابق ۲۵ بیساکھ ۱۲۶۸ بنگلہ سال) کو ہوئی۔ ٹیگور کو پہلے اورینٹل سیمناری اسکول میں، اس کے بعد نارمل اسکول میں داخلہ کرایا گیا لیکن یہاں بھی ان کی طبیعت نہیں لگی۔ اس کے بعد بنگال اکیڈمی اسکول میں داخل کیا گیا۔ یہاں بھی ان کا دل پڑھائی میں نہیں لگ پایا۔ کلکتہ کے مشہور و معروف اسکول سینٹ زیویرس میں بھی انھیں داخل کیا گیا لیکن رسمی تعلیم سے ان کا جی اکتا سا گیا تھا اور سلسلۂ تعلیم ختم ہو گیا۔ گھر والے ان کی ذہانت سے بخوبی واقف تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ طرز تعلیم ان کے لئے ناموزوں ہے لہذا انھیں شیلائی داہ کی کھلی فضا میں بھیج دیا گیا۔ بعد میں ان کی ذہنی ارتقا

کی بالیدگی کے لیئے غیر ممالک بھی بھیجا گیا۔ انگلینڈ میں برائیٹن کے ایک اسکول میں داخل کرایا گیا۔ وہاں قیام کے دوران انھوں نے لاطینی زبان بھی سیکھی۔ اس کے بعد انھوں نے جاپان، امریکہ، ایران، عراق، روس، چین، رنگون، کوالالمپور، سنگاپور اور ہانگ کانگ کا بھی سفر کیا۔

ٹیگور کی شادی ۱۸۸۳ء میں جیسور کے بے نی مادھب رائے چودھری کی بیٹی شریمتی مرنیالینی دیوی کے ساتھ ہوئی۔ ٹیگور کی ذہنی ارتقاء اور تربیت میں ان کی شریک حیات نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

ٹیگور نے کم عمری سے ہی شاعری شروع کر دی۔ تیرہ سال کی عمر میں انھوں نے پہلی نظم "آؤ بھیلاشں" لکھی جو کہ بچوں کے رسالے میں شائع ہوئی۔ ٹیگور کو موسیقی سے اتنا ہی لگاؤ تھا جتنا کہ شاعری سے۔ ربندرا سنگیت آج بھی اپنی منفرد حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ان کے گیتوں کے مجموعے میں "شوندھیر سنگیت" (شام کے گیت) "پربھات سنگیت"، گیتانجلی، بلاکا، مانسی، سونار تری، چھوبی گان، کھیا، پوروبی، مہوا، پوری سیش، گیتالی، گیتی مالیہ وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔ ان کے بہترین ڈراموں میں راجہ رانی، بیشرجن، ڈاک گھر، مکت دھارا وغیرہ ہیں۔ رقص ڈرامہ میں چترانگدہ، والمیکی پرتیبھا، شیاما، سانپ موچن، چنڈالیکا وغیرہ اہم شاہکار ہیں۔ ٹیگور نے کئی ناول بھی لکھے جن میں گورا، چوکھیر بالی، گھرے بائرے، چار ادھیائے وغیرہ ہیں۔ ان کے قابل تحسین افسانوں میں کابلی والا، چھوٹی، گپت دھن، پوسٹ ماسٹر وغیرہ ہیں۔ کابلی والا کو اتنی شہرت ملی کہ بنگلہ زبان کے ساتھ ساتھ ہندی میں بھی اس کا ترجمہ ہوا اور اسے فلمایا گیا۔ ان کی آخری نظم شیش لیکھا ہے جو ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء میں لکھی گئی۔

ٹیگور کی تعمیری خدمات میں سب سے عظیم کارنامہ شانتی نکیتن ہے جسے انھوں نے بین الاقوامی درس گاہ کی شکل دینے کے لیئے اقدامات کیئے۔ ٹیگور نے درسی اور فنی ادارہ شری نکیتن کو چالو کیا اور کلکتہ کے مہاجتی سدن نامی ایک عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔

ٹیگور کو زندگی سے محبت تھی۔ وہ زندگی کو خوش و خرم دیکھنا چاہتے تھے اس لیئے انھوں نے ہمیشہ نغمہ و موسیقی کے انمول خزانے سے اس کے دامن کو مالا مال کرنے کی کوشش کی۔ وہ فطری شاعر تھے اس لیئے فطرت کے ہر حسن کو اپنے بول اور راگ میں پرو کر فنِ ادب کو فن لطیف بنا دیا۔

اس عظیم شاعر و فنکار کو ۱۹۱۳ء میں ان کے معرکتہ الآرا شعری مجموعہ "گیتانجلی" پر نوبل پرائز ملا۔ کلکتہ یونیورسٹی نے ۱۹۱۳ء میں ان کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے لیئے ڈی لٹ کی ڈگری سے نوازا۔ اسی سال بنارس یونیورسٹی نے بھی ڈاکٹر کی ڈگری عطا کی۔ ۱۹ اگست ۱۹۴۰ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے بھی انھیں ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری ملی۔ اس کے علاوہ کئی خطابات بھی ملے۔ جیسے ۱۹۴۱ء میں تری پورہ کے راجہ نے "بھارت بھاسکر" کا خطاب دیا اور حکومت ہند کی طرف سے "سر" کا خطاب ملا لیکن انھوں نے اس اعزاز کو جلیان والا باغ کے اندوہناک واقعہ کے خلاف احتجاجاً قبول نہیں کیا۔

ٹیگور نے ۷ اگست ۱۹۴۱ء کو دن کے ساڑھے ۱۲ بجے کلکتہ میں زندگی کے ۸۰ برس تین مہینوں کی منزلیں طے کرنے کے بعد آخری سانس لی اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

آج ٹیگور ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کے گیت و سنگیت اور دیگر نگارشات ہمارے دل و دماغ اور ہماری روح کی پنہائیوں میں اس طرح رچ بس گئی ہیں کہ ان کی قربت کا لمس ہم آج بھی محسوس کر رہے ہیں۔ یہ ان کی عظمت کا بین ثبوت ہے کہ آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم انھیں بھول نہیں پائے ہیں بلکہ ان کی یادیں ہماری زندگی کا جزوِ لاینفک بن گئی ہیں۔ ان کے کارہائے نمایاں آج بھی مایوسیوں کے اندھیرے میں ہماری راہداری کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سچ ہے ایسی عظیم شخصیت ہر دور میں کہاں پیدا ہوتی ہے۔

بقول اقبال ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

••

"شیشو" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے بچوں میں حقیقی راحت و شادمانی کا ایک خزینہ بے بہا ہمارے لئے ودیعت فرما دیا ہے۔ "شیشو" سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ خدائے عزّ و جل کیوں کر ایک بچہ کی صورت میں جلوہ افروز ہو کر اس امر کا اظہار فرماتا ہے کہ کس کے اوصاف و خصائل اس کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بچے کس طرح ہمیں رنج و غم اور مصیبت و پریشانی سے کوسوں دور رکھتے ہیں۔۔۔۔ "شیشو" کی ہر سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیگور نے بچے کے دل و دماغ، اس کے جذبات، اس کی حسیات، اس کے خیالات، اس کی معصومیت اور اس کی سادگی کے بڑے غور و توجہ سے مطالعہ کیا ہے اور ان نظموں کو زیب قرطاس کرتے وقت ان تمام خصوصیات کا نہایت گہرا اثر کیفیت افزا اثر ان پر طاری رہا ہے۔ ــــــ (ٹیگور اور بچے سے) ــــــ حامد اللہ افسر

یاد

ماں کی مجھے یاد نہیں آتی
صرف کبھی جب کھیلنے چلا جاتا ہوں یکایک بے سان گمان
جیسے کوئی سُر خود بخود
گنگناتا ہوا میرے کانوں میں گونجنے لگتا ہے
ماں کی آواز کے الفاظ جیسے مل جاتے ہیں میرے کھیل میں
ماں شاید گیت گاتی تھی میرے جھولے کو ہچکولے دے دیکر
ماں چلی گئی، جاتے جاتے جیسے گانے پھینک گئی ہے

ماں کی یاد مجھے نہیں آتی
صرف جب کنوار کے مہینے میں بھور کے سمے ہر سنگار کے بن میں
شبنم کے قطروں سے بھیگی ہوئی
ہوا میں لپٹی ہوئی پھولوں کی خوشبو آتی ہے
اس وقت کیوں ماں کی بات میرے دل میں تیرتی پھرتی ہے؟
کبھی شاید ماں لاتی تھی پھولوں کی ڈلیا ڈھو کر ــــ
اسی لئے پوجا کی خوشبو آتی ہے ماں کی خوشبو بن کر

ماں کی مجھے یاد نہیں آتی
صرف جب بیٹھتا ہوں جا کر خواب گاہ کے گوشے میں
کھڑکی سے جھانکتا ہوں جب دور نیلے آکاش کی طرف
ایسا معلوم ہوتا ہے ماں میری جانب بے پلک جھپکائے دیکھ رہی ہے
گود میں لے کر کبھی وہ مجھے غور سے دیکھتی تھی ــــ
وہی دیکھنا وہ جیسے رکھ گئی ہے سارے آکاش میں پھیلا کر

(شیشو بھولاناتھ سے)

نقاد

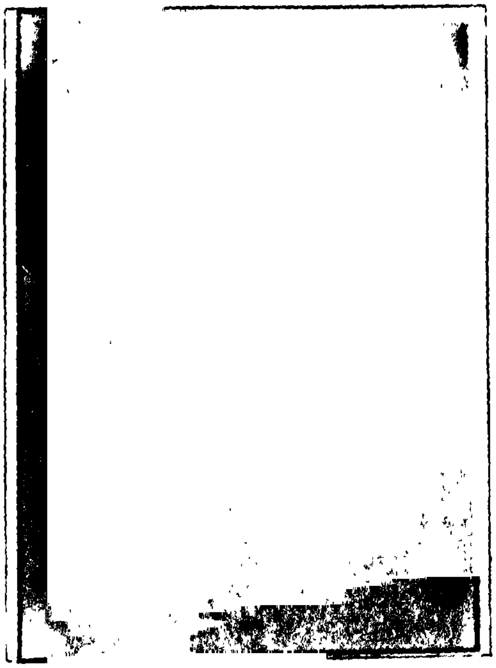
ابّا خود سب کتاب لکھتے ہیں نا!
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھتے ہیں
اس دن پڑھ کر سنا رہے تھے تجھے،
سمجھ میں آیا تھا؟ ماں سچ سچ بول
تب ایسا لکھنے سے
بول تو کیا فائدہ ہے؟
ماں تیرے منھ سے جیسی باتیں سنتا ہوں
ویسی باتیں وہ کیوں نہیں لکھتے؟
دادی نے کیا ابّا کو کبھی
کوئی راجا کی کہانی نہیں سنائی تھی؟
وہ سب کہانیاں کیا وہ بھول گئے ہیں

نہانے نہانے میں دیر ہو رہی ہے اس لئے
ماں، تم بس پکار پکار کر جاتی ہو،
کھانا لئے تم بیٹھی رہتی ہو
یہ بات انہیں یاد ہی نہیں رہتی
وہ ہر وقت کرتے رہتے ہیں
لکھنے لکھانے کا کھیل
ابا گھر پر یہ کھیل کھیلتے رہتے ہیں
تم مجھے شرارتی لڑکا کہتی ہو
مجھے ڈانتی ہو شور و غل کرنے پر
"دیکھتا نہیں ابا کمرے میں لکھ رہے ہیں"
بولو سچ بولو لکھنے سے کیا پھل ملتا ہے؟

(شیشو سے)

رابندر ناتھ کی گیتانجلی اور دیگر تخلیقات

شانتی رنجن بھٹاچاریہ



بنگلہ سنہ ۱۳۱۷ (مطابق ۱۹۱۰ء) کے آخر میں رابندر ناتھ نے "گیتانجلی" کو مکمل کیا اور اسی سال درگا پوجا سے پہلے (یعنی ماہ اکتوبر سے پہلے) شائع کیا۔ "گیتانجلی" وہ مشہور تصنیف ہے جس پر شاعر کو ادبی دنیا کا سب سے بڑا اعزاز نوبل انعام ملا۔ یہ انگریزی "گیتانجلی" یعنی Song offerings —— پر دیا گیا۔ انگریزی گیتانجلی بنگلہ کا ہو بہو ترجمہ[1] نہیں ہے۔ بنگلہ "گیتانجلی" میں ۱۵۷ گیت ہیں اور انگریزی میں صرف ۱۰۳۔

گیتانجلی کو کسی بھی لحاظ سے رابندر ناتھ کی تنہا بہتر تخلیق کہا نہیں جا سکتا۔ گیتانجلی سے قبل کی منظوم تخلیقات میں "مانسی" (۱۸۹۰) "سونار تری" (۱۸۹۴) اور "ویدیا" (۱۹۰۱) اہم مجموعے ہیں۔ "مانسی" تک پہنچتے پہنچتے شاعر کے فکر و فن میں پختگی آگئی تھی۔ وہ انگلستان اور فرانس وغیرہ کا سفر بھی کر چکے تھے۔ بنگال کی دیہی زندگی کو بھی انھوں نے قریب سے دیکھا تھا۔ سودیشی تحریک میں حصہ لے چکے تھے لہٰذا "مانسی" کی نظموں میں دیہات کے قدرتی مناظر اور عام دیہاتی زندگی سے ہم شاعر کو قریب پاتے ہیں۔ "سونار تری" (سونے کی ناؤ) میں بقول سکمار سین۔

"شاعر کے تجربات، مشاہدات اور انسانی قدروں کو سمجھنے کی کوشش کو نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ شاعر کی ذکاوت، جوش و خروش، چمک دمک زندگی کو پرکھنے کی صلاحیت یہاں ابھر آئی ہے۔ یہاں زندگی کی بنیادوں کو اجاگر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی شاعر کی انفرادیت بھی نمایاں ہو گئی ہے۔ اشعار کی زبان میں نرمی اور سادگی ہے۔"

"سونار تری" میں رومانیت ضرور ہے لیکن یہ واضح ہے کہ شاعر عام لوگوں سے قریب آگیا ہے۔ "سونار تری" کے پیش لفظ میں شاعر نے لکھا تھا "انسان میرے دل کے قریب پہنچ گیا اور اس نے مجھے بیدار کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کے سلسلے میں سوچا، کام کیا، کئی فرائض سامنے آئے اور ان فرائض سے آج بھی میرا خیال بکھرا نہیں ہے۔ انسان سے قریب آنے پر میری زندگی میں ادب کا راستہ اور میرے کام کا راستہ (راہ ادب اور راہ عمل) دونوں ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگے ——" (تاریخ بنگلا ادب، سکمار سین، ساہتیہ اکاڈمی ص۲۵۳)

ہم "سونار تری" میں صاف دیکھتے ہیں کہ شاعر نے آنکھیں کھول کر دنیا پر نظریں ڈالی ہیں۔ ہندوستان میں جو انقلابی معاشی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں شاعر نے اس کو محسوس کیا ہے۔ دیکھا اور سمجھا کہ جاگیردارانہ سماج (Feudal [illegible]) دم توڑنے کو ہے لیکن اس وقت تک جاگیردارانہ نظام مکمل طور پر مٹا نہیں تھا اور نہ ہی سرمایہ دارانہ نظام قائم ہو پایا تھا۔ لہٰذا "سونے کی ناؤ" جاگیردارانہ نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کا درمیانی وقفہ اور ٹکراؤ کو پیش کرتا ہے۔ کسان اپنی محنت سے سونے کی فصل اگاتا ہے اور اس کی فصل سونے کی ناؤ میں بھر لی جاتی ہے (ہندوستانی کسان تمام مال پیدا کرتا ہے اور انگریز سرمایہ دار اسے سونے کی ناؤ میں بھر کر لے جاتا ہے) کسان نے جان توڑ محنت سے فصل پیدا کی اور اس کی فصل سے ناؤ بھر لی گئی۔ ناؤ چلی گئی، فصل لے کر دور بہت دور سات سمندر پار لیکن بیچارہ کسان جہاں تھا وہیں ہے

[1] ترجمہ رابندر ناتھ نے بذات خود کیا تھا

بے یار و مددگار پڑا رہا۔ اس سونے کی ناؤ میں کسان کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے جس میں اس کی پیدا کی ہوئی فصل بھر لی جاتی ہے۔ شاعر نے کسان کی اس حالت کو کتنا صاف اور حسین پیرائے میں بیان کیا ہے :-

"میں
سنسان ندی کنارے ہی پڑا رہا
اور میرا جو کچھ تھا
وہ سب کچھ ـــــ لے گیا
وہ سونے کی ناؤ ـــــ"

بعض حضرات نے "سونے کی ناؤ" کا یہ مطلب نکالا ہے کہ انسان کی اپنی کوئی ہستی نہیں ہے اس کی اپنی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اگر کچھ قیمت ہے تو وہ اس کی محنت کی ہے، محنت کے پھل کی ہے۔ لہذا یہاں شاعر یہ کہتا ہے کہ محنت کے پھل سے کشتی بھر لی جاتی ہے لیکن اگر نام و نمود چاہو تو وہ ملنے سے رہی چونکہ دنیا صرف "محنت کا پھل" ہی قبول کرے گی۔ اگر ہم یہ مطلب بھی نکال لیں تو صاف ہے کہ محنت کی اہمیت کو شاعر جان چکا تھا اور اسے افسوس تھا کہ محنت کا پھل تو لوگ اٹھا لیتے ہیں، کسان کی فصل تو لوگ لے لیتے ہیں لیکن بیچارے کسان کی حالت پر کسی کی نظر نہیں پڑتی اس سے بھی کسان سے شاعر کی ہمدردی صاف ظاہر ہے۔

"نویدیا" میں ہم شاعر کو ایک اور روپ میں پاتے ہیں۔ یہاں شاعر اور بھی بیدار ہے۔ اس کا سیاسی شعور جاگ اٹھا ہے۔ ہندوستان کی حالت اس سے دیکھی نہیں جاتی اور اس کا دل رونے لگا ہے لہذا "نویدیا" کی نظموں میں شاعر لوگوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں شاعر کا لہجہ بھی بدل گیا ہے۔ وہ دیگر شعراء کو بھی آواز دیتا ہے اور عوام کو جگانے کے لئے کہتا ہے۔

"اس موت کو، سکوت کو توڑنا ہوگا
ان دیواروں کو گرانا ہوگا
پہاڑ جیسے جمے ہوئے کوڑا کرکٹ، گرد و غبار کو ہٹانا ہوگا
اے غفلت اور نیند کے متوالو
بیدار ہو جاؤ ـــــ اُٹھو
سنہری صبح کا سواگت کرو
سکوت توڑو، اور حرکت میں آجاؤ"

مجموعۂ کلام "کوڑی و کومل" جو ۱۸۸۶ء کی تخلیق ہے میں ہم دیکھتے

ہیں کہ شاعر کو زندگی سے بھرپور پیار ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے عوام کے دلوں میں زندہ رہنے کا خواہاں ہے۔ شاعر نظم "پران" میں کہتا ہے :-

"میں اس حسین جہاں میں
موت کا خواہاں نہیں ہوں
بلکہ ـــــ میں لوگوں کے دلوں میں
زندہ رہنا چاہتا ہوں !
آفتاب تلے
اس حسین گلشن میں
اگر زندہ دلوں میں، مجھے تھوڑی سی جگہ مل جائے !"

محض اتنا ہی نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ لوٹ اور مظالم کے خلاف شاعر کا شعور بلند ہو چکا ہے۔ اس نے نہ صرف ظلم کے خلاف آواز اٹھائی ہے بلکہ دیگر قلم کاروں کو بھی للکارا ہے۔ ان کی مشہور نظم "اب مجھے لوٹا دو" (اے بار پھیرا دو مورے) جو "گیتانجلی" سے ۲ برس پہلے کی تخلیق ہے، میں وہ کہتے ہیں :

"اب مجھے لوٹا دو
دنیا کے لوگ
آٹھوں پہر، اپنے کام میں مگن رہتے ہیں
اور تو
گھر سے بھاگے ہوئے بھٹکے ہوئے بچے کی طرح
آگ برساتی دھوپ میں
اک درخت کے سائے تلے
سنسان میدان میں
بالکل اکیلا
دن بھر بانسری بجاتا رہا ـــــ !

ارے، تو جاگ، آنکھیں کھول
دیکھ، شعلے کہاں بھڑک اٹھے
کس کا سنکھ بج اٹھا
دنیا کے عوام کو بیدار کرنے کے لئے ـــ !!

رونے کی صدا کہاں سے آرہی ہے ؟
کہاں ، کس اندھیرے میں
قیدی ، یتیم مدد مانگ رہا ہے ؟

. . . .

ظالم ـــــ
غریبوں کی عزّت لوٹ کر
کمزور و ناتواں کا خون چوس کر
انہیں پامال و برباد کر کے
ان کے دکھ درد کی ہنسی اڑا رہے ہیں

. . . .

ان اداس چہروں پر
صدیوں کے ظلم و ستم کی کہانیاں ہیں
غریب بے چارے ، جب تک جیتے ہیں
پیٹھ پر ہزاروں بوجھ لادے پھرتے ہیں
اور آخر کار ـــــ
اولاد کو بطور وارث چھوڑ جاتے ہیں
دنیا کا بوجھ ڈھونے کے لئے

. . . .

وہ روٹی کے دو ٹکڑوں کے بل پر
زندگی کے ٹمٹماتے دیپ کو جلائے رکھتے ہیں
اور جب کوئی ظالم
اُن ٹکڑوں کو بھی چھین لیتا ہے
موت کے بھیانک منہ میں دھکیل دیتا ہے
تب بھی یہ نادان بچے
یہ نہیں جانتے کہ ـــــ
انصاف کے لئے کس در کو کھٹکھٹائیں
صرف ایک ٹھنڈی سانس بھر کر پکارتے ہیں
" بھگوان ! بھگوان " !!
اور خاموش موت کی نیند سو جاتے ہیں

. . . .

ان سب نادان ، اداس ، بے زبانوں کو
زبان دینی ہوگی
ان سب مرجھائے دلوں کو
یقین سے بھرپور کرنا ہوگا
للکار کر کہنا ہوگا
تم سب سر بلند کر کے ، ایک ساتھ کھڑے ہو جاؤ
تم جن سے ڈرتے ہو
وہ ظالم
تم سے زیادہ کمزور ہیں ـــــ !
جب تم جاگو گے ، ایک ہو جاؤ گے ۔
تب ـــــ وہ ظالم ، بھاگ جائیں گے ، جھک جائیں گے
جب تم ان کے روبرو کھڑے ہو جاؤ گے
تب وہ ظالم
کتوں کی طرح دُم دبا کر بھاگ جائیں گے ـــــ "

"گیتانجلی" سے پہلے ٹیگور کے کلام کے ۲۷ / ۲۸ مجموعے شائع ہو چکے تھے لیکن "گیتانجلی" کے بغیر گیتوں میں زندگی کی حرارت پائی نہیں جاتی۔ یہ گیت ہمیں جگانے کے بدلے سلانے کا کام کرتے ہیں۔ ان گیتوں میں ناامیدی ہے، مایوسی ہے، اداسی ہے، افسردگی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا علم نہ ہو تو "گیتانجلی" کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ شاعر کی ان دنوں کی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے پربھات کمار مکھوپادھیائے لکھتے ہیں :

"پوجا کی تعطیلات (شانتی نکیتن بند ہونے کی وجہ سے) میں وہ شیلا داہ گئے۔ وہاں چند رشتہ داروں اور دوستوں کے انتقال کی خبریں ملیں۔ دل میں بے شمار خیالات ابھرے۔ خود ان کی صحت بھی ناساز تھی۔ کشمکش میں بھٹک رہے تھے۔ تعطیلات کے بعد شانتی نکیتن لوٹے . . . . ان دنوں دل نہایت بے چین تھا۔ روحانی سکون کی تلاش تھی۔ ہر روز صبح منہ اندھیرے مندر جاتے۔ دو چار ماسٹر طلبا وہاں ہوتے۔ عبادت کے بعد ان لوگوں کے اصرار پر کچھ کہتے اور کمرے میں لوٹ آنے کے بعد ان باتوں کو قلمبند کرتے۔ اس طرح شانتی نکیتن میں اپدیش دینے کی ابتدا ہوئی۔ شاعر نے دھرم سے متعلق جو باتیں اس طرح کہی ہیں وہ بعد میں ۷، جلدوں میں شائع

ہوئے۔ جن میں سے اولین آٹھ جلدیں ۱۰ ۱۹ء تا ۱۲ ۱۹ء میں
چھپیں۔۔۔۔ "گیتانجلی" کے گیت بھی تقریباً ہر روز ایک
دو لکھے جاتے رہے گیتوں کی تخلیق کرتے، شر دیتے کر گاتے، اسی
طرح پوجا ہوتی۔۔۔ پانچ ماہ اس طرح گزر گئے [1]،،
"گیتانجلی" کی تخلیق کے برسوں بعد خود ربندر ناتھ نے اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا، جب پے در پے رنج و غم سے
نڈھال ہو کر ایسا محسوس ہوا تھا کہ زندگی کا سب کام پورا ہو چکا
ہے اور اب میں ایک چراغ سحری ہوں۔ اب ایشور کا نام جپنے کے
دن ہیں۔ لہٰذا اب سکونِ قلب اور ابدی امن کی منزل کو تلاش
کرنا ہی واحد کام ہے ـــــ"

ربندر ناتھ کی زندگی پر نظر ڈالنے پر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی شریکِ حیات کا انتقال ۱۹۰۲ء میں ہوا، ۱۹۰۴ء میں بیٹی رینو کا، ۱۹۰۵ء میں والد اور ۱۹۰۷ء میں بیٹے شمی بندر ناتھ بھی چل بسے۔ پے در پے ایسے غموں کا مقابلہ آسان نہیں ہے لیکن شاعر کے دل کی یہ حالت، یہ اداسی اور پژمردگی بہت دنوں تک برقرار نہیں رہی اور نہ ہی شاعر طویل عرصہ تک شانتی نکیتن میں بھجن گانے میں مگن رہے۔ شری پربھات کمار مکھوپادھیائے نے اس سلسلے میں لکھا:

"آدمی ہمیشہ روحانیت میں مگن نہیں رہ سکتا چاہے دھیان
کرے یا بھجن کرے۔۔۔۔ پانچ ماہ مسلسل شانتی نکیتن میں
تقریباً ہر روز اپدیش دیتے رہے لیکن شاعر کے لئے یہ ایک رنگی
زندگی، ایک رخی زندگی، اس ایک فکر کو ساتھ لئے اور ایک ہی
مقام پر زیادہ دنوں تک ٹکنا نہایت تکلیف دہ ثابت ہوئی۔
دھرم اپدیش دینا ان کی عادت بن جا سکتی ہے اور اس کا نتیجہ
ہمیشہ سننے والوں کے لئے مفید نہیں ہوگا اس خطرہ سے شاعر
آگاہ تھا چنانچہ اس ماحول سے بچ نکلنے کے لئے وہ بے چین ہو گئے
اور انہیں دنوں پھر ان کو باہر جانا پڑا۔"

ربندر ناتھ کی یہ حالت، دل و دماغ پر نا امیدی کے بادل زیادہ دنوں تک چھائے ہوئے نہیں رہے لیکن "گیتانجلی" اس وقت کا ترجمان ہے پھر بھی یہ نہ سمجھا جائے کہ گیتانجلی کے سب گیت اپنے دامن میں محض فراریت لئے ہوئے ہیں صرف رنج و غم، مایوسی، ناامیدی، اداسی، ناکامی، بےکسی اور زندگی سے فرار کا درس ہی "گیتانجلی" میں ہے۔ "گیتانجلی" میں دکھ درد ضرور ہے لیکن مایوسی نہیں۔ لہٰذا اسے زندگی سے فرار نہیں بلکہ غمِ حیات کا ترجمان کہنا زیادہ درست ہے۔ "گیتانجلی" کے گیتوں میں "بھارت تیرتھ"، غریب کا ساتھی، بے عزت، بیداریٔ روح اور "خاکِ مندر" وغیرہ ایسے گیت ہیں جو یقیناً زندگی آموز ہیں اور اہم ہیں ملاحظہ ہو۔

"یہ عبادت، نغمہ و سرور
یہ تسبیح خوانی چھوڑ ـــــ!
دروازہ بند کرکے
خانقاہ کے سنسان اور تاریک گوشہ میں تو کس کی پرستش کر رہا ہے؟
دیکھ تیرا خدا، ترے روبرو نہیں ہے ـــــ!
وہ وہاں ہے
جہاں کاشتکار سخت زمین میں ہل چلا رہا ہے
جہاں، سڑک بنانے والا پتھر توڑ رہا ہے
وہ، ان کے ساتھ دھوپ اور بارش میں ہے
اور اس کا ملبوس خاک میں اٹا ہوا ہے

. . . .

اپنے تخیلات سے باہر آ،
ان پھولوں اور بخورات کو الگ رکھ دے
کیا حرج ہے اگر تیرے کپڑے بوسیدہ داغدار ہیں؟
اُس سے مل
اور محنت و عرق پیشانی کے ساتھ
اس کے پاس آ کھڑا ہو

(ترجمہ نیاز فتح پوری۔ صفحہ ۴۵ - ۴۶)

۲:- یہ میری پرارتھنا نہیں ـــــ کہ
وقت مصیبت مجھے بچا لو
بلکہ میرا مدعا ہے ـــــ کہ
میں خطروں سے نہ گھبرا جاؤں

. . . .

کوئی پروا نہیں اگر تم

[1] بنگلہ کتاب "ربندر ناتھ کی جیون کہانی" از پربھات کمار مکھوپادھیائے۔ چوتھا ایڈیشن ۱۹۸۱ء صفحہ ۷۲۔ مزید تفصیلات کے لئے ان کی مفصل کتاب "حیات ٹھاکر" جلد ۲ دیکھئے۔

رنج و غم سے نڈھال دل کو، دلاسا نہ دو
صرف مجھے یہ ہمت دو کہ میں
رنج و غم کا مقابلہ کر سکوں
("آ تما تران" مجموعہ "گیتانجلی" ترجمہ راقم الحروف)

اے مرے بدنصیب وطن

. . . .

تم نے جن کی بے عزتی کی ہے
تمہیں بھی ان کی طرح بے عزت ہونا ہوگا
سامنے آ کھڑا ہونے پر بھی
جن کو تم نے انسانیت کے حقوق سے محروم رکھا ہے
تم کو بھی
ان کی طرح، بے عزت ہونا پڑے گا
(نظم "اپمانیہ" مجموعہ گیتانجلی"۔ ترجمہ راقم الحروف)

سائنس کی ترقی نے آج دور دور کے ممالک کو قریب کر دیا ہے اور آج کے دن مختلف ممالک کا سفر کئے بغیر بھی ہم ان ممالک کے سلسلے میں بہت کچھ جان سکتے ہیں لیکن عہدِ ربندر ناتھ میں یعنی انیسویں صدی انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں کی تیسری دہائی تک، ولایت ہم سے اتنا قریب نہیں تھا۔ ربندر ناتھ نے یورپ کا بار بار سفر کر کے ہندوستان کے لئے جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ ہے کہ یورپی ممالک خاص کر انگلستان کے باشندوں میں ہندوستان کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں تھیں ان کو دور کیا۔ عام طور پر ہندوستان کے سلسلے میں یورپ کے عوام تاریکی میں تھے۔ عموماً وہ کچھ جانتے ہی نہیں تھے اور اگر کچھ جانتے تھے تو بیشتر غلط جانتے تھے۔ ایسی غلط باتیں جو انگریز حکمراں اپنے مفاد کی خاطر غیر ممالک میں پرچار کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہ ہندوستان کے باشندے بالکل جاہل ہیں، جنگلی ہیں، تہذیب و تمدن سے ان کا دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ وہ وحشی ہیں اور یہ کہ انگریز ان کو "آدمی" بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ انگریزوں نے ہندوستان کی ترقی کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ چونکہ انگریز روشن خیال اور انسان دوست ہیں لہٰذا یہ انگریزوں کا قومی، اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ ہندوستانیوں کو وہ "آدمی" بنائیں وغیرہ وغیرہ

نوبل ادبی انعام یورپ کی کئی شخصیتوں کو مل چکا تھا لیکن ایک غلام ملک ہندوستان کے باشندے کو ملنا جس کو وہ ہندو پوئٹ سے (Hindu Poet) کے لقب سے جانتے تھے۔ ان کے لئے حیرت انگیز واقعہ تھا۔ لہٰذا ۱۹۱۳ء میں ربندر ناتھ کو نوبل انعام ملنے پر یورپ کے تعلیم یافتہ سماج کی نظر میں ہندوستان پر جم گئیں۔ یورپ کے باشندے ہندوستان کو کس نظر سے دیکھتے تھے اس کا دلچسپ ذکر کرتے ہوئے محترمہ موتر لیا دیوی اپنی مشہور تصنیف "وشوا سبھائے ربندر ناتھ" (عالمی محفل میں ربندر ناتھ) میں لکھتی ہیں کہ ربندر ناتھ کو نوبل انعام ملنے پر جرمن میں ایک کارٹون شائع ہوا تھا۔ اس کارٹون میں دکھایا گیا تھا کہ تاڑ کے درخت پر پگڑی پہنا ہوا ایک ہندو بیٹھا ہے اور اس کے ہاتھ میں نوبل انعام کی سند ہے۔

پہلی بار جون ۱۹۱۲ء میں "گیتانجلی" کا ترجمہ لے کر ربندر ناتھ انگلینڈ گئے تھے۔ ایک کاپی میں چند نظموں کا ترجمہ انھوں نے روتھن اسٹائن کو دیا۔ وہی وہ مبارک دن ہے جس دن سے شاعر کا نام دنیائے ادب میں پھیلنے لگا۔ روتھن اسٹائن نے ربندر ناتھ سے اپنے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے Men and Memories میں لکھا ہے کہ:۔

"میں نے ایک انگریزی رسالہ ماڈرن ریویو کلکتہ میں ایک افسانے کا ترجمہ کابلی والا پڑھا تھا۔ جس نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ افسانہ نگار کا نام ربندر ناتھ ٹھاکر تھا۔ میں نے جوڑاسانکو کو خط لکھا کہ ربندر ناتھ کی چند اور کہانیاں ترجمہ کر کے روانہ کریں۔ چند دنوں بعد میرے نام ایک کاپی آئی (اجیت چکرورتی کا ترجمہ کیا ہوا) اس میں چند نظمیں تھیں۔ نظموں کو پڑھ کر میں بے حد متاثر ہوا۔ ان ہی دنوں برجو لال سین سے میرا تعارف ہوا تھا۔ اور وہ بربندر ناتھ شیل کے ہمراہ میرے گھر آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ ربندر ناتھ کو لندن لے آئیں اور ایک خط بھی لکھا تھا۔ اس کے بعد ایک دن معلوم ہوا کہ ربندر ناتھ لندن آئے ہیں بیشتر میرے گھر آتے جاتے رہے۔ ربندر ناتھ نے اپنی نظموں (گیتانجلی) کے جو ترجمے خود کئے تھے وہ انھوں نے مجھے دیئے۔ میں نے نظموں کی اس کاپی کو شاعر ایٹس کے حوالے کیا۔ شاعر ایٹس ان نظموں کے مطالعہ سے اتنا متاثر ہوا کہ وہ خود اپنے گاؤں سے ربندر ناتھ سے ملنے لندن آیا۔ چند روز میں ربندر ناتھ کا تعارف لندن کے اہلِ علم سے ہوا۔ ۱۲ رجولائی کو جو استقبالیہ دیا گیا تھا اس جلسہ کی صدارت خود ملک الشعراء ایٹس نے کی تھی۔"

آج کے دور کے کئی ادباء شعراء کا خیال ہے کہ ربندر ناتھ نے جو ترجمے کئے تھے وہ معیاری نہیں ہیں اور ان کی زبان میں کئی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ ممکن ہے ایسی باتوں میں کچھ صداقت ہو۔ انگریزی ربندر ناتھ کی اپنی زبان نہیں تھی اور انگریزی میں خیال کی درست ترجمانی کا انہوں نے کبھی دعویٰ بھی نہیں کیا ہے۔ ربندر ناتھ نے خود لکھا ہے ــــ "انگریزی زبان کے صدر دروازے کی چابی میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مجھے اچک اچک کر راستے کی دیواروں کو پھاندنا پڑتا ہے اور اس طرح راستہ چلنا ایک ورزش ہے"۔ لیکن اس کے باوجود ان کی شاعری کی موسیقیت، شگفتگی، حسن، روحانی کیفیت، احساسات کی گہرائی اور انداز بیان کا نیاپن چند ایسی خصوصیات تھیں جس نے اس عہد میں یورپ کا دل جیت لیا۔

ربندر ناتھ ٹھاکر کو نوبل انعام ملنے پر دنیا پر یہ روشن ہوا کہ دنیا کے ہر ملک میں، ہر قوم میں، ہر زبان میں، ہر رنگ و نسل میں، عظیم انسان پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ سامراجی ممالک کی کوئی جاگیر نہیں ہے کہ ان کے دیش ہی میں عظیم انسان ہوں گے اور یہ بھی کہ طاقت کے بل پر ظلم و ستم کے بل پر سامراجیت کی قوت، کسی قوم کو صرف کچھ عرصہ تک ہی دبائے رکھ سکتی ہے، ہمیشہ کے لئے نہیں۔ دنیا کے وہ ممالک جو ہمارے ملک کے سلسلے میں بالکل بے خبر تھے، لاعلم تھے، تاریکی میں تھے، وہ جو ہمیں جاہل اور وحشی ہی جانتے تھے۔ ان سب کی آنکھیں کھل گئیں اور انھوں نے جانا کہ غلام ہندوستان میں بھی انسان ہیں، اور یہ ملک بھی ایک تہذیب و تمدن کا مالک ہے۔

■■

ربندر ناتھ ٹیگور کے مجموعہ ہائے کلام

۱۔ کوبی کاہنی — نومبر ۱۸۷۸ء
۲۔ بن پھول — مارچ ۱۸۸۰ء
حالاں کہ یہ "کوبی کاہنی" سے دو سال پہلے کی تخلیق ہے
۳۔ بھگنہ ہردیئے — ۱۸۸۱ء
۴۔ سندھیا سنگیت — ۱۸۸۲ء
۵۔ پربھات سنگیت — ۱۸۸۳ء
۶۔ چھبی دگان — ۱۸۸۴ء
۷۔ شیش شب سنگیت — ″
۸۔ بھانو سنگھ ٹھاکر پداولی — ″
۹۔ ربی چھایا — ۱۸۸۵ء
۱۰۔ کوڑی و کومل — ۱۸۸۶ء
۱۱۔ مانسی — ۱۸۹۰ء
۱۲۔ سونار تری — ۱۸۹۴ء
۱۳۔ بدائے ابھی شاپ — ″
۱۴۔ ندی — ۱۸۹۶ء
۱۵۔ مالنی — ″
۱۶۔ چترا — ″
۱۷۔ چیتالی — ″
۱۸۔ کنی کا — ۱۸۹۹ء
۱۹۔ کتھا — ″

۲۰۔ کلپنا — ۱۹۰۰ء
۲۱۔ کاہنی — ″
۲۲۔ کھنی کا — ″
۲۳۔ نئی بیدیا — ۱۹۰۱ء
۲۴۔ سمرن (سورن) — ۱۹۰۲ء
۲۵۔ باؤل گیت — ۱۹۰۵ء
۲۶۔ کھے یا — ۱۹۰۶ء
۲۷۔ کتھا و کاہنی — ۱۹۰۸ء
۲۸۔ شیشو — ۱۹۰۹ء
۲۹۔ گیتانجلی — ۱۹۱۰ء
اردو میں انگریزی گیتانجلی Song Offerings کے کئی ترجمے ہوئے لیکن پہلا ترجمہ "عرض نغمہ" کے نام سے ۱۹۱۴ء میں نیاز فتحپوری نے کیا۔
۳۰۔ آت شرگہ — ۱۹۱۴ء
۳۱۔ گیتی مالیہ — ″
۳۲۔ گیتالی — ۱۹۱۴ء
۳۳۔ بلاکا — ۱۹۱۶ء
۳۴۔ پلاتکا — ۱۹۱۸ء
۳۵۔ شیشو بھولاناتھ — ۱۹۲۲ء
۳۶۔ پوربی — ۱۹۲۵ء
۳۷۔ پرباہنی — ″
۳۸۔ لے کھن — ۱۹۲۶ء
۳۹۔ مہویا — ۱۹۲۹ء

۴۰۔ بن بانی — ۱۹۳۱ء
۴۱۔ پری شیش — ۱۹۳۲ء
۴۲۔ پونشچہ — ″
۴۳۔ بچی تریتا — ۱۹۳۳ء
۴۴۔ شیش سپتک — ۱۹۳۵ء
۴۵۔ بیتھی کا — ″
۴۶۔ پتر پوٹ — ۱۹۳۶ء
۴۷۔ شیاملی — ″
۴۸۔ سائیک پتر — ۱۹۳۶ء
۴۹۔ کھاپ چھاڑا — ″
۵۰۔ چھڑار چھبی — ۱۹۳۷ء
۵۱۔ پران تک — ۱۹۳۸ء
۵۲۔ سے جوتی — ″
۵۳۔ گیت بیتان — ″
۵۴۔ پرباسنی — ۱۹۳۹ء
۵۵۔ آکاش پردیپ — ″
۵۶۔ نب جاتک — ۱۹۴۰ء
۵۷۔ سانائی (شہنائی) — ″
۵۸۔ روگ شجائے — ″
۵۹۔ نارد گیہ — ۱۹۴۱ء
۶۰۔ گلپہ سلپہ — ″
۶۱۔ جنم دینے — ″
۶۲۔ چھڑا — ″
۶۳۔ شیش لیکھا — ″

گیتانجلی سے ۲ نظمیں

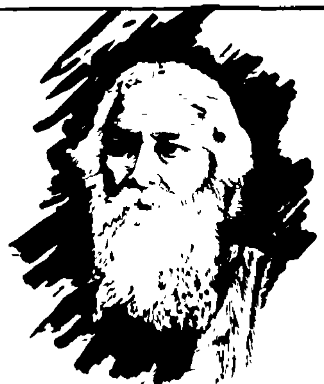
ترجمہ: نیاز فتح پوری



میں تو صرف اتنی عنایت چاہتا ہوں
کہ ایک لمحے کے لئے تیرے پاس بیٹھ جاؤں
اور کام جو میرے پاس ہیں
انہیں تو میں پھر بھی ختم کرلوں گا
تیری صورت سے اوجھل ہو کر
میرا قلب راحت و مہلت سے نا آشنا ہو جاتا ہے
اور میرا کام محنت کے بحرِ ناپیدا کنار میں
ایک غیر محدود مشقت ہو کر رہ جاتا ہے
آج موسمِ گرما میں اپنی آہوں اور سرگوشیوں کے ساتھ
میرے دریچہ کے پاس آگیا ہے
اور شہد کی مکھیوں نے شگفتہ کنج کے صحن میں
اپنا ساز چھیڑ رکھا ہے
اب وقت آگیا ہے کہ
تیرے چہرے کے مقابل خاموش بیٹھ جاؤں
اور ساکن و وافر فرصت میں
نغمۂ حیات (تیرے حضور میں) گاؤں ••

میں جانتا ہوں
وہ دن آئے گا جب اس دنیا کا
نظارہ میرے لئے ختم ہو جائے گا
اور زندگی میری آنکھوں پر پردہ ڈال کر
چپکے سے رخصت ہو جائے گی
لیکن ستارے بدستور رات کے وقت تکا کریں گے
صبح اسی طرح طلوع ہوا کرے گی
اور گھنٹے امواجِ بحر کی طرف
مسرت و غم کا شمار کرتے ہوئے
موجزن ہوا کریں گے
جب میں اپنے لمحات کے اس انجام کا خیال کرتا ہوں
تو ان لمحات کا حجاب ٹوٹ جاتا ہے
اور میں اپنی موت کی روشنی میں
تیری دنیا اور اس کے لاپروا خزانوں کو
دیکھنے لگتا ہوں
اس کی حقیر زندگی بھی بے نظیر
اور اس کی ادنیٰ ترین زندگی بھی بے بہا
وہ چیزیں جن کی بیکار آرزو میں نے کی،
وہ چیزیں جو مجھے ملیں
ان سب کو جانے بھی دو
مجھے صرف ان چیزوں پر حقیقی قبضہ پا جانے دو
جن کو میں نے ہمیشہ ٹھکرایا اور نظر انداز کیا ••

ربندرا ناتھ ٹیگور ایک نظر میں



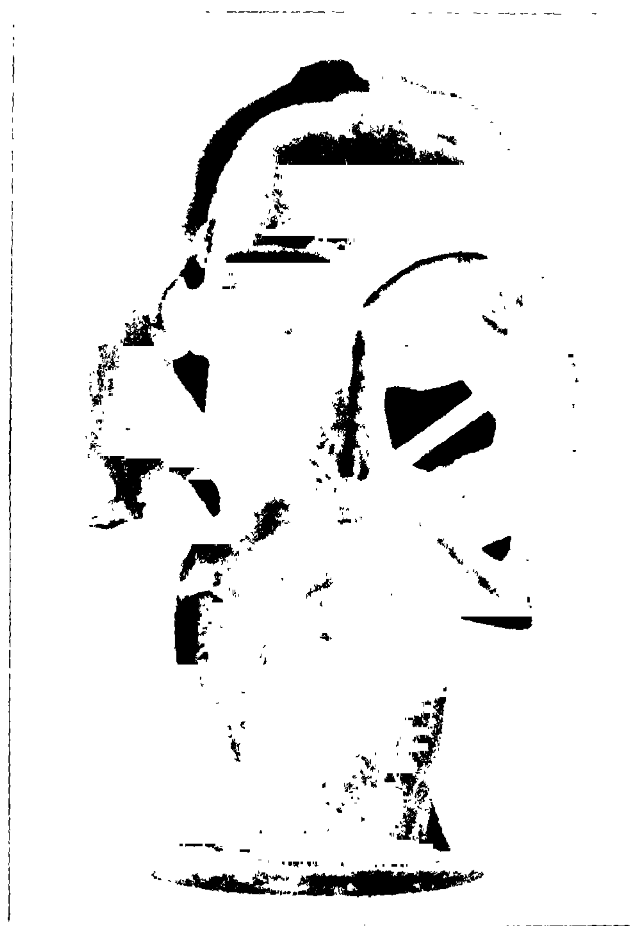
پورا نام	:	ربندرا ناتھ ٹھاکر
معروف بنام	:	ٹیگور
والد کا نام	:	دیبندرا ناتھ ٹھاکر
والدہ کا نام	:	ساردا دیوی
جائے ولادت	:	جوڑاسانکو، کلکتہ
تاریخ ولادت	:	۷ مئی ۱۸۶۱ء مطابق ۲۵ بیساکھ بنگلہ سال ۱۲۶۸
تاریخ وفات	:	۷ اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ ساون بنگلہ سال ۱۳۴۸
تعلیم	:	اسکول اور کالج کی سطح پر نامکمل
سنہ شادی	:	۹ دسمبر ۱۸۸۳ء
اہلیہ کا نام	:	مرینا لینی دیوی
بیٹوں کے نام	:	رتیندرا ناتھ، سمندرا ناتھ
بیٹیوں کے نام	:	مادھوری لتا، میرا دیوی، رینوکا
بھائیوں کے نام	:	دیجندرا ناتھ، ستندرا ناتھ، بریندرا ناتھ، جوتندرا ناتھ گگیندرا ناتھ، اوبانیندرا ناتھ (کل ۱۴ بھائی بہن)
مشغلہ	:	شاعری، ناول نگاری، موسیقی، رقص ڈراما، ڈراما نگاری، اداکاری، مصوری، درس و تدریس
سیاحت و سفر	:	انگلینڈ، کناڈا، روس، جرمنی، امریکہ، اٹلی، ایران، چین، عراق، جاپان وغیرہ

مشہور تصانیف

شاعری	:	بھانو سنگھ پداولی، سندھیا گیت، پربھات سنگیت، کوڑی و کومل، وشندھرا، کنی کا، پوربی، مہوا، سنجوتی، چھوٹی دگان، سونار تری، شیشو بھولا ناتھ، چترا، جیتالی، کلپنا، کاہینی، نوئے دیگہ، کھیا، گیتالی، گیتا مالو، گیتانجلی، بلاکا، اروگیہ، پونش چا، مانسی، آکاش دیپ، شانائی، جنمے دینے، شیش لیکھا وغیرہ
ناول	:	گورا، چوکھیر بالی، نوکا ڈوبی، چتورنگ، شیسر کوبیتا، گھورے بائیرے، جوگا جوگ، چار ادھیہ، دوئی بون وغیرہ
افسانے	:	کابلی والا، چھوٹی، گیت دھن، پوسٹ ماسٹر وغیرہ
ڈرامہ	:	ردر چنڈ، کال مرگیا، پرکرتیر پرتیشود، بیشر جن، راجا، ڈاک گھر، مکتا دھارا، رکت ربی، راجا و رانی۔
رقص ڈرامہ	:	چترانگدا، والمیکی پرتیبھا، شیاما، چنڈالیکا، شاپ موچن، بیتر پوجا،
دیگر	:	یورب پربا شیر پترا، راشیار چیٹھی، یورپ کے سفر کی ڈائری، جیون سرتی، لوک ساہتیہ وغیرہ
تعمیری خدمات	:	شانتی نکیتن، شری نکیتن کو چالو کیا، مہا جتی سدن (کلکتہ) کا سنگ بنیاد رکھا، راکھی کا تہوار کا رواج قائم کیا، جدوجہد آزادی میں حصہ لیا وغیرہ وغیرہ
انعامات و اعزازات	:	نوبل پرائز (۱۹۱۳ء)، کلکتہ یونیورسٹی کی طرف سے ڈی لٹ کی ڈگری (۱۹۱۳ء)، بنارس یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹری کی ڈگری (۱۹۳۵ء)، آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر کی ڈگری (۱۹۴۰ء)، تریپورہ کے راجا کی طرف سے بھارت بھاسکر کا خطاب (۱۹۴۱ء) اور حکومت ہند کی طرف سے "سر" کا خطاب (۱۹۱۵ء) انہوں نے جلیانوالا باغ کے دلدوز واقعہ کے خلاف اسے احتجاجاً واپس کر دیا۔

MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
June 1, 2000

Vol. No. 4[illegible] Issue no. [illegible]
Price Re 1 -



Chief Editor Tarapada Ghosh, Asst. Editor Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd. 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700 012

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

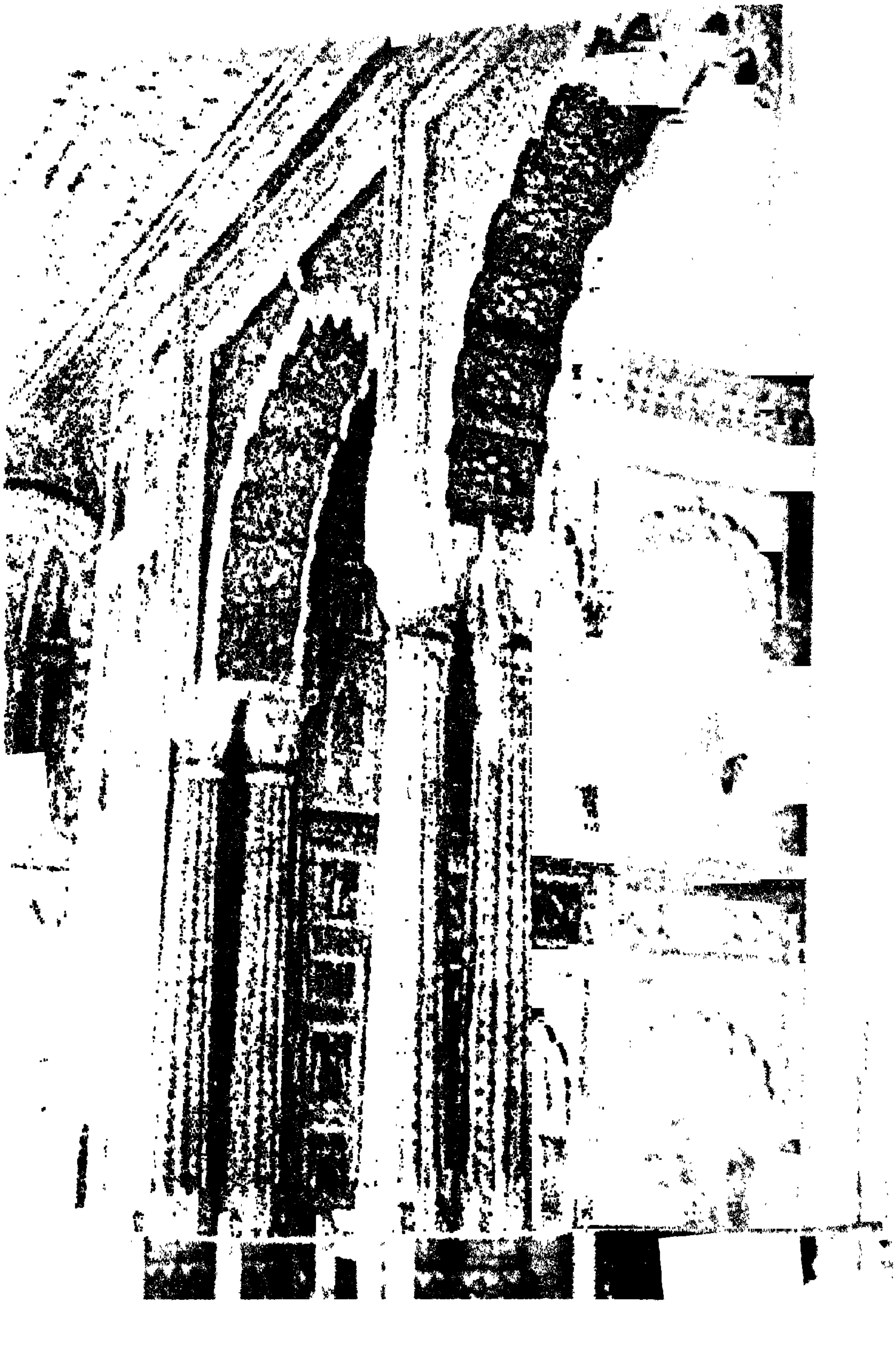
ٹیپو سلطان نمبر



شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال





پندرہ روزہ کلکتہ

مغربی بنگال

ٹیپو سلطان نمبر



شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومتِ مغربی بنگال

پندرہ روزہ

کلکتہ

مغربی بنگال

حکومت مغربی بنگال کا اردو ترجمان

جلد نمبر ۳۲ • یکم جون تا ۱۵ اگست ۲۰۰۰ء • شمارہ نمبر ۱۲ تا ۱۶

مدیر اعلیٰ : تاپا پال دھوش

نائب مدیر : محمد مصطفیٰ

ناشر

• ڈائرکٹر آف انفارمیشن
محکمۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
☎ 215-0011

طابع

• بسومتی کارپوریشن لمیٹڈ
۱۶۶ بپن بہاری گانگولی اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۱۲
☎ 350-9462

شرح خریداری: سالانہ ۲۰ روپئے۔ فی شمارے کی قیمت : ایک روپیہ
اس خصوصی شمارے کی قیمت دس روپئے

دفتر ادارت
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
چوتھی منزل ، بلاک سی
رائٹرس بلڈنگس
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
☎ 235-5601 Ext 4710

تقسیم کار (ترسیل زر کا پتہ)
انفارمیشن آفیسر :
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومت مغربی بنگال
۸، کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ
کلکتہ ۷۰۰۰۰۱
☎ 243-6295

• ترتیب و تدوین : مصطفیٰ اکبر
• کتابت : محمد اصغر علی انصاری
• معاون : پرتاپ سنہا

مشمولات

> ان مشمولات میں جو خیالات پیش کیے گئے ہیں وہ قلمکاروں کے نجی ہیں ان سے ادارے یا ریاستی حکومت کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

- سرورق اور آخری ورق: ٹیپو سلطان کے دو مختلف روپ
- فلائی لیف کے تصاویر: (۱) محل دریا دولت باغ، سرنگاپٹم سلطان کا ایوان عام (۲) صلح ۱۷۹۲ء کے مطابق شہزادے عبدالخالق اور معزالدین کو بطور یرغمال لارڈ کارنوالس کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

گفتنی



[illegible] نمبر اور [illegible] نمبر کی مقبولیت کے بعد ٹیپو سلطان نمبر پیش ہے۔

ٹیپو سلطان ہندوستان کی تاریخ میں وہ اہم نام ہے جس کے بغیر جنگ آزادی کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ وطن کی آزادی و سلامتی کے لئے ان کی جدوجہد اور قربانی ہندوستان کی تاریخ میں ایک مثال ہے۔ انہوں نے ایک مختصر سے ۱۷ سالہ دور حکومت میں سلطنت میسور میں اپنی اختراعی ذہانت، انقلابی تعمیرات اور بے پناہ انتظامی صلاحیت سے عوام کی ترقی و خوشحالی کے انگنت باب کھول دیئے تھے تو دوسری جانب اپنی بہادری، دوراندیشی اور سامراج مخالف حکمت عملی سے ہندوستان میں انگریزوں کی مستحکم سلطنت کا خواب [illegible] دیا تھا۔ انہوں نے ملک و عوام کے مفاد کے خلاف انگریزوں سے کبھی مصالحت نہیں کی بلکہ ملک کے تحفظ کے لئے برطانوی قوتوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حب الوطنی کا یہ جذبہ ہم سبھوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آزادی کی نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی انگریزوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو ہمارے ملک کی تاریخ کا اہم وسیلہ سمجھا جا رہا ہے۔ دوسری جانب فرقہ پرست عناصر مختلف پلیٹ فارم سے ہندوستان کی تاریخ اپنے اپنے طور پر توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دونوں طریقۂ عمل ہماری شاندار تاریخ کی عظمت کے منافی ہیں۔
دور حاضر کے مورخین نے اپنے دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ٹیپو سلطان قومی یکجہتی اور سیکولرزم کے ایک سچے علمبردار تھے۔ وہ عوام کو ہندوستانی قوم کے نام پر متحد دیکھنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مذہبی بنیاد پرستی سے قطع نظر انسانیت کو اولیت دی اور تاحیات انسانی فلاح کے لئے کام کرتے رہے۔ ان کی ریاست میں امن و امان کی صورت اور عوام کی خوشحالی نیز سلطان کے لئے ہر فرقہ کے لوگوں کی وفاداری و محبت انکی رواداری اور مذہبی غیر جانبداری کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ آج ہمارے ملک میں فرقہ پرستی کی سیاست کے برخلاف ٹیپو سلطان کی مذہبی رواداری اور سیکولر پالیسی پر کاربند ہونے کی اشد ضرورت ہے۔

ٹیپو سلطان کی شہادت کے ۲۰۰ سال گزر چکے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس موقع پر اس عظیم شہید آزادی کو ملک کے کسی بھی حصے میں ان کے شایان شان خراج عقیدت پیش نہیں کیا گیا۔
پندرہ روزہ مغربی بنگال کے اس خصوصی شمارے کے ذریعے ہم تاریخ کے اس عظیم ہیرو کو دلی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ یہ نمبر ٹیپو سلطان سے منسوب ان سہ روزہ تقریبات کی ایک کڑی ہے جنہیں حکومت مغربی بنگال نے ۲ سے ۴ مئی تک کلکتہ کے مختلف مقامات پر تزک و احتشام کے ساتھ منایا۔

اس خصوصی شمارے کی اشاعت سے جہاں قارئین کو ٹیپو سلطان اور ان کے عہد کی صحیح تاریخ سے آگاہی ہوگی، وہیں عوام میں حب الوطنی، قومی اتحاد اور ایثار و قربانی کے جذبے کو فروغ حاصل ہوگا۔

محمد مصطفیٰ (اکبر)
نائب مدیر، مغربی بنگال، کلکتہ

SPEAKER
LEGISLATIVE ASSEMBLY
WEST BENGAL
CALCUTTA

پیغام

اٹھارھویں صدی کے وسط میں جب بنگال اور شمالی ھند میں انگریز اپنے مقبوضات میں اضافہ کررھے تھے، جنوبی ھند میں دو ایسے مجاھد پیدا ھوئے جنکے نام تاریخ میں ھمیشہ زندہ رھینگے۔ یہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان تھے۔

ٹیپو سلطان کا دور حکومت ھندوستان کی تاریخ کا ایک زرّیں باب ھے۔ وہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک اپنے ملک کی آزادی کی خاطر انگریزوں سے برسر پیکار رھا اور ان کی ماتحتی قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اس لئے کہ اس کا قول تھا "شیر کے ایک دن کی زندگی گیدڑ کے سَو سال کی زندگی سے بہتر ھے" اور آخر کار انگریزوں کی شاطرانہ چال اور اپنوں کی غدّاری سے اپنی دارالحکومت سرنگاپٹم کے دروازے پر بہادری سے لڑتا ھوا ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو شہید ھو گیا۔

ٹیپو سلطان ایک تعلیم یافتہ اور نیک انسان تھا۔ وہ ایک اچھا سپہ سالار ھونے کے علاوہ ایک مصلح بھی تھا۔ اس نے اپنی ریاست کے عوام کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں دور کرنے کیلئے کئی اصلاحات کیں۔ شراب اور نشہ آور چیزوں پر پابندیاں لگائیں۔ اس نے ریاست سے زمینداری کا خاتمہ کیا اور زمین کاشتکاروں کو دیدی۔ اس کے عہد میں ریاست میں پہلی بار بینک قائم کئے گئے۔

وہ انسانیت اور بھائی چارگی کا علمبردار تھا۔ وطن پرستی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ھوئی تھی۔ قومی یکجہتی، مذھبی آزادی اور رواداری اس کے اصول تھے۔ اس کی فوج میں ھندو اور مسلم شانہ بشانہ انگریزوں کے خلاف صف آرا ھوتے تھے اور فرقہ وارانہ ھم آھنگی کی جیتی جاگتی مثال پیش کرتے تھے۔

مگر افسوس ھے کہ آج کچھ بنیاد پرست طاقتیں ھندوستان کی تاریخ کو مسخ کرنے اور فرقہ وارانہ ھم آھنگی کو درھم برھم کرنے پر آمادہ ھیں۔ ایسے پُر آشوب دور میں حکومت مغربی بنگال نے ٹیپو سلطان کی شہادت کے دو سو (۲۰۰) سال پورے ھونے پر ان کی خدمات اور قربانیوں کو اُجاگر کرنے کے لئے جس خصوصی تقریب کا اھتمام کیا ھے وہ بروقت اور قابل ستائش ھے۔ اس موقعہ پر حکومت مغربی بنگال کا اردو ترجمان پندرہ روزہ "مغربی بنگال" بھی ایک خصوصی شمارہ ٹیپو سلطان کی حیات اور خدمات کی اشاعت کرکے اپنی نذرانۂ عقیدت پیش کر رھا ھے سُنکر بڑی خوشی ھوئی میں اس شمارہ کیلئے اپنی نیک خواھشات پیش کرتا ھوں۔

ہاشم عبدالحلیم

(ہاشم عبدالحلیم)

اسپیکر مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی

মহম্মদ আমিন
ভারপ্রাপ্ত মন্ত্রী
সংখ্যালঘু উন্নয়ন ও কল্যাণ বিভাগ
পশ্চিমবঙ্গ সরকার

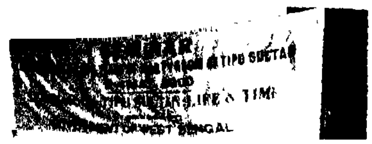
پیغام

یہ بات باعث مسرت ہے کہ حکومت مغربی بنگال ٹیپو سلطان کی شہادت کے دو سو سال پورے ہونے پر انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ۲ سے ۴ مئی تک سہ روزہ پروگرام کا انعقاد کیا۔ سامراج دشمن جنگ میں جن لوگوں نے اپنی جانیں نچھاور کیں ان میں ٹیپو سلطان کا ایک امتیازی مقام مانا گیا ہے۔ ملک کو انگریزوں کی غلامی سے بچانے کے لئے اور پھر بعد میں آزادی حاصل کرنے کی جد و جہد میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے یکساں خون بہایا۔ شہیدوں کی فہرست بہت طویل ہے جنھوں نے خدمت وطن پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اس وقت ملک کو پھر ایک بار ایثار پسند محبان وطن کے وسیع ترین اتحاد کی ضرورت ہے تاکہ نفرت عداوت علیحدگی پسندی اور تخریبی طاقتوں سے ملک کو محفوظ رکھا جاسکے۔ ٹیپو سلطان نے آزادی اور خودمختاری پر مر مٹنے کا جو راستہ دکھایا ہے وہ نئی نسل کے عوام کے دلوں میں وطن پرستی کی امنگوں کو ہمیشہ پروان چڑھاتا رہے گا۔ لوگ ہمیشہ ٹیپو سلطان کو احترام کے ساتھ یاد کرتے رہیں گے۔

محمد امین
(محمّد امین)
۱۸ مئی دو ہزار عیسوی

ٹیپو سلطان کی شہادت کے ۲۰۰ سال
سہ روزہ تقریبات
کی
چند جھلکیاں





• مشیر اطلاعات وثقافتی امور کے اسپیشل سکریٹری شری ارون بھٹاچاریہ اپنے خطبۂ استقبالیہ سے سمینار بعنوان "ٹیپو سلطان کا دورِ حیات" کا افتتاح کرتے ہوئے۔





• اوپر دائیں سے، پروفیسر ایز ودھالے، پروفیسر عبد السبحان، پروفیسر بی۔ شیخ علی، پروفیسر امالیندو دے، جسٹس خواجہ محمد یوسف اور احمد سعید ملیح آبادی۔



▲ مولانا اے ایم کے معصومی، چیئرمین مغربی بنگال وقف بورڈ نمائش کا معائنہ کرتے ہوئے۔

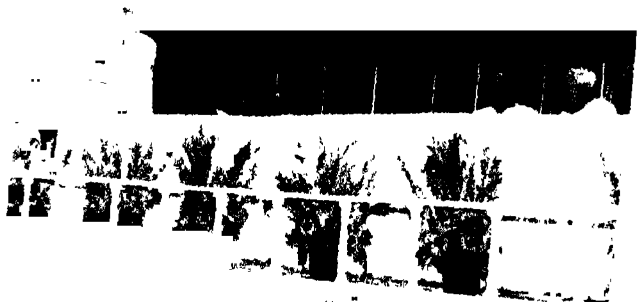
► تقریبات کے دوران کلکتے کے مختلف علاقوں میں گشت کرنے والی جھانکیاں

قومی مذاکرہ

"ہندوستان میں سیکولرزم کا مستقبل"
میں



• شری وی۔ پی سنگھ



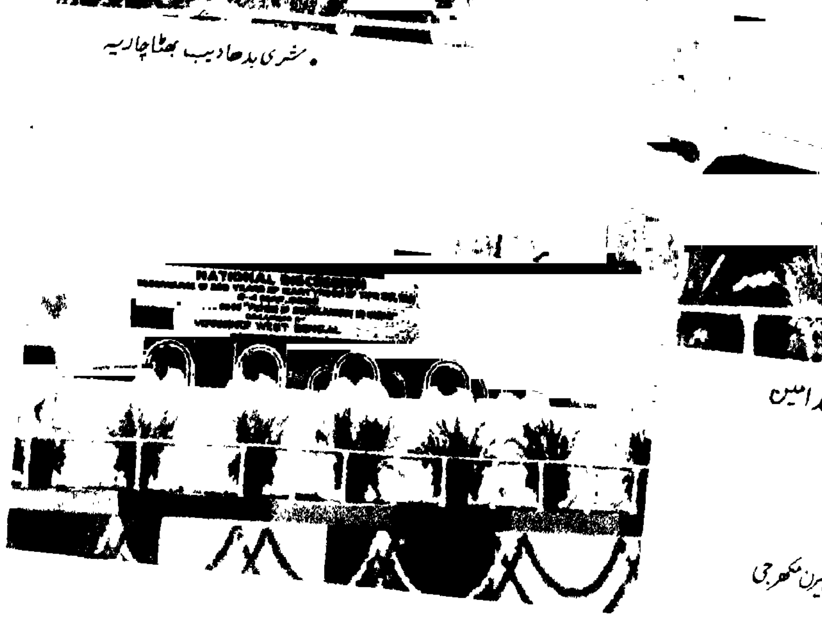
• شری جیوتی باسو



• شری بدھادیب بھٹاچاریہ



شری محمد امین



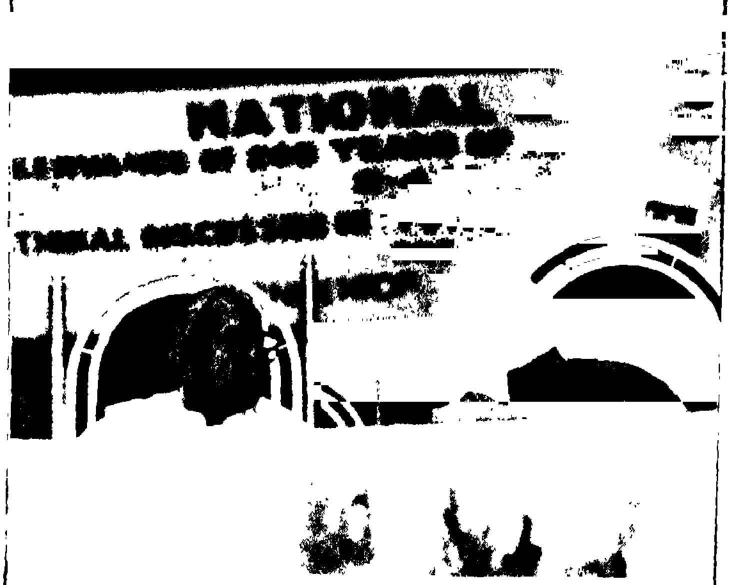
مذکورہ رہنماؤں کے ساتھ
مشہور تاریخ داں شری ہیرن مکھرجی

مغربی بنگال، کلکتہ

ٹیپو سلطان کی شہادت کے ۲۰۰ سال کی تکمیل پر

حکومت مغربی بنگال کے زیر اہتمام سہ روزہ تقریبات

ٹیپو سلطان سیکولرزم کے ایک سچے علمبردار تھے / شری جیوتی باسو



• قومی مذاکرے میں شری وی پی سنگھ اور شری جیوتی باسو

حکومت مغربی بنگال نے عظیم شہید آزادی اور سامراج مخالف جانباز ٹیپو سلطان کو ان کی شہادت کے ۲۰۰ سال مکمل ہونے کے موقع پر اپنے رنگارنگ سہ روزہ تقریبات کے ذریعے پرخلوص خراج عقیدت پیش کیا۔ یہ تقریبات ۲ مئی تا ۴ مئی ۲۰۰۰ء کو مختلف پروگراموں کے تحت مختلف مقامات پر منعقد ہوئیں۔

نمائش: ۔ ۲ مئی کو صبح گیارہ بجے کلکتہ انفارمیشن سنٹر کے گگندر نمائش ہال میں ٹیپو سلطان کی حیات و خدمات پر مبنی ایک یادگار تصویری نمائش کا غیر رسمی طور پر افتتاح کے ذریعے سہ روزہ تقریبات کا آغاز ہوا۔ پروفیسر اسیش باسو کی سرپرستی میں ریاستی شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور نے اس خوبصورت نمائش کا اہتمام کیا تھا جو ۴ مئی تک عام لوگوں کی دید کیلئے جاری رہی۔ ہر تصویر کے نیچے انگریزی اور بنگلہ سمیت اردو میں بھی توضیحی عبارت منقوش تھی۔ اس نمائش کی عمائدین شہر، باہر سے آنے والے مہمانان اور عام ناظرین نے سراہنا کی۔ دیگر مہمانوں کے ہمراہ ماہر ٹیپو سلطان اور منگلور یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب بی۔ شیخ علی اور اردو کے مشہور شاعر و نغمہ نگار جناب جاوید اختر نے بھی اس نمائش کا معائنہ کیا اور اس سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کی حیات و کارنامے پر مشتمل اس شاندار نمائش کے لئے حکومت مغربی بنگال کو مبارکباد دی۔

سمینار: ۔ اسی دن ۱/۲ ۱۱ بجے دن کو انفارمیشن سنٹر سے متصل شیشیر منچ میں ایک سمینار بعنوان "ٹیپو سلطان اور ان کا دور حیات" منعقد ہوا جس کی صدارت جسٹس کے ایم یوسف نے فرمائی۔ اور موڈیریٹر کے فرائض ڈاکٹر انیرودھ رائے نے انجام دیئے۔ اس سمینار میں پروفیسر بی شیخ علی (بنگلور)، پروفیسر نکھلیش گوہا، ڈاکٹر املیندو دے، جناب احمد سعید ملیح آبادی اور ڈاکٹر عبد السبحان نے ٹیپو سلطان کی حیات اور ان کے کارہائے نمایاں کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ سب سے آخر میں موڈیریٹر ڈاکٹر انیرودھ رائے نے سمینار میں پیش کئے خیالات و آراء کا محاسبہ کیا۔ انھوں نے حکومت مغربی بنگال کی جانب سے اس سمینار کے انعقاد کی سراہنا کی اور کہا کہ آج ایسے سمینار کے ذریعے نئی نسل کے سامنے ہماری تاریخ کے اوراق سے ٹیپو سلطان کی ایثار و خدمات کے حقائق و سیکولر نظریہ کو لے جانا ضروری ہے۔ ٹیپو نے سیکولرزم اور مذہبی رواداری کی جو مثال پیش کی تھی اس کی آج اشد ضرورت ہے۔ جسٹس کے ایم یوسف ٹیپو سلطان کی قربانیوں کے حوالے سے اس عظیم شہید آزادی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ کلکتہ میں ٹیپو سلطان کے نام پر ایک شاندار یادگار قائم کی جائے۔

اس سمینار میں کلکتہ کے اہل علم و ذوق کثیر تعداد میں موجود تھے۔ شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرنسپل سکریٹری شری ارون بھٹاچاریہ نے

اپنی مختصر سی تقریر میں سب سے پہلے مہمانوں
کا استقبال کیا اور آخر میں شری نیتیش بھٹاچاریہ
ایڈیشنل ڈپٹی ڈائریکٹر نے اظہار تشکر کیا۔
اسی دن شام کو رابندر سدن میں لکھنؤ
موسیقی کا پروگرام رکھا گیا تھا لیکن ریاستی
وزیر صنعت و تجارت شری ودیوت گانگولی کی موت
کی وجہ سے اسے ملتوی کر دیا گیا۔ ریاستی سوگ کی
وجہ سے اس دن کی دیگر تقریبات میں بھی
لوگ زیادہ شریک نہیں ہوئے۔

مباحثہ:۔ ۳۰ نومبر کو دن کے ۱۱ بجے کلکتہ
یونیورسٹی کے آشوتوش ہال میں کالج اور یونیورسٹی
کی سطح پر بنگلہ، ہندی اور اردو میں ایک مسابقتی
مباحثہ بعنوان "ترقی کے لئے سامراج وادی سماج
تصادم نہیں تعاون چاہئے" کا انعقاد کیا گیا۔
جس میں کافی تعداد میں طلباء و طالبات نے حصہ لیا۔

مشاعرہ:۔ اسی دن شام کو کلکتہ کے
مہاجاتی سدن کے وسیع آڈیٹوریم میں ایک عظیم الشان
یادگار مشاعرے کا انعقاد ہوا جس کا افتتاح ریاستی
وزیر ترقیات و فلاح اقلیات جناب محمد امین
نے کیا۔ مشاعرے کی صدارت مغربی بنگال اردو
اکاڈمی کے چیئرمین جناب سالک لکھنوی نے کی اور
نقابت کے فرائض ملک کے نامور شاعر اور نقیب
پروفیسر ملک زادہ منظور احمد نے انجام دیئے۔ مقامی
و بیرونی شعراء اپنے خوبصورت کلام پر شعر فہم سامعین
سے خوب داد و تحسین وصول کر رہے تھے۔ صدا ہائے
واہ واہ سے ہال گونج رہا تھا۔ موسلا دھار بارش کے
باوجود مشاعرے کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ مشاعرہ
کامیابی کے ساتھ رات دس بجے تک چلتا رہا۔ مشاعرے
میں جن شعراء نے اپنا کلام پیش کیا ان میں جناب
...بدایونی، سالک لکھنوی، اعزاز افضل، مظفر حنفی،
علقمہ شبلی، ملک زادہ منظور احمد، جاوید اختر،
عین رشید، رونق نعیم، انور کلکتوی، ناظم سلطانپوری،
رؤف خیر، گوہر رضا، شہود عالم آفاقی، شمیم انور،
شہناز نبی، کنول سیالکوٹی، حیدر صفت،
بازغ بہاری، انجم عظیم آبادی اور ارشاد
آرزو کے نام شامل ہیں۔

ڈائرکٹر آف انفارمیشن شری تارا پدا
گھوش نے شروع میں اپنے خطبہ میں مہمانوں
کا استقبال کیا اور شعراء حضرات کو ڈائس
پر تشریف لانے کی درخواست کی۔ سب سے
آخر میں شعبہ ہذا کی جانب سے نائب مدیر
مغربی بنگال جناب مصطفیٰ اکبر نے شعراء و
مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ سامعین کی
صفوں میں وزیر سیاحت و خدمات نوجوانان
شری مانب مکھرجی، ایم پی شری محمد سلیم، جناب
بی شیخ علی، جناب احمد سعید ملیح آبادی، ڈاکٹر
عبدالسبحان اور دیگر اہم شخصیتیں بھی بہ نفس
نفیس موجود تھیں۔

قومی مذاکرہ:۔ ۲ مئی کی شام کو کلکتہ کے
نیتا جی انڈور اسٹیڈیم میں منعقدہ قومی مذاکرہ
بعنوان "ہندوستان میں سیکولرزم کا مستقبل"
کے ساتھ سہ روزہ تقریبات کا اختتام ہوا۔ اس
جلسہ مذاکرہ سے سابق وزیر اعظم شری وی پی
سنگھ، وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو، نائب وزیر
اعلیٰ شری بدھا دیب بھٹاچاریہ، ریاستی
وزیر ترقیات و فلاح اقلیات شری محمد امین اور
مشہور تاریخ داں اور سابق ممبر پارلیامنٹ
شری ہیرن مکھرجی نے خطاب کیا۔ اسٹیڈیم
کے صحن پر ریاستی وزراء، عمائدین شہر،
سیاسی مدبرین، دانشوران کلکتہ سمیت
دیگر اہم شخصیتیں موجود تھیں۔ گیلریاں بھی مختلف
شعبۂ حیات کے لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے عظیم
شہید آزادی ٹیپو سلطان کو خراج عقیدت
پیش کرتے ہوئے کہا کہ ٹیپو سیکولرزم کے
سچے علمبردار تھے۔ انہوں نے افسوس ظاہر
کیا کہ آزادی کے ۵۲ سال بعد بھی عوام کو
فرقہ پرستی کی بنیاد پر تقسیم کرنے کی کوشش
کی جا رہی ہے جو ہماری ترقی کی راہ میں سب سے
بڑی رکاوٹ ہے۔ انہوں نے چین کی مثال
پیش کرتے ہوئے کہا کہ کثیر آبادی کے باوجود
چین آج ایشیا کا ترقی یافتہ ملک ہے لیکن
ہمارا ملک تمام وسائل کے باوجود پیچھے ہے۔
مرکز کی غلط پالیسی کی وجہ سے حالت
بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے لیکن ہم پرامید
ہیں کہ حالات بدلیں گے۔ انہوں نے مفاد
پسند اور فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف
سیکولر اور جمہوری طاقتوں کے اشتراک
سے ایک تیسرے محاذ بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔

سابق وزیر اعظم شری وی پی سنگھ
نے ٹیپو سلطان کو خراج عقیدت پیش کرتے
ہوئے کہا کہ ٹیپو ایک سچے محب الوطن تھے۔
انہوں نے عوام میں اتحاد اور بھائی چارگی
پیدا کرنے کے لئے کئی مثبت اقدام کئے۔
وہ سیکولر تھے۔ انہوں نے سامراجی طاقت
کے خلاف جنگ کی اور ملک کی حفاظت کے
لئے شہید ہو گئے۔ آج ٹیپو جیسے سیکولر کردار
اور مجاہد پیشہ عوام کی ضرورت ہے۔ انہوں
نے کہا کہ آج ہماری تاریخ کو بدلنے کی کوشش
کی جا رہی ہے۔ فرقہ پرست نظریے کو ہماری

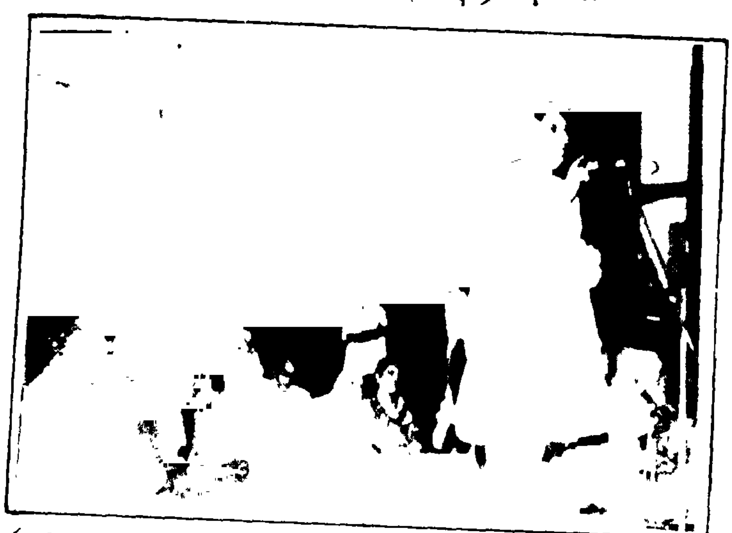


• سمینار میں میسور سے آئے بی۔ شیخ علی اظہار خیال کرتے ہوئے۔

تاریخ و نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے ہمیں فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف صف آراء ہونے کی ضرورت ہے۔ شری سنگھ نے مغربی بنگال کی بائیں محاذ حکومت کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس دور حکومت میں فرقہ پرستی کو سر اٹھانے کا موقع ہرگز نہیں دیا گیا۔ اس نے پورے ہندوستان میں سیکولرزم قائم رکھنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

شری محمد امین نے اپنی تقریر میں ٹیپو سلطان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ٹیپو سلطان کی قربانیوں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ آج ملک میں سیکولرزم کو ختم کر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہندوستان کے سیاسی افق پر کالے بادل چھا گئے ہیں۔ ملک کی سالمیت اور یکجہتی کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ عوام کو اس کے تحفظ کے لئے سامنے آنے کی ضرورت ہے۔

شری ہیرین مکھرجی نے تاریخ کے حوالے سے بتایا کہ ہندوستان کی عظمت ہمیشہ سے آپسی اتحاد و محبت میں مضمر رہی ہے لیکن بابری مسجد کے انہدام سے ہندوستان کے سیکولر کردار کو کاری ضرب لگا ہے۔ فرقہ پرستی کے



• مشاعرے میں جاوید اختر کلام سناتے ہوئے۔

سائے میں ایک بار پھر ملک کا مستقبل تاریک ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں فرقہ پرستوں کے خلاف جنگ ناگزیر ہو گئی ہے۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کو ہندوستان کا عظیم سپوت قرار دیتے ہوئے کہا کہ ٹیپو نے دو سو سال قبل سیکولر ہندوستان کا جو تصور دیا تھا وہ قابل عمل ہے۔

نائب وزیر اعلیٰ شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے اپنی صدارتی خطبہ میں فرقہ پرستوں کی بڑھتی ہوئی طاقتوں پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ملک سیاسی و معاشی بحران سے گزر رہا ہے، فرقہ پرستوں کے مفاد پرست سرگرمیوں سے ملک کی سالمیت کو زبردست خطرہ لاحق ہوا ہے۔ ان کی جانب سے ہماری تہذیبی و ثقافتی روایتوں پر متواتر حملے ہو رہے ہیں۔ ہمیں اسے روکنا ہوگا۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کی انگریز مخالف کارکردگی کا ذکر کیا اور کہا کہ ٹیپو سلطان ملک کو بیرونی تسلط سے بچانے کے لئے انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

آخر میں شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرنسپل سکریٹری ارون بھٹاچاریہ کے اظہار تشکر کے ساتھ سہ روزہ تقریبات کا اختتام ہوا۔

■■

!!

REGD. No. WB / RNP-118

سُلطان ٹیپو کی وصیّت

علامہ اقبال



تو رہ نوردِ شوق ہے! منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تُند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمیٔ محفل نہ کر قبول

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق و باطل نہ کر قبول

مغربی بنگال، کلکتہ

ٹیپو سلطان



غلام رسول مہر

ٹیپو سلطان - حیدر علی خان بانی سلطنت میسور کا فرزند
اکبر۔ ۱۰ نومبر ۱۷۵۰ء/ ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ جمعے کے دن دیون ہلی (بنگلور سے
بیس میل شمال میں) [فاطمہ معروف بہ فخر النساء کے بطن سے] پیدا ہوا۔
اس مقام کا نام بعد میں ٹیپو سلطان نے یوسف آباد رکھا۔ حیدر علی خان نے
نرینہ اولاد کی آرزو میں آرکاٹ کے ایک مشہور بزرگ ٹیپو سلطان بزرگ ٹیپو
مستان ولی کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کی۔ خدا نے بیٹا دیا تو اس کا نام تیمناً بزرگ
موصوف کے نام پر رکھا (نشان حیدری، ص ۱۹، ۲۰، ۲۹۹)۔
۱۷۶۷ء میں حیدر علی خاں نے نظام کے پاس ایک گرانبہا تحائف
کے ساتھ بھیجا تھا جس کا رئیس شہزادہ ٹیپو سلطان ہی تھا۔ نظام نے
شہزادے کو "نصیب الدولہ" (نشان حیدری ص ۱۲۹) اور "فتح علی خاں
بہادر" (محب الحسن خان از روی تاریخ حمید خان ص ۱۱) خطاب دیئے۔
مرہٹوں اور نظام سے جنگ (۱۷۸۶-۱۷۸۷ء) کے بعد مصالحت کے لئے
گفت و شنید ہوئی تو سلطان کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ اسے "بادشاہ" کہہ کر خطاب کیا جائے
چنانچہ فیصلہ ہو گیا کہ آئندہ سلطان کو "نواب ٹیپو سلطان فتح علی خان بہادر" کہا جائے گا۔
(محب الحسن خان، از روی حدیقۃ العالم، ص ۳۷۲ ببعد) اس سے واضح ہے
کہ فتح علی خان کم از کم خطاب کے وقت سے نام بن گیا تھا۔ اس میں دادا
(فتح محمد) اور باپ (حیدر علی) دونوں کے نام کا ایک ایک جزو شامل تھا۔
سلطان کے دوسرے بھائی کے بھی دو نام تھے۔ ایک صفدر علی خان، دوسرا
عبد الکریم (کارنامۂ حیدری، ص ۳۴۲)۔ ابو الفتح سلطان کی کنیت تھی۔ جو
ممکن ہے بڑے بیٹے فتح حیدر کے نام پر یا محض تیمناً اختیار کر لی گئی ہو۔
ایک روایت ہے کہ نام کے ساتھ کنیت بھی باپ ہی نے رکھی تھی (تاریخ
سلطنت خداداد، طبع اوّل، ص ۱۱۶)۔
پانچویں سال تعلیم شروع ہوئی۔ اسلامی علوم کے علاوہ عربی اور
فارسی میں خاصی مہارت حاصل کر لی۔ (ٹیپو سلطان، مصنفہ اشہری، ص ۱۴۲،
از روی حملات حیدری) انگریزی اور فرانسیسی بھی سیکھ لی تھی (اشہری ص ۔۔۔)

کنڑی مقامی بولی تھی جس سے سلطان بخوبی آگاہ تھا۔ اردو بھی رائج ہو رہی
تھی۔ فوج کے لئے جو ترانے تجویز ہوئے تھے ان میں فارسی ترانوں کے علاوہ
اردو ترانے بھی شامل تھے (فتح المجاہدین)، گویا سلطان اس کے درباری اور
سپاہی اردو بھی جانتے تھے۔
استادوں کے نام معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ حیدر علی خان نے
علم و ادب کی شاخ اور دانش و ہنر کے ہر شعبے کے استاد ان کامل و ماہر
بیٹے کی تعلیم کے لئے بلا لئے تھے اور ٹیپو سلطان نے سن عہد صغر سنی ہی تمام
علوم میں بہرہ دانی حاصل کر لیا تھا (کارنامۂ حیدری، ص ۸۶۴ ببعد)۔
اس زمانے کے فنون سپہ گری میں شمشیر زنی، تیر اندازی، نیزہ بازی،
تفنگ اندازی اور شہسواری کے علاوہ بانک، بنوٹ، لکڑی (گدکا)،
کشتی (مصارعت) اور تیراکی بھی شامل تھے۔ ٹیپو سلطان نے ان سب
میں کمالات منتہی بہم پہنچائی (اشہری، ص ۱۴۲، از روی حملات حیدری)۔
رام چندر پنگ، لوری کے بیان کے مطابق شہزادے کی فوجی تعلیم و تربیت غازی
خان سے متعلق تھی جو حیدر علی خان کے فوجی افسروں میں سب سے
بہتر تھا (محب الحسن خان ص ۱۰)۔ سن بلوغ تک پہنچتے پہنچتے ٹیپو سلطان نے
حرب و ضرب کے آداب اور رزم و پیکار کے فرنگی طور طریقے بخوبی سیکھ چکا تھا۔
(کارنامہ حیدری ص ۸۶۵)۔ ولکس Wilks کے بیان کے مطابق
شہسواری میں سلطان کو خاص برتری حاصل تھی اور اسے اسپ سواری
ہی پسند تھی۔ پالکی میں سوار ہونے کا وہ مذاق اڑایا کرتا تھا۔ بیماروں اور
کمزوروں کے لئے بھی اس نے پالکی میں سوار ہونے کی بڑی حد تک ممانعت
کر دی تھی (ولکس، جلد دوم ص ۷۶۱) حیدر علی خان جب فوج کا معائنہ
کرتا ٹیپو سلطان کو ساتھ رکھتا، تاکہ اسے عسکری ضبط و نظم اور فنون
حرب، خصوصاً مغربی فنون حرب، کی تربیت مل جائے (پنگنوری ص ۲۳،
سٹیوارٹ، ص ۴۳، ولکس ۲، ۳۰۰، از روی محب الحسن خان ص ۱۰)
سلطان کے ابتدائی دور کے متعلق معلومات بہت کم ہیں اس

[illegible] No. [illegible] / RNP-148

کی ولادت سے پہلے حیدر علی خان [illegible]
اختیار [illegible]
[illegible]
[illegible] (۱۲ اگست ۱۷۶۱ء)
[illegible]
تاریخ میسور [illegible]
[illegible] ۱۷۶۳ء
میں [illegible] فتح ہوا تو ٹیپو [illegible] (ص ۱۲)
۱۷۶۵ء میں حیدر علی خان نے ملیبار پر حملہ کیا تو ٹیپو سلطان کو ساتھ رکھا۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] حیدر علی خان نے [illegible]
کو پانچ سو سوار [illegible] شامل کرایا۔
[illegible]

پہلی جنگ میسور میں حیدر علی خان نے ٹیپو سلطان کو [illegible] خان اور بعض دوسرے سالاروں کے ہمراہ مدراس کی جانب بھیج دیا تھا (۱۱ جون ۱۷۶۷ء) تاکہ انگریزوں کی جنگی سرگرمیوں کے مرکز کو پریشان کیا جائے۔ شہزادے نے میسور کے رسالے کے ساتھ چھاپہ مار کر مدراس کے مضافات میں تہلکہ مچا دیا اور خود شہر میں [illegible] جھیل کی طرف سے [illegible] اس موقع پر حیدر علی خان کی طرف سے تاکیدی بلاوا آ گیا اور سلطان کو لوٹنا پڑا (نشان حیدری ص ۱۳۲) [illegible] اور [illegible] بازو [illegible] رہا۔ [illegible] کے محاصرے [illegible] انگریزی فوج نے [illegible] ٹیپو سلطان رسالے کے ساتھ دائیں بازو پر متعین تھا۔ اس نے انگریزوں پر اس طرح حملہ کیا جیسے شیر بکریوں پر حملہ کرتا ہے سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اتارا، ان کی جمعیت درہم برہم کی۔ چند انگریز سرداروں کو پالکیوں اور گھوڑوں کے ساتھ گرفتار کیا اور مظفر و منصور والد کے پاس دائیں بازو پہنچ گیا (نشان حیدری ص ۱۳۳ بعد)۔
جب اطلاع ملی کہ انگریزی فوج نے ملیبار کی جانب بندر کو گھیر لیا

(منگلور) پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ بدنور کی طرف بڑھ رہے ہیں تو ٹیپو سلطان کو ادھر بھیج دیا گیا۔ وہ بطریق یلغار منگلور پہنچا اور دیکھا کہ انگریزوں نے ارد گرد ایک ایک فرسنگ پر توپیں نصب کر رکھی ہیں پھر حیدر علی خان بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے دس بارہ دن میں آبنوس کی لکڑی سے بندوق نما آلے بنوائے۔ بیس ہزار آدمی جمع کر کے وہ آلے انہیں دے دیے اور ایک ایک ہزار کی جمعیت کے لئے الگ الگ پرچم مقرر کئے۔ ان کو بڑے فوجی انداز میں انگریزی توپ خانے کے سامنے بھیج دیے اور شہزادے کو دائیں طرف سے توپ پر حملے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیل ہوئی۔ زور سے تمام سپاہی بڑھے۔ سلطان نے تہ تیغ کر دیئے۔ انگریز توپیں چھوڑ کر بھاگے اور قلعے کے اندر پہنچ گئے۔ سلطان نے شہر والد کو بھجوا کر اور خود تعاقب کرتا ہوا قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ پیچھے پیچھے حیدر علی خان بھی پہنچ گیا۔ انگریزی فوج قلعہ چھوڑ کر ساحل کی طرف بھاگی۔ ٹیپو نے انہیں قتل کیا یا قیدی بنا لیا البتہ سالار فوج جہاز پر سوار ہو کر بچ نکلا (نشان حیدری ص ۱۱۰ بعد) اس کے بعد حیدر علی خان واپس ہو گیا۔ ٹیپو سلطان اس محاذ پر رہا۔

پھر حیدر علی خان تین روز میں ایک سو تیس میل کا فاصلہ طے کر کے یکایک مدراس کے دروازے پر جا پہنچا اور حکومت مدراس کو صلح نامے پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کر دیا (۴ اپریل ۱۷۶۹ء) اس صلح نامے میں فریقین نے بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کا اقرار کیا۔ تمام مفتوحہ علاقے چھوڑ دیئے صرف کڑور حیدر علی خان کے قبضے میں رہا (سلطنت خداداد [illegible] Haidar [illegible] ص ۱۰۱)۔ اس جنگ پر کمپنی کے ڈائریکٹروں کا تبصرہ وقت کے عام تاثرات کا آئینہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی متعدد طاقتیں ہمارے کام اور جنگی قوت سے خوفزدہ تھیں۔ اب ان کے سامنے یہ منظر آیا کہ ایک ملکی طاقت نے مدراس کے دروازے پر پہنچ کر ہم سے صلح کی شرطیں لکھوائیں۔ کمپنی کا وقار و اثر اتنا گر گیا کہ شاید اس کے ملازموں کی سالہا سال کی محنت بھی اسے بحال نہ کر سکے (سلطنت خداداد [illegible] ص ۹۲)۔

انگریزوں سے لڑائی ختم ہوئی تو مرہٹوں نے میسور پر حملہ کر دیا مادھو راؤ پیشوا خود بیماری کے باعث نہ آ سکا۔ اپنے ماموں تریمبک راؤ کو بھیج دیا۔ اس کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار سوار اور پیادے تھے اور

ننلوتوپیں تھیں۔ مختلف پالیگار اور حاکمان ساونور وکڑپہ بھی شامل تھے (نشان حیدری ص ۱۰۰) حیدر علی خان کا فیصلہ یہ تھا کہ مرہٹوں سے صرف چھاپہ مار جنگ کی جائے، چنانچہ ٹیپو سلطان کو حکم ملا کہ مرہٹوں کے راستے میں رسد کی ہر چیز تباہ کر دی جائے۔ کنوؤں اور تالابوں میں زہر ڈلوا دیا جائے اور لوگوں سے کہا جائے کہ آبادیاں چھوڑ کر آس پاس کے قلعوں میں جا ٹھہریں۔ خود بدنور کے حوالی میں رہے تاکہ مرہٹوں کے قافلہ ہائے رسد پر چھاپے مار سکے۔ سلطان نے مفوضہ خدمت بڑی مستعدی سے انجام دی پھر اسے واپس بلا لیا گیا۔ ([illegible] بعد از روی ولکس ۱۷۷۱: ۱: ۶۸۵)۔ مرہٹے سرنگاپٹم کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حیدر علی خان ملکوٹہ میں ٹھہر گیا تاکہ عقب سے مرہٹوں پر چھاپا مارے۔ یہ خبر پا کر سترہ سال ادھر مرہٹوں نے پلٹ کر جنگ شروع کر دی۔ حیدر علی خان نے مشیروں کی رائے کے خلاف سرنگاپٹم پہنچنا چاہا۔ اس میں بعض حوادث کے باعث سامان جنگ بری طرح تباہ ہو گیا۔ جانی نقصان بھی خاصا ہوا۔ افراتفری میں ٹیپو سلطان الگ ہو گیا۔ حیدر علی خان سرنگاپٹم پہنچ گیا مگر بیٹے کے متعلق سخت رنج و قلق کا پیکر بنا ہوا تھا جب ٹیپو دو تین سواروں کے ساتھ بد شماروں کے بھیس میں داخل قلعہ ہوا تو حیدر علی نے خزانے کا دروازہ کھول دیا اور سب کو انعام و اکرام سے نہال کر دیا (نشان حیدری، ص ۱۰۱، حیدر نامہ ص ۱۱، ولکس ۱: ۶۱۸)

تین ماہ تک سرنگاپٹم کا محاصرہ جاری رہا، تریمبک راؤ رسد کی قلت کے باعث محاصرہ چھوڑ کر لوٹ مار کی غرض سے تنجور چلا گیا۔ جولائی ۱۷۷۲ء میں حیدر علی خان نے پچاس لاکھ روپے اور خاصے بڑے علاقے دے کر صلح کر لی (سہنا، ص ۱۱۰ ببعد)۔

۱۷۷۲ء میں مادھو راؤ پیشوا کی وفات پر پونا کشمکش کا مرکز بن گیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حیدر علی خان نے وہ تمام علاقے دوبارہ مسخر کرائے جو مرہٹوں نے چھینے تھے بلکہ وہ علاقے بھی لے لیے جو دریائے تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان تھے۔ ٹیپو سلطان ان میں سے اکثر مہمات میں شریک رہا۔

۱۷۸۰ء میں انگریزوں سے دوبارہ جنگ چھڑ گئی (اسباب اور تفصیلات کے لیے دیکھیے مقالہ صفدر علی خان، حیدر علی خان نوے ہزار فوج کے ساتھ بجلی کی طرح کرناٹک پر جا گرا۔ ٹیپو سلطان ساتھ تھا۔ انگریز سپہ سالار ہیکٹر منرو Hector Munro کانجی ورم پہنچ کر اس فوج کا انتظار کرنے لگا جو گنٹور کے کرنل بیلی Baillie کی سرکردگی میں آ رہی تھی۔ یہ سن کر حیدر علی خان نے ٹیپو سلطان کو دس ہزار فوج (دیکھیے بیلی) پر حملے کی غرض سے بھیج دیا (بوزنگ: The Life of Thomas Munro، ص ۴۲) اور خود کانجی ورم کی طرف بڑھا تاکہ منرو کو نگاہ میں رکھے۔ بیلی کانجی ورم سے پندرہ میل پر تھا۔ ٹیپو سلطان نے اس پر حملے شروع کیے۔ ادھر اس کے پاس کمک پہنچ گئی۔ ادھر حیدر علی خان نے ٹیپو سلطان کے پاس مزید فوج بھیج دی۔ کانجی ورم سے نو میل پر بیلی ٹھہر گیا اور منرو کا انتظار کرنے لگا۔ سلطان نے رات کے وقت توپیں بیلی کے راستے کے آس پاس مناسب مقامات پر لگا دیں۔ پھر شدید گولہ باری شروع کر دی۔ آخر بیلی حوالگی پر مجبور ہوا۔ تقریباً چار ہزار فوج میں سے دو سو اور بچے، جو قید ہوئے۔ ان میں پچاس افسر تھے (نشان حیدری ص ۱۸۹؛ فورٹسکیو: [illegible]، ۳: ۴۰۷)۔ بیلی کی شکست کے متعلق اعتراف کیا گیا کہ یہ شدید ترین ضرب تھی جو ہندوستان میں انگریزی قوت پر لگی (بوزنگ: کتاب مذکور، ۲۵)۔

بیلی کی شکست کے بعد حیدر علی خان نے منرو پر حملہ نہ کیا اور وہ بچ نکلا۔ آئر کوٹ Eyre Coote جو اس وقت انگریزوں کا بہترین جرنیل تھا اس نے لکھا: "اگر حیدر علی فتح کے بعد مدراس کی طرف پیش قدمی کرتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ اس نہایت اہم حصار پر قابض ہو جاتا" (Secret Proceedings، ص ۲۱۳ ببعد)۔ حیدر علی خان نے منرو پر حملے اور مدراس کی جانب پیش قدمی کے بجائے آرکاٹ کا محاصرہ کر لیا۔ ٹیپو سلطان اور مہا مرزا خان کی کوشش سے شہر فتح ہو گیا۔ پھر سلطان نے آمبور اور بعض دوسرے قلعے فتح کیے۔ بعد ازاں اسے حکم ملا کہ وندیواش پر قبضہ کر لیا ہوا اس انگریزی فوج کو جا روکے جو بنگال سے خشکی کے راستے مدراس آ رہی تھی۔ وندیواش کا محاصرہ اس لیے چھوڑنا پڑا کہ آئر کوٹ قریب پہنچ رہا تھا اور ٹیپو سلطان کے نزدیک بنگال سے آنے والی فوج کو روکنا ضروری تھا۔ چنانچہ وہ مدراس اور بنگلور کے درمیان شاہراہ پر جا بیٹھا مگر انگریزی فوج دوسرے راستے سے گزر گئی اور سلطان اوائل اگست ۱۷۸۱ء کو والد کے پاس آرکاٹ پہنچ گیا ([illegible] ص ۱۰۷، ۲۰)۔ فروری ۱۷۸۲ء میں اسے تنجور بھیج دیا گیا۔ جہاں اس نے کرنل بریتھویٹ

[illegible] (Braithwaite) کو شکست فاش دی۔ اس فوج کے جتنے آدمی اسیر ہوئے سلطان نے ان سے بڑا عمدہ برتاؤ کیا (لارنس Lawrence Captives [illegible] ص ۱۲۹: مل Mill's History of British India ج ۴: ص ۱۰۲) برتھویٹ کی شکست نے انگریزوں کا پورا نقشہ جنگ درہم برہم کر دیا۔

اسی اثنا میں مغربی محاذ سے تشویشناک خبریں ملیں [illegible] لئے ٹیپو سلطان کو ملیبار بھیج دیا گیا۔ اس وقت تک انگریزی فوج ساحل ملیبار کے تین چار مقامات پر قابض ہو چکی تھی اور اس نے اندرون ملک میں پیش قدمی کرتے ہوئے پال گھاٹ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ سلطان کے ملیبار پہنچنے سے پیشتر پال گھاٹ والے انگریز خالی کر چکے تھے۔ سلطان نے تیزی سے انگریزوں کا تعاقب کیا اور [illegible] ساحل تک [illegible] دیا۔ اسی اثنا میں انگریزوں کی [illegible]۔ سلطان نے پونانی [illegible] حملے کی تیاری [illegible] حیدر علی کے انتقال کی خبر پہنچی۔

حیدر علی خان کو سرطان کا عارضہ تھا۔ [illegible] اور [illegible] کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اس وقت وہ ارکاٹ سے [illegible] ٹھہرا ہوا تھا۔ [illegible] نے بار بار عرض کیا کہ ٹیپو سلطان کو بلا لیا جائے۔ حیدر علی خان نے جواب دیا [illegible] ضرورت ہے۔ [illegible] اگر آ جائے تو وہ خود ہی آ پہنچے گا۔ وفات سے ایک روز پیشتر [illegible] کا بندوبست ٹھیک [illegible] جلد یہاں آ جاؤ۔ دولت و ثروت کے تمام لوازم پر گہری نظر رکھنی چاہئے۔ اگر امداد [illegible] ضرورت ہو تو منگا لو۔ ہم نے تمہیں دولت کے تمام انتظامات کا مختار بنا دیا ہے۔ سرکاری کام میں تھوڑے سے وقت بلکہ ایک لمحے کا بھی تساہل نہ ہونا چاہئے (نشان حیدری، ص ۲۴۸)۔

دوسرے روز ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ کی آخری تاریخ کو شام کے وقت حیدر علی خان نے وفات پائی (۷ دسمبر ۱۷۸۲ء) اس سے پیشتر دو ہزار سوار شمالی آرکاٹ کے پالیگاروں کی سرکوبی کے لئے بھیجے اور پانچ ہزار سواروں کو مدراس کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا (نشان حیدری ص ۲۴۹) ایک روایت یہ بھی ہے کہ سرداروں سے فرمایا: جس وفاداری سے میری خدمت انجام دیتے رہے ہو اسی طرح میرے بیٹے ٹیپو کی خدمت انجام دینا (کتب الحسن نعمان، ص ۲۶ از روی حیدر نامہ ص ۱۰۰)۔

سرداروں نے فوراً رضا مرزا خان کو ٹیپو سلطان کے پاس بھیج دیا۔

میت کو غسل دے کر تابوت میں رکھا اور مناسب پہرے کے ساتھ تابوت کولار بھیج دیا جہاں حیدر علی خان کا خاندانی قبرستان تھا۔ بعد میں میت کو سرنگاپٹم منتقل کیا گیا۔ چھوٹے بیٹے عبدالکریم کو عارضی طور پر مسند نشین کر دیا گیا۔

ٹیپو سلطان کو ملیبار میں پانچویں روز (۱۱ دسمبر ۱۷۸۲ء) یہ خبر ملی تھی اور رضا مرزا خان نے تمام سرداروں کی طرف سے خلوص و وفا کے متعلق اطمینان دلوایا تھا (نشان حیدری، ص ۲۵۹) اور وہ ۲۵ دسمبر ۱۷۸۲ء کو چکملور پہنچ گیا جہاں لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے والد کے ماتم کے باعث رسمی استقبال کی ممانعت کر دی تھی۔ بعد غروب آفتاب چپ چاپ لشکرگاہ میں داخل ہوا اور فرش پر بیٹھ کر سرداروں کو باریابی بخشی (ولکس Wilks ۲: ۱۰۱ ببعد)۔ ۲۰ محرم ۱۱۹۷ھ/ ۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو جمعرات کے دن مسند نشینی کی رسم ادا ہوئی (نشان حیدری، ص ۲۵۹)۔

ٹیپو سلطان جس سلطنت کا مالک بنا وہ (شمال میں) دریائے کرشنا سے (جنوب میں) ریاست ٹراونکور اور ضلع تناولی تک پھیلی ہوئی تھی۔ مشرق میں مشرقی گھاٹ اس کی حد تھی اور مغرب میں اس کا دامن سمندر کو بوسہ دے رہا تھا۔ یقیناً یہ بہت بڑی اور شاندار سلطنت تھی۔ وسعت آبادی، زرخیزی اور حسن انتظام کے علاوہ قدرتی دولت کی فراوانی کے اعتبار سے بھی اس کا پایہ بہت بلند تھا۔ لیکن اس کے ساتھ رزم و پیکار کا بھی ایک لامتناہی سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ نظام اور مرہٹے اسے کھا جانے کے درپے تھے۔ انگریز اسے ہندوستان پر اقتدار کامل میں سب سے بڑی بلکہ واحد رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اس کی گراں قدر ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے خاص عزم و حوصلے کی فرماں روائی ضرورت تھی جو تمام خطروں کا مقابلہ تنہا کر سکتا۔ ٹیپو سلطان شہزادگی کے زمانے میں ان جوہروں کے ثبوت پے درپے پیش کر چکا تھا اور سترہ سال کی مدت حکومت میں کبھی اس کے عزم و حوصلے کو کوئی قوت شکست نہ دے سکی، یہاں تک کہ خون سے شہادت سے ان پر دائمی مہر لگ گئی۔

سب سے پہلے وہی جنگ خاص اہتمامات کی محتاج تھی جس کے دوران میں حیدر علی خان نے وفات پائی تھی اور جس کا محاذ کارومنڈل سے ملیبار تک پھیلا ہوا تھا۔ سلطان نے عنان حکومت سنبھالتے ہی فوج کی بقایا تنخواہ ادا کر دی اور اعلان کر دیا کہ آئندہ ہر فرد کو تیس روز کے بعد باقاعدہ

تنخواہ ملتی رہے گی۔ ایک فرانسیسی افسر کو بے قاعدہ فوج نئے نمونے پر مرتب کرنے کا حکم دیا۔ توپ خانہ کی تنظیم نو بھی اس کے ذمے لگا دی۔ رسد کی قیمتیں بطور خود مقرر کرنے کا پرانا دستور منسوخ کر دیا۔ اس سے فوج کو رسد بافراط ملنے لگی (Military Consultation جلد ۸۵ء: ص ۲۸) اسیران جنگ سے نرمی کے برتاؤ کی تاکید کر دی۔

عام روایت کے مطابق اس وقت سرنگاپٹم کے خزانے میں جواہرات اور دوسری قیمتی جنسوں کے علاوہ تین کروڑ روپے جمع تھے (ولکس Wilks ۲: ص ۲، ۱۷)۔ بدنور کا خزانہ اس کے علاوہ تھا جسے ایاز خان اور میتھیوز Mathews نے تباہ کیا۔

اٹھاسی ہزار باقاعدہ فوج تھی۔ بمع بار اور قلعہ نشین فوجیں اس کے علاوہ تھیں (اردو کتاب ۲: ۱۲۱)۔

انگریزوں ہی کو نہیں بلکہ میسور کے تمام دشمنوں کو یقین تھا کہ حیدر علی خان کی وفات پر افراتفری مچے گی اور اس میں مختلف علاقے بہ آسانی ہاتھ آ جائیں گے۔ کچھ سازشیں ہوئیں بھی، مگر مستعدی سے دبا دی گئیں اور حیدر علی خان کے قائم کردہ نظم و نسق کی پختگی اور ٹیپو سلطان کی مستعدی دیکھ کر سب کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔

مشرقی محاذ پر انگریز جرنیل نے نقل و حرکت شروع کی تو سلطان خود فوج لے کر مقابلے کے لئے نکلا۔ انگریز جرنیل دو اہم مقامات چھوڑ کر پس پا ہو گیا (محب الحسن خان، ص ۳۰ از زری حکم نامہ)۔ سلطان اس پس پائی سے پورا فائدہ نہ اٹھا سکا کیونکہ اسے مشرقی محاذ چھوڑ کر دفعتہً مغربی محاذ پر جانا پڑا۔

حکومت بمبئی نے جنرل میتھیوز کی سرکردگی میں از سرِ نو ملیبار پر حملہ کر دیا تھا اور میتھیوز اس وجہ سے بہ سہولت کامیاب ہوا کہ بدنور کے حاکم ایاز خان نے (جو نو مسلم اور حیدر علی خان کا پروردہ تھا) نہ صرف شہر و قلعہ بلکہ پورا صوبہ بدنور اس شرط پر انگریزوں کے حوالے کر دیا کہ اسکی حکومت بدستور اسی کی تحویل میں رکھی جائے۔ وہاں بہت سی دولت جمع تھی نیز قیمتی چیزوں کے ذخیرے تھے یہ پوری دولت افسروں نے باہم بانٹ لی اور کمپنی کو اس میں سے کچھ نہ ملا (Secret Proceedings ۱۲ مئی نیز ۲۶ مئی ۱۷۸۳ء)۔

سلطان نے لطف علی بیگ کو دفاع کی غرض سے بھیجا اس وقت تک انگریز

ایاز خان سے سمجھوتے کے مطابق بڑے علاقے پر قابض ہو چکے تھے۔ لطف علی بیگ نے باقی علاقے کو بچانے کی کوشش کی، چنانچہ اننت پور نے قلعہ دار نے حوالگی سے انکار کر دیا۔ انگریزوں نے فتح کے بعد وہاں نہایت خوفناک مظالم توڑے (مل J. Mill: Hist. of British India، ص ۱۸۸، سکری Scurry: The Captivity... ص ۱۸؛ Authentic Memoirs of Tipu Sultan ص ۲۲)۔

سلطان تک یہ خبریں پہنچیں تو وہ طوفان کی طرح ملیبار پہنچا۔ مختلف قلعوں پر قبضہ کیا۔ دروں پر پہرے بٹھائے اور سمندر سے انگریزی فوج کا سلسلہ ربط کاٹ دیا (Secret Proceedings ۲۳ جولائی ۱۷۸۳ء) ایک دن ملتے ہی بدنور شہر لے لیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا اور تیرہ مختلف مقامات پر توپیں نصب کر کے گولہ باری شروع کر دی۔ ناکہ بندی نے چند ہی روز میں محصورین کو دردناک صورت حال پر پہنچا دیا۔ (دیکھئے ولکس ۲: ۲۱۲؛ Secret Proceedings ۲۳ جون ۱۷۸۳ء)۔ رسد، پانی اور گولہ بارود کی کمی تھی ہی، گولہ باری سے سب عمارتیں ڈھے گئیں۔ بیماروں اور زخمیوں کے لئے بھی کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ رہی (شین: Sheen's Letter in Narrative of Campaign... Oakes ص ۸۳ بعد) آخر انگریزی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ سلطان نے فوج کے لئے خوراک، رسد نیز زخمیوں اور بیماروں کے لئے موزوں سواری کے انتظام کا وعدہ فرما لیا تھا۔ سب کو ذاتی روپیہ بھی ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن میتھیوز نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا کہ جتنا روپیہ اٹھا سکتے ہو اٹھا لو، چنانچہ افسروں اور سپاہیوں میں سے بعض نے ایک ایک ہزار بعض نے دو دو ہزار پگوڈا (جنوبی ہند کا سونے کا سکہ) اٹھا لئے، حالانکہ یہ روپیہ خود شین Sheen کی شہادت کے مطابق سرکاری تھا۔ جب انگریز فوج کی تلاشی لی گئی تو ان سے چالیس ہزار پگوڈا برآمد ہوئے (شین Sheen کا خط ص ۸۸) تاریخ سلطنت خداداد کا بیان ہے کہ جواہرات اور روپے بھیڑ بکری کے جبڑوں، ڈبل روٹیوں اور اعضائے مخصوصہ میں چھپا رکھے تھے (ص ۱۲) معاہدے کی خلاف ورزی محض اتنی نہ تھی بلکہ انگریزوں نے سرکاری ذخیرے لوٹے اور دفتر جلائے (Military Sundry Book ۸۴ ۱۷۸۴ء: ۶۱، ص ۸۸۵ تا ۸۹۴)

بدنور سے ٹیپو سلطان بنگلور پہنچا، جہاں انگریزی فوج کا سالار

کیمبل Campbell موجود تھا، وہ قلعہ بند ہو گیا۔ ۲۰ مئی تک قلعے کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اس اثناء میں یورپ سے خبر آگئی کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان (ریاستہائے امریکہ کی جنگ آزادی کے سلسلے میں) جو لڑائی چھڑ گئی تھی اس میں صلح ہو گئی ہے۔ چنانچہ فرانسیسی تمام فوج سلطان سے الگ ہو گئی۔ ۱ اگست ۱۷۸۳ء کو محصورین و محاصرین نے متارکہ پر دستخط کر دیئے۔

سلطان ملیبار میں مصروف تھا۔ حکومت مدراس نے ایک مجہول شخص کو نواب کرناٹک Nawab of Carnatic بنا کر کھڑا کر دیا۔ میر قمر الدین خان نے اسے بری شکست دی اور جب انگریزی فوج اس کی امداد کے لئے جا رہی تھی اسے بھی مار بھگایا۔ پھر انگریزوں نے میسور پر حملہ کیا۔ سرنگاپٹم میں راجا کو گدی پر بٹھانے کے لئے سازش کی گئی۔ ان میں سے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر متارکہ ہوا۔ اس کی خلاف ورزی انگریزوں نے کئی مرتبہ کی تا آنکہ ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء کو معاہدے پر دستخط ہو گئے۔ اس کے مطابق فریقین نے مفتوحہ علاقے واپس کر دیئے۔ اسیران جنگ چھوڑ دیئے۔ خود ایک ذمہ دار انگریز لارڈ میکارٹنی Lord Macartney نے اعتراف کیا کہ ہمارے لئے صلح ضروری تھی کیونکہ جنگ چند ماہ اور باقی رہتی تو ہم اپنے مصارف کے بوجھ سے دب کر ڈوب جاتے (Parliamentary Proceedings ۳ الف زبر ۸۴۔۵۱)۔

ادھر انگریزوں سے جنگ ختم ہوئی اُدھر مرہٹوں کے مشہور مدبر نانا فڑنویس نے میسور پر حملے کے لئے نظام سے ساز باز شروع کر دی۔ سلطان نے نانا کو لکھا کہ آپ کو میرے خلاف لڑنے کے بجائے انگریزوں سے جنگ شروع کرنی چاہیئے۔ نظام سے کہا کہ آپ پر تو میری امداد واجب ہے کیونکہ میں مسلمانوں کو تقویت دے رہا ہوں۔ سلطان کی باتوں پر کسی نے کان نہ دھرا۔ نظام اور مرہٹوں کے درمیان اتفاق ہو گیا کہ حیدر علی خان کے تصرفات سے پیشتر جتنا علاقہ میسور کا تھا اسے چھوڑ کر باقی سب کا سب متفقہ طور سے چھین لیا جائے اور برابر تقسیم کر لیا جائے (محب الحسن خان ص ۹۳ از روی حدیقۃ العالم)۔ نظام کا ایک مطالبہ مرہٹوں سے یہ تھا کہ بیجاپور اور احمد نگر اسے واپس کئے جائیں۔ اس مطالبے کو مرہٹے کب منظور کر سکتے تھے۔ تاہم نظام نے ٹیپو سلطان کے بجائے مرہٹوں کا ساتھ دیا۔ سلطان نے اس لڑائی کو روکنے میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھا کیونکہ یہ ملکی قوت کے لئے سراسر نقصان رساں اور صرف انگریزوں کے لئے فائدہ مند تھی لیکن

نہ نانا فڑنویس پر کچھ اثر ہوا اور نہ نظام پر۔ جب سلطان کے علاقے پر حملہ ہو گیا تو وہ بھی فوج لے کر مقابلے کے لئے نکل پڑا۔ ادھونی Adhoni کی طرف پیش قدمی کی جس پر مہابت جنگ (برادر زادہ و داماد نظام) حاکم تھا۔ مہابت جنگ نے اپنے دیوان کو سلطان کے پاس بھیجا۔ سلطان نے کہا کہ مجھے آپ سے کوئی دشمنی نہیں۔ نظام خواہ مخواہ آمادۂ جنگ ہوا ہے اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر ہماری مملکت کو پامال کر رہا ہے۔ مسلمانوں اور غریبوں کے مکان، مسجدیں اور عبادت گاہیں نذر آتش کی جا رہی ہیں (نشان حیدری ص ۲۰۱ بعد)۔

سلطان کو یقین تھا کہ ادھونی پر حملہ ہوتے ہی نظام اور مرہٹے سب کچھ چھوڑ کر اس کی بچاؤ کے لئے دوڑیں گے۔ یہی ہوا۔ اتحادیوں کی بڑی فوج ادھونی کی طرف بڑھی تو سلطان نے یہ مقام چھوڑ دیا۔ اتحادیوں نے خود یہی مناسب سمجھا کہ مہابت جنگ کے اہل و عیال کو وہاں سے ہٹا لیں۔ چنانچہ وہ ادھونی کو خالی کر گئے اور سلطان دوبارہ اس پر قابض ہو گیا۔

پھر سلطان نے دریائے تنگ بھدرا کو طغیانی کے عالم میں عبور کیا اور دھارواڑ میں مرہٹوں پر کئی مرتبہ چھاپے مارے۔ اس جنگ سے فائدہ اٹھا کر ساونور کا نواب بھی مرہٹوں سے مل گیا تھا۔ حالانکہ ٹیپو سلطان کے بھائی عبد الکریم کی شادی اس کے ہاں ہوئی تھی اور اس کے ذمے سرکار میسور کا روپیہ تھا۔ آخر فروری ۱۷۸۷ء میں متارکے پر دستخط ہو گئے۔ پھر صلح نامے میں سلطان نے اپنے کچھ علاقے چھوڑ دیئے اور کچھ نئے علاقے لے لئے، نیز مرہٹوں اور نظام کے ساتھ دفاعی اور جارحانہ اتحاد کر لیا۔ سلطان چاہتا تو زیادہ کڑی شرطیں بھی منوا سکتا تھا مگر اس کا مقصد یہ تھا کہ ان دونوں ہمسایوں سے، جو وسیع قوت کے مالک تھے، تعلقات مستحکم ہو جائیں تاکہ انگریزوں کے مقابلے میں ساتھ دے سکیں یا کم از کم انگریزوں کا ساتھ نہ دیں۔ اس وقت انگریز گورنر جنرل لارڈ کارنوالس Lord Cornwallis سلطان کے خلاف سیاسی جوڑ توڑ اور جنگی تیاریاں شروع کر چکا تھا۔ صلح کے بعد ٹیپو سلطان نے ان پالیگاروں کی گوشمالی کی جو جنگ کے موقع پر حاضر نہیں ہوئے تھے یا معلوم ہو چکا تھا کہ انھوں نے غنیم سے خفیہ سلسلہ ربط قائم کر لیا تھا۔

سلطان نے اسی زمانے میں بادشاہ کا لقب اختیار کیا اور خطبے میں مغل بادشاہ کی جگہ اپنا نام داخل کیا (تاریخ ٹیپو سلطان، نیز

(ولکس ۲/۷۴۸ : ۲۹۴) نیا روپیہ جاری کیا، جسے "امامی" کہتے تھے۔ ہر شہر، قصبے اور قلعے سے ایک فرسنگ پر مضبوط خاربندی کا انتظام کر دیا جس میں آنے جانے کے چار دروازے رکھے اور ان پر پہرے بٹھا دیئے۔ سرنگاپٹم میں "مسجد اعلیٰ" کی تعمیر ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء میں شروع ہوئی تھی۔ اس مقام پر پہلے ایک معمولی بت خانہ تھا۔ سلطان نے اس کے متولیوں کو روپیہ دے کر جگہ خریدی اور علی عادل شاہ بیجاپور کی مسجد کے مطابق مسجد بنوائی۔ ۱۲۰۴ھ کی نماز عید الفطر (۱۴ جون ۱۷۹۰ء) اسی مسجد میں ادا کی۔ "سنہ ہجری" کی جگہ "سنہ محمدی" جاری کیا جس کا آغاز نبوت سے شروع ہوتا تھا (نشان حیدری ص ۲۲۶ بعد) مہینوں کے نئے نام رکھے۔

۱۷۸۴ء میں سلطان نے عثمان خان کو سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا تھا۔ وہاں سے امید افزا جواب آیا تو غلام علی خان، شاہ نور اللہ، لطف علی بیگ اور محمد حنیف کو بھیجا اور حکم دیا کہ یہ سفارت قسطنطنیہ سے فارغ ہو کر فرانس اور انگلستان جائے (ولکس ۲ : ۳۶۱)۔ لیکن یہ سفارت قسطنطنیہ ہی سے لوٹ آئی۔ اس کے ذمے مختلف کام تھے مثلاً فوجی اعانت، تجارت کی توسیع، ماہرین فن کا حصول تاکہ اپنے ملک میں اعلیٰ پیمانے پر صنعت و حرفت جاری کی جا سکے۔ ایک غرض یہ بھی تھی کہ عثمانی سلطان سے جو خلیفۃ المسلمین تھا، اپنی بادشاہی کے لئے پروانہ تصدیق حاصل کیا جائے۔ پروانہ مل گیا تو سلطان نے سونے اور جواہرات سے شیر کا تخت تیار کرایا (نشان حیدری، ۳۲۸)، نیز توپ، بندوق، چاقو، گھڑی وغیرہ کے کارخانے جاری کئے۔ اسلحہ کے کارخانے کا نام تارامنڈل رکھا اور یہ کارخانے چار مقامات پر قائم ہوئے: سرنگاپٹم، بنگلور، چیتل درگ اور نگر (نشان حیدری، ۳۲۸)۔ اس سفارت کے لئے سلطان نے اپنے چار جہاز مقرر کر دیئے تھے، جو بصرے پہنچے، وہاں سے کچھ سفر کشتیوں سے طے کیا۔ کچھ سواریوں پر۔ عین اس زمانے میں سلطنت عثمانیہ اور روس کے درمیان جنگ چھڑ گئی تھی، نیز قسطنطنیہ میں طاعون پھوٹ پڑا تھا۔ اس لئے سفارت وہاں سے اسکندریہ، قاہرہ اور حرمین شریفین ہوتی ہوئی واپس آ گئی۔ اسی طرح کریم خان زند، حاکم ایران، زمان شاہ درانی فرماں روائے افغانستان اور شاہ فرانس کے پاس سفارتیں بھیجی گئیں۔

انگریزوں کی حالت عجیب تھی۔ وہ کسی ایک پالیسی پر کاربند نہ تھے۔ انھوں نے مختلف مقامی حاکموں سے متناقض معاہدے کر رکھے تھے جب ضرورت سمجھتے معاہدے کا مفہوم بدل لیتے مثلاً ٹیپو سلطان کے ساتھ ۱۷۸۴ء کے معاہدے میں اقرار کیا تھا کہ سلطان کے دشمنوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی مدد نہ دیں گے مگر جب مرہٹوں اور نظام نے سلطان کے خلاف جنگ شروع کی اور نانا فرنویس نے انگریزوں سے امداد کا تقاضا کیا تو قائم مقام گورنر جنرل پانچ پانچ بٹالین دونوں کے علاقوں کی حفاظت کے لئے بھیجنے پر آمادہ ہو گیا۔ ([illegible] مورخہ ۱۲ فروری ۱۷۸۶ء) یہ ٹیپو سلطان کے ساتھ معاہدے کی صریح خلاف ورزی تھی۔ حکومت انگلستان نے اس کی منظوری نہ دی۔ وہ چاہتی تھی کہ کمپنی بالکل غیر جانبدار رہے اور صرف اس وقت عملی قدم اٹھائے جب فرانسیسی کسی ایک فریق کے طرفدار بن جائیں ([illegible] ۲۱ جولائی ۱۷۸۶ء) لارڈ کارنوالس مستقل گورنر جنرل بن کر آیا تو اسے بھی یہی ہدایت دی گئی تھی، چنانچہ اپنے عہدے کا حلف اٹھاتے ہی اس نے قائم مقام گورنر جنرل کے وعدے منسوخ قرار دے۔ البتہ مرہٹوں اور نظام کو یہ یقین دلا دیا کہ فرانسیسیوں نے سلطان کو کسی قسم کی مدد دی تو انگریز ضرور فوجی اعانت ادا کریں گے۔ (Poona Residency [illegible]، ۲۶ فروری ۱۷۸۷ء)۔

یہاں کے حالات دیکھ کر کارنوالس کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر ہندوستان میں انگریزی قوت کو برتر بنانا منظور ہے تو ٹیپو سلطان سے لڑے بغیر چارہ نہیں کیونکہ تمام ملکی قوتوں میں سے صرف سلطان کی قوت مستحکم و ترقی پذیر تھی۔ چنانچہ کارنوالس نے ایک طرف فوجی تیاریاں شروع کر دیں، دوسری طرف نظام اور مرہٹوں کو ساتھ ملانے کے لئے گفت و شنید جاری کر دی۔ سلطان نے بھی مرہٹوں اور نظام سے رابطہ استوار کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مرہٹوں سے تو خیر کسی توقع کی نہ تھی مگر نظام سے موافقت کی امید خاصی خوشگوار تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ شمس الامراء رئیس پائے گاہ، سلطان سے معاہدے کا زبردست حامی تھا۔ اس کے برعکس میر عالم انگریزوں کا خاص آدمی تھا اور وہ ہر معاملے میں انھیں کی طرفداری کرتا تھا۔ ۱۱ جنوری ۱۷۹۰ء کو شمس الامراء نے وفات پائی (حدیقۃ العالم ص ۶-۳) اس طرح میر عالم کے لئے من مانی کارروائیوں کا دروازہ کھل گیا۔

اور ٹیپو سلطان سے موافقت کا مطلع امید تاریک ہو گیا۔

نظام اور مرہٹوں سے انگریزوں کی گفتگو جاری ہی تھی کہ ٹراونکور کا واقعہ پیش آ گیا۔ ٹراونکور کے راجا نے انگریزوں سے دوستی کا معاہدہ کر کے سلطنت میسور کے خلاف سرگرمیاں جاری کر رکھی تھیں۔ مثلاً ملیبار کے قدیم روساء کو جو سلطنت میسور کے باج گزار تھے بشمر دیگر بغاوت پر ابھارا جاتا اور انھیں اپنے ہاں پناہ دے دی جاتی۔ ۸۸-۱۷۸۷ء میں انگریزی فوج نے ٹراونکور ہی میں سے گزر کر ماہی پر قبضہ کیا تھا جو حیدر علی خاں کی حفاظت میں تھا۔ ۸۹-۱۷۸۸ء میں راجا نے انگریزی فوج کے دو دستے منگوا لئے اور وہ مخالفانہ سرگرمیوں میں اور بھی بے باک ہو گیا (محب الحسن خاں ص ۱۵۴) یہاں تک کہ مدراس کے گورنر سے کہا ملیبار کے روساء کو مدد دے کر ٹیپو سلطان کی محکومی سے آزاد کرا لیا جائے (Military ... Correspondence، جلد ۳۸، نمبر ۵۹)۔

پھر ٹراونکور کی شمالی سرحد پر ایک حفاظتی لائن تھی جو رفتہ رفتہ سالہا سال تک بنتی رہی۔ ٹیپو سلطان جب مرہٹوں اور نظام کی لڑائی سے فارغ ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ اس لائن کا ایک حصہ کوچین کے علاقے میں آ گیا ہے جو سلطان کے ماتحت تھا، چنانچہ سلطان نے لائن وہاں سے ہٹا لینے کے لئے کہا تو راجا نے جواب دیا کہ یہ زمین کوچین کے راجا سے لے لی گئی تھی اور لائن پچیس سال پیشتر بن چکی تھی (Madras Records، ۱۸ نومبر ۱۷۸۹ء، جلد ۱۳۳ الف: ص ۵، نیز یکم جنوری ۱۷۹۰ء، جلد ۱۳۳ الف: ص ۵) حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط تھیں، کیونکہ لائن ۱۷۶۴ء سے ۱۷۷۵ء تک بنتی رہی تھی (Dutch Records نمبر ۱۳، ص ۲۵) اور اس حالت میں کوچین سے کوئی زمین لینے کا سوال بالکل خارج از بحث تھا۔ غرض اس بیان میں ٹراونکور نے اعتراف کر لیا تھا کہ لائن کا ایک حصہ کوچین کی زمین پر بھی ہے۔ صرف قبضے کا جواز و عدم جواز زیر بحث تھا۔

یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ ٹراونکور نے ولندیزوں سے دو قلعے یعنی جیا کوٹہ اور کرنگانور خرید لئے۔ سلطان بھی ان قلعوں کا خریدار تھا اور پال گھاٹ کی حفاظت کے لئے یہ ضروری تھے۔ راجا نے مدراس کے گورنر سے قلعوں کی خرید سے متعلق مشورہ لیا تھا تو اس نے راجا کو خریدنے سے منع کر دیا۔ پھر ٹراونکور کے انگریز ریذیڈنٹ نے حکومت مدراس کو لکھا کہ سلطان کی طرف سے کرنگانور پر حملے کا خطرہ ہے۔ گورنر نے صاف جواب دے دیا کہ راجا کو صرف اس صورت میں امداد دی جا سکتی ہے جب ٹراونکور پر حملہ ہو اور موجودہ نازک حالت میں کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا چاہیے جو سلطان کے لئے حملے کی دستاویز بن جائے (Madras Records، جلد ۱۲۹ الف: ص ۷۴۴ و ما بعد)۔

راجا نے قلعے خرید لئے۔ کارنوالس نے اس سودے پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے قلعے ولندیزوں کو واپس کر دینے کے لئے لکھا اور اس معاملے میں انگریز ریذیڈنٹ کے طرزِ عمل کی بھی مذمت کی (Madras Records، جلد ۱۳۱ بی: ص ۲۶۵۹ تا ۲۶۶۷)۔ پھر راجا نے یہ کہا کہ مدراس کے سابق گورنر سے اجازت لے لی گئی تھی۔ جب کمپنی کے ڈائرکٹروں نے اس گورنر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ نہ کبھی یہ مسئلہ میرے سامنے پیش ہوا اور نہ میں نے کبھی قلعوں کی خرید کا مشورہ دیا (کابٹ Parliamentary History of England: W. Cobbett، ۲۸: ۱۲۸۹)۔

یہ حالات تھے جب سلطان سلطنت کا دورہ کرتا ہوا ۱۷۸۹ء کو ٹراونکور کی دفاعی لائن سے کوئی پچیس میل کے فاصلے پر پہنچا اور اس نے ایک خط راجا کو بھیجا کہ اوّل ملیبار کے جن رئیسوں کو پناہ دے رکھی ہے انھیں حوالے کر دیا جائے۔ دوم جیا کوٹہ اور کرنگانور چھوڑ دیئے جائیں۔ سوم دفاعی لائن کا جتنا حصہ کوچین کی زمین پر ہے اسے ڈھا دیا جائے (Poona Residency Correspondence، جلد سوم نمبر ۳: ۵۴)۔ راجا کا جواب اطمینان بخش نہ تھا۔ اس اثناء میں سلطان نے کچھ فوج بعض باغیوں کے تعاقب میں بھیج دی جو ٹراونکور کی سرحد سے ملی ہوئی پہاڑیوں اور جنگلوں میں پناہ گزیں تھے۔ ٹراونکوریوں نے اس فوج پر گولیاں چلائیں، میسوریوں نے جوابی کارروائی کی۔ بس اتنے سے واقعے کو کچھ کا کچھ بنا لیا گیا حالانکہ ابتداء میں مدراس کے گورنر کو بھی اعتراف تھا کہ یہ ایک اتفاقی حادثہ تھا نیز حملہ سلطان کے حکم سے نہیں ہوا تھا (National Archives of India، Political Proceedings ۲ اپریل ۱۷۹۰ء)۔ جنرل میڈوز Meadows کی رائے میں بھی یہ ایک معمولی معاملہ تھا اور اسے باقاعدہ جنگ نہیں سمجھا جا سکتا تھا (Military Despatches to Court ۲۰: ۶۹)

اس جھڑپ کے بعد میسوری فوج نے کوئی قدم نہ اٹھایا۔ جولائی

۱۷۹۰ء میں مدراس کے گورنر نے کارنوالس کی ہدایت کے مطابق سلطان کو لکھا کہ جھگڑے کے تصفیے کے لئے کمشنر مقرر کردیئے جائیں۔ سلطان نے اتفاق کیا اور کہا کہ بہتر ہے کمشنر میرے پاس بھیج دیئے جائیں (Military Country Correspondence ۲۲ فروری ۱۷۹۰ء نمبر ۵۹ جلد ۳۹: ص ۱۲۵ بعد) گورنر نے یہ بات مان لی مگر چند روز بعد میڈوز گورنر بن گیا۔ اس کی رائے تھی کہ کمشنر ٹیپو سلطان کے پاس بھیجے جائیں گے تو کمپنی کی وقعت کم ہو جائے گی (Political Proceedings ۱۷ مارچ ۱۷۹۰ء) جب سلطان نے خود وکیل بھیجنے چاہے تو جواب دے دیا گیا کہ اب گفت و شنید نہیں ہو سکتی اور صلح چاہتے ہو تو تاوان ادا کرو۔

اس اثنا میں ٹراونکور کی فوج دو مرتبہ (مارچ ۱۷۹۰ء اور اپریل ۱۷۹۰ء) میسور کی علاقے پر حملے کر چکی تھی اور دونوں مرتبہ ذلت خیز شکست کھا کر لوٹی تھی (میکنزی Mackenzie ۲۹:۱ تا ۳۱)۔ آخر سلطان نے تنگ آکر ۱۲ اپریل ۱۷۹۰ء سے دفاعی لائن پر گولہ باری شروع کر دی۔

انگریزوں کی روش اس لئے یکایک بدلی کہ مرہٹوں اور نظام سے ساز باز ہو چکی تھی اور وقت کی یہ بڑی طاقتیں متحد ہو کر سلطنت خداداد پر حملے کا عزم کر چکی تھیں۔ کارنوالس اپنی خوشی کو چھپا نہ سکا اور اس نے مدراس کے گورنر میڈوز کو لکھا کہ اس وقت ہمیں ملکی طاقتوں سے امداد کی یقیناً امید ہے اور اسے (سلطان کو) فرانس سے کسی اعانت کی امید نہیں ہو سکتی (Political Proceedings ۱۰ مارچ ۱۷۹۰ء)

یہ حالات تفصیل سے بیان کئے بغیر تیسری جنگ میسور کی حقیقی کیفیت واضح نہیں ہو سکتی تھی۔

تین طاقتوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس کا مفاد یہ تھا کہ کڑپہ نظام کو ملے، پیشوا کے تمام علاقے اس کے حوالے ہوں، یہ تمام زمیندار اور پالیگار بحال کئے جائیں، ان کی بحالی کا نذرانہ نیز ٹیپو سلطان کا علاقہ خالصہ تینوں فریقوں میں بحصۂ مساوی تقسیم ہو (Secret Proceedings)

اس سلسلہ میں نانا فرنویس کا یہ کارنامہ" درخورِ فراموشی ہے کہ وہ ادھر انگریزوں سے معاہدے کا فیصلہ کر چکا تھا، ادھر سلطان کے وکیلوں کو چکمہ دیتا رہا کہ میں انگریزوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اس طرح ان سے پندرہ لاکھ روپے وصول کر لئے تو کہا کہ بس اب رخصت ہو جاؤ (Poona Residency Records ،۱۸۵-۱۸۷)۔

بہرحال ٹراونکور کا معمولی سا واقعہ تیسری جنگ میسور کا سبب بنا۔ یقیناً یہ جنگ ٹراونکور کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ کمپنی کے علاقے کی توسیع کے لئے ہوئی تھی۔ اس کے تین دور ہیں:

۱۔ پہلے دور میں مدراس کے گورنر جنرل میڈوز نے فوج کی کمان سنبھالی۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ کوئمبٹور پر قبضہ کرکے اسے مرکز بنائے اور جنوبی سمت سے میسور پر حملہ کرے۔ سلطان نے زبردست مزاحمت کی۔ کئی مقامات پر انگریزوں کو شکستیں دیں۔ مئی سے دسمبر (۱۷۹۰ء) تک انگریزی منصوبہ ناکام رہا۔ اس دور پر خود کارنوالس کا تبصرہ یہ تھا کہ ہم نے وقت ضائع کیا اور غنیم نے شہرت حاصل کر لی۔ جنگ میں یہ دونوں چیزیں حد درجہ بیش قیمت ہیں (راس Marquis of Cornwallis, Correspondence of Charles Ross، First ed.: لنڈن ۱۸۵۹ء: ۲: ۵۱)۔

۲۔ پھر کارنوالس نے خود فروری ۱۷۹۱ء میں فوج کی کمان سنبھالی۔ وہ سیدھا بنگلور پر بڑھا۔ سلطانی فوج گاہے گاہے انگریزی فوج پر چھاپے مارتی رہی مگر اسے روک نہ سکی۔ کارنوالس نے شہر کو لوٹا۔ قلعہ لے لیا۔ یہاں سے بہت سا سامان جنگ ہاتھ آیا۔ پھر وہ نظام کی فوج کے ساتھ اتصال کی غرض سے چوراسی میل شمال کی جانب چلا گیا۔ دونوں فوجوں نے مل کر مئی ۱۷۹۱ء میں سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لیا۔ مرہٹے اس وقت تک نہیں پہنچے تھے۔ موسم مویشیوں کے لئے ناموافق تھا۔ ان میں بیماری پھیل گئی اور بیل بکثرت مرنے لگے۔ نیچے کے طبقے کے لوگ مردہ بیلوں کا سڑا ہوا گوشت کھاتے تھے کیونکہ رسد کی قلت تھی۔ پھر کیمپ میں چیچک پھوٹ پڑی (ڈائرم Dirom، ص ۲)۔ آخر محاصرہ چھوڑنے کا فیصلہ ہو گیا۔ جہاں اتحادی فوج چھ روز ٹھہری تھی وہاں میلوں میں گھوڑوں اور بیلوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ جو سامان ساتھ نہ لے جایا جا سکا۔ اسے نذر آتش کر دیا گیا (Dirom، ص ۳ و ۴)۔

۳۔ اب لڑائی کا تیسرا دور شروع ہوا۔ کارنوالس تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ مرہٹے آگئے اور وہ بہ اصرار پوری فوج کو واپس لائے۔ ان کے ساتھ رسد کے وسیع ذخیرے تھے اور انھوں نے اتحادیوں کی ضرورت سے فائدہ اٹھا کر بھاری رقمیں وصول کیں۔ فروری ۱۷۹۲ء

... تو قائم کا فائدہ اٹھایا گیا۔ آخر مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی اور درج ذیل امور قرار پائے :

(الف)۔ سلطان نصف سلطنت اتحادیوں کے حوالے کردے۔

(ب)۔ تین کروڑ تیس لاکھ تاوان ادا کرے۔ اس میں سے ایک کروڑ پینسٹھ لاکھ کی رقم کا فوراً ادا کر دی جائے اور باقی رقم چار چار مہینے کی تین قسطوں میں ادا کی جائے

(ج)۔ تمام اسیران جنگ رہا کر دیئے جائیں۔

(د)۔ جب تک ان شرائط کی پوری تعمیل نہ ہو سلطان کے دو بیٹے بطور یرغمال اتحادیوں کے پاس رہیں۔

اس سلسلے کا ... عبرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ نظام کا نمائندہ مشیر الملک کہتا تھا۔ سلطان کے پاس صرف ایک کروڑ کا سرمایہ ... چھوڑا جاتا ہے باقی سب لیا جائے۔ اور پندرہ کروڑ روپے تاوان ... کیا جائے، حالانکہ اسے علم تھا کہ ملک اور روپے میں سے دو تہائی سے انگریزوں اور مرہٹوں کے حوالے ہو گا۔ کارنوالس اور مرزا ... (مرتبہ سالار) کو یہ کہنا پڑا کہ ... Memorandums ... 41./ ۲۰۱۰۶ تا ۱۱۰ ... کا خط، نظام خان ... نام، مرقوم ۲۸ فروری ۱۷۹۲ء)۔

سلطان کی پوری سلطنت کے مالیے کا اندازہ دو کروڑ سینتیس لاکھ روپے کیا گیا تھا اور جو علاقہ اتحادیوں کے حوالے ہوا وہ تخمیناً ایک کروڑ اٹھارہ لاکھ پچاس ہزار دو سو چوراسی روپے مالیے کا تھا (محب الحسن خان، ۱۹۹)۔ لیکن بعض انگریز اس صلح پر بھی مطمئن نہ تھے۔ مثلاً میڈوز جو شرطوں کی نرمی سے اتنا رنجیدہ ہوا کہ خودکشی کی کوشش کی (محب الحسن خان، ص ۲۶۹) مسٹر ... H... نے کہا: "جب تک اس کا سلطان کی قوت خلل سے محفوظ رہے گی صرف یہی نہیں کہ ہم اپنے مقبوضات کو وسعت نہ دے سکیں گے بلکہ جو کچھ قبضے میں آ چکا ہے وہ بھی چھن جانے کے خطرے میں برابر مبتلا رہیں گے پھر جب موقع حاصل ہے تو کیوں اس خطرناک دشمن سے نجات حاصل نہ کر لیں؟ اگر اس کا نظام درہم برہم نہ کر دیا گیا تو ممکن ہے کل اسے والی حیدرآباد کا کوئی جانشین یا کوئی اور سلطان فرماں روا اختیار کرے جو آئندہ دکن میں اقتدار حاصل کرے گا۔ اگر اس نظام کو ایک مرتبہ تباہ کر دیا گیا تو ... کہ دوبارہ قائم ہونے کا کوئی خطرہ نہیں"۔

(... The life of Sir Thomas Munro ۱: ۱۲۳ بعد)۔

خود کارنوالس کو سلطان پر مہربان نہ تھا۔ اسے یہ خطرہ تھا کہ پوری سلطنت کے لینے کے بعد اتحادیوں میں تقسیم کے متعلق خوفناک جھگڑے پیدا ہو جائیں گے۔ (... کتاب مذکور ۱: ۱۳۱)

نصف ملک دے دینے سے سلطان پر سیاسی، اقتصادی اور انتظامی اعتبار سے سخت ضرب پڑی تھی مگر وہ مستعدی سے اصلاح احوال میں مصروف ہو گیا۔ خود ولزلی Wellesley کا اعتراف ہے کہ ... نے تاوان کا باقی ... باقاعدگی سے ادا کیا۔ شکست سے ... بلکہ ... کے نقصانات کی تلافی ہو گئی۔ رسالے اور پیادہ فوج کو درست کیا۔ پائے تخت کے استحکامات مکمل کئے۔ سرکشوں کو سزا دی۔ زراعت کی حوصلہ افزائی کی اور ملک کی سابقہ خوشحالی بحال کر دی۔ (ولزلی کے ڈسپیچز ۱: ۶۹۶)۔

سلطان کی یہ مستعدی، اولوالعزمی اور ... ناخوشگوار حالات کے مقابلے میں ... حوصلہ مندی انگریزی حکومت کے لئے اضطراب افزا تھی۔ سابقہ معاہدے پر چند سال گزرے تھے کہ مارکوئس ویلزلی گورنر جنرل مقرر ہو کر آیا۔ جس کے نزدیک ہندوستان میں انگریزوں کے مقبوضات کی توسیع کے لئے ساز گار وقت آ گیا تھا (فلپس Philips: East India Company) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطان کی تمام سرگرمیاں بدستور جاری تھیں۔ اس کے پاس بندرگاہیں تھیں اور وہ بحری طاقت کے ذریعے براہ راست رابطہ قائم رکھ سکتا تھا تجارت، صنعت و حرفت اور فوج کی اصلاح کے لئے بھی فرانسیسیوں کے سوا اور کسی سے امداد نہ لی تھی۔ انگریز اس وجہ سے بھی پریشان تھے کہ نپولین مصر فتح کر چکا تھا اور اس نے جو خط ٹیپو سلطان کو لکھے تھے وہ ... شریف مکہ کے ذریعہ سے انگریزوں کے قبضے میں آ گئے تھے (... Appendix B ... Mysore)

[میر ... سلطان خاں بیرسٹر ایٹ لاء حیدرآباد دکن نے جولائی ۱۹۵۵ء میں ادارۂ دائرۂ معارف اسلامیہ اردو کو بونا پارٹ کے ایک دستی خط کا ترجمہ بھیجا جو بونا پارٹ نے ۲۶ جنوری ۱۷۹۹ء کو قاہرہ سے ٹیپو سلطان کو بھیجا تھا۔ ترجمہ درج ذیل ہے :

بنام جلیل القدر سلطان، ہمارے عزیز ترین دوست۔

ٹیپو صاحب!

سال ہفتم جمہوریہ، جو متحد اور ناقابل تقسیم ہے۔ ایک لاتعداد اور ناقابل شکست فوج کے ساتھ آپ کو انگلستان کے آہنی پنجے سے نجات دلانے کی خواہش کے ساتھ بحر احمر کے کنارے پر آیا ہوں۔ میں یہ معلوم کرنے کا دلی آرزومند ہوں کہ آپ کا سیاسی موقف کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے کسی قابل اعتبار آدمی کو سویز جلد روانہ کردیں جس سے گفتگو کرسکوں۔

خدا آپ کی طاقت میں اضافہ فرمائے اور آپ کے دشمنوں کو تباہ کرے۔

(دستخط) بوناپارٹ]

ویلزلی نے ہندوستان پہنچتے ہی جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ ساتھ ہی مرہٹوں اور نظام سے بھی نامہ و پیام جاری ہوگئے۔ ابتداء میں ویلزلی کی روش سلطان کے متعلق مصالحانہ رہی۔ نظام اور مرہٹوں سے عہد و پیماں ہوگئے تو ایک دم اس نے خطوں میں تہدید آمیز انداز اختیار کرلیا اور ایک سفیر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ سلطان اپنی آزادی بحال رکھتے ہوئے ہر شرط قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس اثنا میں ویلزلی نے جنرل ہیرس Harris کو حکم دیا کہ سلطان سے گفت و شنید ختم کردی جائے اور میسور پر حملہ کر کے سرنگا پٹم کا محاصرہ کرلیا جائے۔ سلطان سفیر سے بات چیت کے لئے تیار تھا مگر جواب ملا کہ اب صرف جنرل ہیرس سے بات چیت ہوسکتی ہے چنانچہ اچانک میسور پر دو انگریزی فوجیں مشرق و مغرب سے بڑھیں۔ مرہٹے الگ تھلگ رہے۔ نظام نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔

ویلزلی نے مصالحت کے دو مسودے ہیرس کے حوالے کئے تھے اور ہدایت کردی تھی کہ سرنگا پٹم پر گولہ باری سے پیشتر پہلا مسودہ سلطان کے سامنے پیش کیا جائے۔ ہیرس نے ۲۲ اپریل ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹم پر گولہ باری سے پیشتر دوسرا مسودۂ مصالحت سلطان کے حوالے کیا جس کی شرطیں بہت سخت تھیں یعنی نصف سلطنت چھوڑ دی جائے دو کروڑ تاوان دیا جائے جس میں سے ایک کروڑ نقد ادا ہو۔ چار بیٹے اور چار جرنیل بطور یرغمال دیئے جائیں اور ان کا انتخاب ہیرس کی صوابدید پر موقوف ہوگا۔ ساتھ ہی کہہ دیا گیا کہ چوبیس گھنٹے میں جواب دیا جائے۔ اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر یرغمال اور روپئے حوالے کردیئے جائیں۔ سلطان نے یہ شرطیں قبول نہ کیں۔

Military Sundry Book, ۱۰۹ ے

(ص ۱۰۴ ابعد)

سلطان کے عہدیداروں اور درباریوں میں سے ایسے بھی تھے جو حالات کا انقلاب دیکھ کر خفیہ طور پر انگریزوں سے مل گئے تھے۔ مثلاً پورنیا، قمر الدین خاں اور میر صادق۔ ایسے بھی تھے جنہیں کامیابی کی بظاہر کوئی امید نہ تھی تاہم وہ جان کے ساتھ ادائے فرض کے لئے تیار تھے مثلاً سید غفار۔

قلعے پر گولہ باری کے بعد شگاف ہوا تو حملے سے پیشوا انگریز اندر کے متعلق اطمینان کرلینا چاہئے تھے۔ میر صادق سے بات چیت کے بعد قرار پایا کہ ۴ مئی کو دوپہر کے وقت حملہ کیا جائے۔ دریائے کاویری کے درمیان ایک جزیرے پر سرنگا پٹم واقع ہے۔ انگریزی فوج دریا سے کوئی ایک سو گز کے فاصلے پر تھی۔ سامنے دریا کا پاٹ دو سو اسی گز تھا۔ دریا سے گزرنے کے بعد پتھر کی ایک دیوار تھی اور اس دیوار کے اندر ساٹھ گز چوڑی خندق تھی (فورٹیسکیو Fortescue ۴/۲: ۷۴۸)، گویا شگاف تک پہنچنے کے لئے انگریزی فوج کو چار سو چالیس گز یا ڈھائی فرلانگ فاصلہ طے کرنا تھا۔ سلطان نے شگاف کی حفاظت کے لئے فوج متعین کردی تھی اور اس کی درستی کا حکم دے دیا تھا۔

ادھر انگریزوں نے مقررہ وقت پر حملہ کیا۔ ادھر میر صادق نے محافظ فوج کو تنخواہ بانٹنے کے بہانے ہٹالیا۔ شگاف خالی رہ گیا اور انگریزی فوج بے تکلف اندر داخل ہوگئی۔ یہ ایک انگریزی فوج کی کیفیت تھی۔ حملے کے دوسرے مقام پر انگریزوں کو زبردست مزاحمت سے سابقہ پڑا۔

سلطان نے دوپہر کا کھانا منگوایا۔ ایک ہی نوالہ کھایا تھا کہ آہ و بکا کی صدا کان میں پہنچی۔ پوچھا کیا ہوا؟ عرض کیا گیا کہ سید غفار شہید ہوگئے۔ سلطان نے جان نثار سالار کے متعلق یہ سنتے ہی کھانا چھوڑ دیا۔ ہاتھ دھوئے اور کہا ہم بھی عنقریب جانے والے ہیں (نشان حیدری، ۳۶۱)۔

اس وقت تک انگریزی فوج اندر داخل ہوچکی تھی۔ سلطان ڈڈی دروازے (پانی کے دروازے) کی طرف بڑھا۔ اسے میر صادق نے بند کرادیا تھا۔ کہ سلطان باہر نہ نکل سکے۔ خود یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا تھا کہ کمک لاتا ہوں۔ ایک شخص نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو یہ کہہ کر تلوار ماری کہ بادشاہ کو دشمنوں کے حوالے کرکے خود کہاں جارہا ہے؟ میر صادق گھوڑے سے گر پڑا۔ دوسروں نے اسے ختم کر ڈالا (نشان حیدری، ۳۶۱ ابعد)۔

سلطان تنہا دو میں مصروف تھا اور دو زخم لگ چکے تھے۔ تیسرے

زخم نے بالکل نڈھال کر دیا۔ وفاداروں نے پالکی میں ڈال کر اٹھانا چاہا۔ ہجوم کے باعث اٹھا نہ سکے۔ اس حالت میں ایک گورے نے سلطان کی مرصع شمشیر بند پر ہاتھ ڈالا۔ سلطان نے تلوار ماری۔ اس نے فوراً پستول داغ دیا [دیکھیں A View of the Origin ... Beatson، [illegible]]

کا بیان ہے کہ تلوار کی پہلی ضرب ہاتھ ڈالنے والے گورے کی بندوق پر پڑی اور دوسری ضرب نے ایک اور گورے کو زخمی کیا۔ اس اثنا میں سلطان کے گولی لگی۔ کرمانی کا بیان ہے کہ سلطان تنگ جگہ میں لڑتا رہا۔ دو تین آدمیوں کو گولی اور تلوار سے موت کے گھاٹ اتارا۔ روئے مبارک پر کاری زخم کھا کر شہادت پائی۔ (نشان حیدری ۳۹۱) ٹیپو کی ... معلوم ہوتا ہے کہ موت گولی سے ہوئی، جو دائیں کان سے ذرا اوپر لگی تھی (الین [illegible]، ۸۰ بعد) میت کو حیدر علی خان کے پہلو میں اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔

۵ مئی تک لوٹ کا سلسلہ جاری رہا۔ سپاہی محل کے خزانے سے بے شمار روپیہ اور جواہرات لے گئے۔ جواہرات کی صرف ایک کشتی کی قیمت چالیس لاکھ روپئے بتائی گئی تھی۔ ایک سپاہی کو سلطان کا بازو بند ملا جسے کمپنی کے ایک سرجن نے ڈیڑھ ہزار روپئے میں خرید لیا اور خود دو ہزار پونڈ میں بیچا (ڈاڈویل Dodwell ۶۷)۔ سونے چاندی کے علاوہ مرصع بندوقوں اور تلواروں، بیش بہا قالینوں اور قیمتی پارچوں کے تھانوں کا وسیع ذخیرہ تھا۔ ان سب سے بڑھ کر چاندی کا ایک خوبصورت ہودہ اور ایک شاندار تخت تھا جو اب بھی انگلستان میں موجود ہے۔ عربی، فارسی اور اردو کے دو ہزار مخطوطات تھے۔ بیس لاکھ پونڈ کی رقم لوٹ سے فراہم ہوئی جس میں سے جنرل ہیرس کا حصہ ایک لاکھ بیاسی ہزار نوسو دو تھا (محب الحسن خان، ۳۲۲)۔

سلطان خود عالم اور اہل علم کا قدردان تھا۔ اوضاع و اطوار پسندیدہ تھے۔ اہل علم کی پرورش پر خاص توجہ تھی۔ نماز صبح کے بعد التزاماً قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ ہر وقت باوضو رہتا۔ حیاداری کا یہ عالم تھا کہ حمام میں بھی کپڑا باندھ کر نہاتا تھا۔ عمر بھر میں پاؤں اور ہاتھوں کے سوا جسم کا کوئی حصہ برہنہ نہ ہوا۔ کبھی ایسا کپڑا نہ پہنتا جس میں نماز جائز نہ تھی۔ دستار پر سفید رومال رکھ کر ٹھوڑی کے نیچے باندھ لیتا۔ آخری دور میں سبز رنگ کی شملہ دار دستار پہنتا تھا۔ قلمرو کی اکثر عورتیں سر و سینہ کھولے پھرنے کی عادی تھیں۔ حکم دے دیا تھا کہ کوئی عورت کرتے اور اوڑھنی کے بغیر باہر نہ نکلے۔ شجاعت میں سب پر فائق تھا۔ شہسواری اور نیزہ بازی میں اس کا نظیر کوئی نہ تھا۔ اختراعات میں اسے کمال حاصل تھا [سنہ مولودی (آغاز از بعثت نبوی) سنہ ہجری کے مطابق جاری کیا۔ مہینوں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ نئے سکے جاری کئے اور ان کے نئے نام رکھے [احمدی، صدیقی، امامی، عابد وغیرہ]۔ نئی وضع کی بندوقیں اور توپیں بنوائیں۔ ڈھالیں ایسی تیار کرائیں جن پر تیر یا گولی کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ مکروہات اور منہیات سے ہمیشہ احتراز رہا۔ تمام فرامین کی پیشانی پر اپنے ہاتھ سے بسم اللہ خط طغرا میں لکھتا اور نیچے دستخط کرتا (نشان حیدری، ۳۹۱-۳۹۲) معاہدہ سرنگاپٹم میں نصف سلطنت چھوڑنا پڑی تو پلنگ پر سونا ترک کر دیا۔ کھادی کے تھان فرش پر بچھا کر سوجاتا (نشان حیدری، ۳۹۷ بعد)۔

ملک کی رونق اور آبادکاری پر خاص توجہ تھی۔ تجارت کی توسیع کے لئے بیرونی ملکوں سے روابط پیدا کئے۔ دور دور سے کاریگر بلا کر اپنے ہاں ہر قسم کی صنعتیں جاری کیں [میسور کی موجودہ صنعتی و تجارتی ترقی کی سب سے پہلی اینٹ سلطان ہی نے رکھی۔ ریشمی صنعت جس پر آج میسور کو واجبی طور پر ناز ہے، سلطان ہی کی رائج کردہ ہے۔ اسی نے دوسرے ممالک سے ریشم کے کیڑے منگوا کر ان کی پرورش و پرداخت کا طریقہ اپنی رعایا کو سکھایا۔ اس نے جواہر تراشی اور اسلحہ سازی کے کارخانے بھی قائم کئے۔ میر محمد باسط علی خان]۔ زراعت بہت ترقی کر گئی کیونکہ افتادہ زمینیں نرم شرطوں پر مزارعین کو دی جاتی تھیں۔ آبیاری کے لئے جابجا تالاب بنوائے کاویری پر ایک بند بنانے کا سنگ بنیاد بھی رکھا تھا [اور ایک کتبے پر کندہ کرایا کہ بند کی وجہ سے جو آمدنی ہو اس کا معتدبہ حصہ رعایا کی فلاح و بہبود پر صرف کیا جائے۔ میر محمد باسط علی خان]

گنے، گندم، جوار اور پان کی کاشت سے خاص دلچسپی تھی۔ درختوں میں سے چیڑ، سال، ساگوان، سپاری، صندل اور ناریل لگانے پر زور دیا جاتا تھا۔ ریشم کے کیڑے پالنے کا خیال آیا تو بارہ محل میں بکثرت توت لگوائے۔ راس امید سے شاہ بلوط منگوائے۔ روئی اور نیل کی کاشت بھی کرائی۔ پھل والے درختوں میں سے آم، سنترے، سیب اور امرود بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ غریب کاشتکاروں کو تقاوی پر روپیہ دیا جاتا تھا (محب الحسن خان، ۳۴۰ بعد)

حکومت کے مختلف محکموں کے لئے کچہریوں کا نام تجویز کیا تھا۔ مثلاً

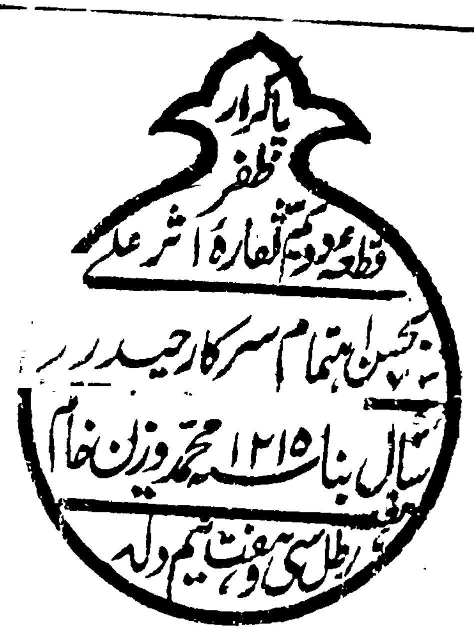
مغربی بنگال، کلکتہ

میر آصف کچہری (مالگزاری اور فینانس)، میر میران کچہری (فوج)، میر صدر کچہری (توپ خانہ اور قلعہ نشین افواج)، ملک التجار کچہری (تجارت)، میر یم کچہری (بحریات)، میر خزائن کچہری (خزانہ اور دارالضرب)۔ توشے خانے کے دو حصے تھے: نقدی اور جنس۔ بحریات کا مستقل محکمہ سلطان نے قائم کیا [فوجی تنظیم کے لئے ایک کتاب فتح المجاہدین لکھوائی جس میں نہ صرف فوجی نقل و حرکت کے تمام قواعد درج ہیں جو یورپ میں رائج تھے بلکہ ان میں خود سلطان کے اختراع کردہ قواعد بھی ہیں۔ سلطان کو فن جہاز سازی سے بھی شغف تھا۔ وہ جہازوں کے نقشے خود تیار کرتا تھا۔ مقناطیسی پہاڑوں سے جہازوں کے بچانے کے لئے لوہے کے بجائے تانبے کے استعمال کا طریقہ سلطان ہی نے ایجاد کیا۔ اس نے بندرگاہوں کو وسیع کیا۔ ساحل کی حفاظت کے لئے سمندری فوجیں قائم کیں۔ میر محمد باسط علی خان]۔ حیرت ہوتی ہے کہ جس فرماں روا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شہزادگی سے آخر تک مسلسل خوفناک لڑائیوں میں گزرا اسے ان تمام معاملات پر توجہ کا وقت کیوں کر ملتا تھا حق یہ ہے کہ سلطان حکومت کو خدا کی طرف سے امانت سمجھتا تھا اور اس امانت کا حق ادا کرنے کی جیسی عملی مثال اس نے پیش کی۔ اس کی نظیریں بہت کم ملیں گی۔

ٹیپو سلطان ایک سچے حکمران کی طرح تعصب سے پاک تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آخری وقت تک سینکڑوں غیر مسلم اس کے ہاں ذمے داری کے اونچے عہدوں پر مامور تھے۔

[ٹیپو سلطان نے اپنے دارالسلطنت کا نام ٹیپو نگر یا ٹیپو پٹن نہ رکھا بلکہ "گنج عام" رکھا، جو عوام میں اب تک "گنجام" مشہور ہے۔ کیونکہ یہ وہ مقام تھا جہاں ہر ملک، ہر فرقے، ہر قوم اور ہر قسم کے فنکار آکر بسنے لگے تھے اور جہاں عالیشان شاہی محلات، فوجی، دیوانی اور عدالتی دفاتر تعمیر کئے گئے تھے مگر آج وہاں کھنڈروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اب صرف ایک محل موسومہ "دریا دولت باغ" دریائے کاویری کے کنارے باقی رہ گیا ہے جس کے برآمدے کی مغربی دیوار پر ایک تصویر میں کرنل بیلی کو سلطان سے شکست کھا کر اپنی انگلیاں دانتوں میں دبائے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مشرقی دیوار کی تصاویر سے سلطان کی روزمرہ زندگی کا حال ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عمارت میں لارڈ ڈلہوزی کا کتبہ بھی لگا ہوا ہے۔ اسی نمونے کا اب صرف ایک محل، محمود علی خان کا شہر میسور میں موجود ہے۔ میر محمد باسط علی خان]۔

سلطان کی شہادت کے وقت شہزادہ فتح حیدر باہر تھا۔ وفادار



[یا کرار۔ قطعہ دویم نقارہ ظفر اثر علی بحسن اہتمام سرکار حیدری سال بنا ۱۲۱۵ھ محمد وزن خام ہفت رطل سی و ہفت نیم دانگ۔]

یہ نقش اس نقارے پر ہے جو سلطان نے مندر کے استعمال کے لئے دیا تھا۔ آج بھی یہ نقارہ استعمال کیا جاتا ہے۔

سرداروں کی رائے تھی کہ لڑائی جاری رکھی جائے مگر جنرل ہیرس اور بعض دوسرے لوگوں نے یقین دلایا کہ انہی کو مسند پر بٹھا دیا جائے گا۔ پورنیا کی رائے بھی یہی تھی، کیونکہ اس کے نزدیک باشندوں کے متعدد حصے کو مطمئن کرنے کی اور کوئی صورت نہ تھی (Military Summary Book، ۱۰۹، لے بند ۱۱) میر عالم اور مشیر الملک، نمائندگان حیدرآباد، ٹیپو سلطان کے خاندان میں سے کسی کو مسند پر بٹھانے کے سخت خلاف تھے (Wellesley's Despatches ۱۴ جون ۱۷۹۹ء)

ویلزلی نے پورنیا کی تجویز مسترد کر دی اور قدیم راجا کو گدی پر بٹھا دیا۔ سلطان شہید کے شہزادوں کے لئے دو لاکھ چالیس ہزار پگوڈا کی رقم مقرر ہوگئی۔ انھیں پہلے ویلور میں رکھا گیا۔ ۱۸۰۶ء میں وہاں فوجی بغاوت ہوئی تو شہزادوں کو کلکتہ منتقل کر دیا گیا۔

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۶ دانش گاہ پنجاب لاہور)

سُلطان شہید



●

پوچھ اے میسور اپنے ماضیٔ ضونا ک سے
برہنہ شمشیر اک چمکی تھی تیری خاک سے

اے سرنگاپٹم، اے مہدِ کمالِ حیدری
ہے امانت تجھ میں تصویرِ جلالِ حیدری
وہ شہیدِ ذوقِ آزادی، وہ غازی، وہ جواں
جو بدلنا چاہتا تھا نقشۂ ہندوستاں
جس کی نظروں میں وطن کا حال واستقبال تھا
جو دکن کی گود میں اک آتشِ سیال تھا

اے شہید اے مردِ میدانِ وفا تجھ پر سلام
تجھ پہ لاکھوں رحمتیں لاانتہا تجھ پر سلام
اُڑ رہے ہیں آج جو ماحول میں سیلاب کے
یہ بھی کچھ ذرّے ہیں تیری خاک آتش تاب کے
آہ، کیسا باغبانِ شامِ چمن نے کھو دیا
اپنے ہاتھوں خود تجھے اہلِ وطن نے کھو دیا
آہنی پیکر ترا اب ہاتھ آسکتا نہیں
لے کے مشعل بھی کوئی ڈھونڈے تو پا سکتا نہیں

عین بیداری ہے یہ خوابِ گراں تیرے لئے
ہے شہادت اک حیاتِ جاوداں تیرے لئے
آ پھر اربابِ وطن کی مشکلیں آسان کر
پھر شریکِ جنگِ آزادی ہو، سینہ تان کر

سیماب اکبر آبادی

مغربی بنگال، کلکتہ



ٹیپو سلطان: اجداد، ابتدائی زندگی، تخت نشینی

محب الحسن

ٹیپو سلطان کے خاندانی حالات، اس کے دادا فتح محمد سے قبل جنہوں نے اس خاندان کو شہرت عطا کی، بڑی حد تک پردۂ اخفا میں ہیں لیکن بعض بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیپو قریش[1] مکہ کی نسل سے تھا اور اس کے اجداد، غالباً سولہویں صدی کے اواخر میں شمال مغرب کے خشکی کے روایتی راستے سے[2] ہندوستان وارد ہوئے۔ ان واقعات کے علاوہ ان کے ترک وطن کرکے ہندوستان پہنچنے کے بارے میں کچھ اور معلوم نہیں ہوتا[3]۔

اس خاندان کا پہلا فرد جس کے متعلق کچھ روایات محفوظ ہیں، شیخ ولی محمد ہے جو بقول کرمانی بیجاپور کے فرماں روا محمد عادل شاہ (۲۶-۱۶۲۵ء) کے عہد میں اپنے بیٹے محمد علی کے ساتھ دہلی سے گلبرگہ آیا[4]۔ وہ ایک دیندار آدمی تھا۔ شاہ صدر الدین حسینی کی درگاہ سے منسلک ہوگیا جو عرف عام میں گیسو دراز کے نام سے مشہور ہیں[5]۔ انھیں گزر اوقات کے لئے وظیفہ ملنے لگا۔ درگاہ کے ایک خادم کی بیٹی سے اپنے لڑکے محمد علی کی شادی کی۔ ولی محمد کی وفات کے بعد محمد علی بیجاپور چلا گیا اور اپنے سات نسبتی بھائیوں کے ساتھ رہنے لگا جو علی عادل شاہ ثانی (۱۶۵۷ تا ۱۶۷۲ء) کی فوج میں ملازم تھے[6]۔ کچھ ہی دنوں بعد مغلوں اور بیجاپوریوں میں جنگ چھڑ گئی اور محمد علی کے ساتوں نسبتی بھائی اس جنگ میں کام آئے۔ اس سانحے کے بعد محمد علی اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیجاپور سے کولار چلا گیا۔ وہاں کے حاکم شاہ محمد سے اس کی پہلے سے شناسائی تھی۔ اس نے خوش دلی سے محمد علی کا خیر مقدم کیا اور اسے اپنی جائداد کا مہتمم مقرر کیا۔ شاہ محمد کا کارندہ ہونے کے علاوہ محمد علی کھیتی باڑی بھی کرتا تھا اور اپنے کھیت و باغات پٹہ پر بھی دیتا تھا[7]۔

فتح محمد: محمد علی کے چار بیٹے تھے۔ محمد الیاس، شیخ محمد، محمد امام اور فتح محمد۔ جب وہ جوان ہوئے تو باپ نے انھیں صلاح دی کہ اپنے دادا کی طرح وہ بھی درگاہ کے خادم بنیں لیکن انھوں نے سپہ گری کو ترجیح دی۔ چنانچہ ۱۶۹۷ء کے لگ بھگ محمد علی کی وفات کے بعد فتح محمد نے کولار کی سکونت ترک کردی اور نواب سعد اللہ خان، والیٔ ارکاٹ، کی ملازمت اختیار کرلی۔ نواب نے اسے جمعدار بنادیا اور دو سو پیادوں اور پچاس سواروں کے دستے کی کمان اس کے سپرد کردی۔ کچھ عرصے کے بعد فتح محمد نے تنجور کے ایک پیرزادے کو بلوایا اور اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کردی۔ چونکہ اس نے بڑی وفاداری سے نواب کی خدمت کی تھی، اس لئے اس کی کمان میں اضافہ کرکے پیادوں کی تعداد چار سو اور سواروں کی تعداد پانچ سو کردی گئی اور پچاس توپچیوں کا بھی اضافہ کردیا گیا۔ یہ پتہ نہیں چلتا ہے کہ فتح محمد نے ارکاٹ کیوں چھوڑا[9]۔ بہرکیف اس کے بعد وہ راجا میسور کی ملازمت میں داخل ہوا۔ یہ ملازمت اسے اپنے بھتیجے حیدر صاحب کی سفارش سے ملی تھی جو شیخ الیاس کا فرزند تھا اور پہلے ہی سے راجا کی ملازمت میں تھا۔ مگر فتح محمد زیادہ عرصے تک میسور میں رہا نہیں۔ اگرچہ وہاں اسے نائک کا خطاب بھی مل گیا تھا۔ تاہم میسور کے امراء کے باہمی نزاع سے متنفر ہوا اور اس نے ریاست کو خیرباد کہہ دیا۔ اس کے بعد وہ نواب درگاہ قلی خاں والی سیرا کی ملازمت میں داخل ہوا۔ نواب نے چار سو پیادوں اور دو سو سواروں کی کمان اسے عطا کی اور ڈوڈ بالاپور کا قلعہ بھی[10] اس کی سپرد کردیا۔ یہیں ۱۲۷۲۱ء میں اس کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا نام حیدر علی رکھا گیا۔ اس کے ایک اور بیٹا تھا جو تین سال قبل پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام شہباز تھا۔

حیدر علی: چند سال بعد درگاہ قلی خاں کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا عبد الرسول خاں اس کا جانشیں ہوا۔ دریں اثناء طاہر خاں نے اپنے مربی سعد اللہ خاں کے اثر و رسوخ کی بدولت سیرا کی صوبیداری کے عہدے پر اپنا تقرر کرالیا لیکن عبد الرسول خاں نے جسے فتح محمد خان کی سرپرستی حاصل تھی سیرا کی صوبیداری سے دست بردار ہونے سے انکار کردیا۔ آگے نتیجے میں عبد الرسول خاں اور فتح محمد خاں میں جنگ چھڑ گئی اور دونوں ہی اس جنگ میں کام آئے۔ اس طرح طاہر خاں سیرا کا صوبیدار ہوگیا[11]۔ تاہم عبد الرسول خاں

کے بیٹے تقی خاں کو اپنے باپ کی جاگیر ڈوڈبالاپور پر قابض رہنے دیا گیا۔[12]

فتح محمد خاں چونکہ مقروض مرا تھا اس لئے عباس قلی خاں نے اس کے اہل خاندان پر جو قلعہ میں تھے[13] ظلم و تعدی کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اگرچہ اس وقت حیدر کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ اور شہباز کی آٹھ سال کے قریب تھی۔ تاہم باپ کا قرض ادا کرنے کے لئے ان دونوں کو اذیتیں دی جانے لگیں[14]۔ اس طرح سے عباس قلی خاں نے وہ سب کچھ چھین لیا جو اس خاندان کے پاس تھا۔ فتح محمد کی بیوہ نے اپنے مال و متاع کے چھین جانے کے بعد اور اس ناروا سلوک سے دہشت زدہ ہوکر جو اس کے بچوں کے ساتھ روا رکھا گیا تھا اپنے خاوند کے بھتیجے حیدر صاحب کو اپنی مصیبت و پریشانی سے آگاہ کیا، جو میسور میں ملازم تھا۔[15] اس نے فوراً دیوراج سے مدد کی درخواست کی جو راجا میسور کا داماد تھا۔ دیوراج نے سیرا کے صوبیدار کو لکھا جس نے عباس قلی خاں کو اس کے بے رحمانہ طرز عمل پر تنبیہ کرتے ہوئے فتح محمد خان کے خاندان کو فوراً رہا کرنے کا حکم دیا۔ فتح محمد کی بیوہ رہائی حاصل کرنے کے بعد اپنے بچوں کو لے کر بنگلور پھر وہاں سے سرنگاپٹم چلی گئی۔[16] اس کے بعد یہ لوگ حیدر صاحب کی حمایت و سرپرستی میں زندگی گزارنے لگے۔ اس نے حیدر اور شہباز کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کی اور سپہ گری اور شہسواری کی تربیت دلوائی لیکن جب وہ جوان ہوئے تو انہوں نے حیدر صاحب کو چھوڑ کر عبدالوہاب خان کی ملازمت اختیار کر لی جو کرناٹک کے نواب محمد علی خان کا چھوٹا بھائی اور چتوڑ کا جاگیردار تھا۔[17] اس دوران چونکہ حیدر صاحب خوشحال اور میسور میں ذی اثر ہو گیا تھا اس نے اپنے چچازاد بھائیوں کو واپس بلا لیا اور ان کے آنے کے بعد انھیں دیوراج کے چھوٹے بھائی سالار تیج سنگھ کی خدمت میں پیش کیا جس نے ان دونوں بھائیوں کو تین سو پیادوں اور پچاس سواروں کی کمان عطا کی۔[18] حیدر صاحب کی وفات کے بعد شہباز نے اس کے فوجی دستے کی کمان اس کے جانشین کی حیثیت سے سنبھالی۔[19] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں حیدر علی کے پاس کوئی علاحدہ کمان نہیں تھی بلکہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ وہ منسلک تھا لیکن مختلف معرکوں میں خصوصاً دیون ہلی[20] کے محاصرے (۱۷۴۹ء) کے دوران حیدر علی کے جوش ہمت اور دلاوری نے تیج راج کو بہت متاثر کیا اور اس نے اسے خان کا خطاب دیا اور دو سو پیادوں اور پچاس سواروں کے علاحدہ سے کمان بھی دی[21] یہیں سے اس کی ترقی کا آغاز ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی تاریکی کا وہ پردہ بھی اٹھ جاتا ہے

جو اس کی ابتدائی زندگی پر پڑا ہوا تھا اور وہ تاریخ کی تیز روشنی میں نظر آنے لگتا ہے۔

حیدر علی کی زندگی کا دوسرا اہم واقعہ ۱۷۴۹ء میں اس وقت پیش آیا جب تیج راج نے اسے میسور کی اس فوج کے ہمراہ بھیجا جو آصف جاہ نظام الملک کے بیٹے ناصر جنگ کی مدد کے لئے روانہ کی گئی تھی۔ ناصر جنگ نظامت کے لئے اپنے چچازاد بھائی مظفر جنگ سے برسرپیکار تھا۔ پہلے تو ناصر جنگ نے اپنے حریف پر غلبہ حاصل کر لیا اور اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا لیکن ۱۶ دسمبر ۱۷۵۰ء کی رات کو کڈاپہ کے پٹھان نواب نے اسے دغا بازی سے قتل کر دیا۔ اس حادثے کے بعد جو افراتفری پھیلی اس میں ناصر جنگ کا خزانہ فرانسیسیوں کے ہاتھ آیا لیکن اس کے ایک حصے پر بیدر کے ہرکاروں کی مدد سے حیدر علی نے بھی قبضہ کر لیا۔[22] یہ دولت لے کر جب وہ میسور واپس آیا تو اپنی فوج میں اضافہ کرنے اور مغرور فرانسیسی فوجیوں کی مدد سے تربیت دینے میں مصروف ہو گیا۔[23]

اسی اثناء میں کرناٹک کی گدی کے لئے محمد علی اور چندا صاحب میں مقابلہ ہو رہا تھا۔ محمد علی نے اپنے حریف کے دباؤ سے مجبور ہو کر جب فرانسیسیوں کی امداد حاصل کی تو تیج راج سے مدد کی درخواست کی اور اس کے بدلے میں ترچناپلی اور اس کے متعلقہ علاقے میسور کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔[24] مزید علاقوں کے حصول کی توقع سے سرشار ہو کر تیج راج فوراً محمد علی کی مدد کے لئے ترچناپلی پہنچا۔ میسور کی فوجیں انگریزوں کے دوش بدوش فروری ۱۷۵۲ء تک چندا صاحب اور فرانسیسیوں سے جنگ میں مصروف رہیں۔ اگرچہ مئی میں چندا صاحب مارا گیا۔[25] تاہم محمد علی نے حسب وعدہ ترچناپلی کو میسور کے حوالے کرنے کی بجائے صرف سری رنگم[26] کا جزیرہ ہی دیا۔ اس پر تیج راج فرانسیسیوں سے مل گیا اور محمد علی اور انگریزوں سے ترچناپلی لینے کی بھرپور کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ملی اور مایوس ہو کر وہ میسور واپس چلا گیا۔[27] ترچناپلی کی مہم اگرچہ تیج راج کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی تاہم حیدر علی کے لئے زحمت کے بھیس میں رحمت بن گئی۔ اپنے پیادوں اور سواروں کے دوش بدوش حیدر علی بھی جنگ کے دوران ہمہ وقت میسور کی فوج کے ساتھ رہا۔ اس جنگ نے حیدر علی کو یورپ کے طرز جنگ سے براہ راست واقف کر دیا۔ اس مہم میں اس نے بڑی دلیری اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔ جس نے تیج راج کو بے حد متاثر کیا اور اس کی مزید ترقی کا باعث بنی۔ چنانچہ ترچناپلی سے جب میسور واپس لوٹا تو اسے دندیگل

کا فوجدار مقرر کیا گیا جہاں اس ضلع کے سرکش پولی گاروں (زمینداروں) کو زیر کرنے کے لئے ایک مرد آہن کی ضرورت تھی۔ حیدر نے اس علاقے کے پولی گاروں کی گوشمالی کی اور وہاں امن و امان بحال کرنے میں اسے کامیابی ہوئی۔ اس نے اپنی فوج میں اضافہ کیا۔ توپ خانہ کی تنظیم کی اور فرانسیسی انجینئروں کی مدد سے اسلحہ خانہ بھی قائم کیا[28]

اس دوران میسور کی راجدھانی کے حالات بہت خراب ہوتے جارہے تھے۔ میسور کے راجا سے ننج راج اور دیوراج کے تعلقات بہت کشیدہ ہوگئے تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے راجہ کو کٹھ پتلی بنا رکھا تھا۔ اس کے علاوہ ان دونوں بھائیوں میں ریاست کی پالیسی[29] کے متعلق سنگین اختلافات بھی تھے مزید برآں ترچناپلی کی مہم کے اخراجات نظام اور مرہٹوں کے حملوں اور استحصال زر نے میسور حکومت کو مالی اعتبار سے کھوکھلا کر دیا تھا، کئی مہینے سے فوجیوں کو تنخواہ نہیں ملی تھی، ان میں بے چینی تھی اور اپنی شکایات کے ازالے کے لئے ننج راج کی حویلی پر دھرنا دے بیٹھے تھے تاکہ پانی اور اشیائے خورد و نوش اندر نہ لے جا سکیں[30]

سرنگاپٹم کے تشویش انگیز حالات سن کر حیدر علی فوراً وہاں پہنچا کیونکہ وہاں یہ عام خیال تھا کہ صرف حیدر ہی ایک ایسا آدمی ہے جو حالات کو معمول پر لا سکتا ہے۔ اس نے دیوراج اور ننج راج میں ملاپ کرایا۔ راجا کو اپنی حفاظت اور حمایت کا یقین دلایا اور فوجیوں کی بقایا تنخواہ کی ادائیگی کا انتظام کیا۔ ان کاموں نے ان کی اتنی قدر بڑھا دی کہ ۱۷۵۷ء میں مرہٹوں نے میسور پر حملہ کیا تو اسے سپہ سالار مقرر کیا گیا اور حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے اور ان کو پسپا کرنے کی خدمت اس کے سپرد کی گئی[31]۔ حیدر نے حسب معمول جرأت دکھائی اور حملہ آوروں کو کامیابی کے ساتھ پسپا کرکے مفید مطلب معاہدہ صلح پر مجبور کر دیا[32]۔ وہ سرنگاپٹم میں ایک فاتح کی حیثیت سے واپس آیا اور راجا اور پرجا نے میسور کے نجات دہندہ کی حیثیت سے ان کا خیر مقدم کیا۔

ریاست کی مالی حالت اب تک ابتر تھی فوجیوں کی تنخواہ پھر مہینوں سے ادا نہیں کی گئی تھی اور وہ ایک مرتبہ پھر دھرنا دے کر بیٹھ گئے۔ ننج راج کے پاس ان دشوار مسائل کا جو اسے درپیش تھے کوئی حل نہیں تھا۔ اس کے علاوہ جنگوں میں پے در پے شکست کے بعد اس کا وقار اور اثر بھی باقی نہیں رہا تھا اس لئے اس نے سیاسی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا[33]۔ حیدر تو اس موقع کے انتظار ہی میں تھا۔ اس نے بے غل و غش اس کی گدی سنبھال لی[34]۔ مگر جلد ہی اسے اپنے خلاف ایک سازش کا پتہ چلا جو اس کے دیوان کھانڈے راؤ نے کی تھی۔ وہ حیدر کو بے دخل کرکے اس کی جگہ خود لینا چاہتا تھا۔ راجا بھی یہ محسوس کرتا تھا کہ حیدر کے برسر اقتدار آنے سے اس کے لئے حالات کچھ زیادہ امید افزا نہیں ہوئے ہیں لیکن حیدر اپنی سوجھ بوجھ اور عزم و ہمت سے اپنے دشمنوں کو زیر کرنے میں کامیاب ہوا اور ۱۷۶۱ء تک میسور کا فرماں روا بن گیا تھا[35]

اس کے بعد حیدر نے فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ گو مرہٹوں کے پے در پے تین حملوں (۱۷۶۷-۷۲ء) کی وجہ سے اسے شکستیں کھانی پڑیں مگر آخرکار ۱۷۷۸ء تک وہ ایک وسیع سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا[36]

حیدر کی پہلی بیوی سید شہباز کی لڑکی تھی جو عام طور پر شاہ میاں کے نام سے مشہور تھے اور سیرا کے پیرزادے تھے اس کے بطن سے ایک لڑکی ہوئی لیکن زچگی میں وہ استسقا میں مبتلا ہوئی اور ساری عمر مفلوج رہی۔ اس کے بعد حیدر نے فاطمہ سے شادی کی جو فخرالنساء بھی کہلاتی تھی۔ وہ میر معین الدین کی لڑکی تھی[37] جو چند سال تک قلعہ کڈاپا کا گورنر تھا جب فخرالنساء حاملہ ہوئی تو وہ اپنے خاوند کے ساتھ درگاہ حضرت ٹیپو مستان[38] اولیاء پرار کاٹ میں حاضر ہوئی اور لڑکا پیدا ہونے اور زچگی بخیر گزر جانے کی دعا کی۔ اس کی دعا قبول ہوئی اور ۲۰ ذالحجہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو جمعہ کے دن اس کے بطن سے ایک لڑکا دیون ہلی میں پیدا ہوا جہاں وہ اس وقت سے مقیم تھی جب میسور والوں نے ۱۷۴۹ء میں اس پر قبضہ کیا تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کا نام ٹیپو سلطان رکھا اس کا دوسرا نام فتح علی بھی تھا جو اس کے دادا فتح محمد[39] کے نام پر رکھا گیا تھا۔

بعض مورخوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ٹیپو نے اپنے نام کے ساتھ سلطان کے لقب کا اس وقت اضافہ کیا جب وہ اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا لیکن بیشتر معاصر ماخذ کے مطابق "سلطان" ٹیپو کے نام کا ایک جز تھا لقب نہیں تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ہم عصر انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں میں ٹیپو کو جب وہ شہزادہ تھا ٹیپو صاحب کہا جاتا تھا اور اس کے باپ کی وفات کے فوراً بعد سے ٹیپو سلطان اور کبھی کبھی نواب ٹیپو سلطان لکھا جانے لگا تھا لیکن یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہئے کہ اس زمانے میں یوروپین ایشیائی ناموں کی صحت کا خیال نہیں رکھتے تھے اور صحیح نہ لکھتے تھے۔ اس کے علاوہ اس امر کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ ٹیپو نے اپنی تخت نشینی کے وقت سلطان یا نواب کا لقب اختیار کیا ہو بالف

۱۷۸۷ء میں مرہٹوں سے جنگ کے اختتام پر بادشاہ کا لقب اختیار کر لیا تھا۔ ٹیپو کی ابتدائی زندگی کے متعلق معلومات بہت کم ہیں۔ صرف اکّادکّا واقعات ہی کا پتہ چلتا ہے۔

جب کھانڈے راؤ حیدر کو ہلاک کرنے کی سازش کی تھی تو ٹیپو سرنگاپٹم میں اپنے باپ کے ساتھ ہی رہتا تھا اور اس وقت اس کی عمر صرف دس برس تھی۔ حیدر علی نے یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ اس کی زندگی خطرے میں ہے اور وہ اپنی مدافعت نہیں کر سکے گا، ۱۲ اگست ۱۷۶۰ء کو راجدھانی سے نکل بھاگا اور ٹیپو کو خاندان کے اور افراد کے ساتھ وہیں چھوڑ گیا۔ کھانڈے راؤ نے ان لوگوں کو سرنگاپٹم کے قلعہ کے اندر ایک مکان میں جو مسجد کے قریب تھا منتقل کر دیا اور اس کے علاوہ ان کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آیا۔[21] حیدر نے جب سرنگاپٹم کو دوبارہ فتح کیا تو اپنے خاندان کے لوگوں کو بنگلور پہنچا دیا جو اس کے نزدیک راجدھانی سے زیادہ محفوظ جگہ تھی اور جب ۱۷۶۳ء میں بدنور فتح کیا تو ٹیپو کو وہاں بھیج دیا۔[22]

تعلیم:۔ حیدر خود اگرچہ ناخواندہ تھا تاہم اس نے اپنے بیٹے کو ایک مسلمان شہزادے کے شایانِ شان تعلیم دینے کے لئے رواج کے مطابق قابل معلم مقرر کئے۔[23] ٹیپو کو شہ سواری، بندوق بازی اور تیغ زنی کی بھی باقاعدہ مشق کرائی گئی۔ فوجی معائنے کے وقت بھی وہ اپنے باپ کے ساتھ رہتا تھا تاکہ فوجی تربیت اور قواعد سے واقفیت حاصل کرے اور فنونِ جنگ سیکھے جن پر یورپ والے کاربند تھے۔ اس کا فوجی معلم غازی خاں نامی ایک شخص تھا جو حیدر کی منگالی فوج کا بہترین افسر تھا۔ ان معلموں کے نام معلوم نہیں ہو سکے جنہوں نے ٹیپو کو اردو، فارسی، عربی، کنڑ زبان اور قرآن اور فقہ کی تعلیم دی تھی۔

۱۷۶۶ء میں جب حیدر نے مالابار پر حملہ کیا تو ٹیپو کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا تاکہ اسے جنگ کا تجربہ ہو جائے۔[24] اس وقت ٹیپو کی عمر ۱۵ سال تھی۔ اس معرکے میں ایک موقع پر ٹیپو نے بڑی مستعدی اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ حیدر نے بالم پر حملہ کیا تھا جو بدنور کے جنوب میں ایک کوہستانی علاقہ ہے۔ اس کے پالیگار نے شکست کھائی لیکن اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی اثنا میں ٹیپو صرف دو تین ہزار فوج لے کر گھنے اور تاریک جنگل میں گھس گیا اور اس مقام پر جا پہنچا جہاں پالیگار کے اہل خاندان اور متوسلین نے پناہ لی تھی اور ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے بہت سے مارے گئے اور جو باقی بچے انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ آخر مجبور ہو کر پالیگار نے اطاعت قبول کر لی اس کی دیکھا

دیکھی مالابار کے دوسرے جاگیرداروں نے بھی بہ عجلت تمام حیدر کی فرماں روائی تسلیم کر لی۔[25] حیدر اپنے بیٹے کے اس کارنامے پر اس قدر نازاں تھا کہ اس نے دو سو سواروں کی کمان اس کے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دینے کے لئے اسے عطا کی اور بہت جلد ان سواروں کی تعداد بڑھا کر پانچ سو کر دی اور ایک معقول جاگیر بھی عطا کی جو بلوالی کونالور، دھرم پوری، پیتا گرم اور ٹنکارائے کوٹائی کے اضلاع پر مشتمل تھی۔[26]

پہلی اینگلو میسور جنگ:۔ جب پہلی اینگلو میسور جنگ (۱۷۶۷ء تا ۱۷۶۹ء) چھڑی تو نظام اور مرہٹے انگریزوں کے ساتھ تھے لیکن حیدر اس اتحاد کو توڑنے اور انگریزوں کو علاحدہ کر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے پہلے مرہٹوں کو الگ کر کے ان سے صلح کی پھر نظام کو جو بنگلور سے جنوب مغرب کی طرف ۲۷ میل کے فاصلے پر چھپیا پٹنہ میں خیمہ زن تھا۔ اپنی طرف ملانے کی کوشش کی۔ ۱۱ جون ۱۷۶۷ء کو اس نے ٹیپو کو محفوظ خاں اور میر علی رضا کے ہمراہ نظام کے پاس بھیجا۔ نظام کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کرنے کے لئے وہ اپنے ساتھ پانچ ہاتھی، دس خوبصورت گھوڑے، زرِ نقد اور جواہرات لے گیا تھا۔[27] نظام ٹیپو سے بہت شفقت کے ساتھ پیش آیا اور اسے نصیب الدولہ (ریاست کی قسمت) کہہ کر مخاطب کیا۔[28] خلعت جواہرات اور دوسرے تحائف عطا کئے اور فتح علی خاں بہادر کا خطاب مرحمت کیا۔[29] نوجوان شہزادے نے بہت ہوشیاری، سلیقے اور موقع شناسی سے گفتگو کی اور نظام کو اپنے موافق بنانے میں کامیاب ہو گیا اور نظام حیدر کے ساتھ مل کر انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

۱۹ جون کو جب سرنگاپٹم واپس آیا تو اسے پہلی مرتبہ اس کے فوجی معلم غازی خاں کی ماتحتی میں کمان دی گئی اور مدراس کی طرف بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ میر علی رضا خاں، مخدوم صاحب اور محمد علی بھی اس کے ہمرکاب تھے لیکن عین اس وقت جب میسور کے سوار سینٹ تھوم اور مضافاتِ مدراس کے دیہات اور مدراس کے کونسلروں کے مکانات کو تاخت و تاراج کر رہے تھے اور شہر کے باشندے بڑی سراسیمگی اور پریشانی میں مبتلا تھے، ٹیپو کو حیدر کا خط ملا جس میں اس نے اطلاع دی تھی کہ ٹرونا ملائی پر اسمتھ نے اسے مغلوب کر لیا ہے۔[30] اسی خط میں حیدر نے اسے حکم دیا تھا کہ فوراً واپس آئے چنانچہ وہ اسی وقت واپس لوٹا۔[31] میجر فٹس جیرالڈ اور کرنل ٹاڈ نے

اسے راستے میں روکنے کی کوشش کی مگر اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ ان کا قابو نہ چل سکا اور وہ مرکزی فوج تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو لومیدی (؟) سے دس میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالے تھی۔ اس کے باپ نے ایک نوجوان غازی کی طرح اس کا خیر مقدم کیا۔ اپنی شکستوں کا غم غلط کرنے کے لئے اب ہونہار بیٹے کے کارنامے ہی واحد ذریعہ تھے۔ اس وقت ٹیپو کی عمر صرف ۱۷ سال تھی۔

ترونیا ملائی کی شکست نے حیدر کی ہمت پست نہیں کی۔ گو برسات شروع ہو گئی تھی مگر وہ برابر دوسرے معرکے کی تیاریاں کرتا رہا۔ اوائل نومبر میں وہ کاویری پٹینم سے ترو پاتور اور وانیم باڑی پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ ٹیپو بھی اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ اس نے دونوں قلعوں کو فتح کرنے میں اس کی مدد کی۔ اس کے فوراً بعد وہ اس وقت بھی موجود تھا جب امبور کا محاصرہ کیا گیا۔ حیدر چار ہفتے تک وہاں گھیرا ڈالے پڑا رہا مگر کپتان کلورٹ کی دلیرانہ مقاومت کی وجہ سے اس کو فتح نہ کر سکا اور کرنل اسمتھ کی سرکردگی میں انگریزی فوج کے پہنچتے ہی اس نے محاصرہ اٹھا لیا۔ اسمتھ ۷ دسمبر کو امبور پہنچا تھا اور اگلے ہی دن صبح کو وہ حیدر پر حملہ کرنے کے لئے چل پڑا جو وینام باڑی میں خیمہ زن تھا۔ یہ خلاف توقع حملہ تھا جس نے حیدر کو وہاں سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ ٹیپو نے جس کی کمان میں میسور کے سواروں کا رسالہ تھا، اس موقع پر نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ اس نے انگریزی فوج کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا تاکہ مرکزی فوج بلا خوف و خطر کاویری پٹنم پہنچ جائے۔

۱۴ دسمبر ۱۷۶۷ء کو ٹیپو پھر غازی خاں کے ہمراہ ایک سبک دستے کے ساتھ لطف علی بیگ کی کمک کے لئے بھیجا گیا جو مالابار کے ساحل پر انگریزوں کے ساتھ برسر پیکار تھا۔ ٹیپو بیدنور میں تھا جب اسے خبر ملی کہ میجر گارڈن اور کپتان واٹسن نے یکم مارچ ۱۷۶۸ء کو منگلور پر قبضہ کر لیا ہے۔ وہ فوراً ایک ہزار سواروں اور تین ہزار پیادوں کے ساتھ ادھر روانہ ہوا۔ ۷ مارچ کو معمولی سی جھڑپ ہوئی مگر ٹیپو نے جنگ سے احتراز کیا اور پیچھے ہٹ گیا۔ ۱۰ اور ۱۴ کو اس نے انگریزوں پر حملہ کیا مگر اسے پسپا ہونا پڑا۔ بہر حال ۱۸ مئی کو وہ منگلور بازار پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن قلعہ کو تسخیر کرنے کی جدوجہد میں اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ تاہم انگریز زیادہ دیر تک جمے نہیں رہ سکے۔ یہ سن کر ٹیپو کو چار ہزار پیادوں اور دو ہزار سواروں



• نواب حیدر علی خان

کی کمک پہنچی ہے، توپ گاڑیاں بھی آئی ہیں اور حیدر خود ٹیپو کی مدد کے لئے ساحل پر پہنچ گیا ہے، انگریزوں نے قلعہ خالی کرنے کا فیصلہ کیا اور کچھ ایسے دہشت زدہ ہو کر بھاگے کہ اپنے بیمار اور زخمی ساتھیوں کو بھی وہیں چھوڑ گئے جن میں ۸۰ یورپین تھے اور ۱۸۰ سپاہی تھے اور اسلحہ و گولہ بارود بھی کافی مقدار میں چھوڑا۔ اس ہنگامے میں کہتے ہیں کہ سپاہیوں نے خود اپنے یوروپین ساتھیوں پر گولیاں چلا دیں۔ اس کے بعد ٹیپو نے منگلور پر قبضہ کر لیا اور جب حیدر وہاں پہنچا تو اس نے انگریزوں کو اپنے مالابار کے باقی مقبوضات سے نکال دیا۔ ٹیپو اپنے باپ کے پہلو بہ پہلو لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۷۶۹ء کے آخر میں حیدر نے بالکل مدراس کی چوکھٹ پر انگریزوں کو اپنی شرطوں پر صلح کرنے پر مجبور کر دیا۔

مرہٹہ میسور جنگ (۱۷۶۹ - ۷۲ء): نومبر ۱۷۶۹ء میں مرہٹوں نے میسور پر حملہ کر دیا۔ حیدر باقاعدہ جم کر لڑنا نہیں چاہتا تھا اس کی پالیسی یہ تھی کہ وہ بار بار حملے کر کے دشمن کو زچ کر دے۔ یہاں تک پریشان ہو کر وہ اس کی قلمرو سے بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے چنانچہ ٹیپو کو بھیجا گیا کہ وہ گھوڑے کے چارے کو برباد کر دے، کنوؤں اور تالابوں کے پانی زہر آلود کر دے اور لوگوں کو ترغیب دے کر کہ وہ اپنے گاؤں کو چھوڑ کر قرب و جوار کے قلعوں میں چلے جائیں پھر اسے بیدنور کے نواح میں رہنے کا حکم دیا گیا تاکہ پونا سے آنے والے فوجی دستوں کو راستے

ٹیپو نے اپنے فرائض منصبی خاصی کامیابی کے ساتھ انجام دیئے لیکن فروری ۱۷۷۰ء میں حیدر علی نے مرہٹوں کی پیش قدمی روکنے میں مدد دینے کے لئے واپس بلا لیا[60] ٹیپو نے حکم کی تعمیل کی چنانچہ وہ اس وقت حیدر کے ساتھ تھا جب اس نے کمانڈروں کے مشورے کے خلاف ۵ مارچ ۱۷۷۱ء کی رات کو میلوکوٹ[61] کے قریب کے مورچے سے پیچھے ہٹ کر سرنگاپٹم جانے کا فیصلہ کیا۔ کرامنی کی رائے میں پیچھے ہٹ کر حیدر نے احتیاط اور دور اندیشی کی طرف سے غفلت برتی اور جو کچھ پیش کیا گیا اسے کھا پی کر جنگ کے لئے تیار ہوا۔ فوجوں نے اس کی ہدایت کے مطابق منظم ہو کر مارچ شروع کر دیا[62] اس لئے یہ بات تعجب انگیز نہیں ہے کہ یہ پسپائی شکست فاش میں تبدیل ہو گئی۔ ٹیپو جو فوجی سامان کا نگراں تھا فوج کے عقب میں تھا حیدر نے اسے بار بار پیغام بھیجے کہ آگے کی صف میں آجاؤ مگر اس وقت کچھ ایسی افرا تفری مچی تھی کہ اگلے دن صبح تک اسے اپنے باپ کا کوئی پیغام نہ مل سکا۔ ولکس کا بیان ہے کہ جب ٹیپو صبح کو اس کے سامنے آیا تو حیدر نے نہ صرف انتہائی غیر مہذب لہجے میں اسے مخاطب کیا بلکہ وحشیانہ غیظ و غضب کے عالم میں اپنے ایک خدمت گار کے ہاتھ سے ایک بڑی سی چھڑی چھین کر ولی عہد کو نہایت غیر شاہانہ اور حقیقی معنوں میں ظالمانہ سزا دی[63] ٹیپو اس ذلت کو اٹھا کر غم و غصہ سے بیتاب ہو گیا اور باپ کے سامنے سے ہٹتے ہی اس نے اپنی پگڑی اور تلوار زمین پر پھینک دی اور قسم کھائی کہ آج میں تلوار کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔

افراتفری میں جب حیدر کے بہت سے کمان دار یا مارے گئے یا بھاگ گئے یا قید کر لئے گئے تو ٹیپو ایک گداگر کے بھیس میں سید محمد کے ہمراہ وہاں سے بھاگ نکلا[64] اور سرنگاپٹم میں اپنے باپ سے جا ملا۔ اس وقت حیدر ٹیپو کے چھوٹ جانے کے غم سے بے قابو ہو کر حضرت ولی کے مزار پر جو قصبے کے مشرق میں واقع ہے اس کی سلامتی کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔[65]

مرہٹوں نے اگرچہ حیدر کو شکست دے دی تھی تاہم اپنی کامیابی کو وہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ لوٹ مار میں وہ اس قدر الجھ گئے کہ سرنگاپٹم کے قریب پہنچنے میں انہیں دس دن لگ گئے۔ اس اثنا میں حیدر نے اپنے صدر مقام کے انتظامات مکمل کر لئے جب محاصرہ شروع ہوا تو ٹیپو نے مدافعت کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دیں۔ اس نے مختلف حملوں کی قیادت کی اور مرہٹوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا[66] تقریباً ۳۴ دن تک محاصرہ جاری رکھنے کے بعد ترمبک راؤ نے سرنگاپٹم سے اپنی فوجیں ہٹالیں اور اوائل اکتوبر میں ۵۴ ہزار فوج لے کر تنجور کی طرف اس نے کوچ کیا۔ وہاں سے وہ بارہ محال اور کوئمبٹور کی غارت گری اور لوٹ مار کے لئے بڑھا۔ چنانچہ ٹیپو کو بھیجا گیا کہ وہ ترمبک راؤ کی فوج کو پریشان کرے اور اس کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے[67] لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ صرف چند ہزار سواروں سے مرہٹوں کی بڑی فوج کا مقابلہ کرنا مشکل تھا۔ اس لئے اس نے راستہ دھاڑی کو واپس جانے کا فیصلہ کیا لیکن واپس جاتے ہوئے راستے میں اس نے مرہٹوں کے فوجی دستے کو شکست دینے اور لوٹنے میں کامیابی حاصل کی۔[68]

جنگ کے شروع میں ٹیپو کا مستقر بیدنور کا صوبہ مقرر کیا گیا تھا اور مرہٹوں کے رسل و رسائل کے راستوں کو بند کرنے کی خدمت اس کے سپرد کی گئی تھی۔ یہ کام اس نے بہت کامیابی کے ساتھ انجام دیا لیکن جب اسے وہاں سے بلا لیا گیا تو مرہٹوں کی فوجیں بلا کسی خاص دشواری کے پونا سے رسد حاصل کرنے لگیں۔ اس لئے حیدر علی نے ٹیپو کو اپنی ہنگامی فوج کے ممتاز افسر سری نواس براکی کے ہمراہ چار ہزار سواروں کے ساتھ دوبارہ بیدنور کے اطراف میں بھیجا۔ حیدر کا منصوبہ کامیاب رہا کیونکہ نوعمر شہزادے نے بڑی مقدار میں سامان رسد پر قبضہ کر لیا جو پونا سے آرہا تھا[69] گرانٹ ڈف کا بیان ہے کہ اس تمام مدت میں یہی ایک کامیابی تھی جو اس کی (حیدر کی) فوج کو حاصل ہوئی۔[70] جولائی ۱۷۷۲ء میں حیدر مرہٹوں کے ساتھ ایک ذلت آمیز صلح پر راضی ہو گیا۔

نومبر ۱۷۷۲ء میں پیشوا مادھو راؤ کا انتقال ہو گیا۔ یہ حادثہ پونا میں برپا ہونے والے طوفان کی آمد کا پیش خیمہ تھا جس کو حیدر جیسا ماہر سیاست داں اپنی مقصد براری کے لئے کام میں لانے سے چوک نہیں سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے ٹیپو کو اس علاقے پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے بھیجا جس کو مرہٹوں نے اس سے چھین لیا تھا۔ ٹیپو نے پہلے سرا کا محاصرہ کیا اور تین مہینے کی جدوجہد کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے مداگری[71] پر حملہ کیا۔ جو چار دن میں فتح ہو گیا پھر اس نے گرم کونڈا اور چنناراپا درگا کو مسخر کیا۔ اور ہوسکوٹ[72] کی تسخیر میں حیدر کی مدد کی۔ ۱۷۷۵ء میں ٹیپو نے بلاری کو فتح کرنے میں بھی اپنے باپ کی مدد کی جو بسالت جنگ کا علاقہ تھا۔ ۱۷۷۸ء میں دس ہزار منتخب سواروں کے ساتھ اس نے دھارواڑ پر حملہ کیا، جہاں تین ہزار محافظ فوج تعینات تھی۔ اس نے قصبہ کو اور ٹکسال کو لوٹ لیا۔ مگر قلعہ پر اس کا قبضہ نہ ہو سکا اور اسے پسپا ہونا پڑا۔ بہرحال مرکزی فوج کی طرف واپس جانے میں اس نے ہبلی کو تسخیر

کر دیا۔ اور فروری ۱۷۶۹ء میں جب حیدر نے چیتل درگ پر حملہ کیا تو اس قلعہ پر قبضہ کرنے میں ٹیپو نے اس کی مدد کی۔[۳۲]

اس طرح ۱۷۷۶ء اور ۱۷۷۸ء کے درمیان حیدر نے ٹیپو کی مدد سے تنگ بھدرا تک وہ تمام علاقے دوبارہ فتح نہیں کر لیے جو مرہٹوں نے پچھلی جنگوں میں اس سے چھین لیا تھا بلکہ ان کی قلمرو کا وہ حصہ بھی سر کر لیا جو تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیان ہے۔

دوسری اینگلو۔میسور جنگ:۔ ۲۰ جولائی ۱۷۸۰ء کو حیدر علی نوے ہزار سپاہیوں کی فوج کے ساتھ چنگاما کی گھاٹی سے تیزی سے گزرتا ہوا کرناٹک تک پہنچا۔[۳۳] اپنے دوسرے بیٹے کریم کو اس نے پورٹو نوو پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اور خود اپنے بڑے بیٹے ٹیپو کے ساتھ ارکاٹ کا محاصرہ کے لئے آگے بڑھا۔

جب کرناٹک پر حیدر کے حملے کی خبر مدراس پہنچی تو گورنر کونسل نے فیصلہ کیا کہ کمپنی کی مرکزی فوج کو سر ہیکٹر منرو کی ماتحتی میں کنجیورم کے نزدیک مجتمع اور منظم کیا جائے اور وہاں گنتور کی فوجیں کرنل بیلی کی کمان میں ان سے آ کر مل جائیں۔ اس کے بعد میسوریوں کے خلاف فوجی نقل و حرکت شروع کی جائے۔[۳۴] ۲۵ اگست کو منرو مدراس سے روانہ ہوا اور چار روز بعد کنجیورم پہنچا اور وہاں بیلی کا انتظار کرنے لگا۔ اس نقل و حرکت کا حال معلوم کرنے کے بعد حیدر نے دس ہزار فوج اور اٹھارہ توپوں کے ساتھ ٹیپو کو روانہ کیا تاکہ وہ بیلی کی فوج کا راستہ روکے اور اسے منرو کی فوج تک نہ پہنچنے دے۔[۳۶] خود حیدر نے ارکاٹ کا محاصرہ اٹھا لیا اور کنجیورم کی طرف کوچ کیا، تاکہ وہ منرو کی نقل و حرکت پر نظر رکھے اور واقعات کا رخ دیکھے۔

بیلی کی شکست:۔ بیلی فوج کے ایک دستے کے ساتھ جس میں ۲۰۷ یورپین ۲۶۰۶ سپاہی اور ۱۰ توپیں تھیں۔ دریائے کورتالیار پر ۲۵ اگست کو پہنچا دریا اس وقت خشک تھا اس لئے اسے دریا کو پار کر لینا چاہیئے تھا لیکن اس کے بجائے اس نے دریا کے شمالی کنارے پر پڑاؤ ڈالا یہ بڑی سخت غلطی تھی۔ اسی رات دریا میں سیلاب آ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ۳ ستمبر تک دریا کو پار نہ کر سکا۔ ۶ ستمبر کو وہ کسی نہ کسی طرح پیرم بکم پہنچا جو کنجیورم سے پندرہ میل کے فاصلے پر ہے۔[۳۷] اسی دن ٹیپو نے حملہ کر دیا جو بیلی کو اسی دن سے پریشان کر رہا تھا جب وہ دریا کے جنوبی کنارے سے روانہ ہوا تھا۔

انگریزوں نے ایک نہایت کارآمد مقام پر قبضہ کر لیا تھا۔ دو تالابوں اور دلدلوں نے اس جگہ کو تقریباً ہر طرف سے اپنی پناہ میں لے رکھا تھا۔ اس کے باوجود ٹیپو کا جوش قابو سے باہر تھا۔ اس نے حملہ کر دیا اور اس کی پیادہ فوج اس عمدہ ترتیب اور تنظیم کے ساتھ بڑھی کہ بیلی کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ خود منرو اس کی مدد کے لئے آ رہا ہے لیکن بیلی کی فوج کے بازوؤں پر جب ٹیپو کے سواروں نے بان پھینکنے شروع کئے تو انگریزوں کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور انھوں نے فوراً اپنی توپوں کے دہانے کھول کر جوابی حملہ کیا جس کے سامنے ٹیپو کی پیادہ فوج کو جھکنا پڑا۔ اس کے بعد ٹیپو اپنے سواروں کو لے کر حملے کے لئے بڑھا تو ایک پیچ و خم کھاتا ہوا دریا انگریزوں کو نجات دلانے کے لئے حائل ہو گیا اور اس نے میسوریوں کے دریا کو عبور کرنے اور دشمن تک پہنچنے کی راہیں روک دیں۔ یہ معرکہ تین گھنٹے تک جاری رہا بالآخر سو آدمیوں کو دشمن کی گولہ باری کی نذر کر کے ٹیپو کو پسپا ہونا پڑا۔[۳۸] اس نے اپنے باپ کو اطلاع دی کہ بغیر مزید کمک کے بیلی کو پسپا کرنے کے مقصد میں اسے کامیابی نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ حیدر نے محمد علی کی قیادت میں ایک مدد بھیج دی۔[۳۹] اسی طرح بیلی نے بھی جس کے ڈھائی سو آدمی مارے گئے تھے یا زخمی ہوئے تھے۔[۴۰] منرو کو لکھا کہ کنجیورم پہنچنے میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا ہے اور اسے امید ہے کہ سپہ سالار پیرم بکم[۴۱] میں اس کی مدد کے لئے جلد پہنچ جائیں گے۔ ۹ ستمبر کی صبح کو ایک ہزار آدمیوں کی کمک کرنل فیچر کی قیادت میں منرو نے اس کے پاس بھیج دی اور وہ اسی رات کو پیرم بکم سے چل پڑا۔ ابھی اس نے آدھا میل کی مسافت بھی طے نہیں کی تھی کہ ٹیپو نے انگریزی فوج کو اس کے پچھلے حصہ پر گولہ باری کر کے اور بان پھینک کر پھر پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس پر بھی بیلی آگے بڑھتا ہی رہا۔ لیکن جب کنجیورم صرف ۹ میل رہ گیا تھا، بیلی نے فیچر کی صلاح کے خلاف جو اس کا نائب تھا۔ رات کے بقیہ حصے کے لئے پڑاؤ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ اس نے شاید اس لئے کیا کہ اس کے تھکے ہوئے فوجیوں کو تھوڑا سا آرام مل جائے اور کچھ اس خیال سے کہ صبح تک منرو اس کی مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔[۴۲] لیکن چونکہ منرو نہیں آیا اس لئے اس کا پڑاؤ ڈالنا غیر ضروری اور تباہ کن ثابت ہوا۔ ٹیپو نے اس سے فائدہ اٹھانے میں سستی سے کام لیا۔ اس نے رات میں اپنی توپوں کو عمدہ اور مناسب موقع پر لگانے کا حکم دیا اور فوراً اپنے باپ کو لکھا کہ مرکزی فوج لے کر مدد کے لئے پہنچ

جائے۔ حیدر نے اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا کہ منرو اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔ بڑی تعداد میں اس نے اپنے پیادوں اور سواروں کو شام کے وقت ٹیپو کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ اور اگلے دن صبح چار بجے وہ خود بیلی پر حملے میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ منرو کی غفلت برابر جاری رہی، چنانچہ انگریزی فوجوں نے صبح پانچ بجے کوچ شروع کیا۔ ابھی وہ چھ میل سے زیادہ آگے نہیں بڑھے تھے کہ ٹیپو نے فوج کے پچھلے حصے پر زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ حیدر کے سواروں کا رسالہ ان کے میمنہ اور میسرہ پر نمودار ہوا۔ اس کے باوجود بیلی نے پیش قدمی جاری رکھی اور بڑی دلیری کے ساتھ دشمن کے حملوں کا مقابلہ کیا لیکن دشمن کی گولہ باری ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ اس لئے بولی[83] ٹیلور گاؤں کے قریب اس نے قیام کیا اور دشمن کے توپ خانے پر گولے برسائے اس کے ساتھ ہی سپاہیوں کی دس کمپنیوں کو کپتان رمزی، کپتان گارڈ کی کے زیر کمان ٹیپو کے توپ خانے پر ایک دم دھاوا کرنے کا حکم دیا۔ تین یا چار توپوں پر قبضہ کر لینے میں وہ کامیاب ہو گئے لیکن آگے بڑھنے میں چونکہ بے ترتیبی اور انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے ان توپوں کو انھیں چھوڑ دینا پڑا۔ اس افراتفری کے عالم میں میسور کی سوار فوج کی ایک بڑی تعداد نے ان پر حملہ کر دیا۔ اور ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا[84] ایک گھنٹے کے بعد حیدر خود حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ پہلے تو اس کی فوج کو انگریزوں نے منرو کی فوج سمجھ لیا اور ہر ایک نے چیخ چیخ کر نعرے لگائے مگر جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ نئی فوج منرو کی نہیں بلکہ حیدر کی ہے تو ان کی خوشی دہشت اور سراسیمگی میں بدل گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد حیدر کی سوار فوج نے انھیں گھیر لیا اور اس کی توپوں نے اس پر دورخی بارڑھ سے حملہ کر دیا۔ انگریزوں نے اپنی فوج کو بشکل مربع ترتیب دیا اور میسوریوں کا ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا مگر اس کے بعد جلد ہی للی نے یہ دیکھ کر کہ انگریزوں نے اپنا گولہ بارود ایک چھوٹی سی جگہ گھاٹی کے پیچھے رکھ چھوڑا ہے۔ اپنے گولہ اندازوں کو اسے نشانہ بنانے کا حکم دیا۔ انگریزوں کی تین گولہ بارود لے جانے والی گاڑیوں کو اڑا دینے میں انھیں کامیابی بھی ملی[85] جس سے انگریزوں کی فوج میں سراسیمگی پیدا ہوگئی جس سے فائدہ اٹھا کر سواروں کے رسالے نے ایک تازہ حملہ کر دیا۔ ہندوستانی سپاہی جن پر حملوں کا بیشتر بار آ پڑا تھا ایک سر پست ہمت ہو گئے۔ وہ اب یا تو مارے گئے یا بھاگ کھڑے ہوئے۔ تاہم بیلی نے یورپینوں کے دوبارہ لڑنے کے لئے مجتمع کیا لیکن ان میں بھی ابتری اور انتشار تھا۔ بیلی کو جلد اندازہ ہو گیا کہ اب مقابلہ بے سود ہے اور اس نے اطاعت قبول کر لی۔ ۲۰۰ یوروپین جن میں پچاس افسر تھے اور ان میں سے اکثر زخمی تھے گرفتار کر لئے گئے۔ بیلی کی کل فوج کے ۳۸۵۳ آدمیوں میں یہی باقی بچے تھے۔ میسوریوں کے بھی دو تین ہزار آدمی کام آئے[86] جب انگریز قیدی حیدر کے سامنے لائے گئے تو اسے ان کی حالت پر بڑا ترس آیا۔ وہ ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کپڑا اور ایک ایک روپیہ دیا[87] اس کے بعد انھیں سرنگا پٹم بھیج دیا گیا۔ ولکس کا یہ کہنا خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کو امان دینے کے بعد بھی ان کی خونریزی جاری رہی[88]

"بیلی کی فوج کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا۔ سر تامس منرو کے نزدیک ہندوستان میں اس سے زیادہ شدید ضرب انگریزوں پر کبھی نہیں پڑی[89] اور اس کا حقیقی ذمہ دار منرو تھا جو اپنے گولہ بارود کے ذخیرے اور بھاری توپوں کی خاطر کنجیورم کیمپ سے نہیں ہلا اور آخر کار جب وہ صبح کو حرکت میں آیا بھی تو اس کے مارچ کی رفتار اتنی سست تھی کہ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی بیلی کو مصیبت سے چھٹکارا دلانے کا وقت گزر چکا تھا۔ انگریزی فوج کی تباہی کا حال سن کر وہ کنجیورم کو لوٹ گیا۔ بیلی کی شکست سے بددل ہو کر اور یہ دیکھ کر سامان خورد و نوش ختم ہو چکا ہے اور صرف اشارہ گیا ہے کہ مشکل سے ایک روز کے لئے کافی ہو سکتا ہے اس نے مدراس جانے کا فیصلہ کیا۔ بھاری توپیں اور وہ تمام گولہ بارود جس کا لے جانا مشکل تھا ایک بڑے تالاب میں پھینک دیا گیا[90] ۱۱ ستمبر کو صبح تڑکے واپسی شروع ہوئی[91] اگر بیلی کی شکست کے بعد حیدر علی اپنی تمام فوج کے ساتھ منرو پر حملہ کر دیتا تو وہ نہ صرف اس کی فوج کو مسمار کر دیتا بلکہ مدراس کے دروازے تک اس کا کوئی قابل ذکر مقابلہ ہی نہ کیا جاتا۔ سر آئر کوٹ نے لکھا ہے کہ "مجھے یقین ہے کہ اگر حیدر علی اپنی کامیابی کے بعد اس وقت استقلال کے ساتھ مدراس کے دروازے تک بڑھتا چلا جاتا تو اس اہم فوجی قلعہ پر قبضہ کر لیتا[92] لیکن حیدر سے چوک ہوئی وہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکا اور اپنی ساری فوج کو بھیجنے کے بجائے اس نے تھوڑی سی سوار فوج کے ساتھ ٹیپو کو منرو کا تعاقب کرنے کے لئے بھیج دیا۔ ٹیپو نے انگریزی فوج کو جنگل پٹ جاتے ہوئے بار بار حملے کر کے پریشان

کیا ان کا تمام سامان چھین لیا اور پانچ سو آدمیوں کو قتل اور زخمی کیا۔ تاہم[93] منرو ۲۱ر دسمبر کی صبح کو چینگل پٹ پہنچنے میں کامیاب ہوگیا اور کرنل کوسی کی کمان میں جنوب سے آئے ہوئے فوجی دستے کے ساتھ مل کر اگلے دن دوبارہ مارچ شروع کردیا اور ۱۵ر ستمبر کو بحفاظت مارمیلا نگ پہنچ گیا جو مدراس کے جنوب میں تقریباً ۲۴ میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۹ر ستمبر کو حیدر کنجیورم سے ارکاٹ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ارکاٹ کا محاصرہ منرو کے قریب آجانے کی وجہ سے ملتوی کردیا گیا تھا اس مقام کو ایک یوروپین انجینئر کی نگرانی میں مضبوط کردیا گیا تھا لیکن چھ ہفتے کے بعد اس کے دفاع میں دو شگاف پیدا ہوگئے۔ ۳۱ر اکتوبر کو ٹیپو اور مہا مرزا خاں کو حکم دیا تھا کہ وہ دونوں ایک ساتھ دھاوا بول دیں۔ ٹیپو تو اپنی کوشش میں ناکام رہا لیکن مہا مرزا خاں ایک شگاف کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ ٹیپو نے فوراً اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر پھر حملہ کیا۔ اس مرتبہ وہ کامیاب ہوا اور آسانی سے شہر پر قبضہ کرلیا۔ شہر کے ہاتھ سے نکل جانے پر محافظ فوج کی ہمت ٹوٹ گئی اور اس نے اطاعت قبول کرلی۔ شرائط صلح ان کے لئے مناسب تھے اور حیدر نے بڑی سختی سے ان کی پابندی کی۔

ارکاٹ کی فتح کے بعد ٹیپو کو حکم دیا گیا کہ ست گڑھ، انبور اور تیاگ گڑھ پر حملے کے لئے مارچ کرے[94]۔ ست گڑھ ایک مضبوط قلعہ تھا جس میں دو ہزار محافظ فوج تھی اور سامانِ خورد و نوش اور گولہ بارود طویل عرصے کا محاصرہ برداشت کرنے کے لئے موجود تھا لیکن جب ٹیپو نے اس مقام کو گھیر لیا تو ولی محمد خاں نے جو قلعہ کا کمانڈنٹ تھا میسور کی فوجی طاقت کا اندازہ کرکے جی چھوڑ دیا اور ۱۳ر جنوری ۱۷۸۱ء کو ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کرلی[95]۔

اسی عرصے میں ٹیپو نے تیاگ گڑھ کو بھی مسمار کردیا۔ قلعہ کی دیواریں چار ہفتہ کی گولہ باری سے شکستہ ہوگئیں۔ اب ٹیپو حملے کے لئے تیار ہوا لیکن پانی کے ذخیرے میں کمی کی وجہ سے کمانڈنٹ رابرٹس ہتھیار ڈالنے پر راضی ہوگیا[96]۔ چنانچہ ٹیپو نے گولہ باری بند کردینے کا حکم دے دیا لیکن رات کو بارش ہوگئی جس کی وجہ سے محافظ فوج کو عارضی طور پر نجات مل گئی اور چونکہ رابرٹس کو یہ خبر بھی مل گئی تھی کہ سر آئر کوٹ اس کی مدد کے لئے بہت جلد آرہا ہے اس لئے اگلے دن صبح کو اطاعت قبول کرنے کے بجائے جیسا کہ آپس میں طے ہوا تھا رابرٹس نے قلعہ سے گولے برسانے

شروع کردیئے۔ چنانچہ جنگ پھر شروع ہوگئی مگر محافظ فوج کو اپنی مغلوک الحالی کی وجہ سے ہزیمت اٹھانی پڑی کیونکہ آئر کوٹ کمک پہنچانے سے قاصر رہا تھا۔ تیاگ گڑھ کی طرف صرف ایک بار بڑھنے کے بعد وہ سست اور بے حرکت ہوگیا۔ خاص طور پر اس لئے کہ اس کے پاس فوجی ساز و سامان کی قلت تھی اس لیے کمانڈنٹ رابرٹس نے پھر صلح کی پیشکش کی مگر اس مرتبہ ٹیپو نے اس کی درخواست پر غور کرنے سے انکار کردیا۔ اور قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیا اور دوسرے افسر گرفتار کرلئے گئے[97]۔ اس کے بعد ٹیپو نے اس علاقے کے دوسرے قلعوں پر حملہ کیا اور بغیر کسی دشواری کے ایک ایک کرکے سب پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا گیا جو اپنی بڑی فوج کے ساتھ ارکاٹ میں تھا۔ یہاں حیدر علی نے اسے بہت سے تحفے عطا کئے[98]۔

کچھ ہی عرصے بعد حیدر علی نے ٹیپو کو حکم دیا کہ وہ ونڈی واش کا دوبارہ محاصرہ کرے۔ جنوری ۱۷۸۱ء میں سر آئر کوٹ کے وہاں پہنچنے کی وجہ سے یہ محاصرہ اٹھا لیا گیا تھا۔ ٹیپو نے ۲۲ر جون کو ۱۳ قلعہ شکن توپوں اور ارکانی فوج[99] کے ساتھ اس مقام پر حملہ کیا اور پیٹھ پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد اس نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کی تیاریاں کیں اور اسے پورے طور پر گھیر لیا لیکن قلعہ کی دیوار میں سوراخ کرنے کے لئے قلعہ شکن توپوں کے دہانے وہ کھولنے ہی والا تھا کہ اسے حیدر کا حکم ملا کہ سیڑھیوں سے چڑھ کر وہ قلعہ کو فتح کرے اور اس کے بعد اس انگریز فوج کو راہ میں روکنے کے لئے بڑھے جو بنگال سے خشکی کے راستے آرہی تھی لہٰذا ٹیپو کو حملہ کرنے کا منصوبہ بدلنا پڑا۔ ۱۶ر جولائی کی رات کو اس نے سیڑھیوں سے قلعہ پر چڑھنے کی کوشش کی مگر وہ پسپا کردیا گیا کیونکہ کپتان فلنٹ کو حملے کے قریب الوقوع ہونے کی اطلاع مل گئی تھی اور وہ مقابلے کے لئے تیار تھا اور کچھ اس لئے بھی کہ پورٹو نوو پر آئر کوٹ کے ہاتھوں حیدر کی شکست کی خبر نے حملہ آوروں کے حوصلے پست کردیئے تھے[100]۔ اس ناکامی کے بعد جب ٹیپو نے سنا کہ آئر کوٹ قلعہ ونڈی واش کی گلو خلاصی کے لئے کانگلی تک پہنچ چکا ہے تو اس نے محاصرہ اٹھا لیا اور ان انگریزی فوجوں کو راستے میں روکنے کے لئے کنجیورم کی طرف بڑھا جو کہ کرنل پیرس کی قیادت میں بنگال سے بھیجی گئی تھیں اس نے مگڈی پنڈلی[101] کے مقام پر جو مدراس سے نیلور جانے والی شاہراہ پر آدھے راستے پر واقع ہے

اپنی فوجوں کو جمع کیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ فوج عام راستے سے آئے گی لیکن پیرس نے قریب کا راستہ اختیار کیا گو وہ دشوار گزار تھا یہ راستہ پولیکاٹ کی جھیل اور سمندر کے درمیان ساحل کے قریب سے گزرتا ہے۔ پیرس ۲۔ اگست کو پولی کاٹ پر کوٹ سے مل گیا[104] اس طرح جب ٹیپو پیرس کی افواج کو راستے میں نہ روک سکا تو وہ اگست کے پہلے ہفتے میں اپنے باپ کے پاس ارکاٹ میں واپس آ گیا۔

برتھ ویٹ کی شکست :- ارکاٹ سے ٹیپو کو تنجور بھیجا گیا جہاں اس نے ۱۸ فروری ۱۷۸۲ء کو کرنل برتھ ویٹ کو تباہ کن شکست دی۔ برتھ ویٹ تنجور میں کی فوج کا کمان دار تھا جس میں تین سو یورپین پندرہ سو ہندوستانی سپاہی اور تین سو سواروں کا رسالہ تھا۔ وہ دریائے کولیرون کے کنارے کمبا کونم گاؤں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ جو اگرچہ ایک کھلے میدان میں تھا تاہم بڑے بڑے اور گہرے دریا چونکہ بیچ میں حائل تھے اس لئے وہ خود کو کسی ناگہانی حملے سے محفوظ سمجھتا تھا۔ ٹیپو نے تنجور پر دس ہزار سواروں اور اتنی ہی پیدل فوج اور بیس توپوں سے حملہ کیا اور چار سو یورپین سپاہی للی کے زیر کمان اس کے ساتھ تھے۔ کئی مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے انگریزوں پر حملہ کیا اور اس تیزی اور پھرتی سے ان پر ٹوٹ پڑا کہ انگریز ہکا بکا رہ گئے۔ کرنل برتھ ویٹ نے تنجور واپس جانے کی کوشش کی، مگر دشمن نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اس لئے یہ ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج کو بشکل مربع اس طرح ترتیب دیا کہ توپ خانہ باہر رکھا اور سواروں کا رسالہ بیچ میں اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ میسوریوں کی توپوں کی مسلسل گولہ باری اور ان کے سواروں کے حملے نے انگریزی فوج کو سخت نقصان پہنچایا تاہم اس نے بہادری کے ساتھ تقریباً ۲۶ گھنٹے (۱۶ فروری سے ۱۸ فروری تک) قدم جمائے رکھے لیکن برتھ ویٹ اس آخری حملے کی تاب نہ لا سکا جو موسیو للی نے اپنے چار سو یورپین اور میسوری سواروں کے رسالے کی ساتھ کیا تھا۔ اس کی ساری فوج خوف و دہشت میں مبتلا ہو گئی[105] لہذا برتھ ویٹ نے پناہ کی درخواست کی جو فوراً منظور کر لی گئی۔ یہ کہنا غلط ہے کہ اگر للی نے مصالحت نہ کرائی ہوتی تو انگریزی فوج بے دردی سے قتل کر دی جاتی حقیقت یہ ہے کہ جب برتھ ویٹ نے عارضی صلح کا جھنڈا بھیجا تو اس کے بعد ایک آدمی بھی نہیں مارا گیا گو اس کے فوجیوں کو گرفتار کر لیا گیا[106] تاہم ان کے ساتھ کوئی برا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ ان میں سے ایک قیدی کا بیان ہے کہ ٹیپو نے اس بات کا بہت خیال رکھا کہ ہماری تمام ضرورتیں پوری کی جائیں اس نے ہمیں نہ صرف کپڑے اور روپیہ ہی دیا بلکہ اس کے ساتھ اپنے تمام کیل داروں کو حکم دیا کہ حیدر علی کی فوج کی طرف کوچ کے دوران جو اس وقت کنجیورم میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا ہماری ضرورتوں کا خیال رکھا جائے۔

برتھ ویٹ پر ٹیپو کی فتح کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے کوٹ کے منصوبوں کو بالکل درہم برہم کر دیا اور سلطان کو اس کا موقع دیا کہ وہ تنجور کے ایک بڑے حصے پر آسانی سے قبضہ کر لے۔ ٹیپو نے جنوب میں نقل و حرکت اس وقت تک جاری رکھی جب تک حیدر نے اسے حکم نہ دیا کہ وہ ان فرانسیسی فوجوں سے جا کر مل جائے جو ۱۵ فروری ۱۷۸۲ء کو ڈوپے من کی قیادت میں پورٹو نوو پہنچ چکی تھیں۔ چنانچہ وہ پورٹو نوو کی طرف روانہ ہوا اور فرانسیسیوں سے مل گیا۔ مارچ کے آخر میں وہ ان کے ساتھ کڈالور کی طرف بڑھا اور ۲ اپریل کو اس کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ دفاع کا انتظام ناقص تھا اس لئے فوج نے اگلے ہی شام کو ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ مقام فرانسیسیوں کے بحری جہازوں کے لئے اور فوجی دستوں کے لئے بھی نہایت موزوں ثابت ہوا۔ یکم مئی کو ٹیپو فرانسیسی فوجوں کے ساتھ کڈالور سے کوچ کر کے اپنے باپ کی فوجوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ متحدہ فوجیں پیرومکل کی طرف روانہ ہوئیں جو پانڈیچری کے شمال مغرب میں تقریباً بیس میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی قلعہ ہے اور ۱۱ مئی کو اس مقام کے سامنے پہنچ گئیں۔ جیسے ہی کوٹ کو اس کی اطلاع ملی وہ فوراً اعانت کے لئے روانہ ہو گیا لیکن شدید طوفان باد و باراں نے اس کی رفتار سست کر دی اور جب وہ کرنگولی پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ پیرومکل نے تو ۱۶ مئی کو اطاعت قبول کر لی[107] پیرومکل سے متحدہ افواج نے ونڈی واش کی طرف کوچ کیا۔ وہاں پہنچے ہوئے ابھی انہیں چار ہی روز ہوئے تھے کہ انگریزوں کے قریب آنے کا حال معلوم ہوا اس لئے وہ پانڈیچری کی طرف چلے گئے۔ کوٹ نے جو حیدر سے نبرد آزمائی کے لئے بے چین تھا اس کا پیچھا کیا۔ حیدر نے کلیانور کے قریب جو پانڈیچری کے شمال مغرب میں ۱۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے، خندقوں سے خود کو محصور کر لیا جہاں اس کی حالت مضبوط اور مستحکم ہو گئی۔ انگریز جنرل نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ دشمن کی منتخب کی ہوئی جگہ پر اس سے جنگ کرنا خطرناک ہو گا۔ ۳۰ مئی کو ارنی کی طرف کوچ کیا[108]

اپنی مرکزی حیثیت کی وجہ سے حیدر کے فوجی سامان کا خاص گودام تھا۔ کوٹ نے سوچا اگر ہم اس سمت کی طرف بڑھیں گے تو میسوری فوج کو یا تو اس مضبوط مورچے کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گی۔ اس کا خیال صحیح تھا کیونکہ جیسے ہی حیدر کو اس اقدام کی خبر ملی اس نے ٹیپو کو ارنی کی طرف بڑھنے اور اس مورچے کو کمک پہنچانے کا حکم دیا۔ اگلے دن وہ خود بھی اپنے فرانسیسی حلیفوں کو ساتھ لئے بغیر روانہ ہوا کیونکہ انھوں نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ ٹیپو کوچ پر کوچ کرتا ہوا للی کے ساتھ تیزی سے ارنی پہنچا اور ۲ جون کو ایک اہم جگہ پر قبضہ جمالیا۔ دوسری جون کو صبح آٹھ بجے جب آگے چلنے والا گارد قلعہ کے پاس والے میدان میں پہنچا جہاں کوٹ پڑاؤ ڈالنا چاہتا تھا تو حیدر نے بہت تیزی سے، گو ذرا فاصلے سے قلعہ کے پچھلے حصہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ اس کے ساتھ ٹیپو نے آگے کی صف کو اپنے گولوں کا نشانہ بنایا۔[۱۰۹] انگریزوں کی فوج کے دستے جو ایک خالی میدان میں چاروں طرف سے گھری ہوئی تھی یہ بڑا پریشان کن موقع تھا۔[۱۱۰] تاہم دس بجے تک کوٹ نے صورت حال سنبھال لی اور حیدر پر حملہ کر دیا جو پسپا ہو کر دریائے ارنی کے پار چلا گیا اور ایک توپ گولہ بارود سے بھری ہوئی پانچ گھوڑے گاڑیاں اور آلات جنگ سے لدے ہوئے دو چھکڑے چھوڑ گیا جو دریا کی تہہ میں دھنس گئے تھے۔[۱۱۱] غالباً یہ موقع شناسی کی پسپائی تھی۔[۱۱۲] کیونکہ جب ۸ جون کو کوٹ دوبارہ محاصرہ ارنی کرنے کے لئے واپس آیا تو اسے یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ حیدر ابھی تک آس پاس کے علاقے میں موجود ہے اور ٹیپو نے نہ صرف اپنی محافظ فوج کو زیادہ مضبوط کر لیا ہے بلکہ ارنی سے خزانہ بھی ہٹا لیا ہے اس صورت میں کوٹ کا وہاں ٹھہرنا لاحاصل تھا چنانچہ وہ مدراس واپس چلا گیا۔[۱۱۳]

اس کے بعد ٹیپو نے تنجور میں اپنی فوجی سرگرمیاں اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ نومبر میں حیدر نے اسے مغربی ساحل کی طرف بڑھنے کا حکم نہ دیا تاکہ وہ مالاباری مقبوضات کی حفاظت کرے جن کو کمپنی کی فوج سے خطرہ لاحق ہو رہا تھا۔

ٹیپو کو مالابار بھیجا جاتا ہے:۔ میجر ابنگٹن نے ۸ار فروری ۸۲ء کو سردار خاں کو شکست دی جس نے ٹیلی چیری کا محاصرہ کیا تھا۔ اس کا سارا توپ سازو سامان ضائع ہوا اور اپنے بارہ سو آدمیوں کے ساتھ وہ خود بھی گرفتار کر لیا گیا۔[۱۱۴] اپنی شکست سے وہ اس قدر نادم ہوا کہ اس نے خودکشی کر لی۔[۱۱۵] انگریزوں نے اس فتح کے بعد اپنی فوجی سرگرمیاں جاری رکھیں اور اگلے ہی دن فرانسیسیوں کے قلعہ ماہی پر قبضہ کیا اور ۱۳ر فروری کو کالی کٹ تسخیر کر لیا۔[۱۱۶]

ان نقصانات کا حال سن کر حیدر علی نے مخدوم علی کو مالابار کے ساحل پر بھیجا لیکن وہ بھی ناکام رہا۔ ۱۰ اپریل کو ترکالور میں جو کالی کٹ کے مشرق میں تقریباً ۱۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے کرنل ہمبرسٹون کے ہاتھوں اس نے شکست کھائی اور وہ مارا گیا۔ ہمبرسٹون کو بمبئی گورنمنٹ نے ٹیلی چری سے میجر ابنگٹن کے ساتھ مالابار ساحل پر حیدر کی ریاست کے خلاف کارروائی کے لئے بھیجا تھا۔[۱۱۷] اس فتح کے بعد مئی میں ہمبرسٹون کالی کٹ واپس چلا گیا کیونکہ موسلا دھار بارش نے اور ثابت قدمی کے ساتھ مزاحمت کرنے والے میسوریوں نے اسے پال گھاٹ کی طرف بڑھنے سے روک دیا تھا۔ لیکن مئی کے تیسرے ہفتہ میں وہ پھر کالی کٹ سے روانہ ہوا اور ۲۱ر ستمبر کو رام گری کوٹا کو فتح کر لیا[۱۱۸] اور پال گھاٹ پر چڑھائی کر دی۔ کئی بار اسے سر کرنے کی کوشش کی مگر وہ مقام بہت مضبوط اور ناقابل تسخیر ثابت ہوا۔ آخر کار ۱۲ر اکتوبر کو میسوریوں کے ایک مدبرانہ اور دلیرانہ حملے سے مغلوب ہو کر وہ اپنے تمام گولہ بارود اور سامان خورد و نوش سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس لئے اب اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ جس قدر تیزی سے ہو سکے ساحل کی طرف لوٹ جائے اس کوچ کے دوران سے میسوری اپنے متواتر حملوں سے اس کی فوجوں کو مسلسل پریشان کرتے رہے۔ وہ فوجوں کے عقب میں میمنہ اور میسرہ پر منڈلاتے رہتے۔[۱۱۹] ۱۸ر نومبر کو جب وہ رام گری کوٹا پہنچا تو اس نے ٹیپو کی ایک بڑی فوج کے ساتھ قریب آجانے کی خبر سنی جس میں للی کی فوج بھی شامل تھی۔

مخدوم کی فوج کی تباہی کی خبر حیدر کے لئے بے حد پریشان کن تھی۔ اس نے ٹیپو کو مغربی ساحل کی طرف کوچ کرنے اور وہاں کی حالت کو سنبھالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جوں ہی موسم نے ساتھ دیا ٹیپو کارور کے نواحی علاقے سے پال گھاٹ کی مدد کے لئے عجلت کے ساتھ روانہ ہوا۔ وہاں وہ ۱۶ر نومبر کو پہنچا یہ معلوم کر کے ہمبرسٹون وہاں سے جا چکا ہے وہ فوراً اس کے تعاقب کے لئے روانہ ہوا۔ ۱۹ر نومبر کی صبح کو ٹیپو کے آگے چلنے والی فوج نے انگریزی فوج کو جالیا جو رام گری کوٹا سے صرف چند میل آگے بڑھی تھی۔ ہمبرسٹون تیزی سے پسپائی پر مجبور ہوا۔[۱۲۰] ٹیپو برابر اس کا پیچھا

کرتا رہا اور دن بھر انگریزی فوج پر گولہ باری کرتا رہا۔ یہاں تک کہ شام کو اندھیرا چھا جانے کے وقت وہ دریائے پونانی پر پہنچ گیا۔ ٹیپو نے اب تک اس مہم کا انصرام بہت تیزی اور قابلیت سے کیا تھا۔ لیکن دریا پر پہنچ کر اس نے انگریزی فوج کی نقل و حرکت کی نگرانی کرنے میں بے توجہی برتی۔ اس کا خیال یہ تھا کہ دریا ناقابل عبور ہے اس لئے انگریزی فوج اس کے رحم و کرم پر ہے اور اس سے بچ کر نہیں جا سکتی۔ اس کی اس غفلت سے انگریزی فوجوں نے فائدہ اٹھایا۔ عبور کرنے کی ایک نایاب جگہ تلاش کی اور رات کی تاریکی میں انھوں نے دریا کو پار کر لیا۔ جیسے ہی ٹیپو کو اس کی خبر ہوئی اس نے انگریزی فوج کا تعاقب کیا لیکن ان کو روانہ ہوئے کافی وقت گزر چکا تھا۔ ٹیپو باوجود اپنی تیز رفتاری کے ان کو نہ پکڑ سکا۔ وہ پونانی[الف] کے قلعے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اگرچہ اس بھاگ دوڑ میں وہ اپنا سامان جنگ چھوڑ گئے۔[122]

پونانی پہنچ کر ٹیپو نے للی کی مدد سے فوجی نقل و حرکت شروع کی۔ ۲۹ نومبر کی صبح کو اس نے ایک مضبوط اور عمدہ خاکہ بنا کر چار صفوں میں کرنل میکلوڈ کے مورچے پر حملہ کیا جو گزشتہ شام ہمبراسٹون کی مدد کے لئے کالی کٹ سے آیا تھا[123] مگر اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ مورچہ جو میکلوڈ نے بنایا تھا بہت مستحکم تھا اس کے ایک طرف سمندر، دوسری طرف دریا اور سامنے کے رُخ پر جنگل اور دلدل تھا۔ ان قدرتی اسباب کی بناء پر وہ حد درجہ محفوظ تھا۔[124] اس کے باوجود ٹیپو نے شہر کی ناکہ بندی جاری رکھی اور اگر وہ اپنے باپ کی موت کی خبر نہ سنتا اور وہاں واپس ہونے پر مجبور نہ ہو جاتا تو اسے فتح کر لیتا۔[125]

حیدر کی موت اور اس کا وصیت نامہ: حیدر نومبر ۱۷۸۲ء سے بیمار تھا۔ اس کے دنبل (کاربنکل) نکل آیا تھا۔ شروع شروع میں اس کے معالج اسے ایک معمولی پھوڑا سمجھتے رہے مگر جلد ہی بیماری کی صحیح نوعیت معلوم ہو گئی اور ہندو مسلمان اور فرانسیسی معالجوں کی جان توڑ کوشش کے باوجود اسے صحت نہ ہو سکی۔ اس کی صحت برابر گرتی چلی گئی اور ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء کو نرسنگھ رائن پٹ میں جو چتور کے قریب ہے ساٹھ برس کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا۔[126]

ان دنوں اس امر کے متعلق کہ حیدر نے ٹیپو کو کیا۔ آخری ہدایت کی بہت سی افواہیں پھیلی ہوئی تھیں۔ افواہیں انگریزوں نے پھیلائی تھیں۔ ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ حیدر نے اپنی وفات سے چند روز پہلے ٹیپو کو لکھا تھا کہ انگریزوں کے ساتھ کشمکش بالکل بے نتیجہ اور فضول رہی ہے وہ بہت طاقتور ہیں انھیں کچلا نہیں جا سکتا۔ ان سے صلح کر لینی چاہیئے اور آئندہ فرانسیسیوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔[127] ایک اور انگریزی ماخذ کے مطابق یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ ٹیپو کو جب وہ اپنے باپ کے آخری رسوم ادا کر رہا تھا۔ تو حیدر کی پگڑی میں سے کاغذ کا ایک پرزہ ملا تھا جس میں اس کو انگریزوں سے صلح کر لینے کی ہدایت کی گئی تھی۔[128] لیکن اس کے برخلاف میچاڈ کا بیان یہ ہے کہ حیدر نے ٹیپو کو نصیحت کی تھی کہ فرانسیسیوں سے اتحاد قائم رکھے کیونکہ صرف انھیں کی مدد سے وہ انگریزوں کو جو ہندوستان میں سب سے زیادہ طاقتور ہیں، ملک سے باہر نکال سکتا ہے۔[129]

یہ دونوں بیان غیر معتبر معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان میں سے کسی کی بھی تصدیق کسی معتبر معاصر شہادت سے نہیں ہوتی۔ انگریزوں کے بیانات محض آرزومندانہ خیالات ہیں جن سے مدراس گورنمنٹ کی اس خواہش کا پتہ چلتا ہے کہ جنگ جلد ختم ہو جائے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک مقصد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا پر یہ ظاہر کر دیں کہ حیدر جیسا طاقتور فرماں روا آخر میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ انگریز اس قدر قوی ہیں کہ ان پر فتح حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حیدر نے اپنی وفات سے پہلے اپنے سکریٹری کو بلا کر ٹیپو کو یہ لکھنے کا حکم دیا کہ مالابار کے مقبوضات کی حفاظت کا مناسب انتظام کر کے وہ فوراً یہاں آجائے۔[130] پھر جس دن اس کا انتقال ہوا ہے اسی روز سہ پہر کو اس نے پورنیا، کرشن راؤ، شاميّا، ابو محمد میر صادق، محمد علی، بدر الزماں خاں، غازی خاں اور رضا مرزا خان جیسے اعلیٰ افسروں نے کہا کہ میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو تم لوگ اسی وفاداری کے ساتھ ٹیپو کی خدمات انجام دینا جس طرح میری خدمات انجام دی ہیں۔[131]

جیسے ہی حیدر کا انتقال ہوا اس کے اعلیٰ عہدہ داروں نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ٹیپو کے وہاں پہنچنے تک حیدر کی وفات کو مخفی رکھا جائے تاکہ جلائے بغاوت کے امکان کو روکا جا سکے۔ پورنیا اور کرشن راؤ دونوں وقت حیدر کے کیمپ میں آتے رہے۔ اعلیٰ عہدے دار بھی حسب معمول پابندی سے حاضر ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ فوج کو تیار رکھا گیا اگر بغاوت نمودار ہو تو اسے کچل دیا جائے۔ خطوط جو باہر بھیجے جاتے تھے اور عام باشندے جو وہاں سے کہیں باہر جاتے تھے ان کی خاص طور پر نگرانی

کی جاتی تھی[132]۔ اسی کے ساتھ بہامرزا خان کو فوراً بھیجا گیا تاکہ وہ شہزادے کو حیدر
کی وفات کی خبر دے۔ ۹ دسمبر کی رات کو حیدر کی لاش کو ایک تابوت میں رکھ
کر محافظوں کے دستے کے ساتھ اس طرح سرنگاپٹم روانہ کیا گیا جیسے کہ وہ
ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ لاش کچھ عرصے کے لئے کولار میں فتح محمد کے مقبرے
میں رکھی گئی[133]۔ پھر بعد میں اسے سرنگاپٹم میں منتقل کر کے اس عالیشان
مقبرے میں دفن کر دیا گیا جو ٹیپو نے بنوایا تھا[134]۔

ہر قسم کی احتیاط کے باوجود حیدر کی موت کی خبر پھیل ہی گئی اور
شرپسندوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی کی۔ محمد امین
جس کے تحت چار ہزار سوار تھے اور جو حیدر علی کا چچا زاد بھائی تھا اس نے
بخشی شمس الدین سے ساز باز کر کے موقتی حکومت کا تختہ الٹ کر حیدر کے
دوسرے بیٹے عبدالکریم کو تخت پر بٹھانے کا منصوبہ بنایا تھا ان لوگوں نے عبدالکریم
کو اس لئے منتخب کیا تھا کہ وہ کم عقل تھا اور اس کی آڑ میں حکومت کی باگ
ڈور خود ان کے ہاتھ میں رہے گی لیکن اس سازش کا انکشاف ہو گیا۔ بوتھ
لوت[135] نے جو ایک فرانسیسی افسر تھا اور اس سازش میں شریک تھا جان
بخشی کے وعدے پر سازش کا سارا راز افشاں کر دیا۔ محمد امین اور شمس الدین
کے لئے بھی اب اقبال جرم کے سوا کوئی راہ گریز نہ تھی۔ انھیں ہتھکڑیاں پہنا کر سرنگاپٹم بھیج
دیا گیا، بوتھ لوت کو بھی گرفتار کر کے قلعہ میں بند کر دیا گیا۔ ڈر یہ تھا کہیں وہ مدراس سے
خط و کتابت نہ کرے یا ٹیپو کے افسروں کو نہ بھڑکائے[136]۔ اسی طرح چند اور فتنہ پردازوں نے
سر اٹھانے کی کوشش کی مگر ان سب کو بادلٹ نے دبا دیا جو ڈی آسٹر لشیڈر جینٹ کا دوسرا کپتان تھا اور
جو برابر ٹیپو کا حامی و مددگار رہا تھا ــــ اکا دکا واقعات کے علاوہ کوئی اہم اور سنگین شورش پیدا
نہیں ہوئی اور گورنمنٹ کا کام حسب معمول جاری رہا۔ اس کا سبب
یہ تھا کہ فوج ٹیپو کی وفادار تھی[137] اور عام طور پر ٹیپو کی قیادت کی
اہلیتوں اور اس کی انسان دوستی کے بارے میں فوج کی رائے نہایت اچھی
تھی اور اسے کامل یقین تھا کہ اس کی کمان میں وہ ہمیشہ کامیاب رہے گی۔
کریم کے متعلق فوج کا خیال یہ تھا کہ اسے کوئی تجربہ نہیں ہے اور نہ اس میں
زیادہ عقل ہی ہے[138]۔

۱۲ دسمبر کو فوج نرسنگ نرائن پیٹ سے روانہ ہوئی اور اگلے دن
جکما پور میں پڑاؤ کر کے ٹیپو کا انتظار کرنے لگی۔ یہ مارچ فوج نے بہت سے
باضابطگی کے ساتھ کیا تھا۔ حیدر کی پالکی جس میں یہ فرض کر لیا گیا تھا
کہ وہ سوار ہے ڈھکی ہوئی تھی اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ لے جائی

جاری تھی[139]۔

ٹیپو کو اپنے باپ کا خط ۱۱ دسمبر ۱۷۸۲ء کی سہ پہر کو ملا، وہ اگلے
دن صبح کو بہت تیزی کے ساتھ چیتوڑ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ کومبتور پہنچا
تو اس نے محمد شتاب[140] کی جگہ سید محمد کو سرنگاپٹم کا کماندار مقرر کیا اور
ارشد بیگ خان کو جسے حیدر نے مالابار کی سرکار کا حاکم مقرر کیا تھا حکم
دیا کہ وہ پالی گھاٹ پر مدافعت کرتا رہے! ابتدا میں تو ٹیپو کے مارچ
اس کی فوج کی برداشت کے مطابق تھے لیکن جب اسے معلوم ہو گیا کہ فوج
اور بڑے بڑے عہدے دار اس کے حامی اور وفادار ہیں تو ان کی رفتار زیادہ
تیز نہیں رہی۔ ۲۸ دسمبر کو وہ اس کیمپ میں پہنچ گیا جو مرکزی فوج سے تقریباً ۲
میل کے فاصلے پر اس کے لئے قائم کیا گیا تھا[141]۔ اس نے اپنے خیر مقدم کے
تزک و احتشام کو روک دیا اور غروب آفتاب کے بعد سادہ انداز میں کیمپ
میں داخل ہوا اور اپنے خاص عہدہ داروں کو شرف باریابی بخشا۔ وہ
اپنے باپ کے غم میں ایک سادہ سے قالین پر بیٹھا ہوا تھا[142]۔ اگلے دن صبح کو اس
نے اپنے بھائی اور ان افسروں کو بلوایا جنہوں نے نہایت سلیقے کے ساتھ
اس کی عدم موجودگی میں امن و امان قائم رکھا تھا اور ان سے بہت دیر تک
گفتگو کرتا رہا۔ اس نے فوج کے تمام افسروں کو ماتم پرسی کے لئے حاضر ہونے کی
اجازت دی۔ پھر رات کو ۹ بجے وہ جاہ و جلال اور تزک و احتشام کے ساتھ
اپنے باپ کے تخت پر بیٹھا اور "نواب ٹیپو سلطان بہادر" کا لقب اختیار
کیا۔ فوج نے ۲۱ توپوں کی اور فرانسیسیوں نے ۱۲ توپوں کی سلامی دی[143]۔

ٹیپو کو ایک وسیع سلطنت وراثت میں ملی جو شمال میں دریائے کشنا تک
کرشنا تک، جنوب میں ٹراونکور اور ڈنڈیگل کے اضلاع تک، مشرق میں مشرقی گھاٹ
اور مغرب میں بحر عرب تک پھیلی تھی۔ اس کے علاوہ سرنگاپٹم کا خزانہ بھی
اسے ملا جس میں تین کروڑ روپیہ تھا۔ اور بڑی تعداد میں جواہرات اور بیش
بہا اشیا تھیں[144]۔ سرنگاپٹم کے خزانے کے علاوہ ایک اور بڑا خزانہ بیدنور
میں بھی تھا مگر اس پر حیدر کی وفات کے فوراً بعد ایاز اور میتھیوز نے قبضہ
کر لیا۔ مزید براں اس کے باپ نے ایک بڑی فوج چھوڑی جس میں ۸۸ ہزار
افراد تھے۔ محافظ فوجیں اور صوبہ داری فوجیں اس کے علاوہ تھیں[145]۔ اس
زمانے میں قطعی طور پر یہ ہندوستان میں بہترین فوجی طاقت تھی۔

اس وقت سب سے زیادہ اہم مسئلہ جنگ جاری رکھنے کا تھا۔
چنانچہ ٹیپو نے جنگی معاملات کی طرف اپنی توجہ مرکوز کر دی۔ اس نے نو جیون

لی تھا یا تنخواہ کی فوری ادائیگی کی ہدایت کی اور یہ حکم دیا کہ آئندہ سے ان کی تنخواہیں پابندی کے ساتھ ہر تیس دن کے بعد ملتی رہیں۔ ایک فرانسیسی افسر اس مقصد کے لئے مقرر کیا گیا کہ وہ بے قاعدہ فوج کو دوبارہ ترتیب دے اور باقاعدہ فوج کو منظم کرے اور اس کا بندوبست کیا گیا کہ فوجیوں کو سامان خورد و نوش اور ان کی دوسری ضروریات متواتر مہیا کی جاتی رہیں۔ یہ اس طرح کیا گیا کہ قیمتوں کے مقرر کرنے کے بے ضابطہ کنٹرول کے طریقے کو منسوخ کر دیا گیا تاکہ تاجر سامان مہیا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اس تدبیر کا نتیجہ اسٹوریٹ کے بیان کے مطابق یہ ہوا کہ ٹیپو کے کیمپ میں ضرورت کی چیزوں کی بہم رسانی افراط کے ساتھ ہونے لگی۔ سلطان نے یہ ہدایات بھی جاری کر دیں کہ اس کے افسر جنگی قیدیوں کے ساتھ فراخ دلی اور فیاضی کے ساتھ پیش آئیں لیکن جب وہ ان اصلاحی اور تجدیدی سرگرمیوں میں مصروف تھا تو اسے خبر ملی کہ انگریزی فوج جنرل اسٹوورٹ کی قیادت میں ونڈی واش کی طرف بڑھ رہی ہے۔

باب اول کے حاشیے:

۱۔ کرمانی ص ۶، تاریخ ٹیپو ص ۱۶ ب سلطان التواریخ ص ۸ حیدر نامہ ص ۸۱

۲۔ سلطان التواریخ، ص ۸، تاریخ ٹیپو ص ۶۱، حیدر نامہ ص ۸۱

۳۔ کرمانی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیپو کے اجداد ۱۶ویں صدی کے اواخر میں شمال مغرب کے خشکی کے راستے سے آئے تھے۔

۴۔ ایک نامعلوم مصنف کی روایت کے مطابق جو کارنامۂ حیدری (۱۸۴۳ء) میں مذکور ہے۔ ٹیپو کا سلسلۂ نسب ایک قریشی حسن بن یحییٰ (متوفی ۸۷ھ مطابق ۷۶۹ء) جو کہ شریف مکہ تھے۔ اس کا پوتا احمد صنعا چلا گیا جو یمن میں ہے۔ وہاں کے حاکم کی لڑکی سے شادی کی اور خسر کے انتقال کے بعد وہاں کا حاکم بنا۔ مگر صنعا کے بعد امراء کی سازش سے جو اسے معزول کرنا چاہتے تھے وہ قتل کر دیا گیا لیکن اس کا سترہ سالہ بیٹا محمد بچ نکلا اور بغداد چلا گیا جہاں اس نے تجارت شروع کی اور بہت جلد کامیاب تاجر بن گیا۔ حسن بن ابراہیم (متوفی ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۲ء) جو یحییٰ کی چوتھی پشت میں تھا اور جسے اس کے باپ کے وقت ملازموں کی دغا بازی نے نادار بنا دیا تھا، ترک وطن کر کے تلاش معاش کے لئے ہندوستان آیا۔ یہاں اس نے خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کے متولی کے پاس قیام کیا اور ان کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے یہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا نام ولی محمد رکھا گیا۔ آگے چل کر وہ اپنے بیٹے محمد علی کے ساتھ شاہجہاں آباد آیا اور وہاں سے دہلی چلا گیا۔ اس خاندان کے بقیہ حالات وہی ہیں جو کرمانی نے بیان کئے ہیں۔ مندرجہ بالا واقعات ممکن ہے کہ صحیح ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حیدر اور ٹیپو کے خاندانی وقار کو بلند کرنے کے لئے یہ شجرہ نسب گھڑا گیا ہو۔

بہرکیف حیدر اور ٹیپو کی تاریخ کے کسی معاصر ماخذ میں اس کا ذکر مجھے نہیں ملا ہے۔

۴۔ کرمانی ص ۶۔ کرمانی نے غلطی سے محمد خلال شاہ کو بن عادل شاہ لکھا ہے۔

۵۔ ایضاً نیز سلطان التواریخ ۸ لیکن اس میں اس امر کی تصریح نہیں کی گئی ہے کہ درگاہ سے کس نے اپنے کو وابستہ کیا تھا۔ شاہ صدر الدین حسینی کے احوال کے لئے دیکھئے: E.I. (New) vol. V.

۶۔ بعض ماخذ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ محمد علی بیجاپور سرکار کا ملازم تھا۔

۷۔ کرمانی ص ۷-۶

۸۔ ایضاً ص ۱۰ تاریخ ٹیپو ۶۱ ب حیدر نامہ ص ۸۱ میں راؤ ارکاٹ کا نام دل دلیر خاں بتایا گیا ہے جو غلط ہے۔

۹۔ ایضاً ص ۱۰۔ کرمانی کا بیان ہے کہ ارکاٹ سے فتح محمد کے چلے جانے کے سبب وہ جھگڑے تھے جو نواب کی وفات کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن نواب نے ۱۷۳۲ء سے پہلے وفات نہیں پائی۔ فتح محمد کی زندگی کے اس دور کے حالات میں کچھ گڑبڑ ہے۔

۱۰۔ سیرا ریاست میسور کے ضلع ٹمکور کا ایک قصبہ ہے۔ ڈوڈبالاپور دریائے ارکاوتی کے داہنے کنارے بنگلور سے ۲۷ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۱۱۔ کرمانی ص ۱۲-۱۱۔ 9 Wilks: Vol. I. p. 237

۱۲۔ ایضاً ص ۲۹۸۔ کرمانی کا بیان غلط ہے کہ عباس علی خاں درگاہ قلی خاں کا بیٹا تھا۔

۱۳۔ حیدر نامہ ص ۸۱ تاریخ ٹیپو سلطان (ورق ۶۲ الف) کا یہ اندراج صحیح نہیں ہے کہ سیرا کے نواب نے فتح محمد کے لڑکوں کو اذیتیں دی تھیں۔ اس واقعے کے ۴۲ سال بعد جب حیدر نے ڈوڈبالاپور پر قبضہ کیا تو عباس قلی خاں مدراس بھاگ گیا اور جب ۱۷۶۷ء میں حیدر نے کرناٹک پر حملہ کیا تو عباس اس درجہ دہشت زدہ ہوا کہ حیدر کو دیکھتے ہی کشتی پر سوار ہو گیا اور پھر اس وقت تک ساحل پر نہیں آیا جب تک اسے یقین نہیں ہو گیا کہ حیدر کرناٹک جا چکا ہے۔ دیکھئے:

Wilks: Vol. (i), P. 493 foot note.

۱۴۔ کرمانی ص ۱۳، سلطان التواریخ ۸۳

۱۵۔ ایضاً، حیدر نامہ، ص ۸۱۔ بعض معمولی اختلافات کے ساتھ تقریباً تمام تاریخوں میں یکساں واقعات ملتے ہیں۔ حیدر نامہ اور تاریخ ٹیپو کا بیان ہے کہ فتح محمد کا قرض دلاوائی نے ادا کیا اور اس کے معاوضے میں حیدر اور شہباز نے راجا کی ملازمت اختیار کی لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت دونوں بھائی بہت کم سن تھے اور کسی ملازمت کے قابل نہیں تھے۔

۱۶۔ سلطان التواریخ ۸۳، کرمانی ص ۱۶ (۱۷) کرمانی، ص ۱۶

۱۸۔ ایضاً ص ۱۷-۱۶ (۱۹) حیدر نامہ ص ۸۱ کرمانی ص ۱۷

۲۰۔ ایک قصبہ جو بنگلور کے شمال میں ۲۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

۲۱۔ حیدر نامہ ص ۸۱، تاریخ ٹیپو ۶۳ ب و ۶۰ ب

۲۲۔ کرمانی ص ۲۱-۲۰، P. 300 . _ Wilks: Vol. I

٢٣- Ibid, P. 311 (٢٤) کرمانی ص ٢٣، Ibid, P. 310

٢٥- کرمانی ص ٢٢-٢٣، Wilks: Vol. iii, P. 219

٢٦- سری نگر کا جزیرہ اور قصبہ ترچناپلی سے ١٠ میل کے فاصلے پر واقع ہے

٢٧- کرمانی ص ٢٥-٢٦ (٢٨) Sinha, Haidar Ali, P. 17

٢٩- دیوراج، فروری ١٧٥٨ء میں سیاسی زندگی سے ریٹائر ہو گیا تھا دیکھئے Wilks: Vol. I, P. 397 (٣٠) Ibid, 504

٣١- Ibid, P. 406-7 (٣٢) کرمانی ص ٣٠، Wilks: Vol. I, P. 412

(٣٣) ایضاً ص ٣١-٣٢ (٣٤) Ibid, P. 415-16 (٣٥) Ibid, 405

٣٦- کرمانی ص ١٨ (٣٧) ایضاً ص ١٩، کارنامہ حیدری ص ٨٦

میر علی رضا خاں فخر النساء کا بھائی تھا۔ حیدر کی فرماں روائی میں اس نے نمایاں کام انجام دیئے تھے۔ وہ پورٹو نووی جنگ (جولائی ١٧٨١ء) میں مارا گیا۔ نشان حیدری کے ترجمے (ص ٢٦) کے مطابق حیدر نے علی رضا خاں کی سالی سے شادی کی تھی لیکن یہ غلط ترجمہ ہے (کرمانی ق K.A.S. خسر الملک)

٣٨- آپ کا مقبرہ نواب سعد اللہ خاں نے ١٧١٩ء میں تعمیر کرایا تھا۔ دیکھئے: Browing, Haidar Ali and Tipu Sultan P. 118 Foot note - حیدر علی نے ١٧٨٠ء میں جب ارکاٹ پر قبضہ کیا تو وہ مقبرے پر حاضر ہوا اور گرانقدر نذر گزاری (حامد خاں و ٣٠ ب ٣١ الف)۔

٣٩- کرمانی ص ١٩-٢٠، کارنامہ حیدری ص ٨٦، لفظ 'ٹیپو' کے معنی معلوم نہیں کر سکا ہوں۔ اکثر ناموں کی طرح شاید یہ بھی بے معنی لفظ ہے۔ ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ کنڑ زبان میں ٹیپو کے معنی شیر کے ہیں لیکن کنڑ میں شیر کو 'ہولی' کہتے ہیں اور شیر ببر کو 'سمبھا'۔ اس بحث کی تفصیل کے لئے دیکھئے: Bowring: Haider Ali and Tipu Sultan PP. 223-24

٤٠- کرمانی کہتا ہے کہ اس کا نام ٹیپو سلطان ہی رکھا گیا تھا Peixoto حامد خاں اور تاریخ ٹیپو بھی شہزادگی اور فرماں روائی کے دور میں بھی اس کا ذکر ٹیپو سلطان کے نام ہی سے کرتے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ "سلطان" ٹیپو کے نام کا بھی جز و تھا۔

٤١- Punganuri P. 8; Wilks: Vol. I P. 469

٤٢- Punganuri, P. 33 (٤٣) Ibid. Stewart, Memoirs of Hyder and Tipoo P. 43, Wilks: II P. 300

٤٤- Punganuri P. 33 (٤٥) کرمانی ص ٧٥-٧٦

٤٦- Punganuri P. 33 ۔ پنگا نوری میسور کے ضلع میں ہے۔ کونالور میسور کے ضلع حسن میں ہے۔ باقی تینوں مقامات تامل ناڈو کے ضلع سیلم میں ہیں۔

٤٧- کرمانی ص ٢٩-١٢٨ (٤٨) Ibid. P. 16 ایضاً ص ٢٩ (٤٩) حامد خان و ٢١ باب (٥٠) یہ جنوبی ارکاٹ کے ضلع میں ایک قصبہ ہے۔

٥١- کرمانی ص ١٣٢ Wilks: Vol. I P. 587

٥٢- Sinha: Haidar Ali P. 75 : دنیا مبدی ضلع سیلم (تامل ناڈو) کا ایک قصبہ ہے (٥٣) Michaud: Vol. i, P. 51

٥٤- ضلع سیلم کا ایک گاؤں ہے (٥٥) ضلع سیلم کا ایک قصبہ ہے۔

٥٦- کرمانی، ص ٣٢-١٣٣۔ کرمانی کا بیان ہے کہ دنیام باڑی پر حیدر نے اسمتھ کو شکست دی (٥٧) Sinha: Haidar Ali - P. 82

٥٨- Caudell, History of the Bombay Army P. 83

٥٩- Sinha: Haidar Ali P. 82-83

٦٠- Peixoto: Vol. V P. 103, Wilks: Vol. I P. 485

٦١- سرنگا پٹم میں ایک قصبہ (٦٢) کرمانی ص ١٠٢

٦٣- Wilks: Vol. I P. 695-96 لیکن ولکس کے اس بیان کی تصدیق کسی معاصر شہادت سے نہیں ہوتی۔

٦٤- حیدر نامہ ص ٩٢، کرمانی ص ١٠٩) کا بیان ہے کہ ٹیپو ایک پنڈاری کے بھیس میں بھاگا تھا (٦٥) کرمانی ص ١٠٩-١١٠ (٦٦) ایضاً ١١١

٦٧- ایضاً ص ١١٢ - Sinha: Haidar Ali, P. 112

٦٨- کرمانی (ص ١١٨) کا بیان ہے کہ فوجی ساز و سامان رسد جس پر قبضہ کیا گیا تھا، ٣٠ ہاتھیوں ١٠٠٠ اونٹوں اور ٥٠ خچروں پر لدا ہوا تھا Wilks Vol. I P. 702

٦٩- Duff: Vol. I. P. 569 (٧٠) ایک تعلقہ ہے میسور کے تمکور ضلع کا

٧١- میسور میں تمکور میں ایک پہاڑی قلعہ ہے۔ (٧٢) کرمانی ص ١٢٣۔ حیدر نامہ ص ٩٤، ہوسکوٹ بنگلور کے ضلع میں ایک قصبہ ہے۔

٧٣- N.A. Sec. Pro Dec. 1775 Nos. 13-15

١٧٧٨ء کے اواخر میں دھارواڑ پر بھی قبضہ ہو گیا۔

٧٤- حیدر نامہ ص 95 - Ibid, March 18, 1779

٧٥- Gleig: Munro - P 23 (٧٦) Wilks: Vol. I. P 812

ایک فرانسیسی روایت کے مطابق ٹیپو کو ایک ڈویژن فوج اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔

Pissurlencar: Antigualhas No. 67 P 242

٧٧- پیرمبکم تامل ناڈو کے ضلع چنگل پٹ کا ایک گاؤں ہے۔

Fortescue: (Vol. iii, P. 442)

٧٨- Pissurlencar: Antigualhas, fasc ii No. 62 P. 243

٧٩- " " "

٨٠- Ibid لیکن انگریزوں کے بیان کے مطابق بیلی کی طرف سو آدمی مارے گئے تھے یا زخمی ہوئے تھے۔ (٨١) Fortescue: Vol. iii P. 443

٨١- Fortescue : Vol. iii - P 443

٨٢- کرمانی ص ١٩٦ Innes Munro, P. 150

Fortescue : Vol. iii, P. 444

٨٣- یہ کنجیورم سے چھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔

٨٤- Fortescue : Vol. iii, 444-45

ولسن لکھتا ہے: سپاہی بھی بہت مارے گئے لیکن انگریزی نقصانات
کا ذکر کرنے والا خاموش ہے Wilks: Vol. ii P. 22

۸۵- Fortescue: Vol. iii PP. 446-47

۸۶- Pouvrencar: Antiquities Vol. I Fasc. ii PP 443

۸۷- Fortescue: Vol. iii P. 441, Wilks: ii P. 8

۸۸- کرمانی ص ۱۸۹ (۸۹) حامد خان ص ۳۰ الف، ۳۰ ب
ٹیپو قیدیوں کے ساتھ بڑی انسانیت سے پیش آیا۔ دیکھئے:
Lawrence: Captives of Tipu Sultan P. 130
(۹۰) فرانسیسیوں اور حامد خان کے بیانات نے بھی اس واقعہ کا ذکر نہیں
کیا ہے۔ تو اس کے نتیجے میں سوار انگریز افسر اور سپاہی فوجیوں
کی رحمدلی سے محفوظ رہ گئے۔

۹۱- Fortescue: Vol. iii P 448 (۹۱) Wilks: Vol. ii P. 22

۹۲- N. A. Sec. Pro. Nov. 16, 1780 PP 237-38

۹۳- Wilks: Vol. ii, P. 34-35 (۹۴) Innes Munro P. 172

۹۵- ست گڑھ اور انبور ترمان ارکاٹ کے ضلع میں ہیں اور تیک گڑھ جنوبی
ارکاٹ کے ضلع کا ایک گاؤں ہے۔ (۹۵) کرمانی ص ۹ - ۲۰۵

۹۶- N. A. Sec Pro April 27, 1781 P. 1050
کرمانی ص ۲۰۶: کرمانی کا بیان ہے کہ ناندنٹ پندرہ دن تک مقابلہ
کرتا رہا (۹۷) کرمانی ص ۲۱۰-۱۱ Wilks: Vol. ii - P. 46,

۹۸- Innes Munro: Vol. ii, P 204. Wilks: Vol. ii. P. 63

۹۹- N. A. Sec. Pro: Sept 7, 1781 P. 2013
اس دستاویز کے مطابق ٹیپو کی فوج کی تعداد تیس ہزار تھی مگر یہ بیان
مبالغے پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۰- N. A: Sec, Pro, Sept 7, 1781 P. 2053
ٹیپو ترمان وجنوبی ارکاٹ کے اضلاع اور وندی واش کے خلاف فوجی
کارروائیوں میں مصروف تھے۔ حیدر تنجور پر حملہ کر رہا تھا۔ آئر کوٹ نے ارنی
... افواج اکٹھا کر رکھے تھے تاکہ میسوریوں کو وہاں سے نکال دے۔
اسے ترچناپلی کی حفاظت بھی کرنی تھی جس پر قبضے کی حیدر تیاری کر رہا تھا
حیدر نے انگریزی فوج کو روکنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے وہ جنگ کا
خطرہ بھی مول لینے کے لئے تیار تھا۔" اس ارادے سے باز رہنے کا ٹیپو
نے اسے مشورہ بھی دیا تھا" (Mill, Vol. iii, P 147) مگر حیدر
پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورٹو نووو کی جنگ میں آئر کوٹ نے
حیدر کو شکست دے دی اور اسے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔

۱۰۱- مدراس سے تقریباً ۵۴ میل کے فاصلے پر ضلع چنگل پٹ میں ایک تاریخی
قلعہ ہے (۱۰۲) N. A: Sec; Pro. Sept. 7, 1781 P. 2071

۱۰۳- Mill; Vol.: IV P. P. 172-73

۱۰۴- N. A: Sec Pro., March 11, 1782 P. 897
" جنگ شروع ہونے کے کچھ دیر بعد کرنل بریتھ ویٹ نے عارضی صلح کا
جھنڈا حریف کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد ان کا کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔ البتہ
ان فوجیوں کو قید کر لیا گیا جو باقی بچے تھے قید کر لیا گیا۔ (ایضاً)

۱۰۵- Lawrence: Captives of Tipu Sultan P. 126
کا یہ کہنا ہے کہ "حق یہ ہے کہ ٹیپو نے اپنے اسیروں خصوصاً افسروں اور
مجروحین کے ساتھ بڑی ہمدردی والی نیت کا برتاؤ کیا" Mill Vol. iv P. 177

۱۰۶- N. A: Sec; Pro. June 6, 1782 P.P. 2121-23 اور 19

۱۰۷- N. A: Sec; Pro: July 4 1782 P.P. 2054-55

۱۰۸- Wilks: Vol: ii P 137 (۱۰۹) Ibid - P. 2147

۱۱۰- N. A: Sec; Pro, July 4, 1782 P. 2055

۱۱۱- Ibid, P. 2062 (۱۱۲) حیدر نامہ ص ۹۰ کہتا ہے کہ اس جنگ
میں حیدر کی فتح ہوئی تھی۔ یہ بات اہم اور غور طلب ہے کہ اس کی جنگ میں
حیدر کا نقصان بہت کم ہوا۔
لوث کا بیان ہے کہ "اس کا نقصان زیادہ نہیں ہوا صرف ۲۰ یا ۳۰
مختلف قسم کے گھوڑے ہمارے ہاتھ آئے" اس کے برعکس انگریزوں
کے ۳۲ آدمی اور ۹ گھوڑے مارے گئے N. A: Sec. Pro., July 4,
1782 P. 2149 (۱۱۳) حیدر نامہ ص ۹۷

۱۱۴- Cadell: History of the Bombay Army P. 100

۱۱۵- حیدر نامہ ص ۹۷

۱۱۶- Cadell: History of the Bombay Army - P. 100

۱۱۷- N. A: Sec, Pro, May 23 1782 P. 1684

۱۱۸- یہ کالی کٹ اور پال گھاٹ کے درمیان ایک گاؤں ہے۔

۱۱۹- Mill: Vol. iv P. 182

۱۲۰- M. R, Mly. Cons: Jan 1783, Macleod to Madras No. 30
1782, Vol. 85 P. 94

۱۲۱- پونانی ضلع پال گھاٹ کیرالا میں ایک قصبہ اور بندرگاہ ہے

۱۲۲- Wilks: Vol. ii, PP. 163-64; See also A. N. C[2] 141
Lallee to Minister, Aug 1783 f 17 b

۱۲۳- Memoirs of John Campbell. P. 34

۱۲۴- M. R. Mly. Cons; Jan. 1783, Vol. 85 a P. 144

۱۲۵- دیکھئے: A. N. C[2] 141, Lallee to Minister Aug 31, 1783

۱۲۶- حیدر کی علالت اور وفات کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے:
A. N. C[2] 155, de Moriat to Minister Feb 6, 1783

۱۲۷- M. R. Mly. Cons, Jun. 23, 1783 Vol. 85 a PP. 427-28

۱۲۸- N. A. Sec, Pro., Feb. 10, 1783

۱۲۹- Michaud, Vol. I P. 82

۱۳۰۔ کرمانی ص ۲۴۸ (۱۳۱) حیدر نامہ ص ۱۰۰
حیدر نامہ کے مصنف نے ان لوگوں کے ناموں میں جن کو حیدر نے اپنی وفات سے پہلے بلوایا تھا بدر الزماں خاں، بہار زاف زی خاں اور محمد علی کے نام شامل کیے ہیں مگر قیاس یہ ہے کہ حیدر نے ان لوگوں کو بھی ضرور بلایا ہوگا کیونکہ ان پر بھی اسے بڑا بھروسا اور اعتماد تھا۔

۱۳۲۔ A. N. C² 155, de Morlut to Minister, Feb 5, 1783
F.F 208 b - 209 a

۱۳۳۔ کرمانی ص ۲۴۹۔۲۵۰، حیدر نامہ ص ۱۰۰

۱۳۴۔ کرمانی ص ۲۶۲

۱۳۵۔ اس فرانسیسی افسر کا نام بوتھنوٹ (Bouthenot) تھا بوڈیلاٹ (Bodelot) نہیں جیسا کہ لکھا ہے۔ نیز دیکھئے Wilks: Vol. ii P. 169-70

۱۳۶۔ A.N. C² 155 de Morlut to Minister Feb 6, 1783
P.P. 209a - 10a

۱۳۷۔ P.A. MS. No 400 Bussy to de Castries.

۱۳۸) Feb 1, 1783 - March 31, 1783
Mucleod to Stuart Jan 31 Vol 65 b P 512

۱۳۹۔ N. A. Sec, Pro, Jan 13, 1783
جنرل اسٹوارٹ کے اسسٹنٹ سکریٹری جنرل شیبر کا مراسلہ مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۷۸۲ء (۱۴۰) A. N. C² 155 de Morlut to Minister, Feb. 6, 1783.

۱۴۱۔ تاریخ ٹیپو سلطان ورق ۱۹۵ الف

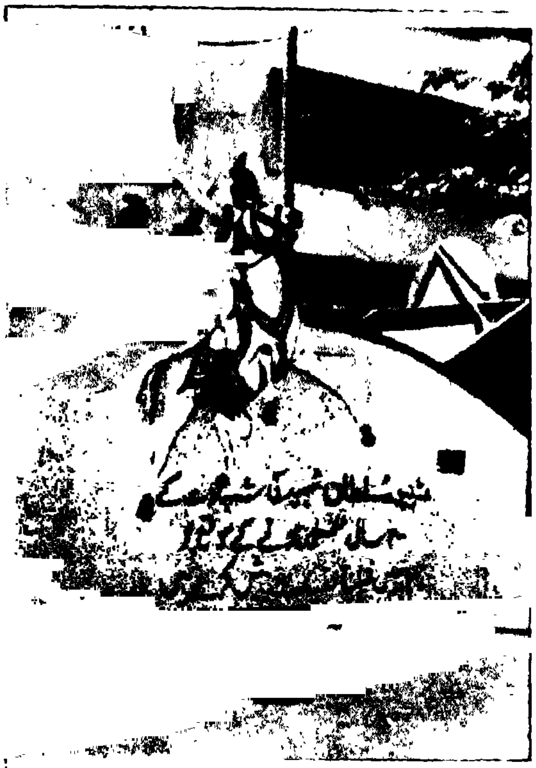
۱۴۲۔ Wilks vol ii PP 171-72 (۱۴۳) A. N. C. 155, f 216 a

۱۴۴۔ Wilks: Vol. ii P 172 (۱۴۵) C² 155, ff 216 a 216 b

۱۴۶۔ اناولد پنگانوری کے بیان کے مطابق اس وقت حیدر کی فوج میں ۱۲ ہزار قاعدہ سوار ۲ ہزار سپہ تا حدہ سوار، ۳ ہزار کرناٹکی رضاکار فوج، ۵ ہزار پیدل فوج اور چند توپخانے تھے۔

۱۴۷۔ M. K. Mly. Cons. Jan 18, 1783
General Stuart's Minute, Vol. 85A, P. 287

ماخوذ از تاریخ ٹیپو سلطان (اردو) مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان (نئی دہلی)



ٹیپو سلطان پر جھانکیاں

عظیم شہید آزادی ٹیپو سلطان کی شہادت کے ۲۰۰ سال مکمل ہونے کے موقع پر حکومت مغربی بنگال کے شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور کے زیر اہتمام منعقدہ سہ روزہ تقریبات کے دوران شہر کلکتہ میں کئی جھانکیاں نکالی گئیں جن میں اردو، انگریزی اور بنگلہ تحریروں کے ذریعہ انہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ جھانکیاں کلکتہ کے مختلف علاقوں میں گھومتی رہیں تقریبات کے سلسلے میں بھی کافی تشہیر ہوئی۔ اس کے علاوہ ریاستی حکومت کی جانب سے دیئے گئے اخباری اشتہارات کے ذریعے بھی ٹیپو سلطان اور ان سے متعلق تقریبات کا بھی خوب پرچار رہا۔ اس سے پورے شہر میں ایک تہوار کا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ ••

ٹیپو کی آواز



گو رات کی جبیں سے سیاہی نہ ڈھل سکی
لیکن مرا چراغ برابر جلا کیا
جس سے دلوں میں اب بھی حرارت کی ہے نمود
برسوں مری لحد سے وہ شعلہ اٹھا کیا
پھیکا ہے جس کے سامنے عکسِ جمالِ یار
عزمِ جواں کو میں نے وہ غازہ عطا کیا
میرے لہو کی بوند میں غلطاں تھیں بجلیاں
خاکِ دکن کو میں نے شرر آشنا کیا

ساحل کی آنکھ میں مگر آئی نہ کچھ کمی
دریا میں لاکھ لاکھ تلاطم ہوا کیا
خوابِ گراں سے غنچوں کی آنکھیں نہ کھل سکیں
گو شاخِ گل سے نغمہ برابر اٹھا کیا
یہ بزم ایسی سوئی کہ جاگی نہ آج تک
فطرت کا کارواں ہے کہ آگے بڑھا کیا
مارا ہوا ہوں گو خلشِ انتظار کا
مشتاق آج بھی ہوں پیامِ بہار کا

■ آل احمد سرور



۱۸ ویں صدی کے ہندوستان میں ٹیپو سلطان کا کردار

امالندو دے

حیدر علی (۱۷۲۱ء تا ۱۷۸۲ء) اور ٹیپو سلطان (۱۷۵۰ء تا ۱۷۹۹ء) دونوں ہی جنوبی ہند میں واقع میسور کے حکمراں تھے۔ ان دونوں نے برطانوی حکمرانوں کے خلاف عرصہ دراز تک جنگیں لڑیں۔ برطانوی حکمراں ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے نام کو ان متاز فرماں رواکی فہرست میں خصوصی مقام حاصل ہے جنہوں نے بڑی بہادری اور شجاعت کے ساتھ برطانوی حکمرانوں کے خلاف صف آرائی کی۔

نواب سراج الدولہ اور نواب میر قاسم نے بنگال میں انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی۔ سراج الدولہ کو پلاسی کے سرسبز میدان میں ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو شکست کھانی پڑی۔ میر قاسم کو جنگ بکسر میں ۲۲ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریزوں کو بنگال میں کوئی دوسرے سخت مقابلے کا سامنا نہیں کرنا پڑا لیکن ریاست میسور ۳۸ برسوں تک اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہی۔ انگریزوں کے خلاف مدافعت میں میسور کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انگریزوں نے اس ریاست کو تباہ و تاراج کرنا اپنا نصب العین بنا لیا تھا۔ ہندوستان کے حکمرانوں کی آپسی دشمنی نے انگریزوں کو اپنی حکومت قائم کرنے میں بڑی مدد پہنچائی کیوں کہ وہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہندوستان کے حکمرانوں کی غیر استحقامت اور کمزوری سے کس طرح پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو صرف اس لئے شہرت حاصل نہیں ہوئی کہ ان لوگوں نے انگریز دشمنی تحریک کے جذبہ کو شعلہ فشانی بخشی تھی بلکہ اس لئے بھی کہ ان لوگوں نے ریاست میسور میں سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی رواداری کی ایک خوشگوار فضا پیدا کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ یہاں کے مختلف مذہبی فرقوں کے لوگوں نے متحد ہو کر حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے ہاتھ انگریزوں کے خلاف مضبوط بنائے تھے۔ اس آپسی اتحاد کے تصور نے ایک نئے متحد اور آزاد ہندوستان کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔ ریاست میسور کو زوال سے ہمکنار کرنے کیلئے انگریزوں کی کوشش کی یہ بھی ایک اہم وجہ تھی اور اس سلسلہ میں ان لوگوں نے اپنی ساری طاقت صرف کر دی تھی۔ ۱۸ ویں صدی کے ہندوستان کی سیاست میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے ادا کردہ کردار کا جائزہ لینے کے لئے اس کے صحیح تناظر کا مطالعہ کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ حیدر علی کے انتقال کے بعد جیسے ہی ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے مزاحمت کے لئے اپنے والد کے نقش قدم پر چلنا شروع کیا تو انگریزوں نے اس کی کردار کشی کے لئے اس پر بہتان تراشی شروع کر دی۔ ہم لوگ اسے اس لئے یاد کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے اندر اس کے بارے میں بہت کچھ جاننے کی خواہش ہے۔ اس کی شہادت کے ۲۰۰ سال کی تقریبات کے موقع پر حقائق اور دستاویزات کی روشنی میں اس کے کردار کو منظر عام پر لانا نہایت ضروری ہے۔ ہم لوگ تہہ دل سے اس شہید کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں جس نے برطانوی سامراجیت کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔

حیدر علی نے ۱۷۶۱ء میں میسور کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ ان کی پہلی بیوی ایک بچی کی پیدائش کے بعد فالج کے حملے کی وجہ سے اپاہج ہو گئی تھی۔ اس لئے حیدر علی نے دوسری شادی کی۔ جب ان کی بیوی حاملہ ہوئی تو حیدر علی اور ان کی بیوی دونوں ارکاٹ میں واقع ایک مشہور بزرگ ٹیپو مستان اولیاء کے مزار پر حاضر ہوئے تاکہ ان کی دعاؤں کی برکت سے زچگی بخیر و خوبی انجام پائے اور اللہ تعالیٰ انہیں ایک چاند سا بیٹا عطا کریں۔ ۱۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو ان کے یہاں دیون ہلی کے مقام پر ایک بیٹا تولد ہوا۔ اس بچے کا نام ارکاٹ کے مشہور بزرگ کے نام پر ٹیپو رکھا گیا۔ ٹیپو کو لوگ فتح محمد کے نام سے بھی پکارتے تھے۔ اور یہ نام حیدر علی کے والد اور ٹیپو کے دادا فتح محمد کے نام پر رکھا گیا تھا۔ حیدر علی کی موت ۷ دسمبر ۱۷۸۲ء کو ہوئی جب وہ انگریزوں

کے خلاف ایک مہم کی قیادت کر رہا تھا۔ انتقال سے کچھ قبل انھوں نے اپنے ذی اثر فوجی افسران یعنی پورنیا، کرشنا راؤ، میر صادق، محمد علی اور دیگر لوگوں سے تاکید کی کہ وہ ٹیپو سلطان کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف مہم جاری رکھنے کی اپنی ذمہ داریوں کو حسن و خوبی نبھائیں۔ حیدر علی کے انتقال کی خبر انگریزوں کے لئے خوشی کا پیغام ثابت ہوئی۔ انگریزوں نے سوچا چلو اپنے بڑے دشمنوں میں سے ایک سے تو چھٹکارا ملا۔ ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی کہ حیدر علی کی عدم موجودگی میں ریاست میسور میں سیاسی بحران پیدا ہو جائے گی اور عوام بدحالی کا شکار ہو جائے لیکن یہاں کا تمام خیال غلط ثابت ہوا۔ ریاست کی باگ ڈور سنبھالتے ہی ٹیپو سلطان انگریزوں کے خلاف اپنی سپہ گری کے جوہر دکھلانے لگے۔ ٹیپو اپنے والد کی طرح ایک عظیم جنگجو سپاہی اور ایک قابل انتظام کار تھے۔ مرہٹہ اور حیدرآباد کے نظام نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے باوجود ان کا انگریزوں کے خلاف تنہا لڑنے کا آہنی ارادہ برقرار رہا۔ ۱۱ مارچ ۱۷۸۴ء کو منگلور کے معاہدہ پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا۔ [illegible] مکمل طور پر [illegible]۔

۱۷۸۶ء کے دوران لارڈ کارنوالس بحیثیت گورنر جنرل ہندوستان آیا۔ اس نے ٹیپو کو جنوبی ہند میں انگریزوں کی برتری قائم کرنے کے لئے ایک زبردست خطرہ بتایا اور اس نے بھی ٹیپو کو کچل کر نیست و نابود کر دینے کی زور و شور سے حمایت کی۔ لہٰذا اس نے ٹیپو کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں اس نے مرہٹہ اور حیدرآباد کے نظام کے ساتھ ایک سمجھوتہ کر کے ٹیپو کو تنہا اور بے یار و مددگار بنا ڈالا۔ لیکن ٹیپو بھی چپ بیٹھے نہیں تھے۔ انھوں نے فرانس اور ترکی سے بیرونی امداد حاصل کی۔ اس نے ۱۷۸۵ء میں فرانس کے بادشاہ اور ۱۷۸۴ء اور ۱۷۸۵ء کے دوران ترکی کے بادشاہ کے پاس اپنے سفیر روانہ کئے۔ لیکن بیرونی امداد کی حصول کی کوششیں ناکام ہو گئیں۔ کیونکہ اسے فرانس کے ساتھ سماجی اور سیاسی تعلقات بنائے رکھنے میں بھی ناکامیابی کا منھ دیکھنا پڑا۔ مرہٹوں سے بھی اس کے تعلقات استوار نہ ہو پائے لہٰذا ٹیپو کو تنہا اور بے یار و مددگار بنانے کی انگریزوں کی حکمت عملی کامیاب رہی۔

۱۷۹۰ء میں ٹیپو سلطان اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ یہ جنگ مسلسل دو سال تک چلتی رہی یعنی ۱۷۹۲ء کو ختم ہوئی۔ ایک طرف ٹیپو سلطان تن تنہا تھے تو دوسری طرف انگریزوں کے ساتھ مرہٹے اور نظام تھے۔ کارنوالس نے خود فوج کی قیادت کی اور ٹیپو سلطان کی شکست کے بعد اس نے شہر بنگلور پر قبضہ کر لیا۔ کارنوالس ۱۷۹۲ء میں ٹیپو سلطان کی ریاست کے دارالسلطنت شہر سرنگاپٹم کے دور افتادہ علاقوں تک پہنچ گیا تھا۔ ٹیپو سلطان کو مجبوراً ایک صلح نامہ پر دستخط کرنا پڑا۔ اس صلحنامہ کے تحت انھیں اپنی ریاست کا تقریباً نصف حصہ انھیں دے دینا پڑا یعنی اس کی ریاست دو برابر حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک حصہ ٹیپو سلطان کے پاس رہا اور باقی دوسرا حصہ انگریز، مرہٹہ اور نظام کو ملا۔ علاوہ ازیں ٹیپو سلطان کو لگ بھگ ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ روپے بطور تاوان ادا کرنے پڑے۔

ٹیپو سلطان کی طاقت اور اس کے اثر و رسوخ کو پوری طرح کچلنے کے باوجود بھی لارڈ کارنوالس چین سے نہیں بیٹھ پایا۔ اسے یہ خوف لگاتار پریشان کئے ہوئے تھا کہ ٹیپو سلطان کبھی بھی انگریزوں کے لئے بڑے خطرہ کا سبب بن سکتا ہے۔ ایک تجربہ پر دستخط کر کے ہندوستان کے جنوبی خطے میں ایک اقتداری توازن برقرار رکھنے کی اپنی پالیسی پر وہ کاربند تھا۔ وہ مرہٹہ اور نظام پر بھی کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھا کہ کہیں کسی طرح ان سے اقتدار نہ چھین لیں۔

ٹیپو سلطان نے سرنگاپٹم صلحنامہ (۱۷۹۲ء) کو کبھی بھی حتمی فیصلہ کے طور پر تسلیم نہیں کیا لہٰذا جنگ میں اپنی شکست کے باوجود وہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو دوبارہ بنانے کی کوشش میں لگ گیا۔ انھوں نے اپنی دارالسلطنت سرنگاپٹم کے قلعہ کو مضبوط بنایا اور اپنی فوج منظم کی۔ انھوں نے اپنے مخالفین کو سزا دی۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹیپو سلطان نے زراعت کی صورت حال بہتر بنانے کے سلسلے میں اقدامات اٹھائے ان کے نتیجے میں ملک پیداوار میں اضافہ ہوا۔ انھوں نے جنگ کے زخم پر مرہم رکھتے ہوئے میسور کو مستحکم کیا۔ لازماً انگریز ان سب باتوں سے چوکنا ہو گئے۔

۱۷۹۸ء میں لارڈ ویلزلی ہندوستان آئے اور گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالا۔ لارڈ ویلزلی کا واحد مقصد پورے ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت قائم کرنا تھا۔ برطانوی کمپنی کے عہدیداران عرصہ دراز تک ٹیپو سلطان کے فرانس سے گہرے مراسم پر فکرمند تھے۔ ۱۷۸۹ء کے دوران

انقلاب فرانس کے بعد ان کے اس خوف نے کافی زور پکڑا۔ انگلستان کے فرانس کے ساتھ اختلافات بڑھے۔ ان اختلافات کی جڑ یورپ میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں مضمر تھی۔ ۱۷۹۳ء میں برطانیہ عظمیٰ اور فرانس کے درمیان جنگ چھڑ گئی جب ویلسلی نے ہندوستان کا رخ کیا۔ اسی دوران نپولین بوناپارٹ نے پوری تیاری کے ساتھ مصر پر چڑھائی کر دی۔ اس لئے انگریزوں کی یہ ایک اہم ضرورت تھی کہ وہ ہندوستان پر قدم جمانے کے فرانس کے سنہرے خواب کو چکنا چور کر دے۔ سیاسی منظر نامہ کا جائزہ لینے کے بعد ویلسلی اس نتیجہ پر پہنچا کہ ٹیپو سلطان انگریزوں کے ہاتھوں اپنی شکست کا کبھی بھی بدلہ لے سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ٹیپو سلطان کا ہر قدم انگریزوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اٹھا۔ انھوں نے اپنی دفاع کے لئے ایک نئی حکمت عملی اختیار کی۔ انگریزوں کی حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھی۔ حیدرآباد کے نظام اور پونے کے رہبروں کے ساتھ انگریزوں کے خلاف سازشیں رچیں۔ کابل کے زمان شاہ کے پاس اپنے ایلچی بھیجے۔ انھوں نے یہ کھوج بین کی کہ وہ کون کون سے ممالک ہو سکتے ہیں جو انگریزوں کے خلاف اس کا ساتھ دے سکتے ہیں لہذا انھوں نے اپنے ایلچی ماریشس بھیجے۔ ماریشس اس وقت ایسا جزیرہ تھا جہاں فرانس کی حکومت تھی۔ انھوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ جیکوبائن کلب کی رکنیت حاصل کی۔ اس ضمن میں ٹیپو سلطان اس حد تک آگے بڑھے کہ انھوں نے اپنی ریاست کے چند فرانسیسی ملازموں کو سرنگا پٹم میں "شجر آزادی" لگانے کی اجازت دے دی۔ ماریشس کے فرانسیسی گورنر نے اپنے رضا کاروں کے نام ۵ اعلانیہ جاری کیا کہ ٹیپو سلطان کو انگریزوں کے خلاف جنگ لڑنے پر مدد فراہم کروائی جائے۔ اس کے اعلان کی خبر پاتے ہی سو کے قریب سپاہی ماریشس پہنچے۔ کچھ فرانسیسی فوج ٹیپو سلطان کی سرزمین پر پہنچ گئی۔ ان باتوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان اور فرانسیسیوں کے درمیان ہونے والا رشتہ اٹوٹ اور زیادہ مضبوط تھا۔ اگست ۱۷۹۸ء کے دوران نیلسن نے "جنگ نیل" میں فرانس کے جنگی بیڑے کو شکست فاش دی۔ اس شکست کے بعد انگریز فوجوں کے خلاف فرانس سے ملنے والی امداد کے امکانات ختم ہو گئے۔ اس کے باوجود ویلسلی یہ زہر اگلنے سے باز نہیں آیا کہ میسور کا فرماں روا ٹیپو سلطان فرانسیسی امداد کے ساتھ حملہ

اصلاحات سے لیس ہو کر ہندوستان میں انگریزوں کا خاتمہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ ٹیپو سلطان کو ایک حملہ آور گردانتے ہوئے ویلسلی نے ٹیپو سلطان پر چڑھائی کی اور ان کی حکومت کو تہس نہس کر ڈالا۔ وہ اس قسم کا شخص نہیں تھا جو انگلستان کے اوّل دشمن فرانس جس سے اس کے تعلقات دوستانہ تھے، کی ہر طرح کی مدد کو برداشت کرتا۔ انگریز کے ذہنوں میں ٹیپو سلطان اور فرانسیسیوں کے ہمدردانہ کوشش کرنے کی نفرت ابھر آئی۔ میسور کے ستارے کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے ویلسلی نے ٹیپو سلطان سے مکمل اطاعت کی مانگ کی۔ ٹیپو سلطان نے اس کی اس تجویز کو نفرت سے ٹھکرا دیا۔ ۱۴ فروری ۱۷۹۹ء کو انگریزوں کی فوج میسور پر حملہ آور ہوئی۔ تب انگریزوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کی حتمی جنگ شروع ہوئی۔ نظام نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ مرہٹوں نے اس میں کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ وہ بالکل الگ تھلگ رہے۔ اس وقت بھی مرہٹوں کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ ٹیپو سلطان ہی انگریزوں کے ہندوستان کو اپنا غلام بنانے کے گھناؤنے منصوبے کو ناکام اور نابود بنا سکتے تھے۔ چونکہ مرہٹوں نے انگریزوں کا کھل کر ساتھ نہیں دیا اس لئے انگریزوں کے عتاب کا دوسرا شکار اور کوئی نہیں بنا سوائے مرہٹوں کے۔

دو مرتبہ شکست کھانے کے بعد تنہائی سے ملول ہو کر ٹیپو سلطان نے سرنگا پٹم میں پناہ لی اور وہاں انھوں نے ایک منصوبہ تیار کیا۔ ۲ اپریل ۱۷۹۹ء کو انگریزوں نے سرنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا۔ ٹیپو سلطان کے دیوان عالیہ میر صادق کی غداری کی وجہ سے انگریز ٹیپو سلطان کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔ ۴ مئی کو شیر میسور ٹیپو سلطان نے براہ راست جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔ ہزاروں لاشوں اور زخمی سپاہیوں کے درمیان سے ٹیپو سلطان کی لاش نکالی گئی۔ سراج الدولہ کو میر جعفر کی غداری کی وجہ سے شکست کھانی پڑی تھی اور جام شہادت پینا پڑا تھا۔ یہی واقعہ میر صادق کی غداری کی وجہ سے میسور میں دہرایا گیا اور اس کا نتیجہ ٹیپو سلطان کی شکست اور شہادت کی شکل میں برآمد ہوا۔

سہ پہر کی رات کو سرنگا پٹم کے ہر گھر کو لوٹا گیا اور درباریوں کے لوگ انگریز فوج کے ظلم و ستم کا شکار بنے۔ گھروں کو نذر آتش کیا گیا۔ ٹیپو سلطان کے محل کے اندر لوٹ مار کی گئی۔ سرنگا پٹم کے زوال کے بعد ریاست

میسور پر باقاعدہ طور پر انگریزوں نے قبضہ نہیں کیا۔ میسور پر حملہ آور ہونے سے بہت پہلے ہی ولزلی نے ٹیپو سلطان اور اس کے خاندان کے افراد سے ہاتھ اقتدار چھین لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ٹیپو سلطان کے بیٹوں کو قیدی بنا کر ویلور قلعہ بھیج دیا گیا اور ان کے لئے سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ انگریز حکام کو یہ شک تھا کہ ویلور کی بغاوت جو ۱۸۰۶ء میں ہوئی تھی، میں ٹیپو کے بیٹوں نے اہم کردار ادا کیا تھا لہذا ٹیپو کے بیٹوں کو جلاوطن کر کے کلکتہ روانہ کر دیا گیا۔

انیسویں صدی میں انگریز حکام کے لئے ایک سلطنت کا بنایا گیا اور ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ آج بھی ٹیپو سلطان کے خاندان کے افراد کلکتہ میں ہیں۔ ٹیپو سلطان کو شکست و تاراج سے بے دخل کرنے کے بعد انگریزوں کو جنوبی ہند پر بالادستی حاصل ہو گئی اور پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے کا راستہ ہموار ہو گیا تھا۔ ۱۸ ویں صدی کے نصف آخر میں ٹیپو سلطان واحد فرمانروا تھے جنہوں نے انگریزوں کے دانت کھٹے کر رکھے تھے۔ اس کی شکست کے بعد انگریزوں کے لئے اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی۔ جنگ پلاسی میں فتحیاب ہونے کے بعد بنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ سرنگاپٹم کے زوال کے بعد انگریز ہندوستان میں ایک عظیم طاقت بن گئے تھے۔ اس کے فوراً بعد ہی مرہٹوں نے ٹیپو کی شکست کے نتائج کو سمجھا۔ ٹیپو کے زوال کی خبر پاتے ہی باجی راؤ نے کہا کہ ٹیپو کی موت میرے لئے ایسی مصیبت ہے جیسے میں نے اپنا داہنا ہاتھ کھو دیا ہے۔ ٹیپو کی شکست کی خبر سنتے ہی نانا فرنویس نے کہا "یہ ٹیپو کا خاتمہ ہے" انگریزوں کا اقتدار کافی بڑھ گیا اور پورا مشرقی ایشیا انگریزوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ لہذا بعد ازیں پونے کے مرہٹوں پر سخت ہو گئے۔ سنجیدہ مسائل درپیش کے دن قریب آ گئے تھے اور مرہٹوں کے لئے خود کو زوال سے بچائے رکھنا محال ہو گیا تھا۔

ٹیپو کے سترہ سالہ دور میں باگ ڈور سنبھالنے کے بعد اگرچہ زیادہ وقت جنگ میں گزرا تاہم انہوں نے زراعت، صنعت، تجارت، انتظامیہ اور مذہبی معاملات میں بہت سارے اصلاحات کئے۔ ان کے یہ اصلاحات اس دور میں ان کے جدید افکار کی نشاندہی کرتے ہیں اگرچہ وہ اپنے عہد کے دوسرے حکمرانوں کی طرح شخصی آمر تھے تاہم

وہ اپنے ملازمین کی انتظامی کارروائیوں میں ایمانداری اور ان کی نجی زندگی میں بلند کرداری کو ترجیح رکھتے تھے۔ انھوں نے ملک کو باہری سلطنت کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ملک کے اندر نظم و نسق کو بنائے رکھنے کے لئے مؤثر اقدامات اٹھائے۔ انھوں نے دیکھا تھا کہ یورپی اقوام اپنی تجارت اور صنعت میں فروغ حاصل کر کے بڑی طاقتور ہوتی جا رہی تھیں۔ انھوں نے اپنی ریاست میسور کو [illegible] بنانے کے لئے ان میں اقدامات اٹھائے تھے اپنے والد حیدر علی سے ایک منفرد انتظامی نظام ورثہ میں پایا تھا۔ انھوں نے اس نظام کو مزید فروغ بخشا اور اس میں اصلاحات بھی لائے۔ مغل حکمرانوں کے نقش قدم پر چل کر انھوں نے اپنی انتظامیہ میں چند اصلاحات کئے۔ انگلستان اور فرانس کے سیاسی اداروں میں اپنائے گئے اقدامات سے متاثر ہو کر ٹیپو نے میسور کی انتظامیہ میں ان اقدامات کا اطلاق کیا۔ وہ پہلے خود مختار حکمران تھے جنہوں نے مغربی طریق کار کو اپنی انتظامیہ میں رائج کیا۔

ٹیپو محصول نظام کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتے تھے۔ ان کی حکومت میں زراعت کو کافی فروغ ملا۔ زرعی قطعات اراضی میں توسیع کی گئی۔ انھوں نے مختلف اقسام کی فصلوں کو اگانے کے لئے کاشتکاروں کی ہمت افزائی کی۔ انھوں نے آبپاشی پر خصوصی توجہ ڈالی۔ امین ضلع کا مکھیا ہوتا تھا اسے زرعی فروغ کو یقینی بنانے اور کاشتکاروں کو ہر طرح کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے کے لئے اہم ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

ٹیپو سلطان نے اپنی ریاست کی تجارت اور صنعت کے منظر نامہ کو بھی بہتر بنایا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سڑکیں تعمیر کروائیں۔ اگر انہیں میسور کے تخت سے دست بردار نہیں کیا جاتا تو میسور صنعتی ترقی کے لئے ایک عمدہ پس منظر پیش کرتا۔ یورپی اقوام کی طرح ٹیپو نے بھی غیر ممالک میں صنعتیں قائم کی تھیں اور اس کا مقصد تجارت اور صنعت میں میسور کی وسعت کو توسیع دینا تھا۔ اس کے دور حکومت میں میسور اور مسقط کے درمیان تجارتی تعلقات قائم کئے گئے تھے۔ میسور کے تاجروں کو مسقط میں چند سہولیات حاصل تھیں اور مسقط کے تاجروں کو میسور میں چند خاص مراعات ملے ہوئے تھے۔ ٹیپو کو میسور میں صنعتی توسیع کے لئے فرانس کے کاریگروں اور مزدوروں کا تعاون

حاصل تھا۔ لوئس (ایکس) نے ان کاریگروں کو میسور بھیجا تھا۔ ٹیپو نے انگریز کاریگروں کو بھی اپنے یہاں ملازمت دے رکھی تھی جنہوں نے انگریز کمپنیوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور ان میں سے چند کارخانہ میں جنگی قیدیوں کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ میسور میں واقع بہت سارے کارخانوں انگریز اور ہندوستانی کاریگروں نے سارے سامان تیار کئے تھے۔ ٹیپو ہندوستانی کاریگروں کے مفاد کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ انھوں نے مسکوکات، شماریات و تقویم، وزن و پیمائش، بینکنگ اور مالیات، امور لگان اور نظام عدلیہ، بری فوج اور بحری فوج اور اخلاق و اطوار میں بہت سارے اصلاحات کئے تھے۔ ٹیپو نے کاویری ندی پر ایک ڈیم تعمیر کرنے کا ایک منصوبہ بھی بنا لیا تھا علاوہ ازیں انھوں نے ریشم کی صنعت، ریاستی بحریہ، انتظامی کمیٹی، اسلحات کے کارخانے، امداد باہمی بینک، تجارت کے مراکز قائم کئے تھے اور ریاست میسور کو مالی طور پر مستحکم کرنے کے لئے انھوں نے سمندر سے موتی نکالنے اور ماہی گیری میں کافی دلچسپی دکھائی تھی۔ الغرض انھوں نے زراعی اور صنعتی سیکٹروں میں قابل رشک کامیابی حاصل کی تھی۔

ٹیپو کے ناقدین ان کے متعلق یوں گویا ہوئے ہیں کہ ٹیپو ایک ذات گیر کٹر جنونی اور متعصب زماں روا گزرے ہیں۔ بے شمار معاملوں میں ٹیپو نے محض سیاسی اسباب کی بنا پر مسلمان اور ہندو دونوں کے خلاف سخت کارروائیاں کی تھیں اور اس کی ان کارروائیوں کے پس پشت کوئی مذہبی جذبہ کارگر نہیں تھا۔ ریاست میسور کے دشمن ہندوؤں پر اس کی سخت کارروائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیپو کو ایک کٹر جنونی اور سخت متعصب گرداننا انصاف سے بعید بات ہوگی۔

حیدر علی کی طرح ٹیپو نے بھی ہندوؤں کو دان اور معزز عہدوں پر فائز کیا تھا۔ ان کے عہد حکومت میں برہمنوں کو خصوصی سہولیات حاصل تھیں۔ ٹیپو کے مذہبی اصول سے متعلق تصور کی وضاحت سرنگیری مٹھ کے خطوط سے ہو جاتی ہے۔ ۱۷۹۱ء کے دوران مرہٹہ سپاہیوں نے سرنگیری مٹھ پر حملہ بول دیا۔ بہت سارے برہمنوں کو جان سے مار ڈالا، بہت سارے لوگوں کو زخمی کیا، بڑی لوٹ مار مچائی، دیوی شاردا کی مورتی کو نقصان پہنچایا اور مٹھ کی بڑی بے حرمتی کی۔ مٹھ کے ایک پجاری کو مٹھ چھوڑ کر کارکل میں پناہ لینی پڑی۔ اس نے ٹیپو کو مٹھ پر حملہ

کی اطلاع دی اور انھیں یہ بتایا کہ مرہٹوں نے کس طرح دیوی کی مورتی کی بے حرمتی کی۔ اس مورتی کو دوبارہ نصب کرنے کے لئے اس نے ٹیپو سے مدد طلب کی۔

پجاری کی اطلاع پاتے ہی وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے اور انھوں نے فوراً ہی بیدنور کے آصف کے نام حکم جاری کیا کہ وہ دیوی شاردا کی مورتی کو دوبارہ نصب کرنے کے سلسلے میں پجاری کی ہر طرح کی مدد کرے۔ ٹیپو نے مٹھ کے پجاری کے نام ایک خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ وہ ریاست میسور کی ترقی اور اس کے دشمن کی بربادی کے لئے دیوی سے پرارتھنا کرے۔ ہندو دھرم کے لئے ٹیپو کی کتنی عزت تھی اس کا پتا اس کے خطوط کے مجموعہ کو پڑھنے سے ہوتا ہے۔ اگر ٹیپو کٹر اور جنونی متعصب ہوتا تو وہ ہندو پجاری کو جگت گرو کے نام سے خطاب نہیں کرتے۔ ایک کٹر مسلمان کبھی بھی کسی ہندو پجاری کے لئے اس طرح کے الفاظ نہیں استعمال کرتا ہے۔

ٹیپو صرف سرنگیری مندر کو ہی مالی امداد نہیں پہنچاتے تھے بلکہ شمی کانت مندر، نارائن سوامی مندر، رگھوناتھ مندر اور ننکھا دیشوار مندر سمیت بہت سارے مندر ان کی مالی امداد سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ ٹیپو کے عہد حکومت میں ہندوؤں کو پوجا پاٹ کی کھلی آزادی تھی۔ وسیع اور حسین رگھوناتھ مندر دراصل سرنگاپٹم کے قلعہ کے احاطہ کے اندر ٹیپو کے محل سے ۱۰۰ گز کی دوری پر واقع تھا۔ درحقیقت وہ باقاعدہ طور پر مندر کی گھنٹی اور پجاری کے منتر پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا قلعہ کے احاطہ کے اندر دو اور مندر تھے۔ ایک کا نام نرسمہا مندر اور دوسرے کا نام گنگا دھرایشور مندر تھا اور یہ دونوں مندر محل کے قریب واقع تھے۔ ٹیپو نے ان مندروں کے معاملہ میں بھی کوئی دخل اندازی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی طرح کے تعصب کا اظہار کیا تھا۔ وہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی کے مذہبی تہواروں پر دونوں کو چندے دیا کرتے تھے۔ اس کا یہی رویہ یا سلوک اس ریاست میں مقیم عیسائی فرقہ کے مذہبی رسوم کے ساتھ بھی تھا۔ صحیح معنوں میں ٹیپو ایک روادار، آزاد خیال، انصاف کا علم بردار اور روشن خیال ناظم تھے۔

ٹیپو ایک مہذب اور شائستہ حکمراں تھے۔ وہ ایک وسیع المشرب شخص تھے۔ ان کے علم کا افلاک نہایت ہی وسیع تھا۔ وہ فارسی زبان روانی کے ساتھ بول اور لکھ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اسے کنڑا اور ہندوستانی

میسور پر بعد کے طور پر انگریزوں نے قبضہ کیا تھا۔ [illegible] میسور پر حملہ آور ہونے سے بہت پہلے ہی ویلزلی نے ٹیپو سلطان اور اس کے خاندان کے افراد سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ٹیپو سلطان کے بیٹوں کو قیدی بنا کر ویلور قلعہ بھیج دیا گیا اور ان کے لئے سالانہ وظیفہ مقرر کیا گیا۔ انگریز حکام یہ سمجھتے تھے کہ ویلور کی بغاوت جو ۱۸۰۶ء میں ہوئی تھی، میں ٹیپو کے بیٹوں [illegible] ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا لہذا ٹیپو کے بیٹوں کو جلاوطن کر کے کلکتہ روانہ کر دیا گیا۔

انہیں انگریز حکومت کی [illegible] ملا کرتا تھا اور ان [illegible] آج بھی ٹیپو سلطان کے خاندان کے افراد کلکتہ [illegible] ٹیپو سلطان کی شکست و تباہی سے جنوبی ہند کی قسمت کا فیصلہ انگریزوں کے حق میں ہو گیا اور [illegible] نہ رہ گئی تھی بلکہ پورے ہندوستان پر [illegible] ان کا استحکام ہو گیا تھا۔ ۱۸ویں صدی کے نصف آخر میں ٹیپو سلطان واحد حکمراں تھے جنہوں نے انگریزوں کے دانت کھٹے کر رکھے تھے۔ اس کی شکست کے بعد انگریزوں کے لیے اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی تھی۔ جنگ پلاسی میں فتحیاب ہونے کے بعد بنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ سرنگاپٹم کے زوال کے بعد انگریز ہندوستان کی ایک عظیم طاقت بن گئے تھے۔ اس کے فوراً بعد مرہٹوں نے ٹیپو کی شکست کے نتائج کو دیکھا۔ ٹیپو کے زوال کی خبر ملتے ہی جنرل ہیرس نے کہا کہ ٹیپو کی موت میرے لئے [illegible] نے اپنا [illegible] ہاتھ [illegible] ٹیپو [illegible] کہا "یہ ٹیپو کا خاتمہ ہے" انگریزوں کا اقتدار کافی بڑھ گیا اور پورا مشرقی ایشیا انگریزوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ لہذا بعد ازیں [illegible] سنجیدہ مسائل درپیش [illegible] کے دن قریب آ گئے تھے اور [illegible] کے لئے خود کو [illegible] سے بچائے رکھنا محال ہو گیا تھا۔

ٹیپو کے [illegible] کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد گرچہ زیادہ وقت جنگ میں گزرا تاہم انہوں نے زراعت، صنعت، تجارت، انتظامیہ اور دفاعی معاملات میں بہت سارے اصلاحات کئے۔ ان کے بیشتر اصلاحات اس دور میں ان کے جدید افکار کی نشاندہی کرتے ہیں گرچہ وہ اپنے عہد کے دوسرے حکمرانوں کی طرح مطلق العنان تھے تاہم وہ اپنے ملازمین کی انتظامی کارکردگی، ایمانداری اور ان کی نجی زندگی میں بلند کردار کی توقع رکھتے تھے۔ انہوں نے ملک کو باہری حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ملک کے اندر نظم و نسق کو بنائے رکھنے کے لئے مؤثر اقدامات اٹھائے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ یورپی اقوام اپنی تجارت اور صنعت میں فروغ حاصل کر کے بڑی طاقتور ہوتی جا رہی تھیں۔ انہوں نے [illegible] طرز پر اپنی ریاست میسور کو [illegible] بنانے [illegible] میں اقدامات اٹھائے تھے۔ اپنے والد حیدر علی [illegible] ایک [illegible] انہوں نے اس نظام کو مزید فروغ بخشا اور اس میں اصلاحات بھی لائے۔ [illegible] کے نقش قدم پر چل کر انہوں نے اپنی انتظامیہ میں چند اصلاحات کئے۔ انگلستان اور فرانس کے سیاسی اداروں میں اپنائے گئے اقدامات سے متاثر ہو کر ٹیپو نے میسور کی انتظامیہ میں ان اقدامات کا اطلاق کیا۔ وہ پہلے خود مختار حکمراں تھے جنہوں نے مغربی طریقہ کار کو اپنی انتظامیہ میں رائج کیا۔

ٹیپو محصول نظام کے بارے میں اچھی خاصی معلومات رکھتے تھے۔ ان کی حکومت میں زراعت کو کافی فروغ ملا۔ زرعی قطعات اراضی میں توسیع کی گئی۔ انہوں نے مختلف اقسام کی فصلوں کو اگانے کے لئے کاشتکاروں کی ہمت افزائی کی۔ انہوں نے آبپاشی پر خصوصی توجہ ڈالی۔ امین ضلع کا مکھیا ہوتا تھا جسے زرعی فروغ کو یقینی بنانے اور کاشتکاروں کو ہر طرح کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھنے کے لئے ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

ٹیپو سلطان نے اپنی ریاست کی تجارت اور صنعت کے منظرنامے کو بھی بہتر بنایا۔ اس سلسلے میں انہوں نے سڑکیں تعمیر کروائیں۔ اگر انہیں میسور کے تخت سے دست بردار نہیں کیا جاتا تو میسور صنعتی ترقی کے لئے ایک عمدہ پس منظر پیش کرتا۔ یورپی اقوام کی طرح ٹیپو نے بھی غیر ممالک میں صنعتیں قائم کی تھیں اور اس کا مقصد تجارت اور صنعت میں میسور کی وسعت کو توسیع دینا تھا۔ اس کے دور حکومت میں میسور اور مسقط کے درمیان تجارتی تعلقات قائم کئے گئے تھے۔ میسور کے تاجروں کو مسقط میں چند سہولیات حاصل تھیں اور مسقط کے تاجروں کو میسور میں چند خاص مراعات ملے ہوئے تھے۔ ٹیپو کو میسور میں صنعتی توسیع کے لئے فرانس کے کاریگروں اور مزدوروں کا تعاون

حاصل تھا۔ لوئس XVI نے ان کاریگروں کو میسور بھیجا تھا۔ ٹیپو نے انگریز کاریگروں کو بھی اپنے یہاں ملازمت دے رکھی تھی جنہوں نے انگریز کمپنیوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی اور ان میں سے چند کارخانوں میں جنگی قیدیوں کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ میسور میں واقع بہت سارے کارخانوں انگریز اور ہندوستانی کاریگروں نے سارے سامان تیار کئے تھے۔ ٹیپو ہندوستانی کاریگروں کے مفاد کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ انھوں نے سکوکات شماری و تقویم، وزن و پیمائش، بنکنگ اور مالیاتی امور لگان اور نظام عدلیہ، بری فوج اور بحری فوج اور اخلاق و اطوار میں بہت سارے اصلاحات کئے تھے۔ ٹیپو نے کاویری ندی پر ایک ڈیم تعمیر کرنے کا ایک منصوبہ بھی بنا لیا تھا علاوہ ازیں انھوں نے ریشم کی صنعت، ریاستی بحریہ، انتظامی کمیٹی، اسلحات کے کارخانے، امداد باہمی بینک، تجارت کے مراکز قائم کئے تھے اور ریاست میسور کو مالی طور پر مستحکم کرنے کے لئے انھوں نے "سمندر سے موتی نکالنے اور ماہی گیری میں کافی دلچسپی دکھائی تھی۔ الغرض انھوں نے زرعی اور صنعتی سیکٹروں میں قابل ستائش کامیابی حاصل کی تھی۔

ٹیپو کے ناقدین اس کے متعلق یوں گویا ہوئے ہیں کہ ٹیپو ایک نخوت گیر، کٹر، جنونی اور متعصب فرماں روا گزرے ہیں بے شمار معاملوں میں ٹیپو نے محض سیاسی اسباب کی بناء پر مسلمان اور ہندو دونوں کے خلاف سخت کارروائیاں کی تھیں اور اس کی ان کارروائیوں کے پس پشت کوئی مذہبی جذبہ کارگر نہیں تھا۔ ریاست میسور کے دشمن ہندوؤں پر اس کی سخت کارروائیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹیپو کو ایک کٹر جنونی اور متعصب گرداننا انصاف سے بعید بات ہوگی۔

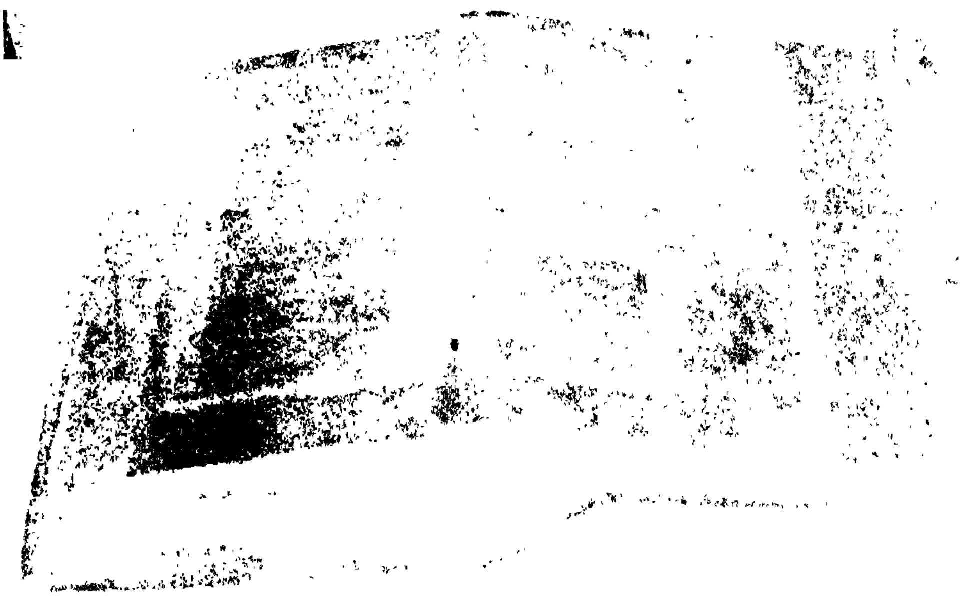
حیدر علی کی طرح ٹیپو نے بھی ہندوؤں کو اعلیٰ اور معزز عہدوں پر فائز کیا تھا۔ ان کے عہد حکومت میں برہمنوں کو خصوصی سہولیات حاصل تھیں۔ ٹیپو کے مذہبی اصول سے متعلق تصور کی وضاحت سرنگیری مٹھ کے خطوط سے ہو جاتی ہے۔ ۱۷۹۱ء کے دوران مرہٹہ سپاہیوں نے سرنگیری مٹھ پر حملہ بول دیا۔ بہت سارے برہمنوں کو جان سے مار ڈالا، بہت سارے لوگوں کو زخمی کیا، بڑی لوٹ مار مچائی، دیوی شاردا کی مورتی کو نقصان پہنچایا اور مٹھ کی بڑی بے حرمتی کی۔ مٹھ کے ایک پجاری نے مٹھ چھوڑ کر کارکال میں پناہ لینی پڑی۔ اس نے ٹیپو کو مٹھ پر حملہ

کی اطلاع دی اور انھیں یہ بتایا کہ مرہٹوں نے کس طرح دیوی کی مورتی کی بے حرمتی کی۔ اس مورتی کو پوتر کرنے کے لئے اس نے ٹیپو سے مدد طلب کی۔

پجاری کی اطلاع پاتے ہی وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گئے اور انھوں نے فوراً ہی بیدنور کے آصف کے نام حکم جاری کیا کہ وہ دیوی شاردا کی مورتی کو پوتر کرنے کے سلسلہ میں پجاری کو ہر طرح کی مدد کرے۔ ٹیپو نے مٹھ کے پجاری کے نام ایک خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ وہ ریاست میسور کی ترقی اور اس کے دشمن کی بربادی کے لئے دیوی سے پرارتھنا کرے۔ ہندو دھرم کے لئے ٹیپو کی کتنی عزت تھی اس کا پتا اس کے خطوط کے مجموعہ کو پڑھنے سے ہوتا ہے۔ اگر ٹیپو کٹر اور جنونی متعصب ہوتا تو وہ ہندو پجاری کو جگت گرو کے نام سے خطاب نہیں کرتے۔ ایک کٹر مسلمان کبھی بھی کسی ہندو پجاری کے لئے اس طرح کے الفاظ نہیں استعمال کرتا ہے۔

ٹیپو صرف سرنگیری مندر کو ہی مالی امداد نہیں پہنچاتے تھے بلکہ شمی کانت مندر، نارائن سوامی مندر، رگھوناتھ مندر اور نکھادیشوارد مندر سمیت بہت سارے مندر ان کی مالی امداد سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ ٹیپو کے عہد حکومت میں ہندوؤں کو پوجا پاٹ کی کھلی آزادی تھی۔ وسیع اور حسین رگھوناتھ مندر دراصل سرنگاپٹم کے قلعہ کے احاطہ کے اندر ٹیپو کے محل سے ۱۰۰ گز کی دوری پر واقع تھا۔ درحقیقت وہ باقاعدہ طور پر مندر کی گھنٹی اور پجاری کے منتر پڑھنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا قلعہ کے احاطہ کے اندر دو اور مندر تھے۔ ایک کا نام نرسمہا مندر اور دوسرے کا نام گنگا دھر ایشور مندر تھا اور یہ دونوں مندر محل کے قریب واقع تھے۔ ٹیپو نے ان مندروں کے معاملہ میں کبھی کوئی دخل اندازی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی طرح کے تعصب کا اظہار کیا تھا۔ وہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی کے مذہبی تہواروں پر دونوں کو چندہ دیا کرتے تھے۔ اس کا یہی رویہ یا سلوک اس ریاست میں مقیم عیسائی فرقہ کے مذہبی رسوم کے ساتھ بھی تھا۔ صحیح معنوں میں ٹیپو ایک روادار، آزاد خیال، انصاف کا علم بردار اور روشن خیال ناظم تھے۔

ٹیپو ایک مہذب اور شائستہ حکمراں تھے۔ وہ ایک وسیع المشرب شخص تھے۔ ان کے علم کا افلاک نہایت ہی وسیع تھا۔ وہ فارسی زبان روانی کے ساتھ بول اور لکھ سکتے تھے۔ علاوہ ازیں اسے کنڑ اور ہندوستانی



• سید کرمانی کی مشہور کتاب نشانِ حیدری کا مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ

زبانوں میں بھی بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس کے محبوب مضامین سائنس، علم طب، موسیقی، عملی علم نجوم، فن تعمیر، علم دینیات اور تصوف تھے۔ وہ شاعروں اور دانشوروں کی قدر کرتے تھے۔ وہ ان سے گوناگوں موضوعات پر تبادلۂ خیال کرتے تھے۔ خطاطی اور خوشخط نویسی میں ان کی بڑی دلچسپی تھی۔ خوش نویسی سے متعلق فارسی زبان میں ٹیپو کی ہدایات پر مشتمل کتاب عرصہ دراز تک علم خطاطی و خوش نویسی میں بڑی مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ ٹیپو نے بذاتِ خود عملی علم نجوم پر ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ ان کی براہ راست سرپرستی اور نگرانی میں تصوف، موسیقی، تاریخ، علم طب، علم سپہ گری، قانون اور حدیث پر ۴۵ کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ اس کے محل کے اندر ایک بڑی لائبریری تھی۔ اس کتب خانہ میں گوناگوں موضوعات پر کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا اس کتب خانہ میں عربی، فارسی، ترکی، اردو اور ہندی زبانوں کے تقریباً ۲۰۰۰ مسودے تھے۔ ان گراں قدر مسودوں کا تعلق موسیقی، حدیث، قانون، تصوف، تاریخ، فلسفہ، علم طب، قواعد صرف و نحو، عملی علم نجوم، فن سپہ گری، شاعری اور علم ریاضی سے تھا۔ ٹیپو سلطان کے مذکورہ بالا مسودوں کے مجموعے کو برطانیہ اور ہندوستان کی مختلف کتب خانوں میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ ان مسودوں میں سے چند کلکتہ کے ایشیاٹک سوسائٹی میں بھی دستیاب ہیں۔ وکٹوریہ میموریل میں ٹیپو سلطان کی ڈائری (بیاض) رکھی ہوئی ہے۔ ٹیپو کو فنِ تعمیر اور مصوری میں بڑی گہری دلچسپی تھی۔ اکبر کی طرح وہ متجسس ذہن کا مالک تھے اور وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا کرنے یا کچھ نیا کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ ٹیپو اپنی قابل قدر بہادری اور پُرخلوص محبت کی وجہ سے اپنے عوام اور اپنی فوج کے اراکین کے درمیان بہت ہی مقبول تھے۔ اپنی گھریلو زندگی میں بھی وہ ایک باضمیر انسان تھے۔ عام حکمرانوں کی طرح انھوں نے کوئی رکھیل نہیں رکھ چھوڑی تھی۔ گرچہ اس کے اقتدار کی مدت بہت طویل نہیں تھی تاہم اس کی حکمرانی کی مدت انگریزوں کے خلاف مسلسل جنگ کی ایک شاندار نظیر پیش کرتا ہے۔ ۱۸ویں صدی کے دوران میسور کو بطور مرکز قرار دیتے ہوئے ایک نئے ہندوستان کی تعمیر میں ٹیپو نے گراں قدر کام انجام دیا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے ذات پات فرقہ اور مذہب سے قطع نظر کرتے ہوئے تمام لوگوں کی شمولیت کے ساتھ ایک متحد، مضبوط، جمہوری اور سیکولر ہندوستان کی تعمیر کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ٹیپو کے دورِ حکومت کے طریقۂ کار سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں ■

مغربی بنگال، کلکتہ



ٹیپو سلطان سے متعلق فرانسیسی نظریات کے چند اہم پہلو

انیرودھا رائے

بیسویں صدی کے اوائل کے اہم عصر مستند فرانسیسی مورخین
کا یہ خیال ہے کہ مشرق میں اپنی شہنشاہیت کے قیام کے سلسلہ میں
فرانسیسیوں نے ٹیپو سلطان کی مدد نہ کرکے ایک سنہرا موقع کھو دیا۔
حالیہ ہندوستانی مورخین نے ٹیپو سلطان اور فرانسیسیوں کے تعلقات
پر اپنے جو خیالات پیش کئے ہیں، وہ کلی طور پر انگریزوں کے پیش کردہ
متعصب بیانات پر مبنی ہیں۔ لہذا فرانسیسیوں کے نظریات کا مطالعہ
یا جائزہ خاطر خواہ طور پر پیش نہیں کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں مقیم
فرانسیسیوں پر رقم طرازی کے دوران ایس۔ پی۔ سین نے فرانسیسیوں
اور ٹیپو سلطان کے درمیان تعلقات پر محض ایک سرسری نظر ڈالی ہے۔
اپنی کتاب کی دوسری اشاعت میں محب الحسن نے صرف تعلقات ہذا کے
ڈھانچے کو تشکیل دینے کی کوشش کی ہے لیکن اس نے ٹیپو کے بارے
میں فرانسیسیوں کے خیالات کے گوناگوں پہلوؤں جنہیں بیشتر طور پر
اشاعت میں نہیں لایا جاسکا، کو جانچا اور پرکھا نہیں ہے۔ میں نے ٹیپو
سلطان کے متعلق فرانسیسیوں کے رویہ کا ایک عام جائزہ پیش کرنے کی
کوشش کی گرچہ یہ پورے طور پر مکمل نہیں ہے۔ میں یہاں فرانسیسیوں کے
پیش کردہ چند متضاد نظریات آپ کے سامنے رکھنے جا رہا ہوں۔
اس طرح کے مضامین اس لئے تحریر کرنے کی ضرورت ہے کہ
قاری کو یہ بتایا جاسکے کہ سارے کے سارے فرانسیسی حیدر علی یا ٹیپو
سلطان کے حمایتی نہیں تھے۔ یہ امر ہندوستانی مورخین کے پیش کردہ
اس عام نظریہ کی اصلاح کرتا ہے کہ فرانسیسی ٹیپو سلطان کے وفادار
حمایتی تھے۔ یہ تاثر واضح طور پر ٹیپو کی جانب سے ورسلیز کو ایک سفیر
کے بھیجے جانے اور ٹیپو کے دربار میں فرانسیسی حکام کی موجودگی کی وجہ
سے پیدا ہوتا ہے۔ مقالہ ہذا ٹیپو سلطان کو پیش کئے گئے فرانسیسی امداد
پر فرانس میں ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں مقیم فرانسیسیوں کے درمیان
بھی اختلاف رائے پر روشنی ڈالے گا۔ درحقیقت یہ امر مشرق میں

فرانسیسی شہنشاہیت کی تشکیل کے ایک عظیم تر سوال سے منسلک ہے
یہ ایک ایسا سوال ہے جسے فرانسیسیوں نے کبھی بھی سنجیدگی اور استقامت
کے ساتھ نہیں لیا۔ ایک مستحکم فرانسیسی پالیسی میں مذکورہ کمی کا سبب
جزوی طور پر ہندوستانی تجارت میں ان کی ناکامی بنا۔ لیکن بنیادی
طور پر اس کا سبب وہ حالات بنے تھے جو فرانسیسی انقلاب اور
یورپی جنگ کی پیدا کردہ تھے۔ اس انقلاب اور جنگ نے فرانسیسی
وسائل کا خاتمہ کر ڈالا تھا۔ چند لوگوں کے خیالات کے مطابق ہندوستان
کے مقابلہ میں امریکہ بہت بہتر اور محفوظ میدان تھا۔ فرانسیسی خیالات
کے یہی وہ گوناگوں پہلو تھے جو ٹیپو سلطان کے گرد گردش کر رہے تھے۔ ان
ہی پہلوؤں پر یہ مقالہ پیش کرنے جا رہا ہوں گرچہ یہ بہت ہی مختصر ہے۔
۱۷۴۶ء سے ۱۷۵۱ء تک ہندوستانی سامانوں کی فرانسیسی
درآمد میں کمی واقع ہوئی اس مدت کے دوران مذکورہ درآمد نے آگے بڑھ
کر ایک نئی بلندی کو چھو لیا۔ ایک بار پھر مذکورہ درآمد میں ۱۷۵۶ء
کی تنزلی آئی اور ۱۷۶۳ء تک یہ تنزل جاری رہی۔ اس دوران اسے
چند نشیب و فراز کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ ۱۷۶۴ء سے اس میں پھر اضافہ
ہونے لگا لیکن ۱۷۶۶ء سے پھر اس میں گراوٹ آنی شروع ہوئی اور
۱۷۷۱ء کے دوران تنزلی نچلی سطح تک پہنچ گئی پھر جلد ہی اسے فروغ حاصل
ہوا اور ۱۷۷۶ء کے دوران یہ بلند ترین سطح کو پہنچ گئی۔ بعد ازیں پھر
اس میں گراوٹ آنی شروع ہوئی۔
فوائد جو عام طور پر فلپائن تجارت سے حاصل ہوتے تھے، کے
باوجود کمپنی ہذا کی صورت حال مایوس کن ہوتی جا رہی تھی۔ ۱۷۶۴ء کے
دوران کمپنی کو از سر نو منظم کیا گیا تھا۔ مذکورہ بالا عمل نے جمع شدہ
بقایا جات کی ادائیگی میں مدد کی لیکن ۱۷۶۹ء کے دوران بادشاہ وقت
نے اس کی چند مراعات کو ضبط کر لیا۔ ۱۷۸۵ء کے فرمان کے مطابق اسے
دوبارہ منظم کیا گیا لیکن اس عمل سے اس کی صورت حال میں کوئی

خامی بہتر نہیں آئی۔ ایسے پس منظر میں اس نظریہ کو رفتہ رفتہ تقویت ملی کہ ہندوستان کی سرزمین پر انگلینڈ کے ساتھ رقابت مول لینا فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا لہٰذا یہ تجویز بھی رکھی گئی کہ ہندوستان کے مقابلے میں چین کی تجارت بہت زیادہ فائدہ مند ثابت ہوگی۔ اسی دوران متعدد تذکروں نے ہندوستانی تجارت کے فوائد کو اجاگر کیا۔ فرانسیسی سرکاری نظریہ نے رفتہ رفتہ تسلیم کر لیا کہ تجارتی فرانسیسی بحری بیڑے کی برتری فائدہ مند تجارت کے لیے لازمی ہے۔ یہ ایک ایسی پالیسی تھی جس پر میرین (بحری) کی وزارت نے کافی زور ڈالا تھا اور مذکورہ وزارت سے نوآبادیوں کی نگرانی بھی تھی۔ ان کے لئے ہندوستانی طاقتوں کے ساتھ اتحاد قائم کر کے بری علاقوں پر قبضہ جمانے کے بہ نسبت بندرگاہوں کو اپنی دسترس میں لینا زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔

۱۷۶۵ء کے دوران ہندوستان میں فرانسیسی علاقوں کی بحالی کے بعد متعدد پروجیکٹس پیرس میں پہنچے تھے۔ یہ پروجیکٹ ہندوستان میں انگریزوں کو شکست دینے اور فرانسیسی استحکام اور شان و شوکت کی بازیابی کے لئے ضروری تھے۔ میرین (بحری) کے وزیر شوئزیل (۱۷۵۸ تا ۱۷۷۰) نے فرانسیسی بحری فوج کو ترقی دینے کا کام شروع کر دیا تھا تاکہ یہ فوج بحر ہند میں انگریز بحری فوج کو شکست دے سکے۔ شوئزیل کا اصل مقصد بحر ہند میں چہار طرف سے انگریزوں پر حملہ بولنا تھا۔ اس سلسلہ میں آئیل دا فرانس (بعد میں موریشس کہلایا) کو بطور مرکز استعمال کرنے کی بات طے تھی لیکن وزیر مذکور کے ہٹائے جانے کے ساتھ مذکورہ پروجیکٹ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ امریکہ کی جنگ آزادی کے قبل ہی ایک بار پھر فرانس میں بحری تعمیرات کی شروعات کی گئی تھی۔ نیکر اور کولون کی کم مدت چلنے والی وزارتوں نے بھی مذکورہ بالا مقصد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

پانڈیچری کے گورنر لاڈی لاورسٹن نے پانڈیچری کو مضبوط بنانے اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر بکھرے تمام فرانسیسی ہیروز کو اپنی قیادت میں لانے کی کوشش کی گرچہ فرانسیسی ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ جنوری ۱۷۷۷ء تک پیرس ان کوششوں سے متعلق بالکل خاموش رہا اور اپنی غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا۔ میرین (بحری) اور نوآبادیوں کی وزارت پر سارٹین کے قبضہ حاصل کرنے کے فوراً بعد ہی پیرس میں تبدیلیاں نمودار

ہونا شروع ہوئیں۔ ایک مرتبہ پھر مشرق میں فرانسیسی شان و شوکت کی بحالی کے منصوبہ کو زیر بحث لایا گیا تھا اور فرانسیسی بحری فوج کو از سر نو منظم کیا جانا شروع کیا گیا تھا پھر بھی ۱۷۷۸ء کے دوران جارحانہ کارروائیوں کے شروع ہونے تک کوئی ٹھوس فیصلہ نہیں لیا جا سکا۔

پانڈیچری کے گورنر بیلے کومب نے بارہا پیرس سے یہ درخواست کی کہ وہ ہندوستانی شہزادوں کے ساتھ ایک لیگ کی تشکیل کو منظوری دے دے لیکن پیرس کی جانب اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لیت و پیش کا بڑا سبب فرانسیسی انقلاب کے قبل فرانس کی موجودہ سماجی و معاشی حالات تھے۔ لیکن ہندوستان سے روانہ کردہ اختلافاتی نظریوں سے متعلق کوئی بھی قدم نہ اٹھایا جانا بھی ایک وجہ بنی تھی۔ ان میں سے بیشتر پروجیکٹس تصوراتی تھے اور با عمل ذہن کی اپج نہیں تھے مزید برآں مذکورہ پروجیکٹوں نے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا تھا جو ہندوستان اور ہندوستانی حالات سے بالکل واقف نہیں تھے۔

۱۷۶۷ء تا ۱۷۷۸ء کے دوران چندر نگر کے گورنر جین بپٹسٹ شیولیئر نے بھی ایک ایسا ہی پروجیکٹ پیش کیا تھا۔ یہ پروجیکٹ انگریزوں کے ساتھ صرف دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر ہی مبنی نہیں تھا بلکہ انگریزوں کے فنڈ سے ایک نجی تجارت چالو کرنے کی بات کرنے پر بھی مشتمل تھا۔ اس نے شمالی ہندوستان کے ہندوستانی شہزادوں کے ساتھ ایک لیگ قائم کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ اس تجویز کے مطابق ایک طرف سے ہندوستانی حکمران انگریزوں پر حملہ کریں اور دوسری طرف فرانسیسی فوج انگریزوں پر حملہ کرے گی۔ جلد ہی شیولیئر کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مذکورہ بالا طرز کا اتحاد حقیقت پسندانہ اور عملی نہیں ہوگا کیونکہ ہندوستانی حکمران آپس ہی میں ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔ بعد ازیں اس نے انگریزوں پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک بڑی فرانسیسی فوج کے ساتھ شہنشاہ شاہ عالم سے ہاتھ ملانے کے لیے منصوبہ کی تجویز رکھی۔ پیرس انگلینڈ کو چوٹ پہنچانا چاہتا تھا اس لیے مذکورہ منصوبہ کو روبہ عمل لانے سے منع کر دیا۔ ایک فرانسیسی ایڈونچرر (یعنی جانباز) رینے میڈک نے شیولیئر کو ایک منصوبہ روانہ کیا تھا اس کے تحت فرانسیسی فوج کو سندھ

پانڈیچری پر چڑھائی کرنے کی بات کہی گئی تھی۔ شیولیئر نے اسے پیرس روانہ کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے کرنل مونٹگن کو ہندوستان بھیجا کہ وہ یہاں کی رپورٹ پیرس روانہ کرے۔ اس دوران انگریزوں نے چندرنگر پر قبضہ کر کے شیولیئر کو حراست میں لے لیا اور ریڈیک زانس کو نکل جانا پڑا۔ ابتدا میں شیولیئر نے چیٹاگانگ پر فرانسیسی فوج پر چڑھائی کرنے اور ڈھاکہ پر قبضہ کرنے کا ایک دوسرا منصوبہ بھی پیرس کو روانہ کیا تھا۔ اس نے پیرس کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ مرشد آباد اور سلہٹ ودرگا اس کارگزاری میں اس کا ساتھ دیں گے۔ نظام خواہ تیاری کے بغیر انگریزوں پر حملہ آوری کے شیولیئر کے منصوبوں کو نامنظور کر دیا تھا۔ پیرس میں مقیم وزیر دی کوسی اور پانڈیچری کے لاؤ ڈی لاؤرسٹن نے اس کی مخالفت کی تھی۔ برعکس اس کے لاؤرسٹن یہ چاہتے تھے کہ فرانس پانڈیچری صاحب اور کاریکال اور ٹرنکو مالی جیسی بندرگاہ پر پہلے قبضہ حاصل کریں کیونکہ اس عمل سے بحر ہند میں فرانسیسیوں کو دوبارہ سبقت اور برتری حاصل ہوگی۔ اس کی یہ رائے تھی کہ ہندوستانی ساحل پر قبضہ حاصل کرنے کا دارومدار ہندوستانی طاقتوں پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حیدر علی اور مراٹھوں کا کردار نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس نے حیدر، نظام اور مراٹھوں کے ساتھ انگریزوں کے خلاف محاذ بنانے کی تجویز رکھی کیونکہ مذکورہ بالا لوگ ایک مخصوص وقت میں کئی مقامات سے انگریزوں پر حملہ آور ہونے کے معاملہ میں خاطر خواہ طور پر مضبوط تھے۔ ان دونوں کے درمیان اختلاف گہرا ہو گیا۔ لا نے مغل شہنشاہ کے حوالے کے بغیر ہی دکن پر توجہ مرکوز ہونا شروع کر دیا۔

جنوری ۱۷۷۰ء میں لا کے بعد بیلے کومب پانڈیچری کا گورنر بنا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آگئی تھی کہ اس وقت ہندوستانی طاقتوں کا ایک اتحاد قائم کرنا نہایت ہی مشکل کام ہوگا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ حیدر اور مراٹھوں کے درمیان اتحاد قائم کرنا بھی ناممکن تھا لیکن وہ لا سے اس بات پر ہم خیال تھا کہ جنوبی ہندوستان اور دکن فرانسیسی فوج نقل و حرکت کی نمائش گاہ بنیں گے اور آئیل ڈی فرانس فوجی مرکز کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس نے یہ تجویز رکھی تھی کہ انگریزوں کے خلاف ایک ہندوستانی طاقت کے ساتھ اتحاد قائم کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ یہاں یہ بات اس طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں مقیم فرانس کے اعلیٰ افسران انگریزوں کو شکست دینے کا کوئی بھی منصوبہ نہیں رکھتے تھے۔ ہندوستانی صورت حال کا محاسبہ جوان لوگوں نے تیار کیا تھا حقائق پر مبنی نہیں تھا لہٰذا ان لوگوں نے جو بھی منصوبے روانہ کیے ان کو بروئے عمل لانا ممکن نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ فرانسیسی انقلاب سے قبل فرانس میں موجودہ صورت حال سے اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ یہ چاروں سب کے سب انگریز دشمن تھے اور انگریزوں کو ہندوستان سے بے دخل کر دینا چاہتے تھے۔ جیسے کہ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مقیم تمام فرانسیسی اسی جوش و خروش کے ساتھ اس کے ہم خیال نہیں تھے۔

۱۷۸۱ء کے دوران جب بیلے کومب کے آخری تذکرے روانہ کیے گئے تھے تب حیدر فرانسیسیوں کے نظریہ کے مطابق بہت زیادہ طاقتور بن گیا تھا۔ اس کی بابت سن ۱۷۸۱ء کے دوران ایک گمنام شخص کے تحریر کردہ تذکرہ سے پتا چلتا ہے۔ اس تذکرہ میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ حیدر ہندوستان میں یورپیوں کا اقتدار کو کم کرنا چاہتا تھا اس لیے فرانسیسیوں کو اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یورپی سامراجی سازش اور دکن میں ایک بڑی طاقت بننے کی حیدر کی خواہش کے درمیان تضاد واضح ہو جاتا جا رہا تھا۔ فرانسیسیوں کے اندر حیدر سے متعلق شک وشبہ کے لیے صرف یہی کافی نہیں تھا بلکہ ایک دوسرا تذکرہ جو ۱۷۸۱ء کے آخر میں تحریر کیا گیا تھا یہ بتاتا ہے کہ حیدر انگریزوں سے بھی زیادہ ہی طاقتور بن گیا تھا لیکن جو چیز گمنام تذکرہ نویس کو پریشان کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ حیدر نے آرکیٹ سب کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا یہاں تک کہ اس نے مسافروں کے سرائے خانوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ تذکرہ ہذا مراٹھوں کے علاقوں پر قابض ہونے اور انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے بعد حیدر کے ظلم و ستم کی ایک تفصیلی تصویر پیش کرتا ہے۔ اس تذکرہ میں یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ فرانسیسیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ساحلی علاقوں کو مضبوط اور محفوظ بنائیں گرچہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حیدر نے فرانسیسیوں کو وہ سب کچھ دے دیا تھا جو انہوں نے مانگا تھا۔ یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حیدر کی تباہ کن پالیسیوں جس کی وجہ سے کئی ہزار ہندوستانیوں کی جانیں گئیں تھیں، کے لیے مرکنٹائل سکٹر سے جڑے

خاص بہتری نہیں آئی۔ ایسے پس منظر میں اس نظریہ کو رفتہ رفتہ تقویت ملی کہ ہندوستان کی سرزمین پر انگلینڈ کے ساتھ رقابت مولنا فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا لہذا یہ تجویز پیش رکھی گئی کہ ہندوستان کے مقابلہ میں چینی تجارت بہت زیادہ فائدہ مند ثابت ہوگی۔ اس دوران متعدد تذکروں نے ہندوستانی تجارت کے فوائد کو اجاگر کیا۔ فرانس کی سرکاری نظریہ نے رفتہ رفتہ تسلیم کیا کہ ہندوستان کو آزاد رکھنا فرانس کی برتری فائدہ مند تجارت کے لئے لازمی ہے۔ یہ ایک ایسی پالیسی تھی جس پر میرین (بحری) کی وزارت نے خاص زور ڈالا تھا اور مذکورہ وزارت نو آبادیوں کی نگراں بھی تھی۔ ان کے لئے ہندوستانی طاقتوں کے ساتھ اتحاد قائم کرکے بڑے علاقوں پر قبضہ جمانے کے بہ نسبت بندرگاہوں کو اپنی دسترس میں لینا زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔

۱۷۶۵ء کے دوران ہندوستان میں فرانسیسی علاقوں کی بحالی کے ابتدا متعدد پروجیکٹس پیرس پہنچے تھے۔ یہ پروجیکٹ ہندوستان میں انگریزوں کو شکست دینے اور فرانسیسی اثاثوں اور شان و شوکت کی بازیابی کے لئے ضروری تھے۔ میرین (بحری) کے وزیر شوئزیل (۱۷۵۹ تا ۱۷۷۰) نے فرانسیسی بحری فوج کو ترقی دینے کا کام شروع کر دیا تھا تاکہ یہ فوج بحر ہند میں انگریزی بحری فوج کو شکست دے سکے۔ شوئزیل کا اصل مقصد بحر ہند میں چہار طرف سے انگریزوں پر حملہ کرنا تھا۔ اس سلسلہ میں آئیل د افرانس (بعد میں موریشش کہلایا) کو بطور مرکز استعمال کرنے کی بات طے تھی لیکن وزیر مذا کے ہٹائے جانے کے ساتھ مذکورہ پروجیکٹ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ امریکہ کی جنگ آزادی کے قبل ہی ایک بار پھر فرانس میں بحری تعمیرات کی شروعات کی گئی تھی۔ نیکر اور کولون کی کم مدت چلنے والی وزارتوں نے بھی مذکورہ بالا مقصد کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

پانڈیچری کے گورنر لاڈی لاورسٹن نے پانڈیچری کو مضبوط بنانے اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر بکھرے تمام فرانسیسیوں کو اپنی قیادت میں لانے کی کوشش کی گرچہ فرانسیسی ایسا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ جنوری ۱۷۷۷ء تک پیرس ان کوششوں سے متعلق بالکل خاموش رہا اور اپنی غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا۔ میرین (بحری) نو آبادیوں کی وزارت پر سارٹین کے قبضہ حاصل کرنے کے فوراً بعد ہی پیرس میں تبدیلیاں نمودار ہونا شروع ہوئیں۔ ایک مرتبہ پھر مشرق میں فرانسیسی شان و شوکت کی بحالی کے منصوبہ کو زیر بحث لایا گیا تھا اور فرانسیسی بحری فوج کو از سر نو منظم کیا جانا شروع کیا گیا تھا پھر بھی ۱۷۷۸ء کے دوران جارحانہ کارروائیوں کے شروع ہونے تک کوئی ٹھوس فیصلہ نہیں لیا جا سکا۔

پانڈیچری کے گورنر بیلکومب نے بارہا پیرس سے یہ درخواست کی کہ وہ ہندوستانی شہزادوں کے ساتھ ایک لیگ کی تشکیل کو منظوری دے دے لیکن پیرس کی جانب اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں آیا۔ اس پس و پیش کا بڑا سبب فرانسیسی انقلاب کے قبل فرانس کی موجودہ سماجی و معاشی حالات تھے۔ لیکن ہندوستان سے روانہ کردہ اختلافاتی نظریوں سے متعلق کوئی بھی قدم نہ اٹھایا جانا بھی ایک وجہ بنی تھی۔ ان میں سے بیشتر پروجیکٹس تصوراتی تھے اور ان کا عمل درآمد ممکن نہیں تھے مزید برآں مذکورہ پروجیکٹوں نے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا تھا جو ہندوستان اور ہندوستانی حالات سے بالکل واقف نہیں تھے۔

۱۷۷۶ء تا ۱۷۷۸ء کے دوران چندر نگر کے گورنر جین بپٹسٹ شیولیئر نے بھی ایک ایسا ہی پروجیکٹ پیش کیا تھا۔ یہ پروجیکٹ انگریزوں کے ساتھ صرف دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر ہی مبنی نہیں تھا بلکہ انگریزوں کے فنڈ سے ایک نجی تجارت چالو کرنے کی بات کرنے پر بھی مشتمل تھا۔ اس نے شمالی ہندوستان کے ہندوستانی شہزادوں کے ساتھ ایک لیگ قائم کرنے کی تجویز رکھی تھی۔ اس تجویز کے مطابق ایک طرف سے ہندوستانی حکمراں انگریزوں پر حملہ کریں اور دوسری طرف فرانسیسی فوج انگریزوں پر حملہ کرے گی۔ جلد ہی شیولیئر کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مذکورہ بالا طرز کا اتحاد حقیقت پسندانہ اور عمل نہیں ہوگا کیونکہ ہندوستانی حکمراں آپس ہی میں ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے۔ بعد ازیں اس نے انگریزوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک بڑی فرانسیسی فوج کے ساتھ شہنشاہ شاہ عالم سے ہاتھ ملانے کے لئے منصوبہ کی تجویز رکھی۔ پیرس انگلینڈ کو چوٹ پہنچانا چاہتا تھا اس لئے مذکورہ منصوبہ کو روبہ عمل لانے سے منع کر دیا۔ ایک فرانسیسی ایڈونچرر (یعنی جانباز) رینے میڈک نے شیولیئر کو ایک منصوبہ روانہ کیا تھا اس کے تحت فرانسیسی فوج کو سندھ

ہاتھ آتا پر چڑھائی کرنے کی بات کہی گئی تھی۔ شیولیئر نے اسے پیرس روانہ کر دیا تھا۔ ان لوگوں نے کرنل مونٹیگنی کو ہندوستان بھیجا کہ وہ یہاں کی رپورٹ پیرس روانہ کرے۔ اس دوران انگریزوں نے چندرنگر پر قبضہ کر کے شیولیئر کو حراست میں لے لیا اور ریڈیک فرانس کو نکل بھاگا۔ بعد ازیں شیولیئر نے چیٹا گانگ پر فرانسیسی فوج چڑھائی کرے تو اس پر قبضہ کر لینے کا ایک دوسرا منصوبہ بھی پیرس کو روانہ کیا تھا۔ اس نے پیرس کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ مراد شاہ اور سنگل رو (؟) اس یلغار میں اس کا ساتھ دیں گے۔ نمایاں خواہ تیاری کے بغیر انگریزوں پر حملہ آوری کے شیولیئر کے منصوبہ کی مخالفت پیرس میں مقیم وزیر دی بوئنس اور پانڈیچری کے لاڈ دے لاؤرسٹن نے کی تھی۔ برعکس اور لاؤرسٹن یہ چاہتے تھے کہ فرانس پانڈیچری، ماہے اور کاریکال اور شرنگویل سمیت بندرگاہ پر پہلے قبضہ حاصل کرے۔ ہوں کہ اس عمل سے بحر ہند میں فرانسیسیوں کو دوبارہ سبقت اور برتری حاصل ہوگی۔ اس کی یہ رائے تھی کہ ہندوستانی ساحل پر قبضہ حاصل کرنے کا دارومدار ہندوستانی طاقتوں پر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حیدر علی اور مراٹھوں کا کردار نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اس نے حیدر، نظام اور مراٹھوں کے ساتھ انگریزوں کے خلاف محاذ بنانے کی تجویز رکھی کیونکہ مذکورہ بالا لوگ ایک مخصوص وقت میں کئی مقامات سے انگریزوں پر حملہ آور ہونے کے معاملہ میں نمایاں طور پر مضبوط تھے۔ ان دونوں کے درمیان اختلاف گہرا ہو گیا۔ لا نے مغل شہنشاہ کے حوالے کے بغیر ہی دکن پر توجہ مرکوز ہونا شروع کر دیا۔

جنوری ۱۷۷۷ء میں لا کے بعد بیلے کومب پانڈیچری کا گورنر بنا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی تھی کہ اس وقت ہندوستانی طاقتوں کا ایک اتحاد قائم کرنا نہایت ہی مشکل کام ہوگا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ حیدر اور مراٹھوں کے درمیان اتحاد قائم کرنا بھی ناممکن تھا لیکن وہ لا سے اس بات پر ہم خیال تھا کہ جنوبی ہندوستان اور دکن فرانسیسیوں کی نقل و حرکت کی نمائش گاہ بنیں گے اور آئیل ڈی فرانس کو ذخیرہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اس نے یہ تجویز رکھی تھی کہ انگریزوں کے خلاف ایک ہندوستانی طاقت کے ساتھ اتحاد قائم کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ یہاں یہ بات اس طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں مقیم فرانس کے اعلیٰ افسران انگریزوں کو شکست دینے کا کوئی بھی منصوبہ نہیں رکھتے تھے۔ ہندوستانی صورت حال کا محاسبہ جو ان لوگوں نے تیار کیا تھا حقائق پر مبنی نہیں تھا لہٰذا ان لوگوں نے جو بھی منصوبے روانہ کئے ان کو روبہ عمل لانا ممکن نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ فرانسیسی انقلاب سے قبل فرانس میں موجودہ صورت حال سے اچھی طرح واقف نہیں تھے۔ یہ چاروں سب کے سب انگریز دشمن تھے اور انگریزوں کو ہندوستان سے بے دخل کر دینا چاہتے تھے۔ جیسے کہ ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مقیم تمام فرانسیسی اس جوش و خروش کے ساتھ اس کے ہم خیال نہیں تھے۔

۱۷۸۱ء کے دوران جب بیلے کومب کے آخری تذکرے روانہ کئے گئے تھے تب حیدر فرانسیسیوں کے نظریہ کے مطابق بہت زیادہ طاقتور بن گیا تھا۔ اس کی بابت سن ۱۷۸۱ء کے دوران ایک گمنام شخص کے تحریر کردہ تذکرہ سے پتا چلتا ہے۔ اس تذکرہ میں یہ بات واضح طور پر کہی گئی ہے کہ حیدر ہندوستان میں یوروپیوں کا اقتدار کو کم کرنا چاہتا تھا اس لئے فرانسیسیوں کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ یوروپی سامراجی سازش اور دکن میں ایک بڑی طاقت بننے کی حیدر کی خواہش کے درمیان تضاد واضح ہو جاتا جا رہا تھا۔ فرانسیسیوں کے اندر حیدر سے متعلق شک و شبہ کے لئے صرف یہی کافی نہیں تھا بلکہ ایک دوسرا تذکرہ جو ۱۷۸۱ء کے آخر میں تحریر کیا گیا تھا یہ بتاتا ہے کہ حیدر انگریزوں سے بھی زیادہ طاقتور بن گیا تھا لیکن جو چیز گمنام تذکرہ نویس کو پریشان کر رہی تھی وہ یہ تھی کہ حیدر نے آرکیٹ سب کو تباہ و برباد کر ڈالا تھا یہاں تک کہ اس نے مسافروں کے سرائے خانوں کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ تذکرہ ہذا مراٹھوں کے علاقوں پر قابض ہونے اور انگریزوں کو نکال باہر کرنے کے بعد حیدر کے ظلم و ستم کی ایک تفصیلی تصویر پیش کرتا ہے۔ اس تذکرہ میں یہ تجویز رکھی گئی ہے کہ فرانسیسیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے ساحلی علاقوں کو مضبوط اور محفوظ بنائیں گرچہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حیدر نے فرانسیسیوں کو وہ سب کچھ دے دیا تھا جو انہوں نے مانگا تھا۔ یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حیدر کی تباہ کن پالیسیوں جس کی وجہ سے کئی ہزار ہندوستانیوں کی جانیں گئیں تھیں اس کے لئے مرکنٹائل سکٹر سے جڑے

کچھ فرانسیسیوں کے اندر اگر سخت دشمنی نہیں تو ایک گہری بے اعتمادی ضرور گھر کر چکی تھی۔ اس تذکرہ کے مصنف نے سیاست کی اعلیٰ سطح پر حیدر کے لئے نظام کے دل میں خفیہ نفرت کا بھی ذکر کیا اور مرہٹوں کے والی مدد والے کے درمیان بھی پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے لہٰذا اس صورت حال کے تحت ہندوستانی طاقتوں کو متحد کرنے کی کوشش کے برے نتائج بر آمد ہوں گے لیکن مصنف ہذا یہ تجویز پیش کر کے خود اپنی رائے کی تردید کرتا ہے کہ فرانسیسی مرہٹوں کے ساتھ اتحاد قائم کریں۔ اس طرح وہ اس مسئلہ کو پُر پیچ بنا دیتا ہے۔

تذکرہ نگار نے ٹیپو سلطان کی اس لئے مذمت کی ہے کہ اس نے اپنی تخت نشینی میں فرانسیسی خدمات کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ مذکورہ تذکرہ نگار کا یہ اعتقاد تھا کہ پانڈیچری بھی ٹیپو سے محفوظ نہیں تھا اور اس طرح کے خیالات کا اظہار دیگر فرانسیسیوں نے بھی کیا تھا۔ مذکورہ تذکرہ نگار نے پانڈیچری کے کردار میں تخفیف کرتے ہوئے آئل دی فرانس کے کردار کو عظیم تر بنانے کی ضرورت پر زور دیا تھا تاکہ ٹیپو کی توجہ مبذول کرائی جا سکے۔ اس نے اپنے تذکرہ میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ "ٹیپو ہمارے حلیف سے زیادہ ہمارا مخالف ہے"

ایک تیسرے تذکرہ میں یہ دلیل پیش کی کہ انگریز مرہٹوں کی مدد نہیں کرتے، اگر فرانسیسی مذکورہ بالا طرز کے عمل کا ارتکاب نہیں کرتے اور ایشیا میں انگریزوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار کرتے۔ ۱۷۷۸-۷۹ء کے دوران ایک دھکا لگنے کے بعد ہندوستان سے فرانس کو ایشیا بر آمدات میں اضافہ سے مذکورہ بالا دیر کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ ایک طرح سے یہ تذکرے انگریزوں کے خلاف ڈٹے رہنے کے سلسلہ میں ہندوستانی طاقتوں پر فرانسیسیوں کو بھروسہ کرنے سے روکتے ہیں۔ ان لوگوں نے پانڈیچری کے مقابلہ میں آئل دی فرانس میں فرانسیسی بحری بازو کے عظیم تر کردار پر ترجیح دینے کی بات کہی ہے۔ یہ دلیل قابل قبول ہے کہ ٹیپو سلطان یہ سمجھ گیا تھا کہ ہندوستان میں فرانسیسی انگریزوں کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اس نے پانڈیچری کی جانب رُخ نہ کر کے براہ راست فرانس سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ٹیپو اور مرہٹوں کو فرانسیسی مدد بہم پہنچانے کے سلسلہ میں ۱۷۸۳ء کی ایک رپورٹ کی تجویز کے مطابق

بہر کیف ہندوستان میں مقیم فرانسیسی ہندوستان میں اپنے کھوئے ہوئے اثاثوں کی بازیابی کے سادی طور پر خواہاں تھے۔ دوسرے تذکرہ میں انگریزوں اور مرہٹوں کے ساتھ اثاثوں کی ساجھیداری کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مقامی فرانسیسیوں کے درمیان ان کے نظریوں میں اس طرح کا اختلاف کے پائے جانے کی وجہ فرانس اور ہندوستان میں گمراہ کن صورت حال تھی لیکن جزوی طور پر اس کا سبب اس حقیقت سے بھی جڑا ہوا ہے کہ فرانس میں سمندر پار اثاثوں کے سلسلہ میں اپنائی جانے والی پالیسی پر میسرین اور نوآبادیوں کی وزارت اور خارجی تعلقات کی وزارت کے درمیان زوردار اور گرم بحث چل رہی تھی۔ ایک طور پر یہ تذکرے بحث کے دوران پیش کردہ متعدد افسروں کے رویوں اور درپیش حالات کو پیش کرتے ہیں۔

اندرون ملک بوسی نے فوجی نقل و حرکت کو مزید سہل بنانے کے سلسلہ میں حیدر علی کے ساتھ اتحاد قائم کرنے ہندوستان میں ایک مضبوط مرکز تیار کرنے کی بات کانڈر ڈشمین سے کہی گئی تھی اور اسی کے ساتھ ہندوستان میں فرانسیسی پالیسی پر زور دینے کی بات میں بدلاؤ آیا۔ ڈشمین نے حیدر کے ساتھ ایک رسمی معاہدہ کرنے پر زور ڈالا تھا اور اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرانسیسیوں نے ہندوستان میں ایک جارحیت پسند پالیسی کا خاکہ تیار کر لیا تھا۔ یہ بھی سوچا گیا تھا کہ فرانسیسی کرناٹک حیدر کے حوالے کر دیں گے۔ اس کے باوجود بھی حیدر سے متعلق فرانسیسیوں میں شک و شبہ اور ان کے چند سپہ سالاروں میں عدم اعتمادی جاری رہی تھی۔ ڈی لاؤ نے کو یہ شک تھا کہ حیدر خفیہ طور پر انگریزوں کے ساتھ کوئی معاہدہ کر رہا تھا اور پیویرن ڈی مورلات جو فرانسیسی نمائندہ تھا کو فرانسیسیوں کے ساتھ حیدر کے خلوص و وفاداری پر پورا یقین تھا۔ بہر کیف بوسی مرہٹوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی سفارش کرتے ہوئے انگریزوں کے ساتھ براہ راست الجھنا چاہتا تھا۔ اس کی تجویز پر فرانس میں کان نہیں دیا گیا کیونکہ فرانسیسی ۱۷۷۹-۸۰ء تک شمالی امریکہ میں مصروف تھے بعد ازاں یہ لوگ ہندوستان کی جانب متوجہ ہوئے۔ دریں اثنا حیدر ہندوستان میں مقیم فرانسیسی فوج کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کر رہا تھا کیوں کہ فوج مذا کی کیفیت بڑی افسوسناک تھی۔ اس لئے بوسی نے اپنے اگلے نظریہ

میں بدلاؤ لایا اور حیدر کو تنہا چھوڑتے ہوئے جنوب میں مراٹھوں کے ساتھ پیش رفت کے لئے ہندوستان کو ایک بڑی فوج روانہ کرنے کی گذارش کی۔ میرین (بحری) اور نو آبادیات کے نئے وزیر کاسٹریز نے مغلوں سے تعاون کے ساتھ بنگال پر حملہ آور ہونے کی شیولیئر کے پرانے خیال کی تجدید کرنے کی شروعات کی تھی لہٰذا بوسی کی تجویز ایک دور کا خواب بن رہی۔ ہندوستان میں مقیم چند فرانسیسی بھی اس خیال سے اتفاق رکھتے تھے اور بدقسمتی سے ٹیپو مشکلات کے دوران اس خیال پر یقین کرتا تھا۔ کوئی بھی یہ دیکھ سکتا تھا کہ ہندوستانی حقائق سے پیرس کتنی دور تھا۔ یہاں اس بات کا تذکرہ کرنا بے سود ہوگا کہ بوسی مساوی طور پر ایک عملی شخص نہیں تھا۔ اس نے ٹیپو کو اپنی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اسے ظالم بتایا اور نظام کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی خواہش ظاہر کی اور اس وقت نظام دکن میں کمزور ترین طاقت تھا۔ جب قلعہ ٹوٹ کر بکھر جانے والا تھا اس وقت انگلینڈ اور فرانس کے درمیان صلح اور منگلور سے اچانک رخصت ہو جانے کے عمل نے ہندوستانی طاقتوں خصوصاً ٹیپو پر فرانسیسیوں کی عدم انحصاری کی فضاء گہرا گئی تھی۔

بہر کیف بوسی سے فوراً اتحاد کے لیے مراٹھوں کی پیشکش کا جواب نہیں دیا تھا کیونکہ اس کے پاس پیسے نہیں تھے اور وہ ایک بڑی فوج کی آمد کا منتظر تھا۔ دریں اثناء ٹیپو اور کوسگنی کے درمیان کھلی نااتفاقی نے بوسی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پھر دونوں جانب سے ایک دوسرے پر الزام تراشی کا بازار گرم ہو گیا اس صورت حال نے ایک جانب ٹیپو کے دل میں بدگمانی کا بیج بو دیا تو دوسری جانب فرانسیسیوں کے اندر عدم اعتمادی کے احساس کو جنم دیا۔ ۱۷۸۵ء کے دوران اپنی موت سے قبل اس نظریہ کا حامل ہو رہا تھا کہ فرانسیسیوں کے پاس ایک ہی راستہ بچا ہے اور وہ ہے انگریزوں کے گرد ہندوستانی طاقتوں کے ساتھ اتحاد کا ایک دائرہ بنانا اور اس کے ساتھ ساتھ اس نے کہا ہے کہا ہے اپنے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ ٹیپو کے ساتھ معاہدہ کرنے سے فرانسیسی مفاد کو نقصان پہنچے گا۔ یہ صرف بوسی ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ آئس ڈی فرانس کے گورنر سوئیلاک بھی اسی نظریہ کے حامی تھے اور انھوں نے ہندوستان میں فرانسیسیوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی تھی۔ دراصل سوئیلاک ٹیپو کو کمزور بنانا چاہتا تھا تاکہ کمزور ٹیپو کو فرانسیسی حمایت پر انحصار کرنا پڑے۔

۱۷۸۳ء تک وزیر کاسٹریز نے اپنے نظریہ میں بدلاؤ لایا فی الحال اس نے مراٹھوں کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کو ترجیح دی لیکن نانا فڑنویس فرانسیسیوں کے جواب کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا اور اس نے انگریزوں کے ساتھ اتحاد قائم کر لیا۔ وہ بہر کیف یورپی طاقتوں کے فوجی امکانات کے مقابلہ میں مراٹھوں کی ریاست کے اندر چلنے والی داخلی سیاست سے بڑی حد تک متاثر تھا۔ بحری بیڑوں کی آمد کے انتظار اور پیرس میں تذبذب کی بوسی کی پالیسی نے ہندوستانی طاقتوں کے درمیان ردعمل کا ایک سلسلہ پیدا کر دیا تھا اور مذکورہ امر ہندوستان میں فرانسیسیوں کے مفاد کے خلاف جا رہا تھا۔ بہر کیف بوسی اور کاسٹریز کے درمیان پالیسی میں بنیادی فرق ہندوستان میں فرانسیسی طاقت کے مرکز کے تعین میں مضمر ہے۔ کاسٹریز ماہے کو مرکز بنانا چاہتا تھا اور بوسی یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرانسیسی مراٹھوں یا ٹیپو کے زیادہ قریب ہوں۔

فرانسیسی پالیسی میں تضاد بآسانی دکھائی پڑتے ہیں اور اس تضاد نے ایک جانب ہندوستان میں فرانسیسی اور انگریزوں کے درمیان اور دوسری جانب فرانسیسی اور ہندوستانی طاقتوں بشمول ٹیپو کے درمیان تلخی پیدا کی ہے۔ ہندوستان میں فرانسیسی امیدوں اور حوصلوں کو بالآخر نئی انتظامی تنظیم نے کچل ڈالا تھا اور اسی کی وجہ سے پانڈیچری میں واقع فرانسیسی ہیڈکوارٹر کو آئیل ڈی فرانس میں اسٹورس، گولہ بارود اور افواج منتقل کرنا پڑا تھا، بعدازیں پانڈیچری مع ۳۰۰ افواج محض ایک تجارتی مرکز بن کر رہ گیا تھا۔

مراٹھا اور نظام کی مشترکہ فوجوں پر ٹیپو کی فوجی فتوحات نے سوئیلاک اور کوسگنی کے نظریوں میں بدلاؤ لایا۔ اب یہ لوگ ٹیپو کے ساتھ اتحاد قائم کرنا چاہتے تھے لیکن اکتوبر ۱۷۸۸ء کے دوران ایک تجارتی معاہدہ کی فرانسیسی پیشکش کو ٹیپو نے ٹھکرا دیا تھا کیونکہ وہ فرانسیسیوں سے کم از کم بنیادی مدد کی شکل میں فوجی تعاون کا خواہاں تھا۔ کاسٹریز نے شیولیئر اور میڈک کے پروجکٹوں پر مبنی اپنے نظریے کو خیرباد کہا۔ فی الحال وہ ٹیپو سے اتحاد قائم کرنے کو ترجیح دینے لگا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق جنوبی ہند میں ٹیپو ہی ایک ایسی واحد طاقت بچ گئی ہے جو انگریز سے مقابلہ کر سکتی ہے۔ فرانسیسیوں کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ طاقت کے ان کے تین مراکز — پیرس، آئیل ڈی فرانس اور

پانڈیچیری ٹھیک وقت پر پالیسی میں تبدیلی لانے کی غرض رکھتے تھے خبر ہوکر دانستہ طور پر مختلف مقاصد میں مصروف عمل تھے۔ ۱۷۸۵ء سے آرسیل ڈی فرانس سے موڈیلیک نے ایک مشترکہ اتحاد قائم کرنے کی غرض سے ٹیپو اور مرہٹوں کے درمیان واقع اختلافات کو سلجھانے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ دریں اثنا وہ مرہٹوں نے اپنی طاقت لیے گزشتہ طور پر ٹیپو کی طرح جا رہی تھی لیکن مقامی تاثرات ٹیپو کے خلاف جا رہے تھے اور مون نگی نے صاف طور پر کہا تھا کہ ٹیپو اپنے باپ کی ہی طرح لطیف اور شیطانی صفات کا مالک ہے۔ ۱۷۹۰ء کے دوران مرہٹوں نے انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیا جس نظام نے انگریزوں نے اپنے قریب پھٹکنے نہیں دیا تھا، نے پانڈیچیری کے تمام فرانسیسیوں کی جانب رخ کیا تھا اور پانڈیچیری نے اس سلسلہ میں فیصلہ لینے کا اختیار آئلس ڈی فرانس پر چھوڑ دیا تھا۔

۱۷۸۳ء کے دوران فرانس نے میسور کو روایتی طور پر فرانس کا حلیف سمجھ لیا تھا جس کی طرف اشارہ ہمیں متعدد تذکروں میں ملتا ہے۔ لیکن ۱۷۷۹-۸۳ء کے دوران میسور کی توسیع پسند پالیسی نے فرانسیسیوں کے درمیان ایک عدم اعتمادی پیدا کر دی تھی۔ فرانس اور حیدر اور ٹیپو کے درمیان بعض بے اطمینانی اور تناؤ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ٹیپو کو ۱۷۸۷ء کے دوران اپنا ایک سفیر درسائل کو روانہ کرنا پڑا۔ فرانسیسیوں کے ساتھ ایک تجارتی معاہدہ کو ٹھکرانے کی مثال بھی پیش کی گئی تھی۔ پانڈیچیری سے فرانسیسی افواج کے اٹھا لئے جانے کے ساتھ ٹیپو کو فوجی امداد ملنے کے امکانات بھی معدوم ہو گئے تھے کیوں کہ ایسی صورت حال میں فرانس کو یورپ سے یا شاید آئیل ڈی فرانس سے فوج روانہ کرنی پڑتی۔ تیسری اینگلو میسور جنگ کی وجہ سے ڈی سپیش نے اپنے خط ۲ مارچ ۱۷۹۲ء میں واضح طور پر ٹیپو کی تذلیل کی تھی لیکن اس میں ہندوستان میں فرانسیسی امیدوں کے زوال کی جانب بھی اشارہ ملتا ہے۔ ڈی فریسن کے مطابق گھاتوں کے ذریعہ انگریزوں کا بنارد کا وٹ گزرجانا اور بنگلور کا گھٹیا طور پر دفاع کرنا یہ بتاتا ہے کہ ٹیپو کے پاس طاقت تھی مگر وہ خاطر صلاحیت سے محروم تھا۔ ڈی فریسن نے ٹیپو کی مدد کے لئے فرانس سے فوج روانہ کرنے کے لئے وزیر سے گذارش کی لیکن دریں اثناء فرانس کی فیصلہ لینے والی پالیسی نے ٹیپو کو اپنے دائرہ عمل سے باہر نکال دیا تھا۔

انقلاب فکر میں کس طرح کی کوئی یک سوئی لانے میں کامیاب نہیں ہو پایا تھا۔ پانڈیچیری سے آئے مندوبین کیا اقدامات کئے جائیں کے سلسلہ میں اختلاف رکھتے تھے۔ پانڈیچیری سے آئے ہوئے ایک مندوب لوئس مونیراں نے ۱۷۹۰ء کے دوران یہ تجویز پیش کی کہ دکن میں ٹیپو ہی ایک ایسا واحد حکمراں ہے جو دوسروں کے ساتھ اتحاد قائم کرکے انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کر سکتا ہے۔ ۱۷۹۱ء کے دوران پانڈیچیری کے فاضل ڈپیوٹی چارلس میلٹ نے لوئس مونیراں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مونیراں ٹیپو کے بارے میں غلط اطلاعات فراہم کر رہا ہے اور وہ ٹیپو کے تصوراتی طاقتوں کا ذکر کر رہا ہے۔ یورپی جنگ کی وجہ سے انقلابی جوش و خروش میں اضافے کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں تحریر کردہ تذکروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ٹیپو کو مدد دیئے جانے کے حق میں پھر کچھ فرانسیسیوں نے اپنی آواز بلند کی۔ ایک تذکرہ میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ چونکہ ہندوستان انگریزوں کے خلاف یہ طوق کو اتار پھینکنے کے لئے موقع کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے اس لئے فرانس کو اپنی پرانی شان و شوکت کی بازیابی کے لئے قدم اٹھانا چاہئے۔ ڈائرکٹر کے نام ہندوستان سے روانہ کردہ ایک دوسرے خط میں ٹیپو سلطان اور مراٹھوں کو مدد پہنچا کر ہندوستان میں انگریزوں کے اثاثوں کو نیست و نابود کرنے کی بات کہی گئی تھی۔ اکتوبر ۱۷۹۱ء کے دوران فرانس کی نیشنل اسمبلی نے پانڈیچیری کو اضافی فوج روانہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ دریں اثناء آئلس ڈی فرانس میں کوسگنی کی جگہ ملارٹک گورنر بن کر آ گیا تھا۔ اس حقیقت سے سب ہی واقف تھے ملارٹک ٹیپو کے بارے میں اچھے خیالات رکھتا تھا۔ اسمبلی مذکورہ نے لاسی کالرا ور ڈیومور رکو بھی بحیثیت کمشنر پانڈیچیری بھیجا تھا۔

لیکالیئر ٹیپو سے ملا تھا۔ ٹیپو نے اسے اپنے اخراجات پر توپ خانے کے ساتھ چھ ہزار سپاہیوں کی مانگ کی تھی۔ ٹیپو نے یہ تجویز رکھی تھی کہ فتح حاصل کرنے کے بعد فتح کئے گئے ساحلی خطے فرانس کے حوالے کر دیئے جائیں گے اور اندرونی قطعات اراضی ٹیپو کے حصہ میں آئیں گے۔ دریں اثنا پانڈیچیری کو زوال کا سامنا کرنا پڑا تھا اور لیکالیئر فرانس کو بھاگ گیا تھا۔ وہاں اس نے اپنی رپورٹ کے ہمراہ ٹیپو کا خط پیش کیا تھا۔ اس خط میں ٹیپو نے بادشاہ کے سابق وزیروں کو مورد الزام ٹھہرایا

تھا کہ ان لوگوں نے اس کی ضروریات سے بادشاہ کو مطلع نہیں کیا تھا۔ اس کے اس خط میں انگریزوں کے ساتھ ایک علیحدہ معاہدہ کے تحت منگلور سے فرانسیسیوں کو واپس بلا لینے کی بات بھی کہی تھی)۔ اس طرح ہندوستان میں مقیم فرانسیسیوں کو اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ الغرض ہندوستان کے فرانسیسی بڑے بے صبر ہو گئے تھے۔ ۱۰/اپریل ۱۷۹۶ء کو لوئس مونیرن نے ٹیپو سلطان کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیا تھا اور ٹیپو کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ فرانس اور آئیل ڈی فرانس دونوں ہی جگہوں سے فرانسیسی فوج ٹیپو کی مدد کو آئے گی لیکن وزیر نے اس معاہدہ کو تسلیم نہیں کیا تھا کیوں کہ اس دوران انگلینڈ کے ساتھ فرانس کی صلح کی بات چیت چل رہی تھی۔ شاید اس طرح ٹیپو کی قسمت کو ناکامی کا منھ دیکھنا مقصود تھا لیکن ٹیپو کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ بڑی بے صبری سے کم از کم آئلس ڈی فرانس سے فرانسیسی فوجوں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ آئیل ڈی فرانس، فرانس سے زیادہ قریب تھا۔ اپنے اسی اعتماد نے اسے آئیل ڈی فرانس کو اپنا سفیر روانہ کرنے کی چار لائٹ ریپاڈ سے کردہ وعدہ کو ایفا کرنے پر مجبور کر دیا تھا گرچہ اس کے تباہ کن نتائج نکلے تھے۔ دراصل آئیل ڈی فرانس کے پاس ٹیپو کو مدد دینے کے لئے خاطر خواہ فوجی طاقت نہیں تھی۔ ۱۷۹۶ء تک پیرس نے آئلس ڈی فرانس کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ یورپی جنگ کے دوران کو لونیز نو آبادیوں کے مفاد کو سرد خانے میں ڈال دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں فرانس کی بحری فوج کے سپہ سالار ڈی صفرین نے آئیل ڈی فرانس کے مقابلہ میں پانڈیچری کو ہمیشہ سے بحری مرکز بنانا چاہتا تھا۔ انقلاب کے ساتھ خصوصاً ۱۷۹۶ء کے دوران پیرس میں واقع اسمبلی کے سامنے ایک دوسرا مسئلہ آ کھڑا ہوا تھا۔ پیرس آئیل ڈی فرانس میں کام کرنے والے غلاموں کو آزاد کرنا چاہتا تھا۔ ایسا کرنے سے جزیرہ ہذا کی معیشت چکنا چور ہو جاتی ہے۔ ڈائرکٹر یا دل بیرس جو کافی عرصہ تک ہندوستان میں رہ چکا تھا اور جو اٹھی پر پیسے صرف کرنے کا خواہاں تھا، کی رہنمائی میں مذکورہ جزیرہ میں مع بحری مرکز مذکورہ ڈھانچہ کو بحال رکھنے کی خواہش ظاہر کی تھی تاکہ انگریزوں کو بحر ہند میں مصروف رکھا جا سکے۔ نتیجہ کے طور پر جب ٹیپو کو مدد کی شدید ضرورت تھی اس وقت اسے مدد فراہم نہیں کی گئی تھی لہذا فرانسیسیوں کا تذبذب ٹیپو سلطان کے زوال کے اہم اسباب میں سے ایک ہے۔

ٹیپو سلطان کے زوال کے دو اور اسباب بھی بتائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک ریپاؤڈ کا ناموزوں اتحاد اور ۱۷۹۸ء کے اوائل میں آئیل ڈی فرانس سے ملارکٹک کا اعلانیہ ہے اور دوسرا کابل کے زماں شاہ کے لاہور پر حملے کے ساتھ ساتھ مصر میں نیپولین بوناپارٹ کی آمد رہا ہے۔ جنوری ۱۷۹۹ء کے دوران وزیر علی نے بھی بنارس میں بغاوت کا پرچم بلند کیا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے ویلسلی خوفزدہ ہو گیا تھا کہ کہیں فرانسیسی ٹیپو سلطان اور زماں شاہ مغل شہنشاہ کو شکست دیکر ان کے لئے خطرہ نہ بن جائیں لیکن تحقیقات سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس دور میں اس طرح کے امکانات نہیں تھے اور نہ ہی نیپولین کا ہندوستان پر حملہ کرنے کا کوئی منصوبہ تھا۔ بعد ازیں سینٹ ہیلینا میں اپنی جلاوطنی کے دوران گرچہ نیپولین نے اس طرح کا کوئی خواب دیکھا تھا۔ بہرکیف ویلسلی نے بحسن وخوبی میسور کو فتح کرنے کے لئے اس موقع کا فائدہ اٹھایا اور اس میں ٹیپو کے خفیہ افسران کی دغابازی نے بہت حد تک اس کی مدد کی تھی اور فرانسیسی امداد کے پانے کے لئے خود ٹیپو کی جلد بازی، جو بے معنی تھی، نے بھی اس کو کافی مدد پہنچائی تھی۔ یہاں ایک بڑی دلچسپ اور قابل ذکر بات ہے اور وہ یہ کہ پیری ڈو بیک جو فرانسیسی فوج کا کپتان اور ٹیپو سلطان کے دربار میں خصوصی سفیر تھا، نے نیپولین کے اول کاؤنسل کو یہ رپورٹ روانہ کی تھی کہ ٹیپو کے زوال کا سبب ملارکٹک کا، ٹیپو کو ایک بڑی فوج بھیجنے کا وعدہ بنا یعنی اس وعدہ نے انگریزوں کو ٹیپو پر حملہ کرنے کے لئے درغلایا تھا۔ اگرچہ اس امر کی تصدیق میں کوئی شہادت یا دلیل نہیں پیش کی گئی ہے تاہم بریگیڈیر جیبوئی جو ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو انگریزوں کے خلاف لڑا تھا، نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا ہے وہ مصر میں فرانسیسی اترنے والے ہیں اور یہی انگریزوں کے لئے ٹیپو پر حملہ کرنے کا مقصد بنا۔ یہ اندازہ لگایا جاتا ہے۔ سرنگاپٹم کے جیکوبن کے اراکین اور آئیل ڈی فرانس دونوں ہی جگہوں کے فرانسیسیوں نے ٹیپو کو مدد کا یقین دلایا تھا جس میں ملارکٹک بھی شامل تھا۔

لہٰذا اس موضوع پر فرانسیسیوں کے نظریات کئی فرقوں میں بٹ گئے تھے اور ایک فرقہ دوسرے سے اختلاف رکھتا تھا۔ فرانسیسی وزراء، کرنل اور فوجی سالار حضرات بھی علیحدہ علیحدہ خیالات رکھتے تھے۔ تیزی سے بدلتی ہوئی صورت حال پر سب کی نظر ٹکی ہوئی تھی۔ بہرکیف مشرق کے بارے میں فرانسیسیوں کی کوئی ٹھوس اور واضح پالیسی نہیں تھی۔ فرانسیسی نظریات

(باقی ص ۶۴ پر)

سُلطان شہید



(مجاہد وطن ٹیپو سلطان شہید کی یاد میں)

اے شجاعِ ازل! اے ہند کے فرزندِ جلیل
زندگی خود ہے ترے ذوقِ شہادت کی قتیل
نامرادی تری آئینِ وفا کی تکمیل
رزم آرا علمِ جیشِ صداقت تجھ سے　　زندہ ہے آج بھی مشرق کی شجاعت تجھ سے
لے گئی عرشِ وفا پر تجھے تقدیر تری
گونجتی ہے ابھی آفاق میں تکبیر تری
عدل کے ہاتھ میں ہے آج بھی شمشیر تری
لبِ اقوام پہ جاری ترا افسانہ ہے　　سوزِ آزادیٔ مشرق ترا پروانہ ہے
تو ہے وہ بحر جو شرمندۂ ساحل نہ ہوا
وہ مجاہد ہے جو آسودۂ منزل نہ ہوا
مصلحت سے کبھی مانوس ترا دل نہ ہوا
عشق سے مرگ کے شعلوں کو بجھایا تو نے　　جاوداں ہستیٔ فانی کو بنایا تو نے
ہند میں آج جو یہ جلوۂ بیداری ہے
سطوتِ غیر، جو مجبورِ نگوں ساری ہے
یہ ترے شعلۂ ایثار کی گلکاری ہے
سرِ تکمیل ترا جذب تمام آپہنچا　　صبحِ آزادیٔ مشرق کا پیام آپہنچا

مولانا روش صدیقی



شہیدِ آزادی۔ شیرِ میسور۔ ٹیپو سلطان

احمد سعید ملیح آبادی

ٹیپو سلطان کا ایک قول بہت مشہور ہے کہ "گیدڑ کی سَو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"۔
شجاعت اور جاں بازی کے اس قول نے ہر زمانے میں راہِ حق کے جاں نثاروں کو حوصلہ دیا ہے۔ ٹیپو سلطان کی زبان سے یہ بات اس وقت نکلی تھی جب سرنگا پٹم قلعہ کے باہر انگریزی فوج سے لڑتے ہوئے میر صادق، میر قاسم اور پورنیا کی غداری کی وجہ سے شکست اور موت آنکھوں کے سامنے کھڑی تھی اور ایک وفادار سپاہی نے ٹیپو سلطان کو مشورہ دیا تھا کہ حضور! اپنے آپ کو انگریزوں پر ظاہر کردیں تو گرفتاری کی صورت میں آپ کی جان بچ سکتی ہے۔
ٹیپو سلطان ایک شیر کی زندگی جیا اور شیر کی موت مرا۔
ٹیپو سلطان اپنے نام کی مناسبت سے شیر دل تھے۔ کناڑی زبان میں ٹیپو کو شیر کہتے ہیں۔ اصل نام تو فتح علی تھا اور لقب ٹیپو سلطان ہوا۔ ٹیپو کے والد نواب حیدر علی میسور کے راجہ کی فوج میں منصب دار تھے اولاد کی تمنا میں دیوان ہلی کے مقام پر ایک بزرگ ٹیپو مستان شاہ سے دعا کرائی اور ۱۷۵۰ء میں جب بیٹا پیدا ہوا تو حیدر علی نے بیٹے کے تاریخی نام فتح علی کے ساتھ بزرگ کے نام کی نسبت سے بیٹے کو ٹیپو پکارا اور پھر یہی نام زبان زد عام ہوا۔ ٹیپو کے بچپن میں ایک فقیر نے دیکھ کر پیشن گوئی کی تھی کہ ایک دن یہ لڑکا سلطان بنے گا۔ حیدر علی نے میسور میں اپنی سلطنت قائم کی جو باپ کا سایہ سر سے اٹھنے کے بعد ۱۷۸۲ء میں ۳۲ سالہ ٹیپو کو ورثہ میں ملی۔
حیدر علی کی زندگی ہی میں انگریزوں کے حملے شروع ہوگئے تھے۔ بنگال میں نواب سراج الدولہ کو میر جعفر کی غداری سے شکست دینے اور ہلاک کرنے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت انگریزوں نے اپنے پاؤں مضبوطی سے جمالئے تھے اور اب جو کچھ مزاحمت تھی وہ جنوب میں حیدر علی اور ان کے بعد ٹیپو کی تھی۔ مرہٹے اور نظام شاہی انگریزوں کے حلقہ بگوش ہوچکے تھے، آخری روڑا راستے کا ٹیپو تھا۔ حیدر علی نے بھی انگریزوں سے کئی خون ریز لڑائیاں لڑیں اور انھیں شکست پر شکست دی۔ یہ سلسلہ ٹیپو کے دور میں بھی جاری رہا اور ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو ٹیپو سلطان کی شہادت پر ختم ہوا۔
دسمبر ۱۷۸۲ء میں اپنی تخت نشینی سے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اپنی شہادت تک، حکمرانی کے ۱۶-۱۷ برسوں میں ٹیپو سلطان کو ایک دن بھی امن اور چین کا نصیب نہیں ہوا۔ ساری عمر کبھی مرہٹوں نظام سے اور کبھی اپنی سلطنت کے غداروں اور باغیوں سے اور پھر انگریزوں سے لڑتے گزر گئی۔ اپنے والد حیدر علی کی زندگی میں بھی ٹیپو سلطان نے کئی معرکوں میں حصہ لیا اور میدان جنگ میں فتح کا پرچم لہرایا۔ ۱۶ سال کی عمر میں ٹیپو، فن سپہ گری اور شہسواری میں ماہر ہوچکے تھے۔ بیٹے کی خدا داد حربی صلاحیت اور غیر معمولی شجاعت کے جوہر دیکھ کر حیدر علی نے ٹیپو کو جنرل بنا دیا تھا اور اس کم سن جنرل نے دشمنوں کے بڑے بڑے جنرلوں کے چھکے چھڑا دیئے۔
ٹیپو سلطان صرف میدان جنگ کا سورما نہیں تھا وہ نہایت عاقل، عادل، دوراندیش، مدبر، سخی اور روادار حکمراں تھا۔ اسے اپنی رعایا سے بے پناہ محبت تھی اور رعایا بھی اپنے سلطان پر جان چھڑکتی تھی۔ سلطان میں دین دھرم اور اپنے پرائے کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب برابر تھے۔ سلطان کی نظر میں مندر، مسجد اور گرجا میں کوئی بھید بھاؤ نہیں تھا۔ اس نے مندروں اور مسجدوں کو یکساں رقمیں اور جاگیریں عطیہ کیں۔
بعض متعصب اور انگریزوں کے زرخرید تاریخ نگاروں نے ٹیپو پر مذہبی تعصب کا بہتان بھی باندھا ہے جبکہ یہ گھٹیا پن اس عظیم انسان کو چھو کر نہیں گزرا۔ ایسے بیہودہ الزامات کی دھجیاں روشن خیال اور سیکولر مزاج تاریخ داں بشمبھر ناتھ پانڈے

نے کہی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ٹیپو سلطان قومی اتحاد کا علمبردار اور شمع آزادی کا پروانہ تھا۔

ٹیپو سلطان نے اپنے عہد میں جو داخلی دغابازی اور بیرونی سازشوں و حملوں کی وجہ سے مستقلاً ابتلاء و آزمائش کا دور تھا، نظام حکومت میں بعض اہم اصلاحات کیں۔ اپنی سلطنت کا نام ٹیپو نے "سلطنتِ خداداد" رکھا۔ عدالتیں اور کچہریاں کثرت سے قائم کیں اور اللہ کے صفاتی ناموں کی مناسبت سے کچہریوں کے نام رکھے جیسے "الہی کچہری" اور "رحیم کچہری" وغیرہ ——— بندوق کا نام بدل کر تفنگ رکھا اور توپ کو درخش کہا۔ ایک اشرفی کو "صدیقی" نام دیا۔ انھیں باقری اور الہٰی، آیت الہلالی۔ خنجر کو صفدرہ نام دیا۔ جن کے عربی مہینوں کی ترتیب بدل کر حروف ابجد کے مطابق مہینوں کے نام رکھے۔ ریاست میسور کے شہروں کے قدیم نام بدل کر نئے رکھے۔ منگلور (جمال آباد) میسور (نظر آباد) بنگلور (دار السرور) کالی کٹ (اسلام آباد) ہوا۔ چھاؤنی کو "معسکر" کہا اور یہ نام میسور میں چھاؤنی کے لئے اب بھی باقی ہے۔

"مملکت خداداد" یعنی ٹیپو سلطان کی سلطنت میسور کا رقبہ اسی ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا تھا، سیکڑوں قلعے تھے۔ سالانہ خراج کی آمدنی تین کروڑ روپے تھی، آبادی ساٹھ لاکھ کے قریب تھی۔ حیدر علی نے اپنے بیٹے فتح علی عرف ٹیپو سلطان کے لئے ایک بڑی سلطنت کے ساتھ ایک بہت بڑی فوج اور سامان جنگ چھوڑا تھا۔ نو سو ہاتھی، ساٹھ ہزار گھوڑے، چھ ہزار اونٹ، چھ لاکھ بندوقیں دو لاکھ تلواریں، بائیس ہزار توپیں اور بے شمار گولہ بارود اور دوسرا جنگی ساز و سامان تھا۔ ٹیپو سلطان کی سواری میں جو برق رفتار گھوڑا تھا اس کا نام سلطان نے "طاؤس رکھا" وہ جس دم دلکی چال چلتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ مور رقص کر رہا ہے۔ اسی مناسبت سے ٹیپو نے اپنے عزیز گھوڑے کا نام طاؤس رکھا۔ ٹیپو کے ساتھ سرنگا پٹم قلعہ کے باہر ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو پہلے یہ گھوڑا گولی کھا کر مرا اور ٹیپو سلطان دشمن پر شیر ببر کی طرح ٹوٹ پڑا۔ طاؤس کی طرح طاؤس کے شہسوار نے بھی گولیاں کھا کر جام شہادت نوش کیا۔

ٹیپو سلطان کے پاس بڑی سلطنت تھی، جہاں خوش حالی تھی اور زراعت کے ساتھ صنعتیں بھی قائم ہو رہی تھیں، سلطان کو صنعت گری سے گہری دلچسپی تھی اور اتنی بڑی فوج اور ساز و سامان جنگ کے ساتھ، ٹیپو کو میدان جنگ میں شکست دینا ناممکن تھا انگریزوں نے دیکھ لیا تھا کہ ان کا مقابلہ ایک شیر دل انسان اور ماہر جنگ سے ہے لہٰذا اس پر قابو پانے کے لئے مکاری اور غداری کا سہارا لینا ضروری ہے۔ بدقسمتی سے اس وقت ملک میں دغابازوں اور غداروں کی کمی نہیں تھی۔ معاشرہ زوال پذیر تھا، اخلاقی قدریں مٹ رہی تھیں، شرافت دم توڑ رہی تھی ایسے میں وطن کی محبت اور عزتِ نفس کا فقدان تھا۔ غیروں سے رغبت اور اپنوں سے نفرت تھی۔ ٹیپو سلطان جیسے شجاع اور خود دار کم پیدا ہو رہے تھے۔ میر جعفر، جے چند، میر صادق اور پورنیا جیسے غداران وطن زیادہ پیدا ہو رہے تھے۔

ٹیپو سلطان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے میدان جنگ میں شکست کا منہ نہیں دیکھا، شہادت پا کر کامران و سرخرو ہو گیا۔ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی، ہندوستان پر اپنی تجارتی اور سیاسی غلامی مسلط کرنے کی کوشش کر رہی تھی اسے سب سے پہلے بنگال میں نواب سراج الدولہ نے ۱۷۵۶ء میں چیلنج کیا اور مرشد آباد سے کلکتہ آکر فورٹ ولیم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یہ پہلی قومی جنگ آزادی تھی جس میں سراج الدولہ کی فتح کو اگر مکاری اور غداری سے شکست اور نواب کی ہلاکت میں نہ بدلا جاتا تو ٹیپو سلطان کو ۱۷۹۹ء میں جنگ میسور شاید نہ لڑنا پڑتی۔ سراج الدولہ کو پلاسی میں میر جعفر کی غداری سے شکست نہ ہوتی تو سرنگا پٹم میں میر صادق کی غداری سے ٹیپو سلطان کی شہادت نہ ہوتی۔ یہ دوسری قومی جنگ آزادی تھی۔ اس میں ناکامی نہیں ہوئی ہوتی تو شاید ۱۸۵۷ء کی تیسری جنگ آزادی کے لئے معمر بہادر شاہ ظفر کو انگریزوں کی باغی ہندوستانی فوج کی کمان سنبھالنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ پھر نہ تو بہادر شاہ ظفر کو رنگون جلاوطن ہونا پڑتا۔ نہ نواب اودھ واجد علی شاہ لکھنؤ سے کلکتہ لاکر فورٹ ولیم میں قید اور مٹیا برج میں نظر بند کئے جاتے۔ بیگم حضرت محل کو شاہی محل چھوڑ کر نو عمر بیٹے برجیس قدر کو لے کر شاہی فوج کی قیادت کرتے اور لڑتے بھڑتے ہوئے نیپال تک جانے کی ضرورت پیش



• ٹیپو مزار پر [illegible] •

نہ آتی۔ رانی جھانسی کو بھی تلوار لے کر میدان میں کودنا نہیں پڑتا اور نہ طویل جدوجہد آزادی کا سلسلہ چلتا ہوا برما میں مانڈلے کے جنگلوں کے اندر نیتا جی سبھاش چندر بوس کی "آزاد ہند فوج" تک دراز ہوتا۔

واقعات کا ایک تسلسل ہے جس کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اور اس چین میں بنگال کے مجاہد آزادی اول نواب سراج الدولہ اور میسور کے شہید آزادی ٹیپو سلطان کے نام نہایت روشن اور تابندہ ہیں جو قوم کو ہر دور میں حب وطن کا درس اور حوصلہ دیتے رہیں گے۔ سراج الدولہ کی نگری اور انقلاب کی دھرتی بنگال میں شہید ٹیپو سلطان کی دوسو سالہ برسی منانے کا بایاں محاذ حکومت کا فیصلہ اس لحاظ سے بھی حق بجانب ہے کہ شہید وطن ٹیپو سلطان کا جلا وطن پورا خاندان، اسی سرزمین کلکتہ میں پیوند خاک ہے۔

کیسے کیسے نامیوں کے نام و نشان مٹ جاتے ہیں مگر وطن کی راہ میں شہید ہونے والوں کا نام اور کام کبھی نہیں مٹتا۔

ٹیپو سلطان کی شہادت کی یاد دوسو برس بعد اہتمام سے منائی جارہی ہے۔ آئندہ بھی منائی جائے گی۔ سرفروشی کی یہ داستان نئی نسل کو سنانا ضروری بھی ہے کہ اسے معلوم ہو، وطن عزیز کی مٹی کو ہر مذہب و ملت کے شہیدوں اور جاں بازوں نے اپنے خون پسینے سے سینچ کر لالہ زار بنایا ہے۔ ■■

بقیہ: ٹیپو سلطان اور اس کا انتظام حکومت ص۸۳ کا

نہیں کیا۔ وہ نظام اور مرہٹوں سے ہمیشہ متحدہ جدوجہد کی درخواست کرتا رہا لیکن یہ لوگ اس کے نظریات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوئے۔ ان حالات کے باوجود وہ تن تنہا میدان میں ڈٹا رہا اور بالآخر اس نے اپنی جان دے دی۔ ۱۷۹۲ء میں جب انگریزوں نے اس کی نصف سلطنت چھین لی تھی تو انتقام کی آگ اس کے سینہ میں دگنی شدت سے بھڑک اٹھی تھی۔ جب تک ٹیپو زندہ رہا انگریز اپنے کو محفوظ تصور نہ کرسکے۔ ٹیپو کے انتقال کے بعد ہی وہ یہ نعرہ لگا سکے کہ "ہندوستان ہمارا ہے"۔ ■■

(بشکریہ نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا، حیدرآباد)

سُلطان ٹیپو کی شہادت

(تاریخ کا ایک ورق)



ورق تاریخ نے اُلٹا —

لہو کے رنگ سے ہے سُرخ رو آج ارض کرناٹک
فرنگی فوج ویلسلی[1] کی آگے بڑھتی جاتی ہے
"سرنگا پٹنم" قلعے کا لیکن بند ہے پھاٹک
محافظ اس قلعہ کا میر لشکر میر صادق ہے
کہ جس کے حکم کا ہے منتظر اک فوج کا دستہ
ہزار افراد جانبازی پہ ہیں جس میں کمر بستہ
مگر بیرونِ قلعہ سر بکف ہے صف شکن ٹیپو
کہ خود سالارِ لشکر ہے بہادر تیغ زن ٹیپو
فرنگی فوج آخر جنگ میں ہونے لگی پسپا
اچانک یہ نظر آیا قلعہ کا کھل گیا پھاٹک
فرنگی فوج داخل ہو گئی جب مل گیا رستہ
رہا خاموش لیکن صادق غدار کا دستہ
کسے معلوم تھا کہ میر صادق ہے دغا پیشہ
وہ عزت باختہ، وہ ننگ ملت، وہ ریا پیشہ
فرنگی فوج کا اب طبلِ جنگی زور سے گونجا
بھیانک ہے یہ نقارہ کہ قتل عام ہے برپا
مگر اب وقت گزرا جا رہا ہے وقت شام آیا
پئے سلطان ٹیپو اب شہادت کا پیام آیا
وہ نقش غیرت قومی، وطن کی آبرو ٹیپو
وہ آزادی کا پروانہ سراپا آرزو ٹیپو
ہوا زخموں سے چور اور جان دی تیغ بدست اُس نے

[1] لارڈ ویلسلی (گورنر جنرل)

سالکؔ لکھنوی



ٹیپو سلطان: ہندوستان کی جنگِ آزادی کا ایک مایۂ ناز جانباز

عبد السبحان

کچھ شخصیتیں اپنے کارناموں کی وجہ سے یاد کی جاتی ہیں اور پھر رفتہ رفتہ وقت کی دھول میں ان کی یادیں اٹ کر رہ جاتی ہیں۔ کچھ شخصیتیں مورخین کی ہدف بن جاتی ہیں اور کچھ کو مورخ نشانہ بنانا چاہتا ہے تو خود اس کی پہچان خطرے میں پڑ جاتی ہے اور کچھ کی ہستی تاریخ کے اوراق میں اس طرح ثبت ہو جاتی ہے کہ جس کے مٹنے کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ اسی خواب کا متمنی ہندوستان کا جیالا اور جاں باز حکمراں، آزادیٔ ملک کا پاسباں، فخر ہندوستاں، شیر میسور ٹیپو سلطان ہے جس کے عظیم کارنامے تاریخ کے اوراق میں پوری آب و تاب کے ساتھ محفوظ ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ؂

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

ٹیپو کے سیاسی شعور کی پرورش و پرداخت بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اس کے والد حیدر علی نے کی تھی۔ حیدر علی ۲۷ سال کی عمر میں ایک پیشہ ور سپاہی کی حیثیت سے جنوبی ہند کی تاریخ کے افق پر جلوہ افروز ہوئے۔ حیدر علی نے سپہ گری کے کمالات کی شاندار نمائش کی اور اپنی دانشمندانہ حکمتِ عملی کی وجہ سے میسور کی آزاد ریاست کو بچائے رکھا۔ جب ہندوستان کا ایک ایک کر کے سب دل نے بھی برطانوی شہنشاہیت کے خلاف اسی قسم کی سپہ گری کا جوہر دکھایا تو جدید تاریخ نویسوں نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ تاریخ ساز شخصیتوں کی اصل شناخت اسی وقت ہوتی ہے جب وہ کسی اعلیٰ اور بامقصد کام سے جڑ جاتی ہیں اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتیں بلکہ اپنی زندگی کو اس جد و جہد میں وقف کر دیتی ہیں۔ اسی طرح حیدر کو جنوبی ہند کا نپولین کہا گیا۔ جب حیدر علی نے خود کو مختارِ کل پایا تو اس نے اپنے اطراف کا جائزہ لیا اور اپنی سلطنت کو ہر لحاظ سے خوش حال، خوب تر اور مستحکم بنایا۔ ۲۱ سال تک آزادانہ طور پر حکومت کرنے کے بعد حیدر علی نے اپنے لختِ جگر ٹیپو سلطان کو حکومت کی باگ ڈور سونپی جس نے جانشینی کا حق ادا کر دیا اور وہ دُرِّ نایاب ثابت ہوا جس کی مثیل تاریخ کے صفحوں پر نہیں ملتی۔

۱۷ سالہ حکمرانی کے دوران ٹیپو کو پل بھر کے لئے بھی فراغت نہ ملی۔ اسے ہمیشہ پڑوسی حاکموں کی للکاروں کا سامنا کرنا پڑا۔ گرچہ برطانوی فوج کے سامنے اس کی حیثیت سنگ میل تھی تا ہم چوتھی اینگلو۔ میسور جنگ کے دوران میر صادق کی غداری کی وجہ سے میدانِ جنگ میں ٹیپو کو اپنے جانی دشمن انگریزوں سے جنگ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میر صادق نے اپنے آقا ٹیپو سلطان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو اس سے پہلے بنگال میں میر جعفر نے سراج الدولہ کے ساتھ کیا تھا۔ ان دو غدارانِ وطن کے داغدار کردار کے متعلق علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ ؂

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن

برطانوی فوج فقط اس بات کی خواہاں تھی کہ شیر میسور کو زندہ یا مردہ گرفتار کر لیا جائے۔ ٹیپو نے دشمنوں کے ہاتھوں قید ہونے پر ایک جانباز سپاہی کی طرح جام شہادت نوش کرنے کو باعث افتخار سمجھا۔ اس طرح ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے لئے راستہ بالکل صاف اور ہموار ہو گیا۔

ٹیپو سلطان کی زندگی اور اس کے کارناموں کے بارے میں کم ہی لوگ ہوں گے جو کچھ نہ جانتے ہوں۔ برطانوی وقائع نگاروں کی غلط بیانی اور بہتان تراشی نے ان کے بعد کے وقائع نگاروں کا منظر کو دھندلا کر دیا۔ مزید برآں انھوں نے نہایت گندی اور حقارت آمیز زبان میں میسور جیسی ہندو اکثریت والی ریاست کے لائق و فائق اور ذی استعداد و ذی فہم مسلم حکمراں کے بارے میں زہر افشانی بھی کی۔ تعصب کا طوفان لوگوں کے ذہن و دل کو اس قدر متاثر کر چکا تھا کہ ۱۹۹۰ء میں صد سالہ

تقریب کے موقع پر میسور دربار کی مہارانی ریجینٹ نے مشہور انگریزی روزنامہ امرتا بازار پتریکا مورخہ ۳ مئی ۱۸۹۹ء کے مطابق اس بات پر اصرار کرتی رہیں کہ اس موقع کو ٹیپو سلطان کے یوم شہادت کے نام پر موسوم نہ کیا جائے بلکہ اسے ہندو فرماں روا خاندان کے اپنے اصل مقام کی بازیابی کے جشن کے طور پر منایا جائے۔ مسلمانوں نے حکام کے اس فیصلہ پر اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ بلاشبہ میسور کی رعایا نے ٹیپو سلطان کا احترام ہمیشہ ایک عظیم حکمراں اور قابل قدر رہنما کے طور پر کیا ہے۔

ٹیپو نے ان انگریزوں کے خلاف جنگیں لڑیں جن کے بھی ناپاک قدم سرزمین ہند کی جانب بڑھے۔ درحقیقت ٹیپو نے ہندوستانیوں کی آزادی جلانے رکھنے کی ناقابل فراموش کوششیں کی تھیں۔ پلاسی میں ۴۲ سال قبل سراج الدولہ نے بھی اسی مقصد کے تحت جدوجہد کی تھی۔ طاقتور انگریزوں کے خلاف ٹیپو کی جنگیں اور اس کے ۴۲ سال قبل سراج الدولہ کی جنگ پلاسی دراصل غلامی کی مخالفت اور مزاحمت کی لڑائیاں تھیں دونوں بہادر اور جاں نثار سپہ سالاروں نے انگریز حکومت کی سخت سے سخت مخالفت کی اور ہندوستانیوں کی آزادی کے لئے کوشاں رہے۔ ایک طرف جنگ پلاسی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک "صوبائی اقتدار" کی حیثیت سے منظر عام پر لے آئی تو دوسری جانب سرنگاپٹم کے زوال نے انگریزوں کو اقتدار اعلیٰ کا حامل بنا ڈالا، دراصل انگریزوں کے خلاف ٹیپو کی جنگوں کی نمایاں خصوصیت اس کی آزادانہ طبیعت، شدت احساس اور جاں نثاری کے جذبے موجزن تھی۔ انگریزوں کے خلاف ٹیپو کی مزاحمت اس لئے زیادہ قابلِ قدر ہے کہ اس عہد کے بیشتر ہندوستانی فرماں روا انگریزوں کی فرماں برداری اور اطاعت کو اپنے لئے طرۂ امتیاز سمجھتے تھے۔

جنگ کے مغربی طریق کار اور ان کی حکمتِ عملی سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنے کے بعد ٹیپو نے پہلی اور دوسری میسور کی جنگوں میں انگریز سپاہیوں کو شکست دی چونکہ اس وقت انگریز دنیا میں ایک ناقابل تسخیر طاقت تھی لہذا ٹیپو کے ہاتھوں ذلیل ترین شکست کھانے سے ان کی اس شہرت میں دھبہ لگ گیا۔ اس دور میں جبکہ ہندوستانی حکمراں جنگی قائد کی حیثیت سے نہیں جانے جاتے تھے اور اپنے محل کی چہار دیواریوں کے اندر محفوظ رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس زمانے میں ٹیپو سلطان طلوع آفتاب کی مانند ابھرا اور اپنی فوج کا بذاتِ خود ایک لائق و فائق اور ایک جاں باز سپہ سالار بن کر انگریزوں کے سامنے سینہ سپر ہوا۔

ایک بات اکثر زیر بحث آتی ہے کہ ٹیپو سلطان نے محض اپنی سلطنت کی دفاع کے لئے انگریزوں سے جنگیں لڑی تھیں اور وہ ہندوستان کے مجموعی سیاسی حالات سے ناواقف تھا۔ یہ ایک بھیانک الزام تھا اس قسم کی رائے دینے والے ناقدین اس عہد میں اس ملک کی مروجہ سیاسی، سماجی اور معاشی صورت حال پر نظر ڈالنا گوارا ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اس عہد میں خبر رسانی یا مواصلاتی نظام کے نام کی کوئی چیز ہی نہیں تھی ـــــ

قدرتی وسائل سے آراستہ اور صحت بخش آب و ہوا سے مالا مال سرزمین میسور کی یہ ایک اور خوش بختی تھی کہ اسے ٹیپو سلطان جیسا ایک بلند خیال اور عالی ہمت ناظم ملا جس نے ۱۷ سال کے مختصر عرصے میں تجارتی شعبے قائم کئے۔ اپنی حکومت کے مختلف علاقوں میں کارخانے کھولے۔ زراعت کے نئے نئے اور عجوبے طریقے وجود میں لائے۔ ضرر رساں جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ کیا اور بطاہر مالیات میں اصلاحات کئے۔ ٹیپو کی طاقت کا انحصار محض اس کی شاندار فوج پر نہیں بلکہ ریاست کی ان جملہ ترقیات پر بھی تھا جنہیں اس نے انسان دوست، زرعی اور تجارتی پالیسیوں کے ذریعہ فروغ دیا تھا۔ اس کے عہد میں میسور میں تجارت و صنعت بہت زیادہ ترقی پذیر تھی جبکہ میسور متواتر جنگوں سے دوچار بھی رہا تھا معروف انگریز وقائع نگار ڈاکٹر فرانسس بوکانن جو ایسٹ انڈیا کمپنی میں سرجن تھے انھوں نے ۱۸۰۱ء میں میسور کی ریاست کی معیشت کا جائزہ لیا تھا ایک جگہ رقم طراز ہیں "ٹیپو کے دوران حکومت میں میسور کی زرعی سرگرمی، صنعتی صورتحال ملک کے دیگر حصوں کے مقابلے میں بہت اچھی تھی۔ اس وقت ملک کے دیگر علاقوں میں جاگیردارانہ نظام قائم تھا اور جس نے زندگی کے ہر شعبے میں ایک جمود طاری کر رکھا تھا۔"

ٹیپو کے جدید معاشی و سیاسی خیالات کا حامل اور ایک فیض رساں حکمراں ہونے کے باوجود انگریز مورخوں نے ٹیپو سلطان کو ایک کٹر متعصب اور ایک کینہ پرور بنیاد پرست حکمراں کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ولیم کرک پیٹرک

اور مارک ولکس جیسے ہمعصر انگریز وقائع نگاروں نے ٹیپو کے متعلق ذلالت اور بہتان تراشی کے بیج بوئے تھے اور یہ الزام تراشی کا سلسلہ کرنل رابرٹس اور جی سرد لیسائی جیسے بعد کے وقائع نگاروں تک جاری رہا۔ محب الحسن خاں مصنف (تاریخ ٹیپو سلطان، ۱۹۵۱ء کلکتہ) وہ پہلے جدید تاریخ داں ہیں جنہوں نے ٹیپو کے متعلق گردیں لپٹی من گھڑت کہانیوں اور دروغ گوئی کے پردے چاک کر کے منظر عام پر لانے کی بے حد کامیاب کوشش کی جس میں انھیں بہت کامیابی اور شہرت ملی۔

ٹیپو کی حکومت کے حدود کی مغربی جانب سرینگری میں ایک بہت بڑا مٹھ واقع تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس مشہور مٹھ کو ٹیپو کی سرپرستی حاصل تھی۔ ۱۷۹۲ء کے دوران جب مرہٹے اس مٹھ پر حملہ آور ہوئے تو مٹھ کے سوامی جی نے ٹیپو کو براہ راست خط لکھا اور استدعا کی کہ وہ اس تباہ شدہ مٹھ کی از سر نو تعمیر کے لئے مالی امداد کریں۔ ٹیپو نے ان کے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ وہ لوگ جنہوں نے مٹھ کو نقصان پہنچایا اور مورتی کی بے حرمتی کی اپنے گناہوں کا خمیازہ ضرور بھگتیں گے۔ گنجی ورم کے گوپور مندر اور ننجن گڈکے، ننجن دشورا مندر جیسے دیگر مشہور مندروں کو اس غیر فرقہ پرست میسور کے فرماں روا کی جانب سے تحائف اور نذرانے پیش کئے جاتے تھے۔ شری رنگاناتھ، شری نرسمہا اور شری گنداشور کے شاندار منادر جو سرنگاپٹم میں واقع ٹیپو کے محل کے قریب واقع تھے۔ ٹیپو کی بے مثل رواداری کی اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔ ایک چشم دید گواہ کا بیان جوار نا کلم کے سنٹرل رکارڈ آفس میں محفوظ ہے، کے مطابق ٹیپو سوامی کا آشیرواد حاصل کرنے کے لئے ننگے پاؤں سرینگری مٹھ گیا تھا اور اس نے سوامی کو ایک خط دیا تھا اور گذارش کی تھی کہ وہ خط ہذا کو مرہٹوں تک پہنچادیں اور ان سے استدعا کریں کہ وہ انگریزوں کا ساتھ نہ دیں اور ٹیپو کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائیں (حوالہ: حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے تحت کیرالا از سی۔ کے۔ کریم۔ کوچین ۱۹۷۸ء)

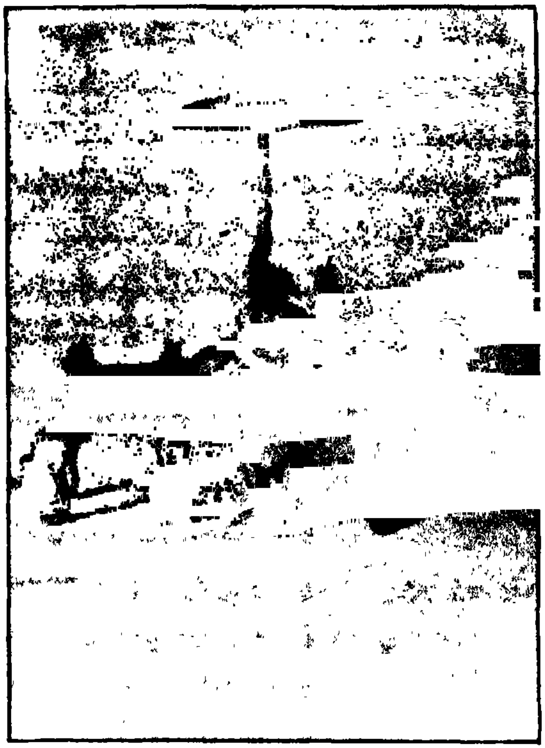
ٹیپو ایک روشن خیال شخص تھا۔ وہ اپنی فراخ دلی اور وسیع المشرب خصائل کے لئے بہت مشہور تھا ایک شریف النفس اور انسان دوست شخص پر فرقہ پرستی اور مذہبی جنون پرستی کا الزام لگانا انصاف پسندی اور انسان دوستی اور یکجہتی کا مذاق اڑانا ہے۔ پراکسی فرنانڈیز جو خود ایک کناریز عیسائی ہیں اپنی مشہور تصنیف " ٹائیگرس آف میسور " ناشر وائی کنگ ۱۹۹۱ء میں عیسائیوں پر ٹیپو کی مبینہ ایذا رسانی کے الزام کے متعلق رقمطراز ہیں۔ "کہیں بھی کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ ٹیپو سلطان کے عہد حکومت میں انگریزوں پر ظلم وستم ڈھائے گئے تھے یا انھیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا" فرنانڈیز نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ٹیپو کے اعتقاد کے سلسلے میں ایک دوسرے تاریخی پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ " کچھ مقامی عیسائیوں نے منگلور میں انگریزی فوج کی مدد بھی کی تھی اس طرح وہ لوگ ملک اور حکومت کے ساتھ غداری کرنے کے جرم کے مرتکب تھے اور ٹیپو کے سیاسی دشمن بھی لہٰذا ان سے سختی سے پیش آنے کو فرقہ پرستی اور مذہبی جنون کا نام دینا کسی طور بھی مناسب نہیں" درحقیقت ٹیپو کا عتاب عیسائیوں کی ایک مخصوص جماعت پر نازل ہوا تھا۔ مصنف مذا قاری کی توجہ اس مسئلہ سے منسلک ایک دوسرے پہلو کی جانب مبذول کروانے کے لئے ایک خط کا حوالہ پیش کرتا ہے کہ ٹیپو نے گوا کے آرک بشپ کے نام ایک خط تحریر کیا تھا جس میں اس نے انھیں یہ بتایا تھا کہ میسور کے عیسائی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں غفلت سے کام لے رہے ہیں لہٰذا وہ ان کی رہنمائی کے لئے ایک پادری بھیجیں۔

بلاشبہ ٹیپو سلطان ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا رہنما گزرا ہے جو کبھی بھی کسی ملکی حکمراں خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان کسی کے خلاف جنگ میں انگریزوں کا حلیف نہیں بنا۔ ٹیپو اس حقیقت سے بھی باخبر تھا کہ مغلوں کے اقتدار سے دست برداری کے بعد بالآخر یہی انگریزان کے اقتدار اور منصب اعلیٰ پر قابض ہوں گے۔ ٹیپو اس امر کو بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ تمام ملکی فرماں رواؤں کو کسی بھی طرح سے شکست دے کر یہ انگریز ہندوستان پر پورے طور سے قابض ہو جائیں گے۔ اس صورت حال میں ہندوستانی حکمرانوں کو یا تو ان کی عطا کردہ منصب داری قبول کرنی ہوگی یا تباہی و بربادی کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس ضمن میں اگر ملک کے تمام فرمانروا ٹیپو کا ساتھ دینے میں کار فرما ہوتے تو انگریزوں کے قدم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اکھڑ جاتے مگر ایسا ہوا نہیں چنانچہ ٹیپو نے انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کے شرمناک امر پر آخر دم تک لڑ کر جام شہادت نوش کرنے کو ترجیح دی اور اس نے یہ طے کیا کہ اگر اسے اس خطرہ کا مقابلہ کرنا ہے تو انگریزوں کے

مکمل اقتدار حاصل کرنے اور ہندوستانی فرماں رواؤں کے بالکل کمزور ہوجانے کے پہلے ہی ان سے نبرد آزما ہونا ہے۔ ٹیپو کی زندگی کا سب سے اہم نصب العین غاصب انگریزوں کو اپنے ملک کی سرزمین سے نکال باہر کرنا تھا۔ انگریزوں کی نو آبادیاتی حکومت کی غلامی سے اپنے ملک کو آزاد کرانے کے جذبے کے تحت ٹیپو نے اپنے لہو میں انگلیاں ڈبو کر ہندوستان کی تاریخ لکھی۔ ٹیپو نے امن کی بحالی اور اپنی رعایا کو محفوظ رکھنے کے لئے انگریزوں کو اپنے دو بیٹوں کو بطور یرغمال بھی رکھ دیا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں حب الوطنی اور جاں نثاری کی ایسی مثال ہندوستان کے کسی راجہ، مہاراجہ یا شہنشاہ نے نہیں پیش کی یہی سبب ہے کہ ٹیپو سلطان کی موت کی خبر پاتے ہی برطانوی گورنر جنرل ریچرڈ ولسلی نے جام اٹھا کر فضا میں ہاتھ لہراتے ہوئے فرط انبساط سے بلند آواز میں کہا تھا، خواتین و حضرات میں ہندوستان کی نعش کا جام نوش کرتا ہوں!'' لیکن افسوس صد افسوس کہ تاریخ ہند اس بات کی گواہ ہے کہ حیدر آباد کے مسلم نظام اور ہندو پیشوا نے کھلے عام انگریزوں کے خلاف ٹیپو کے ہاتھ مضبوط کرنے کے بجائے انگریزوں سے ہاتھ ملانے کو عین سعادت سمجھا گویا ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بیشتر تاریخ نویسوں کی رائے یہ ہے کہ سیاسی آزادی کے حصول کے لئے ہندوستان میں جدوجہد کا آغاز ۱۸۵۷ء کے غدر سے ہوا۔ دراصل اگر ٹیپو اپنے نامساعد حالات پر پورے طور پر غالب آجاتا تو برطانوی پرچم کا منحوس سایہ ہندوستان کے طول و عرض پر زیادہ دیر تک نہیں پڑتا۔ ٹیپو سلطان کے بعد ہی ہندوستان نے اپنی سیاسی آزادی کھودی اور اس طرح انگریزوں کے قدم مضبوط ہوگئے۔ ٹیپو سلطان ہی وہ پہلا مرد آہن تھا جس نے انگریزوں کے سامنے نہ ہتھیار ڈالا اور نہ ان سے دوستی کی خواہش رکھی بلکہ وہ ان کے خلاف تن تنہا لڑتا رہا ایک سچا جان نثارِ وطن کی طرح اپنی جان قربان کرکے اپنے عوام اور اپنے ملک کی عزت، آزادی اور وقار کو سربلند رکھا۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جو ٹیپو سلطان کو لازوال شہرت اور آفاقیت کا مستحق بنا دیتی ہے۔ ■■



• ٹیپو اور اس کا تخت

لقیہ: ٹیپو سلطان سے متعلق فرانسیسی نظریات صفحہ ۵۷ کا

فرانس کے یوروپی مرکزی صورت حال میں گم ہو چکے تھے۔ مشرق میں فرانسیسی طاقت کے تین مختلف مراکز کی تشکیل نے مسئلہ ہذا کو مزید پیچیدہ بنا دیا تھا۔ تجارت میں فروغ پانے کے باوجود مشرق فرانسیسی ترجیحات سے محروم تھا اور اس کے متعلق فرانسیسیوں کا رویہ پُر تذبذب اور غیر واضح تھا۔ تجدیدت پروگراموں میں ٹیپو کی بددلی اور کوتاہیوں نے حاکم اور رعایا کے درمیان مزید خلاء پیدا کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی تجویز رکھی جا سکتی ہے کہ ٹیپو کی شخصیت میں ۱۷۹۲ء کے تباہ کن معاہدے سے ہی ایک بدلاؤ آگیا تھا۔ بعد ازیں مصر میں فرانسیسیوں کی آمد نے ہندوستان میں فرانسیسی فوجوں کی آمد کی امید کو بڑی تقویت پہنچائی اور ٹیپو کی حوصلہ افزائی کی۔ مشرق سے متعلق فرانسیسیوں کی پالیسی کے تضاد اور ٹیپو کی سکڑی ہوئی سلطنت کے اندر کے تنازعوں نے انگریزوں کو سنہرا موقع فراہم کیا تھا کہ وہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو ٹیپو کو شکست دیکر سرنگاپٹم کے دروازے پر اپنی فتح کا جشن منائیں۔ ■■

(انگریزی مقالہ سے ترجمہ انا ایس اے خان)



سلطان ٹیپو شہید

سیّد ہاشمی فرید آبادی

میسور کی تیسری جنگ واقع ۱۷۹۲ء کے کچھ روز بعد ایک انگریز کپتان ٹیل نے اس مملکت کی سیاحت کی۔ ان دنوں انگریزوں کو ٹیپو سلطان اور اس کے باپ حیدر علی مرحوم سے انتہائی دشمنی تھی اور جیساکہ ٹیل نے لکھا ہے۔ انگریزی زبان میں جس قدر سب دشنم کے الفاظ مل سکتے تھے ٹیپو کی نسبت وہ استعمال کرتے، بلکہ نئی نئی گالیاں وضع کرتے رہتے تھے مگر ٹیل کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ ملک نہایت آباد و خوش حال تھا اور عام لوگ ٹیپو سلطان کی محبت اور وفاداری کا دم بھرتے تھے۔ قابلِ زراعت زمین کا مشکل سے کوئی قطعہ ایسا ہوگا، جو سرسبز اور زیر کاشت نہ ہو۔ اکثر علاقوں سے زمین دار اور جاگیردار کا دخل اٹھا دیا گیا تھا مالیہ بہت کم تھا اور کاشت کار براہِ راست حکومت کو ادا کرتے اور انو میں داری کے حقوق رکھتے تھے۔

زراعت کی عام ترقی اور مزارعین کی خوش حالی کی گواہی ایک اور سیّاح بکانن کے سفرنامے سے ملتی ہے۔ وہ سلطان کی شہادت سے دو تین سال بعد میسور آیا اور وہاں کے مختلف اضلاع میں گشت کرتا رہا تھا۔ سلطان کو فلاحت اور زرعی پیداوار بڑھانے کی طرف جیسی کچھ توجہ تھی اس کا ایک ثبوت آبپاشی کے بند ہیں، جو اس نے کاویری اور دوسری ندیوں پر باندھے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مقالہ نویس نے اسے "ٹیپو بند ساز" کے نام سے یاد کیا ہے۔ شوق باغبانی کی یادگار اس کے کئی باغ اور ان میں پھول کے درختوں کی کئی قسمیں ہیں جو بیرونی ممالک سے منگائیں اور پہلی دفعہ سرزمین میسور میں ان کی کاشت اور پرورش کرائی تھی۔

سلطان کے عہد میں ظروف سازی، پارچہ بافی اور مختلف دیسی صنعتوں نے ایسا فروغ پایا جو شاید پہلے کبھی اس علاقہ کو نصیب نہ ہوا تھا، مگر ان میں سب سے زیادہ لائق تحسین و حیرت جدید اسلحہ اور جنگی جہازوں کی صنعت ہے، جنہیں دیسی اور فرنگی ماہروں کی مدد سے ٹیپو مرتے دم تک ترقی کرتا رہا۔ اس نے ۱۷۸۲ء سے ۱۷۹۹ء تک صرف سترہ سال حکومت کی اور زیادہ حصہ جنگ و جدال کی نذر ہوا۔ دوسرے، انگریزوں کے آئندہ تسلط نے بہت جلد ان صنعتوں خصوصاً جہاز سازی کا خاتمہ کر دیا، لیکن جب ہم انگریزی تاریخوں میں پڑھتے ہیں کہ سلطان کی شہادت کے بعد صرف سری رنگ پٹن کے قلعے سے ایک ہزار توپیں انگریزوں کے ہاتھ آئیں، جن میں سے دو تہائی ملکی ساخت کی تھیں۔ اور جس طرح ساخت کی خوبی پائیداری، ضرب کی قوت میں بھی بہترین فرنگی توپوں کا مقابلہ کرتی تھیں، اسی طرح گولہ بارود کی بڑی مقدار مقامی کارخانوں میں تیار کی گئی تھی تو بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ فرماں روا کیسا بیدار مغز اور اس کا ملک کتنا ترقی پذیر تھا۔ صنعت و حرفت کے ساتھ ملکی تجارت کو فروغ دینے کے سلسلے میں یہ دلچسپ بات، ہمیں مسٹر شاما راؤ کی کتاب "موڈرن میسور" سے معلوم ہوئی اور تاریخ سلطنت خداداد میں جناب محمود خاں بنگلوری نے نقل کی ہے کہ ٹیپو نے اپنے کئی شہروں میں تجارت کی بڑی بڑی کوٹھیاں یا سرکاری منڈیاں بنائی تھیں، جو مقامی اشیاء فراہم کرتی اور باہر کے ملکوں میں مال و اسباب بھیجتی تھیں۔ عجب نہیں کہ یہ تدبیر بھی سلطان کو انگریز تاجروں کی دشمنی نے سمجھائی ہو اور خود انگریزوں کے لئے یہ ایک اور وجہ استعمال رقابت بن گئی ہو۔

جب سری رنگ پٹن فتح ہوا تو انگریز کے ساتھیوں نے اس دولت مند شہر کو خوب لوٹا اور انتظام ہوتے ہوتے سلطانی محلات میں چوری اور غارت گری کرتے رہے۔ بایں ہمہ زر و جواہرات اور قیمتی ظروف و پارچہ کے بے حساب صندوق فتح مند فوج کے قبضے میں آئے۔ مالِ غنیمت کا حصہ سپاہ میں تقسیم ہوا۔ اس میں جنرل ہاؤس کو ڈیڑھ لاکھ اشرفیاں ملیں۔ باقی جواہر و نوادر کلکتے اور ولایت انگلستان کو بھیج دیئے گئے۔ انہی سلطانی کتب خانہ کی بہت سی کتابیں تھیں جن کی بیش بہا جلدوں پر سونے کا کام اور زمرد و الماس کے نگینے جڑے

تھے قرآن مجید، الٰہیات، اخلاق و فلسفے کے علاوہ بہت سی کتا[illegible] اور ادب سے تعلق رکھتی تھیں اور لندن کے انڈیا آفس یا سا[illegible] کے کتب خانے میں محفوظ کی گئی تھیں۔ ان میں دکنی شعراء [illegible] نشاطی اور قطب شاہ وغیرہ کے مجموعوں کے ساتھ انعام اللہ [illegible] رفیع سودا کے دیوان بھی شامل تھے جو ٹیپو سلطان [illegible] گزرے میں سلطان اردو اور فارسی سے خوب واقف [illegible] میں خود بھی شعر کہتا تھا۔ کتاب فتح المجاہدین کے بعض [illegible] اس سے منسوب کرتے ہیں۔ بہرحال یہ کتابیں اور اشعار اس بات کا قطعی اور صریحی ثبوت ہیں کہ اردو زبان اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے ممالک میں شمال سے جنوب تک بولی جا رہی تھی۔ میسور کی رائج الوقت اردو کا نمونہ فتح المجاہدین کے یہ اشعار ہیں جو میسوری فوجیں مختلف مقررہ اوقات میں مل کر گایا کرتی تھیں۔: (۱) طلوع صبح کے وقت ترکی پر :-

صبح دم ہے اے مجاہد خواب سوں بیدار ہو
طاعتِ حق واسطے جلدی سوں تم ہوشیار ہو

(۲) وقت اجتماع بہ نغمہ اصغر :-

عجب نئیں حکم سے سلطان کے ہوئے جمع گر یک جا
فلک پہ جوں ثریا آفتاب و ماہ اختر ہا

(۳) بیت وقت آہستہ قدم :-

تاملِ ستی نیک ہوئے ہنر :. تانی سے ہوتا ہے پانی گہر

سلطان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی تحریریں اور بہت سے احکام ابھی محفوظ ہیں، جو فارسی یا کنڑی میں لکھے تھے مگر سرکاری مراسلات اور دوسرے ملکوں سے سفارت کی زبان فارسی ہی تھی۔ اس میں لکھنے بولنے کی سلطان مہارت رکھتا تھا۔ اس کے ندیم اور درباری عہدہ داروں میں بھی ایرانی اہلِ قلم کو خاص امتیاز حاصل رہا۔ ان میں ایک ایسی کتاب "فتح المجاہدین" کا مصنف زین العابدین شوستری ہے جسے اول اول فوج کا سپہ سالار یعنی جرنیل بنایا گیا تھا، مگر ایک معرکہ میں اس نے بزدلی دکھائی تو بعد از انتہائی خدمت پر مقرر کیا گیا۔ یہ شخص حیدرآباد کے وزیر میر عالم کا بھائی بتایا گیا ہے اور ممکن ہے کہ میر عالم کی طرح خود بھی انگریزوں سے مخفی رابطہ رکھتا ہو۔

ایک اور ایرانی فاضل میر غلام علی سلطان کی طرف سے سفیر بنا کر ترکی بھیجا گیا تھا۔ یہ آخر میں جا کر انگریزوں سے مل گیا تھا اور اسی حسنِ خدمت کا وظیفہ

لیکن ایرانی نژاد عہدہ دار [illegible] میں متعدد ایسے تھے جو مخالفت کی سازشوں میں شریک ہوئے۔ میسور کے قدیم راجہ کی رانیاں برابر نواب نظام، مرہٹوں اور انگریزوں کے پاس فریاد کی عرضیاں دوڑاتی رہتی تھیں۔ کئی دفعہ ان کے ہرکارے پکڑے گئے، مگر تنبیہ اور تہدید کے سوا حیدر علی یا ٹیپو سلطان ان عورتوں کو اور کوئی سزا دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ تاریخ میں انہی سازشوں اور بے وفائیوں کا حال پڑھ کر سلطنتِ خداداد کی بنیادی کمزوری کا اندازہ ہوتا ہے۔ کثیر ہندو آبادی کو فوجی قوت سے مغلوب کرنا تو ممکن تھا، مگر وہاں مستقل حکومت جمانے میں بڑی دشواری پیش آئی، خصوصاً جب کہ ہمسائے میں کئی کئی حریف موجود تھے۔ ارکاٹ یعنی مدراس کے ساحلی قطعات میں انگریزوں کا عمل دخل ہو گیا تھا، مغرب میں مرہٹوں کا زور تھا، شمال میں حیدرآباد کی طاقت ور مملکت قائم تھی اور اصل میں موجودہ ملک پہلے انہی کے "سشتی صوبۂ دکن" کا ایک مغلیہ صوبہ اور قصبہ سِرا اس کا دارالحکومت تھا۔ حیدر علی نے مرہٹوں اور انگریزوں سے عہد نامے کیے مگر وہ محض وقتی مجبوریوں سے کیے جاتے تھے اور فریقین میں جسے موقع ملتا اپنے قول و قرار سے منحرف ہو جاتا تھا۔ دربارِ نظام نے خاندانی تعصب کے باعث "حیدر نائک" سے رشتۂ دوستی قائم کرنا پسند نہیں کیا۔ اس طرح حیدر علی اور اس کا جانشین برابر دشمنوں میں گھرے ہوئے چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ انجام وہی ہوا جو ہونا تھا، لیکن ہمت اور دلاوری میں ان باپ بیٹوں کے نام جریدۂ روزگار پر ثبت ہو گئے اور آج بھی ہم اس بہادر باپ کے بہادر فرزند کی یاد تازہ اور اس پر تحسین و عقیدت کے پھول نثار کر رہے ہیں۔

سلطان شہید کا نام فتح علی تھا، لیکن باپ نے ایک درویش سے اولاد نرینہ کی دعا کرائی۔ وہ "ٹیپو مستان" کہلاتے تھے۔ خدا نے بیٹا دیا تو اسے بھی انہی کے نام پر ٹیپو پکارنا شروع کیا۔ ولادت کا سال ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء اور مقام بنگلور کے قریب قریہ دیون ہلی تھا۔ خود حیدر علی کی حیثیت ان دنوں ایک معمولی فوجی سردار

چھوٹی ریاست رہ گیا تھا اور وہاں کے
راجہ نے بالکل بے بس کر رکھا تھا۔ ملک میں
ہے تھی۔ ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے انتہائی عروج
ان کے غرور کا سر توڑا نظام علی خاں نے
لئے۔ دوسری طرف انگریز اور فرانسیسی آپس کی
فرصت میں حیدر علی نے بہت سا حصہ ملک فتح کر لیا۔
میں ڈالا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کی جس کی حدود
تک اور ساحل ملیبار سے سرحدار کاٹ تک پھیلی
محمود خاں صاحب بنگلوری کے خیال میں اسے شاہی سے بڑھ کر شہنشاہی
حاصل ہو گیا تھا لیکن آزاد اور قومی فرماں روا ہونے اور شاہانہ جاہ و
کھانے کے باوجود حیدر علی نے علانیہ کبھی بادشاہی کا دعویٰ نہیں کیا۔
اس کا انتقال ہوا تو عالی تبار ہمیں تاجپوشی کے وقت ٹیپو نے سلطان کا خطاب
کیا اور جنوبی ہند میں وہی نہ صرف پہلا بلکہ آخری سلطان گزرا ہے تخت نشینی
محرم ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۲ء میں سرنگا پٹن میں دھوم دھام سے منایا گیا۔
ساتھ پہلے انگریزوں سے پھر حیدر آباد اور مرہٹوں سے جنگ کا سلسلہ
رہا اور ابتدائی ۴، ۵ سال تک میسوری افواج کو اکثر معرکوں میں فتوحات
ہوئیں۔ اسی زمانے میں کورگ کا محاصرہ اور تسخیر عمل میں آئی۔

بعض انگریزی تاریخوں میں ٹیپو کو سخت متعصب بلکہ مذہبی دیوانہ
گیا ہے اور غیر مسلموں پر اس کے مظالم کی عجیب عجیب داستانیں گھڑی گئی
یہ زیادہ تر جھوٹی، بے سروپا اور بعض نہایت مبالغہ آمیز ہیں۔ ان مفتریات
ہندو اور انگریز اہل قلم نے حالیہ کتابوں میں غلط قرار دیا ہے۔ ہندو رعایا
ساتھ سلطان عموماً رواداری اور فیاضی کا برتاؤ کرتا تھا۔ مندروں کو
معافیوں کی اسناد اور بعض مہنتوں کو اس کے عنایت آمیز خطوط اب روشنی
میں آچکے ہیں۔ بایں ہمہ یہ درست ہے وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا
اور جس حد تک اپنے دین کو سمجھتا تھا اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔
مسکرات کی ممانعت اور بدعات محرم وغیرہ کا حکماً انسداد اس کی مذہبی اصلاحات
کی گئی ہیں۔ البتہ فرنگی ملازمین کو شراب کشی کی اجازت دیدی تھی۔

سلطان کے فرنگی رفیقوں میں اکثر فرانسیسی تھے اور ۱۷۹۱ء میں جب
انگریزوں نے عہد نامۂ دوستی کے باوجود ٹیپو کے خلاف نظام اور مرہٹوں کا جتھا بنایا
اور یکایک حملہ کر کے اس کا شمالی علاقہ چھین کر اتحادیوں میں بانٹ لیا تو سلطان

کو انگریزوں سے اور زیادہ دشمنی اور اہل فرانس کی طرف بہت میلان ہو گیا۔ یہی جنگ
تھی جس میں اس نے منادی کرائی تھی کہ جو شخص کسی انگریز سپاہی کے ناک کان کاٹ کر
لائیگا اسے ایک ہُن طلائی انعام دیا جائے گا۔

اس جنگ میں شکست و نقصان کے بعد سلطان کو مرتے دم تک آزادی بچانے اور
انگریزوں سے انتقام لینے کی دھن لگی رہی۔ اس شکست کے غم میں کہتے ہیں کہ اس نے پلنگ پر سونا،
اچھا کھانا، اچھا پہننا، بلکہ ہنسی دل لگی تک کرنا چھوڑ دیا تھا۔ پہلے کی نسبت دو گنی
تگنی فوج اور بہترین جدید اسلحہ فراہم کئے۔ کابل، ایران، اور ترکی سفیر بھیجے کہ
اسے انگریزوں سے لڑنے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد دیں۔ سلطنت فرانس کے ساتھ اتحاد
قائم کرنے کی کئی بار کوشش کی۔ نپولین سے اس کی خط و کتابت چھاپی گئی تھی وہ صحیح
ثابت ہوئی۔ البتہ سلطان ترکی نے جواب میں اسے آگاہ کیا تھا کہ حکومت فرانس انگریزوں
سے زیادہ مسلمانوں کی دشمن ہے۔ ٹیپو نے برصغیر میں راجپوت ریاستوں کو بھی تاکیدی خط
لکھے اور خبردار کیا کہ انگریزوں کا اگر مل کر مقابلہ نہ کرو گے تو ایک ایک کر کے سب کو
مغلوب کر لیں گے اور سارے برصغیر پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ سلطان میسور کی یہ
کوشش و فہمائش جو عملاً کارگر نہیں ہوئی لیکن آئندہ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ
وہ کیسا دوراندیش اور آزادی کی حفاظت کا کتنا آرزومند تھا۔ حتیٰ کہ اسی آزادی
کی خاطر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔

ٹیپو کی مخالفانہ سرگرمیوں سے انگریز غافل و بے خبر نہ تھے۔ خود غلام علی
نے جو سفیر بن کر ترکی آیا، سلطان میسور کے خط استنبول کے برطانوی سفیر کو دکھا دیئے
تھے۔ جواب میں فوجی تیاریوں کے ساتھ سلطان کے خلاف سازش کا وسیع جال
تیار کیا جا رہا تھا جس میں میسور کے بڑے بڑے حکام اور درباری تک اپنے ملک و مالک کے
پھانسنے کا پھندا بن گئے۔ سلطان کی بیرونی ممالک تو کیا مدد کرتے، خود اپنے ہمسائے فوجیں
لے لے کر چڑھ آئے اور کئی بڑے امیروں، وزیروں نے اس کی تباہی میں حصہ لیا۔ آخر وقت
میں بھی جب کہ دشمن قلعے میں گھس آئے اور وہ تین طرف سے گھرا ہوا لڑ رہا تھا کسی نے
مشورہ دیا کہ اب لڑنا بے کار ہے۔ ہتھیار رکھ دیئے جائیں۔ یہ سن کر وہ شرارے کی
مانند بھڑک اٹھا اور اپنا وہی پرانا قول دہرایا کہ دو برس گیدڑ بن کر جینے سے کہیں
بہتر ہے کہ آدمی صرف ایک دن شیر کی طرح زندہ رہ کر جان سے گزر جائے۔ پھر
دوپہر سے شام تک بھوکا پیاسا لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ سینے پر گولی لگی اور اس
زندۂ جاوید روح نے قفس عنصری کو چھوڑ دیا۔ یہ سانحہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو گزرا
جب کہ سلطان شہید کی عمر پوری اڑتالیس برس کی بھی نہ ہوئی تھی۔

(بشکریہ ماہ نو، کراچی، بابت مئی ۱۹۵۷ء)

تھے قرآن مجید، الٰہیات، اخلاق و فلسفے کے علاوہ بہت سی کتابیں اردو زبان اور ادب سے تعلق رکھتی تھیں اور لندن کے انڈیا آفس یا سابق وزارتِ ہند کے کتب خانے میں محفوظ کی گئی تھیں۔ ان میں دکنی شعراء، مُلّا نصرتی، ابن نشاطی اور قطب شاہ وغیرہ کے مجموعوں کے ساتھ انعام اللہ خاں یقینؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے دیوان بھی شامل تھے جو ٹیپو سلطان کے ہم عصر اردو کے مشہور استاد گزرے ہیں۔ سلطان اردو اور فارسی سے خوب واقف تھا اور ان زبانوں میں خود بھی شعر کہتا تھا۔ کتاب تحفۂ فتح المجاہدین کے بعض جنگی اشعار کی تصنیف اس سے منسوب کرتے ہیں۔ بہرحال یہ کتابیں اور اشعار اس بات کا قطعی اور صریحی ثبوت ہیں کہ اردو زبان اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے ممالک میں شمال سے جنوب تک بولی جا رہی تھی۔ میسور کی رائج الوقت اردو کا نمونہ فتح المجاہدین کے یہ اشعار ہیں جو میسوری فوجیں مختلف مقررہ اوقات میں مل کر گایا کرتی تھیں۔: (۱) طلوعِ صبح کے وقت تری پر: ۔

صبح دم ہے اے مجاہد خواب سوں بیدار ہو
طاعتِ حق واسطے جلدی سوں تم ہوشیار ہو

(۲) وقتِ اجتماع بہ نغمۂ اصغر: ۔

عجب نئیں حکم سے سلطان کے ہوئے جمع گر یک جا
فلک پہ جوں ثریا آفتاب و ماہ و اختر ما

(۳) بیت وقت آہستہ قدم: ۔

تا قلِ ستی نیک ہوتے ہنر:: تا قی سے ہوتا ہے پانی گہر

سلطان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی تحریریں اور بہت سے احکام ابھی محفوظ ہیں جو فارسی یا کنڑی میں لکھے تھے مگر سرکاری مراسلات اور دوسرے ملکوں سے سفارت کی زبان فارسی ہی تھی۔ اس میں لکھنے بولنے کی سلطان مہارت رکھتا تھا۔ اس کے ندیم اور درباری عہدہ داروں میں بھی ایرانی اہلِ قلم کو خاص امتیاز حاصل رہا۔ ان میں ایک ایسی کتاب "فتح المجاہدین" کا مصنف زین العابدین شوستری ہے جسے اوّل اوّل فوج کا سپہ سالار یعنی جرنیل بنایا گیا تھا، مگر ایک معرکہ میں اس نے بزدلی دکھائی تو بعد ازاں ادنیٰ خدمت پر مقرر کیا گیا۔ یہ شخص حیدرآباد کے وزیر میر عالم کا بھائی بتایا گیا ہے اور ممکن ہے کہ میر عالم کی طرح خود بھی انگریزوں سے مخفی رابطہ رکھتا ہو۔

ایک اور ایرانی فاضل میر غلام علی سلطان کی طرف سے سفیر بنا کر ترکی بھیجا گیا تھا۔ یہ آخر میں جا کر انگریزوں سے مل گیا تھا اور اسی حُسنِ خدمت کا وظیفہ حاصل کیا۔ ایک اور شخص میر قاسم علی سلطان کا پُرانا ملازم اور سری رنگ پٹن کا قلعہ دار رہ چکا تھا۔ آخری جنگِ میسور میں انگریزوں کے ساتھ ہو گیا اور قلعہ کشائی میں انکی رہنمائی کی۔ مگر ان بیوفائی کرنے والوں میں سب سے زیادہ بدنام میر صادق گزرا ہے، جو ایک زمانے تک سلطان کا معتمدِ علیہ، میر منشی اور وزیر رہا اور بعد دشمنوں سے ملکر اسکی تباہی اور ہلاکت کا باعث ہوا! اس کی قبر پر آج بھی لوگ تھوکتے ہیں اور حضرت اقبالؔ علیہ الرحمۃ نے جاوید نامہ میں اسی کو بنگال کے میر جعفر کے ساتھ ملّتِ اسلامی کے بدترین غداروں میں اشمار کیا ہے۔

لیکن ایرانی نژاد عہدہ داروں کے علاوہ خود مقامی حکام اور ہندو جاگیرداروں میں متعدد ایسے تھے جو مخالفت کی سازشوں میں شریک ہوئے۔ میسور کے قدیم راجہ کی رانیاں برابر نواب نظام، مرہٹوں اور انگریزوں کے پاس فریاد کی عرضیاں دوڑاتی رہتی تھیں۔ کئی دفعہ ان کے ہرکارے پکڑے گئے، مگر تنبیہ اور تہدید کے سوا حیدر علی یا ٹیپو سلطان ان عورتوں کو اور کوئی سزا دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ تاریخ میں انہی سازشوں اور بے وفائیوں کا حال پڑھ کر سلطنت خداداد کی بنیادی کمزوری کا اندازہ ہوتا ہے کہ کثیر ہندو آبادی کو فوجی قوت سے مغلوب کرنا تو ممکن تھا، مگر وہاں مستقل حکومت جمانے میں بڑی دشواری پیش آئی، خصوصاً جب کہ ہمسائے میں کئی کئی حریف موجود تھے۔ ارکاٹ یعنی مدراس کے ساحلی قطعات میں انگریزوں کا عمل دخل ہو گیا تھا، مغرب میں مرہٹوں کا زور تھا، شمال میں حیدرآباد کی طاقت و مملکت قائم تھی اور اصل میں موجودہ ملک پہلے انہی کے "شش صوبۂ دکن" کا ایک مغلیہ صوبہ اور قصبہ سِرا اس کا دارالحکومت تھا۔ حیدر علی نے مرہٹوں اور انگریزوں سے عہد نامے کئے مگر وہ محض وقتی مجبوریوں سے کئے جاتے تھے اور فریقین میں جسے موقع ملتا اپنے قول و قرار سے منحرف ہو جاتا تھا۔ دربارِ نظام نے خاندانی تعصب کے باعث "حیدر نائک" سے رشتۂ دوستی قائم کرنا پسند نہیں کیا۔ اس طرح حیدر علی اور اس کا جانشین برابر دشمنوں میں گھرے ہوئے چومکھی لڑائی لڑتے رہے۔ انجام وہی ہوا جو ہونا تھا، لیکن ہمت اور دلاوری میں ان باپ بیٹوں کے نام جریدۂ روزگار پر ثبت ہو گئے اور آج بھی ہم اس بہادر باپ کے بہادر فرزند کی یاد تازہ اور اس پر تحسین و عقیدت کے پھول نثار کر رہے ہیں۔

سلطان شہید کا نام فتح علی تھا، لیکن باپ نے ایک درویش سے اولادِ نرینہ کی دعا کرائی۔ وہ "ٹیپو مستان" کہلاتے تھے۔ خدا نے بیٹا دیا تو اسے بھی انہی کے نام پر ٹیپو پکارنا شروع کیا۔ ولادت کا سال ۱۱۶۳ھ مطابق ۵۲-۱۷۵۰ء اور مقام بنگلور کے قریب قریہ دیون ہلی تھا۔ خود حیدر علی کی حیثیت ان دنوں ایک معمولی فوجی سردار

یا نائک سے زیادہ نہ تھی۔ سرنگاپٹن ایک چھوٹی ریاست رہ گیا تھا اور وہاں کے موروثی راجہ کو اس کے دیوان (نندراج) نے بالکل بے بس کر رکھا تھا۔ ملک میں چاروں طرف بڑی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں کے انتہائی عروج کے وقت پانی پت کی تیسری جنگ نے ان کے غرور کا سر توڑا۔ نظام علی خاں نے دکن کے کئی ضلعے واپس چھین لئے۔ دوسری طرف انگریز اور فرانسیس آپس کی جنگ میں الجھ گئے۔ اسی فرصت میں حیدر علی نے بہت سا حصہ ملک فتح کر لیا۔ نندراج دیوان کو قید میں ڈالا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کی جس کی حدود تراون کور سے کرشنا ندی تک اور ساحل ملیبار سے سرحد ارکاٹ تک پھیلی تھیں۔ محمود خاں صاحب بنگلوری کے خیال میں اسے شاہی سے بڑھ کر شہنشاہی کا رتبہ حاصل ہو گیا تھا لیکن آزاد اور قومی فرماں روا ہونے اور شاہانہ جاہ و جلال دکھانے کے باوجود حیدر علی نے علانیہ کبھی بادشاہی کا دعویٰ نہیں کیا۔ البتہ اس کا انتقال ہوا تو غالباً رسم تاجپوشی کے وقت ٹیپو نے سلطان کا خطاب اختیار کیا اور جنوبی ہند میں وہی نہ صرف پہلا بلکہ آخری سلطان گزرا ہے۔ تخت نشینی کا جشن محرم ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۲ء میں سرنگاپٹن میں دھوم دھام سے منایا گیا۔ اسی کے ساتھ پہلے انگریزوں سے پھر حیدرآباد اور مرہٹوں سے جنگ کا سلسلہ جاری رہا اور ابتدائی ۴، ۵ سال تک میسوری افواج کو اکثر معرکوں میں فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی زمانے میں کورگ کا محاصرہ اور تسخیر عمل میں آئی۔

بعض انگریزی تاریخوں میں ٹیپو کو سخت متعصب بلکہ مذہبی دیوانہ بتایا گیا ہے اور غیر مسلموں پر اس کے مظالم کی عجیب عجیب داستانیں گھڑی گئی ہیں۔ یہ زیادہ تر جھوٹی، بے سروپا اور بعض نہایت مبالغہ آمیز ہیں۔ ان مفتریات کو خود ہندو اور انگریز اہل قلم نے حالیہ کتابوں میں غلط قرار دیا ہے۔ ہندو رعایا کے ساتھ سلطان عموماً رواداری اور فیاضی کا برتاؤ کرتا تھا۔ مندروں کو معافیوں کی اسناد اور بعض مہنتوں کو اس کے عنایت آمیز خطوط اب روشنی میں آچکے ہیں۔ بایں ہمہ یہ درست ہے وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور جس حد تک اپنے دین کو سمجھتا تھا اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مسکرات کی ممانعت اور بدعات محرم وغیرہ کا حکماً انسداد اس کی مذہبی اصلاحات مانی گئی ہیں۔ البتہ فرنگی ملازمین کو شراب کشی کی اجازت دیدی تھی۔

سلطان کے فرنگی رفیقوں میں اکثر فرانسیسی تھے اور ۱۷۸۹ء میں جب انگریزوں نے عہد نامہ دوستی کے باوجود ٹیپو کے خلاف نظام اور مرہٹوں کا جتھا بنایا اور یکایک حملہ کر کے اس کا شمالی علاقہ چھین کر اتحادیوں میں بانٹ لیا تو سلطان کو انگریزوں سے اور زیادہ دشمنی اور اہل فرانس کی طرف بہت میلان ہو گیا۔ یہی جنگ تھی جس میں اس نے منادی کرائی تھی کہ جو شخص کسی انگریز سپاہی کے ناک کان کاٹ کر لائیگا اسے ایک ہُن طلائی انعام دیا جائے گا۔

اس جنگ میں شکست و نقصان کے بعد سلطان کو مرتے دم تک آزادی بچانے اور انگریزوں سے انتقام لینے کی دھن لگی رہی۔ اس شکست کے غم میں کہتے ہیں کہ اس نے پلنگ پر سونا، اچھا کھانا، اچھا پہننا، بلکہ ہنسی دل لگی تک کرنا چھوڑ دیا تھا۔ پہلے کی نسبت دوگنی تگنی فوج اور بہترین جدید اسلحہ فراہم کئے۔ کابل، ایران، اور ترکی سفیر بھیجے کہ اسے انگریزوں سے لڑنے میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد دیں۔ سلطنت فرانس کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی کئی بار کوشش کی۔ نپولین سے اس کی خط و کتابت چھاپی گئی تھی وہ صحیح ثابت ہوئی۔ البتہ سلطان ترکی نے جواب میں اسے آگاہ کیا تھا کہ حکومت فرانس انگریزوں سے زیادہ مسلمانوں کی دشمن ہے۔ ٹیپو نے برصغیر میں راجپوت ریاستوں کو بھی تاکیدی خط لکھے اور خبردار کیا کہ انگریزوں کا اگر مل کر مقابلہ نہ کروگے تو ایک ایک کر کے سب کو مغلوب کر لیں گے اور سارے برصغیر پر ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ سلطان میسور کی یہ کوشش و فہمائش جو عملاً کارگر نہیں ہوئی لیکن آئندہ تاریخ نے ثابت کر دیا کہ وہ کیسا دور اندیش اور آزادی کی حفاظت کا کتنا آرزو مند تھا۔ حتیٰ کہ اسی آزادی کی خاطر اس نے اپنی جان قربان کر دی۔

ٹیپو کی مخالفانہ سرگرمیوں سے انگریز غافل و بے خبر نہ تھے۔ خود غلام علی نے جو سفیر بن کر ترکی آیا، سلطان میسور کے خط استنبول کے برطانوی سفیر کو دکھا دیئے تھے۔ جواب میں فوجی تیاریوں کے ساتھ سلطان کے خلاف سازش کا وسیع جال تیار کیا جا رہا تھا جس میں میسور کے بڑے بڑے حکام اور درباری تک اپنے ملک و مالک کے پھانسنے کا پھندا بن گئے۔ سلطان کی بیرونی ممالک تو کیا مدد کرتے، خود اپنے ہمسائے فوجیں لے کر چڑھ آئے اور کئی بڑے امیروں، وزیروں نے اس کی تباہی میں حصہ لیا۔ آخر وقت میں بھی جب کہ دشمن قلعے میں گھس آئے اور وہ تین طرف سے گھرا ہوا لڑ رہا تھا کسی نے مشورہ دیا کہ اب لڑنا بے کار ہے۔ ہتھیار رکھ دیئے جائیں۔ یہ سن کر وہ شرارے کی مانند بھڑک اٹھا اور اپنا وہی پرانا قول دہرایا کہ دو برس گیدڑ بن کر جینے سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی صرف ایک دن شیر کی طرح زندہ رہ کر جان سے گزر جائے۔ پھر دوپہر سے شام تک بھوکا پیاسا لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ سینے پر گولی لگی اور اس زندۂ جاوید روح نے قفس عنصری کو چھوڑ دیا۔ یہ سانحہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو گزرا جب کہ سلطان شہید کی عمر پوری اڑتالیس برس کی بھی نہ ہوئی تھی۔ ■■

(بشکریہ ماہ نو، کراچی، بابت مئی ۱۹۵۷ء)

ٹیپو سلطان



O

نظر سے آج جو گزری ہیں چند تصویریں
وہ دل پہ نقش ہیں جیسے لہو کی تحریریں
بسی ہے جنگِ سرنگا پٹم آنکھوں میں
کسی شہید پہ سایہ کئے ہیں شمشیریں
غلام قوم تجھے کچھ حیا بھی آتی ہے
ہیں تیرے چاند پہ خاک افگنی کی تدبیریں
ترا چراغ سرِ شام بجھ گیا، لیکن
سحر کی بھیس میں پھیلیں گی اسکی تنویریں
مرے شہید! ترے نام پاک سے قومیں
کریں گی آئینۂ حُبِّ وطن کی تفسیریں
پیام سعیٔ سرافرازیٔ وطن ہے تو
شہید و غازی و جرّار و صف شکن ہے تو

سیاست وطن کی فضا تھی زہر آلود
ہوائے غرب تھی ناسازگار و نا مسعود
صباحِ دولتِ تیموریہ کی آئی تھی شام
پڑا تھا نیّرِ اقبال ہند سر بسجود
گلوں کو لوریاں دیتا تھا اعتبار بہار
چمن میں سبزۂ بیگانہ پا رہا تھا نمود
ہے تیرے بعد تری یاد افتخار وطن
ترا مزار ہے شمع سر مزارِ وطن
پکارتی ہیں سرنگا پٹم کی دیواریں
کہ ہم کو یاد ہیں وہ گولیوں کی بوچھاریں
دہن کشادہ ہیں چوٹوں کے گھاؤ کیا معلوم
یہ کب حمیّتِ حُبِّ وطن کو للکاریں
شہید زندۂ جاوید ہیں وہی سا ونت
جو نام پاک وطن پر لڑیں، مریں، ماریں
اس ایک جانِ گرامی پہ لاکھ جاں صدقے
اس ایک موت پہ سو عمر جاوداں صدقے

اجتبیٰ رضوی



انگریزوں سے سب سے بڑا مخالف شیرِ میسور ٹیپو سلطان

جسٹس خواجہ محمد یوسف

شہید ٹیپو سلطان برصغیر ہند میں انگریزوں کے سب سے بڑے دشمن تھے جو ساری زندگی ایسٹ انڈیا کمپنی سے لڑتے رہے اور ان کی موت کے ساتھ ہی یہ جنگ ختم ہوئی۔ انھوں نے ہندوستان کے پانچ گورنر جنرل کا مقابلہ کیا جن میں آخری لارڈ ویلسلی تھا۔ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے کے لئے ٹیپو نے وہ سب کچھ کیا جو ان کے بس میں تھا۔ انھوں نے ہندوستان کے راجاؤں سے مدد مانگی اور ایران کے بادشاہ اور عرب حکمرانوں سے بھی مدد کی التجا کی۔ فرانس کے انقلابیوں سے بھی تعلقات پیدا کئے اور جیکوبین کلب کے ممبر بھی بن گئے۔ انھوں نے قسطنطنیہ اور دیگر ممالک میں اپنے ایلچی بھیجے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب انگریزوں کے سامنے ہندوستانی سرِ تسلیم خم کر رہے تھے۔

نواب حیدر علی نے ارکٹ میں ٹیپو مستان اولیا کے مزار پر حاضری دی اور اللہ سے ایک شہزادہ کے لئے دعا کی۔ دعا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہوئی اور فاطمہ بیگم عرف فخر النساء کے بطن سے جمعہ کے دن 10 نومبر 1750ء کو ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام ٹیپو رکھا گیا۔ شہزادہ کی تعلیم باکمال اساتذہ کی نگرانی میں ہوئی۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی اور فرانسیسی کے علاوہ علم فقہ، فلسفہ، طب اور علم نجوم کی تعلیم کا خاص لحاظ رکھا گیا۔ اپنے والد کے ساتھ وہ ہمیشہ فوجی مشق میں شامل ہوا کرتے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں یہ بچہ ایک بہادر سپاہی بن کر ابھرا اور چند سال کے اندر ہی حیدر علی نے اسے جنرل کے عہدہ پر فائز کر دیا۔ ٹیپو کی بہادری اور شجاعت کی شہرت ہر چہار طرف ہونے لگی اور عوام نے اس نوجوان کو "شیرِ میسور" کے لقب سے نوازا۔

پہلی جنگ میسور جب 1767ء میں چھڑی تو نظام اور مرہٹوں نے فرنگیوں کی مکمل تائید کی۔ نواب حیدر علی نے ٹیپو کو نادر تحفوں کے ساتھ نظام کے پاس بھیجا جو اس وقت بنگلور میں خیمہ زن تھے۔ گفتگو میں ٹیپو نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیا اور کچھ مدت کے لئے نظام کو اپنے ارادوں سے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے۔

ٹیپو سلطان میسور کے تخت پر 1782ء میں جلوہ افروز ہوئے۔ حیدر علی نے 88 ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک بہترین فوج ورثہ میں چھوڑی تھی اور اس وقت یہ ہندوستان کی سب سے اچھی فوج تھی۔ اس کے ساتھ ایک بڑا خزانہ سرینگاپٹم اور بیدنور میں محفوظ تھا لیکن بیدنور کا خزانہ ٹیپو کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ تخت پر بیٹھتے ہی ٹیپو نے فوج کی طرف زیادہ توجہ دی۔ ٹیپو نے فرانسیسی فوجی افسروں کی مدد سے اپنے توپ خانوں کی از سرِ نو تشکیل کی اور ساتھ ہی ساتھ ایک بحری بیڑہ قائم بھی کیا۔

تیسری جنگ میسور 1791ء کے صلح نامہ کے مطابق نہ صرف ٹیپو کی سلطنت آدھی رہ گئی بلکہ ساڑھے تین کروڑ روپیہ کا ہرجانہ، تمام انگریز قیدیوں کی رہائی اور ساتھ ہی ساتھ ٹیپو کے دو شہزادوں کو انگریزوں کے ہاتھوں ضمانت رکھنا پڑا۔ اس اذیت ناک شرائط صلح کے بعد ٹیپو نے سرینگاپٹم کے قلعہ کو کافی مضبوط بنانا شروع کیا لیکن اپنے ہی لوگوں نے انھیں دغا دی۔ 1799ء میں سرینگاپٹم پر انگریزوں کے قابض ہونے کا سبب ٹیپو کے افسروں کی غداری اور نظام اور مرہٹوں کی ٹیپو سے بے وفائی تھی اور اسی وجہ سے لارڈ کارنوالس کو فتح نصیب ہوئی۔ ٹیپو کو انگریزوں کا مقابلہ اکیلے کرنا پڑا۔ آخری جنگ میسور کے دوران ہیرس نے ٹیپو کو مندرجہ ذیل شرائط پیش کئے:

تمام فرانسیسی افسران اور فوج کو برطرف کیا جائے، باقی آدھی سلطنت انگریزوں کے حوالے کی جائے، بیس لاکھ پونڈ ہرجانہ ادا

کیا جائے اور چار شہزادوں اور چار اعلیٰ افسروں کو انگریزوں کے حوالے کیا جائے۔ غیور ٹیپو نے ان شرائط کو ٹھکراتے ہوئے جنگ کا عزم کیا لیکن غداروں کی ٹولی نے اس بہادر کی چلنے نہ دی۔ آخر کار ٹیپو کو اپنے تخت، اپنے ملک اور اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

میسور پیلیس میوزیم میں محفوظ دستاویزیں ٹیپو سلطان کی زندگی اور شخصیت پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ وہ اپنے رعایا میں مقبول تھے اور آج تک میسور کے لوگ ان کا نام احترام سے لیتے ہیں۔ اپنے ملک کی ترقی کے خواہاں ٹیپو نے اکبر اعظم کی بہت سی خوبیاں پائی تھیں۔ انھوں نے نئے سکے ایجاد کئے۔ نئے کلینڈر کا استعمال کیا اور ساتھ ہی ساتھ پیمائش اور وزن کے نئے طریقے ایجاد کئے۔ جسم فروشی اور شراب خوری پر پابندی عائد کی، انسداد رشوت کے لئے کڑے قوانین نافذ کئے۔ صنعت کو فروغ دینے کے لئے ملک میں چھوٹی فیکٹریاں قائم کیں۔ نظام حکومت میں مغربی طرز کے اصلاحات کئے۔ مالابار کے علاقوں میں سڑکوں کا جال بچھا دیا اور زراعت کی ترقی کے لئے آب پاشی پر خصوصی توجہ دی۔ ٹیپو نے خفیہ محکمہ کو فعال اور متحرک بنایا۔ سلطان خود بھیس بدل کر رعایا کے حالات بچشم خود دیکھا کرتے تھے۔ چند یوروپین مورخ رینل، مل، مور، میکنزی، ڈائرم اور شور ایک زبان ہو کر رقمطراز ہیں کہ ٹیپو اپنے زمانہ میں ہندوستان کا سب سے مقبول حکمراں تھا۔ اس کے عہد میں عوام آسودہ حال تھی اور زراعتی ترقی میں میسور سارے ملک میں آگے تھا۔ "ہسٹری آف ٹیپو سلطان" کے فاضل مصنف پروفیسر محب الحسن لکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان برصغیر کے بڑے حکمرانوں میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

ٹیپو سلطان علم دوست تھے اور ان کے دربار میں علماء، ادباء اور شعراء کی بڑی عزت تھی۔ وقت فرصت وہ ان سے مختلف موضوع پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ اسٹیوارٹ رقمطراز ہے کہ ٹیپو کے ذاتی کتب خانہ میں کم از کم دو ہزار عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور اردو کے قلمی نسخے موجود تھے جن کا تعلق حدیث و تفسیر کے علاوہ فلسفہ، فوجی سائنس، موسیقی، قانون، شاعری وغیرہ سے تھا۔ اس کتب خانہ کے بہت سارے نسخے لندن لائبریری، پیرس میوزیم، اور بنگلور

کی مائی تھیک سوسائٹی میں محفوظ ہیں۔ مغل شہنشاہوں کی طرح ٹیپو کو بھی خطاطی کا بڑا شوق تھا۔ انھوں نے خوش نویسی کے چند اصول بھی وضع کئے تھے۔ رئیس اور میکنزی نے ان کے ذوق عمارت سازی کی داد دی ہے۔ ایک انگریز مورخ نے سرینگا پٹم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ٹیپو کے زمانہ میں یہ ہندوستان کا سب سے خوش نما شہر تھا اور یہاں کے باشندے بہت خوش حال تھے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ٹیپو سلطان مذہبی عصبیت سے پاک تھے۔ آج بھی سرینگا پٹم میں سری رنگا ناتھ سوامی مندر ٹیپو کی جامع مسجد کے سامنے اس سلطان کی مذہبی رواداری کا ثبوت دیتا ہے۔ بنگلور میں ٹیپو کے محل سے منسلک مندر ان کی ہندو مسلم اتحاد کی دلیل ہے۔ گاندھی جی نے "ینگ انڈیا" میں ٹیپو کے متعلق لکھا ہے: "میسور کے حکمراں کے دل میں خدا کا خوف تھا اور وہ انصاف پسند تھا۔ ہمدردی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ ہندوؤں کو اپنا بھائی سمجھتا تھا اور انھیں پوری عزت دیتا تھا۔ اس نے پرنیا نامی ایک ہندو کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔"

(پرنیا وزیر اعظم نہیں بلکہ محکمۂ دفاع کا وزیر تھا اور میر میران کا درجہ رکھتا تھا۔ اس نے ٹیپو سے بے وفائی کی)۔

ٹیپو سلطان کے آخری دنوں کے حالات بڑے ہی دردناک ہیں۔ انگریز سرینگا پٹم کا محاصرہ کر چکے تھے اور ٹیپو قلعہ میں اپنی پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے۔

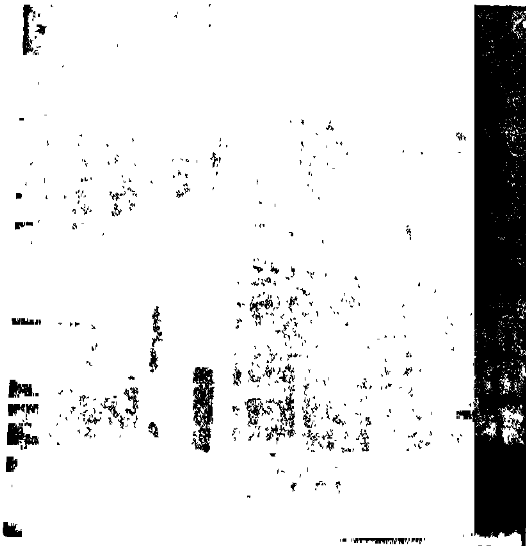
جب انگریزی فوج نے قلعہ کے حدود میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ٹیپو نے جنگی لباس زیب تن کیا اور حمائل شریف گلے میں ڈال کر میدان جنگ میں نکل پڑے۔ جنرل غفار کی موت کی خبر سنتے ہی وہ اپنے پسندیدہ گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ سے باہر نکل آئے۔ اپنے بادشاہ کو دیکھ کر فوج میں زبردست جوش پیدا ہوا اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے لئے انگریزوں کے ہراول دستہ کو رک جانا پڑا۔ ٹیپو کی فوج نے کچھ پیش قدمی کی۔ ٹیپو ایک معمولی سپاہی کی طرح بہادری سے لڑتے رہے۔ اسی درمیان ایک گولی ان کے سینے کی داہنی طرف آ لگی۔ سخت تکلیف کے باوجود خون سے لت پت وہ لڑتے

ہی رہے تھے کہ دو گولیاں یکے بعد دیگرے ان کے سینے کی بائیں طرف چیرتی ہوئی نکل گئیں۔ سلطان بے ہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ محافظ سپاہیوں نے انھیں ڈولی پر قلعے کے اندر لے جانا چاہا لیکن راستہ لاشوں سے پُر تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیپو کو ہوش آیا تو انھوں نے خود کو محافظوں کے درمیان گھرا پایا۔ اسی اثناء میں انگریزی فوج کی ایک ٹولی ٹیپو کی طرف بڑھی اور محافظوں کو منتشر کرتے ہوئے سلطان تک جا پہونچی۔ ایک فرنگی سپاہی نے زمرد سے جڑی پیٹی ٹیپو کی پگڑی اور تلوار کے دستے سے نکالنے کی کوشش کی۔ انگریز مورخ بیٹن لکھتا ہے کہ نیم بے ہوش ٹیپو نے اس گورے پر تلوار کی ایک ضرب کاری لگائی ہی تھی کہ ایک دوسرے انگریز نے سلطان کے سر پر گولی داغ دی اور اس طرح شیر میسور میدان جنگ میں ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اللہ کے پیارے ہو گئے۔

ٹیپو کے شہید ہونے کے بعد فرنگی فوج نے شاہی محل پر قبضہ کر لیا اور تمام شہزادے اور سلطان کے دوسرے رشتہ دار گرفتار کر لئے گئے۔ محل کے اندر بھی مردوں اور زخمیوں کی کافی تعداد پڑی تھی۔ رات گئے میجر بیرڈ کو خبر ملی کہ ٹیپو مارے گئے۔ وہ فوراً ایک فوجی دستے کے ساتھ قلعے کی طرف بڑھا اور مشعل کی مدد سے ایک ایک مردے کو دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ ٹیپو سلطان کی لاش مل گئی اور اس کی مکمل شناخت بھی ہو گئی۔ لاش کو ویلیسلی کے سامنے لایا گیا۔ میجر ایلین لکھتا ہے: "جسم بالکل گرم تھا اور تھوڑی دیر کرنل ویلیسلی اور میں اس خیال میں رہا کہ یہ زندہ ہے لیکن نبض اور دل پر ہاتھ رکھنے کے بعد یہ شک دور ہوا۔ بہادری اور شجاعت اس کے چہرے سے عیاں تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ انسان عام سطح سے بہت اونچا تھا۔"

دوسرے دن وطن پر قربان ہونے والے شہید کا جنازہ اٹھا اور ٹیپو اپنے والد کے قریب لال باغ میں دفن کئے گئے۔ میجر ایلین پھر رقمطراز ہے: "جنازہ کے راستہ میں عوام امنڈے پڑتے تھے اور لوگ چیخ چیخ کر آہ و زاری کر رہے تھے۔"

اس کے بعد جیسا کہ انگریزوں کا ہمیشہ قاعدہ رہا ہے لوٹ مار کا بازار گرم ہوا۔ شہر کو لوٹنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی گئی۔



• کلکتہ میں ٹیپو سلطان کی مسجد

مکانوں کو نذر آتش کیا گیا اور عوام پر طرح طرح کے مصائب توڑے گئے۔ فاتح فوج خزانہ لوٹنے میں مشغول ہو گئی اور بیش بہا دولت انگریزی فوج نے آپس میں بانٹ لئے۔ سلطان کے تخت میں لگا ہوا طلائی شیر شاہی خزانہ کی زینت کے لئے انگلستان بھیج دیا گیا۔

ٹیپو کے لڑکوں اور رشتہ داروں کو ویلور کے قلعہ میں میں نظر بند کیا گیا اور سالانہ سوا دو لاکھ پگوڈا ان لوگوں کا پنشن مقرر ہوا۔ جب ۱۸۰۷ء میں ویلور میں ہندوستانی سپاہیوں نے بغاوت کی تو شہزادوں پر شک کرتے ہوئے انھیں کلکتہ منتقل کیا گیا جہاں ان کے رشتہ دار آج بھی موجود ہیں۔ کلکتہ میں ٹیپو سلطان کی مسجد شہید کی یاد تازہ کرتی ہے جسے ٹیپو کے صاحبزادے پرنس غلام محمد نے از سر نو تعمیر کرایا تھا۔ ٹیپو خاندان کی ایک معزز ہستی پرنس کامگار شاہ کی تھی جن کا انتقال کلکتہ میں ہوا۔ ان کے صاحبزادے صاحبزادہ محمد حسین شاہ ہیں جو میسور فیملی فاتحہ فنڈ کے سکریٹری ہیں۔ حیدر علی شاہ بھی شہید ٹیپو کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس خاندان کی معاشی حالت اچھی نہیں ہے۔ حیدر علی کے ورثہ کیلئے کلکتہ ہائی کورٹ نے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا ہے۔



(۱)

جسم کیا جسم کا تڑپنا کیا
روحِ بیکار تو سکون سے ہے
ارضِ بنگال ہو کہ خاکِ دکن
سُرخ رو سب اُسی کے خون سے ہے

(۲)

یہ وہ چہرہ ہے چومتا تھا جسے
مطلعِ آفتابِ آزادی
یہ وہ آنکھیں ہیں جن سے روشن تھے
کتنی آنکھوں میں خوابِ آزادی

(۳)

سینکڑوں آئینوں کی زینت ہے
ایک نقشِ دوام ٹیپو کا
آج تک مرتسم ہے ذہنوں پر
کام ٹیپو کا، نام ٹیپو کا

— اعزاز افضل —



ٹیپو سلطان شہید: واقعہ شہادت و تفاصیل متروکات

حکیم فیض عالم صدیقی

میجر ایلین لکھتا ہے کہ شہادت کے وقت سلطان کے جسم پر سفید قمیص اور پھولدار چھینٹ کا ڈھیلا پاجامہ تھا اور سُرخ رنگ کے ریشم کا کپڑا کمر کے گرد لپٹا ہوا تھا۔ ایک قیمتی پیٹی بھی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جسم پر گولیوں کے چار نشان تھے تین جسم کے مختلف حصوں پر اور ایک کنپٹی پر۔ ۴ مئی کو سلطان جب محل سے برآمد ہوئے تو گلے میں موتیوں کا ایک قیمتی ہار تھا۔ مگر شہادت کے وقت سلطان کے خادم خاص راجہ خان نے بیگمات کو پہنچانے کے لئے اتار لیا تھا مگر بیگمات تک نہ پہنچا۔

کانسٹنس پارسنس کہتا ہے کہ ڈی مرون رجمنٹ کے ایک سپاہی کر سچینو نامی پر شبہ ہوا۔ اس لئے کہ اسی سپاہی کو سلطان کی شہادت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ کرسچینو اور اس کے خاندان کی بڑے عرصے تک خفیہ نگرانی ہوتی رہی مگر اس خاندان کی مالی حالت میں کچھ فرق نہ آیا۔

ایک اور تاریخ داں ڈیسینٹ فورسیٹ نے گہری چھان بین کے بعد ۴ مئی کے جو واقعات قلمبند کئے ہیں۔ ان سے چند ایک اختصار کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں:

سرنگا پٹم میں طوفانی حملے کا پلان بالکل تیار تھا۔ حملہ کرنے والی فوج کی نفری ۴۳۷۶ تھی اس میں ۲۴۹۴ انگریز تھے اور ۱۸۸۲ ہندوستانی تھے حملے کا وقت ڈیڑھ بجے دوپہر مقرر کیا گیا کیونکہ توقع تھی کہ اس وقت دشمن (سلطان شہید کی فوج) تیاری میں نہیں ہوگا اور انگریزوں کی یہ توقع پوری ہو گئی۔ میں کہتا ہوں کہ واقعات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان شہید کے غدار درباریوں کی سازش سے انگریزوں نے حملے کا یہ وقت رکھا۔ ادھر انگریزوں نے حملہ کیا ادھر میر قاسم رہنمائی کے لئے ان کے پاس پہنچ گیا اور دوسری طرف میر صادق نے فوج کی تنخواہ تقسیم کرنے لگا یہ کون سا وقت تھا۔ غرض یہ کہ ڈیڑھ بجے حملے کا وقت ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت "غداران مملکت خداداد" کے ایماء کے مطابق ہی مقرر ہوا تھا۔ فورسیٹ کے الفاظ ہیں کہ صادق نے تنخواہ کی تقسیم کا اعلان انگریزوں کے ایماء پر کیا تھا۔ جب فوج مورچے چھوڑ کر تنخواہ حاصل کرنے کے لئے خزانے کے دروازے پر جمع ہوئی تو میر صادق نے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر سفید رومال ہلا کر انگریزوں کو حملہ کرنے کا اشارہ کر دیا۔ سابقہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان قلعہ کے دروازہ سے اندر داخل ہو کر نئے سرے سے مدافعانہ جنگ کا ارادہ کر چکے تھے مگر جب وہ دروازہ پر پہنچے تو دروازہ بند پایا۔ یہ دروازہ بھی میر صادق نے بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ اگر سلطان کو اندر داخل ہونے کا موقع مل جاتا تو شاید حالات کچھ اور ہوتے۔ مگر سلطان اسی دروازہ کی محراب کے نیچے خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اس مقام پر بھی دروازہ کا نام پانی کا دروازہ بیان کیا گیا ہے۔

شب آخر آمد و افسانہ از افسانہ می خیزد، بعض مورخین کا خیال ہے کہ سلطان شہید اس جنگ میں بھی کامیاب ہو جاتے مگر ایک تو غداروں کی سازشیں پورے عروج پر پہنچ چکی تھیں اور دوسرے سلطان کی فوج میں بھی وہ جوش و خروش نہ تھا اور تیسرے شاید سلطان کو معلوم ہو چکا تھا کہ میں اس جنگ میں شہید ہو جاؤں گا اس لئے پہلی جنگوں کی طرح اس جنگ میں وہ اس مقام پر نظر نہیں آتے جس مقام پر پہلی جنگوں میں ہم انھیں دیکھ چکے ہیں۔ اس روز فورسیٹ کے بیان کے مطابق سلطان نے بے دریغ خیرات کی۔

چوتھی بات یہ کہ سلطان نے اپنے تین کمانڈروں کو جن میں سے ایک سید تھا اور دوسرا قمرالدین اور تیسرا نواب محمد رضا خان شہر کے باہر اپنے دستوں کے ہمراہ انگریزوں کا حملہ روکنے کے لئے تعینات کر رکھا تھا مگر پہلے دونوں اپنے اپنے دستوں کو لے کر ادھر ادھر ہو گئے تھے اور نواب محمد رضا خان شہید ہو گئے۔ سلطان کے تمام امراء میں صرف سید غفار، راجہ خان اور ایک فرانسیسی بریگیڈیر اور چند فرانسیسی افسر وفادار تھے۔

سلطان نے فرانسیسی افسروں کو اپنے حضور طلب کر کے صورت حالات ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ موجودہ حالات کو تم دیکھ رہے ہو۔ کوئی قابل اطمینان بات باقی نہیں رہی۔ جن لوگوں کو میں اپنا اعتباری اور وفادار تصور کرتا تھا۔ اب ان آنکھوں سے ان کی بے وفائی اور غداری کے مناظر دیکھ رہا ہوں۔ دشمن زوروں

پر ہے اس کی طاقت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی ہے۔ اب کیا کرنا چاہئے؟

فرانسیسی افسروں کو معلوم ہو چکا تھا کہ اب یہ سلطنت چند گھنٹوں یا چند دنوں کی مہمان ہے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خلیفہ اسلام بھی ہمارے خلاف ہے۔ وہ اب میسور سے بھاگ کر اپنی کسی نوآبادی میں پہنچ چکے تھے مگر انھوں نے حق نمک ادا کر کے دکھا دیا۔

چنانچہ سبھوں نے تسلیمات بجالا کر عرض کیا۔

اعلیٰ حضرت ہمارے ولی نعمت ہیں۔ ہم نے حضور کا نمک کھایا ہے۔ یہ آپ کی عنایت تھی کہ آپ نے ہم پر اعتماد کیا۔ ہم وفادار ہیں۔ جہاں حضور کا پسینہ گرے گا ہم وہاں اپنا خون گرائیں گے اگر حضور ہماری رائے کو پسند فرمائیں تو جواہرات کی پیٹیاں، اشرفیوں کے صندوق، توشہ خانہ کا قیمتی سامان لے کر حرم سرا کی خواتین کے ساتھ رات کی خاموشی میں قلعہ معلّٰی سے باہر تشریف لے جائیں اور دس ہزار سوار پانچ ہزار باقاعدہ پیادہ فوج اور بیس ضرب توپ لے کر ڈبل کوچ کر کے قلعہ چلدرگ چلے جائیں اور اپنے معتمد اور وفادار افسروں اور جانثاروں سرداروں کو مختلف کاموں پر مامور فرما جائیں۔ یہ قلعہ ہمارے سپرد کر دیں۔ جب تک ہم میں سے ایک متنفس بھی باقی رہے گا۔ دشمن قلعہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اگر آپ اس بات کو پسند نہ فرمائیں تو ہم تمام فرانسیسیوں کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیں۔ ان کا مقصد بس یہی ہے اور جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے تو مصالحت کا ہاتھ آپ کی طرف بڑھائیں گے۔ پرخاش اور جنگ و جدل کے بادل چھٹ جائیں گے امن اور آشتی کا نیر عالم تاب نکل آئے گا۔

سلطان پر اس تقریر کا بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے ان کی بہادری، نمک حلالی اور وفاداری کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ میں اپنے دوستوں کو دشمنوں کے حوالے کر دوں خواہ میری سلطنت ہی کیوں نہ تباہ ہو جائے۔

ڈینز فورسیٹ لکھتا ہے کہ سلطان کے معتمد خاص راجہ خان نے جب سلطان زخمی ہو چکے تھے ان کی جسمانی حالت اور اپنی فوجی کیفیت دیکھ کر کہا:

عالی جاہ! انگریز اندر آ گئے ہیں۔ آپ کسی انگریز افسر کے سامنے ہتھیار ڈال کر جنگ بند کر دیں۔

سلطان نے غصے سے کہا۔ کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔ خاموش رہو۔

سابقہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ سلطان کی شہادت سے انگریزی

کمانڈر بے خبر تھے۔ سرنگاپٹم پر انگریزی فوج کا قبضہ ہو چکا تھا مگر سلطان کے متعلق کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ چنانچہ میجر ایلن کو یہ ڈیوٹی تفویض کی گئی کہ وہ سلطان کو تلاش کر کے اس سے ہتھیار ڈلوائے۔ میجر ایلن سفید جھنڈا ہاتھ میں لے کر محل کی طرف روانہ ہوا۔ میر ندیم قلعدار اور چند فوجی افسر سامنے آئے۔ انھوں نے اس خیال سے میجر ایلن کو باتوں میں لگا لیا کہ اتنے وقت میں سلطان کو کہیں نکل جانے کا موقع مل جائے گا۔

میجر ایلن محل میں داخل ہوا جہاں سلطان کے دو معصوم بیٹے عبدالخالق عمر دس سال اور معزالدین عمر گیارہ سال موجود تھے۔ میجر ایلن نے ان سے پوچھا تمہارا باپ کہاں ہے؟ انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اتنے میں انگریز جنرل بیرڈ بھی آ گیا۔ اس نے دونوں شہزادوں کو دھمکی دی کہ اگر تم نے اپنے باپ کا پتہ نہ بتایا تو تمہیں گولی مار دی جائے گی مگر انہیں خود معلوم نہ تھا کہ وہ کیا بتاتے۔ سہم کر رہ گئے۔ شہزادہ فتح حیدر حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے چند جانثاروں کو ہمراہ لے کر قلعہ سے نکل گیا۔

انگریزی فوج نے محل کا کونہ کونہ چھان مارا مگر سلطان نہ ملا۔ اب لاش کو مقتولوں میں تلاش کیا جانے لگا۔ ایک جگہ سلطان کی پالکی پڑی ہوئی ملی اور اس کے قریب ہی ایک نیم جان آدمی نظر آیا۔ خیال کیا گیا کہ یہی سلطان ہے مگر وہ راجہ خان تھا۔ اس نے اشاروں سے بتایا کہ سلطان کی لاش ان لاشوں میں ہے اور وہ خود شہید ہو گیا۔

میجر ایلن نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ سلطان کی آنکھیں کھلی تھیں اور جسم بالکل گرم تھا۔ کرنل ویلزلی بھی پہنچ گیا۔ ولزلی کہتا ہے شمعوں کی روشنی میں ہم نے خیال کیا کہ سلطان ابھی زندہ ہے مگر جب نبض پر ہاتھ رکھا تو شک رفع ہو گیا۔ سلطان کے جسم پر چار زخم گولی کے تھے اور دو تلوار کے تھے۔ دائیں کان کے قریب ایک زخم گولی کا تھا۔

ڈینز فورسیٹ اپنی تالیف "ٹائیگر آف میسور" میں لکھتا ہے کہ سلطان کی لاش پالکی میں ڈال کر اس کے افسروں کے حوالے کر دی گئی جو اسے محل میں لے گئے تمام رات اور دوسرا تمام دن لاش محل کے صحن میں رکھی رہی۔ ہزاروں افراد دھاڑیں مارتے ہوئے آتے اور اپنے محبوب بادشاہ کی آخری زیارت کرتے رہے۔

۵ مئی شام کو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے سلطان کو اپنے باپ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا ع خوش درخشید ولے شعلہ مستعجل بود؟

سرنگاپٹم اور اس کے باشندوں کے لئے یہ کرب و اندوہ کا پیغام تھا۔ جب سلطان شہید کی میت کو اپنے بابا سلطان حیدر علی کے پہلو میں اپنی ابدی آرام گاہ میں اتارا جارہا تھا تو آسمانی بجلیاں اپنے پورے جبروت و جلال سے لوگوں کی آنکھوں کو چندھیا رہی تھیں اور ان کی کڑک سے کانوں کے پردے پھٹے جارہے تھے صرف طوفانِ برق و رعد ہی نہ تھا بلکہ طوفان باد و باراں نے سرنگاپٹم پر لرزہ طاری کر دیا تھا۔

۴ مئی ۱۷۹۹ء کو سلطان شہید ہوئے۔ ۵ مئی کو انھیں ہزاروں آنکھوں نے سیلاب ہائے اشک رواں کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ اسی مہینہ میں ٹھیک ۳۲ سال بعد سید احمد اور شاہ اسماعیل بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہوئے اور اسی مہینہ میں ۵۸ سال بعد میرٹھ کی چھاؤنی میں جنگ آزادی کی ابتدا ہوئی۔

سلطان شہید انگریز استعمار کے سامنے تیغِ بے نیام تھے۔ ان کی شہادت پر لیفٹیننٹ جنرل ہیرس کی زبان سے بے اختیار یہ کلمہ نکلا:

"آج ہندوستان ہمارا ہے"

ادھر سلطان کی تدفین کے انتظام کئے جارہے تھے اور ادھر فرنگی خباثت پورے زور سے شہر کی لوٹ مار میں مصروف تھی۔ سینکڑوں مکان جل کر پیوند زمین ہوگئے۔ تمام شہر میں کوئی گھر ایسا نہ بچا جہاں فرنگی ڈاکوؤں کے ہاتھ نہ پہنچ چکے ہوں۔ مگر لوگوں کو اپنے مکانوں کے جلنے، اپنی پونجی کے لٹ جانے کا اتنا غم نہیں تھا جتنا صدمہ انھیں سلطان کی شہادت کا تھا۔ سلطان کو قبر میں اتارنے کی تیاریاں ہورہی تھیں کہ چند انگریز افسر انھیں آخری بار دیکھنے کے لئے آگئے۔ چہرے پر ابدی سکون اور طمانیت کا ہالہ تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ سلطان ابھی زندہ ہے ایک انگریز افسر نے جیب سے چاقو نکالا اور سلطان کی ایک طرف کی مونچھ کاٹ کر جیب میں ڈال لی اور کہا میں اسے یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھوں گا۔ جنازہ اٹھایا گیا تو تھوڑی توپیں داغ کر سلامی دی گئی۔

سلطان فتح علی ٹیپو کی شہادت ایک بلند ہمت مجاہد، ایک شیر دل حکمراں اور رعایا کے ایک محبوب بادشاہ کی موت نہ تھی بلکہ ہندوستانی عوام کی حفاظت کے لئے ایک بے نیام تلوار تھی جو ٹوٹ گئی۔ اس تلوار کے ٹوٹ جانے کے ساتھ حفاظت وطن کا ہر ہنگامہ عمل مر گیا۔ سلطان ملک کے بچاؤ کے لئے فولادی دیوار تھا جو برسوں استعماری اور استحصالی ملکی اور غیر ملکی قوتوں کے سامنے بیباکانہ ڈٹا رہا مگر اس کے شہید ہوتے ہی وہ شمع آزادی گل ہوگئی جس سے برصغیر میں اسلامی قدریں اپنی زندگی کا احساس دلا رہی تھیں۔

سلطان شہید کی شہادت ایک فرد واحد کی شہادت نہ تھی بلکہ ہندوستان

کے جہاد و استقلال کی موت تھی۔ "شمشیر گم شدہ" سے تاریخ شہادت نکلتی ہے۔

سلطان شہید کے متروکات:

سلطان کی شہادت کے بعد جس طرح ان کا کتب خانہ انگلینڈ پہنچادیا گیا اسی طرح سلطان کے استعمال میں آنے والی دوسری اہم اشیاء بھی وکٹوریہ البرٹ میوزیم لندن میں پہنچادی گئیں۔

انگریز قوم کی اس خوبی سے کسی کو انکار نہیں کہ انہوں نے اپنے مفتوحہ ممالک کے مغلوب حکمرانوں کی اہم چیزیں نہایت احتیاط سے محفوظ رکھی ہیں۔

وکٹوریہ البرٹ میوزیم میں قدیم و جدید فنون و علم کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے جو دنیا کی ممتاز قوموں کے تمدن اور اس کی ترقی کی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے۔

وکٹوریہ البرٹ میوزیم کے تیس کمرے ہندوستان کی صنعت و حرفت سے پُر ہیں۔ میوزیم کے ایک حصے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور کا ہندوستانی اثاثہ ہے اس حصے کے صدر دروازے پر انڈین سیکشن جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔

آج بھی پاک و ہند کا جو سیاح اس میوزیم کی سیر کے لئے وہاں پہنچتا ہے اور جب اس کی نظر انڈین سیکشن کے الفاظ پر پڑتی ہے تو اس کے قدم بے اختیار اس حصے کی طرف بڑھتے ہیں۔

دروازہ پر کالی وردی میں ملبوس ایک گورا ٹہلتا نظر آئے گا۔

دروازے سے گھستے ہی سب سے پہلے آپ کی نظر جے پور کے ہوا محل کے پیتل کے ماڈل پر پڑے گی اور چند اور چیزیں آپ کو اپنی طرف متوجہ کریں گی۔

مگر یہاں صرف سلطان شہید کے "تبرکات" کا ذکر مقصود ہے۔ آپ تمام انڈین سیکشن میں گھوم جائیں مگر جو کشش سلطان شہید کے متروکات میں ہے وہ آپ کو اور کہیں نہیں ملے گی آپ اس وقت بے اختیار خوشی، غمی، حسرت، افسوس، فخر و تاسف اور غیر معمولی سی کسک اپنے اندر محسوس کریں گے اور آپ کا وجدان کاش کر رہا ہوتا تو کیا ہوتا؟ ایسا کیوں ہوا، اس طرح نہیں ہونا چاہیے تھا، اگر اس طرح ہوجاتا تو اس کے نتائج اس قسم کے ہوتے۔ کاش کہ صادق، غلام علی، میر قاسم وغیرہ پیدا نہ ہوتے۔ کاش کہ خلیفۃ المسلمین سلطان کی حوصلہ افزائی کرتا۔ کاش کہ زماں شاہ شیعی و سیسہ کاریوں کا شکار نہ ہوتا۔ کاش کہ نپولین کا خط شریف مکہ غداری کرکے انگریزوں کے حوالے نہ کرتا ـــــــ تو برصغیر فرنگی سامراج کے استحصالی پنجوں میں نہ جکڑا جاتا اور پورے برصغیر کا پورا نقشہ کچھ اور ہی نظر آتا مگر یہ کاش ازل سے کاش ہی چلا آرہا ہے۔

سلطان شہید کا مزار سرنگاپٹم میں ہے۔ مگر جب ایک سیاح کی نظر

ان چیزوں پر پڑتی ہے تو اسے ہر چیز کے اندر سلطان کا ایک مزار نظر آتا ہے۔

آپ اپنے چند قیمتی لمحات وقف کیجئے اور میرے ساتھ چلئے ان چیزوں کو دیکھنے کے لئے اپنی ظاہری بصارت کے ساتھ میری قلبی بصیرت میں اگر شامل ہو کر ان کو دیکھیں گے تو آپ کا وجدان آپ کو کئی بلندیوں سے اوپر لے جائے گا۔

لیجئے۔ اس سامنے والے صندوق میں ایک شمشیر آپ کو نظر آرہی ہے۔ یہ شمشیر ایرانی بے وضع بنا ہے۔ قبضہ پر سونا چڑھا ہوا ہے جس میں نقاشی بھی ہے مگر اب یہ نقاشی اپنی آب و تاب کھو چکی ہے۔ تلوار پر سنہری حروف میں ٹیپو سلطان کے لفظ صاف پڑھے جاتے ہیں۔ کیا عجب یہ وہی تلوار ہو جو آخری وقت سلطان کے ہاتھ میں تھی اور سلطان نے دم واپسیں کے وقت اسی تلوار سے حملہ آور انگریز کا گھٹنا کاٹ پھینکا ہو۔ اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ تلوار کی میان گم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ننگی تلوار گویا عالم برزخ سے سلطان کی روح کی پکار ہے کہ لوگو! تم باطل کے لئے ننگی تلوار ہو۔

آپ اس تلوار میں گم ہو کر رہ گئے ہیں، ذرا آگے بڑھئے، دیکھئے اس سامنے والے صندوق میں سلطان کا آہنی خود نظر آرہا ہے۔ کناروں پر سونے کی بیل ہے۔ مگر میرا تصور خیال مجھے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کے سرنگا پٹم کے غروب ہوتے ہوئے شفق آلود سورج کی طرف لئے جا رہا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہی خود سلطان شہید کے سر کی زینت ہے اور سلطان زخموں سے چور سرنگا پٹم کی دیواروں پر نہیں، بلکہ عالم الفناء کی گرتی ہوئی دیواروں پر الوداعی نظریں ڈالتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔

ایک مقام پر سلطان شہید کا ٹوپ ہے۔ چمڑے کے استر پر ایک ایک انچ موٹی روئی کی تہہ ہے۔ اس پر چینٹ کا استر اور اس پر زربفت منڈھا ہوا ہے۔ یہ ٹوپ اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ آدمی پیشانی اور گردن اور کندھے ڈھانپ لیتا ہے۔ فارسی میں اندر کی طرف کچھ لکھا ہوا ہے۔

انگریزی عبارت پڑھی جاتی ہے کہ ٹوپ کا تمام میٹریل زمزم کے پانی سے دھلا ہوا ہے اور اس کا یہ فائدہ ہے کہ اس پر دشمن کا کوئی حربہ اثر نہیں کر سکتا۔ یہ ہے سلطان کے دینی رجحان کا نقطۂ انجام! ایک خانے میں سلطان شہید کے دستانے ہیں جو کہنی سے کلائی تک حفاظت کا کام دے سکتے تھے۔

اسی خانہ میں سینہ بند ہے جو سینے اور پشت کی حفاظت کے لئے ہے۔

زین پوش۔ یہ قرمزی رنگ کا ہے۔ اس کی لمبائی چار فٹ آٹھ انچ اور چوڑائی چار فٹ ساڑھے آٹھ انچ ہے۔ مخمل پر نہایت اعلیٰ زری کا کام ہے۔ کاریگر نے نہایت



● سرنگا پٹم کی مسجد اعلیٰ سنہ ۱۲۰۲ھ

نزاکت اور صفائی سے کام کیا ہے۔ پیتل کی ڈیڑھ گز لمبی ایک توپ ہے جس کے منہ پر گینڈے کی شکل ہے۔

مگر سب سے عجیب اور حیرت انگیز چیز ایک عجیب قسم کا ساز ہے جو دنیا بھر میں اپنی وضع میں اکیلا ہے۔ پھر آپ اس ساز کی کیفیت سمجھنے کے لئے لفظوں کی دید کے ساتھ اپنے ذہن میں ایک خاکہ ترتیب دیتے چلئے پھر آپ اس ساز کی نوعیت کما حقہ سمجھ سکیں گے اور ایک طرف سلطان شہید کی جدت طبع کی داد دیں گے۔ دوسری طرف اگر آپ کے وجدان نے آپ کی ذرا چند صدیاں پیچھے کی طرف راہنمائی کی تو آپ اپنی چشم تصور سے سلطان ایوبی کو ریجنالٹ اور رچرڈ کا سر کچلتا ہوا پائیں گے۔

لکڑی کا ڈیڑھ گز لمبا اور پون گز چوڑا تختہ ہے جس پر ایک انگریز چت پڑا ہے اور اس پر ایک شیر سوار ہے جس کی دو داڑھیں انگریز کی گردن میں گڑی ہیں اور اگلے پنجے انگریز کے سینے میں پیوست ہیں۔ شیر کا جسم اندر سے خالی ہے۔ اس میں ہارمونیم کی طرح اٹھارہ پردے ہیں۔ پردوں میں دوہری قطاریں تین تین انگل اونچی اور انگل انگل موٹی اٹھارہ نلیاں ہیں۔ ان کے متوازی تانبے کا دو انچ چوڑا تار لگایا گیا ہے۔ پردوں کے اختتام پر ایک دندانے دار چکر ہے جس کا تعلق ایکتار کے ذریعے نلیوں اور پردوں کے ساتھ ہے۔ شیر کی دم پر دو مروڑیاں جن کو مروڑنے سے تار گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور اس سے مختلف قسم کی آوازیں نکلتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شیر کی گرج کے ساتھ چت پڑے انگریز کی چیخوں کی آوازیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

(ماخوذ از شیر میسور ٹیپو سلطان شہید بشکریہ مسلم انسٹی ٹیوٹ لائبریری، کلکتہ)



ٹیپو سلطان اور اس کا انتظام حکومت

بی۔ شیخ علی

ٹیپو سلطان کا مختصر مگر ہنگامی دور حکومت کئی معنوں میں با مقصد تھا۔ اس کی سب سے بڑی اہمیت ہندوستان میں انگریزوں کی زبردست مخالفت تھی۔ انگریز اس وقت تک ٹیپو جیسے دشمن سے مقابلہ آرا نہ ہوئے تھے۔ وہ واحد شخص تھا جو بیرونی طاقت کے خطرے کو بڑھنے سے روکنے کے لئے ایک چیتے کی سی تیزی اور ایک بلڈاگ کی سی مستعدی کے ساتھ لڑتا رہا۔ اسکی زندگی کا مقصد انگریزوں کو اپنے ملک سے نکالنا تھا اور اس کے لئے اس نے ہر طرح کوشش کی۔ اپنی پوری قوت کو استعمال کیا، حد یہ ہے کہ اپنی جان تک قربان کردی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا: "ایک شیر کی طرح ایک دن زندہ رہنا ایک گیدڑ یا لومڑی کی طرح سو سال زندہ رہنے سے بہتر ہے۔" اصولوں کے معاملے میں اس نے کبھی مصالحت نہیں کی اور نہ کبھی وہ اپنے مقصد سے پیچھے ہٹا اور نہ ہی کسی غیر ملکی طاقت کے سامنے جھکا۔ ہندوستانیوں کی نااتفاقی اور انگریزوں کی سیاست اور فوجی تدبر نے اسے احساس دلایا تھا کہ ملک کی آزادی خطرے میں ہے۔ اس کے دور حکومت کی ایک خصوصیت اس کے کردار کا جوش و خروش اور عوام کی بہتری کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ تھا۔ وہ اپنے باپ حیدر علی سے زیادہ بہادر، مضبوط قوت ارادی کا مالک اور عمل میں مستحکم تھا۔ اپنے زمانے میں اس نے کئی جنگیں لڑیں اور مختلف سیاسی الجھنوں میں پھنسا رہا لیکن باوجود اس کے اس نے اپنے عوام کی بہتری اور خوشحالی کی ترقی کے لئے ہمیشہ کام کیا اور تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کو ترقی دی۔ اس نے تیز کار انتظامیہ قائم کیا اور شاید وہ پہلا ہندوستانی حکمران تھا جس نے نظام حکومت میں مغربی تکنیکوں سے بھی فائدہ اٹھایا۔ اس نے میسور کو ایک اہم مرکز بنایا جہاں ہر میدان میں زندگی پوری طرح رواں تھی۔ اس نے حکومت میں ایک تجارتی شعبہ بھی قائم کیا۔ اور ریاست کے دور دراز علاقوں میں فیکٹریاں قائم کیں۔
جہاں دوسرے ملکوں سے ماہرینِ فن بلا کر رکھے گئے جو بندوقیں، ڈھالیں اور توپیں اور اس طرح کی دوسری چیزیں بناتے تھے۔ ریاست میسور میں بحریہ کا قیام، انصاف کا اس کا اپنا انوکھا طریقہ، سکوں اور کیلنڈر میں اس کی اصلاحات، انتظامیہ اور نظم و نسق میں اس کی انتہائی دلچسپی۔ زراعت میں ترقی کے لئے اس کی توجہ نے میسور کو یقیناً اٹھارہویں صدی میں ہندوستان کی ایک ترقی یافتہ اور خوشحال ریاست بنا دیا تھا۔　　　　بی۔ ش۔ ع

ٹیپو کو اپنی سلطنت کے انتظام میں گہری دلچسپی تھی - وہ پارے کی طرح بے قرار رہتا تھا اور اس کی توانائی بے حساب تھی - اس کا نظریہ تھا کہ تمام طاقت اس کے ہاتھ میں مرکوز رہے۔ وہ بڑا جفاکش حکمراں تھا۔ اپنے عمال سے طویل خط و کتابت اس بات کی شاہد ہے کہ وہ انتظامِ سلطنت میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔ شہری، مالی اور فوجی امور کے بارے میں وہ ان کو بالتفصیل ہدایات بھیجتا تھا۔ جدت اور مزید ترقی کے لئے وہ بہت پر جوش رہتا تھا انتظامی امور کے لئے مغربی انداز کے بہتر طریقوں کو اپنانے سے بھی وہ نہیں کتراتا تھا۔ فوج میں زبردست تبدیلی، بحری طاقت کے قیام کے لئے ایک بورڈ کی تشکیل، ناپ تول کے لئے پیمانوں، تجارت میں حیرت انگیز تجربوں، منصفی اور مالگذاری کے سلسلہ میں اس کے نئے نئے طریقوں، قصبوں اور شہروں کے نام بدلنے کا شوق، شراب کی فروخت پر پابندی، نئے سکوں اور کلنڈروں میں اصلاح جیسے کاموں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اس میں تخلیقی صلاحیتیں بھی تھیں اور جدت پسندی بھی اس کے مزاج میں تھی۔ مل گو ٹیپو کا مداح نہیں تھا لیکن وہ بھی ٹیپو کے بارے میں یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ "درونِ ملک حکمراں کی حیثیت سے مشرق کے بہترین حکمرانوں سے بہتر تھا۔"

حیدر علی اور ٹیپو دونوں ہی کے زمانے میں انتظام سلطنت مستعد اور مستحکم تھا۔ دونوں نے مستحکم اصولوں کے ساتھ علاقائی روایات اور قوانین کو بھی مدنظر رکھا۔ حیدر علی میں جدت طرازی نہیں تھی لیکن ٹیپو کا دماغ جدت کا گہوارہ تھا اور اس سے اس کی مرکزی حکومت پر اچھا اثر پڑا تھا۔ حیدر علی نے وڈیاروں کی روایات کو برقرار رکھا جب کہ ٹیپو نے ان سے اپنا دامن چھڑا لیا۔ حیدر علی نے شواجی اور پاربتی کی تصویروں کو سکوں پر برقرار رکھا تھا لیکن ٹیپو نے "مہر" اور "روپیہ" کے نئے سکے رائج کئے تھے۔ چاندی کے سکے پہلی بار ٹیپو ہی نے جاری کئے تھے۔ ان کے علاوہ اس نے "سلطانی اشرفیاں" بھی جاری کی تھیں۔

مرکزی انتظام اٹھارہ شعبوں پر مشتمل تھا۔ شہری امور میں پولس اور مالیات کے محکمے اہم ترین تھے۔ پولس کے محکمہ میں سراغرسانی اور ڈاک کا انتظام بھی شامل تھا۔ ٹیپو نے تمام طاقت کو اپنے ہاتھوں میں مرکوز کر لیا تھا۔ وہ اپنی سلطنت کی انتظامیہ، عدلیہ اور قانون سازی کے امور کا سب سے اعلیٰ افسر تھا۔ وہ اپنا وزیر اعظم، وزیر خارجہ اور سپہ سالار بھی خود ہی۔ تمام اہم خطوط وہ خود ہی لکھوا تا تھا۔ اپنی رعایا کی بہبودی کے جوش میں ٹیپو نے سماجی مصلح کا کردار بھی نبھایا تھا۔ اس نے شراب کے استعمال پر پابندی عائد کی اور طوائفوں پر بھی۔ مالابار کے کچھ علاقوں میں عورتیں کئی کئی شوہر بنا لیتی تھیں اور اپنے جسم پر کمر سے اوپر کچھ نہیں پہنتی تھیں۔ ٹیپو نے ان دونوں برائیوں کو ختم کر دیا۔ ٹیپو نے ایک صنعت کار، تاجر اور بینکر کا کردار بھی ادا کیا۔ وہ اپنے صوبہ داروں اور ضلعوں کے حاکموں کو بڑی تفصیلی ہدایات بھیجتا تھا۔ حیدر علی اور ٹیپو کے زمانہ میں ہندوؤں کو اپنے قانون پر کاربند رہنے پر کوئی پابندی تھی نہ اس سلسلہ میں کوئی مداخلت کی جاتی تھی۔ دونوں حکمرانوں نے اپنی رعایا کو اپنے طریقہ کے مطابق پوجا پاٹ کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ صدیوں سے چلے آنے والے پنچایت کے نظام کو بھی انھوں نے برقرار رکھا۔ مور لکھتا ہے کہ ٹیپو کے دور حکومت میں، اس کے علاقہ میں زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اتنی اچھی طرح پھل پھول رہے تھے کہ اس سے رعایا کی خوشی اور اطمینان کا اظہار ہوتا تھا۔ مغلوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں کے کچھ طور طریقے اپنا کر ٹیپو نے اپنی مرکزی حکومت میں بہت سی اختراعات کیں۔ اس نے شعبہ جات کی تعداد اٹھارہ کی بجائے سات کر دی۔ ہر محکمہ میں ایک مہر بند بکس میں ایک کتاب رکھی جاتی تھی جس میں ہر شعبہ کے افسر اعلیٰ کو اپنی رائے مع اپنے دستخطوں کے درج کرنی پڑتی تھی۔ جب کبھی ٹیپو اپنے منشیوں کو طلب کرتا تھا تو وہ اس کے سامنے پیش ہو کر اپنی رائے ظاہر کرنے سے پہلے کچھ آپس میں بحث و مباحثہ کر لیتے تھے۔ ٹیپو کے زمانہ میں مالگذاری، مالیات، فوج، ہتھیار سازی اور قلعہ کی حفاظتی فوج، بحریہ، خزانہ اور ٹکسال، تجارت اور فوج کی ایک شاخ "زمرہ" پر مشتمل سات شعبہ جات تھے۔

حیدر علی کے زمانہ میں محض چند صوبہ دار تھے۔ مالابار اور بدنور اہم صوبے تھے۔ ٹیپو نے اپنی سلطنت کو پہلے سات پھر نو اور بعد میں گیارہ صوبوں میں منقسم کیا۔ ۱۷۹۴ء میں صوبوں کی تعداد بڑھ کر ۳۷ ہو گئی تھی جن میں ۱۰۲۴ عملدار تھے۔ ہر صوبہ ایک شہری گورنر "آصف" کی تحویل میں ہوتا تھا۔ "فوجدار" فوجی معاملات کا گورنر ہوتا تھا۔ آصف مالگذاری کا اور صوبہ دار امن و قانون کا ناظم ہوتا تھا۔ طاقت کی تقسیم، طاقت کا قانون قائم رکھنے اور اس کو حدود کے اندر رکھنے کے لئے ضروری تھی۔ آصف کی مدد کے لئے کلرک، چپراسی اور سررشتہ دار ہوتے تھے۔ پٹیل اور شنبھوگ گاؤں کا انتظام کرتے تھے۔ سڑکوں اور درختوں کی دیکھ بھال کرنا، گاؤں والوں کے جھگڑے نپٹانا اور امن و قانون کو برقرار رکھنا پٹیل کی ذمہ داری تھی۔ سرنگاپٹم سے فارسی، کنڑ اور مراٹھی زبانوں میں احکامات جاری کئے جاتے تھے۔ عملدار مالگذاری کی تحصیل و ترمیم کا کام کرتے تھے اور یہ کام شہری حکومت کا اہم ترین کام تھا۔ حیدر علی نے عملداروں کے بڑے بڑے علاقے لگان پر دے دیئے تھے۔ لگان باقاعدہ ادا کرنا ہوتا تھا۔ ہر گاؤں ایک چھوٹی سی جمہوریہ ہوتا تھا جس کا صدر پٹیل ہوتا تھا۔ تخت نشین ہونے سے پہلے ایک بڑے علاقہ کی مالگذاری کا انتظام ٹیپو کے سپرد تھا اس لئے اس کو اس معاملہ میں معلومات حاصل تھیں۔ مالگذاری کا اصول تھا کہ کسان اور اس کے ورثاء اس وقت تک زمین کے مالک سمجھے جاتے تھے جب تک کہ وہ زمین کو جوتتے رہیں اور لگان ادا کرتے رہیں جب تک زمین کا لگان فصل کا نصف مقرر تھا۔ بنجر زمین کو جوتنے پر پہلے سال بغیر کسی لگان کے، دوسرے سال فصل کا چوتھائی دے کر اور تیسرے سال اور اس کے بعد عام شرح کے مطابق لگان ادا کرنے کی شرط پر لوگوں کو زمین دینے کے اصول سے بہت سی ناقابلِ کاشت زمین بھی قابلِ کاشت ہو گئی تھی۔ گنے، گیہوں اور جو کی کھیتی کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔

حیدر علی اور ٹیپو سے پہلے میسور کے علاقہ میں کوئی بندرگاہ نہیں تھی۔ حیدر علی نے ۱۷۶۴ء میں ایک بندرگاہ پر تو فتح حاصل کر لی تھی مگر وہ جنگوں میں کچھ اس قدر الجھا رہا کہ تجارت کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ ٹیپو نے تجارت کی طرف غیر معمولی توجہ دی، تجارت کی ہمت افزائی کی اور کالی مرچ، لال مرچ، صندل، الائچی اور چاول کی برآمد کو بڑھایا۔ بنگلور ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ میسور کی سرحد پار کر کے تقریباً دو سو بیلوں پر لد کر مال کرالا جاتا تھا۔ شنڈا میں واقع سرسی، روئی اور چھالیہ کا مرکز تھا۔ اگر ٹیپو کا وقت جنگوں میں برباد نہ ہوتا تو شاید وہ میسور میں صنعتی انقلاب لے آتا۔ اس نے کچھ، مسقط، پیگو، ارمز اور جدہ میں کارخانے قائم کئے تھے اور بصرہ اور عدن میں بھی قائم کرنے کا ارادہ تھا۔ چین سے اس کے تجارتی تعلقات تھے اور فرانس، ترکی، ایران سے تجارتی تعلقات استوار کرنے کے لئے اس نے بات چیت کا سلسلہ جاری کیا تھا۔ آرمینیا کے کچھ تاجروں کو میسور میں بس جانے پر آمادہ کر لیا گیا تھا۔ سونا، تمباکو، صندل، قیمتی دھاتوں، ہاتھیوں، کالی مرچ اور عمارتی لکڑی کی تجارت پر ٹیپو کی اجارہ داری تھی۔ اس نے ایک تجارتی کمپنی بھی قائم کی تھی اور لوگوں کو اس میں دلچسپی لینے کے لئے ترغیب دی تھی۔ جن لوگوں نے اس کمپنی کے حصے پانچ سو روپیہ تک خریدے تھے ان کو پچاس فیصدی اور اس سے زیادہ رقم پر بتدریج کم منافع دیا جاتا تھا۔ یہ اقدام کچھ لوگوں کی اجارہ داری کی بجائے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تجارت سے وابستہ کرنے کے مقصد سے کیا گیا تھا۔ ٹیپو نے صنعت کو بھی بڑھایا اور ترکی، فرانس، ایران اور دوسرے مقامات سے کاریگروں کو بلایا۔ سرنگاپٹم، بنگلور اور ریدلور میں چلنے والے ٹیپو کے کارخانوں میں قینچیاں، وقت نما شیشے، بندوقیں، کاغذ، گھڑیاں اور چاقو چھری بنانے کے کاموں میں بہت سے کاریگروں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ توپ کی نال میں سوراخ کرنے کے لئے ایک فرانسیسی کاریگر نے پانی سے چلنے والی ایک مشین بنائی تھی۔ سرنگاپٹم میں کاغذ کا کارخانہ تھا۔ میسور میں بارود، شیشے کے سامان، لوہے کے تار اور آلات موسیقی کے کارخانے تھے۔ چن پٹن میں چینی کا ایک کارخانہ تھا۔ عمدہ چینی کی تیاری میں مدد کرنے کے لئے چینی ماہرین کو مدعو کیا گیا تھا۔ بنگلور کے بنکر بہت عمدہ ریشمی کپڑا تیار کرتے تھے جس میں چاندی کے تار ڈالے جاتے تھے۔ مسقط سے موتی نکالنے والوں کو بلا کر مالابار میں موتی پیدا کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ حیدر علی اور ٹیپو دونوں نے ہی بہت سی عمدہ سڑکیں بنوائی تھیں، قلعوں کو مضبوط کیا تھا، باغ لگوائے تھے اور شہروں کی خوبصورتی میں اضافہ کیا تھا۔ سرنگاپٹم میں موسم گرما کا محل "دریا دولت" اور بنگلور کا لال باغ حیدر علی کی تخلیقات تھیں۔ دریاؤں کے اوپر باندھ بنا کر آبپاشی کی سہولیات کی فراہمی کے لئے بہت کام ہوا تھا۔ ٹیپو نے ٹھیک اسی جگہ ایک بڑا باندھ تعمیر کرانے کا ارادہ کیا تھا جہاں آج کرشن راجہ ساگر ڈیم موجود ہے۔

میسور کی پہلی جنگ ۱۷۶۷ء میں حیدر علی کے پاس تقریباً تینتیس ہزار فوج تھی جو کہ میسور کی دوسری جنگ ۱۷۸۰ء تک بڑھ کر اٹھاسی ہزار ہو گئی تھی۔ حیدر علی کی فوج میں ڈیڑھ ہزار یورپی افراد تھے۔ ٹیپو نے اس فوج کو برقرار رکھا تھا۔ اس نے مستقل پیدل فوج کو پندرہ ہزار سے بڑھا کر تینتیس ہزار کر دیا تھا لیکن ۱۷۹۹ء میں گھوڑسوار فوج کی تعداد بارہ ہزار سے گھٹا کر محض ۳۰۵۰ کر دی تھی۔ اس کی وجہ جنگی طریقہ کار میں تبدیلی تھی۔ ٹیپو نے فوج میں متعدد تبدیلیاں کی تھیں۔ اس کا توپ خانہ بھی بہت اچھا تھا۔ دوسرے ہندوستانی حکمرانوں کے مقابلہ میں ٹیپو کے توپچیوں کو زیادہ تنخواہ ملتی تھی اور ان کا نظم و ضبط بھی بہتر تھا۔ اس کی مستقل گھوڑسوار فوج ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے تربیت یافتہ تھی۔ حیدر علی فوجی ضروریات کا تمام سامان باہر سے منگاتا تھا جب کہ ٹیپو نے سامان کی تیاری کا انتظام بھی میسور ہی میں کر لیا تھا۔ اس کی میسور میں ڈھلی ہوئی توپیں انگریزی توپوں کے مقابلے میں بڑی تھیں اور زیادہ دور تک مار کرتی تھیں۔ پیدل فوج کی تنظیم یورپی ڈھنگ سے کی گئی تھی مگر کمان کرنے کے لئے الفاظ فارسی کے استعمال ہوتے تھے۔ اس نے اپنی فوج کو کشون، رسالہ اور جوق میں تقسیم کیا تھا۔ کشون کا افسر اعلیٰ "سپہ دار"، رسالہ کا "رسال دار" اور "جوق" کا "جوق دار" ہوتا تھا۔ ان سے کمتر عہدے سرخیل، جمعدار، دفعہ دار اور یزک داروں کے تھے۔ حیدر اور ٹیپو نے بحریہ کی تشکیل کی بھی کوشش کی تھی۔ یورپی ماہرین کی مدد سے حیدر علی نے تین مستولوں والے ایسے بڑے جہاز بنوائے تھے جن میں ۲۸ سے ۴۰ تک توپیں لے جائی جا سکتی تھیں۔ ان کے علاوہ بہت سے چھوٹے جہاز بنوائے تھے۔ میسور کی دوسری جنگ میں میسور کے بحریہ کو انگریزوں نے کافی نقصان پہنچایا تھا حالاں کہ ٹیپو نے بحریہ کی طاقت مضبوط کرنے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی تاہم اس کے پاس چھوٹے بڑے کئی جنگی جہاز تھے۔ ان جہازوں کا مقصد تاجروں کو بحری قزاقوں سے بچانا تھا۔ ۱۷۹۶ء کے بعد اس نے حالت کو بہتر بنانے

کی کوشش کی۔ ایک "میریم" کے تحت اس نے بحریہ کے لئے ایک بورڈ کی تشکیل کی تھی۔ نئی تنظیم کے مطابق اس کے بحریہ کو بائیس جنگی بحری جہازوں پر مشتمل ہونا تھا جن پر ۲۔ اور ۶۲ توپیں ہوتی تھیں۔

حیدر مذہبی معاملات میں بہت زیادہ متحمل مزاج تھا لیکن ٹیپو کی پالیسی کے معاملہ میں مؤرخین نے مختلف رائیں پیش کی ہیں۔ ولکس پہلا شخص تھا جس نے ٹیپو پر تعصب کے الزام کی ابتدائی تھی۔ حیدر علی کی لامذہبیت کی پالیسی پر پادری سوارٹز نے بہت عمدہ تبصرہ کیا ہے کہ اس کا اپنا کوئی مذہب نہیں تھا اور اس نے ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق مذہب کا اختیار کی آزادی دے رکھی تھی۔ حیدر علی نے برہمنوں کو زمین کا "انعام" دینا شروع کیا تھا۔ ٹیپو نے بھی اس روایت کو زندہ رکھا۔ حیدر علی اپنی فوج کے ہندو سپاہیوں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھتا تھا۔ اور کسی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے مندر میں جا کر پوجا پاٹ کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا۔ جب ۱۷۷۴ء کی آگ میں رنگا ناتھ کا مندر تباہ ہو گیا تو حیدر علی نے ایک ماہ کے اندر اس کی تعمیر کرا دی تھی۔ جب ایک مسلمان فقیر نے اپنے پیروؤں پر کی گئی زیادتیوں کی شکایت "ایک مسلم حکومت کا سربراہ ہونے کے ناطے حیدر علی سے کی تھی تو حیدر علی نے کہا تھا" آپ سے کس نے کہا کہ یہ مسلمانوں کی حکومت ہے؟" ٹیپو نے بھی کم و بیش اسی جذبہ کو برقرار رکھا حالانکہ وہ حیدر علی کے مقابلہ میں ذاتی طور پر مذہب کے معاملہ میں کٹر تھا لیکن ایک حکمراں کے طور پر انتہائی روادار تھا۔ پرشورام بھاؤ کی سرکردگی میں جب پنڈاری مرہٹہ فوج نے شاردا سے مورتی ہٹا دی تھی تو ٹیپو نے سرینگری کے شنکراچاریہ کو مورتی کی بحالی کیلئے مالی امداد دی تھی۔ سن گری کے سوامی جی کو جو مراسلہ ٹیپو نے بھیجا تھا اس میں ہندو مذہب کے لئے ایسے احترام کا ثبوت ملتا ہے جس کی روشنی میں ٹیپو پر مذہبی تعصب اور عدم برداشت کا الزام لگانا صحیح نہیں ہے۔ آر۔ نرسمہا چار نے یہ خطوط ۱۹۱۶ء میں دریافت کئے تھے۔ ایک خط میں سنسکرت کی ایک نظم کا اقتباس تھا۔ ٹیپو نے سوامی جی سے درخواست کی تھی کہ وہ سلطنت کی خوشحالی اور دشمنوں کی پامالی کے لئے دعا کریں۔ مورتی کی بحالی پر ٹیپو کو پرساد اور شال بھیجی گئی تھی جس کے جواب میں اس نے دیوی کے لئے جوڑے کپڑے اور سوامی جی کے لئے دو شالیں بھیجی تھیں۔ ایک اور دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو نے ایک پالکی دیوی کے لئے اور ایک سوامی کے لئے بھیجی تھی۔ ان دستاویزات سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو ہندوؤں کے مقامات مقدسہ کا اور سوامی جی کا کس قدر احترام کرتا تھا اور اس طرح انگریزوں کا وہ پروپگنڈا کہ ٹیپو متعصب تھا اور ہندوؤں کو سزائیں دیتا تھا، غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ ٹیپو کا یہ رویہ محض مرہٹوں سے جنگ کے دوران ہی نہیں بلکہ اس کے سارے دور حکومت کا تھا۔ ایک موقعہ پر جبکہ جنگ کا ذکر بھی نہیں تھا ٹیپو نے "سوامی جی کو" جگد گرو" لکھ کر مخاطب کیا تھا اور ان سے عوام کی بہبودی کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی تھی۔ سرن گیری کوئی واحد مقام مقدس نہیں تھا جس کو ٹیپو کی سرپرستی حاصل تھی۔ ننجن گڈھ کے تسلغرس کا لالے کے لکشمی کانت مندر کو ٹیپو نے چاندی کے چار کٹورے، چاندی کی ایک تھالی اور چاندی کا ایک اگالدان پیش کیا تھا۔ میل کوٹ کے نارائن سوامی مندر کو اس نے ہاتھیوں اور جواہرات کے علاوہ سونا اور سونے کے کئی برتن بھی نذر کئے تھے۔ ننجن گڈھ کے سری کانتیسور مندر کو ٹیپو نے ہیروں سے مرصع ایک کٹورا اور کچھ قیمتی پتھر نذر کئے تھے اور سرنگاپٹم کے رنگاناتھ مندر کو سات چاندی کے پیالے اور سات کافوری جھنڈے دیئے تھے۔

ننجن گڈھ کے ننجن دلیسور مندر میں ٹیپو نے ہرے رنگ کا ایک لنگ نصب کروایا تھا۔ سری رنگا ناتھ مندر ٹیپو کے محل سے تقریباً ملحق ہی تھا جہاں سے آنے والی ہر صبح میں گھنٹیوں کی آواز اور مسجد سے آتی ہوئی آذان کی آواز کیلئے ٹیپو کے دل میں برابر کا احترام تھا۔ محل کے پاس ہی نرسمہا اور گنگادھریسور کے دو مندر اور تھے جہاں روزانہ ہونے والی پوجا میں کبھی مداخلت نہیں کی گئی۔ رایاکوٹی کے بیگوڈا کو بھی ٹیپو کی طرف سے مالی امداد ملتی تھی۔ ۱۷۸۰ء میں جب حیدر علی نے کرناٹک پر حملہ کیا تھا تو اس نے کانجی ورم میں گوپور مندر کی بنیاد رکھی تھی لیکن اس کی حیات میں مندر مذکور کی تعمیر مکمل نہیں ہو سکی تھی۔ ٹیپو نے دس ہزار ہون دے کر اس کی تکمیل کا حکم دیا تھا۔ تکمیل ہونے پر اس نے رتھوں کے تیوہار کی تقریبات میں حصہ لیا تھا۔ میل کوٹ کے مندر میں جب ایک بار دو ہندو فرقوں میں کسی مذہبی معاملہ میں اختلاف ہو گیا تو ایک غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے ٹیپو نے مداخلت کر کے معاملہ کو سلجھایا تھا۔ چند انگریز مورخوں کا ٹیپو پر مذہبی جنون کا الزام لگانا غلط ہے۔ ٹیپو سب کے لئے انصاف پسند تھا۔ اپنے ملک میں ہندوؤں کو اعلیٰ عہدے دینے، مندروں کو تحائف اور مالی امداد دینے اور برہمنوں کو نوازنے جیسی حقیقتوں سے ٹیپو کی تنگ نظری کس طرح ثابت ہوتی ہے؟

جرائم کی سزا کے معاملے میں ٹیپو کے نظریات معنی خیز تھے۔ ۱۷۹۲ء کے قانون میں ایک دفعہ تھی جس کے مطابق " رعیت میں سے اگر کسی پر جرم

ثابت ہو تو فی الحال اس پر جرمانہ کیا جائے مگر بحکم سرکار یہ جرمانے مستقبل میں معاف کر دیئے جائیں اور بدلے میں مجرم پر یہ سگودا کے سامنے آم کے دو پیڑ اور اپنے گاؤں کے سامنے جامن کے دو پیڑ لگوائے جائیں اور وہ اس وقت تک ان کی آبپاشی اور دیکھ بھال کرتا رہے جب تک کہ ان کی اونچائی تین دیوانہ ہو جائے۔" اس عجیب و غریب سزا کے نتیجہ میں میسور میں ایک سبز انقلاب آ گیا جس کے نتیجہ میں مور لکھتا ہے: " اگر ایک سیاح کسی ملک سے گزرتے ہوئے اس کے لہلہاتے کھیت، محنتی لوگ، نو آباد شہر، بڑھتی ہوئی تجارت، وسیع ہوتے ہوئے شہر اور ترقی کرتی ہوئی ہر چیز کو دیکھئے تو اس خوشحالی کی وہ فطری طور پر ایک ایسی حکومت کا نتیجہ ہی سمجھے گا جو عوام کے مزاج کے مطابق ہو۔ یہی ٹیپو کے ملک کی تصویر ہے اور ٹیپو کی حکومت کے بارے میں ہماری یہ رائے ہے۔"

ان تفصیلات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیپو انتظامی امور میں کتنی دلچسپی لیتا تھا۔ وہ خود ہر کام میں حصہ لیتا تھا۔ اس کے وزیر تو اس کے معاون و مشیر تھے۔ اس کے سکوں پر خوشخط تحریروں کو دیکھ کر اس کے فنی ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ آبپاشی کے معاملہ میں وہ خاص طور پر دلچسپی لیتا تھا۔ تجارت کی ترقی اور بیرون ملک کے سترہ اور اندرون ملک کے تیس کارخانوں سے رابطہ رکھنے کے لئے اس نے نو ممبروں کا ایک بورڈ بنایا تھا اور خشکی و سمندر کے راستے سے درآمد و برآمد کے لئے ذاتی و تفصیلی ہدایات دی تھی۔ ان کوششوں سے ملک میسور میں خوشحالی عام ہو گئی تھی۔ روپیہ کے لین دین کے کاروبار کو اس نے سرکاری حیثیت دیدی تھی۔ یہ اس کی پالیسی ہی کا نتیجہ تھا کہ میسور کو فتح کرنے کے بعد جب انگریزوں نے اتنی خوشحالی دیکھی تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔

ہماری تاریخ میں ٹیپو کا کردار بے مثال ہے۔ وہ فطرتاً پیار کرنے والا اور اپنے دوستوں کے لئے جان لڑانے والا شخص تھا۔ وہ پرسکون اور باتوں کو جانچنے پرکھنے والا شخص تھا۔ کمینہ پن کے ساتھ ظلم کرنا اس کی فطرت نہیں تھی۔ وہ صرف ان لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا جو سازش کر کے اس کو گدی سے اتارنا چاہتے تھے۔ اس کے مظالم کی داستانیں مبالغہ آمیز ہیں اور اس کے رقیبوں کے ذریعہ گھڑی ہوئی ہیں۔ اس کی تمام جنگوں میں کسی بھی موثر شخص یا عہدیدار نے اس کو نہیں چھوڑا سوائے ان کے جن کے کردار ہی میں دغابازی شامل تھی۔ اس کی فوج کی تنظیم اور وفاداری اس کے زوال تک قائم رہی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے عوام کا کس قدر خیال رکھتا تھا۔ اس کی حکومت سخت اور یکطرفہ فیصلہ کرنے والی تھی۔ جسے ایک دوربین حکمراں کی تاناشاہی سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بھی حکمراں اپنے عوام کی حمایت کے بغیر ٹیپو کی طرح متعدد جنگوں سے نہیں گزر سکتا۔ وہ اپنے عوام اور اپنے سپاہیوں میں مقبول تھا اور اپنے عہدیداروں کا خیال رکھتا تھا۔ اس میں بے مثال ہمت تھی اور وہ خود بھی ایک ممتاز سپاہی تھا۔ کرنل بیلی، کرنل بریتھ ویٹ کو شکست دینے، نظام اور مرہٹوں پر اچانک حملہ کرنے، سنہ ۱۷۸۶ء اور تیسری جنگ میسور میں جنرل میڈوز کا مقابلہ کرنے سے اس کی شجاعت کا پتہ چلتا ہے۔ اپنے باپ کے برخلاف وہ تعلیم یافتہ تھا اور کئی مضامین خصوصاً تصوف میں اس کی معلومات کافی زیادہ تھیں۔ اس کی سرپرستی میں بہت سی کتابیں بھی لکھی گئی تھیں۔ سائنس، طب، مذہب، فنون لطیفہ اور فن حرب سبھی پر اس کو عبور حاصل تھا۔ جیسا کہ مل کا خیال ہے ایک مشرقی حکمراں ہوتے ہوئے بھی وہ علم کا خزانہ تھا۔ اس کا ذہن مستعد، متحرک، تیز اور اختراع پسند تھا۔ اس کو اختراعات کا جنون تھا اور اس کا تجسس اکبر کی طرح کا تھا۔ اس نے تجارتی معاملات میں کئی تجربات کئے۔ سکہ سازی، اوزان، مالیات، روپیہ کے لین دین، مالگذاری، منصفی، فوج، بحریہ، اخلاقیات اور آداب میں اس کی اصلاحات اس کو ایک اعلیٰ درجہ کا انسان ثابت کرتی ہیں۔

ٹیپو کے کردار کی خصوصیت انگریزوں سے نفرت میں مضمر تھی۔ انگریزوں کے لئے ہندوستان میں ٹیپو سے زیادہ خطرناک دشمن اور کوئی ثابت نہیں ہوا۔ وہ ان کا ایک ایسا جانی دشمن تھا "جس کو کوئی رحم دلی یا رعایت سمجھوتے پر راضی نہ کر سکی اور کوئی عقیدہ جس کو پابند نہ کر سکا۔" انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ہندوستانی حکمرانوں کی خود مختاری کے لئے خطرہ پیدا ہونے کی بات وہ ہمیشہ یقین کے ساتھ کہتا رہا۔ ان کے پنجوں سے ہندوستان کو آزاد کرانے کا جذبہ ہمیشہ اس کے ذہن میں رہا۔ خود ٹیپو نے اپنے ایسے خوابوں کا ذکر کیا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو انگریزوں کے ساتھ زندگی اور موت کی بازی لگا کر جدوجہد کرتا ہوا دیکھتا تھا۔ اس نے حتی الوسع طاقت اور جوش سے اپنے مقصد کے حصول کی کوشش کی۔ اس کی شکست کی وجہ دراصل وہ حالات تھے جو اس کے اختیار سے باہر تھے۔ اس کی نیک نیتی اور جدوجہد میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے کسی ہندوستانی طاقت کے خلاف کبھی کسی بیرونی طاقت سے الحاق

(بقیہ ص۱۶۱ پر)

رباعیات



شہید ٹیپو سلطان کی نذر

(۱)

توقیرِ وطن، نازِ قیادت ٹیپو
ہے جرأت و ہمت کی علامت ٹیپو
ناموسِ وطن کے لئے جاں بھی دے دی
ہے فخرِ دکن، ہند کی عظمت ٹیپو

(۲)

اک مردِ جواں عزم تھا ٹیپو سلطان
شائستۂ ہر بزم تھا ٹیپو سلطان
شیروں کے بھی دل جس سے دہل جاتے تھے
وہ صف شکنِ رزم تھا ٹیپو سلطان

(۳)

وقت آیا تو دی دادِ شجاعت اس نے
گرنے نہ دیا پرچمِ ملّت اس نے
بیٹھا اپنی نہ دشمن کو دکھائی رن میں
یوں نوش کیا جامِ شہادت اس نے

(۴)

کونین کے رخسار کا غازہ سمجھیں
لبہائے مشیّت کا ترانہ سمجھیں
سر اپنا کٹاتے ہیں جو حق کی خاطر
زندہ ہیں انھیں آپ نہ مردہ سمجھیں

علقمہ شبلی



اصلاحاتِ سلطانی

سیّد حامد حسین جیلانی

سلطانی اصلاحات کا تذکرہ ہم میسور گزیٹیر کے مصنف کے خیالات اور الفاظ سے شروع کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ: "اصلاحات کے لئے اس کے دل میں ایک حقیقی تڑپ موجود تھی اور یہی اس کی حکومت کا ایک نمایاں جوہر ہے۔ گو کہا جا سکتا ہے کہ یہ اصلاحات قبل از وقت تھے یا بہ الفاظ دیگر ٹیپو اپنے وقت سے بہت پہلے پیدا ہو چکا تھا۔"

مگر سلطان کے وقت سے پہلے پیدا ہونے یا اصلاحات کے قبل از وقت جاری کرنے کا فیصلہ تو اس کی جاری کردہ اصلاحات کی کامیابی ناکامیابی اور ان کے ہر دل عزیز یا غیر ہر دل عزیز ہونے سے ہو سکتا ہے۔ واقعات صاف صاف بتاتے ہیں کہ سلطان واقعی اپنی دماغی قابلیت اور جدّت طرازی اور بلند حوصلگی میں اپنے تمام ہمعصر بادشاہوں سے بلند اور آگے تھا مگر جو اصلاحات اس نے جاری کی تھیں ان کی واقعی ملک میں اشد ضرورت تھی اور اگر ہمارے ملک کی ترقی کو بدیسی حکومت اپنی اغراض پوری کرنے کے واسطے روک نہ دیتی اور ہمارے ملک کے بچوں کی ذہنی ترقی کو تباہ اور برباد کر کے ان کو غلامی کے واسطے تیار نہ کرتی تو صحیح رہنمائی کے ساتھ ساتھ سلطانی اصلاحات مملکت میسور سے نکل کر پورے ہندوستان میں پھیل جاتیں اور ہمارا ملک اب سے ایک صدی پہلے ہی دنیا کے متمدن۔ تہذیب اور ترقی یافتہ ممالک کے دوش بہ دوش چلتا ہوا نظر آتا۔ جیسا کہ مملکت میسور کی ترقی سے عیاں ہے۔ مگر سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کا اقتدار اور اثر پورے ہندوستان پر چھا گیا اور انھوں نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے اور اپنے قبضہ کی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے ہندوستانیوں کی ترقی کے سب راستوں کو مسدود کر دیا اور ہندوستان کی صنعت و حرفت کو رفتہ رفتہ ایسا نیست و نابود کیا کہ اب ہمارا طالب علم یہ سوچ ہی نہیں سکتا ہے کہ ہندوستان بھی کبھی صنعت و حرفت میں یورپ سے بڑھا ہوا تھا۔ حالانکہ واقعہ یہی تھا۔

ہندوستانی صنعتوں کی بربادی اور تباہی کی داستان طویل ہے اور اس کو تفصیل اور وضاحت سے بیان کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے لیکن ناظرین سلطانی اصلاحات کے حالات پڑھ کر خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آج ہندوستانیوں میں جو بیداری پیدا ہو گئی ہے اور جس کی بنا پر وہ اپنے ملک میں ترقی اور اصلاحات کے جس دور کا خواب دیکھ رہے ہیں اس کی ابتدا سلطان نے اپنے ملک میں کر کے ہمارے ملک والوں کی صحیح رہنمائی کر دی تھی مگر اس کی قبل از وقت موت نے ہمارے پورے ملک کو ان سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ملکی ترقی کے صرف چند شعبہ جات کو چھوڑ کر انگریزوں کے دو سو سالہ دور حکومت میں ہندوستان نے ترقی معکوس ہی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ حکومت ہند کا کوئی شعبہ ویسا مکمل اور ملک کے واسطے مفید نہیں ہے جیسے کہ حکومت میسور کے شعبہ جات تھے۔ ہندوستان میں ہم کو جو چند شعبہ جات ترقی یافتہ اور سلطانی مملکت کے شعبوں کے مقابلہ میں بہتر نظر آ رہے ہیں وہ اس لئے بہتر اور عمدہ نہیں ہیں کہ اس سے ہندوستان اور ہندوستانیوں کی ترقی اور فلاح و بہبود مقصود نہ تھی بلکہ اس کی اصل غایت دہ غرض ملک ہے پر انگریزی قبضہ کی گرفت کو مضبوط تر کرنا تھی لیکن ہماری داستان کے اس بدنام روزگار ہیرو نے تو اب سے ڈیڑھ صدی پہلے ہی ان (زرعی) خرابیوں کا سدّباب کرتے ہوئے اپنے ملک میں کسانوں کو جاگیرداروں کے ظلم و تعدّی سے بچانے کے واسطے جاگیرداری کو ختم کر دیا تھا اور زمین کو حکومت کی ملک قرار دیتے ہوئے گورنمنٹ اور کاشت کاروں کے اس درمیانی تعلق کو ختم کر دیا تھا کہ کاشت کار براہِ راست حکومت سے وابستہ ہو جائے۔ اسی وجہ سے میسور کا کاشت کار دوامی زمین کا مالک ہے۔

کاشت کاروں کی مزید حوصلہ افزائی اور امداد کے لئے پرتی زمینیں ان کو زراعت کے لئے مفت دی جاتی تھیں اور جب تک ایسی

زمینوں سے آمدنی نہ ہونے لگتی تھی اُن پر لگان مقرر نہیں کیا جاتا تھا لگان کی تقرری کے اصول بھی مختلف تھے۔ زمین کا رقبہ لگان کی تقرری کا معیار نہیں مانا گیا تھا بلکہ اس کا تقرر پیداوار کے لحاظ سے ہوتا تھا۔ اگر پیداوار کم ہوتی تو لگان کم مقرر کیا جاتا اور جب اچھی ہوتی تو ایک معینہ حد تک لگان قدرے زیادہ کر دیا جاتا تھا۔ لگان کی تحصیل وصول بھی کاشت کاروں کی منشا کے مطابق جنس یا نقد کی صورت میں ہوتی تھی غلّہ کے مقامی نرخ سے جنسی لگان یا نقدی کی صورت میں متعین کر دیا جاتا تھا۔ اور اس کا فیصلہ کہ کاشت کار نقد دے یا جنس کاشت کار ہی کی مرضی اور خوشی پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ مملکت میسور کا کسان ہر طرح سے خوش باش۔ خوش حال اور فارغ البال تھا اور مملکت میسور سر سبز و شاداب تھی۔ نئے نئے شہر آباد ہو رہے تھے اور ہندوستان کا کوئی حصہ بھی خواہ وہ دیسی فرماں رواکے ماتحت ہو یا کمپنی کا مقبوضہ کسی حالت میں بھی میسور کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

سلطان نے زراعت کی ترقی کے واسطے بنگلور اور سرنگا پٹم میں دو فارم بھی کھلوائے تھے اور یہ دونوں لال باغ کے نام سے مشہور تھے۔ ان میں دوسرے ممالک سے منگوا کر پیڑ اور پودے لگائے جاتے تھے اور ان پر تجربات کئے جاتے تھے۔ جن پودوں کے لئے میسور کی آب و ہوا و زمین موافق ثابت ہوتی تھی ان کی کاشت کو ملک بھر میں رائج کیا جاتا تھا اور ان کی کاشت اور پیداوار کو بڑھانے اور ترقی دینے کے واسطے حکومت کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ اسی طرح مصنوعات کی ترقی کے واسطے جن فصلوں کی ضرورت ہوتی تھی وہ بھی باہر سے منگوا کر پیدا کرائی جاتی تھیں چنانچہ ریشم کی پیداوار کے واسطے سلطان نے بنگال اور چین کو وفود بھیجے اور وہاں سے شہتوت کے درخت اور ریشم کے کیڑے منگوا کر اپنے ملک میں ان کی پرورش اور پیداوار کا انتظام کیا۔ اس طرح ریشم کی خریداری پر جو روپیہ ملک سے باہر چلا جاتا تھا اس کو ملک ہی کے اندر روکنے کی کوشش کی۔

سلطانی فارم کے متعلق ایک مشہور سیاح "بچانن" اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ: "میں نے لال باغ دیکھا۔ یہاں زمین کو مربع قطعوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور قطعہ کے بازو راستہ ہے جس پر دونوں جانب خوبصورت سرو کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ یہ قطعے پھل دار درختوں

اور گملوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ درختوں کی قسموں کے علیحدہ علیحدہ قطعے مخصوص کئے گئے ہیں۔ یہاں سرو۔ انگور۔ ناسپاتی اور سیب کثرت سے اور نہایت عمدہ ہوتے ہیں۔ یہ تعجب سے دیکھا گیا کہ ٹیپو نے جنوبی افریقہ سے صنوبر اور سرو کے جو درخت منگوا کر لگائے ہیں وہ نہایت اچھی حالت میں ہیں۔"

ایک اور سیاح اسی کے بارہ میں یوں لکھتا ہے کہ: "لال باغ میں ٹیپو نے تجربہ کے طور پر دنیا کے تمام درخت لگائے ہیں اور یہاں رات دن تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ کون سے مفید درخت یہاں کی آب و ہوا کے لحاظ سے موزوں ہو سکتے ہیں۔"

چنانچہ میسور میں جائے پھل۔ کافی۔ انجیر۔ شہتوت۔ امرود۔ تربوزہ وغیرہ کی کاشت ان ہی تجربات کی رہین منت ہے اور ان میں سے بعض بعض چیزیں تو اب بھی میسور سے ممالک غیر کو بھیجی جاتی ہیں۔

کسانوں کی فلاح اور بہبود اور زراعت کی ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے سلطان نے آب پاشی کے ذرائع بہم پہنچانے کی بھی کوشش کی اور دریائے کاویری کا پشتہ بنوانا شروع کیا مگر سلطان کی قبل از وقت موت کی وجہ سے اس کا یہ عظیم الشان کام یوں ہی ادھورا رہ گیا۔ اس کی اس کوشش کی عظمت کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ جب حکومت میسور نے اسی دریائے کاویری پر بند باندھنا چاہا تو مقامی انجنیروں کی رہنمائی کے واسطے بین الاقوامی شہرت اور تجربہ کے انجنیر بیرونی ممالک سے بلائے تو انھوں نے برسوں کی کوشش اور جدوجہد کے بعد ایک جگہ کو بند کے واسطے منتخب کیا۔ کھدائی کا کام شروع ہونے پر اسی جگہ ایک پشتہ کی بنیادیں اور ایک کتبہ برآمد ہوئے جن سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان ٹیپو نے اب سے صدیوں قبل اسی جگہ کو بند کے واسطے تجویز کر کے اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا۔ کتبہ اب بھی میسور میں موجود ہے۔ اس کتبہ میں آبپاشی کے محصول کے بارہ میں جو احکامات موجود ہیں ان کی نقل ناظرین کے ملاحظہ کے لئے درج کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آبپاشی کرنے والوں کے ساتھ کیسی رعایتیں کی گئی تھیں۔ اس کتبہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

"قدیم یا جدید کاشت کے علاوہ جو کوئی بھی اس تالاب سے آبپاشی کریگا وہ اس پیداوار یا رقم کا جو اور رعایا قانوناً سرکار میں جمع کرتی ہے صرف تین چوتھائی حصہ سرکار خداداد کو دے۔ باقی ماندہ ایک چوتھائی خود انکی رعایتیں معاف ہے اور جو کوئی اس سے بنجر زمین

میں کھیتی باڑی کرے گا تو وہ زمین اس کی اولاد اور وارثوں کے قبضہ میں نسلاً بعد نسل اس وقت تک رہے گی جب تک زمین و آسمان قائم ہیں۔ اگر کوئی شخص اس میں رکاوٹ ڈالے یا اس کار خیر میں مداخلت کرے تو وہ کمینہ خصلت ملعون شیطان کی طرح صرف کسانوں ہی کا نہیں بلکہ تمام انسانی نسل کا دشمن سمجھا جائے گا۔"

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آب پاشی کرنے والوں کے واسطے سلطان نے کس قدر مراعات روا رکھی تھیں اور اس کام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو وہ کس طرح کسانوں اور نسل انسانی کا دشمن سمجھتا تھا۔

اس نے اس حکم کے ذریعہ سے صرف آب پاشی کا محصول ہی معاف نہیں کیا بلکہ اصل لگان میں سے بھی ایک چوتھائی لگان معاف کر دیا تھا۔ ہندوستان میں کھیتی باڑی کا کام مشینوں سے تو ہوتا نہیں ہے ملک بھر کے کسان اور کاشت کار اس کام کو مویشیوں کے ذریعہ ہی سے کرتے ہیں اور اچھے مویشیوں کی کمی، ان کی دیگر مشکلات کے ساتھ ساتھ ان کی پریشانیوں میں اور بھی اضافہ کر دیتی ہے۔ کاشت کے قابل اچھے جانوروں کی قیمتیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ معمولی کاشت کار تو ان کو خریدنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا ہے۔ یہی حال دودھ دینے والے جانوروں کا ہے۔ ان کی نسلیں خراب ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ چارہ کی کمی اور ان کی غور و پرداخت پر بے توجہی کی وجہ سے ان جانوروں کے بچے چھوٹے اور کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اور ان کے دودھ کی پیداوار برابر گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے ملک کے بچوں کو دودھ و گھی اس مقدار میں نہیں مل سکتا ہے کہ جس کی ان کو اچھی نشوونما کے لئے سخت ضرورت ہے۔ اس خرابی نے ملک کو سخت نقصان پہنچایا ہے ایک طرف تو کاشت کاری کے کاموں کے واسطے اچھے جانور نہیں ملتے جس کی وجہ سے زراعت خراب ہو رہی ہے۔ دوسری طرف دودھ اور گھی کی کمی کی وجہ سے ہمارے ملک کے بچے اور آدمی نسلاً بعد نسلٍ کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

سلطان کی نگاہِ دوربین نے اس نقص کو بہت پہلے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ملک میں مویشیوں کی نسل بہتر کرنے کے واسطے ایک محکمہ امرت محل کے نام سے قائم کیا تھا۔ اس محکمہ میں بیل۔ گائے۔ گھوڑے۔ خچر اور ہاتھیوں کی پرورش اور ان کی عمدہ نسل کشی کا انتظام ہوتا تھا۔ ان مویشیوں کو چرانے اور پالنے کے واسطے حکومت کی طرف سے چراگاہیں چھوڑی گئی تھیں اور ان کا رکھ رکھاؤ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔

اس ادارہ کے جانوروں کی عمدگی اور برتری کو یوروپین مورخین نے بھی طرح طرح سے سراہا ہے۔ الغرض زراعت کو اعلیٰ پیمانے پر لانے کے واسطے سلطان نے وہ سب کچھ کیا کہ جو آج متمدن ممالک میں ہو رہا ہے یا جس کی آرزوئیں اور تمنائیں آج ہمارے دلوں میں ہیں۔ سلطان نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تجارت اور صنعت و حرفت کی ترقی پر توجہ دی۔ بقول "بچانن" وہ ایک تجارتی دماغ لے کر پیدا ہوا تھا اور سلطان کے اسی رجحان طبع کو دیکھ کر میجر "اکن" یہ لکھنے پر مجبور ہوا کہ ٹیپو علاوہ بادشاہ ہونے کے ایک بڑا تاجر بھی تھا۔ اسی نے تجارتی اصول و ضوابط پر ایک کتاب بھی تصنیف کی۔ "رنس" کا قول ہے کہ اس نے اپنے ملک میں ایسے احکامات جاری کئے تھے جن کی رو سے وہ صدر التجار تھا۔ تجارت کی ترقی اور نگرانی کے واسطے اس نے محکمہ تجارت قائم کیا تھا۔ اس محکمہ میں نو ٹریڈ کمشنر تھے اور ان کی نگرانی میں ممالک غیر سے تجارت کرنے کے واسطے سترہ کوٹھیاں کھولی گئی تھیں۔ ملک کے اندر صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے لئے بتیس فیکٹریاں جاری کی گئی تھیں اور اشیاء کی درآمد و برآمد کا فیصلہ اسی محکمہ سے متعلق تھا۔ ان اصلاحات ہی کی بدولت جن کو سلطان نے جاری کیا تھا، اس کا ملک ہر طرح سے مرفہ الحال اور فارغ البال تھا۔ ان دعوؤں کی تائید میں ہم چند دوسرے یوروپین مورخین کے بیانات سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو رائے قائم کرنے میں آسانی ہو۔ کیپٹن لٹل لکھتا ہے کہ: "ٹیپو کے متعلق بہت سی باتیں سنی جاتی تھیں کہ وہ جابر اور ظالم حکمراں ہے جس کی وجہ سے اس کی تمام رعایا اس سے بیزار ہے لیکن جب ہم اسکے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت و حرفت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ رعایا اپنے اپنے کاموں میں مصروف و منہمک ہے زمین کا کوئی حصہ بھی بنجر نظر نہیں آیا۔ قابل کاشت جس قدر بھی زمین مل سکتی ہے اس پر کھیتیاں لہرا رہی ہیں۔ ایک انچ زمین بھی بیکار نہیں۔ رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبت اتم درجہ موجود ہے، فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں ہے۔ ایک تیسرا انگریز مسٹر "ڈبلیو ٹارنس" ممبر پارلیمنٹ یوں رقمطراز ہے کہ: "ٹیپو کے زیر حکمرانی میسور تمام ہندوستان میں سب سے زیادہ سرسبز اور اس کے باشندے سب سے زیادہ خوشحال تھے۔ اسکے خلاف انگریزی اور انکے باج گزار مقبوضات کرناٹک اور اودھ وغیرہ بلکہ بنگال بھی صفحۂ دنیا پر ایک بدنما دھبہ تھا اور رعایا قانونی شکنجہ میں

کسی ہوئی بالکل پریشان حال تھی"۔

آخر الذکر تحریر سے ہندوستان کے اور خصوصاً بالخصوص انگریزی مقبوضات کی حالت کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔

میجر ڈائرم جو میسور کی تیسری جنگ میں شریک تھا اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر لکھتا ہے کہ : "ٹیپو نے جس اصول پر سلطنت کا نظام قائم کیا ہے اس کی وجہ سے اس کا ملک ہر جگہ آباد پایا گیا اور زمین جو قابل کاشت ہے اپنی انتہا تک قابل کاشت کی گئی ہے اس کا فوجی نظام اور میدان جنگ میں اس کے سپاہیوں کی وفاداری اس بات کا ثبوت دے رہی ہے کہ اس نے ملک میں ایک ایسی حکومت قائم کر رکھی ہے اور رعایا کو اس نے شخصی آزادی دے رکھی ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بادشاہ رعایا کو تکلیف دینے والا نہیں بلکہ ان کے دکھ درد کا شریک ہے۔ اس کا بے رحمانہ سلوک اگر کسی پر ہوتا ہے تو وہ وہی لوگ ہیں جو اس کے دشمن سمجھے جاتے ہیں"۔

میجر ڈائرم کے اوپر دیئے ہوئے بیان سے سلطان کے نظام سلطنت۔ ملک کی سرسبزی، شہروں کی آبادی، فوج کی تربیت۔ فوجیوں کی وفاداری وغیرہ سب باتوں کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے بیانات کی موجودگی میں بھی سلطان کے خلاف الزامات عائد کرنا سراسر بے ایمانی نہیں ہے تو اس کو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

رعیت کے آرام و آسائش کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلطان نے اپنی حکومت کے عاملان اور ملازمان کو بھی اس بات پر مجبور کیا کہ وہ رعیت کو نہ ستائیں۔ چنانچہ ان کو تنخواہیں ماہ بہ ماہ دی جاتی تھیں اور رشوت لینے والوں کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جاتی تھی۔ سلطنت بھر میں خفیہ سرکاروں کا تقرر کیا گیا تھا کہ ملازمان کی زیادتی اور بے قاعدگیوں کی اطلاعات خفیہ طور پر اس کے پاس پہنچتی رہیں۔

ملازمان کی ضروریات کا خیال کرتے ہوئے ان کی سول لسٹ شائع کرائی جاتی تھی تاکہ ان کو اپنی ترقی و تنزلی وغیرہ کی بابت صحیح حالت کا اندازہ ہوتا رہے۔ ان کی ترقیاں بھی باقاعدہ ہر تیسرے سال ہوا کرتی تھیں۔ ان اصلاحات کی وجہ سے حکومت کے ملازم مطمئن اور خوش تھے۔

سلطان کی پولیس عام طور پر اعلیٰ درجہ کی تھی۔ سرقہ کے انسداد پر سلطان نے خاص توجہ دی تھی۔ اگر افسران متعلقہ کی غفلت کی وجہ سے چوری کرنے والوں کا پتہ نہیں چلتا تھا تو بقول ایک مورخ "اس نقصان کی تلافی عاملان حکومت کو کرنا ہوتی تھی"۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اول تو چوری ہوتی ہی نہیں تھی اور اگر کوئی واردات ہوئی بھی تو چور گرفتار ہو جاتے تھے اور مال مسروقہ مل جاتا تھا۔ "ولکس" کا کہنا ہے کہ چوروں اور مجرموں کو سخت اور عبرت ناک سزائیں دی جاتی تھیں تاکہ دوسروں کو ارتکاب جرم کی جرأت نہ ہو۔ رعایا کو حفاظت اور دیگر ضروریات پورا کرنے کے لئے اسلحہ رکھنے کی عام اجازت تھی۔

عدالت اور انصاف ایسا عام تھا کہ اس کے حصول کے واسطے فریادیوں کو نہ تو موجودہ زمانہ کی طرح دوڑ دھوپ کرنا پڑتی تھی اور نہ بے جا اخراجات سے زیر باری ہونا پڑتا تھا۔ ہر گاؤں اور آبادی میں پنچایتیں قائم کر دی گئی تھیں اور مقدمات کا فیصلہ پنچوں کی رائے سے ہوتا تھا۔ ان پنچایتوں میں جھوٹ۔ فریب اور دھوکہ بازی کی قلعی کھل جاتی تھی اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا تھا۔ پنچایت کے فیصلے فریقین کو ماننا پڑتے تھے۔ البتہ اس کے فیصلہ سے اگر کوئی فریق مطمئن نہ ہو تو اس کو اختیار تھا کہ معاملہ صدر عدالت میں لے جائے جہاں ایک ہندو اور ایک مسلمان حاکم ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے خصوصی مقدمات کا فیصلہ قاضیوں کے ذریعہ کرایا جاتا تھا اور ہندوؤں کے مقدمات شاستروں کی رو سے پنڈت لوگ فیصل کرتے تھے۔ اس طرح سے رعایا مطمئن بھی رہتی تھی اور اس کو مقدمات کی پیروی میں بے جا اخراجات سے زیر بار بھی نہیں ہونا پڑتا تھا۔ مقدمات کے فیصلوں میں جلدی کی جاتی تھی اور آج کل کی طرح مقدمات سالہا سال تک لٹکتے نہیں رہتے تھے جن لوگوں کو عدالتی کارروائیوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ موجودہ دور کی دقتوں اور قباحتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔

پوری مملکت میں نظام کی یکسانیت برقرار رکھنے کے لئے و نیز ضروری امور پر تبادلہ خیالات کی غرض سے سلطان نے عاملہ حکومت کی ایک مجلس مشاورت بھی قائم کی تھی۔ "ولکس" اس کے بارہ میں لکھتا ہے کہ: "ٹیپو سلطان نے اپنے افسران ضلع کو حکم دے رکھا تھا کہ ہر سال وہ پایہ تخت میں جمع ہو کر انتظامی معاملات میں مشورہ کریں"۔

جن لوگوں کو انتظامی معاملات کا تجربہ ہے وہ اس طریقہ کی ضرورت اور خوبیوں سے بہ خوبی واقف ہیں۔

امور سلطنت میں اصلاحات جاری کرنے کے ساتھ ساتھ سلطان اپنی رعیت کی اخلاقی حالت درست کرنے سے بھی غافل نہیں تھا۔ چنانچہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان دونوں کی حکومتوں نے مملکت میسور میں منشیات کے استعمال کو رفتہ رفتہ کم کیا۔ پہلے تو منشیات کی فروخت پر بھاری بھاری ٹیکس عائد کئے اور پھر رفتہ رفتہ ان کا استعمال ہی حدود ریاست میں ممنوع قرار دے دیا۔ اس کے ان احکامات سے گو حکومت کے مالیہ کو نقصان پہنچا مگر اس نے اس کی مطلق پرواہ نہیں کی اور رعایا کے اخلاق کی اصلاح کو مقدم رکھا۔ "بورنگ" کہتا ہے کہ: "ٹیپو نے منشیات کو ممنوع قرار دیکر ایک عاقل رفارمر کا کام کیا تھا" اسی کے متعلق "رئیس" لکھتا ہے کہ منشیات کو ممنوع قرار دینے سے سلطنت کی آمدنی میں جو کمی ہوئی اس کو سلطان نے دوسرے طریقوں سے پورا کیا۔

آج بھی ہندوستان میں اسی کی جدوجہد ہو رہی ہے اور ہماری قومی حکومتیں منشیات کے استعمال کو روکنے کے واسطے وہی طریقے اختیار کر رہی ہیں کہ جو سلطان نے رائج کئے تھے اور جن میں وہ کامیاب ہوا تھا مگر دیکھنا یہ ہے کہ ٹیپو نے جس مرض کا علاج اپنے تھوڑے ہی دنوں کی حکومت میں کر لیا تھا۔ ہمارے ملکی ریفارمر ملک کو اس بلا سے کتنے عرصہ میں نجات دلا سکیں گے۔

غرض یہ کہ ملک کی ترقی کی ہر چھوٹی اور بڑی اصلاح کی طرف سلطان نے دھیان دیا۔ اس نے اپنے ملک میں بنک بھی کھولے اور ٹکسال بھی جاری کی جس میں چاندی اور سونے کے مختلف قیمتوں کے چھوٹے اور بڑے سکے ڈھالے جاتے تھے۔

سلطان کا محکمہ تعمیرات بھی تھا۔ سرکاری عمارتوں، پلوں وغیرہ کی تعمیر وغیرہ کا سب انتظام اور بندوبست اسی محکمہ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔

سلطانی فوج کے باقاعدہ اور منظم ہونے کے متعلق ہم پہلے جابجا حوالہ جات دے آئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فوج کی تربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوتی تھی اور فوجی محکمہ کا ہر شعبہ نہایت عمدہ حالت میں تھا۔ اور بہ قول مصنف ماڈرن میسور: "ملک کی مدافعت کے لئے ایک لاکھ اسی ہزار کی بہترین منظم اور باقاعدہ فوج تھی اس کے علاوہ ایک لاکھ باسٹھ ہزار پانچ سو کی فوج امدادی تھی جو مختلف فوجی کاموں پر مامور تھی"

ہم سنتے ہیں کہ ہندوستانی نہ تو اچھے اسلحہ بنا سکتے ہیں اور نہ ان کو جہاز سازی کا سلیقہ ہے مگر سب مورخین متفق ہیں کہ سلطانی فوج بہترین اسلحہ جات سے مسلح تھی۔ ان میں سے بہت سے تو یوروپین ساخت کے تھے مگر زیادہ تر وہ تھے جو میسور ہی کے اندر تیار کئے جاتے تھے اور جن کی تیاری کے واسطے سلطان نے ملک میں بہت سے اسلحہ خانے کھول دیئے تھے جن کے تیار کئے ہوئے اسلحہ جات کسی صورت میں بھی یوروپین اسلحہ جات سے کم تر نہیں ہوتے تھے۔ اس طرح سلطان اپنی فوجی ضرورتوں کے لئے کسی دوسرے ملک کا محتاج نہیں تھا۔ اس نے فوجی افسران کی تعلیم و تربیت کے واسطے جن کی ہر آزاد ملک کو ضرورت ہوتی ہے ایک حربیہ مدرسہ بھی جاری کیا تھا۔ سچ ہے اگر ارادہ میں پختگی ہو تو ہر کام انجام پا سکتا ہے۔

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ہندوستانی رئیسوں میں صرف رئیس میسور ہی نے ملک کی حفاظت کے لئے بحری بیڑہ کی اہمیت کو محسوس کیا تھا اور حیدر علی نے اپنی زندگی ہی میں اس کی طرف توجہ دینا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ حیدر علی کی وفات کے وقت چند جہاز موجود بھی تھے مگر ٹیپو سلطان نے بادشاہ ہوتے ہی بحری طاقت کو بڑھانے اور بحری فوج کو تربیت دینے کے واسطے ضروری قدم اٹھانا شروع کر دیا تھا۔

'رئیس' اپنی تاریخ میں اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"بحری بیڑہ پہلے بورڈ آف ٹریڈ کے ماتحت رکھا گیا۔ اس سے یہ کام لیا جاتا تھا کہ بحری قزاقوں سے ساحل کی حفاظت کرے۔ ان میں باربرداری کے جہاز بھی تھے۔ اور یہ جہاز تجارتی سامان لیکر ایران و عرب کی بندرگاہوں تک جاتے تھے۔ ۱۷۹۲ء میں جب سلطان کو شکست ہوئی اور سلطنت کا کچھ حصہ ہاتھ سے نکل گیا تو سلطان کو معلوم ہوا کہ بحری بیڑے کی شکست کی وجہ سے اس کو شکست ہوئی۔ سلطان نے اس کو محسوس کرتے ہوئے اس کی تنظیم شروع کی تاکہ انگلستان کی بحری فوج کا مقابلہ کیا جائے۔ جنگ کے بعد ۱۷۹۳ء میں سلطان نے بھٹکل میں بحری مدرسہ قائم کیا۔ طرز تعلیم انگریزی طرز جہاز رانی پر رکھی گئی۔ بحری فوجی تعلیم کیلئے ایک کتاب لکھی گئی جسمیں جہاز کی ایک ایک چیز کیلئے پورے جہاز کی ضروریات جہازوں کی تعمیر۔ جنگ کے قواعد۔ جہاز چلانا۔ سپاہیوں کی خوراک۔

ار بنانا وغیرہ کے متعلق مفصل اور شرح احکام) موجود تھے پھر جہازی بیڑے کو بورڈ آف ٹریڈ سے انتقال کر کے خاص جرنیل کمیشن کے سپرد کیا گیا۔ اس میں گیارہ میریم (لارڈ آف ایڈمیرلٹی) اور تیس میر بحر (اڈمیرل) تھے۔ جن میں دس ساحل پر اور بیس جہازوں پر رہتے تھے۔

اس سال سلطان نے سو جنگی جہاز تیار کرنے کا حکم دیا۔

۱۷۹۴ء میں سلطان نے بیس جہازوں کو ناقابل ٹھہرا کر ڈبو دینے کا حکم دیا۔ سلطان کی بحری فوج میں دس ہزار پانچ سو بیس ملاح تھے"۔

" جنگی جہازوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ۷۲ توپ کا ایک بڑا جہاز جس کے ماتحت ۲۰ چھوٹے جنگی جہاز تھے۔ ۶۲ توپ کا ایک بڑا جہاز جس کے ماتحت ۴۶ چھوٹے جنگی جہاز تھے"۔

اس شعبہ کے متعلق دوسرے مورخ " بورنگ " کا بیان بھی درج کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ : " اس کی وہ آنکھیں جو ہمیشہ بیدار رہتی تھیں ان سے ایک زبردست بحری بیڑے کی ضرورت پوشیدہ نہیں رہی۔ اس کے متعلق اس نے ایک فرمان جاری کیا جس میں جہازات بنانے کے طریقے، لکڑی کا انتخاب اور تمام جزئی قواعد و ضوابط درج تھے۔ اس نے اس فرمان میں جزئیات تک پر بحث کی تھی۔ یہاں تک کہ جہازوں کے پیندوں کے لئے کس قسم کی دھات اور کیلیں لگائی جائیں اس میں لکھا تھا۔ اس فرمان کی رو سے اس نے ایک محکمہ بحری (بورڈ آف اڈمیرلٹی) قائم کیا تھا جس میں گیارہ میریم اور تیس میر بحر تھے۔ اس فرمان میں حکم کیا گیا تھا کہ مندرجہ ذیل جہازات بنائے جائیں۔ بیس اوّل و دوم قسم کے بڑے جنگی جہاز جن میں ہر ایک پر علی الترتیب ۷۲ اور ۶۰ توپیں چڑھ سکتی تھیں۔ ۲۰ تیسری قسم کے بڑے جنگی جہاز جن میں ہر ایک پر ۴۶ توپیں چڑھ سکتی تھیں۔ سلطان نے یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ جب کبھی میریم معائنہ کے لئے آئے تو سرکاری خرچ پر جہازوں کے ملازم اس کی دعوت کا انتظام کریں۔

مندرجہ بالا تجویزوں کے مطابق جہازوں کا بنانا شروع ہو گیا تھا لیکن ابھی یہ تجویز تکمیل کو نہیں پہنچی تھی کہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا "۔

کاش اگر سلطان کی زندگی وفا کرتی اور یاران وطن اس کو مہلت دیتے تو آج ہندوستان دنیا کے بہترین بیڑے کا مالک ہوتا اور ہندوستان کی حالت وہی ہوتی جو اچھے اور عمدہ بیڑے رکھنے

والے ممالک کی ہے۔ مگر ہندوستان کی قسمت میں تو غلامی کا طوق پڑنا ہی لکھا جا چکا تھا چنانچہ وہی ہو کر رہا اور آج ہندوستان کا بیڑا باوجود ہندوستانیوں کی پیہم جدو جہد اور کوششوں کے صرف چند جہازوں پر مشتمل ہے اور وہ بھی معمولی درجہ کے جہاز ہیں۔ بحری تعلیم اور جہاز سازی کی تو ابھی ملک میں ابتدا ہوئی ہے۔

سلطان کی اصلاحات میں سب سے زیادہ اہم اور قابل قدر اصلاح مجلس وطنی کا قیام تھا۔ سلطان ایک سچے انسان کی طرح شخصی آزادی اور مساوات کا علم بردار تھا۔ اس نے اس اصول کو عملی جامہ پہنانے کے واسطے نیز جدو جہد کی اور سلطنت کے انتظام میں رعایا کو شریک کرنے کی غرض سے ایک پارلیمنٹ قائم کی جس میں رعایا کے نمائندوں کو ممبر بنایا گیا اور اپنی حیثیت صرف ایک آئینی حکمراں کی رکھی لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میر صادق علی کی غداری کی وجہ سے یہ مجلس ناکارہ ہو کر رہ گئی کیونکہ اس میں ایسے نااہل لوگ منتخب ہو کر آئے جو میر صادق کے ہاتھ میں کٹھ پتلیوں کی طرح ناچتے تھے چنانچہ ان حالات کی وجہ سے اس مجلس سے ملک کو وہ فائدہ نہیں پہنچ سکا جو سلطان کے پیش نظر تھا لیکن سلطان کی اس کوشش سے تو یہ بات صاف ظاہر و عیاں ہے کہ اس کے دل میں جمہوریت کی کس قدر تڑپ تھی اور بہ قول " ولکس "، " جمہوریت جس کی اس وقت فرانس میں دھوم تھی، وہ ٹیپو کے یہاں کوئی نئی یا تعجب خیز بات نہیں تھی۔ اس نے ہر شخص کو مساوات دے رکھی تھی "۔

مگر افسوس ہے کہ ان اصلاحات کے جاری کرنے کے باوجود بھی سلطان تیر ملامت کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ میسور گزیٹیر کے مصنف نے کس قدر سچ لکھا ہے کہ : " ابھی تک ملک میں اس کی اصلاحات پر وہ نظر نہیں ڈالی گئی ہے جس کی وہ مستحق ہے یقیناً اس کی اصلاحات حد درجہ قابل تعریف و توصیف ہیں۔ یہ ایک بد قسمتی ہے کہ ٹیپو کی زندگی کا صرف تاریک پہلو مد نظر رکھا جاتا ہے، اور اس کے روشن پہلوؤں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ٹیپو کی اصلی شخصیت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی "۔

[اقتباس از ابوالفتح علی سلطان ٹیپو کی تصویر کا دوسرا رخ
مصنفہ سید حامد حسین جیلانی، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۹۴۷ء] •

مغربی بنگال، کلکتہ



ٹیپو سلطان کے کارہائے نمایاں

اسیش باسو

۱ـــ ٹیپو سلطان شہید کولار ضلع کے دیوان ہلی کے مقام پر ۱۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو پیدا ہوئے تھے۔ ان کا نام بزرگ ٹیپو مستان شاہ کے نام پر رکھا گیا۔ بچپن میں انھوں نے اپنے والد حیدر علی کے ساتھ بہت ساری مہمیں سر کی تھیں۔ ۱۷۶۳ء کے دوران پہلی بار جنگ میں شریک ہوئے تھے۔

۲ـــ پہلی اینگلو۔ میسور جنگ کے اختتام کے دوران حیدر علی نے بندوق کے زور پر صلح نامہ مدراس برائے ۱۷۶۹ء پر دستخط کروایا۔ یہ جنگ تمام جنگوں میں خوفناک ترین تھی کیونکہ انگریزوں نے یہ جنگ ہندوستان میں لڑی تھی اور اس جنگ میں ان کے وقار اور مالیات کو شدید نقصان پہنچا تھا

۳ـــ آرتھر ویلسلی (ویلنگٹن کے ڈیوک) فرماتے ہیں "ہم لوگوں پر دہشت طاری ہو گئی تھی گویا کہ ان کے گھوڑوں کے پر لگ گئے تھے اور وہ ہماری دیواروں کو عبور کر کے ہماری طرف یلغار کر رہے تھے...... میسور کی لائٹ کیویلری دنیا کا بہترین رسالہ تھا۔"

۴ـــ دوسری اینگلو۔ میسور جنگ کے دوران حیدر علی کا انتقال ہوا (دسمبر ۱۷۸۲ء) ٹیپو نے کرنل ہمبراسٹون کے ساتھ ایک بھیانک جنگ لڑی اور انھیں وراثت میں ایک سلطنت اور ایک جنگ ملی۔

۵ـــ مرہٹوں، میسور اور حیدرآباد کے انگریز دشمن اتحادیوں کو انتشار کا شکار ہونا پڑا لیکن بہادر اور ثابت قدم ٹیپو نے جنگ جاری رکھی۔ وہ کرنل بیلی کو ستمبر ۱۷۸۰ء اور کرنل بریتھویٹ کو دسمبر ۱۷۸۲ء کے دوران شکست دے چکے تھے۔

۱۷۸۳ء کے دوران ٹیپو نے بریگیڈیر میتھیوز کو اس کے تمام آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا تھا۔ مدراس کے گورنر نے ٹیپو کے خیمہ میں صلح کی بات چیت کے لئے نمائندے روانہ کئے۔

۶ـــ مینگلور کا صلح نامہ مارچ ۱۷۸۴ء کو اختتام پر پہنچا۔ اس صلح سے امن کا قیام عمل میں نہیں آیا بلکہ اس نے مذکورہ مسئلہ کو آگے کے لئے ٹال دیا۔ میسور کے سماج، اس کی معیشت، نظام حکومت اور مسلح افواج کو جدید بنانے کے لئے ٹیپو کو وقت کی ضرورت تھی۔

۷ـــ ٹیپو نے لٹیرے جاگیرداروں اور درمیانی لگان ایجنٹوں کو نکال باہر کیا تھا۔ میسور کی کل آبادی کے ۱۵ فیصد یا تقریباً ۵,۰۰,۰۰۰ کاشتکاروں کو قطعات اراضی کا حق ملکیت عطا کیا گیا تھا۔ زرعی پیداوار کے تقریباً ۳۰ تا ۴۰ فیصد تک ریاستی آمدنی کے حصہ کو بڑھا دیا گیا تھا۔

۸ـــ "اناج کے محصول" کے بجائے ٹیپو نے پیسے کے ٹیکسیشن کو آگے بڑھایا تھا۔ زراعت کے تجارتی طریق کار کو بڑھاوا دیا تھا۔ غیر سرمایہ دارانہ وسائل سے ملنے والی دولت کو تجارت، کاروبار اور صنعت کی جانب منتقل کر دیا تھا۔

۹ـــ ٹکسٹائل (کپڑے)، لوہے، نیل، شیشے، اون اور چینی کی تجارتی مصنوعات کو کافی فروغ ملا تھا۔ (بوکانن کے بیانات کے مطابق)

۱۰ـــ میسور میں بڑی تعداد میں دستکار آباد تھے اور یہ خطہ ایک پھلتا پھولتا ہوا تجارتی مرکز تھا۔ ٹیپو نے ریاستی تجارت، پبلک سیکٹر ورکشاپ اور مناسب ٹیکسیشن پالیسیوں کے ذریعہ مذکورہ بالا دولت کے ایک بڑے حصے کو ریاست کے براہ راست اختیار میں لایا تھا۔

۱۱ـــ مغرب میں واقع قطعات اراضی کو مغربی گھاٹ کے دریا سیراب کرتے تھے اور کاویری ندی اور اس کے معاون دریا مرکز میں واقع قطعات اراضی سے ہو کر ۱۰۰۰ میل تک بہتے تھے۔ آبپاشی کے کاموں کے تحت مزید ۱۲۰۰ میل طویل نہریں بنائی گئی تھیں اور لاتعداد آبپاشی تالاب بنائے گئے تھے۔

۱۲ـــ ٹیپو نے ۱۰۰۰ آبپاشی تالابوں اور لاتعداد کنوؤں کی کھدائی کے سلسلے میں خاص طور سے پہل کی تھی۔ انھوں نے ۴۰ بڑے بند اور ڈیم تعمیر کروائے تھے۔ دیہاتوں کو ان تالابوں کے قریب قطعات اراضی عطا کئے گئے تھے اور وہ آبپاشی کے پانی کی تقسیم میں مخصوص کردار ادا کرتے تھے۔

۱۳ـــ ٹیپو نے ترکی، فرانس، ایران، چین اور دیگر ممالک کے دستکاروں

91

کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا۔ بڑے شہروں میں واقع اس کے کارخانوں میں کام کرنے والے دستکار توپیں، شمشیر، بندوق، کاغذ، گھڑیاں وغیرہ تیار کرتے تھے۔ ٹیپو کے یہاں جدید ٹکنالوجی سے لیس اسلحہ تیار کرنے کے بہت سارے کارخانے موجود تھے۔

۱۴۔۔۔ شہر آباد ہونے کے عمل میں بڑی تیزی آگئی تھی۔ میسور کی کل آبادی کے ۲۱ فیصد لوگ شہری علاقوں میں آباد تھے۔ بنگلور ہندوستان میں تیز ترین طور پر ابھرنے والا شہر و مرکز تھا۔

۱۵۔۔۔ یہ شہر ایک نمونہ قومی بازار تھا اس وقت تک بڑی ادبی صنعت اور تاجر یہاں داخل نہیں ہو پائے تھے۔

۱۶۔۔۔ میسور کے زیریں علاقوں کے تجارت پیشہ فرقوں اور گھرانوں کو اپنی جانب راغب کیا تھا۔ ان میں کچھی کے تاجر بھی شامل تھے۔

۱۷۔۔۔ ٹیپو نے کاشتکاری کے علاقوں کو وسعت دی تھی۔ بیکار قطعات اراضی کو پہلے سال انھوں نے کاشتکاروں کو بغیر کسی کرایہ کے دیا تھا، دوسرے سال ان پر ایک چوتھائی کرایہ مقرر کیا تھا اور تیسرے سال اور اس کے بعد حسب معمول شرح پر کرایہ مقرر کیا تھا۔

۱۸۔۔۔ ٹیپو سلطان نے اپنی سلطنت میں ۲۸ اور دیگر ممالک میں ۱۸ تجارتی مراکز قائم کئے تھے۔ ریاستی ملکیت والے کارخانے پیگو، مسقط، ہرمز اور جدہ میں قائم کئے گئے تھے۔

۱۹۔۔۔ بحیرہ عرب پر یورپی لوگوں کا تسلط تھا۔ اس پر ایشیائی تسلط دوبارہ قائم کرنے کے لیے ٹیپو سلطان نے بندرگاہی شہروں میں ریاستی تجارتی ادارے قائم کرکے عرب اور ایران سے تجارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

۲۰۔۔۔ "ٹیپو سلطان کے علاقوں میں مقیم کاشتکار خوشحال تھے اور ان کی محنت کو بڑھاوا ملتا تھا اور ان کو انعامات سے نوازا بھی جاتا تھا" بقول سر جان شور، ہندوستان کا گورنر جنرل (۱۷۹۳ تا ۱۷۹۸ء)

۲۱۔۔۔ "۱۷۹۹ء کے دوران جب انگریزوں نے ٹیپو سلطان کو شکست دینے اور قتل کرنے کے بعد میسور پر قبضہ کرلیا تو ان لوگوں کو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ میسور کے کاشتکار انگریزوں کے تسلط والے مدراس کے کاشتکاروں سے زیادہ خوش حال تھے۔" (موہن چندرا)

۲۲۔۔۔ "جب کوئی شخص کسی اجنبی ملک میں آتا ہے اور اپنے سفر کے دوران یہ دیکھتا ہے کہ وہاں کی زراعت و کاشتکاری اپنے عروج پر ہے، وہاں کے باشندے بڑے محنتی لوگ ہیں، وہاں نو آباد شہر نظر آتے ہیں، تجارت روز بروز فروغ پا رہی ہے۔ شہر کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، ہر جگہ ترقی و بہبود کا بول بالا ہے۔ یہ تمام باتیں وہاں کی خوش حالی کی مظہر ہیں اس سے یہ رائے قائم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ وہاں کی حکومت وہاں کے عوام کی بہی خواہ اور دوست ہے۔" (ایڈوارڈ مور۔ جنہوں نے ۱۷۹۴ء کو میسور کا سفر کیا تھا)۔

۲۳۔۔۔ ٹیپو ایک سچے محب وطن تھے۔ وہ آزادی اور اپنی قوم کے اتحاد کے بڑے قدردان تھے۔ انھیں اپنے قومی ورثہ پر ناز تھا۔ وہ اپنے ملک کی روح اور خطرناک انگریزی تہذیب سے بخوبی واقف تھے۔

۲۴۔۔۔ "میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میسور کی حکومت کے اندر مذہب، ذات پات یا مسلک کی بنیاد پر کوئی کسی سے امتیازی سلوک کرتا ہے تو وہ ملک کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔" (ٹیپو سلطان)۔

۲۵۔۔۔ "میرے عوام کون ہیں؟ وہ سب میرے عوام ہیں جو مندروں میں گھنٹہ بجاتے ہیں اور جو مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ سب کے سب میرے اپنے ہیں اور یہ سرزمین ان کی اور میری ہے۔" ۔۔۔ ٹیپو سلطان

۲۶۔۔۔ "ہمارا خدا، تمہارا بھگوان ایک ہے اور اس بزرگ و برتر قوت کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ اس خدا داد قانون کو ہم اپنے دلوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور یہ قانون الٰہی انسانی عظمت و وقار اور انسانی بھائی چارگی پر مبنی ہے۔ نہایت ہی عقیدت کے ساتھ ہم لوگ ہندوؤں کے دیدوں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ عالمی اتحاد پر اپنے اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں اور یہ بیان کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے اگرچہ اس کے بہت سے نام ہیں۔" ۔۔۔ ٹیپو سلطان

۲۷۔۔۔ شرنگیری کے خطوط (جسے ۱۹۱۶ء کے درمیان نرسمہاں نے دریافت کیا تھا) اس حقیقت کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کا تعلق جگت گرو شنکراچاریہ کے ساتھ آپسی اعتماد، تعظیم اور تعاون کا تھا۔

۲۸۔۔۔ ٹیپو نے شرنگیری کے شری شنکراچاریہ کو مرہٹہ فوج کی چڑھائی کی تباہ کردہ شاردا مندر میں دیوی کی مورتی کو از سر نو بٹھانے اور مندر کی مرمت کے لیے فنڈ فراہم کئے تھے۔

۲۹۔۔۔ میسور کے بہت سارے ہندو مندروں کو ٹیپو کی جانب سے عطیات ملتے تھے۔

۳۰۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام ٹیپو سے نفرت کرتے تھے کیونکہ ٹیپو جنوب میں ان کے ایک بڑے رقیب تھے اور جنوبی ہند پر ان کے مکمل تسلط قائم کرنے کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ تھے۔ ٹیپو بھی انہیں اپنی آزادی کے لئے ایک بڑا خطرہ تصور کرتے تھے اس لئے ان کے درمیان جنگ ناگزیر ہو گئی تھی۔

۳۱۔ لارڈ کارنوالس (۱۷۸۶ تا ۱۷۹۳ء) نے عہد و قانون (صلح نامہ منگلور) کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ٹیپو کو تیسری جنگ چھیڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انگریزوں نے نظام اور مرہٹوں کے ساتھ ایک تیسرا اتحاد قائم کیا۔ ۲۱ مئی ۱۷۹۰ء کو ان تین اتحادی طاقتوں کی متحد افواج نے ٹیپو پر حملہ کر دیا تھا۔

۳۲۔ شروعات میں انگریز فوجوں کو شکست کھانی پڑی کارنوالس نے بذات خود انگریز فوج کی قیادت سنبھالی اور اریکرا پہنچ گیا جو سرنگاپٹم سے محض ۹ میل کی دوری پر واقع ہے۔ ٹیپو نے سپہ سالاری کے شاندار جوہر دکھائے اور کارنوالس کو پسپائی کا سامنا کر کے منگلور کی جانب لوٹنا پڑا۔

۳۳۔ بمبئی سے بھیجا گیا ایک فوجی دستہ کے ساتھ کارنوالس نے دوبارہ حملہ کیا اور ۵ فروری ۱۷۹۲ء کو سرنگاپٹم کے قریب پہنچ گیا اس جنگ کا اختتام ٹیپو کی شکست پر ہوا۔

۳۴۔ سرنگاپٹم صلح نامہ کے تحت ٹیپو کو اپنی ریاست کے نصف حصہ کو انگریز اور ان کے اتحادیوں کے حوالے کرنا پڑا تھا اور ۳۱۰ لاکھ روپئے بطور تاوان ادا کرنا پڑا تھا۔ انھیں اپنے دو بیٹوں کو انگریز کے پاس بطور یرغمال رکھنا پڑا تھا۔

۳۵۔ جنگ کے دباؤ اور کثیر رقم بطور تاوان کی ادائیگی نے میسور کی صورت حال ناگفتہ بہ بنا ڈالی تھی لیکن ٹیپو نے اس نے اپنی انتظامیہ اور فوج کو مضبوط بنانے کی متواتر کوشش کی۔ انگریز دشمن ایک اتحاد بنانے کے لئے اس نے انقلابی فرانس، افغانستان، عرب اور ترکی اپنے سفیر روانہ کئے۔ میسور کی معیشت اب بھی رو بہ فروغ تھی اور ۶۰۰۰۰ افراد پر مشتمل افواج کی کفالت کر سکتی تھی۔

۳۶۔ لارڈ ویلسلی (۱۷۹۸ء تا ۱۸۰۵ء) نے مختصر عرصہ میں ایک بہترین فوج تیار کر لی تھی۔ اس نے ایک ذیلی اتحاد صلح نامہ کے تحت نظام کو اپنا تابع بنا لیا تھا اور مرہٹوں کو سیاسی حکمت عملی اور دباؤ کے ذریعہ اپنا محکوم بنا لیا تھا۔

۳۷۔ انگریز فوجوں نے ویلور (۱۱ فروری ۱۷۹۹ء) سے کوچ کیا۔ یہ انگریزوں کی عظیم ترین فوج تھی جو میدان میں اتری تھی۔ نظام نے مزید ۱۶۰۰۰ افواج کا ان میں اضافہ کیا۔ ۶۰۰۰ افراد پر مشتمل بمبئی کی فوج اور مزید ۵۰۰۰ فوج نے کرنل ریڈ اور کرنل براؤن کی قیادت میں جنوب سے کوچ کیا تھا۔

۳۸۔ انگریز فوجوں نے ٹیپو کو ایک مختصر سی مگر بھیانک جنگ میں شکست دی تھی۔ ٹیپو نے امن پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ انھوں نے بہت ہی فخر کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ غاصب ہوا کے رحم و کرم پر جینے سے لاکھ درجہ بہتر ایک سپاہی کی موت مرنا تھا۔ انھوں نے خود کو انگریزوں سے پنشن پانے والے راجا اور نواب کی فہرست میں شامل کرنا بالکل پسند نہیں کیا۔ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اپنے دارالحکومت کا دفاع کرتے ہوئے وہ ایک ہیرو کی طرح شہید ہو گئے۔

۳۹۔ "ٹیپو سلطان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے بڑھتے ہوئے دشمنوں کی جانب نہایت ہی ٹھنڈے دماغ کے ساتھ اپنی اس بندوق کا رخ کئے کھڑا تھا جسے اس کے خادموں نے اس میں گولی بھر کر اس کے ہاتھوں میں تھمایا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ جلد ہی وہ پیچھے کی جانب لوٹ کر آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرمزی رنگ کا ایک دھبہ اس کی سفید قمیص پر اس جگہ نظر آیا جہاں بندوق کی گولی اسے لگی تھی ۔ ۔ ۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور دشمنوں کی جانب بڑھنے کی کوشش کی۔ ایک بار پھر وہ زخمی ہوا اور اس کے بعد بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ بعد ازیں اس کے گھوڑے کو گولی لگی اور وہ زخموں اور سر چکرا جانے کی وجہ سے زمین پر گر پڑا۔ اس وقت بھی اس شیر نے اٹھ کر اپنی بہادری دکھانے کی ایک آخری کوشش کی ۔ ۔ ۔ ۔ ٹھیک اسی وقت ایک گولی اس کے سر پر لگی اور گر پڑا۔" دکنز سرتج۔

۴۰۔ لال باغ میں واقع شاہی قبرستان میں ٹیپو سلطان کی جسد خاکی کو ان کے والد حیدر علی کے پاس نہایت ہی احترام کے ساتھ دفنایا گیا۔

۴۱۔ ٹیپو کے خاندان کے افراد کو جو ویلور میں نظر بند تھے بعد ازاں کلکتہ لایا گیا تھا۔

۴۲۔ "ایسی موت رائیگاں نہیں جا سکتی۔ کوئی نہ کوئی اور کبھی بھی اس گرتی ہوئی مشعل کو اٹھا کر سربلند ضرور کرے گا کیونکہ ایک بار اگر یہ روشن ہو گئی تو پھر یہ کبھی نہیں گل ہو گی۔" ۔ ٹیپو سلطان (انگریزی سے ترجمہ) ••

کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا۔ بڑے شہروں میں، ماسوا اس کے کارخانوں میں کام کرنے والے دستکار تھے، جو شیشہ، بندوق، کاغذ، گھڑیاں وغیرہ تیار کرتے تھے۔ ٹیپو کے یہاں ہر چھوٹا سے چھوٹا اسلحہ تیار کرنے کے بہت سارے کارخانے موجود تھے۔

۱۴۔ کشمیر آباد ہونے کے علاوہ بڑی تیزی آگئی تھی۔ میسور کی کل آبادی کا ۱۲ فیصد لوگ شہری علاقوں میں آباد تھے۔ بنگلور ہندوستان میں تیز ترین طور پر ترقی پانے والا شہری مرکز تھا۔

۱۵۔ بنگلور ایک منظم قومی بازار تھا اس وقت تک ہندوستانی صنعت اور تاجر یہاں دور دراز سے آیا کرتے تھے

۱۶۔ میسور کے شہری علاقوں کے تجارت پیشہ فرقوں اور کاریگروں کو اپنی جانب راغب کیا تھا۔ ان میں گجرات کے تاجر بھی شامل تھے۔

۱۷۔ ٹیپو نے کاشتکاری کے علاقوں کو وسعت دی تھی۔ بیکار قطعات اراضی کو پہلے سال انھوں نے کاشتکاروں کو بغیر کسی کرایہ کے دیا تھا دوسرے سال ان پر ایک چوتھائی کرایہ مقرر کیا تھا اور تیسرے سال اور اس کے بعد حسب معمول شرح پر کرایہ مقرر کیا تھا۔

۱۸۔ ٹیپو سلطان نے اپنی سلطنت میں ۲۸ اور دیگر ممالک میں ۱۸ تجارتی مراکز قائم کئے تھے۔ ریاستی ملکیت والے کارخانے پیگو، مسقط، پیگو، ارماز اور جدہ میں قائم کئے گئے تھے۔

۱۹۔ بحر عرب پر یورپی لوگوں کا تسلط تھا۔ اس پر ایشیائی تسلط دوبارہ قائم کرنے کے لئے ٹیپو سلطان نے بندرگاہی شہروں میں ریاستی تجارتی ادارے قائم کرکے عرب اور ایران سے تجارتی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

۲۰۔ "ٹیپو سلطان کے علاقوں میں مقیم کاشتکار محفوظ تھے اور ان کی محنت کو برساوا ملتا تھا اور ان کو انعامات سے نوازا بھی جاتا تھا" بقول سر جان شور (ہندوستان کا گورنر جنرل ۱۷۹۳ء تا ۱۷۹۸ء)

۲۱۔ "۱۷۹۹ء کے دوران جب انگریزوں نے ٹیپو سلطان کو شکست دینے اور قتل کرنے کے بعد میسور پر قبضہ کر لیا تو ان لوگوں کو یہ جان کر بڑی حیرت ہوئی کہ میسور کے کاشتکار انگریزوں کے تسلط والے مدراس کے کاشتکاروں سے زیادہ خوش حال تھے۔" (بپن چندرا)

۲۲۔ "جب کوئی شخص کسی اجنبی ملک میں آتا ہے اور اپنے سفر کے

دوران یہ دیکھتا ہے کہ وہاں کی زراعت و کاشتکاری اپنے عروج پر ہے، وہاں کے باشندے بڑے محنتی لوگ ہیں، وہاں نو آباد شہر نظر آتے ہیں، تجارت روز بروز فروغ پا رہی ہے۔ شہر کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ہر جگہ ترقی و بہبود کا بول بالا ہے۔ یہ تمام باتیں وہاں کی خوش حالی کی مظہر ہیں اس سے یہ رائے قائم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ وہاں کی حکومت وہاں کے عوام کی بہی خواہ اور دوست ہے۔"

(ایڈورڈ مور — جنہوں نے ۱۷۹۴ء کو میسور کا سفر کیا تھا)۔

۲۳۔ ٹیپو ایک سچے محب وطن تھے۔ وہ آزادی اور اپنی قوم کے اتحاد کے بڑے قدرداں تھے۔ انہیں اپنے قومی ورثہ پر ناز تھا۔ وہ اپنے ملک کی زبان اور ملک کی تہذیب سے بخوبی واقف تھے۔

۲۴۔ "میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میسور کی حکومت کے اندر مذہب، ذات پات یا مسلک کی بنیاد پر کوئی کسی سے امتیازی سلوک کرتا ہے تو وہ ملک کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔" (ٹیپو سلطان)۔

۲۵۔ "میرے عوام کون ہیں؟ وہ سب میرے عوام ہیں جو مندر میں گھنٹہ بجاتے ہیں اور جو مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ سب کے سب میرے اپنے ہیں اور یہ سرزمین ان کی اور میری ہے۔" —— ٹیپو سلطان

۲۶۔ "ہمارا خدا، تمہارا بھگوان ایک ہے اور اس بزرگ و برتر قوت کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ اس خدا کے قانون کو ہم اپنے دلوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور یہ قانون الہی انسانی عظمت و وقار اور انسانی بھائی چارگی پر مبنی ہے۔ نہایت ہی عقیدت کے ساتھ ہم لوگ ہندوؤں کے ویدوں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ عالمی اتحاد پر اپنے اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں اور یہ بیان کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے اگرچہ اس کے بہت سے نام ہیں۔" —— ٹیپو سلطان

۲۷۔ شرنگیری کے خطوط (جسے ۱۹۱۶ء کے درمیان نرسمہاں نے دریافت کیا تھا) اس حقیقت کو تقویت پہنچاتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کا تعلق جگت گرو شنکر اچاریہ کے ساتھ آپسی اعتماد، تعظیم اور تعاون کا تھا۔

۲۸۔ ٹیپو نے شرنگیری کے شری شنکر اچاریہ کو مرہٹہ فوج کی پنڈاریوں کی تباہ کردہ شاردا مندر میں دیوی کی مورتی کو از سر نو بٹھانے اور مندر کی مرمت کے لئے فنڈ فراہم کئے تھے۔

۲۹۔ میسور کے بہت سارے ہندو مندروں کو ٹیپو کی جانب سے عطیات ملتے تھے۔

۳۰۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام ٹیپو سے نفرت کرتے تھے کیونکہ ٹیپو جنوب میں ان کے ایک بڑے رقیب تھے اور جنوبی ہند پر ان کے مکمل تسلط قائم کرنے کی راہ میں ایک زبردست رکاوٹ تھے۔ ٹیپو بھی انہیں اپنی آزادی کے لئے ایک بڑا خطرہ تصور کرتے تھے اس لئے ان کے درمیان جنگ ناگزیر ہو گئی تھی۔

۳۱۔ لارڈ کارنوالس (۱۷۸۶ تا ۱۷۹۳ء) نے عہد و قانون (صلح نامہ منگلور) کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ٹیپو کو تیسری جنگ چھیڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ انگریزوں نے نظام اور مرہٹوں کے ساتھ ایک تیسرا اتحاد قائم کیا۔ ۲۱ مئی ۱۷۹۰ء کو ان تین اتحادی طاقتوں کی متحدہ افواج نے ٹیپو پر حملہ کر دیا تھا۔

۳۲۔ شروعات میں انگریز فوجوں کو شکست کھانی پڑی کارنوالس نے بذات خود انگریز فوج کی قیادت سنبھالی اور اریکیرا پہنچ گیا جو سرنگاپٹم سے محض ۹ میل کی دوری پر واقع ہے۔ ٹیپو نے سپہ سالاری کے شاندار جوہر دکھائے اور کارنوالس کو پسپائی کا سامنا کر کے منگلور کی جانب لوٹنا پڑا۔

۳۳۔ بمبئی سے بھیجا گیا ایک فوجی دستہ کے ساتھ کارنوالس نے دوبارہ حملہ کیا اور ۵ فروری ۱۷۹۲ء کو سرنگاپٹم کے قریب پہنچ گیا اس جنگ کا اختتام ٹیپو کی شکست پر ہوا۔

۳۴۔ سرنگاپٹم صلح نامہ کے تحت ٹیپو کو اپنی ریاست کے نصف حصہ کو انگریز اور ان کے اتحادیوں کے حوالے کرنا پڑا تھا اور ۳۱ لاکھ روپئے بطور تاوان ادا کرنا پڑا تھا۔ انھیں اپنے دو بیٹوں کو انگریز کے پاس بطور یرغمال رکھنا پڑا تھا۔

۳۵۔ جنگ کے دباؤ اور کثیر رقم بطور تاوان کی ادائیگی نے میسور کی صورت حال ناگفتہ بہ بنا ڈالی تھی لیکن ٹیپو نے اپنی انتظامیہ اور فوج کو مستحکم بنانے کی متواتر کوشش کی۔ انگریز دشمنی ایک اتحاد بنانے کے لئے اس نے انقلابی فرانس، افغانستان، عرب اور ترکی اپنے سفیر روانہ کئے۔ میسور کی معیشت اب بھی رو بہ فروغ تھی اور ۶۰۰۰۰ افراد پر مشتمل افواج کی کفالت کر سکتی تھی۔

۳۶۔ لارڈ ویلسلی (۱۷۹۸ء تا ۱۸۰۵ء) نے مختصر عرصہ میں ایک بہترین فوج تیار کر لی تھی۔ اس نے ایک ذیلی اتحاد صلح نامہ کے تحت نظام کو اپنا تابع بنا لیا تھا اور مرہٹوں کو سیاسی حکمت عملی اور دباؤ کے ذریعہ اپنا محکوم بنا لیا تھا۔

۳۷۔ انگریز فوجوں نے ویلور (۱۱ فروری ۱۷۹۹ء) سے کوچ کیا۔ یہ انگریزوں کی عظیم ترین فوج تھی جو میدان میں اتری تھی۔ نظام نے مزید ۱۶۰۰۰ افواج کا اس میں اضافہ کیا۔ ۶۰۰۰ افراد پر مشتمل بمبئی کی فوج اور مزید ۵۰۰۰ فوج جنرل رابرٹ ہارس کی قیادت میں بمبئی سے کوچ کیا تھا۔

۳۸۔ انگریز فوجوں نے ٹیپو کو ایک مختصر سی مگر بھیانک جنگ میں شکست دی تھی۔ ٹیپو نے امن پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ انہوں نے بہت ہی فخر کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ غاصب یورپی کے رحم و کرم پر جینے سے لاکھ درجہ بہتر ایک سپاہی کی موت مرنا تھا۔ انہوں نے خود کو انگریزوں سے پنشن پانے والے راجا اور نواب کی فہرست میں شامل کرنا بالکل پسند نہیں کیا۔ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو اپنے دارالحکومت کا دفاع کرتے ہوئے وہ ایک ہیرو کی طرح شہید ہو گئے۔

۳۹۔ "ٹیپو سلطان . . . . اپنے بڑھتے ہوئے دشمنوں کی جانب نہایت ہی ٹھنڈے دماغ کے ساتھ اپنی اس بندوق کا رخ کئے کھڑا تھا جسے اس کے خادموں نے اس میں گولی بھر کر اس کے ہاتھوں میں تھمایا تھا . . . . جلد ہی وہ پیچھے کی جانب لڑکھڑایا . . . . قرمزی رنگ کا ایک دھبہ اس کی سفید قمیص پر اس جگہ نظر آیا جہاں بندوق کی گولی اسے لگی تھی . . . . وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور دشمنوں کی جانب بڑھنے کی کوشش کی۔ ایک بار پھر وہ زخمی ہوا اور اس کے بعد بھی آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ بعد ازیں اس کے گھوڑے کو گولی لگی اور وہ زخموں اور سر چکرا جانے کی وجہ سے زمین پر گر پڑا۔ اسی وقت بھی اس شیر نے اٹھ کر اپنی بہادری دکھانے کی ایک آخری کوشش کی . . . . ٹھیک اسی وقت ایک گولی اس کے سر پر لگی اور گر پڑا۔" دکنز سر تیج۔

۴۰۔ لال باغ میں واقع شاہی قبرستان میں ٹیپو سلطان کی جسد خاکی کو ان کے والد حیدر علی کے پاس نہایت ہی احترام کے ساتھ دفنایا گیا۔

۴۱۔ ٹیپو کے خاندان کے افراد کو جو ویلور میں نظر بند تھے بعد ازاں کلکتہ لایا گیا تھا۔

۴۲۔ "ایسی موت رائیگاں نہیں جا سکتی۔ کوئی آئے گا اور کبھی بھی اس گرتی ہوئی مشعل کو اٹھا کر سربلند ضرور کرے گا کیونکہ ایک بار اگر یہ روشن ہو گئی تو پھر یہ کبھی نہیں گل ہو گی۔" ۔ ٹیپو سلطان (انگریزی سے ترجمہ) ●●

بابِ روشن



مادرِ ہند کا وہ اک بیٹا

خاکِ میسور سے اٹھا تھا جو — بندۂ خاص کی دعا تھا جو
مردِ میداں تھا جو شجاعت کا — مہر و مہ مطلع سیاست کا
جو مدبر سا اک مدبر تھا — دانشِ عصر تھا مفکر تھا
ملک کی شان کہتے ہیں اس کو — ٹیپو سلطان کہتے ہیں اس کو
ٹیپو سلطان تھا اک ایسا نام — تھے فرنگی بھی لرزہ براندام
وہ کہ چیتے سی اس میں تیزی تھی — اس میں بل ڈاگ کی تھی مستعدی
تھا وہ تلوار دشمنوں کے لئے — ڈھال لیکن تھا دوستوں کے لئے
تھی مثالی بہادری اس کی — زندگی اس کی معرکوں سے بھری
اپنی مٹی کو پوجتا تھا وہ — تھا محبِ وطن کچھ ایسا وہ
تھی لہو میں کچھ ایسی گرمی سی — دشتِ کربل کی یاد تازہ کی
آپ اپنے میں اِک کمال تھا وہ — آپ اپنی ہی اک مثال تھا وہ

مادرِ ہند کا وہ اک بیٹا
جو ہے تاریخ کا سنہرا ورق
بابِ روشن کتابِ ہند کا ہے

نصر غزالی



ٹیپو سلطان کی ایجاد و اختراع

شمیم انور

ٹیپو سلطان ایک عظیم المرتبت شخصیت کا نام تھا۔ ایسی شخصیت کہ ہندوستان اس کی نظیر نہیں پیش کر سکا۔ اس کے ارادے بہت عظیم اور اس کے حوصلے بلند تھے۔ اس کی قابلیت حیرت انگیز تھی۔ اس کی سلطنت بہت وسیع تھی۔ وہ ایک بہادر انسان تھا۔ ساری زندگی ایک جنگ جو کی طرح ایک محاذ سے دوسرے محاذ تک فرنگیوں سے نبرد آزما رہا۔ نہ صرف اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ بنی نوع انسانی کی عظمت کے لئے ٹیپو نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ٹیپو نے یہ کہتے ہوئے کہ "گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے ایک دن شیر کی آزاد زندگی اچھی ہے"، جواں مردی سے ایک آزاد شیر کی طرح موت قبول کی۔

علامہ اقبال نے ایک موقع پر کہا تھا کہ:

"سرزمین ہند میں اگر نہایت حقہ کے مقام تک کسی نے رسائی کی تو وہ ٹیپو ابن حیدر علی تھا اور اس کی نہایت الہیہ کی ایک ادنیٰ سی جھلک صرف یہی سن کر آپ کی آنکھوں میں بھر جائے گی کہ اس کی سلطنت کا نام دولت خداداد اور اس کے ایوانِ عدالت کا نام دربار دولت تھا۔"

(روزنامہ انقلاب۔ لاہور)

ٹیپو کی سلطنت کا نام خداداد تھا۔ اللہ کی فیاضی نے اس سلطنت کے بانیوں کو بھی خداداد صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ ایسی صلاحیت کہ دنیا دیکھے کہ ہندوستان میں وہ جوہر پوشیدہ ہے جس پر عالم انسانیت فخر کر سکے۔ باپ نے اگر ایک سلطنت قائم کی تو بیٹے نے اپنی شجاعت، بہادری، دوربینی اور اولوالعزمی سے سارے ہندوستان کو آزادی دلانے کے لئے حق و صداقت کے بے مثل نمونے پیش کر کے ہندوستانیوں کو عبرت دلائی کہ قوم و وطن کے لئے قربانیاں کیا ہوتی ہیں۔ ہر معرکہ پر وہ شیر کی طرح لڑا کیونکہ وہ حقیقتاً شیر میسور تھا۔

ٹیپو صرف سلطان ہی نہیں عالم بھی تھا۔ اس کی علمی قابلیت بھی خداداد تھی۔ وہ بہت ذہین اور ذی فہم تھا۔ اس سے بڑھ کر صاحب رائے تھا۔ وہ ہر معاملہ میں ایسی رائے رکھتا تھا جس کی کاٹ ممکن نہیں ہوا کرتی تھی۔ اس کی رائے بادشاہ یا حاکم کا حکم نہیں رکھتی تھی بلکہ وہ اپنی علمی صلاحیت اور قابلیت سے رائے دیتا تھا۔ مسئلہ خواہ طب، تجارت، خانہ جنگی، مذہبی یا فوجی کسی نوعیت کا ہو بے شمار امور پر اپنی صلاحیت کے بل پر ایسی رائے دیتا تھا کہ جس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہوتی تھی۔ اس کا ثبوت وہ بے شمار خطوط ہیں جو وقتاً فوقتاً اس نے لکھے ہیں۔ اس کی تحریر انفرادی نوعیت کی ہوا کرتی تھی۔ وہ تحکم کے ساتھ دو ٹوک لکھنے کا عادی تھا۔ تحریر اس قدر مختصر جامع اور پُر معنی ہوا کرتی تھی کہ جیسے سمندر کوزے میں سمٹ آیا ہو۔ ایک ایک لفظ گنجینۂ معنی کا طلسم ہوا کرتا تھا۔ اس کی تحریروں کی اہم صفت یہ تھی کہ وہ تحریر اپنی پہچان رکھتی تھی۔ بڑے بڑے دانشوروں اور مفکروں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ ٹیپو کو نہایت آسانی سے نثر و نظم لکھنے پر قدرت حاصل تھی۔

اہم مضامین، احکامات و فرمان ٹیپو بذات خود لکھتا تھا یا منشی کو املا کراتا تھا۔ کتاب "تحفۃ المجاہدین" اور دوسری کتابیں خلاً "وقائع منازل"، "احکام نامہ" وغیرہ ٹیپو کی خاص نگرانی میں لکھی گئیں۔ ان کتابوں میں بہت سارے مضامین اور اشعار خود ٹیپو کی تصنیف کردہ ہیں۔ ٹیپو اپنے فرمان، احکامات و دوسری نگارشات جو منشیوں کے ذریعہ تحریر کی جاتی تھیں ان کے آغاز پر خود اپنے قلم سے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھتا تھا اور اختتام پر اپنے دستخط اور مہر ثبت کرتا تھا تاکہ دوسرے اس کی تحریر میں اضافہ نہ کر سکیں اور یہ بھی کہ اس کو استقامت مل جائے۔

کتاب تحفۃ المجاہدین (فتح المجاہدین) کے فارسی اور اردو وادبیات اور ان میں جو احکامات ہیں اس کے مصنف کا نام کتاب میں "میر زین العابدین شوشتری" لکھا ہوا ہے لیکن خود مصنف نے اس کتاب میں اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ کتاب ٹیپو کی نگرانی میں تحریر کی گئی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ٹیپو کتنا قادر الکلام شاعر اور نثار تھا۔ ٹیپو کس قدر علم دوست تھا اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ سرنگاپٹم میں اس نے اپنی سرپرستی میں جمیع الامور کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جہاں مذہبی تعلیم کے ساتھ دوسرے علوم و فنون کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اس یونیورسٹی میں ایک عظیم الشان کتب خانہ تھا جس میں بیش قیمت کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا جس سے ہر خاص و عام فیضیاب ہوتے تھے۔ سلطنت

خداداد کے زوال کے بعد سرنگاپٹم کی یہ عظیم یونیورسٹی غارت گروں کی شکار ہوئی اور بیشتر نادر کتابیں اور قلمی نسخے تباہ ہوگئے۔ کچھ کتابیں تو بچ رہیں لیکن بیشتر لندن روانہ کر دی گئیں۔ چند کتب کلکتہ بھی آئیں اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی تحویل میں جمع ہوئیں۔ سلطانی کتب خانے سے حاصل شدہ ٦٤ کتابیں ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ میں محفوظ ہیں۔

جمیع الامور کے کتب خانہ کی ترتیب و تہذیب کے لئے خاص مہتمم مقرر تھے۔ چونکہ ٹیپو کو تصنیف و تالیف کا بذات خود بہت شوق تھا اس لئے اس کی سند کے مطابق بہت ساری کتابیں تالیف کی گئیں جن میں مذہبیات، سیاسیات، شاعری کے علاوہ فوجی اور دیوانی امور میں کام آنے والی کتابیں بھی شامل تھیں۔ ان کے علاوہ غیر زبانوں سے ترجمہ کردہ کتابوں کی تعداد بھی خاصی تھی۔ ٹیپو نے فوجی اور دیوانی معاملات پر کافی کتابیں تالیف کرائی تھیں۔ ٹیپو نے اپنے فرامین کے متعدد مجموعے تیار کرائے تھے جو آج بھی یورپ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ٹیپو جن کتابوں کا مطالعہ کر لیتا تھا ان پر اپنی مہر لگا دیتا تھا اسی لئے بیشتر کتابوں پر اس کی مہر ملتی ہے۔ ٹیپو کے سرمایۂ کتب سے شہنشاہ اورنگ زیب کے ہاتھ سے لکھا ہوا قرآن مجید کا ایک نادر نسخہ بھی دستیاب ہوا ہے۔ یہ قرآن نہایت نفیس خط نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ اور عمدہ نقش و نگار سے مزین ہے۔

ٹیپو نے جہاد پر بہت زیادہ زور دیا تھا۔ مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے اس نے مؤید المجاہدین کے نام سے خطبات جمعہ کی تدوین کا حکم صادر فرمایا تھا۔ یہی خطبات مساجد میں باقاعدگی سے پڑھے جاتے تھے۔ اس کتاب میں تقریباً پچاس خطبات جمعہ اور دو عدد عیدین کے خطبات ہیں۔ ہر خطبہ میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جاتی تھی۔ اس کی جدت طبع نے ایک اور جرات یہ کی کہ اب تک خطبات عربی زبان میں مروج تھے۔ اور عربی زبان سمجھنے والوں میں کمی آتی جارہی تھی۔ اکثریت اس زبان سے آشنا نہیں تھی اس لئے ٹیپو نے حکم صادر کر کے ان خطبات کو عربی کی بجائے فارسی میں ترویج کی۔ ان خطبات میں بیشتر خطبات منظوم تھے۔ یہی نہیں اس نے شرعی احکام کے فتوے بھی مرتب کروائے تھے۔ ان کو بروئے کار بھی لایا جاتا تھا۔

ٹیپو نے قدم قدم پر ستھری ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی جرات اور جدت سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے نت نئی ایجاد و اختراع کو راہ دی تھی۔ میر نظام علی خان نظام الملک کی صاحبزادی سے شادی کے سلسلہ میں جب ٹیپو سے تصویر کی فرمائش کی گئی تو ٹیپو نے نہایت انکساری سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"مردوں کی بہترین تصویر ان کی جوانمردی ہے"۔ اس کے علاوہ ٹیپو نے جنگی ہتھیاروں پر خواہ وہ کسی نوعیت کا رہا ہو "اسد اللہ الغالب" لکھنے کا رواج شروع کیا تاکہ پہچان رہے کہ یہ ہتھیار عہد ٹیپو سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایجاد و اختراع کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ٹیپو نے اپنے رائج الوقت سکوں کو نام عطا کیا تھا۔ مثلاً :

(۱) سکے ۔ سلطانی ہن (۲) ہن ۔ فاروقی

(۳) سلطانی اشرفی ۔ اگاری، راحتی، احمدی (۴) سلطانی نصف اشرفی صدیقی

(۵) نقرہ ۔ حیدری (۶) سلطانی روپیہ ۔ امامی

(۷) سلطانی نصف روپیہ ۔ عابدی (۸) سلطانی پاؤ روپیہ ۔ باقری

(۹) سلطانی ⅛ روپیہ ۔ جعفری (۱۰) سلطانی ۱/۱۶ روپیہ ۔ کاظمی (۱۱) سلطانی ½ آنہ خضری

ٹیپو سے قبل ملک میں مغلیہ دور حکومت سے سنہ ہجری کا رواج چلا آرہا تھا اور اس میں نقص یہ تھا کہ ہر سال چونکہ ۱۱ دنوں کی کمی یا بیشی ہوجاتی تھی اس لئے لگان کی وصولیابی میں بڑی دشواری پیش آتی تھی کیونکہ فصل اپنے وقت پر تیار ہوجاتا تھا اور لگان فصلوں کی تیاری کے ساتھ ہی وصول کی جاتی تھی۔ اس نقص کو محسوس کرتے ہوئے ٹیپو نے ایک نئی تقویم (جنتری) بنائی تھی جس کی وجہ سے ہر مہینہ بغیر کسی کمی بیشی کے موسم کے مطابق آتا تھا۔ ٹھیک اسی طرح جیسے اگلے سال میں تھا۔ تقویم بنانے کے بعد ٹیپو نے مہینوں کے نام دو طرح سے رکھے۔ ایک ابجد کے مطابق اور دوسرا ابتث کے حساب سے مثلاً :

بحساب ابجد	بحساب ابتث
۱۔ احمدی	۱۔ احمدی
۲۔ بہاری	۲۔ بہاری
۳۔ جعفری	۳۔ تقی
۴۔ دارائی	۴۔ ثمری
۵۔ ہاشمی	۵۔ جعفری
۶۔ واسعی	۶۔ حیدری
۷۔ زبرجدی	۷۔ خسروی
۸۔ حیدری	۸۔ دینی
۹ طلوعی	۹۔ ذکری
۱۰۔ یوسفی	۱۰۔ رحمانی
۱۱۔ یازدی	۱۱۔ راضی
۱۲۔ بیانی	۱۲۔ ربانی

ٹھیک اسی طرح ٹیپو نے ایک جگ یعنی ہندوؤں کے حساب کے مطابق ساٹھ سالوں کا ایک جگ ہوتا ہے ان ساٹھ سالوں کو بھی ابجد اور ابتث کے مطابق نام عطا کیا تھا۔

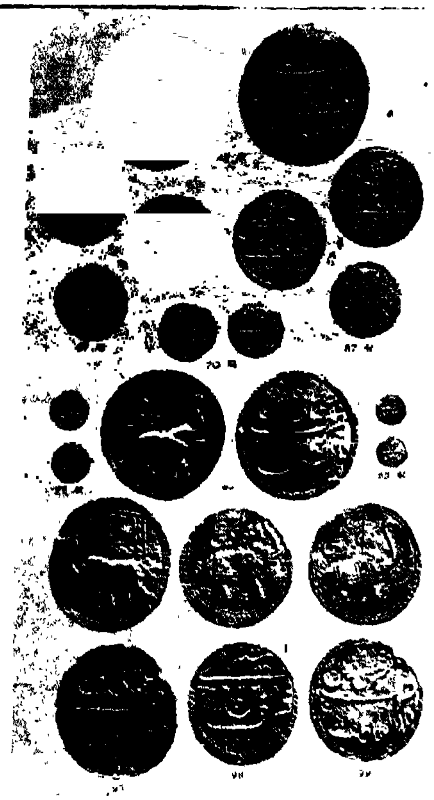
ٹیپو نے اپنے شوق ایجاد و اختراع سے سلطنت خداداد میں شامل تمام شہروں کو اپنے طور پر نام دے رکھا تھا۔

شہروں کے نام	ٹیپو کے عطا کردہ نام
ڈنڈیگل	خالق آباد
کشنگری	فلک الاعظم
پاؤگڑھ	ختمی
سنگل درگ	مظفر آباد
پنوکنڈہ	فخر آباد
قلعہ بل	منظر آباد
ملولی	گلشن آباد
سنگلور	جمال آباد
دیون ہلی	یوسف آباد
ہوسکوٹہ	اسلام پور
سرنگا پٹم	ظفر آباد
بلاری	ثمر پٹن
کوئمبتور	سلام آباد
قلعہ گتی	فیض حصار
نندی گڑھ	گردوں شکوہ
میسور	نظر آباد
مبزدک	فرخی
سرا	رستم آباد
کلی کوٹ	اسلام آباد
بنگلور	دار السرور
ماگڑی	ساون گڑھ

اس کے علاوہ:

حبش کا نام بدل کر عسکری رکھا

تمام کچہریوں کے نام اسمائے حسنیٰ پر رکھے



حیدر علی اور سلطان کے عہد کے سکّے

نواب حیدر علی نے اپنا پہلا سکّہ بدنور کے بعد رائج کیا۔ یہ سکہ بہادری کہلاتا تھا۔ بنگلور میں اس قسم کا سکہ رائج تھا جس کا نام بنگلوری ہن تھا ٹیپو سلطان کے زمانے میں اس سکہ کا نام سلطانی ہن ہو گیا۔ سلطان کے عہد میں سونے، چاندی اور تانبے کے بنے ان سکوں کو سلطانی اشرفی، سلطانی پگوڈا، سلطانی روپیہ اور سلطانی پیسہ کہا جاتا تھا۔ بعد میں سلطان نے انھیں احمدی، حیدری امامی، خضری اور ان کی قدر و قیمت کے اعتبار سے دیگر نام عطا کئے۔ (م-م-ا) ●●

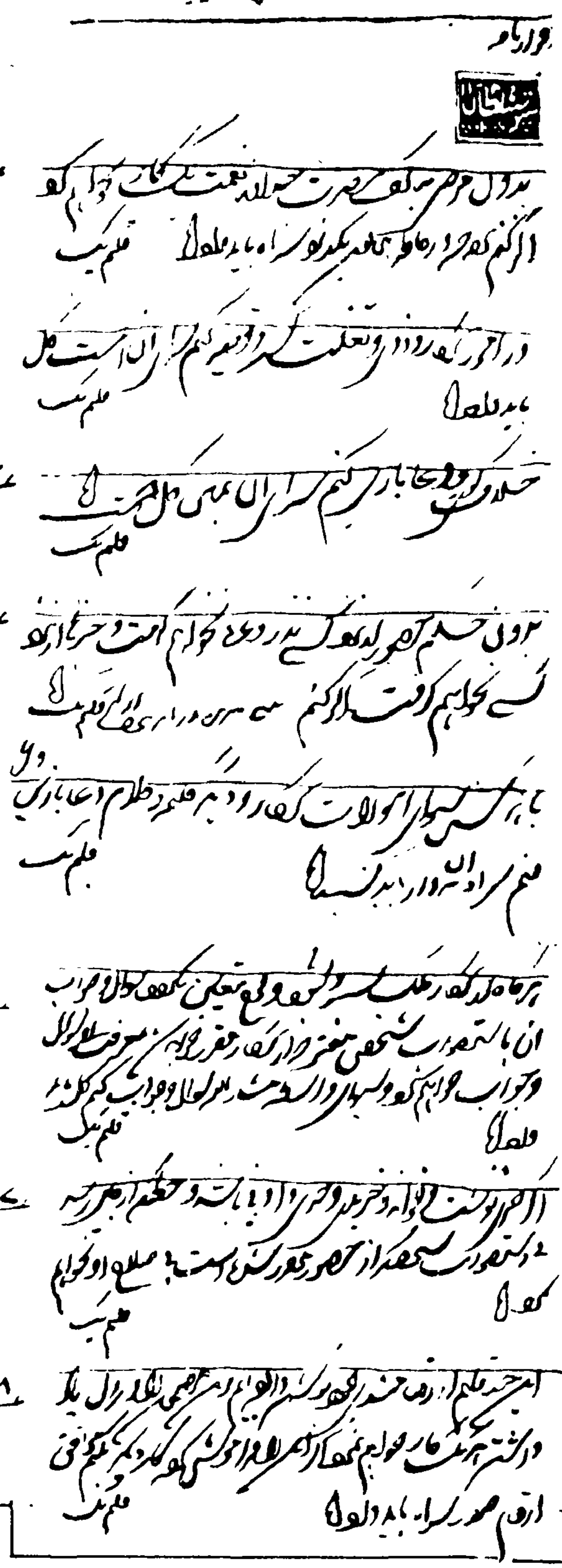
بندوق کا نام — تفنگ

توپ کا نام — درخش

بان کا نام — شہاب وغیرہ رکھا

اگر ٹیپو کو زندگی نے اور مہلت دی ہوتی تو اس کے شوق ایجاد و اختراع نے اور بھی گل کھلائے ہوتے۔ ●●

عکسِ تحریرِ سلطانی



اقــرارنــامــہ

ٹیپو سلطان کے اقرار نامہ کا یہ عکس محمود خان بنگلوری کی کتاب تاریخ سلطنت خداداد سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ اقرار نامہ سلطان نے اپنے والد محترم کی خدمت میں غالباً ۱۶، ۱۷ سال کی عمر میں فارسی زبان میں لکھ کر پیش کیا تھا۔ محمود بنگلوری صاحب نے اپنی کتاب میں اقرار نامہ سے متعلق بہت سی معلومات فراہم کی ہیں۔ یہاں انھیں کی کتاب سے اقرار نامہ کا اردو ترجمہ پیش ہے۔
(ادارہ)

۱۔ بغیر مرضی مبارک حضرت خداوند نعمت کوئی کام نہیں کروں گا۔ اگر کروں تو جو سزا مناسب سمجھی جائے۔ دی جائے۔

۲۔ اگر سرکاری کاموں میں چوری یا تغلبی کروں تو پھانسی کی سزا دی جائے۔

۳۔ اگر جھوٹ بولوں یا دغا بازی کروں تو پھانسی کی سزا دی جائے۔

۴۔ بغیر مرضیٔ مبارک حضور کے کسی سے نذر یا کوئی اور چیز لوں تو میری ناک کاٹ کر شہر بدر کر دیا جائے۔

۵۔ سوائے امور سرکاری کے اگر میں کسی سے کلمہ و کلام یا دغا بازی کروں تو پھانسی کی سزا دی جائے۔

۶۔ اگر سرکار کی جانب سے مجھے کسی ملک کی حکومت تفویض کی جائے اور میرے ماتحت فوج رکھی جائے تو میں تمام متعلقہ امور ان لوگوں کے مشورہ سے انجام دوں گا جنہیں سرکار نے اس غرض کے لئے مقرر کیا ہے۔ اگر اس کے عوض کسی دوسرے ذریعہ سے یہ کام کروں تو پھانسی کی سزا دی جائے۔

۷۔ اگر کبھی خط و کتابت یا خرید و فروخت یا کوئی خط کسی جگہ سے آئے تو سوائے حضور کے مقرر کردہ مشیروں کی صلاح کے کوئی کام نہیں کروں گا۔

۸۔ یہ چند قلم اپنی رضامندی سے لکھ کر دے رہا ہوں اور ان کے مضمون کو دل میں بطور یادداشت رکھتا ہوا اقرار کرتا ہوں کہ ہر کام ان دفعات کے مطابق کروں گا اگر نہ کروں تو جو سزا چاہے دی جائے۔



مکاتیبِ سلطانی اور ولیم کرک پیٹرک

محمود خان محمود بنگلوری

کرنل ولیم کرک پیٹرک کی چوتھی جنگ میں موجود تھا۔ یہ ان پانچ افسروں میں سے ایک تھا جو ولزلی نے ،،سازشیں کرانے کے لئے مقرر کئے تھے۔ اور سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد اس کو سلطان کے کاغذات کا معائنہ اور ترجمہ کرنے پر متعین کیا گیا۔ اس سلسلہ میں اس نے سلطانی مکاتیب اور دوسری تمام تحریروں کو جمع کر کے ان سے اپنی یہ کتاب مرتب کی اور ۱۸۱۱ء میں انگلستان میں طبع کرائی۔ اس وقت لارڈ ولزلی انگلستان کا سکریٹری آف اسٹیٹ تھا۔ کرک پیٹرک نے اس کتاب کو اسی کے نام حسبِ ذیل الفاظ میں معنون کیا ہے۔

"مائی لارڈ

یہ آپ کی ذات کے لئے باعثِ اعزاز نہیں کہ میں اس کتاب کو آپ کے نام نامی پر معنون کروں۔ یہ کون نہیں جانتا کہ آپ کی شخصیت ہی تھی جس کی سیاست، ذہانت اور بروقت احتیاط نے ٹیپو سلطان کے ان ارادوں کو ناکام بنا دیا جو اس نے ہندوستان میں برطانیہ کے قیام کے خلاف کئے تھے۔ اور یہ حقیقت کسی سے مخفی ہے کہ یہ آپ کی ہی تدابیر تھیں، جن کی وجہ سے کرۂ ارض کے اس حصے میں انگریزوں کو جس سخت اور مہیب ترین دشمن سے سابقہ پڑا، اس کو برباد کر دیا گیا اس کارروائی سے آپ نے نہ صرف اپنے ملک کو فائدہ پہنچایا، بلکہ اس کی شہرت کو بھی چار چاند لگا دیئے۔ یہی امر آپ کے لئے سب سے بڑا اعزاز ہے۔ اور یہ کتاب آپ کی ان خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں، جو آپ نے انگلستان کی عظمت کے لئے کی ہیں ایک حقیر ہدیہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔"

اس انتساب کے بعد دیباچہ شروع کیا گیا ہے۔ اس میں کرک پیٹرک لکھتا ہے:

یہ عام طور پر معلوم ہے کہ سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد ٹیپو سلطان کے تمام دفاتر اور ریکارڈ فاتحین (انگریزوں) کے ہاتھ آگئے لیکن ان میں بہت سے کاغذات یا تو اتفاقی طور پر جل گئے یا چوری ہو گئے تاہم کوشش کی گئی ہے کہ جو کچھ باقی رہا اس کو بچا لیا جائے۔ اور ان بچے ہوئے کاغذات میں اتفاق سے ایک رجسٹر بھی مل گیا ہے جس میں مکاتیب کی نقلیں تھیں (اسی لئے ان میں آداب و القاب کو جو سلطان نے ہر خط میں مکتوب الیہ کے مراتب کے مطابق باقاعدہ اور ہمیشہ لکھا کرتا تھا۔ نہیں لکھا گیا ہے۔ اور اسی کا تتبع کرتے ہوئے یہاں بھی ان مکاتیب کو سیدھے سادھے الفاظ میں لکھا گیا ہے

اس رجسٹر میں وہ مکاتیب ہیں جو سلطان نے ۷ فروری ۱۷۸۵ء سے ۱۷۹۳ء تک لکھے تھے۔ افسوس ہے کہ اس سے پہلے اور بعد کے رجسٹر نہیں ملے۔ سلطان کی طبیعت اور پابندی کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ۱۷۸۵ء سے پہلے اور ۱۷۹۳ء کے بعد کے مکاتیب رجسٹر نہ رکھا ہو۔ لیکن اس خلا سے جو کمی محسوس ہو رہی ہے وہ کوئی زیادہ مایوس کن نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں نے رجسٹر سے جن خطوط کو انتخاب کر کے پیش کیا ہے ان سے سلطان کی شخصیت پر بہت نمایاں روشنی پڑتی ہے اور اس کی فطرت اور حکومت کا ہر پہلو سامنے آجاتا ہے۔

اس رجسٹر میں جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے، قریباً دو ہزار مکاتیب ہیں ان میں سے میں نے صرف ان مکاتیب کو لیا ہے جو کسی تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں یا سلطنت کے انتظامی معاملات کے متعلق ہیں۔ باقی مکاتیب کو میں نے اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور ساتھ ہی ساتھ ان مکاتیب کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے جو اس کے علاوہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہوئے اور اس رجسٹر کی تاریخوں کے بعد کے تھے اور وہ مکاتیب بھی چھوڑ دیئے گئے ہیں جو سلطان نے انگریزی گورنر جنرلوں اور گورنروں کو لکھے تھے۔ کیونکہ

---

[1] مکاتیب کے متعلق کرک پیٹرک نے عمداً غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام رجسٹر موجود تھے۔ کرک پیٹرک کے متضاد بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

انگلستان کی پبلک ان سے روشناس ہو چکی ہے۔ ان کے علاوہ ان تمام مکاتیب کو بھی عمداً چھوڑ دیا گیا ہے جن کی اشاعت ملک کی موجودہ سیاسی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب معلوم نہیں ہوتی[1]

کتاب کی اشاعت کا مقصد اور سلطان کے متعلق لکھتا ہے:

ان مکاتیب کے پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں سلطان کی شخصیت کو، قارئین کے قریب سے قریب تر لاؤں۔ اس کے سیاسی مالی اور تجارتی انتظام کو واضح کرتے ہوئے، اس زمانہ کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالوں۔ یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ سلطان نہ صرف سخت محنتی تھا بلکہ اپنے فرائض کا حد درجہ پابند بھی تھا۔ اس نے اپنی تمام خط و کتابت کا باقاعدہ رجسٹر رکھا تھا جس میں نمبر اور تاریخ وار مکاتیب درج ہوتے تھے۔

ان مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان کا مصنف یعنی سلطان نہایت ہی منظم اور غیر معمولی محنتی شخص تھا۔ اس کا ہر کام باقاعدہ تھا۔ وہ صبح سے شام بلکہ رات کو بغیر آرام لئے سلطنت کے کاموں میں منہمک رہتا تھا کیونکہ اکثر و بیشتر مکاتیب میں تحریر کا وقت "شب" لکھا ہوا ہے۔

سلطان اپنے منشیوں سے بہت کم کام لیتا تھا یہی وجہ ہے کہ بہت زیادہ مکاتیب خاص اس کی تحریر میں ملتے ہیں اور جو مکاتیب کہ منشیوں کی تحریر میں ملتے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ منشیوں کی قابلیت کے مظہر نہیں۔ بلکہ سلطان کی قابلیت کے مظہر ہیں۔ مختصر الفاظ میں مطلب کو ادا کرنا سلطان کا ایک خاص وصف ہے۔ وہ تحکمانہ لہجہ اور وہ اقتدار جو ان مکاتیب میں پایا جاتا ہے یقیناً کسی منشی کے قلم سے ادا نہیں ہو سکتا اور جہاں کہیں وہ آداب و تعظیم پر اتر آتا ہے وہاں وہ اپنے احکام کو اس طرح منوانے کی کوشش کرتا ہے، جو ایک غیر معمولی دل و دماغ والی شخصیت سے ہی ممکن ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ جس قدر مکاتیب بھی ہیں۔ وہ سب کے سب سلطان ہی کے دماغ کا نتیجہ ہیں۔"

[1] میرا اپنا تو خیال یہ ہے کہ مکاتیب، سلطان کا سب سے اہم یہی خطوط ہیں جنہیں عمداً چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر یہ منظر عام پر آجاتے تو ان تمام اعتراضات کا جواب خود بخود مل جاتا جو سلطان کی شخصیت پر اس وقت سے لے کر آج تک کئے گئے ہیں یا کئے جا رہے ہیں اور اس وقت کی سیاست بھی بے نقاب ہو جاتی۔

ان مکاتیب کے آئینہ میں سلطان کی شخصیت جیسی کچھ نظر آسکتی ہے، وہ قارئین کو ضرور دکھا دے گی، اور آخری فیصلہ انھیں کے ہاتھ ہے لیکن کرک پیٹرک کو جو عکس نظر آیا۔ وہ اس کو ان الفاظ میں ادا کرتا ہے:۔

"ان مکاتیب کے آئینہ میں بیک وقت اگر ان کے مصنف کی غیر معمولی ذہانت، اختراعی قوت، جوہر قابلیت اور انتظامی صلاحیت نظر آتی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ ایک بے رحم اور بے درد دشمن، ایک غیر روادار متعصب، ایک سفاک و بے انصاف حاکم ایک شوریدہ سر ظالم۔ ایک دریا کا رساز شی۔ ایک خونخوار و بے مہر فرماں روا۔ ایک سبک سر و تلون مزاج حاسد۔ ایک ہلکی اور چڑچڑی طبیعت کا کفایت شعار، ایک بساطی اور خردہ فروش تاجر بھی تھا۔

مگر اس کے ساتھ یہ بھی مدنظر ہونا چاہئے کہ ان مکاتیب کی تحریر کے وقت، وہ جانتا تھا کہ اس کا ارادہ اس کے ملک کے لئے ایک فرمان اور اس کی خواہش اس کی رعایا کے لئے ایک قانون کا حکم رکھتی ہے۔ جس سے کسی شخص کو سرتابی کی مجال نہیں ہو سکتی اور شاید یہ کہ جس چیز کو ہم جس نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں تو وہ اسی چیز کو ایک اور نظر سے دیکھتا تھا۔ اسی لئے اس کے وہ فعل جنہیں ہم ظلم و ستم سے تعبیر کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس کے خیال میں وہ عین انصاف پر مبنی ہوں کیونکہ اس کی فطرت ہی میں بے رحمی و بے مہری ودیعت کی گئی تھی۔ شاید یہ اس کے غیر روادارانہ مذہبی جذبے اور دینی تعصب کا نتیجہ تھا۔"

کرک پیٹرک کی اس تحریر سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ٹیپو سلطان کے متعلق اس نے جو ہرزہ سرائی کی ہے! اس میں کہاں تک صداقت ہو سکتی ہے لیکن میں اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آئینہ میں اس کو سلطان کا عکس نہیں بلکہ خود اپنا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اس وقت کے ملازموں یا افسروں کا عکس نظر آیا ہے جو مُردار خوار گدھوں کی طرح ہندوستان کے خوان یغما پر آ کر لوٹ پڑے تھے۔

کرک پیٹرک کے ایک ایک جملہ کا جواب خود انگریزی تاریخوں سے دیا جا سکتا ہے لیکن اس سے تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اسی کتاب میں کئی جگہ اپنے اپنے موقع پر ان سب الزاموں کا جواب پڑھنے والوں کو مل جائے گا لیکن یہاں انگریزی قیدیوں کے قتل کے متعلق کرک پیٹرک اور اس کے ہم قوم و ہم وطن مورخوں نے جو پروپیگنڈہ پھیلایا

ہے اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا گیا ہے :-

" انگریزی قیدیوں کے قتل کا ڈھنڈورہ جو اس شدومد سے پیٹا جا رہا ہے۔ اس کی حقیقت اگر کچھ ہے تو صرف اتنی ہے : کرنل بٹسن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۴ - ۱۶۷ پر لکھتا ہے کہ اس وقت انگریزی قیدیوں کے قتل کی خبریں جس شدومد سے پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کی تحقیقات کے لئے سقوطِ سرنگاپٹم کے بعد کپتان ولیم میکلوڈ کو مقرر کیا گیا۔ اس انہوں نے مندرجہ ذیل رپورٹ کمانڈر اِن چیف کو بھیجی :-

" دو بہرمیں سید صاحب (میر معین الدین) کے ایک رشتہ دار نے مجھ سے کہا کہ محاصرے کے دوران میں سلطان نے تمام انگریزی قیدیوں کو قتل کر دیا تھا۔ یہ تو ہم کو معلوم تھا کہ ہمارے کل تیرہ شولجر لاپتہ ہیں۔ ان میں آٹھ تو چھٹویں اپریل کو راستہ بھول کر گم ہو چکے تھے اور باقی پانچ پہلے سے لاپتہ تھے۔

ایک چپراسی نے مجھے وہ جگہ بتائی جہاں ہمارے قیدیوں کو قتل کر کے دفن کیا گیا تھا۔ آنریبل کرنل ولزلی نے چند افسروں کو تحقیق کے لئے اسی جگہ بھیجا۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں ۳۳ ویں رجمینٹ شولجر کی لاش ملی۔

دیوان راؤ جو قلعہ میں متصدی تھا۔ اس نے بھی کہا کہ تیرہ انگریزی قیدیوں کو سلطان کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ مختلف باشندگان سرنگاپٹم سے بھی معلوم ہوا کہ بارہ یا تیرہ قیدی قتل کئے گئے تھے۔"

یہ ہے وہ افسانہ جو انگریزی قیدیوں کے قتل کے متعلق ہے۔ اور جس کے لئے قریباً ڈیڑھ صدی سے سلطان کو ملعون کیا جا رہا تھا۔ اس رپورٹ میں کئی باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) رپورٹ دینے والا میر معین الدین جیسے غدار کا رشتہ دار ہے۔

(۲) زمین کو کھودا گیا۔ تو صرف ایک لاش ملی ہے اور وہ بھی میکلوڈ موقع پر حاضر رہنے کے باوجود نہیں دیکھتا بلکہ سنی ہوئی بات لکھتا ہے اور یہ بھی حیرت انگیز ہے کہ کرنل ولزلی تک سے وہ حقیقت حال دریافت نہیں کرتا۔

اس رپورٹ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کرنل ولزلی نے ان خبروں کو کوئی اہمیت نہیں دی ورنہ وہ خود جا کر معائنہ کرتا۔

بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سلطان نے تیرہ انگریزوں کو قتل کیا تھا تو کیا اس قلیل تعداد کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ انگریزی جاسوس تھے جو قلعہ میں جاسوسی کے لئے مختلف اوقات میں آئے ہوئے تھے جیسا کہ خود میکلوڈ کے بیان سے ظاہر ہے۔ دنیا کی متمدن سے متمدن حکومتیں بھی جاسوسوں کو یہی سزا دیتی ہیں۔ اور یہ تو تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ اس جنگ میں انگریزوں کو جو فتح حاصل ہوئی وہ بہ نسبت تلوار کے سازشوں کی بہت زیادہ رہین منت ہے اور اگر اس کے ساتھ سرنگاپٹم کی مقامی روایات پر اعتبار کیا جائے کہ اہل نوائیط دورانِ محاصرہ میں انگریزی افسروں کو مٹھائیاں بھیجتے تھے تو اس میں شک و شبہ رہتا کہ جو انگریز قلعہ میں پائے گئے جاسوس تھے جو ان لوگوں سے راز حاصل کر رہے تھے۔

اس الزام کا جواب دینے کے بعد پھر اصل کتاب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کرک پیٹرک نے کتاب میں انتساب اور دیباچہ کے بعد سلطان کی ایجاد کردہ تقویم دی ہے اور اس کے بعد پینتیس ۳۵ مکاتیب ہیں اور ان میں سے اکثر مکاتیب کے تحت تبصرہ کے عنوان سے اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ سلطان کی چند خاص تحریریں بھی ہیں جو جنگوں کے متعلق ہیں۔ آخر میں چند ضمیمے بھی ہیں جن میں سلطان کی بری، بحری اور تجارتی احکامات بھی دیئے گئے ہیں جن میں ایک حکم "فتح المجاہدین" کتاب سے بھی لیا گیا ہے، کرنول اور ستانور (ساونور) کے پٹھانوں کی مختصر تاریخ بھی کرمانی کی کتاب "تذکرۃ البلاد والحکام" سے دی گئی ہے کتاب میں تقریباً نصف سے زیادہ حصہ کرک پیٹرک نے اپنے تبصرہ کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ یہ تبصرے جیسے کچھ ہیں۔ ان کا اندازہ کتاب کی اشاعت کے مقصد سے ہی ظاہر ہے۔ یہ تبصرے اس قدر بے سروپا ہیں کہ ان سے سوائے تعصب کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ سلطان نے حافظ کی یہ بیت دی ہے :

حافظ اگر قدم زنی در رہِ خاندانِ عشق
بدرقۂ رہت شود ہمت شحنۂ نجف

اس پر کرک پیٹرک نے اپنی رائے یوں لکھی ہے :

" سلطان نے سُنی ہونے کے باوجود حافظ کی یہ بیت بطور سند استعمال کی ہے جس میں صاف طور پر حضرت علیؓ کا نام بھی لیا گیا ہے۔"

بہر طور مقصد ان تبصروں سے صرف نکتہ چینی ہے اس لئے میں نے

مکاتیب کے تحت جہاں ضروری سمجھا ہے کرک پیٹرک کی رائے کے ساتھ یا علیحدہ اپنی رائے بھی تاریخی شواہد سے دی ہے۔ اور بہت سے حالات کو واضح بھی کیا ہے۔ چونکہ سلطان کے اعلان جہاد پر کرک پیٹرک نے نہ صرف اپنے دیباچہ میں بلکہ اس اعلان کے تحت بھی سلطان کے علاوہ خود مذہب اسلام پر بھی حملے کئے ہیں اس لئے میں نے اس کو کتاب کے درمیانی حصہ سے نکال کر آخر میں لکھا ہے اور اسی سلسلے میں سازشوں اور سلطان کی شہادت کے متعلق بھی مضامین لکھے ہیں۔

کرک پیٹرک نے کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ ظاہر کیا ہے کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت کو پبلک کے سامنے پیش کرے اس میں وہ ایک حد تک صحیح ہے لیکن پبلک سے مراد یہاں انگلستان کی پبلک ہے کیونکہ اس کتاب کی اشاعت کا زمانہ، وہ زمانہ ہے جب انگلستان کی پبلک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملک گیری اور اس کے ظلم و ستم کے خلاف ایک ہیجان پیدا ہو گیا تھا اور پارلیمنٹ میں کارنوالس اور ولزلی کی کارروائیوں پر نکتہ چینیاں ہو رہی تھیں تو اپنے ان آقایانِ نعمت کی مدافعت میں نہ صرف کرک پیٹرک نے بلکہ بہت سے انگریزی فوجی افسروں نے بہت سی کتابیں لکھیں، کیونکہ انھیں کے طفیل انھوں نے ہندوستان اور سرنگاپٹم کی دولت کو لوٹا تھا اور اس لوٹ کو جائز دکھانے اور انگلستان کی پبلک کی آواز کو دبانے کے لئے اس قسم کا پروپگنڈہ ضروری سمجھا گیا تھا۔ اس سے ان کا ایک مقصد اور بھی تھا اور وہ یہ تھا کہ جہاں دل بھر کر سلطان کو گالیاں دی گئی ہیں۔ وہی اس کی روشن خیالی، اس کی سلطنت کی تنظیم، اس کی فوجی یعنی بری اور بحری تیاری اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نقشہ پیش کر کے یہ جتانا مقصود تھا کہ اگر ٹیپو کو چھوڑ دیا جاتا تو ہندوستان میں انگلستان کبھی پنپ نہیں سکتا تھا۔ مسیحیت کو فروغ نہیں ہو سکتا اور یہ بالکل سچ ہے کہ سلطان کا مقصد حیات ہی یہی تھا کہ ہندوستان کو غیروں کے جوئے سے آزاد رکھا جائے اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ وہ ملک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تسلط کا روادار نہیں تھا۔ اسی لئے ان مورخین نے اس کو دل بھر کر گالیاں دی ہیں جس کے متعلق خود انھیں میں کا ایک فوجی افسر کپتان لٹل لکھتا ہے:

"گذشتہ سالوں سے انگریزی زبان کے ان تمام الفاظ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالا جا رہا ہے جس سے ٹیپو سلطان کو

بدنام کیا جا سکے۔ لغات میں ذلیل سے ذلیل الفاظ، سلطان کی مذمت کی غرض سے تلاش کر کے نکالے جا رہے ہیں۔ باوجود اس کے بہت سے لوگوں کو رنج ہے کہ زبان میں اس قدر وسعت نہیں کہ ٹیپو سلطان کو دل بھر کر گالیاں دی جائیں۔ اس لئے یہ لوگ نئی اصطلاحات وضع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

سیاحت نامہ کپتان لٹل از ایڈورڈ مور
مطبوعہ لندن و ماڈرن میسور صفحہ ۲۴۰

لٹل کی شہادت سلطان کی بریت کے لئے بالکل کافی ہے اور اس سے بڑھ کر خود سلطانی مکاتیب شہادت دے رہے ہیں کہ ان کا مصنف کس شخصیت کا حامل تھا۔

افسوس اور صد درجہ افسوس ہے کہ کرک پیٹرک نے نہایت چالاکی سے ان مکاتیب کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو سلطان نے مرہٹوں کو لکھے تھے اگر یہ مکاتیب منصۂ شہود پر آجاتے تو سلطان کے خیالات اپنی ہمسایہ ہندو حکومت اور ہندوؤں کے متعلق بہت زیادہ واضح ہو جاتے مگر یہ مورخ یا مصنف جن کا منتہائے نظر ہی یہ ہو کہ پھوٹ ڈال کر حکومت کریں، ان سے اس قسم کی امید کب ہو سکتی ہے۔ تاہم جو دوسرے خطوط اس مجموعہ میں ہیں۔ اہل نظر ان سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ع

- صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

مکاتیب سلطانی کا تجزیہ

کرک پیٹرک نے اپنی کتاب میں جن مکاتیب کا ترجمہ دیا ہے اور جس رجسٹر سے اس نے وہ مکاتیب لئے ہیں وہ سلطنت کے انتظامی خطوں کا رجسٹر ہے۔ دوسرے تمام مکاتیب اور رجسٹروں کا اس نے ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس لئے یہاں کرنل بٹس کی کتاب (صفحات ۹۷ تا ۱۰۱) سے جو معلومات مکاتیب سلطانی کے متعلق حاصل ہوئی ہیں، دی جاتی ہیں۔

وہ (کرنل بٹس) لکھتا ہے کہ سلطان کے کاغذات کا معائنہ کرنے کیلئے گورنر جنرل نے کرنل ولیم کرک پیٹرک کو مقرر کیا۔ کرک پیٹرک نے اس عہدہ کو قبول کرتے ہوئے گورنر جنرل کو یہ اطلاع دی۔

"یور لارڈشپ کی ہدایات پر میں یہ اہم ذمہ داری قبول کرتا ہوں اور ٹیپو سلطان کے کاغذات جو محل میں پائے گئے۔ ان کی تفصیل آپ کی

اطلاع کے لئے دیتا ہوں۔

۱۔ نواب حیدر علی کی خط و کتابت جن سے ان کی تاریخ اور ان کے عادات و اطوار پر روشنی پڑتی ہے۔

۲۔ ٹیپو سلطان کی خط و کتابت اس کو مندرجہ ذیل عنوانوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) کاغذات جو فرانسیسی زبان میں ہیں۔ یہ فرانسیسیوں سے خط و کتابت کے متعلق ہیں۔

(۲) کاغذات جو فارسی زبان میں ہیں۔ یہ بھی فرانسیسیوں سے خط و کتابت کے متعلق ہیں۔

(۳) سلطان کی خط و کتابت کابل کے امیروں کے ساتھ (تیمور شاہ اور زمان شاہ سے[۱])

(۴) سلطان کی خط و کتابت ترکی حکومت کے ساتھ۔

(۵) سلطان کی خط و کتابت پیشوائے پونا اور دولت راؤ سندھیا کے ساتھ یہ سلسلہ سلطان کے ابتدائے عہد سے زوال سلطنت تک ہے[۲]

(۶) سلطان کی خط و کتابت حیدرآباد کے ساتھ۔ یہ سلسلہ بھی سلطان کے ابتدائے عہد سے زوال سلطنت تک ہے۔

(۷) دہلی میں اپنے ایجنٹوں کے ساتھ۔

(۸) اپنے ایجنٹوں کے ساتھ جو مالابار میں تھے (۱۷۹۲ء کے بعد سے یہ خطوط شروع ہوتے ہیں۔)

(۹) ہدایات جو قسطنطنیہ جانے والے وکیلوں کو دی گئیں۔

---

[۱] کرنل بلکس نے اپنی کتاب میں بہت سے خطوط دیئے ہیں جو سلطان نے فرانسیسیوں کو لکھے تھے یا فرانسیسیوں نے سلطان کو تمام کا ماحصل یہی ہے کہ ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کے لئے سلطان نے فرانس سے فوجی کمک طلب کی تھی اور اس کے عوض وہ فرانسیسیوں کو تجارتی مراعات دینا چاہتا تھا اور دوسری طرف سے جواب میں وعدے کئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں انگریزی مورخوں نے سلطان پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں اور عملی طور پر میسور کی چوتھی جنگ کا سبب بھی یہی بتایا جاتا ہے لیکن سلطان ایک آزاد حکمراں تھا اس کو حق حاصل تھا کہ جس سے چاہے خط و کتابت اور معاہدے کرے۔

[۲] (کاش ملک کی کوئی علمی انجمن ان خطوط کو حاصل کر کے شائع کرے)

تقویم سُلطانی —— (از: کتاب پیٹرک)

اس کتاب میں سلطان کے خطوط میں انگریزی تاریخوں کے ساتھ ساتھ سلطان کی ایجاد کردہ تقویم کے مہینے بھی دیئے گئے ہیں چونکہ اسلامی مہینے لگان کی وصولی اعتبار سے وقت پر مطابقت نہ قائم رکھ سکتے تھے۔ اس لئے سلطان نے یہ نئے نام فصلوں کی مطابقت کے لحاظ سے جاری کئے تھے۔ چند سال بعد اُن میں چند ناموں کی ترمیم کی گئی تھی۔

مہینوں کے ہندی نام	سلطانی نام	ترمیم شدہ نام	مہینوں کے ہندی نام	سلطانی نام	ترمیم شدہ نام
۱۔ چیت	احمدی	احمدی	۷۔ اسوج	زبرجدی	خسروی
۲۔ بیساکھ	بہاری	بہاری	۸۔ کارتک	حیدری	دینی
۳۔ جیٹھ	جعفری	تقی	۹۔ مگھر	طاوعی	ذاکری
۴۔ اساڑھ	دارائی	ثمری	۱۰۔ پوہ یا پوس	یوسفی	رحمانی
۵ ساون یا سراون	ہاشمی	جعفری	۱۱۔ ماگھ	ایزدی	رازی
۶۔ بھادوں	واسعی	حیدری	۱۲۔ پھاگن	بیامنی	ربانی

(۱۰) ہدایات جو سفارت کابل کو سلطان نے دی تھیں۔

(۱۱) سلطان کے خطوط ہندوستان کے مختلف درباروں کو۔ ان خطوط میں جودھپور۔ جے پور حتیٰ کہ راجہ نیپال تک کے نام خطوط موجود ہیں۔ (ان خطوط میں اس نے آزادی ہند کے لئے سب کو متفق ہونے کی دعوت دی ہے)

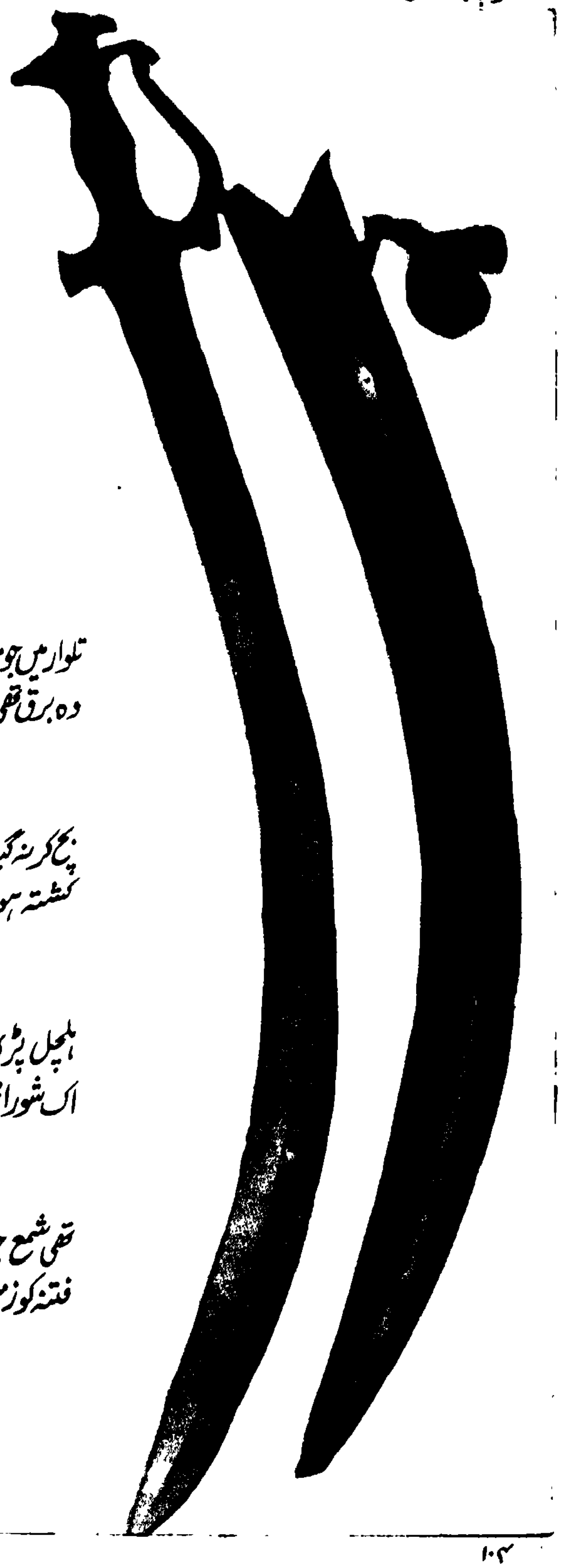
(۱۲) سلطان کے خطوط ایران، مسقط اور عرب کے دوسرے مسلمان حکمرانوں کے نام۔

(۱۳) "سلطان کے خطوط۔ انگریزی گورنر جنرلوں اور گورنروں کے نام"

(۱۴) "سلطنت کے انتظامی خطوط"

بلکس لکھتا ہے۔ کہ سوائے ان خطوط کے جو انگریزوں کے نام ہیں باقی تمام خطوط میں انگریزوں کے خلاف دشمنی کا اظہار کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ میسور کی چوتھی جنگ میں مرہٹوں کے شریک نہ ہونے کا سبب سلطان کے خطوط ہی ہیں جو دربار پونا کو لکھے گئے تھے۔ اس کے بعد وہ ان رجسٹروں کا ذکر کرتا ہے جن میں آئے ہوئے جوابات علیحدہ علیحدہ رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حیدرآباد کے رجسٹر میں اسد علی خاں کے لکھے ہوئے چند خطوط پائے گئے ہیں۔ جو ۱۷۹۱ء میں اس نے سلطان کو لکھے تھے۔ ان خطوں کے ذریعہ سلطان کو دھوکہ میں رکھنا اس شخص کا مقصود معلوم ہوتا ہے۔ [ماخوذ از صحیفہ ٹیپو سلطان]

نوٹ: اسد علی خاں شاید ریاست بیگن پلی والا تھا جو ہمیشہ سلطان کے خلاف رہا اور حیدرآباد میں رہ کر سلطان کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ (محمود)



ٹیپو کی تلوار

از

مولانا انعام اللہ خاں ناصر



تلوار میں جوہر تھے قیامت کے بلا تھی — اغیار کی جس صف میں یہ چمکی وہ صفا تھی
وہ برق تھی یا برق کے ہنسنے کی ادا تھی — آسیب کا سایہ تھی چھلاوہ تھی قضا تھی

راکب کے وہ دو کرکے ٹھہرتی نہ تھی زیں پر
مرکب کی کمر کاٹ کے جاتی تھی زمیں پر

بچ کر نہ گیا سامنے جو بد گہر آیا — سر جس کا اٹھا خاک پہ غلطاں نظر آیا
کشتہ ہوا جو سر سے کفن باندھ کر آیا — کھلنا تھا زباں کا کہ لہو منہ میں بھر آیا

تلوار تھی اعدا کا لہو چاٹ کے مدہوش
ہر سمت تھا ہنگامۂ تفریق سر و دوش

ہلچل پڑی اعدا میں جو وہ صف شکن آیا — جاں نذر کریں اس کے سوا کچھ نہ بن آیا
اک شور اٹھا ان میں کہ وہ تیغ زن آیا — وہ وقت کہ ہوتے ہیں جدا جان و تن آیا

ہر بار اجل تیغ سے کہتی تھی ٹھہر جا
مسدود ہے اس بھیڑ میں رستہ ہی عدم کا

تھی شمع جو سلطان کے اقبال کی روشن — اس نام کی ہیبت سے لرز اٹھتے تھے دشمن
فتنہ کو زمیں پر کہیں ملتا نہ تھا مسکن — ہوتی تھی جدا دوش سے اکڑی ہوئی گردن

ناموسِ وطن شمع تو پروانہ تھا ٹیپو
غیرت کی صدف میں دُرِ یک دانہ تھا ٹیپو

(اقتباس از نظم سلطان ٹیپو کی تیغ زنی اور شہادت)

منتخب

مکاتیبِ سلطانی

سلطان ٹیپو شہید کے چند مکاتیب یہاں قارئین کے ذوق مطالعہ کی تشفی کے لئے پیش ہیں۔ یہ مکاتیب محمود بنگلوری کی مشہور تصنیف صحیفۂ ٹیپو سلطان کے اس باب سے ماخوذ ہیں جو مکاتیب سلطانی کے نام سے شامل کتاب ہیں۔ اس کتاب میں شامل تمام مکاتیب ولیم کرک پیٹرک کی تالیف Select letters of Tipu Sultan میں شامل ۴۳۴ مکاتیب کا اردو ترجمہ ہیں۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے جہاں ٹیپو کے عہد کی صحیح تاریخ کا علم ہوتا ہے وہیں سلطان کی مصروفیت، باریک بینی اور سلطنت کے روزمرہ انتظام کا پتہ بھی چلتا ہے۔ (م۔م۔ا)

خط ۱:۔ بنام[1] مرزا محمد علی۔ ناظم اصطبل فیلان۔ نگر[2]

مورخہ ۲ بیاضی[3] (۱۷ فروری ۱۷۸۵ء)

"تمہارا خط موصول ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ تمہارے ماتحت جو متصدی ہیں آرام طلب ہوگئے ہیں۔ اور نگر میں وقت گزار رہے ہیں۔ اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ نگر کے تعلقہ داروں سے معلومات حاصل کرنی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پندرہ پندرہ دن کے حسابات التواء میں پڑ گئے ہیں اور سوائے خاص شہر نگر کے حساب کے جہاں ایک کنڑی منشی نرسیا[4] کے ساتھ کام کر رہا ہے، کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔

تمہارے اس بیان کو دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ یہ لوگ جب کبھی کام میں تساہل کریں اور تمہارا حکم نہ مانیں۔ تو تازیانہ کاری سے کام لیا جائے اور جن حسابات اور ضروری معلومات کی فراہمی کے لئے تم کو حکم دیا گیا تھا جلد سے جلد حضوری میں بھیجدیں۔"

تبصرہ[5] :۔ کرک پیٹرک اس خط پر اپنی رائے یوں دیتا ہے :۔



"نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام مشرقی ممالک خصوصاً چین اور روس میں بھی تازیانہ کاری کا عام رواج تھا۔ بالعموم مشرقی سلاطین اس سزا کو استعمال کرتے تھے۔ ٹیپو نے بھی یہی کیا اس کے سامنے خود اس کے والد کی مثال تھی جس نے خود ٹیپو کو برسرعام یہ سزا دی تھی۔

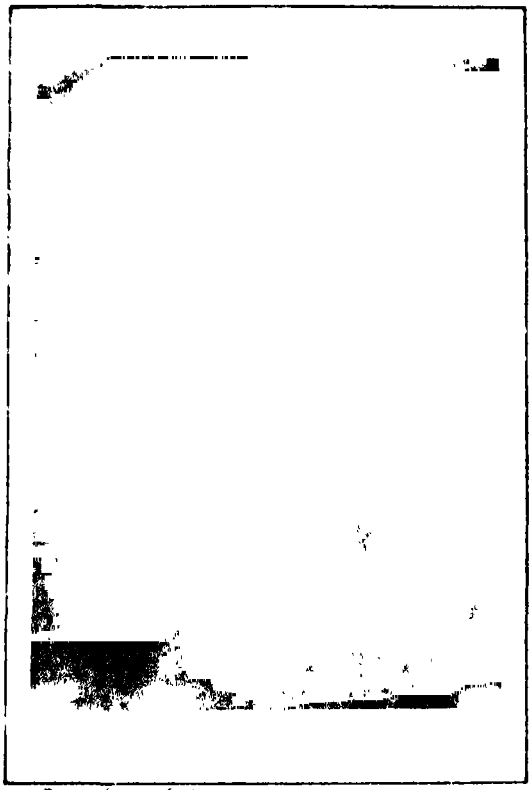
کرنل ویلس اپنی تاریخ کے صفحہ ۱۹۹ پر لکھتا ہے کہ سلطان نے یہ سزا اپنی مملکت میں موقوف کردی تھی۔ مورخ کرمانی نے بھی یہی لکھا ہے چونکہ اس قسم کی سزا کا رواج ملک میں پہلے سے موجود تھا، ممکن ہے کہ سلطان نے بھی اپنے عہد کے شروع شروع میں اسکو بحال رکھا ہو اور بعد میں اس کو

---

[1] خطوں میں حسب درجہ آداب والقاب ہوتے تھے اور سلطان اپنی ذات کے لئے مابدولت کے الفاظ استعمال کرتا تھا کرک پیٹرک نے انگریزی ترجمہ میں انھیں حذف کرکے مکتوب الیہ کو حسب مراتب آپ یا تم" اور سلطان کے لئے ہم استعمال کیا ہے۔ مطالعہ کی سہولت سامنے رکھتے ہوئے میں نے بھی ان خطوں میں وہی الفاظ اختیار کئے ہیں۔

[2] نگر: اس کا قدیم نام بدانور تھا۔ نواب حیدر علی نے اس کو حیدر نگر کا نام دیا۔ سلطنت خدا داد میں سرنگاپٹم کے بعد دوسرا بڑا شہر اور گورنر کا صدر مقام تھا موجودہ وقت قریبا ویران اور نگر کے نام سے مشہور ہے اسکی تاریخ میں نے اپنی کتاب "ناول حیدر علی" میں دی ہے۔

[3] سلطان کی دی ہوئی تاریخوں کے ساتھ ناظرین کی سہولت کے لئے کرک پیٹرک کی کتاب سے لی ہوئی ان کے مطابق انگریزی تاریخیں بھی دے دی گئی ہیں۔ [4] نرسیا نگر کا دیوان اور قائم مقام گورنر بھی تھا۔ [5] کتاب میں کرک پیٹرک نے یہاں ابزرویشن (Observation) کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی تشریح، تنقید اور تبصرہ کے ہوسکتے ہیں۔ میں نے ہر جگہ تبصرہ استعمال کیا ہے۔ (محمود بنگلوری)



• ولیم کرک پیٹرک کی تالیف کا سرورق۔

منسوخ کر دیا ہو۔

خط ۴ : بنام میر کاظم تجارتی قنصل و ناظم کوٹھی مسقط

مورخہ بیا منی ۲۰ فروری ۸۵ء ۱۷ء وقت شب۔

تاجران مسقط کو یہاں (ہماری سلطنت میں) آنے کی ترغیب دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اپنی ذاتی ڈنگیوں (کشتیوں) میں تجارت کے لئے گھوڑے لائیں اور واپسی میں بدستور یہاں سے چاول لے جائیں۔ اس کے متعلق امام مسقط سے احکام حاصل کئے جائیں۔

تبصرہ : ۔ مسقط۔ ساحل خلیج فارس پر ایک چھوٹی سی عرب ریاست ہے۔ ہندوستان اور عرب کے درمیان اکثر و بیشتر تجارت مسقط ہی کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ سلطان نے یہاں ایک تجارتی کوٹھی قائم کی تھی جس کے ذریعہ سے ہندوستان، خصوصاً سلطنت خداداد کا مال یہاں آ کر فروخت ہوتا تھا۔ نیز یہاں سے عرب و ایران کا مال خرید کر ہندوستان روانہ کیا جاتا تھا۔

خط ۵ : بنام گورنر پانڈیچری

۱۹ بیا منی (۶ مارچ ۸۵ ۱۷ء)

آپ کا خط موصول ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ملک فرانس اور انگلستان میں صلح ہو گئی ہے اور اس کی رو سے پانڈیچری پر آپ کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس خبر سے خوشی ہوئی۔ اطلاع دیں کہ آپ کے جنگی جہازات کب آنے والے ہیں اور امیر البحر سفرن (Suffron) نے کتنی مسافت طے کی ہے۔

خط ۶ : بنام محمد اشرف۔ داروغہ کچہری دیوان۔ گوتی

۱۶ بیا منی (۳ مارچ ۸۵ ۱۷ء)

تم نے اطلاع دی ہے کہ گوتی کی پگوڈا کی قیمت بازار میں پونے چودہ فنم ہو گئی ہے۔ تمہارا ارادہ ہے کہ اس کی قیمت (شرح تبادلہ) ایک فنم اور چار آنے مزید اضافہ کر کے اس نرخ پر پیادوں کی تنخواہ تقسیم کی جائے۔ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ تبادلہ کا نرخ کبھی بھی ایک فنم سے نہ بڑھایا جائے اور اس کے بڑھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ بات کئی بار تمہارے ذہن نشین کرائی گئی مگر تعجب ہے کہ پھر بھی تم شرح بڑھانا چاہتے ہو۔

خط ۷ : بنام شاہ نور اللہ (۲۲ بیا منی / ۹ مارچ ۸۵ء)

عثمان خاں کا بھیجا ہوا خط آں سیادت دستگاہ کے ملاحظہ کے لئے ملفوف ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ بصرہ پہنچ کر بادشاہ (سلطان ترکی) سے ملنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ گورنر بصرہ نے بھی ہمارے خط کے جواب میں لکھا ہے کہ وہ عثمان خاں اور ان کے ساتھیوں کو آگے کے سفر پر روانہ کر چکا ہے۔

ان حالات میں آپ (سلطان نے یہاں آپکے عوض "آں رفعت نشان" استعمال کیا ہے) کو جہاز فخر المراکب کی فوری مرمت کا انتظام کرنا چاہیے جیسا کہ پہلے بھی حکم دیا گیا تھا۔

تبصرہ : ۔ (عثمان خان کو بطور سفیر دربار ترکی میں (۸۴ ۱۷ء میں) بھیجا گیا تھا۔ (اس سے پہلے وہ مدراس میں حیدر علی کی جانب سے وکیل تھے) اس خط میں وہی اطلاع ہے کہ وہ بصرہ سے قسطنطنیہ روانہ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد سلطان نے ایک اور وفد ترکی اور فرانس کو بھیجا جس میں شاہ نور اللہ اور لنگر علی، غلام علی وغیرہ شامل تھے۔ اسی وفد کی روانگی کے لئے جہاز "فخر المراکب" کی مرمت کے لئے لکھا گیا ہے)

اس پر کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ "سلطان نے یہ وفود کس لئے بھیجے اس کا اس کو علم نہیں ہے۔ (سلطان کا مقصد ان وفود سے تجارتی اور سیاسی تعلقات قائم کرنا تھا۔)

تبصرہ : - اس خط پر کرک پیٹرک نے طنزاً لکھا ہے "اس کارروائی سے سلطان کا مقصد یہ تھا کہ اس کی سلطنت کے راز انگریزوں کو معلوم نہ ہوں" آج بھی سلطنتیں اپنی جنگی رازوں کی اسی طرح محافظت کرتی ہیں۔

خط ۱۳ : بنام محمد غیاث، سفیر سلطنت خداداد بہ دربار پونہ

(۱۸ / احمدی : ۲ / اپریل ۱۷۸۵ء)

آپ نے لکھا ہے کہ راؤ راستا نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر ہم نرگند کا محاصرہ اٹھالیں تو وہاں کے زمیندار کو اپنی غلطیوں کے معاوضہ کے طور پر جرمانے کی رقم دینے پر آمادہ کیا جائے گا اور اس طرح ہم فائدہ میں رہیں گے اور دنیا پر بھی یہی ظاہر ہوگا کہ اس معاملہ میں ہم غالب رہے۔

راؤ راستا کو آپ اطلاع دیں کہ ہم صرف جرمانہ پر اکتفا نہیں کرسکتے نرگند کے زمیندار نے ہمارے علاقہ میں تباہی پھیلائی ہے اس کا ہرجانہ بھی ہمیں ملنا چاہیئے۔ اگر زمیندار اس پر راضی ہو تو محاصرہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

نیز آپ نے لکھا ہے کہ "راؤ راستا نے کہا ہے کہ دربار پونہ (مرہٹے) ہنڈوی قبول کرنا نہیں چاہتا" ممکن ہے کہ وہاں کے مہاجن اس کو قبول نہ کریں اس لئے رقم کے عوض غلہ بھیجدیا جائے۔

آپ نور محمد خاں کو یہاں بھیج دیں جو وہاں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ ان سے حالات معلوم ہونے پر مناسب کارروائی کی جائے گی۔

خط ۱۴ : بنام عبدالحکیم خاں، حاکم شاہنور

(۲۴ / احمدی : ۱۰ / اپریل ۱۷۸۵ء)

بالو راؤ، شیام راؤ اور دیگر متصدیوں کو جو آپ نے اپنی مشروط جاگیر کی حساب فہمی کے لئے یہاں بھیجا تھا۔ اس متفقہ فیصلہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کی جانب ۳۸۴،۷۸۵ روپے واجب الادا ہیں۔ آپ کی دوستی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس رقم سے دو لاکھ روپے منہا کئے جاتے ہیں۔ بقیہ ۳۶۴،۷۸۵ روپوں کے لئے آپ کے متصدیوں نے تحریری ضمانت دی ہے جو وصول کے لئے یہاں کے مہاجنوں کے حوالے کردی گئی ہے۔ آپ کے متصدیوں کے ساتھ یہ مہاجن وہاں آرہے ہیں امید ہے کہ اس رقم کو جلد سے جلد ادا کرکے آپ ان مہاجنوں کو جلد واپس بھیجدیں گے۔ یقین ہے کہ اس معاملہ میں کوئی تاخیر نہ ہوگی۔

کیا میں امید کرسکتا ہوں کہ آپ اس موقع پر وہ دس لاکھ روپے بھی ادا کردیں گے جو آپ کے متصدیوں نے پہلے تسلیم کرلیا تھا اور آپ بھی اس کی تصدیق کرچکے تھے۔

تبصرہ : - عبدالحکیم خاں میانہ شاہنور کا زمیندار تھا۔ یہ ایک چھوٹی سی زمینداری تھی جو پہلے مرہٹوں کے زیر اثر تھی۔ نواب حیدر علی نے جب اسکو فتح کیا تو اس پٹھان خاندان کو اپنا طرفدار بنانے کے لئے اپنی بیٹی کی شادی حکیم خاں کے بیٹے سے کردی تھی۔ یہ لڑکی ٹیپو سلطان کی سوتیلی بہن تھی اور حکیم خاں کی بیٹی کی شادی اپنے بیٹے کریم شاہ سے کی۔ جو ٹیپو سلطان کا سوتیلا بھائی تھا۔ باوجود اس رشتہ کے بھی حکیم خاں ہمیشہ مرہٹوں کا طرفدار رہا۔ اس نے اس جنگ میں جو ہونے والی تھی سلطانی فوج کی نقل و حرکت سے مرہٹوں کو آگاہ کیا۔

شاہنور کی یہ زمینداری بیجاپور کے زمانہ ہی سے مشروط جاگیر کے طور پر چلی آرہی ہے۔ یہاں کے حاکموں کو کبھی نواب کا خطاب حاصل نہیں تھا۔ مغلیہ بلکہ صوبہ داران دکن کے ریکارڈوں میں بھی انھیں زمیندار ہی لکھا گیا ہے۔ نواب حیدر علی نے بھی بہ حیثیت صوبہ دار سرا، یہ جاگیر مشروط طور پر سالانہ چار لاکھ روپے پیش کش کے عوض دی تھی۔ اس کے ساتھ اور بھی چند شرائط تھے جن کا ذکر آگے آئے گا۔

کرک پیٹرک نہ صرف پٹھانوں کے اس خاندان کے متعلق بلکہ تمام پٹھانوں کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"یہ پٹھان جو دراصل افغانستان اور ترکستان کے رہنے والے ہیں۔ تعجب ہے کہ اپنا سلسلۂ نسب حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) سے ملاتے ہیں در آں حالیکہ یہ لوگ بنی اسرائیل سے ہیں جو شام سے ہجرت کرکے ترکستان اور افغانستان میں آکر آباد ہوگئے ہیں"

لفظ پٹھان کے متعلق راقم الحروف کی رائے ہے کہ یہ لفظ پختہان یا پشتہان سے نکلا ہے۔ قدیم جغرافیہ میں یہ اس علاقہ کا نام ہے جہاں اس نام کے لحاظ سے زبان کا نام بھی پختون یا پشتون ہے۔ موجودہ وقت اس علاقہ کو افغانستان کہا جاتا ہے اور اسی جغرافیائی لحاظ سے باشندے بھی اپنے آپ کو افغان کہتے ہیں۔ بعض مورخوں کا خیال ہے کہ پشتہان یا پختہان ترکستان کے ایک علاقہ کا نام ہے جہاں سے ترک وطن کرکے یہ لوگ افغانستان میں آکر آباد ہوئے اور افغان بھی کہلانے لگے لیکن ان کی زبان وہی قدیم پشتو رہی۔

موجودہ وقت شاہنور کی یہ ریاست جس کو انگریزی میں ساونور لکھا جاتا ہے۔ بمبئی علاقہ میں شامل ہے۔ رقبہ ۷۳ (تہتر) مربع میل ہے اس میں ۲۵ گاؤں ہیں اور آبادی ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق بائیس ہزار چار سو چالیس نفوس پر مشتمل ہے۔

خط ۸ : بنام محمد غیاث و نور محمد خاں

(یکم احمدی ۱۰۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

(سفیران سلطنت خداداد بہ دربار پونا)

حاکمانِ پونا (مرہٹے) نے اپنے اس عہد و پیماں کو بھلا دیا ہے جو انھوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ لہذا اب ہمارا ارادہ ہے کہ ساحل کرشنا کے علاقہ پر قبضہ کرلیں۔ اس لئے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر ہماری مرضی کے مطابق صلح ہوجائے تو اچھا ہے ورنہ آپ اور نور محمد خاں، راو راستا سے اجازت لے کر واپس آجائیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ۱۱ احمدی کو فوج کو کوچ کا حکم دیں۔ اس عرصہ میں اگر وہ (مرہٹے) آپ کی بات نہ مانیں تو آپ پونا سے واپس چلے آئیں ـــ آپ نے لکھا ہے کہ "پیر محمد" منشی جن کی تنخواہ گھٹا کر چالیس روپیہ کردی گئی ہے عیال دار ہونے کی وجہ سے اس رقم میں گزارہ نہیں کرسکتے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اگر وہ آپ کے ساتھ یہاں واپس آنا چاہیں تو ان کی تنخواہ ساٹھ روپیہ کردی جائے ورنہ چالیس کافی ہیں۔

خط ۹ : بنام محمد غیاث و نور محمد خاں۔ پونا

(۱۶ احمدی = ۲۳ مارچ ۱۷۸۵ء)

آپ کے دونوں مکتوب موصول ہوئے جن میں ان خطوط کی نقول بھی ہیں۔ جو آپ نے راؤ راستا کو تحریر کئے تھے۔ یہ خطوط بالکل ہماری مرضی کے مطابق ہیں آپ دونوں کو اس معاملہ میں مہارتِ تامہ ہے۔ امید ہے کہ کوئی جزوی امر بھی نظر انداز نہ ہوگا۔

تبصرہ :۔ راؤ راستا، مرہٹوں کا ایک سردار سلطان کا دوست تھا اور پونا میں، پیشوا کے بعد اس کے خاندان کا بہت بڑا اثر تھا۔

خط ۱۰ : بنام برہان الدین

اگر آں نور چشم کو یہ اطلاع ملی ہے کہ دشمن کی فوج بہت بڑی تعداد میں آرہی ہے۔ تو تم کو چاہئے کہ قلعہ کا محاصرہ اٹھا کر اور توپوں کو ساتھ لے کر، دہاڑوار کے قریب کیمپ کرو۔ انشاء اللہ ہم بھی چودھویں تاریخ احمدی کو یہاں سے کوچ کرکے جلد وہاں پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں نرگند کے پہاڑ کو کوئی سر پر اٹھا کر تو لے نہ جائے گا۔

تبصرہ :۔ برہان الدین، سلطان کا نسبتی برادر سپہ سالار اور بانوئے سلطنت رقیہ بانو کا حقیقی بھائی تھا۔ یہ خط نرگند کے محاصرہ کے متعلق ہے۔

خط بنام راجہ ملک پیگو (برما) مورخہ ۲۲ جنوری ۱۷۸۶ء

محمد قاسم اور محمد ابراہیم کے ذریعہ خدمت عالی میں دو گھوڑے اور ایک مہتابی خلعت جاتی ہے۔ ان لوگوں کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ میسور اور پیگو کے سرکاروں میں باہمی فائدہ کے لئے تجارت کا سلسلہ قائم ہو۔ اس ملک سے جن چیزوں کی ضرورت ہو انھیں وہاں بھیجا جاسکتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ پیگو میں قیمتی لعل ملتے ہیں۔ اسلئے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ اپنے وزراء کو حکم دیں کہ وہ لعل خرید کرنے میں ہمارے آدمیوں کی مدد کریں۔

(ماخوذ از تاریخ سلطنت خداداد، مصنفہ محمود بنگلوری)

معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو پونا سے خط و کتابت تھی اور دوسری طرف سلطانی فوجوں نے نرگند کا محاصرہ کرلیا تھا۔ خط کے آخر میں سلطان نے یہ فارسی جملہ لکھا تھا "کوہ نرگند را کسے برداشتہ نمی برد، جائے کہ ہست، ہست"

(یہ فارسی جملہ کرک پیٹرک نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر دیا ہے۔)

خط ۱۱ : بنام میر قمر الدین

(۱۱ احمدی = ۱۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم مقام "چکری" میں پہنچ گئے ہو۔ تم کو بارود اور چقماق کی ضرورت ہے۔ برہان الدین سے پچاس چقماق اور بارود اور جو کچھ ضرورت ہے منگوا لیا جائے۔ امید ہے کہ سپہ دار محمد علی اپنی قشون کے ساتھ آکر تم سے مل گئے ہوں گے کیونکہ انھیں متعدد حکم نامے بھیج دیئے گئے تھے۔ تمہاری فوج کا وہ حصہ جو کڑپہ میں مقیم تھا، وہ بھی تمہاری فوج سے ملنے کے لئے روانہ ہوچکا ہے۔

تبصرہ :۔ میر قمر الدین، یہ سلطان کے ماموں کا بیٹا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے برہان الدین کی تائید کے لئے ایک اور فوج میر قمر الدین کے ماتحت روانہ کی تھی۔

خط ۱۲ : بنام تربیت علی خاں بنگلور

(۱۱ احمدی = ۲۸ مارچ ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تمنا نائیک واڑی، رشوت لیکر لوگوں کو پائین گھاٹ میں جانے اور آنے کی اجازت دیتا ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ دو دیانتدار اور ہوشیار آدمیوں کو چند پیادوں کے ساتھ اس دریے کے قلعہ پر متعین کریں۔ (جو پائین گھاٹ کے راستہ میں ہے) تاکہ وہ اس کا سدِ باب کرسکیں۔ اس ہی نظم دستہ کو ہر تین ماہ بعد بدل دیا جائے۔

خط ۱۷ : بنام برہان الدین

(۲۲ احمدی = ۸ اپریل ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا کہ تم دشمن کی سرکوبی کے لئے بالکل تیار ہو۔ اگر دشمن کی فوج بہت زیادہ تعداد میں آجائے تو تم ستر گند کا محاصرہ اٹھا کر اپنا بھاری توپ خانہ دھاڑ واڑ کو بھیج دیں گے؟ ٹھیک ہے۔ اس درمیان میں تم دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لیتے رہو اور موقع کے لحاظ سے جو کارروائی مناسب ہو، اختیار کریں۔ اس معاملہ میں مزوران تین کمانڈروں (کمیدان یا افسر) جو آپ کے ساتھ یعنی آپ کے سٹاف میں ہیں، سے صلاح و مشورہ کیا جائے اور تمام کارروائی اس مشورہ پر منحصر ہو۔ ہمیں دشمن کی فوج کی تعداد کی اطلاع ملی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تمہاری فوج کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ تاہم تم کو پوری احتیاط اور سخت خبر گیری کی ضرورت ہے۔

تمہاری خواہش کے مطابق دلیر خاں وغیرہ کو خطوط بھیج دیئے گئے ہیں۔ یقیناً وہ اپنے فرائض خلوص و وفاداری سے ادا کریں گے، اور تم سب لوگ مل کر ہماری ہدایات کے مطابق باہمی مشوروں سے کام کو سرانجام دیں گے۔ اس کے بعد پردۂ غیب میں جو ہے وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

تبصرہ :۔ (دلیر خاں وغیرہ سے مراد افسروں کا وہ اسٹاف جو برہان الدین کے ساتھ تھا یعنی سپہ دار دلیر دل خاں، سید حمید و سید غفار۔ ملاحظہ ہو خط

خط ۱۸ : بنام دلیر دل خاں۔ سید حمید و سید غفار سپہ داران

(۲۲ احمدی = ۸ اپریل ۱۷۸۵ء)

ہماری تحریر کے مطابق تم تمام افسر باہمی تحریری مشوروں سے کام کریں۔ اس کام سے تمہارا اخلاص اور وفاداری نمایاں ہوگی۔ تم صاحبوں کو بغیر آپس میں مشورہ کے کوئی کام نہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد خدا کو جو منظور ہو گا، ہو کر رہے گا، اس معاملے میں دیر اور تساہل کو جگہ نہ دی جائے۔

خط ۱۹ : بنام راجہ رام چندر۔ دیوان بنگلور

(۲۳ احمدی = ۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے دونوں خط موصول ہوئے۔ تم نے لکھا ہے کہ شرخ رنگ ہماری مملکت میں نہیں ملتا۔ صرف پانڈیچری میں مل سکتا ہے۔ نقد رقم بھیج کر منگوالیں۔ ان کے عوض مال بھیجنا ضروری نہیں۔

تم نے لکھا ہے کہ "تمہارا سر رشتہ دار لوگوں کے بہکانے سے تمہارے خلاف اس لئے شکایتیں کر رہا ہے کہ ہم تم سے ناراض ہو جائیں"۔ تم کو اپنے فرائض کے متعلق تحریری احکام دیئے گئے ہیں۔ اگر تم اپنا فرض برابر ادا کرو گے تو تم کو خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر اس پر بھی تمہاری شکایتیں ہمارے پاس آئیں تو ہم کو معلوم ہے کہ پھر ان پر کیا عمل کیا جانا چاہیئے۔ تم کو امانت دار ذہین اور محنتی سمجھ کر ہم نے یہ بڑا عہدہ تم کو دیا ہے۔ امید ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کرتے ہوئے سرکار خداداد کی بہبودی میں ساعی ہو گے"۔

خط ۲۰ : بنام میر قمر الدین

(۲۳ احمدی = ۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کڈرے ہال پہنچ گئے ہو تم کو چاہیئے کہ اپنی فوج کا کیمپ، برہان الدین کے کیمپ کے قریب ڈال لو جو کچھ ضروری تھا گذشتہ رات کے خط میں لکھ دیا گیا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے"۔

معلوم ہوا ہے کہ دشمن کی تعداد بالکل کم ہے۔ اس لئے یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہماری فوج سے فوراً ہی الجھے گا۔

خط ۲۱ : بنام گورنر پانڈیچری

(۲۳ احمدی = ۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ پانڈیچری کے ان تاجروں کو جو ہماری سلطنت میں تجارتی مال لاتے ہیں، ان کی واپسی کے وقت سیلم کا تعلقدار انہیں ستاتا ہے اور آگے بڑھنے نہیں دیتا۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس کو لکھیں۔ آپ کی خواہش کے مطابق اس کو لکھ دیا گیا ہے۔

آئندہ جب کبھی پانڈیچری سے تاجر یہاں آئیں تو آپ اپنی جانب سے سیلم کے تعلقدار کو ایک خط اردو یا تلنگی (ٹمل یا ٹلگو زبان) زبان میں لکھیں۔ یہاں اس معاملہ میں احتیاط اس لئے کی جاتی ہے کہ ابھی حال میں بعض بدیشی لوگ ہماری سلطنت میں آکر مختلف قسم کی ناگفتہ بہ شرارتیں کر چکے ہیں۔

"ہمیشہ آپ کی خیریت سے آگاہ کرتے رہیں"۔

تبصرہ :۔ کرک پیٹرک لکھتا ہے کہ اس خط میں بدیشیوں سے مراد انگریزوں سے ہے۔ سیلم کی جامع مسجد سلطان کی تعمیر کردہ ہے)۔

خط ۲۲ : بنام میر قمر الدین

(۲۴ احمد = ۱۰ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط جس میں سپہ دار محمد علی کے متعلق شکایات ہیں۔ موصول ہوا۔ تم نے سپہ دار مذکور کے متعلق جو رائے قائم کی ہے۔ اس سے آگاہی ہوئی۔

سپہ دار مذکور نئے نئے بھرتی ہوئے ہیں اور ابھی اپنے فرائض اور ان طریقوں سے جن پر ہماری حکومت چل رہی ہے، پوری طرح واقف نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کے ماتحت ایک پوری قشون (برگیڈ) دی گئی ہے، انھوں نے اس کو ابھی پوری طرح اور باقاعدہ لیس نہیں کیا ہے اور اس طرح اپنی ناقابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ نزاکتِ وقت کا لحاظ کرتے ہوئے مصلحت یہی ہے کہ ان کی ماتحت قشون کو ضروری سامان مہیّا کرنے کے متعلق تم احکام صادر کردو اور جس طرح چاہو اس قشون سے کام لو۔

گُرّیہ سے جو فوج نکلی تھی وہ گوتی پہنچ گئی ہے اور بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جائے گی لیکن تم کو اس کا انتظار نہ کرنا چاہئے بلکہ نرگند کی طرف بڑھ کر وہاں ہماری فوج سے مل جاؤ۔

تم نے یہ بالکل صحیح کیا کہ لوہا اور دوسرا ضروری سامان خرید لیا۔ اس کے علاوہ تم کو چاہیئے کہ سپہ دار محمد علی کے قشون کے لئے بھی ضروری سامان خرید لو اور توپ خانہ کی جن گاڑیوں کی مرمت کی ضرورت ہے، ان کی مرمت کرلو تم نے لکھا ہے کہ دشمن کی فوج، جو سولہ ہزار سوار اور چھ ہزار پیادوں پر مشتمل ہے، نرگند سے سولہ کوس کے فاصلہ پر کیمپ ڈالے پڑی ہے۔ خدا کے فضل سے اس قلعہ کی تسخیر پر ہماری فوج متعین ہے۔ وہ نہ صرف قلعہ ہی سر کرے گی، بلکہ دشمن کی سرزنش بھی کرسکے گی۔ ہماری اس فوج کے ہوتے ہوئے، دشمن کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوسکے گی۔ لہذا آں برخوردار کو چاہئے کہ جلد سے جلد ہماری نرگند کی فوج سے مل جائے اور اگر دشمن راستے میں حائل ہو تو تم اپنے افسروں (اسٹاف) سے باہمی مشورہ کرتے ہوئے ایک متفقہ فیصلہ پر پہنچ کر اس کو قرار واقعی سزا دو۔

تبصرہ :- کرک پیٹرک تعجب کرتا ہے کہ جب سلطان نظم و نسق قائم رکھنے کے لئے سخت سے سخت سزا دیتا تھا تو اس نے سپہ دار محمد علی سے اس قدر نرم برتاؤ کیوں کیا"۔ تعجب ہے کہ کرک پیٹرک یہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ سپہ دار مذکور نیا ہے۔ اعتراض کرنے سے باز نہیں رہا۔ یہ سپہ دار ۱۷۸۴ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت چھوڑ کر سلطانی ملازمت میں داخل ہوا تھا۔

خط ۲۴ : بنام راجہ رام چندر۔ دیوان بنگلور

(۲۴ احمدی = ۱۰ اپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ تمہاری ذات برادری کا کوئی مناسب آدمی نہ ملنے کی وجہ سے تم اپنی بیٹی کی شادی پائین گھاٹ میں کرنا چاہتے ہو اس لئے برات کو

پائین گھاٹ سے یہاں آنے کے لئے پروانہ طلب کیا ہے۔ پروانہ ملفوف ہے۔ جس شخص کے ساتھ تمہاری بیٹی کی شادی ہو اس کو شادی کے بعد یہیں ٹھہرا لیا جائے۔ پائین گھاٹ واپس بھیجنے کی ضرورت کیا ہے اگر یہ ناممکن ہو تو کوشش کر کے یہیں اپنی ذات برادری کا کوئی بر تلاش کیا جائے ضرورت ہے کہ ہمارے ملک کی آبادی بڑھائی جائے"۔

خط ۲۵ : بنام برہان الدین

(۲۶ احمدی = ۱۲ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط موصول ہوا تم نے لکھا ہے کہ نرگند کا محاصرہ اٹھا کر تم دریائے بناہلا (Banahala) کے کنارے کیمپ ڈالے ہوئے ہو اور تم اپنی سوار فوج کو ہدایت دو کہ دشمن کے بازوؤں اور عقب پر چھاپے مار کر اس کو پریشان کرتے ہوئے جس قدر گھوڑے مل سکتے ہوں، پکڑ لیں گھوڑے حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔

ہماری ہدایات کے مطابق، تعلقدار نگر نرسیا نے تمہاری فوج کی تنخواہ کے لئے چالیس ہزار بہادری پگوڈے ارسال کردیئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ رقم تمکو مل گئی ہوگی۔

خط ۲۶ : بنام میر قمر الدین

(۲۸ احمدی = ۱۴ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارے خط مورخہ ۲۵ احمدی سے اطلاع ملی۔ کہ تم مع فوج نرگند پہنچ کر برہان الدین کی فوج سے مل گئے ہو اور برہان الدین سے ملاقات بھی ہوچکی ہے۔ "تم اور وہ مل کر اب روز روشن (کھلے طور پر) میں دشمن پر حملہ کر کے اس کی ایسی سرزنش کرو۔ کہ وہ پھر ہمارے مقابلے میں نہ آسکے۔

خط ۲۷ : بنام محمد غوث و نور محمد خاں، پونا

(۲۸ احمدی = ۱۴ اپریل ۱۷۸۵ء)

آں حشمت مآب کا خط موصول ہوا۔ راؤ راستا کی خواہش کے مطابق نرگند کا محاصرہ اٹھا دیا گیا ہے اور ہماری فوج اب اس مقام سے دو یا تین کوس کے فاصلہ پر اپنا کیمپ ڈالے ہوئے ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ آپ راؤ راستا سے کہیں کہ "ہم اس زمیندار سے جرمانہ لینا نہیں چاہتے بلکہ ہمارے ملک میں اس نے جو تباہی پھیلائی ہے ہمیں اس کا ہرجانہ۔ مع اس خراج کے جو کئی سال سے واجب الادا ہے ملنا چاہیئے"۔

خط ۲۸ : بنام برہان الدین

(۱۲ راحمدی = ۷ راپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا مصری کوٹہ میں کیمپ کرنا اور ترکل کے قاضی کو حضوری میں بھیجنا ٹھیک ہے۔ تمہاری درخواست کے مطابق تعلقوں کے عاملوں اور قلعہ داروں کو ہدایات بھیجی گئی ہیں کہ دشمن کی نقل و حرکت کی خبروں سے تم کو اطلاع دیتے رہیں۔

تمہاری غارت گر سپاہ (سوار اور پیادوں) کو حکم دو کہ دشمن کو دق کرتے ہوئے ان کے گھوڑے گرفتار کریں۔ اور تم اپنی فوج کو موقع کے لئے ہمیشہ تیار رکھو۔

خط ۲۹: بنام میر قمر الدین

(۱۴ راحمدی = ۹ راپریل ۱۷۸۵ء)

آں نور چشم کا خط ملا۔ اس میں تم نے خواہش کی ہے کہ وہاں کے عاملوں کے نام پروانے روانہ کئے جائیں کہ وہ تم کو مورچوں کے اونچا کرنے کے لئے لکڑیوں کے گٹھے اور سیڑھیاں فراہم کریں اور یہ بھی تم نے اطلاع دی ہے کہ تم پھر نرگند کا محاصرہ کرتے ہوئے رام درگ کے قلعہ پر بھی چڑھائی کرنے والے ہو۔ تم کو چاہئے کہ فی الوقت نرگند کا محاصرہ نہ کرو بلکہ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے اس کو دریائے کرشنا کے اس پار دھکیل دو تاکہ وہ پھر مقابلہ کو نہ آسکے۔

عاملان دھاڑواڑ (Dharwar) بادامی (Badami) اور گجندرگڑھ (Gajandar garh) کے نام پروانے ملفوف ہیں۔ انھیں بھیج کر تم کو جن چیزوں کی ضرورت ہو منگوالو۔

ہماری واقفیت کے لئے رام درگ (Ram Durg) کے حالات پوری طرح اطلاع دیں۔

خط ۳۰: بنام برہان الدین

(۸ راحمدی = ۲۳ راپریل ۱۷۸۵ء)

معلوم ہوا کہ دشمن کی فوج رام درگ کے قلعہ سے ایک توپ کے فاصلہ پر مقیم ہے۔ میر قمر الدین سے مل کر اس فوج پر حملہ کرتے ہوئے اس کی سرزنش اس طرح کرو کہ دوبارہ سر نہ اٹھا سکے تم کو چاہئے کہ پندرہ دن کا رسد اپنے ساتھ رکھو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خان موصوف (میر قمر الدین) کی طبیعت ناساز ہے اس لئے حکیم کشنا پنڈت کو جو تمہارے ستان میں ہے ان کے معالجہ کے لئے بھیج دو۔

خط ۳۱: بنام برہان الدین

(۹ راحمدی = ۲۴ راپریل ۱۷۸۵ء)

نور چشم من! کیا تم اس فرزند عزیز قمر الدین سے مل کر مشورہ کرتے ہوئے متفقہ رائے سے دشمن پر اس طرح حملہ کروگے کہ دریائے کرشنا کے اس پار اس کو دم لینے کی بھی مہلت نہ ملے اس سرزنش کے بعد رام درگ پر دوبارہ حملہ شروع کیا جائے۔"

تبصرہ:- کرک پیٹرک اس خط پر لکھتا ہے کہ:

معلوم ہوتا ہے کہ برہان الدین اس مہم کا سپہ سالار اعلیٰ تھا۔ چونکہ میر قمر الدین بھی یہی عہدہ رکھتا تھا، اس لئے سلطان نے دونوں کو لکھا کہ ایک دوسرے کے مشورہ سے کام کریں۔"

یہ لکھا جا چکا ہے کہ برہان الدین، سلطان کا نسبتی برادر اور قمر الدین میرا بھائی تھا۔ سلطان دونوں سے یکساں محبت کرتا تھا لیکن قمر الدین کو یہ گوارا نہ تھا۔ وہ اپنے آپکو سلطان کے بعد سب سے بڑا سمجھتا تھا اور اسی لئے برہان الدین سے حسد کرتا تھا۔ اسی برائی کو دور کرنے کے لئے سلطان نے حد درجہ کوشش کی لیکن افسوس ہے کہ سلطان اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ برہان الدین کو سلطان سے جو محبت تھی وہ سچی محبت تھی۔ قمر الدین خود غرض تھا۔ اس نے سلطنت کی تباہی میں جو حصہ لیا تھا اس کا ذکر تاریخ سلطنت خداداد میں مفصل طور پر کیا گیا ہے اور صحیفۂ ٹیپو سلطان میں بھی کچھ مختصر بیان اس سلسلے میں ملے گا۔

خط ۳۲: بنام میر قمر الدین

(۹ راحمدی = ۲۴ راپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے دشمن کی فراری اور اس کے بہت سے گھوڑے گرفتار کئے جانے کی خبر دی ہے اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابراہیم علی خاں اور راجہ پنڈت عاملان علاقہ کے نام سپلائی کے لئے حکم نامے روانہ کئے جائیں۔ یہ حکم نامے بھیج دیئے گئے ہیں۔

لوٹ میں گھوڑے ملیں، ان میں جو عمدہ ہوں، ہمارے خاص دستے کے لئے چھانٹ کر، باقی ان اسلحہ داروں میں تقسیم کر دیں، جو بغیر سواری کے ہیں، تم برہان الدین اور دیگر سپہ داروں سے مشورہ کرتے ہوئے دشمن کو اس قدر پریشان کرو کہ وہ دریائے کرشنا سے ادھر دم نہ لے سکے۔

اس قسم کی سرزنش کے بعد پھر رام درگ سے آگے کیمپ ڈالو۔

تم کو چاہیئے وقتاً فوقتاً برہان الدین کے کیمپ میں جا کر ان سے اور دیگر سپہ داران سے مشورہ کرو کہ رام درگ کا محاصرہ بہترین طور پر کس طرح کیا جائے اور اس طرح فوقتاً فوقتاً تم برہان الدین کو اپنی جگہ بلاؤ۔ ہم نے برہان الدین اور ان کے ماتحت سپہ داروں کو اس کے متعلق لکھ دیا ہے۔

خط ۳۴: بنام برہان الدین

(۱۰ احمدی = ۲۵ اپریل ۱۷۸۵ء)

میر قمر الدین کی علالت کے متعلق تمہارا خط موصول ہوا۔ تم نے لکھا ہے کہ دو یونانی طبیب اور چند آیورویدک طبیب بھیجے جائیں۔ تم کو چاہیئے کہ خان موصوف کے علاج کے لیئے کشنا پنڈت کو حکم دو۔ اور ایک یونانی طبیب کے لیئے عبدالحکیم خاں (حاکم شاہنور) کو لکھو۔ ان دونوں طبیبوں کو سخت تاکید ہونی چاہیئے کہ خان موصوف کا علاج نہایت ہوشیاری اور غور و فکر سے کیا جائے تاکہ وہ جلد سے جلد شفایاب ہوں۔

دہاڑواڑ کے قلعہ دار کے نام حکم نامہ ملفوف ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے کہ توپ خانہ کے لیئے بیل روانہ کیئے جائیں۔ ان بیلوں کے آنے کے بعد ان میں سے عمدہ اور مضبوط بیلوں کو منتخب کر کے سپہ دار سید غفار کے حوالے کر دیا جائے۔

خط ۳۴: بنام میر قمر الدین

(۱۴ احمدی = ۲۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تمہارا خط ملا۔ معلوم ہوا کہ تم نے سپہ دار سید غفار کی قشون کو بار برداری کے سامان کی حفاظت پر چھوڑ کر سپہ دار محمد علی قشون کو اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ اب سوائے بڑے اور چھوٹے خیموں کے تمہارے اور برہان الدین کے ساتھ باقی تمام سامان موجود ہے اس لیئے سید غفار کی قشون کو صرف خیموں کی حفاظت کے لیئے چھوڑ نا مناسب نہیں۔ بارش کا موسم قریب ہے ضروری ہے کہ تمام خیمے بھی تمہارے ساتھ رہیں۔ اس طرح سید غفار کی قشون بھی بوقت ضرورت کارآمد ثابت ہوگی۔

تم کو اور برہان الدین کو باہم محبت سے رہنا چاہیئے۔ یہ مناسب نہیں کہ تم دونوں عزیز ایک دوسرے کی مخالفت کرو بلکہ دونوں متحد ہو کر دشمن کی سرزنش کرنا نہایت ضروری ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ تم خود اس معاملہ میں سبقت کر کے کبھی کبھی برہان الدین سے ان کے کیمپ میں جا کر ملو اور

کبھی ان کو اپنے کیمپ میں آنے کی دعوت دو۔

خط ۳۵: بنام راجہ رامچندر۔ دیوان بنگلور

(۱۴ احمدی = ۲۹ اپریل ۱۷۸۵ء)

تم نے لکھا ہے کہ ہرکارہ راما بنگلور کے لوگوں کے خلاف غلط افواہیں پھیلاتا رہتا ہے اور اس وجہ سے وہاں کے لوگ بدظن ہو رہے ہیں۔ تم کو چاہیئے کہ ہرکارۂ مذکور کو قید میں ڈال دو۔

خط ۳۶: بنام میر قمر الدین و برہان الدین

(۱۶ احمدی = یکم مئی ۱۷۸۵ء)

تمہارے دونوں خط ملے۔ اس جنگ میں ہم نے تم دونوں کے علاوہ تین سپہ داروں (سید حمید، سید غفار اور شیخ انصر) کو بھی جو نہایت قابل اور ہوشیار ہیں، متعین کیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ تم تمام افسر، باہمی مشورہ سے دشمن کی قرار واقعی سرزنش کروگے۔ سپہ داروں کو بھی اس معاملہ کے متعلق احکام کو بھیجدیئے گئے ہیں۔

یہ سنکر تعجب ہوا کہ فوج کے لیئے رسد نا کافی ہے۔ کوتوال اور اس کے ماتحت ملبانیوں کو سخت تاکید کی جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اناج فراہم کریں تاکہ فوج کو وقت پر پریشان نہ ہونا پڑے۔

معلوم ہوا ہے کہ خدا کے فضل سے اب تمہاری طبیعت اچھی ہے۔ اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی۔ شاہنور کے طبیب کو واپس بھیج دیا جائے۔

تم نے اطلاع دی ہے کہ بار برداری کا سامان پیچھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ مناسب نہیں تھا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تمہاری سوار فوج نے دشمن کو بھگا دیا اور وہ درۂ رام درگ سے نکل کر بھاگ گیا۔ اب تم رسالدار کو حکم دو کہ موقع سے فائدہ اٹھا کر علیحدہ علیحدہ دستے روانہ کریں تاکہ جس قدر گھوڑے مل سکیں، پکڑ لائیں اور جس قدر رسد مل سکے اس پر قبضہ کرلیں اور اس کے ساتھ ساتھ دشمن کے بارے میں اطلاعات بھی حاصل کرتے رہیں۔ ■■

(ماخوذ از صحیفۂ ٹیپو سلطان از محمود خان محمود بنگلوری مصنف سلطنت خداداد)

برزمینے کہ نشان توکف پائے بود سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواھد بود	ظفر علی خان



ٹیپو سلطان ایک بہادر مجاہد آزادی اور غیر فرقہ پرست حکمراں

گوتم چٹوپادھیائے

ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی اقتدار کے اوائل برسوں کے دوران ٹیپو سلطان کا شمار تاریخ ہند میں ایک ناقابل فراموش ہستی کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ تقریباً ایک صدی تک انگریز پورے ہندوستان پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے مختلف طرح کے ہتھکنڈے — پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو، بہانہ تراشی اور فوجی کارروائی — استعمال کرتے رہے تھے اس عہد کے دوران بیشتر ہندوستانی حکمرانوں نے بزدلانہ طور پر انگریزوں کی اطاعت قبول کرلی تھی یا ان کے آپسی جھگڑوں نے انگریزوں کے لئے راہ اس طرح ہموار کئے کہ انھیں ان کی اطاعت مجبوراً قبول کرنی پڑی تھی لیکن اس نہج سے بالکل الگ تھلگ رہے تھے میسور کے حکمراں حیدر علی اور ان کے انتقال کے بعد ٹیپو سلطان جسے انگریز تاریخ نویسوں نے "شیر میسور" کا نام دیا ہے۔

ٹیپو کی پیدائش ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء کو ہوئی تھی اور ویلسلی، مرہٹوں اور نظام حیدرآباد کے افواج نے چار طرف سے سرنگاپٹم پر حملے کے نتیجے میں انھوں نے اپنی دارالسلطنت سرنگاپٹم کا دفاع کرتے ہوئے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو شہید ہوگئے۔ ۱۷۸۲ء کے دوران اپنے والد حیدر علی کے انتقال کے بعد جب ٹیپو میسور کا حکمراں بنا تو اس کی عمر اس وقت بمشکل ۳۰ سال تھی۔ لہٰذا انھوں نے ۱۸ سال تک حکمرانی کی لیکن اتنی کم مدت ہی میں وہ برطانوی نوآبادیوں کے دلوں میں خوف بن کر چھا گیا تھا۔ ہرکیف ہم اس کا تذکرہ بعد میں کریں گے۔

اس کے انتقال کے بعد بھی انگریزوں کے ذہنوں میں ٹیپو کا خوف سایہ کی طرح مسلط تھا۔ مایہ ناز انگلش ناول نگار ولیم میکپیس تھیکرے کلکتہ میں پیدا ہوا تھا اس نے اپنی خود نوشت سرگذشت میں تحریر کیا ہے کہ ۱۸۱۲/۱۳ء کے دوران وہ محض ۴ یا ۵ سال کا ایک بچہ تھا۔ وہ ایک شریر بچہ تھا۔ جب وہ کوئی شرارت کرتا تو اس کے والدین کے گھریلو خادم اور خادمائیں اسے یہ کہہ کر ڈرایا کرتی تھیں۔ اگر تم نے شرارت کی تو ٹیپو آئے گا اور تمہیں اٹھا کرلے جائے گا۔ تھیکرے لکھتا ہے کہ اس کے بچپن کے دنوں میں ٹیپو ایک اسم بامسمیٰ عفریت کی حیثیت سے انگریزوں کے ذہنوں میں گھر کئے ہوئے تھا اور برطانوی نوآبادکار بھی اس سے بہت خائف رہتے تھے۔

۱۸۰۶ء کے دوران ہندوستانی سپاہیوں نے، جو ویلور میں تعینات تھے انگریزوں کے خلاف بغاوت کردی اور کئی دنوں تک قلعہ پر قابض رہے۔ انگریزوں نے ٹیپو کے ایک چھوٹے بیٹے کو قیدی بنا لیا تھا انگریز تاریخ نویسوں کا یہ خیال ہے کہ اس کی ہی سرپرستی میں باغی سپاہی اکٹھا ہوئے تھے اور انگریزوں کے خلاف بڑی بہادری سے لڑے تھے۔ ظاہر ہے کہ سپاہیوں کی تنہا بغاوت کامیاب نہیں ہوپائی لیکن بعد ازیں انگریزوں نے ٹیپو کے کسی بھی بیٹے کو کبھی بھی کسی طرح کی کوئی آزادی یا سہولت نہیں دی اور انہیں ویلور، کلکتہ اور دوسری جگہوں پر بندی بنا کر رکھا تھا۔

۱۸۵۷ء کے دوران ٹیپو کے ایک پرپوتے نے اودھ میں باغی سپاہیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے لڑائی لڑی تھی۔ جب اسے یقین ہوچلا تھا کہ اس کی بغاوت کو شکست کا سامنا کرنا پڑے گا تو اس نے اپنی پانچ سالہ بیٹی کو اپنے ایک وفادار پیروکار کی محافظت میں دے دیا اور وہ شخص بچی کو لے کر پرشیا (ایران) روانہ ہوگیا۔ ۱۹ویں صدی کے اواخر میں وہی بچی جو اس وقت جوان ہوچکی تھی، نے ایک روشن خیال ایرانی شریف نوجوان سے شادی کرلی۔ یہ جوڑا ۱۹۱۳ء کے دوران روس گیا تھا اور اسی دوران یہ خاتون حاملہ ہوگئی۔ اسی سال ماسکو میں اس خاتون نے ایک بچی کو جنم دیا بعد ازیں یہ خاندان فرانس منتقل ہوگیا۔

اس بچی کا نام نور عنایت خاں یا نور النسا رکھا گیا تھا جب یہ بچی اپنی عمر کی بیس دہائیوں سے گزر رہی تھی تو وہ فرانس کے فاشسٹ دشمن تحریک سے جڑ گئی اور یہ سخت بایاں رجحانات کی مالک تھی۔ ۱۹۴۰ء کے دوران فرانس کے زوال کے ٹھیک کچھ پہلے یہ خاندان انگلستان

چلا گیا! اور اس نے رائل ائیر فورس میں شامل ہونا چاہا۔ قریب قریب اس کا انتخاب ہو ہی گیا تھا جب انٹرویو لینے والے افسر اس سے پوچھ بیٹھے "فی الحال آپ جرمن فاشسزم سے جنگ کرنا چاہتی ہیں؟ اللہ نہ کرے لیکن جنگ جب ختم ہو جائے گی تو آپ کیا کریں گی؟" فوراً ہی جواب دیا۔ "اگر آج بھی ہمارا ملک انگریزوں کا غلام ہے تو ہندوستان سے انگریزوں کی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے میں اپنی فوج اکٹھا کروں گی۔" اس کا یہ جواب ٹیپو کے علمبردار کے شایانِ شان تھا لہذا اسے منتخب نہیں کیا گیا لیکن جب وہ واپس لوٹ رہی تھی تو ایک شہری نے اسے مباحثے کی دعوت دی۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اس کی طرح نڈر اور بے خوف عناصروں کو نازی مقبوضہ فرانس کے اندر پہنچانے کی ضرورت ہے جہاں یہ لوگ فرانسیسی گوریلا سپاہیوں کو ان کی مدافعت کے کاذ میں مدد دے پائیں۔ کیا وہ جائے گی؟ وہ فوراً تیار ہو گئی اور ۱۹۴۲ء میں اسے جنوبی فرانس میں پیراشوٹ کے ذریعہ اتارا گیا۔ اور ڈیڑھ سال تک اس نے برٹش انٹلی جنس سروس کو نازی سرگرمیوں کے بارے میں خفیہ اطلاعات ریڈیو پر بھیجے اور اس نے نازیوں کے خلاف دفاعی جماعتوں کا حوصلہ افزا کارروائیوں کی انجام دہی میں مدد دی۔ بالآخر وہ گیسٹاپو کے ہاتھوں پکڑی گئی۔ ان لوگوں نے اسے سخت اذیتیں دیں اور بالآخر بدنام زمانہ ڈاشاؤ خیمہ میں اسے ایک فائرنگ اسکواڈ نے ختم کر ڈالا۔ ۱۹۴۴ء میں جب فرانس کو آزادی ملی تو جنرل چارلس ڈی گاؤل جو نئے فرنچ ریپبلک کے صدر بنے تھے، نے اسے فرانس کے اعلیٰ ترین فوجی اعزاز سے نوازا۔ یہ تمام باتیں اسٹیونسن نے اپنی مشہور کتاب "لے مین کالڈ انٹریپڈ" میں تحریر کی ہے۔ ممتاز بنگالی محقق جین موہن سہنولیس نے اپنے ایک بنگلہ مقالہ میں تحریر کیا ہے اور اس میں ٹیپو کے ساتھ اس کے خاندانی سلسلۂ حسب نسب کو ثابت کیا ہے۔

لہذا حقیقت سے انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ بہادر مجاہد آزادی کا خون ٹیپو کے خاندان کے تمام بیٹوں، پوتوں اور اس کے وارثین کے رگوں میں دوڑ تا رہا تھا۔ یہ ٹیپو کی صفات تھیں جسے شیر میسور بھی کہتے ہیں لہذا یہی کچھ باتیں انگریزوں کے لئے ٹیپو سلطان سے خوف کھانے کے لئے کافی تھیں۔

آئیے! ۱۷۸۲ء کی جانب چلیں جب ٹیپو میسور کے تخت پر

بیٹھے تھے۔ انھوں نے لڑائیاں لڑیں۔ بریگیڈیر ماتھیوز کی سربراہی میں بڑھنے والی برطانوی فوج کو شکست فاش دی اور بریگیڈیر ماتھیوز کو بندی بنا لیا۔ اب مارچ ۱۷۸۴ء کے دوران منگلور کے صلح نامہ پر دستخط کرنے کے سوا انگریزوں کے پاس اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اسے دوسری اینگلو میسور جنگ کا نام دیا گیا۔ انگریز اپنی اس شکست کو بھول نہیں پائے۔ جب لارڈ کارنوالس ہندوستان کا گورنر جنرل بنا تو اس نے اپنی شاطرانہ حکمتِ عملی اور طریق کاروں سے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کے ساتھ ساز باز کیا اور انہیں اس بات کا لالچ دیا کہ ٹیپو کی شکست کے بعد انہیں ٹیپو کی سلطنت کا ایک حصہ دیں گے اور بعد ازیں تیسری اینگلو میسور جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں ٹیپو نے اپنی دلیری اور جنگی حکمت عملی کا شاندار مظاہرہ کیا لیکن حالات اس کے مخالف تھے۔ اس لئے اسے ۱۷۹۲ء کے دوران سرنگا پٹم کے صلح نامہ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ اسے نصف سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا اور انگریزوں کو ۳ کروڑ روپے بطور تاوان ادا کرنے پڑے تھے صرف یہی نہیں بلکہ کارنوالس نے اس کے دو ہونہار بیٹوں کو بھی یرغمال بنا لیا تھا اور انھیں کلکتہ میں نظر بند کر کے رکھا گیا تھا۔

بعد ازیں دیگر اشخاص کو بھی ڈرائے اور دھمکائے گئے تھے لیکن ٹیپو کسی اور ہی مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ دوسرے دور کی جنگ کے لئے نئے دوست تلاشنے کی کوشش شروع کر دی۔ اس وقت انقلابی فرانس یورپ کے ملوکیت پسند اتحاد — انگلینڈ، آسٹریا، پروشیا، روس — کے ساتھ شکست سے دوچار تھا اور جیکوبنس فرانس کی جنتا پر حکومت کر رہے تھے۔ ٹیپو نے انگریزوں سے لڑنے اور اس کے سپاہیوں کو فن جنگ کی جدید ترین حکمت عملی اور اعلیٰ طریق کار کی تربیت بہم پہنچانے کے لئے فرانسیسی سپاہیوں کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی۔

اس وقت ایک دلچسپ واقعہ بھی رونما ہوا جس کا ذکر میں یہاں کرنا چاہتا ہوں۔ ۱۴ جولائی کو فرانسیسی فوج یوم فرانسیسی انقلاب منا رہی تھی اور ان لوگوں نے ٹیپو کو اس موقع پر مدعو کیا تھا ٹیپو فرانس پہنچا۔ آزادی، مساوات اور بھائی چارگی کے ترنگے جھنڈے کو سلامی دی اور کہا کہ وہ ان کے جیکوبن کلب کا رکن بننا چاہتا ہے۔

فرانسیسی افواج نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ وہ لوگ ریپبلکنس (جمہوریہ پسند) ہیں اور سب ایک دوسرے کو شہری پکارتے ہیں لہذا کس طرح ٹیپو جو ایک بادشاہ ہے ان کے کلب کا رکن بن سکتا ہے۔ ملنے والی رپورٹ کے مطابق ٹیپو نے اس کا جواب یوں دیا کہ آج سے ہی اسے اولہ شہری سمجھا جائے لہذا اس وقت سے ہی فرانسیسی سپاہیوں نے انہیں شہری ٹیپو کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ بلاشبہ ٹیپو ریپبلکن نہیں تھے بلکہ ان کی اس حکمت عملی سے ان کی ذہانت اور سیاسی دوراندیشی کا پتہ چلتا ہے۔

اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ ٹیپو نے نیپولین بوناپارٹ سے تعلقات قائم کئے۔ نیپولین بوناپارٹ اس وقت مصر میں مقیم تھا اور اس نے اہرام مصر کی مشہور جنگ جیتی تھی۔ نیپولین نے ٹیپو کو ایک خط لکھا تھا جو آرکائیوز میں محفوظ ہے۔ اس خط میں انہوں نے ٹیپو کو مطلع کیا تھا کہ وہ اور اس کی فوج جلد ہی شام اور مشرق وسطیٰ سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوگی اور ٹیپو کے ساتھ مل کر یہ لوگ انگریزوں کو ان کی موشگافیوں کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ یہ خط ٹیپو کو نہیں پہنچ پایا۔ انگریزوں نے اسے راستہ میں ہی اڑا لیا لیکن اس خط کو راستہ میں ہی اڑا لینے کے بعد انگریزوں نے یہ طے کیا کہ اب انھیں ٹیپو پر حملہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ جتنی جلد ہو ٹیپو سلطان کو ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ لہذا ان لوگوں نے چوتھی اینگلو میسور جنگ چھیڑی اور سرنگاپٹم پر حملہ بول دیا۔ اس بار بھی مرہٹے اور نظام نو آبادیاتی حکمرانوں کے ساتھ تھے۔ دلیر ٹیپو نے اپنی فوجوں کے ساتھ اس جنگ میں بڑی بہادری سے لڑکر دشمنوں کی پیش رفت کو روک دیا۔ اس وقت ان کے ایک جنرل نے پیسے کے لالچ میں اس کے ساتھ غداری کی اور اس نے انگریزوں کو سرنگاپٹم کے شہر فصیل کے اندر داخل ہونے میں ان کی مدد کی۔ ٹیپو بری طرح زخمی ہو چکے تھے ایک بدقماش انگریز سپاہی نے انھیں اس بری طرح زخمی حالت میں دیکھ کر ان سے ان کے ہیرے جواہرات جڑی حسین تلوار چھیننے کی کوشش کی لیکن اس وقت تک ٹیپو مرے نہیں تھے۔

—— انھوں نے نیام سے تلوار باہر نکالی اور ایک ہی وار میں اس لالچی انگریز افسر کا خاتمہ کر ڈالا۔ اسے دیکھ کر دوسرے انگریز افسر نے بہت ہی قریب سے ٹیپو پر گولی چلا دی اور اسے شہید کر دیا۔ اس طرح ۱۷۹۹ء کے دوران شیر میسور اپنے ہاتھوں میں آزادی کا پرچم اٹھائے ملک عدم کو روانہ ہوا۔

انگریزوں نے ٹیپو کی سلطنت کو تہس نہس کر دیا۔ اس کی سلطنت کا بڑا حصہ ان لوگوں نے وہاں کے اس ہندو حکمراں کے وارث کے حوالے کر دیا جو حیدر علی سے قبل میسور پر حکومت کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اس کی سلطنت کا ایک چھوٹا حصہ نظام حیدرآباد کو دے دیا کیونکہ نظام نے ٹیپو کو تباہ و برباد کرنے میں انگریزوں کی بڑی مدد کی تھی۔

جدید تاریخ ہند میں ٹیپو کا مقام تعین کرنے والوں نے ٹیپو کو غیر مصالحت پسند اور نو آبادکاروں کا دشمن مجاہد گردانے کے بجائے انھیں ایک ایسے کٹر اور متعصب مسلمان سلطان بتایا ہے جنہوں نے اپنی ہندو رعایا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے۔ یہ تاریخ نویس یہ بھی کہتے ہیں کہ ٹیپو میسور کو محض ایک قرون وسطیٰ کے طرز کی ریاست بنانا چاہتے تھے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔

کلیانی یونیورسٹی کے پروفیسر نکھلیش گوہا، سنٹر فار اسٹڈیز ان سوشل سائنسز، کلکتہ کے سبکدوش سینئر فیلو پروفیسر اشوک سین اور دیگر اشخاص جیسے ترقی پسند مورخین نے مذکورہ بالا الزامات کو غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ ڈاکٹر سریندر ناتھ سین جو ہمارے ممتاز سینئر مورخین میں سے ایک ہیں، نے یہ تحریر کیا ہے کہ ٹیپو کٹر اور متعصب نہیں تھا۔ یقیناً اس نے ہندوؤں کو سزائیں دی ہیں لیکن مذہبی عصبیت کی بنا پر نہیں بلکہ سیاسی بنیاد پر دی ہیں۔ (این سین کی کتاب اسٹڈیز ان انڈین ہسٹری، کلکتہ، صفحہ نمبر ۱۶۶ تا ۱۶۷)۔ ڈاکٹر محب الحسن جو شاید ٹیپو پر ایک اہم سند یافتہ مانے جاتے ہیں، نے اپنی مایہ ناز کتاب "ہسٹری آف ٹیپو سلطان" (دوسری اشاعت ۱۹۷۱ء، ورلڈ پریس، کلکتہ) میں تحریر کرتے ہیں "بلاشبہ کبھی کبھی ٹیپو نے اپنے غیر مسلم رعایا کے ساتھ برا سلوک کیا ہے لیکن وجہ مذہب کبھی نہیں رہی بلکہ اس کی وجہ ان کی غداری اور بے وفائی رہی ہے۔ اس نے اپنے والد حیدر علی کی طرح ہمیشہ مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا اور کبھی بھی اپنے ذاتی اعتقاد کو اپنی انتظامی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے نہیں دیا۔ وہ اپنی مسلم رعایا کے ساتھ بھی اتنی ہی سختی سے پیش آتا تھا جب اسے ان کی بغاوت یا غداری کے ارتکاب کا علم ہوتا تھا (حسن، ہسٹری آف ٹیپو سلطان، صفحہ نمبر ۳۵۷)" نکھلیش گوہا نے بھی ٹیپو پر کچھ انگریز مورخین

چلا گیا! دراس نے رائل ائیر فورس میں شامل ہونا چاہا۔ قریب قریب اس کا انتخاب ہو ہی گیا تھا جب انٹرویو لینے والے افسر اس سے پوچھ بیٹھے "نی الحال آپ جرمن فاشزم سے جنگ کرنا چاہتی ہیں؟ الحمد اللہ خیر صلّاح لیکن جنگ جب ختم ہو جائے؟ تو آپ کیا کریں گی؟" فوراً ہی جواب دیا۔ "اگر آج بھی ہمارا ملک انگریزوں کا غلام ہے تو ہندوستان سے انگریزوں کی حکومت کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے میں اپنی فوج اکٹھا کروں گی۔" اس کا یہ جواب ٹیپو کے علمبردار کے شایانِ شان تھا لہذا اسے منتخب نہیں کیا گیا لیکن جب وہ واپس لوٹ رہی تھی تو ایک شہری نے اسے مباحثے کی دعوت دی۔ اس شخص نے اس سے کہا کہ اس کی طرح نڈر اور بے خوف عناصروں کو نازی مقبوضہ فرانس کے اندر پہنچانے کی ضرورت ہے جہاں یہ لوگ فرانسیسی گوریلا سپاہیوں کو ان کی مدافعت کے کاذ میں مدد دے پائیں۔ کیا وہ جائے گی؟ وہ فوراً تیار ہو گئی اور ۱۹۴۲ء میں اسے جنوبی فرانس میں پیراشوٹ کے ذریعہ اتارا گیا۔ اور اگلے سال تک اس نے برٹش انٹلی جنس سروس کو نازی سرگرمیوں کے بارے میں خفیہ اطلاعات ریڈیو پر بھیجے اور اس نے نازیوں کے خلاف دفاعی جماعتوں کا حوصلہ افزا کارروائیوں کی انجام دہی میں مدد دی۔ بالآخر وہ گیسٹاپو کے ہاتھوں پکڑی گئی۔ ان لوگوں نے اسے سخت اذیتیں دیں اور بالآخر بدنام زمانہ ڈاشاؤ خیمہ میں ایک فائرنگ اسکواڈ نے ختم کر ڈالا۔ ۱۹۴۴ء میں جب فرانس کو آزادی ملی تو جنرل چارلس ڈی گاڈل جو نئے فرنچ ریپبلک کے صدر بنے تھے، نے اسے فرانس کے اعلیٰ ترین فوجی اعزاز سے نوازا۔ یہ تمام باتیں اسٹیونسن نے اپنی مشہور کتاب "لے مین کالڈ انٹریپڈ" میں تحریر کی ہے۔ ممتاز بنگالی محقق جین موہن سہنولیس نے اپنے ایک بنگلہ مقالہ میں تحریر کیا ہے اور اس میں ٹیپو کے ساتھ اس کے خاندانی سلسلۂ حسب نسب کو ثابت کیا ہے۔

لہذا حقیقت سے انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ بہادر مجاہد آزادی کا خون ٹیپو کے خاندان کے تمام بیٹوں، پوتوں اور اس کے وارثین کے رگوں میں دوڑ تا رہا تھا۔ یہ ٹیپو کی صفات تھیں جسے شیر میسور بھی کہتے ہیں لہذا یہی کچھ باتیں انگریزوں کے لئے ٹیپو سلطان سے خوف کھانے کے لئے کافی تھیں۔

آئیے! ۱۷۸۲ء کی جانب چلیں جب ٹیپو میسور کے تخت پر

بیٹھے تھے۔ انھوں نے لڑائیاں لڑیں۔ بریگیڈیر ماتھیوز کی سربراہی میں بڑھنے والی برطانوی فوج کو شکست فاش دی اور بریگیڈیر ماتھیوز کو بندی بنا لیا۔ اب مارچ ۱۷۸۴ء کے دوران منگلور کے صلح نامہ پر دستخط کرنے کے سوا انگریزوں کے پاس اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اسے دوسری اینگلو۔میسور جنگ کا نام دیا گیا۔ انگریز اپنی اس شکست کو بھول نہیں پائے۔ جب لارڈ کارنوالس ہندوستان کا گورنر جنرل بنا تو اس نے اپنی شاطرانہ حکمتِ عملی اور طریق کاروں سے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کے ساتھ ساز باز کیا اور انہیں اس بات کا لالچ دیا کہ ٹیپو کی شکست کے بعد انہیں ٹیپو کی سلطنت کا ایک حصہ دیں گے اور بعد ازیں تیسری اینگلو میسور جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں ٹیپو نے اپنی دلیری اور جنگی حکمت عملی کا شاندار مظاہرہ کیا لیکن حالات اس کے مخالف تھے۔ اس لئے اسے ۱۷۹۲ء کے دوران سرنگاپٹم کے صلح نامہ پر دستخط کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ اسے نصف سلطنت سے ہاتھ دھونا پڑا اور انگریزوں کو ۳ کروڑ روپے بطور تاوان ادا کرنے پڑے تھے صرف یہی نہیں بلکہ کارنوالس نے اس کے دو ہونہار بیٹوں کو بھی یرغمال بنا لیا تھا اور انھیں کلکتہ میں نظربند کر کے رکھا گیا تھا۔

بعد ازیں دیگر اشخاص کو بھی ڈرائے اور دھمکائے گئے تھے لیکن ٹیپو کسی اور ہی مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے انگریزوں کے ساتھ دوسرے دور کی جنگ کے لئے نئے دوست تلاشنے کی کوشش شروع کر دی۔ اس وقت انقلابی فرانس یورپ کے ملوکیت پسند اتحاد ــــ انگلینڈ، آسٹریا، پروشیا، روس ــــ کے ساتھ شکست سے دو چار تھا اور جیکوبنس فرانس کی جنتا پر حکومت کر رہے تھے۔ ٹیپو نے انگریزوں سے لڑنے اور اس کے سپاہیوں کو فن جنگ کی جدید ترین حکمت عملی اور اعلیٰ طریق کار کی تربیت بہم پہنچانے کے لئے فرانسیسی سپاہیوں کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی۔

اس وقت ایک دلچسپ واقعہ بھی رونما ہوا جس کا ذکر میں یہاں کرنا چاہتا ہوں۔ ۱۴ جولائی کو فرانسیسی فوج یوم فرانسیسی انقلاب منا رہی تھی اور ان لوگوں نے ٹیپو کو اس موقع پر مدعو کیا تھا ٹیپو فرانس پہنچا۔ آزادی، مساوات اور بھائی چارگی کے ترنگے جھنڈے کو سلامی دی اور کہا کہ وہ ان کے جیکوبن کلب کا رکن بننا چاہتا ہے۔

فرانسیسی افواج نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ وہ لوگ ریپبلکنس (جمہوریت پسند) ہیں اور سب ایک دوسرے کو شہری پکارتے ہیں لہذا کس طرح ٹیپو جو ایک بادشاہ ہے ان کے کلب کا رکن بن سکتا ہے۔ ملنے والی رپورٹ کے مطابق ٹیپو نے اس کا جواب یوں دیا کہ آج سے ہی اسے اوّلہ شہری سمجھا جائے لہذا اس وقت سے ہی فرانسیسی سپاہیوں نے انہیں شہری ٹیپو کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ بلاشبہ ٹیپو ریپبلکن نہیں تھے بلکہ ان کی اس حکمت عملی سے ان کی ذہانت اور سیاسی دوراندیشی کا پتہ چلتا ہے۔

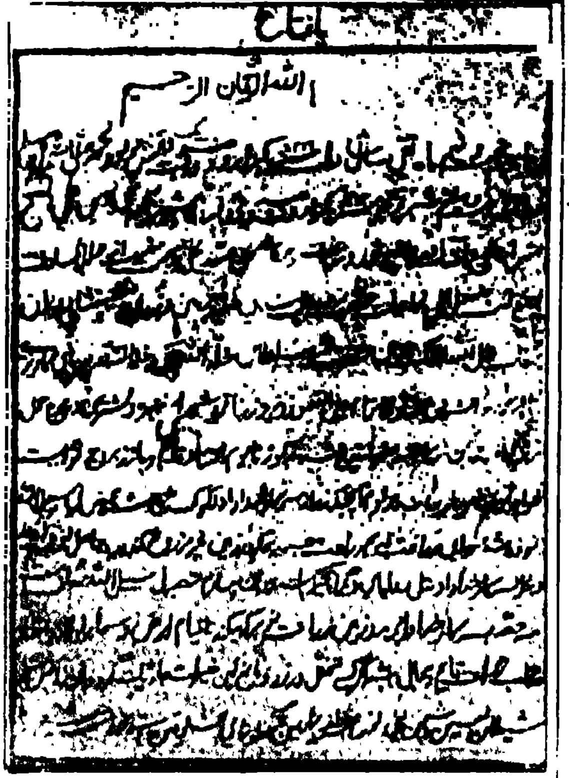
اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ ٹیپو نے نپولین بوناپارٹ سے تعلقات قائم کئے۔ نپولین بوناپارٹ اس وقت مصر میں مقیم تھا اور اس نے اہرام مصر کی مشہور جنگ جیتی تھی۔ نپولین نے ٹیپو کو ایک خط لکھا تھا جو آرکائیوز میں محفوظ ہے۔ اس خط میں انہوں نے ٹیپو کو مطلع کیا تھا کہ وہ اور اس کی فوج جلد ہی شام اور مشرق وسطیٰ سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوگی اور ٹیپو کے ساتھ مل کر یہ لوگ انگریزوں کو ان کی موشگافیوں کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ یہ خط ٹیپو کو نہیں پہنچ پایا۔ انگریزوں نے اسے راستہ میں ہی اڑا لیا لیکن اس خط کو راستہ میں ہی اڑا لینے کے بعد انگریزوں نے یہ طے کیا کہ اب انھیں ٹیپو پر حملہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ جتنی جلد ہو ٹیپو سلطان کو ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کر دیا جائے۔ لہذا ان لوگوں نے چوتھی اینگلو میسور جنگ چھیڑی اور سرنگاپٹم پر حملہ بول دیا۔ اس بار بھی مرہٹے اور نظام نوآبادیاتی حکمرانوں کے ساتھ تھے۔ دلیر ٹیپو نے اپنی فوجوں کے ساتھ اس جنگ میں بڑی بہادری سے لڑ کر دشمنوں کی پیش رفت کو روک دیا۔ اس وقت ان کے ایک جنرل نے پیسے کے لالچ میں اس کے ساتھ غداری کی اور اس نے انگریزوں کو سرنگاپٹم کے شہر فصیل کے اندر داخل ہونے میں ان کی مدد کی۔ ٹیپو بری طرح زخمی ہو چکے تھے ایک بدقماش انگریز سپاہی نے انھیں اس بری طرح زخمی حالت میں دیکھ کر اُن سے اُن کے ہیرے جواہرات جڑی حسین تلوار چھیننے کی کوشش کی لیکن اس وقت تک ٹیپو مرے نہیں تھے۔

—— انھوں نے نیام سے تلوار باہر نکالی اور ایک ہی وار میں اس لالچی انگریز افسر کا خاتمہ کر ڈالا۔ اسے دیکھ کر دوسرے انگریز افسر نے بہت ہی قریب سے ٹیپو پر گولی چلا دی اور اسے شہید کر دیا۔ اس طرح ۱۷۹۹ء کے دوران شیر میسور اپنے ہاتھوں میں آزادی کا پرچم اٹھائے ملک عدم کو روانہ ہوا۔

انگریزوں نے ٹیپو کی سلطنت کو تہس نہس کر دیا۔ اس کی سلطنت کا بڑا حصہ ان لوگوں نے وہاں کے اس ہندو حکمراں کے وارث کے حوالے کر دیا جو حیدر علی سے قبل میسور پر حکومت کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اس کی سلطنت کا ایک چھوٹا حصہ نظام حیدرآباد کو دے دیا کیونکہ نظام نے ٹیپو کو تباہ و برباد کرنے میں انگریزوں کی بڑی مدد کی تھی۔

جدید تاریخ ہند میں ٹیپو کا مقام تعین کرنے والوں نے ٹیپو کو غیر مصالحت پسند اور نوآبادکاروں کا دشمن مجاہد گردانے کے بجائے انھیں ایک ایسے کٹر اور متعصب مسلمان سلطان بتایا ہے جنہوں نے اپنی ہندو رعایا پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے۔ یہ تاریخ نویس یہ بھی کہتے ہیں کہ ٹیپو میسور کو محض ایک قرون وسطیٰ کے طرز کی ریاست بنانا چاہتے تھے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔

کلیانی یونیورسٹی کے پروفیسر نکھلیش گوہا، سنٹر فار اسٹڈیز ان سوشل سائنسز، کلکتہ کے سبکدوش سینئر فیلو پروفیسر اشوک سین اور دیگر اشخاص جیسے ترقی پسند مورخین نے مذکورہ بالا الزامات کو غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ ڈاکٹر سریندر ناتھ سین جو ہمارے ممتاز سینئر مورخین میں سے ایک ہیں، نے یہ تحریر کیا ہے کہ ٹیپو کٹر اور متعصب نہیں تھا۔ یقیناً اس نے ہندوؤں کو سزائیں دی ہیں لیکن مذہبی عصبیت کی بنا پر نہیں بلکہ سیاسی بنیاد پر دی ہیں۔ (این۔ سین کی کتاب اسٹڈیز ان انڈین ہسٹری، کلکتہ، صفحہ نمبر ۱۶۶ تا نمبر ۱۶۷)۔ ڈاکٹر محب الحسن جو شاید ٹیپو پر ایک اہم سند یافتہ مانے جاتے ہیں، نے اپنی مایہ ناز کتاب "ہسٹری آف ٹیپو سلطان" (دوسری اشاعت ۱۹۷۱ء، ورلڈ پریس، کلکتہ) میں تحریر کرتے ہیں "بلاشبہ کبھی کبھی ٹیپو نے اپنے غیر مسلم رعایا کے ساتھ برا سلوک کیا ہے لیکن وجہ مذہب کبھی نہیں رہی بلکہ اس کی وجہ ان کی غداری اور بے وفائی رہی ہے۔ اس نے اپنے والد حیدر علی کی طرح ہمیشہ مذہب اور سیاست کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا اور کبھی بھی اپنے ذاتی اعتقاد کو اپنی انتظامی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے نہیں دیا۔ وہ اپنی مسلم رعایا کے ساتھ بھی اتنی ہی سختی سے پیش آتا تھا جب اسے ان کی بغاوت یا غداری کے ارتکاب کا علم ہوتا تھا (حسن، ہسٹری آف ٹیپو سلطان، صفحہ نمبر ۳۵۷)۔" نکھلیش گوہا نے بھی ٹیپو پر کچھ انگریز مورخین



کتبہ سدّمی: ٹیپو سلطان نے دریائے کاویری پر فارسی کے اس کتبے کے ساتھ ایک بند (پشتہ) کا سنگ بنیاد رکھا تھا جس کا مقصد زراعت کو مزید فروغ دینا تھا۔ یہ بند سقوطِ سلطنت کی وجہ سے تعمیر نہ ہو سکا۔ اس کی تکمیل مہاراجہ سری کرشنا راج وڈیر کے عہدِ حکومت میں ہوئی اور "کرشنا راج ساگر" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے گیٹ پر فارسی کا یہ کتبہ آج بھی نصب ہے۔ ▪▪

یا فتّاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔ ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۲ھ بروز شنبہ علی الصباح قبل طلوع آفتاب اچھی لگن اور نیک ساعت میں اللہ کے فضل اور اسکے حبیب محمد مصطفیٰؐ کے طفیل میں زمین و زماں کے خلیفہ سلطان جہاں حضرت ٹیپو ظل اللہ (خداوند تعالیٰ ان کی سلطنت اور خلافت کو برقرار رکھے) نے کاویری ندی پر دار السلطنت کے قریب میں "مُہی" نام کے پشتہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ شروع کرنا ہمارا کام ہے اور تکمیل تک پہنچانا اللہ کے ہاتھ میں ہے ــــ جس مبارک ساعت میں بنیاد رکھی گئی اس دن سورج، چاند، شکر (زہرہ) اور بر بسپت (مشتری) چاروں کا ایک ہی برج (راس) میں مبارک قیام تھا۔ اللہ کے فضل سے یہ پشتہ تا قیامت قائم و برقرار رہے۔

اس پشتہ کی تیاری میں جو لاکھوں روپئے سرکار خداداد نے خرچ کئے وہ صرف اللہ کی راہ میں صرف کئے گئے ہیں۔ قدیم یا جدید کاشت کے علاوہ بھی جو کوئی بھی اس تالاب سے آبپاشی کریگا، وہ اس پیداوار یا رقم کا جو اور رعایا قانوناً سرکار میں جمع کرتی ہے، صرف ¼ حصہ سرکار خداداد کو دے، باقیماندہ ایک چوتھائی خدا کی راہ میں معاف ہے اور جو کوئی اس پشتہ (تالاب) سے نئی زمین میں کھیتی باڑی کریگا تو وہ زمین اسکی اولاد اور وارثوں کے قبضہ میں نسلاً بعد نسلاً اس وقت تک رہیگی جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اگر کوئی شخص اس میں رکاوٹ ڈالے یا اس کار خیر میں مداخلت کرے تو وہ کمینہ خصلت ملعون، شیطان کی طرح صرف کسانوں ہی کا نہیں بلکہ تمام انسانی نسل کا دشمن سمجھا جائے گا۔ (ترجمہ) ▪

کے لگائے گئے فرقہ پرستی کے الزامات کی دھجیاں اڑائی ہیں (نکھلیش گوہا، پری برٹش اسٹیٹ سسٹم ان ساؤتھ انڈیا، ۱۷۶۱-۱۷۹۹، کلکتہ ۱۹۸۵ء)

آخر میں اس جدید ریاست کے بارے میں جس کی تعمیر ٹیپو میسور میں کرنا چاہتے تھے، چند الفاظ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ اس طرز کی تعمیر ۱۸ویں صدی میں کسی ہندوستانی حکمراں کے لئے ایک بہت بڑی بات تھی۔ ٹیپو نے میسور میں صنعتوں کو فروغ دینے کے لئے فرانس سے مدد حاصل کی تھی۔ انہوں نے زراعت کو بھی جدید بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس مقصد کی حصولی کے لئے انھوں نے اپنی توجہ اور اپنا وقت دونوں ہی لگا دیئے تھے۔ الغرض انھوں نے اپنی ریاست کے انتظامی ڈھانچہ کو بہتر بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اس عہد کے کسی بھی ہندوستانی حکمراں نے اس نہج پر سوچا بھی نہیں تھا۔

لہذا، ٹیپو سلطان کی شہادت کے ۲۰۰ سالہ جشن کے موقع پر ہم لوگ بلا جھجھک انھیں خراج عقیدت پیش کریں۔ انھوں نے نہ صرف پورے ہندوستان پر حکومت کرنے کی انگریزوں کی کوششوں کے خلاف ۱۸ویں صدی کے ایک اہم ترین غیر مصلحت پسند جنگجو کی حیثیت سے ملک کا دفاع کیا تھا بلکہ انھوں نے ایک روشن خیال حکمراں ہونے کی حیثیت سے ملک کو ایک انتظامی تصور دینے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ ایک ایسا شخص تھے جنہیں آج بھی میسور کی عوام عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ ہندو مسلم دوستی کا آج بھی پیامبر سمجھے جاتے ہیں۔ ایک بار پھر ہم "ٹیپو شیر میسور" کو سلام پیش کرتے ہیں۔ (انگریزی سے ترجمہ از ایس اے خان)



ٹیپو سلطان قومی یکجہتی کا پیکر

عبدالمنان

ٹیپو سلطان کی حکمت عملی، اولوالعزمی، نکتہ رسی، زمانہ شناسی اور معرکہ فہمی کی تعریف مورخوں نے کی ہے۔ وہ زمانہ شناس اور فہم و فراست میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ انگریزوں کی شاطرانہ چال کے آگے شکست کا منہ دیکھنا پڑا لیکن اس شکست میں بھی ان کی راست بازی اور بہادری کی فتح چھپی ہوئی ہے جسے بیشتر مورخوں نے اعتراف کیا ہے۔ شکست و فتح بادشاہ کی زندگی کے ساتھ جڑا رہتا ہے لیکن مقابلہ کرنے کی ہمت دل ناتواں کو جنونِ ارتقا سے ہمکنار کرتی ہے۔ یہاں دل ناتوانی کی گود میں نہیں کھیلتا بلکہ مقابلہ کرنے کے حوصلے سے سرشار ہوتا ہے۔ ٹیپو سلطان کی زندگی میں شکست و فتح کا کھیل ہمیشہ قائم رہا۔ لیکن کبھی ہمت نہیں ہاری اور مطلب برآری کی خاطر مصلحت سے مصالحت نہیں کی۔ انگریزوں کی ریاکاری اور مکر کی چالوں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے اور ملک و ملت کی خاطر سودا بازی نہیں کی۔ یہی نشئے قومی یکجہتی کا پیکر لے کر آتی ہے اور تمام ہندوستانیوں کو جوڑے رکھتی ہے۔ اگر حکمرانِ وقت اتحاد و اتفاق کے اصول پر کاربند رہیں اور اپنی رعایا کو اس راہ پر چلنے کی تلقین کریں اور کارآمد منصوبوں سے نوازیں تو اس کا دور اس گلشن کی طرح شگفتہ اور معطر ہوگا جس کے طواف کرنے کو دل بیاکل اور دیوانہ ہوتا ہے۔ ٹیپو سلطان اس صفت سے متصف تھے۔

ٹیپو سلطان کی بہادری اور فیاضی کی داستان کو مسخ کرکے انگریزوں نے پیش کیا اور انگریزوں کی نگاہ میں باریابی حاصل کرنے کی غرض سے مورخوں نے ایسے ایسے واقعات تراشے جو تاریخ کا حصہ بن گئے لیکن کھلے ذہن کے ساتھ ٹیپو کی حکمرانی کی داستان پڑھی جائے تو اس کی سلطنت کے روشن پہلو بھی سامنے آئیں گے۔ مثلاً وہ ہندو مسلم اتحاد کی خاطر جذبات کے تقدس کا خیال رکھتا تھا۔ پھوٹ ڈالنے اور حکومت کرنے پر عمل پیرا نہیں ہوتا تھا۔ جہاں مسلمانوں کے تہوار اور عبادت گاہوں کی تعمیر و تحفظ کا خیال رکھتا تھا وہاں ہندوؤں کی عبادت گاہوں اور مندروں کی تعمیر کرائی تھی۔ وہ بت خانے کو توڑ کر مسجد بنانے کو بہتر نہیں سمجھتا تھا کہ اس عمل سے برہمن کے دل کی تعمیر نہیں ہوتی ہے۔ اس عظیم المرتبت سلطان کا وزیر اعظم ہندو تھا جس نے آزادی کے اس جانباز سپاہی کو دھوکہ دیکر ملک کو دشمنوں کے ہاتھ میں دے دیا۔

محکمۂ آثار قدیم میسور کی تحویل میں سلطان کے تیس (۳۰) سے زائد خطوط محفوظ ہیں جو سرنگری کے شنکراچاریہ کو لکھے گئے تھے اور انہیں اپنے موقف سے دور نہیں جانے کی تلقین کی تھی۔ ٹیپو ایک خود مختار سلطان ہونے کی بناء پر کبھی ہندو ساہوکاروں پر زور نہیں دیا کہ وہ اپنا حساب کتاب عربی زبان میں لکھیں۔ اس نے شنکراچاریہ کے خطوط کا جواب کنڑی میں دیا اور انھیں تپسیا کی درخواست کی۔ اپنی بھلائی اور ساری دنیا کی فلاح کی دعا چاہی اور میسور جلد واپس لوٹ جانے کی درخواست کی۔ ان کا ایمان تھا کہ نیک افراد کے قدم کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور فصل اچھی اگتی ہے رعایا خوش ہوتی ہے۔

ٹیپو نے مندروں کے اخراجات کی تکمیل کے لئے نہایت فیاضی سے جائدادیں وقف کیں اور مندروں کی حفاظت کی۔ اس کے محل کے قریب سری ونگٹا رامنا سری لواس اور سری رنگ ناتھ کے مندروں کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ کس قدر وسیع النظر اور روادار تھا۔ وہ ہندوؤں کی پوجا کی گھنٹیوں سے بیزار نہیں ہوتا تھا۔ وہ بہادری، جوانمردی اور آزادی کے ساتھ جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا مگر اس نے دشمنوں کی اطاعت گوارا نہیں کی۔ اس کا قول تھا کہ دو دن شیر کی زندگی دو سال گیدڑ کی بسر کرنے والی زندگی سے بہتر ہے۔ ذلت و رسوائی کی زندگی سے بہتر وہ زندگی ہے جس میں خون کے چھینٹے ہوں لیکن جواں مردی سے پر ہو۔

ٹیپو سلطان صغیر سنی سے جواں مرد اور بہادر تھا۔ میدانِ جنگ ہو کہ میدانِ حیات وہ اولوالعزمی کے ساتھ سینہ سپر رہتا تھا۔ تاریخ

میں اس کا نام ۱۷۶۷ء میں آتا ہے اس وقت اس کی عمر ۱۶ برس تھی۔ جب انگریزوں نے منگلور پر قبضہ جمالیا تب حیدر نے اپنے فرزند کو اس مہم پر روانہ کیا اور خود بھی کمک لیکر روانہ ہوا جس میں کامیابی ملنے کے بعد حیدر علی نے مدراس پر چڑھائی کی۔ اس وقت سلطان فوج کی کمان کر رہا تھا۔ یہاں بھی اس نے جوانمردی کا ثبوت دیا۔

راجہ میسور کے ساتھ اس کا سلوک دوستانہ اور بہتر تھا۔ اس نے راجا اور اس کے بکوڈے کی جاگیر کی حفاظت کی۔ اور راجا کے علاوہ اس کے خاندان کی مراتبت کا خیال رکھا۔ کرشنا راج وڈیر جو سلطان کو چچا سمجھتا تھا سقوط سلطنت کے بعد میسور کی حکومت دی اور راجا کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کو جاگیر کے حق سے محروم نہیں کیا۔ جب مرہٹوں کی فوج نے سرنگری کے مندر کو لوٹ کر تباہ کیا اور شاردا دیوی کے بت کو اپنی جگہ سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھی گھوڑوں کو لے جانے کے علاوہ کافی نقصان کیا جس کا تخمینہ ۶۰ لاکھ روپے کے قریب بتایا جاتا ہے تب بادشاہ کو بڑا دکھ ہوا اور اس نے کہا کہ ہم ان دشمنوں کو سزا دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ برہمنوں کو بھی تنبیہا خط لکھا کہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہیں آئے تو انھیں کئے کی سزا ملے گی۔ گرد سے دغابازی اپنی نسل کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔ وہ ہندوؤں سے شاں۔ پرساد خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرتا تھا اور مندروں میں پوجا کی خاطر جب بھی مدد لی جاتی تھی وہ تیار رہتا تھا۔ گرو کے ایک خط میں لکھا کہ پوجا کے دنوں میں روزانہ ایک ہزار برہمنوں کو کھانا کھلایا جائے اور نقدی دینے کا انتظام کیا جائے۔ سوامی جی کے جملہ اخراجات کا خیال رکھا جائے اور ان کے جذبات کا احترام کیا جائے۔ اس طرح کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں۔ ٹیپو سلطان نے ہندوؤں کے جذبات کا احترام کیا۔ سلطنت کی بہبودی کی خاطر مرمجاہد پر بہادری اور وفاداری کا ثبوت دیا۔ باپ کے ساتھ میدان جنگ ہو کہ میدان کارساز بیداری اور وفا شعاری کا ثبوت دیا۔

مر کے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوش لحد

ٹیپو سلطان ایک مرد مجاہد تھے۔ ہندوستان سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ وطن کی آبرو اور تحفظ کی خاطر جاں نثار کر دینا جانتے تھے۔ وطن کی حفاظت اور وفاداری کا جذبہ عشق کی حد تک تھا عشق والہانہ شیفتگی اور جنون پیدا کرتا ہے اور جنون عشق کی انتہا تک پہنچتا ہے عشق کی انتہا کے دامن میں بڑی وسعت ہوتی ہے۔ یہاں ایثار اور قربانی جلوہ دکھاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کی قربانی کی مثال ہندوستان کی تاریخ کے اوراق میں انمٹ ہے۔ اس جانباز نے وطن کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ جو ملک کے دغاباز تھے ان سے مصالحت نہیں کی۔ اپنی جان کی قربانی گوارا کی لیکن غداروں کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ اسی جذبہ نے انھیں عظیم بنایا۔

اس عظیم المرتبت حکمراں نے علم و ادب کی خدمت کے لئے فیاضی کا ثبوت دیا۔ اس کے دربار سے فنکار، ادیب و شاعر وابستہ تھے۔ کنڑی اور دکن کی دوسری عام فہم اور رائج الوقت زبان پر قدرت رکھتا تھا۔ زبان و ادب سے متعلق اس کا خیال واضح اور ترقی پسندانہ تھا۔ جہاں اس نے مذہب اور مذہبی اداروں کی حفاظت کی وہاں مدرسوں کو فروغ دیا۔ اس کا خیال تھا کہ تعلیم کی ترقی کے بغیر ملک کی ترقی ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا خوش رہتی تھی اور اطمینان کی سانس لیتی تھی۔

ٹیپو سلطان نے ہندوستان کی ترقی کی خاطر دکن کی سرزمین تک محدود ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ شمال کے خطے کو اپنی قلمرو میں لیا۔ دھرم تلہ کلکتہ میں ٹیپو سلطان کی مسجد اور ٹالی گنج میں خوبصورت مسجد اس بات کا ثبوت ہیں کہ ٹیپو سلطان مسلک اور عقیدہ کی جکڑ بندیوں میں نہیں رہتا تھا بلکہ جذبات اور عقیدے کو مقدم سمجھتا تھا دل کا احترام کرنا، جذبات کی لہروں کا لحاظ رکھنا اور ہر مکتبۂ فکر کے افراد کی حاجتوں پر نظر رکھنا، اس کا وطیرۂ خاص تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ہر دلعزیز حکمراں کا لقب اختیار کیا۔

بقول شاعر

وہ بھی کوئی جلوہ تھا جو طور پہ رہ جاتا
کیا شیخ کا تقویٰ تھا جو نور پہ رہ جاتا
ٹیپو کا دل کامل کونین کا حامی تھا
کس طرح یہ ممکن تھا میسور میں رہ جاتا



ٹیپو سلطان اور مذہبی رواداری

شہناز نبی

ٹیپو سلطان کے دادا فتح محمد کے دل میں اپنے خاندانی حالات کو یکجا کرنے کا خیال پیدا ہوا اور یوں تدوین ہوئی ان سارے منتشر اجزاء کی جو تاریخ کے صفحوں میں بکھرے پڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ ٹیپو کا سلسلۂ نسب اہل قریش سے جا کر ملتا ہے۔ کارنامۂ حیدری میں کسی نامعلوم حوالے سے یہ تفصیل ملتی ہے کہ حسن بن یحییٰ (متوفی ۸۷۴ھ مطابق ۱۴۶۹ء) مکّہ کا شریف تھا۔ اس کا پوتا احمد، یمن کے شہر سینا میں وارد ہوا اور وہاں کے امیر کی بیٹی سے شادی کر لی۔ اپنے سسر کے مرنے کے بعد وہ سینا کا حکمراں بن بیٹھا لیکن کچھ ہی دنوں بعد سینا کے چند امیروں نے اس کے خلاف سازش کی اور اسے مروا ڈالا۔ اس کا تیرہ سالہ بیٹا محمد جان بچا کر فرار ہو گیا۔ محمد نے بغداد میں پناہ لی اور اپنا کاروبار شروع کیا۔ بہت جلد اس کا شمار کامیاب تاجروں میں ہونے لگا۔ شریفِ مکّہ حسن بن یحییٰ کی چھٹی پشت میں حسن بن ابراہیم (متوفی ۱۰۷۵ھ مطابق ۱۶۶۴ء) نامی شخص اپنے ملازموں کی بے ایمانی کے سبب قلاش ہو گیا اور روزگار کی تلاش میں بھٹکتا ہوا ہندوستان آ گیا۔ حسن نے اجمیر میں سکونت اختیار کی جہاں خواجہ معین الدین چشتی کے درگاہ کے متولی کی بیٹی سے اس نے شادی کر لی۔ حسن جلد ہی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ولی محمد رکھا گیا۔ برسوں بعد ولی محمد اپنے بیٹے محمد علی کے ساتھ شاہجہاں آباد آ گیا اور پھر دہلی کا رُخ کیا۔ اس کے بعد حالات وہی ہیں جیسا کہ کرمانی نے 'نشانِ حیدری' میں بیان کئے ہیں۔

ولی محمد عادل شاہ کے عہد میں (۱۶۲۵ - ۵۶ء) دہلی آیا۔ وہ ایک مذہبی شخص تھا اس نے صدر الدین حسینی گیسو دراز کے آستانے کو اپنا مستقر بنا لیا اور درگاہ کے کسی ملازم کی بیٹی سے اپنے بیٹے محمد علی کو بیاہ دیا۔ ولی محمد کے مرنے کے بعد محمد علی بیجاپور آ گیا جہاں وہ اپنے سالوں کے ساتھ رہنے لگا۔ یہ سات بھائی علی عادل شاہ دوم کی فوج سے وابستہ تھے۔ جب مغلوں اور بیجاپوریوں کے درمیان جنگ چھڑی تو یہ ساتوں مارے گئے۔ محمد علی بیجاپور سے کولار چلا آیا جہاں کے امیر شاہ محمد نے دیرینہ تعلقات کی بناء پر اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور اسے اپنی جائداد کا نگراں بنا دیا۔ محمد علی وہاں رہ کر کاشت کاری اور باغوں کی دیکھ بھال بھی کرنے لگا۔

محمد علی کے چار بیٹے تھے۔ محمد الیاس، شیخ محمد، محمد امام اور فتح محمد۔ محمد علی کی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے اس کے باپ ولی محمد کی طرح درگاہ کی خدمت کریں لیکن اس کے بیٹوں نے اسلحہ سازی کا کام شروع کیا۔ باپ کی وفات کے بعد فتح محمد کولار سے ارکاٹ چلا آیا۔ یہاں وہ نواب سعادت اللہ خاں کے یہاں جمعدار مقرر ہوا۔ جہاں اسے دوسو پیادہ اور پچاس سواروں کی سرداری نصیب ہوئی — فتح محمد نے تنجور کے پیر زادہ برہان الدین کی بیٹی سے شادی کر لی۔ ادھر سعادت اللہ خاں نے اسے مزید ترقی عطا کی لیکن پتہ نہیں کیوں وہ ارکاٹ چھوڑ کر میسور چلا آیا اور وہاں کے راجہ کے یہاں پہلے سے ملازم ہوا۔ یہاں اس کے بھتیجے حیدر صاحب نے جو شیخ الیاس کا بیٹا تھا اور راجہ کے یہاں پہلے سے ملازم تھا، فتح محمد کی خاصی مدد کی۔ فتح محمد نائیک کے اہم عہدے پر سرفراز ہوا۔ لیکن جلد سرداروں سے پُرخاش کی بنا پر وہ میسور سے سرا چلا آیا جہاں اس نے نواب درگاہ قلی خان کے یہاں ملازمت اختیار کی۔ یہیں ۱۷۲۱ء میں اس کا دوسرا بیٹا حیدر علی پیدا ہوا۔ اس کے پہلے بیٹے کا نام شہباز تھا۔

جب درگاہ قلی خاں وفات پا گیا تو اس کے بیٹے عبدالرسول خاں نے حکومت سنبھالی۔ اسی دوران طاہر خاں کو سعادت اللہ خاں کی مدد سے سرا کی صوبے داری عطا ہوئی لیکن رسول خاں نے سرا سے دست بردار ہونا منظور نہیں کیا۔ نتیجتہً جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں عبدالرسول خاں اور فتح محمد مارے گئے۔ طاہر خاں سرا کا

صوبے دار دار بن گیا۔ عبدالرسول خاں کا بیٹا عباس قلی خاں اپنے باپ کی جاگیر دودھ بلّا پور سنبھالنے لگا۔ چونکہ مرحوم فتح محمد پر اس کے کچھ روپئے نکلتے تھے لہٰذا ان روپیوں کی حصولیابی کے لئے وہ فتح محمد کے بیوی بچوں کو پریشان کرنے لگا۔ جب ان کا سارا اثاثہ چھن گیا اور فتح محمد کے معصوم بچوں پر اس کا عتاب جاری رہا تو فتح محمد کی بیوہ نے اپنے شوہر کے بھتیجے حیدر صاحب کو خط لکھا اور سارے حالات گوش گزار کر دیئے۔ حیدر صاحب نے میسور کے راجہ کے معتمد دیوراج سے مدد طلب کی۔ دیوراج نے سِرا کے صوبے دار کو فتح محمد کے بیوی بچوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ فتح محمد کی بیوی بنگلور سے سرنگاپٹم پہنچی اور یہاں حیدر صاحب کی نگرانی میں اس کے دونوں بچوں (شہباز اور حیدر علی) کی مناسب پرورش ہونے لگی۔ جب یہ دونوں بڑے ہوئے تو انھوں نے عبدالوہاب خاں کی ملازمت اختیار کی۔ بعدازاں حیدر صاحب نے انہیں دیوراج کے چھوٹے بھائی ننج راج کے یہاں ملازم رکھوا دیا۔

حیدر علی بہت جلد اپنی صلاحیتوں کی بناء پر ننج راج کا منظورِ نظر بن گیا۔ ننج راج نے اسے دوسو پیادہ اور پچاس سوار کی کمان سونپی۔ یہیں سے اس کی کامیاب زندگی کی شروعات ہوئی۔ اور جب ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں نے میسور پر حملہ کیا تو حیدر علی نے کمانڈر اِن چیف کی حیثیت سے پوری ذمہ داری نبھائی۔ ننج راج پے در پے حملوں اور سرکاری خزانہ کے خالی ہو جانے سے بد دل ہو چکا تھا۔ اس نے حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ ذمہ داری حیدر علی کے کاندھوں پر آ پڑی۔ گرچہ اس کے دیوان کھانڈے راؤ نے اس کے خلاف سازشوں کے جال بھی بچھائے لیکن حیدر علی نے ان سبھوں کو چت کر دیا اور ۱۷۶۱ء میں میسور کا حکمراں بن بیٹھا۔

حیدر کی پہلی بیوی سِرا کے پیرزادہ شاہ میاں صاحب عرف سید شہباز کی بیٹی تھی۔ اپنی پہلی بچی کی پیدائش پر اپاہج ہو گئی۔ اس کے بعد حیدر نے کڈپا کے گورنر میر معین الدین کی بیٹی قمرالنساء عرف فاطمہ سے شادی کی۔ دورانِ حمل وہ ارکاٹ گئی جہاں ٹیپو مستان اولیاء کے مزار پر اس نے ایک بیٹے کی منت مانی۔ جمعہ ۲۰ ذی الحج ۱۱۶۳ھ (مطابق ۲۰ نومبر ۱۷۵۰ء) دیوان ہلّی کے مقام

پر اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ارکاٹ کے اس بزرگ اولیا کے نام پر ٹیپو سلطان رکھا گیا۔ اسے اپنے دادا فتح محمد کی رعایت سے فتح علی بھی پکارا جاتا تھا۔

حیدر علی خود ناخواندہ تھا لیکن اس نے اپنے بچوں کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ٹیپو کو اچھی تربیت بہم پہنچائی گئی۔ اور وہ سارے فنون سکھائے گئے جو اس وقت مسلمان شہزادوں کے لئے ضروری تصور کئے جاتے تھے۔ اس نے گھڑسواری، تیراندازی، تلوار بازی وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ غازی خاں نے اسے سپاہیانہ تربیت دی۔ وہ اردو، فارسی، عربی اور کنڑ بھی جانتا تھا نیز قرآن اور فقہ پر عبور رکھتا تھا۔

جب حیدر نے ۱۷۶۶ء میں ملابار پر حملہ کیا تو ٹیپو صرف پندرہ سال کا تھا۔ ٹیپو نے اس جنگ میں وہ بہادری دکھائی کہ حیدر علی نے خوش ہو کر دوسو سواروں کی کمان بخش دی۔ بعدازاں یہ پانچ سو تک پہنچی اور ایک جاگیر بھی عطا ہوئی جس میں ملوئی، کنور، دھرم پوری، پینا گرام اور شنکرائی کوٹائی کے صوبے شامل تھے۔

پہلی اینگلو میسور جنگ (۶۹-۱۷۶۷) میں نظام اور مرہٹوں نے مل کر حیدر علی کے خلاف انگریزوں کو مدد بہم پہنچائی لیکن حیدر علی نے انگریزوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے مرہٹوں کو انگریزوں سے الگ کرنے کی ترکیب کی۔ بعدازاں نظام کے پاس مصالحت کے لئے ٹیپو کو بھیجا۔ ٹیپو نے کمال ہوشیاری سے نظام کو موہ لیا اور وہ انگریزوں کے خلاف جنگ لڑنے کو تیار ہو گیا۔

دوسری اینگلو میسور جنگ کے دوران حیدر علی کی پیٹھ کا زخم اسے پریشان کرنے لگا۔ ہندو، مسلمان اور فرانسیسی طبیبوں نے اپنے اپنے طور پر بہت علاج کئے لیکن سب لاحاصل۔ بالآخر ۱۷۸۲ء میں وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔ حیدر علی کے بعد ٹیپو نے سلطنت کی باگ ڈور سنبھالی اور ساری زندگی ایک بہادر فوجی کی طرح گذاری جس کا مقصد اپنے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ وہ جیالا سپاہی، قابل حکمراں اور وسیع النظر شخص تھا۔

گرچہ غیر مسلم رعایا کے ساتھ ٹیپو کے برتاؤ کے سلسلے میں متضاد بیانات ملتے ہیں تاہم ایک بات طے ہے کہ ٹیپو متعصب

ہرگز نہیں تھا کرک پیٹرک نے ٹیپو کو تنگ نظر بتایا ہے ولکس نے ہسٹری آف میسور میں جبریہ تبدیلیٔ مذہب پر روشنی ڈالی ہے۔ اس نے اجتماعی ختنہ، مندروں کے انہدام اور مندروں کی جاگیر ضبط کرنے کا بھی الزام لگایا ہے جبکہ سریندر ناتھ سین اور ڈوڈویل کے نظریات مختلف ہیں۔ انھوں نے ٹیپو کے اس طریقۂ کار کو مذہبی نظر کے بجائے سیاسی نظر سے دیکھنے کا مشورہ دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ٹیپو ایک قابل حکمراں تھا۔ نظام حکومت پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے اس نے کئی تدابیر کئے جو ضروری تھے۔ محب الحسن نے اپنی کتاب 'ہسٹری آف ٹیپو سلطان' میں اسے ایک ایسے حکمراں کے طور پر پیش کیا ہے جس نے اپنی رعایا کی بھلائی و بہبود کے لئے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ اس نے اپنے دور حکومت میں ہندوؤں کو مذہبی آزادی اور اعلیٰ عہدے دیئے۔ مندروں اور برہمنوں کو عطیات دیئے۔ مورتیوں کی مرمت کے لئے روپئے فراہم کئے اور مندر کی تعمیر میں مالی اعانت کی اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنی ہندو رعایا پر سختیاں بھی کیں لیکن یہ سختیاں ان کی بدعہدیوں اور غداریوں کے ثابت ہو جانے پر نازل ہوئی تھیں۔ اس سلسلے میں وہ اپنی مسلمان رعایا کے ساتھ بھی بہت سخت تھا۔

اپنے باپ حیدر علی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس نے ہندوؤں کو اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کیا۔ اس نے پورنیّہ کو میر آصف، کرشنا راؤ کو خزانچی، شمیّہ آئنگر کو ڈاک اور پولس کی وزارت، نیز رنگّا آئنگر اور نرسنگا راؤ کو سرنگا پٹم میں خاصی ذمہ داریاں دیں۔ سری نواس راؤ اور اپّا جی رام ٹیپو کے خاص مقربوں میں تھے جو اہم سیاسی معاملات طے کرنے کے لئے ریاست سے باہر بھی جایا کرتے تھے۔ مغل معاملات میں مول چند اور سجن رائے اس کے خاص مشیر تھے۔ نائیک راؤ اور نائیک سنگانا بھی ٹیپو کے معتمد خاص تھے۔ سُبّا راؤ اس کا خاص الخاص پیش کار تھا۔ نرسیّا ایک اہم منشی اور رنگیّا کُرگ کا فوج دار تھا۔ غرض دربار سے لے کر فوج تک میں اس نے ہندوؤں کو اہم عہدے دے رکھے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں راؤ بہادر سک۔ نرسمہا چار جو اُس وقت میسور کے آرکیولوجیکل ڈائرکٹر تھے، سری نگیری کے ایک مندر سے خطوں کا وہ بنڈل پاتے ہیں جو ٹیپو نے اس جگہ کے مذہبی پیشوا کو لکھے تھے۔ ان خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۷۹۱ء میں رگھوناتھ راؤ پٹوردھن کی سرکردگی میں چند مراٹھا حملہ آوروں نے سرینگیری پر حملہ کیا اور ہزاروں لوگوں کو جن میں برہمن بھی شامل تھے، مار ڈالا۔ ان کی ملکیت لوٹ لی اور دیوی شاردا کی مورتی کو نقصان پہنچایا۔ سوامی جی کو وہ جگہ چھوڑ دینی پڑی اور وہ کارا کلّہ جاکر بس گئے۔ وہاں سے انھوں نے ٹیپو کو مرہٹہ سردار کی بہیمانہ حرکتوں اور مندر کی ناگفتہ بہ حالت سے خبردار کیا۔ ٹیپو نے انھیں خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

"جو لوگ مقدس مقامات کی تذلیل کرتے ہیں،
انھیں اس عہد میں ہی کہ یہ کالی کا عہد ہے' اس
اشلوک کے مطابق اپنے گناہوں کا حساب دینا
پڑتا ہے حسدھ بیہ کیری پاتے کرما رُددَ
ہیرالو بھو پلتے' لوگ ہنس ہنس کے گناہ
کرتے ہیں لیکن انھیں رو رو کر سزا بھگتنی پڑتی ہے۔"

اس نے فوراً بید نور کے آصف کو لکھا کہ سوامی جی کو نقد روپئے، اناج اور دیوی شاردا کی مورتی کی مرمت کے لئے رقم بھیجے۔ جب وہ مورتی وہاں دوبارہ لگالی گئی تو سوامی جی نے ٹیپو کو پرساد اور چادر بھیجی۔ ٹیپو نے جواباً دیوی شاردا کی مورتی کے لئے ملبوسات اور سوامی جی کے لئے ایک جوڑی چادر بھیجی۔ وہ ہندوؤں کے مذہبی اجتماع کے خرچ بھی برداشت کرتا تھا اور ہر روز ایک ہزار برہمنوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ وہ اپنی سلطنت اور رعایا کی ترقی و خوشحالی کا خواہاں تھا اور اس کا خیال تھا کہ عبادت و ریاضت سے ان کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ سوامی جی کو یہ خطوط بڑے ادب و احترام سے لکھے گئے ہیں۔ سرینگیری کے مندر کے علاوہ اس نے دیگر جگہوں مثلاً کلالے، میلوکوٹے، سجن گڑھ، سرنگا پٹم وغیرہ کے مندروں میں بھی تحفے تحائف بھیجے اور ان کی خوب سرپرستی کی۔ اس نے ان مندروں کی زمینیں کبھی اپنے قبضے میں لینے کی کوشش نہیں کی۔ جن کے پاس اصلی سند موجود تھے۔ اس نے کمال پورہ اور منظر آباد میں مندروں کے لئے زمینیں دیں۔ اس کے علاوہ دریائے تنگ بھدرا کے کنارے کی زمینیں بھی مندروں کے لئے وقف کیں۔ سرنگا پٹم میں ٹیپو کے قلعے کے اندر سری رنگا ناتھ کا مندر موجود ہے جو اس کے محل سے ایک سو گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ اگر ٹیپو مذہبی

جنون ہو، بتلا ہوتا تو ہندوؤں کو کبھی اتنی مذہبی آزادی نہ دیتا۔ جہاں تک تبدیلیٔ مذہب کا سوال ہے اس میں بھی مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ انگریزوں نے ٹیپو کو بدنام کرنے کے لئے اور کچھ مسلمان تاریخ دانوں نے اسے اسلامی ہیرو کے روپ میں پیش کرنے کے مقصد سے ان واقعات کے بیان میں آدھی سچائی سے کام لیا ہے۔ سلطان التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ ٹیپو نے کُرگ میں ستر ہزار ہندوؤں کو مسلمان کیا جبکہ اس زمانے میں کُرگ کی پوری آبادی بھی ستر ہزار کی نہیں تھی۔ ٹیپو کے دورِ حکومت میں تبدیلیٔ مذہب کے واقعات ملتے ہیں لیکن عموماً سزا کے طور پر یہ تبدیلی ضروری سمجھی جاتی تھی۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بادشاہِ وقت کو خوش کرنے کی خاطر یا دوسرے مراعات حاصل کرنے کی خواہش میں مذہب تبدیل کر لیتے تھے۔ ٹیپو پر اپنی عیسائی رعایا کے ساتھ بھی زیادتیاں کرنے کا الزام ہے۔ لیکن سزا انہی ان لوگوں کو ملتی تھیں جو انگریزوں کے ساتھ مل کر ان کی طاقت بڑھانے میں مدد کرتے تھے اور ہندوستانی حکمرانوں کے ساتھ غداریاں کرتے تھے۔ بیدنور کی شکست سے پہلے کنارا کے عیسائیوں نے انگریزوں کی مالی مدد کی اور انھیں تینتیس ہزار روپئے دیئے تاکہ وہ سلطان کے خلاف جم کر پورے طور پر تیار کر رہیں۔ انھوں نے ٹیپو کا تختہ الٹنے کی بھی سازش کی۔ فادر ڈون جیکم (Father Don Joaquim) نے انگریزی فوج کی مدد کرتے ہوئے چاول کے ایک سو تھیلے روانہ کئے لیکن راز فاش ہونے پر ٹیپو نے انھیں معاف کر دیا اور حکم جاری کیا کہ کوئی انھیں زک نہ پہنچائے۔ اس نے دیگر ڈیڑھ سو عیسائیوں کو بھی رہا کر دیا۔ بعد ازاں سرنگاپٹم میں مقیم فرانسیسی سفیر کے کہنے پر اس نے فادر جیکم کو منگلور لوٹنے کی اجازت دی تاکہ ان کا کنونیٹ دوبارہ آباد ہو سکے۔ اس وقت فادر جیکم کے ساتھ وہ سارے عیسائی بھی لوٹ آئے تھے جو جیتل ڈرگ اور گوا میں روپوش ہو گئے تھے۔ ایسا صرف اس لئے ممکن ہو سکا کہ وہ سب ٹیپو کی نرم دلی سے واقف تھے انہیں یقین تھا کہ وہ سزا دینے پر جتنا قادر ہے اتنا ہی معاف کرنا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ ٹیپو پر عیسائیوں کو مسلمان بنانے کا بھی الزام ہے۔ اس ضمن میں محب الحسن کا کہنا ہے کہ:

As regards the charge that Tipu made forcible conversions of christians to Islam, no reliable evidence exists to support such a view. Some, no doubt, accepted Islam. But this they did voluntarily in order to escape the boredom of prison-life.

تاریخ اس حقیقت کی بھی گواہ ہے کہ ٹیپو ایسے لوگوں کو مناسب عہدے سے نوازتا تھا۔ وہ جیل سے رہا ہونے والے اکثر قیدیوں کو اچھی زندگی گزارنے کے مواقع دیتا تھا۔ جو عیسائی بنے رہنا چاہتے تھے ان کے ساتھ کوئی زور زبردستی نہیں کی جاتی تھی اور نہ ہی انھیں جبراً مسلمان بنایا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ جنگ کے دوران تباہ ہونے والے گرجوں کی دوبارہ تعمیر اور مرمت کا بھی خیال رکھتا تھا۔ یہی نہیں اس نے ۱۷۸۹ء میں آرک بشپ آف گوا اور وائسرائے کو خط لکھا کہ وہ ان عیسائی قیدیوں کے لئے پادری روانہ کریں جنہوں نے دوران نظربندی اپنے مذہبی فرائض سے غفلت برتی ہے۔

ٹیپو غداروں کا سخت دشمن تھا۔ مادرِ وطن کی طرف اٹھنے والی غاصبانہ نظروں پر اس کی نگاہ تھی۔ وہ سیریائی عیسائیوں کے ساتھ نرمی سے پیش آتا تھا۔ آرمینیا کے تاجروں کو اس کا پورا تعاون حاصل تھا لیکن وہ کنارا کے عیسائیوں سے اگر ناراض تھا تو اس لئے کہ انھوں نے اس کے باپ حیدر علی کی مہربانیاں فراموش کر کے ملک کے ساتھ غداری شروع کر دی تھی اور ان کی شاطرانہ چالوں کی وجہ سے ۱۷۶۸ء میں منگلور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

غرض ٹیپو سلطان کے دورِ حکومت میں معصوم اور بے گناہوں پر دست درازیاں نہیں ہوتی تھیں۔ مذہبی بنیاد پر وہ سزا و جزا کے فیصلے نہیں سناتا تھا بلکہ اس کی نظر میں ہر وہ شخص سزا کا مستحق تھا جو میسور کا دشمن، سلطان کا دشمن اور ہندوستان کا دشمن تھا۔ وہ ہر شخص، ہر فرقے، ہر مذہب کو سیاسی نظریے سے جانچتا تھا۔ بغاوت کی سزا سب کے لئے برابر تھی چاہے وہ ہندو ہو کہ مسلمان ہو کہ عیسائی ہو، ان مباحث کی روشنی میں ٹیپو پر کٹر پن یا مذہبی بنیاد پرستی کا الزام لگانا ناروا ہے۔



علامہ اقبال کی داستانِ دکن

میر محمود حسین

ٹیپو سلطان شہید کے روضے پر ڈھائی گھنٹے مراقبہ کرنے کے بعد علامہ اقبال گنبد سلطانی سے باہر نکلے۔ شدت گریہ سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور سوج گئی تھیں۔ کچھ دیر صحن گنبد میں بنگلور اور میسور کے عمائدین کے ساتھ تشریف فرما رہے۔ میسور کے درباری موسیقار علی جان مرحوم نے ساز پر نہایت دلگداز انداز میں کلام اقبال سنایا تو پھر اشکباری کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ حاضرین پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ علی جان صاحب یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئے اور گاتے گاتے رک گئے۔ علامہ نے بڑے اضطراب کے عالم میں کہا: "کیوں رک گئے؟" خدا کے لئے جاری رکھو۔ علی جان صاحب گاتے اور علامہ آنسو بہاتے رہے۔ گانا ختم ہوا تو میسور کے مشہور و معروف قومی کارکن محمد اباسیٹھ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے روضۂ سلطان شہید میں اتنی دیر مراقبہ فرمایا ہے، ہمیں بھی بتلائیے کہ آپ کو وہاں سے کیا فیض حاصل ہوا اور کیا پیغام ملا۔ علامہ نے جواب دیا کہ وہاں میرا ایک لمحہ بھی بیکار نہیں گزرا۔ ایک پیغام یہ ملا:

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہم چو مرداں جاں سپردن زندگیست

شعر اسی عالم میں مرتب ہوا۔

میسور سے واپسی کے بعد علامہ نے اس پر اور چار شعر اضافہ کئے اور یہ قطعہ بنایا۔

آتشے در دل دگر بر کردہ ام | داستانے از دکن آوردہ ام
در کنارم خنجرِ آئینہ فام | می کشم او را بتدریج از نیام
نکتۂ گویم ز سلطانِ شہید | زاں کہ ترسم تلخ گردد در وریدم
پیشتر رفتم کہ بوسم خاکِ او | تا شنیدم از مزارِ پاکِ او

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہم چو مرداں جاں سپردن زندگیست

یعنی میں دکن سے ایک داستان لایا ہوں جس نے میرے دل میں ایک نئی حرارت پیدا کر دی ہے۔ میرے پہلو میں آئینے کا سا ایک چمکدار خنجر ہے، جسے میں دھیرے دھیرے نیام سے نکال رہا ہوں۔ سلطان شہید کے بارے میں ان سے پایا ہوا ایک نکتہ بیان کئے دیتا ہوں، مجھے ڈر ہے کہیں عید کی رگوں میں تلخی کا رنگ نہ بھر جائے۔ میں ان کے مزار کو بوسہ دینے کے لئے وہاں تک گیا تو ان کے مزار پاک سے ندا آئی کہ زندگی دنیا میں مردوں کی طرح جینے کا نام ہے۔ ایسا نہ ہو سکے تو مردانہ وار جان قربان کر دینا حیاتِ جاودانی ہے۔

یہ قطعہ علامہ اقبال کے کسی مطبوعہ مجموعہ کلام میں شامل نہیں، نہ مکاتیب اقبال میں اس کا ذکر ملتا ہے، البتہ تاریخ سلطنت خداداد کے مصنف محمود خاں محمود بنگلوری نے اپنی اس شہرۂ آفاق تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہے اور شہاب یزدانی بنگلوری نے اپنے گلدستے میں اسے شامل کیا ہے جو چند سال قبل بارگاہِ ٹیپو کے نام سے بنگلور سے شائع ہوا تھا۔ ماہنامہ "برہان" دہلی کی اشاعت برائے دسمبر ۱۹۶۰ء میں عابد رضا بیدار صاحب، رضا لائبریری رام پور نے "جوئے کہستان کی موجِ رواں" اقبال کے کچھ غیر مرتب نوادر کے عنوان سے علامہ اقبال کے کچھ غیر مطبوعہ مکاتیب پیش کئے ہیں۔ ان میں سے ایک مکتوب میں یہ قطعہ بھی درج ہے۔ بیدار صاحب کا قیاس ہے کہ یہ قطعہ ۱۹۲۰ء کا ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال ۱۹۲۹ء جنوری میں میسور تشریف لائے تھے اور یہ قطعہ یہاں سے واپسی کے بعد ہی کہا تھا۔ بظاہر یہ قطعہ تو "جاوید نامہ" کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا ہے جس میں آپ نے ٹیپو سلطان کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے لیکن یہ اس میں بھی شامل نہیں ہے۔ اسے اس مثنوی میں بڑی خوبی کے ساتھ کھپایا جا سکتا تھا۔ خدا جانے علامہ نے اسے کیوں اس میں شامل نہیں کیا۔ بنگلور کے محمد جمیل صاحب نے غالباً اسی قطعے کے بارے میں آپ کو لکھا تھا تو آپ نے ۱۰ اگست ۱۹۲۹ء کو جواب میں لکھا تھا:

"سلطان شہید پر زیر نظم اس کتاب کا حصہ ہوگی جسے میں اپنی زندگی کا ماحصل بنانا چاہتا ہوں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے آپ کو ذرا انتظار کرنا پڑے گا۔ میں نے اس کا ایک حصہ کچھ عرصہ ہوا مرتب کیا تھا لیکن بعض ضروری مشاغل کی بناء پر

اسلوب کامل بموثر دیا پڑا[1]۔"

اس قطعہ میں علامہ اقبال نے ٹیپو سلطان کی شہادت کے واقعے کو داستانِ دکن کے عنوان سے تعبیر کیا ہے اور اس میں اس جانباز اور سرفروش کی جدوجہد کی ساری تفصیل حیات کا خلاصہ اور جوہر پیش کر دیا ہے۔ شہادت سے کچھ دیر پہلے کسی نے رائے دی تھی کہ آپ انگریزوں سے مصالحت کر لیں تو ٹیپو سلطان نے فوراً جواب دیا تھا: "گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی اچھی ہے۔" سلطان کے اس قول کو اس عظیم فنکار شاعر نے اس قطعے کے آخری شعر میں شاعرانہ کمال کے ساتھ بیان کیا ہے اور ایجاز و بلاغت اور اثرانگیزی کے جوہر دکھلائے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے اس مشہور داستانِ حرم کا ذکر کیا ہے۔ اور یہاں بھی اپنی اعجاز بیانی اور سحر کاری کا کمال دکھایا ہے:

عجیب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

حضرت اسمٰعیل اور حضرت حسین کی قربانیوں کا شاید اس سے زیادہ بلیغ اور موثر بیان نہیں ہو سکتا۔ ان دو نوں عظیم الشان واقعات کو آپ نے ابتداء اور انتہا قرار دے کر داستانِ حرم کا حسین اور موزوں ترین عنوان قائم کر دیا۔ گویا للہیت اور قربانی کی کہانی کا پلاٹ حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعے سے شروع ہوتا ہے اور حضرت حسینؑ کی شہادت اسے نقطۂ کمال پر پہنچاتی ہے لیکن یہ کہانی وہاں پہنچ کر ختم نہیں ہو جاتی، قربانی اور جاں نثاری کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ للہیت خودی کی بنا ہے۔ شہادت اور جانبازی اس کی معراج۔ ٹیپو سلطان کی شخصیت اور شہادت سے بھی علامہ اقبال اسی طرح متاثر ہو جاتے ہیں اور ان کو داستانِ دکن کے عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں۔

آج سے ۴۷ سال قبل ۱۹۲۹ء کے اوائل میں علامہ اقبال نے اپنی تشریف آوری اور صحیح معنوں میں قدوم میمنت لزوم سے ریاست میسور کو رونق بخشی تھی، اس طویل سفر کی زحمت گوارا کرنے کا مقصد بنگلور اور میسور شہر وغیرہ کی سیر نہیں تھا بلکہ دراصل آپ سلطان شہید کے روضے کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ جس کی خواہش مدت سے آپ کے دل میں موجزن تھی۔ آپ اولیاءِ کرام اور شہدائے عظام کے معتقد تھے اور ان کے مقبروں کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اجڑی ہوئی سلطنتوں کے کھنڈر دیکھنے جاتے۔ ان کی عظمت و شان کو یاد کر کے آنسو بہاتے اور سبق آموزی کرتے تھے جس مردِ مجاہد کے حالات اور واقعات سے آپ متاثر ہوئے تھے، جس کے کردار کے آپ مداح اور معتقد تھے اور جسے آپ خودی کا آئیڈیل اور مظہر جانتے تھے۔ اس کی خاکِ پاک کو بچشم خود ملاحظہ کرنا چاہتے تھے اور اس خطے کی بہ نفس نفیس سیر کرنا چاہتے تھے جہاں جاں سپاری اور جانبازی کا یہ خونیں ڈراما کھیلا گیا تھا۔ ۱۹۲۸ء کے آخری ہفتے میں لیکچروں کے سلسلے میں مدراس تشریف لانا ہوا تو آپ نے اس موقع پر یہ فائدہ بھی اٹھایا۔ اس زمانے میں معسکر بنگلور کا علاقہ جہاں انگریزی افواج کی چھاؤنی تھی برطانوی ریذیڈنٹ کے ماتحت تھا اور اس کا تعلق براہِ راست مدراس کے گورنر سے ہوتا تھا۔ اس علاقے کے مخیر اور علم دوست رئیس اعظم فخر التجار حاجی سر اسمٰعیل سیٹھ کو خبر ملی تو آپ بذاتِ خود مدراس تشریف لے گئے اور علامہ اقبال کو بنگلور آنے کی دعوت دے آئے۔

علامہ اقبال مدراس سے بذریعہ ٹرین ۹ جنوری ۱۹۲۹ء کو بنگلور تشریف لائے، بنگلور کنٹونمنٹ کے ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں معتقدین اور شائقین آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے حاضر تھے جن میں حاجی سر اسمٰعیل سیٹھ امین الملک سر مرزا اسمٰعیل وزیراعظم ریاست میسور، بنگلور کے مشہور و معروف اخبار "الکلام" کے مدیر کلیم الملک سید غوث محی الدین اور تاریخ سلطنت خداداد کے مصنف محمود خاں محمود بنگلوری قابلِ ذکر ہیں ــ بنگلور کے استقبالی مجمع میں ہندو عہدہ دار اور علما بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

بنگلور میں علامہ اقبالؒ نے حیدر علی خان بہادر اور ٹیپو سلطان شہید کا محل، قلعہ اور ان کا لگایا ہوا لال باغ، صدر انجمن مسلمانانِ ریاست میسور، زنانہ اور مردانہ یتیم خانے وغیرہ مختلف مقامات اور ادارے دیکھے۔ سلطانی آثار کا تعارف محمود بنگلوری کراتے جاتے تھے۔

۱۱ جنوری کی صبح علامہ اقبال بنگلور سے سرکاری کاروں میں اپنے رفقا اور مقامی احباب کے ساتھ "سوا سمندر" روانہ ہوئے اور وہاں بجلی گھر دیکھا۔ یہ مقام بنگلور سے ۸۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہاں مصنوعی آبشار سے پن بجلی تیار کرنے کا مشہور و معروف کارخانہ ہے جس سے ریاست بھر میں بجلی کی روشنی اور قوت فراہم کی گئی ہے۔ پھر وہاں سے بارہ بجے کے قریب سری رنگ پٹن پہنچے، گنبد سلطانی میں عمائدین میسور، شاہی محل کے عہدہ دار اور سرکاری افسر استقبال کو حاضر تھے۔ ملاقاتوں کے بعد آپ روضۂ سلطانی میں بڑے اشتیاق اور ادب کے ساتھ آنسو بہاتے ہوئے داخل ہوئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ دو ڈھائی گھنٹے تک اندر مراقبہ کرتے رہے، باہر نکلے تو

[1] اقبال نامہ دوم ص ۹۲

کثرت گریہ سے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، روضے سے ملحق صحن میں کچھ دیر مجلس احباب میں بیٹھے علی جان صاحب سے ساز پر کلام سنتے رہے۔ خود روتے اور دوسروں کو رلاتے رہے، عجیب سماں بندھا ہوا تھا، علی جان صاحب درباری موسیقار تھے اور راج محل کی طرف سے ان کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا، خود بھی اچھے شاعر تھے اور اساتذہ کا کلام بڑی خوبی کے ساتھ سناتے تھے۔

علامہ آپ کی سرود سازی سے بہت متاثر ہوئے۔ مہاراجہ سیٹھ صاحب سے جو گفتگو اس محفل میں ہوئی اس کا بیان ابتدا مضمون ہی میں ہو چکا ہے، میسور کے علم دوست، علم پرور، منصف المزاج اور بے تعصب مہاراجہ آنجہانی کرشنا راج وڈیر نے اپنے مصاحب خاص صدیق الملک صادق زین العابدین شاہ کو آپ کے استقبال کے لئے سرنگاپٹم بھیجا تھا اور ان کے زیر اہتمام اپنی طرف سے ٹیپو سلطان شہید کے مشہور قصر "دریا دولت باغ" میں ضیافت طعام کا انتظام کرایا تھا۔ صادق شاہ صاحب کے ساتھ علامہ اقبال اور رفقاء وغیرہ گنبد سے وہاں پہنچے، کھانے سے فراغت کے بعد علامہ نے متعدد آثار سلطانی کی سیر کی جیسے مسجد اعلیٰ، قلعہ، وہ مقام جہاں سلطان کی شہادت واقع ہوئی، دہلی دروازہ، قید خانہ، میر صادق کی مفرور قبر، لنگڑے غلام علی کا مقبرہ وغیرہ، محمود بنگلوری ہر مقام کا تعارف کراتے اور تاریخی واقعات بیان کرتے جاتے تھے۔ "دریا دولت" کی دیواروں پر وفادار جاں نثار سید غفار شہید کی تصویر دیکھ رہے تھے تو کسی نے بتایا کہ رفیق سفر سید غوث محی الدین صاحب مدیر "الکلام" بنگلور انہیں کے پوتے یا پڑپوتے ہوتے ہیں تو علامہ نے فرط عقیدت سے انہیں گلے لگا لیا اور فرمایا: "سید صاحب! آپ اس نامور شہید کی یادگار ہیں، ان کے ہاتھ میں تلوار تھی، اب آپ کے ہاتھ میں قلم ہے، آپ قلم سے وہی کام لیجئے"۔

سید غفار افواج سلطانی کے سپہ سالار تھے اور سلطان سے پہلے شہید ہوئے تھے۔ غدار لنگڑے غلام علی کی قبر پر آپ نے اس کی تاریخ وفات کا یہ شعر سنا تو پھڑک اٹھے :-

ہیچ می دانی چہ دید از دستِ او اہلِ شہید
آں چہ اولادِ محمد دید از دستِ یزید

روضۂ سلطانی پر علامہ اقبال نے ایک کتبے کی یہ رباعی بھی پڑھی اور بہت متاثر ہوئے تھے :-

آں سیدِ شہداء عرب سبطِ نبیؐ　　لختِ جگرِ فاطمہؓ و جانِ علیؓ
از فاطمہؓ و حیدرِ دکن ٹیپو　　سلطانِ شہیداں شدہ از جانِ ولی

سلطان کی والدہ کا نام بھی فاطمہ تھا، ان دونوں کی باہمی مناسبت سے علامہ بہت محظوظ ہوئے سری رنگا پٹن کی سیر کرتے ہوئے ایک مقام پر علامہ نے فرمایا:

"مغل دور کے بعد مسلمانوں کو ایک موقع اور نشاۃ ثانیہ کا ملا تھا مگر افسوس ہے کہ غداروں نے ان کو آگے بڑھنے نہیں دیا"۔

مسلم لائبریری بنگلور میں علامہ اقبال نے کتاب الرائے میں لکھا تھا کہ "وہاں تاریخ میسور کی قلمی کتابیں جمع کرنے کی طرف توجہ کی جائے"۔ سری رنگا پٹن میں بھی آپ کو اس کا خیال لگا رہا اور آپ نے عمائدین میسور سے بھی یہ خواہش ظاہر کی کہ سلطنت خداداد کی تاریخ اور ثقافت پر چند مستند اور معتبر مخطوطات آپ کے لئے فراہم کئے جائیں تاکہ آپ سلطان شہید پر نظم کہنے میں ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

سری رنگا پٹن سے علامہ اقبال عصر کے وقت میسور پہنچے اور گورنمنٹ گیسٹ ہاؤس میں مہاراجہ صاحب کے مہمان کی حیثیت سے فروکش ہوئے۔ شہر میسور میں آپ کے اعزاز میں عام جلسے ہوئے۔ ایک جلسہ یونیورسٹی میں ہوا جہاں فلسفے کے مشہور پروفیسر واڈیا کی صدارت میں آپ نے ایک بلند پایہ فلسفیانہ تقریر فرمائی۔ جلسہ گاہ پروفیسروں اور طلبہ سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ پروفیسر واڈیا نے اپنی صدارتی تقریر میں علامہ کی بہت توصیف و تعریف کی اور کہا کہ تقریر میری فہم سے بالا رہی۔ شہر میسور میں علامہ نے مسلمانوں کا یتیم خانہ دیکھا اور شام کے وقت کرشنا راج ساگر بند کی سیر بھی کی۔ اس وقت برند اون باغ کی تکمیل نہیں ہوئی تھی تاہم اس مقام کی سیر سے آپ بہت محظوظ اور مسرور ہوئے۔ یہ بند دراصل سدِ مَیٔ کے نام سے ٹیپو سلطان شہید نے بنانا شروع کیا تھا اور شہادت سے لگ بھگ سال بھر قبل اس کا سنگ بنیاد خود اپنے ہاتھوں سے رکھا تھا۔ ایک فارسی کتبہ آج بھی وہاں نصب ہے، علامہ اقبالؒ نے اس کا بڑے غور سے مطالعہ فرمایا اور سلطان شہید کی تعریف میں دیر تک رطب اللسان رہے۔

میسور سے علامہ اقبال اور رفقاءِ سفر سرکاری کاروں ہی کے ذریعے بنگلور واپس تشریف لے گئے اور وہاں سے ٹرین کے ذریعہ حیدرآباد روانہ ہوئے۔ بنگلور سے سید غوث محی الدین صاحب کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کو آپ کچھ دن اور اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے اس لئے وزیر اعظم حیدرآباد سر اکبر حیدری کو تار دیکر آپ کو مدعو کرایا تھا، اس طرح علامہ اقبال کا چار دن کا

سفرِ میسور تکمیل کو پہنچا۔

علامہ اقبال کے سفرِ میسور کا محرک دراصل روضۂ سلطان کی زیارت کی خواہش تھا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں: ؎

پیشتر رفتم کہ بوسم خاکِ او — تا شنیدم از مزارِ پاکِ او

اس کے سوا آپ کے کلام میں میسور سے متعلق اور کسی چیز کا ذکر نہیں ملتا۔ سفرِ میسور نے ایک طرف آپ کے افکار اور شاعری کو متاثر کیا اور دوسری طرف یہاں کی ثقافت پر گہرے نقوش چھوڑے، آپ کا شاہکار "جاوید نامہ" اسی سفر کا مرہونِ منت ہے۔ "فتوحاتِ مکیہ"، "رسالۃ الغفران"، "طربیہ خداوندی" کا سا ایک "معراج نامہ" لکھنے کا خیال اس سے پہلے بھی آپ کے ذہن میں موجود تھا لیکن سفرِ میسور کے بعد ہی آپ نے اسے عملی جامہ پہنایا اور دو سال کی مدت میں اسے تکمیل کو پہنچایا، یہاں آپ نے سلطان شہید کے دار الخلافہ سری رنگ پٹن کے آثار کو بچشمِ خود دیکھا اور اس تمثیل کے لئے آپ کو سلطان شہید کا عظیم الشان کردار مل گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سفرِ میسور سے قبل آپ سلطان شہید اور ان کے حالات سے واقف نہیں تھے، تاہم:

شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ

"جاوید نامہ" کی قدر و قیمت اور وقعت خود علامہ کی نظر میں کیا تھی اور اس کی تحریر و تکمیل کب ہوئی، خود علامہ کی زبان سے سن لیجئے، لکھتے ہیں:

"سلطان شہید پر میری نظم اس کتاب کا حصہ ہوگی جسے میں اپنی زندگی کا ماحصل بنانا چاہتا ہوں"۔[1]

"آخری نظم" جاوید نامہ "جس کے دو ہزار شعر ہوں گے ابھی ختم نہیں ہوئی ممکن ہے مارچ تک ختم ہو جائے۔ یہ ایک قسم کی "ڈیوائن کامیڈی" ہے اور مثنوی مولانا روم کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ اس کا دیباچہ بہت دلچسپ ہوگا اور اس میں غالباً ہندوایران بلکہ تمام دنیائے اسلام کے لئے نئی باتیں ہوں گی"۔[2]

"کتاب" جاوید نامہ" جو میں لکھ رہا تھا ختم ہو گئی ہے۔ آج کل کاتب کے حوالے کر دی جائے گی"۔[3]

اس مثنوی کو علامہ اقبال مصور بنانے کے خواہشمند تھے اور اس کا ترجمہ بھی کروانا چاہتے تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:

[1] اقبال نامہ دوم ص ۹۲ مکتوب مورخہ ۴ اگست ۱۹۲۹ء، [2] اقبال نامہ اول ص ۱۶۴ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء [3] اقبال نامہ دوم ص ۳۸۸

"اہم کام یہ ہے کہ "جاوید نامہ" کا تمام و کمال ترجمہ کیا جائے۔ مترجم کا اس سے یورپ میں شہرت حاصل کر لینا یقینی امر ہے۔ اگر وہ ترجمے میں کامیاب ہو جائے اور اگر اس ترجمے کو کوئی عمدہ مصور بھی بنا دے تو یورپ اور ایشیا میں مقبول تر ہوگا۔ اس کتاب میں بعض بالکل نئے تخیلات ہیں اور مصور کے لئے عمدہ مسالہ ہے"۔[1]

"میرے خیال میں میری کتاب میں صرف جاوید نامہ ایک ایسی کتاب ہے جس پر مصور طبع آزمائی کرے تو دنیا میں نام پیدا کر سکتا ہے مگر اس کے لئے پوری مہارتِ فن کے علاوہ الہامِ الٰہی اور صرفِ کثیر کی ضرورت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ چیز ایسی شان کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی تو دنیا یقینی طور پر اس کو کاظمی سکول کے نام سے موسوم کرے گی۔ آپ محض مصوری میں اضافہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ دنیائے اسلام میں بحیثیت مصور اقبال ایک زبردست خدمت انجام دے رہے ہیں جو کہ قدرت شاید آپ ہی سے لینا چاہتی ہے۔ پوری مہارتِ فن کے بعد اگر آپ نے" جاوید نامہ" پر خامہ فرسائی کی تو ہمیشہ زندہ رہیں گے"۔[2]

مگر علامہ اقبال کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ان بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ" جاوید نامہ" کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے تھے اور اس کے جن کرداروں اور احوال کا تصور آپ کے ذہن میں موجود تھا اس کی ترجمانی تصویروں میں کرنے کا شوق بھی آپ کے دل میں جاگزیں تھا۔ بہرطور" جاوید نامہ" ایک کامیاب اور بے نظیر شاعرانہ تمثیلی معراج نامہ ہے جس میں سیاحتِ علوی اور مشاہدات و تجلیاتِ روحانی کا سادہ اور موثر بیان ہے۔ اس میں علامہ اقبال نے اپنی ہنرمندی اور پرکاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ معراجِ نبویؐ جو رسول اللہ صلعم کے خصائص میں شامل ہے۔ اس کا تفصیلی بیان قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ اس کے بعد صوفیہ نے اپنے روحانی معراج نامے پیش کئے جو عموماً کشف و الہام اور وارداتِ قلبی پر مبنی ہیں، ساتھ ہی ساتھ اسلامی شعراء نے بھی تمثیلی معراج نامے لکھے جن کی نقطۂ ادبی حیثیت ہو سکتی ہے صوفیہ میں حضرت ابن عربی کا معراج نامہ "فتوحاتِ مکیہ" کے متعدد ضخیم دفتروں پر مشتمل ہے، سیاحتِ علوی میں ایک عالمِ دین اور ایک طفلی آپ کی رفاقت اور رہنمائی کرتے ہیں اور ابن عربی ان کی زبان سے مختلف اور متنوع موضوعات پر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

[1] اقبال نامہ اول ص ۳۰۰ مکتوب مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء
[2] اقبال نامہ اول ص ۳۰۴ مکتوب مورخہ ۲۵ جون ۱۹۳۵ء و ۱۸ اپریل ۱۹۳۸ء

اسی طرح عرب کے مشہور نابینا شاعر ابوالعلاء المعری نے "رسالہ غفران" میں اپنا ادبی معراج نامہ پیش کیا جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ توبہ کرنے کے بعد بدکار اور سیہ کار آدمی بھی جنت میں داخل ہوجاتے ہیں، ان کے بعد اٹلی کے مشہور شاعر "ڈانٹے" نے اپنا معراج نامہ پیش کیا جو عام طور پر "ڈیوائن کامیڈی" یا "طربیہ خداوندی" کے نام سے مشہور رہے۔ اس میں اس نے عیسائی اقوام کی اخلاقی کمزوریوں پر روشنی ڈالی اور سیاست یورپ کا مرقع کھینچ کر رکھ دیا۔ اس کے اس کارنامے نے یورپ میں ایک بیداری کی کیفیت پیدا کردی اور عوام و خواص کے دل و دماغ میں ایک ہیجان برپا کرڈالا۔ اس کا نتیجہ کچھ ہی سال بعد نشاۃ ثانیہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ڈانٹے کا یہ کارنامہ "فتوحات مکیہ" اور "رسالہ غفران" کا مرہون منت ہے۔ مغربی نقادوں نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ ان تینوں معراج ناموں کے پیش نظر علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" لکھا۔ اگرچہ آپ کا یہ کارنامہ بڑی حد تک ڈانٹے کے کارنامہ کا جواب ہے۔ "جاوید نامہ" دینی، ادبی، تاریخی، سماجی، قومی اور فلسفیانہ وغیرہ تمام حیثیتوں کا مالک ہے۔ دوسرے معراج ناموں کے مقابلے میں "جاوید نامہ" صاف، سادہ اور واضح ہے، اس میں کوئی معمہ یا اغلاق نہیں، اس میں جن مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے ان کا تعلق عہد حاضر سے ہے اور اس میں کوئی ایسا فلسفہ پیش نہیں کیا گیا جس کا ترجمہ عملاً نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ اقبال مولوی رومی یا پیر رومی کی رہنمائی میں چھے افلاک اور فردوس بریں کی سیر کرتے ہیں، مرشد رومی متعدد احوال آپ کو دکھلاتے ہیں اور مختلف شخصیتوں کی روحوں سے آپ کو ملاتے ہیں جو مکالمے ان سب سے ہوتے ہیں ان کے ذریعہ اہم اور مفید دینی، تاریخی اور ملی مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ گوتم، زرتشت، طاسین، ابوجہل، فرعون، کچز، مہدی سوڈانی، منصور حلاج، ابلیس، نطشے، شرف النساء، سید علی ہمدانی، بھرتری ہری، نادر، ابدالی، ناصر خسرو وغیرہ اس تمثیل کے کردار ہیں، لیکن پیر رومی کے بعد سب سے زیادہ ابیات ٹیپو سلطان اور ان سے متعلق موضوعات پر ہیں۔ ٹیپو سلطان کی روح سے ملاقات گویا اس ڈراما کے پلاٹ کا نقطۂ کمال ہے۔ آپ کی باری سب اکابر کے بعد آخر میں آتی ہے اور آپ سے ملاقات کے بعد صرف حوران بہشتی سے کچھ گفتگو ہوتی ہے پھر حضور میں حاضر ہوتے ہیں تو ندائے جمال سے سرفراز ہوتے ہیں، یہ سب جنت سے رخصت کے موقع پر ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے دریائے کاویری کو زندہ

رود کے نام سے یاد کیا ہے اور اس کے مقابلے میں اپنے لئے بھی اس مثنوی میں زندہ رود ہی کا لقب اختیار کیا ہے، سلطان شہید کی زبان سے دریائے کاویری کے نام پیغام دلاتے ہیں تو فرماتے ہیں: ؎

در جہاں تو زندہ رود او زندہ رود
خوشتر آید سرود اندر سرود

دنیا میں دریائے کاویری بھی ایک جیتا جاگتا دریا ہے اور علامہ اقبال بھی علم و دانش کا جیتا جاگتا دریا ہیں۔ دونوں کا سرود مل جائے تو خوب ہوگا۔

یہ حقیقت بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ "جاوید نامہ" جو آپ کا شاہکار ہے اور جسے آپ اپنی زندگی کا ماحصل بنانا چاہتے تھے اس کا خاکہ آپ کے ذہن میں سفر میسور ہی میں مرتب ہوا تھا۔

پانچ افلاک سے گزر کر فلک زحل پر پہنچتے ہیں تو بنگال کے میر جعفر اور میسور کے میر صادق کی روحیں دکھائی دیتی ہیں، اس منظر میں ان غداروں کو علامہ اقبال جس حالت زبوں میں پیش کرتے ہیں اس سے بہتر ترجمانی ان کی غداری اور اس کے نتائج کی نہیں ہوسکتی۔ ان روحوں کو دوزخ نے بھی قبول نہیں کیا۔ وہ دونوں ایک خونیں قلزم میں گرفتار عذاب ہیں، دو طاغوت کہن ہیں جن کے کرتوت نے ایک قوم کو تباہ کرکے رکھ دیا ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن

اس خونیں قلزم میں ایک چھوٹی سی کشتی میں دونوں سوار ہیں اور نہایت ہی مایوس اور پریشان ہیں۔ ؎

زرد رو، عریاں بدن، آشفتہ موی

روح ہندان کو دیکھتی اور فریاد کرتی ہے کہ انھوں نے مجھے تباہ کرکے رکھ دیا جو ملت بھی تباہ و غارت ہوئی ہے۔ اس کی بربادی کا ذمہ دار کوئی جعفر یا کوئی صادق ہی ہوا ہے۔ آج بھی ایسے غدار موجود ہیں۔ ؎

ملتے را ہر کجا غارت گری ست
اصل او از صادقی یا جعفری ست
الاماں از روح صادق الاماں
الاماں از جعفران ایں زماں

میر جعفر اور میر صادق اپنی زبوں حالی کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ افسوس ہمیں نہ عدم قبول کرتا ہے نہ وجود، دوزخ نے بھی ہمیں قبول

کرنے سے انکار کر دیا، اس نے کہہ دیا کہ ان دو کافروں سے میرا شعلہ پاک ہی رہے تو اچھا ہے، میرے لیے دوسرا خس و خاشاک بہتر ہے، ان کی پریشان حالی اور حد سے گزری ہوئی مایوسی کا عجب عالم ہے۔ ؎

گفت دوزخ را خس و خاشاک بہ
شعلۂ من زیں دو کافر پاک بہ

ہم کو موت نے بھی کوئی سہارا نہ دیا۔ اس نے کہہ دیا کہ موت سے غدار کی روح کو آرام نہیں ملتا۔ ؎

ایں چنیں کاری نمی آید ز مرگ
جانِ غداری نیاساید ز مرگ

معلوم ہوتا ہے ان کا ذکر آپ یوں شروع کرتے ہیں:

"یہ وہ ارواحِ رذیلہ ہیں جنہوں نے ملک اور ملت سے غداری کی اور جن کو دوزخ نے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

یہاں سے گزر کر علامہ آنسوی افلاک جا پہنچتے ہیں اور فردوس بریں کے کاخ سلاطین میں نادر اور ابدالی کے بعد سلطان شہید کی روح سے ملاقات کرتے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے منظر نگاری اور کردار نگاری کے جوہر دکھلائے ہیں۔ قاری محسوس کرتا ہے کہ وہ خود بھی اس ماحول میں موجود ہے۔ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور اپنے کانوں سے سن رہا ہے۔

پہلے پیر رومی سلطان شہید کا یوں تعارف کراتے ہیں، ان پانچ ابیات میں علامہ اقبال نے سلطان شہید کی جو مدح سرائی کی ہے اس کے مقابلے میں تعریف و توصیف کے ضخیم دفاتر ہیچ نظر آتے ہیں۔ ؎

آں شہیدانِ محبت را امام
آبروئے ہند و چین و روم و شام
نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاکِ قبرش از من و تو زندہ تر
عشق رازی بود بر صحرا نہاد
تو ندانی جاں چہ مشتاقانہ داد
از نگاہِ خواجۂ بدر و حنین
فقر سلطاں وارثِ جذبِ حسینؓ
رفت سلطاں زیں سرائے ہفت روز
نوبت او در دکن باقی ہنوز

عشقِ الٰہی کے شہیدوں کا وہ امام جو ہند و چین و روم و شام کی آبرو ہے اس کی چمک مہر و ماہ سے بڑھی ہوئی ہے اور اس کی قبر کی خاک میں مجھ سے اور تجھ سے زیادہ زندگی ہے۔ اس نے عشقِ الٰہی کے راز کا افشا کر دیا۔ تو نہیں جانتا کتنے شوق سے اس نے جان قربان کی اور جامِ شہادت نوش کیا۔ نادر، ابدالی اور سلطان شہید تینوں کا مشترکہ تعارف پیر رومی اس طرح کراتے ہیں، یہ بیت ایجاز و جامعیت کا ایک بلند پایہ نمونہ ہے۔ ؎

خسروانِ شرق اندر انجمن   سطوتِ ایران و افغان و دکن

کاخ سلاطین کی کافی تعریف کی گئی ہے پھر بھی کہا گیا ہے کہ اس کی تعریف کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، زبان اور فکر اس سے قاصر ہیں۔ ؎

حرف و صوتم خام و فکرم نا تمام
کی توان گفتن حدیثِ آں مقام

ٹیپو سلطان ہندوستان اور دکن کی یاد بڑے درد ناک انداز میں کرتے ہیں۔ اقبال کے فکر و سخن کی تعریف کرتے ہیں اور دریائے کاویری کے نام اپنے پیغام میں موت و حیات اور شہادت کا فلسفہ ایسے موثر پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک ایک حرف دل میں اتر جاتا ہے، ان سلسلے مکالموں اور مباحث کا مقصد فقط تعلیم و تفہیم ہے، سلطان پوچھتے ہیں: ؎

زائر شہر و دیارم بودہ ای   چشم خود را بر مزارم سودہ ای
ای شناسائی حدودِ کائنات   در دکن دیدی ز آثارِ حیات

آپ نے میرے شہر اور علاقہ سلطنت کی سیر کی ہے، میرے مزار پر آنسو بہائے ہیں۔ اے دور بین اور دور اندیش مفکر، دکن میں آپ نے کچھ آثارِ حیات بھی دیکھے ہیں؟

علامہ اقبال جواب دیتے ہیں کہ میں نے دکن میں اشکوں سے تخم ریزی کی ہے اب وہاں لالے کی پیداوار ہوگی، کاویری ندی جو اپنے دائمی سفر پر لگی ہوئی ہے اس کے بہاؤ میں ایک نیا ہی شور پیدا ہو گیا ہے۔ سلطان شہید علامہ اقبال کے فکر و شعر کی تعریف کرتے ہیں: ؎

ای ترا دادند حرفِ دل فروز
از تبِ اشکِ تو می سوزم ہنوز

آپ کو قدرت نے دلوں کو جلا دینے والا سخن عطا فرمایا ہے۔ آپ کے آنسوؤں کی حرارت مجھے اب تک جلا رہی ہے، میں مولائے کل کے حضور میں حاضر تھا جہاں کسی کو لب کشائی کی جرات نہیں ہو سکتی، لیکن: ؎

سوختم از گرمیِ اشعار تو
بز بانم رفت از افکار تو

مجھ کو ضبط کا یارا نہ رہا، آپ کے اشعار نے مجھ میں اتنی حرارت پیدا کر دی تھی کہ آپ کے افکار میری زبان پر آ ہی گئے، تو مجھ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کس کا کلام ہے جس میں زندگی کے ایسے ہنگامے پوشیدہ ہیں۔ خیر میرا یہ پیغام کاویری تک پہنچا دینا وہ بھی زندہ رود ہے، آپ بھی زندہ رود ہیں، دونوں کے سرودِ دل جائیں تو بہت خوب ہوگا۔

رود کاویری کے نام سلطان شہید کا پیغام اکتالیس اشعار پر مشتمل ہے۔ میرا یہ کہنا بے جا نہیں کہ یہ ساری مثنوی کا جوہر اور بہترین حصہ ہے۔ اس میں علامہ اقبال نے موت و حیات کا فلسفہ نہایت اختصار کے ساتھ اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے، پہلے سلطان شہید کاویری کی تعریف کرتے ہیں اور اپنے اپنی یاد دلاتے ہیں جو نہایت ہی درد انگیز ہے : ؎

ای مرا خوشتر ز جیحون و فرات
ای دکن را آب تو آبِ حیات

اے کاویری جو مجھے جیحوں اور فرات سے عزیز تر ہے تیرا پانی دکن کے لئے آبِ حیات ہے۔ میرا شہر تیرے آغوش ہی میں تو آباد تھا، تو جانتی ہے کہ یہ پیغام کس کا ہے ؟ ؎

آں کہ می کردی طوافِ سطوتش
بودہ ای آئینہ دارِ دولتش

یہ اسی تاجدار کا پیغام ہے جس کی شوکت و عظمت کا تو طواف کرتی تھی اور جس کی دولت و سلطنت کی تو آئینہ دار تھی۔

جس کی تدبیر سے صحرا بہشت زار بن گئے تھے، جس نے اپنے خون سے اپنا نقش بنایا تھا، جس کا مزار سیکڑوں، ہزاروں آرزوؤں، ارمانوں کا مرجع ہے جس کی شہادت نے تیری موجوں میں اضطراب پیدا کر رکھا ہے ؎

آں کہ گفتارش ہمہ کردار بود
مشرق اندر خواب و او بیدار بود

وہ جس کی گفتار سراسر اس کا کردار تھی، جس کے قول و فعل میں کوئی تفاوت نہیں تھا جو اس وقت ہشیار اور بیدار تھا جب سارا مشرق محوِ خوابِ غفلت تھا۔

اس کے بعد موت و حیات کا فلسفہ یوں بیان کیا جاتا ہے : ؎

این من و تو موج از رودِ حیات
ہر نفس دیگر شود این کائنات

زندگی دریا ہے تو میں اور تو دونوں اس کی موجیں ہیں، سن لے کہ ہر لمحہ یہ کائنات دگرگوں ہوتی رہتی ہے : ؎

زندگانی انقلابِ ہر دمی ست
زانکہ او اندر سراغِ عالمی ست

دنیا کی زندگی میں ہر دم ایک انقلاب آتا ہے کیونکہ وہ عالمِ آخرت یا عالمِ حقیقت کی طرف سفر کر رہی ہے : ؎

کاروان و ناقہ و دشت و نخیل
ہر چہ بینی نالد از دردِ رحیل

دنیا کی ہر چیز اور ہر مخلوق فنا ہونے والی ہے اور سب غمِ رحلت میں گرفتار ہیں گلشن میں پھول کچھ دیر کا مہمان ہوتا ہے، غنچہ در آغوش اور نعش گل بدوش ہے۔ وجود کی تعمیر و تشکیل، خس و خاشاک سے ہوئی ہے۔ وجود میں آنے کی سزا حسرت ہے۔ عدم سے وجود میں آنا ہی برا ہے مگر یہ کسی کے امکان میں نہیں مگر تخلیق پانے کے بعد خود فراموش نہ ہو جانا چاہئے بلکہ شرار کی طرح خرمن کی تلاش میں نکلنا چاہئے۔ خود میں حرارت ہے تو سورج کی طرح آسمان کی وسعتوں میں پہنچنا چاہئے، پھر ساکنانِ ارض ہی کو نہیں بلکہ ماہیانِ تہ آب کو بھی حرارت سے نوازنا چاہئے۔ تیر کھانے کے لائق کسی کا سینہ ہے تو دنیا میں شاہین ہی کی طرح مرے، یاد رہے جو کچھ ہے غرض حیات ہی ہے، طولِ حیات کچھ نہیں : ؎

زندگی را چیست رسم و دین و کیش
یک دمِ شیری بہ از صد سالِ میش

زندگی کا مذہب اور دین یہی ہے کہ شیر کی طرح ایک لمحہ جینا بھیڑ کی طرح سو سال جینے سے بہتر ہے۔

یہ ٹیپو سلطان شہید کا آخری قول ہے جیسے علامہ اقبال نے اس خوبی سے نظم کیا ہے۔ موت کیا ہے، ایک نیرنگ، ایک طلسم، ایک سیمیا، بندہ حق موت کی طرف اسی طرح لپکتا ہے جس طرح شیر آہو پر یا شاہین کبوتر پر جھپٹتا ہے موت بس اس کے سیکڑوں مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ موت کے ڈر سے غلام کو زندگی حرام ہوتی ہے کیونکہ وہ ہر لمحہ موت کے خوف سے مرتا رہتا ہے لیکن مردِ آزاد کی شان ہی اور ہوتی ہے، موت اسے ایک اور ہی زندگی عطا کرتی ہے۔ وہ خود آئندہ نفس ہوتا ہے مرگ اندیشِ نہیں، اس کی موت بس ایک آن کی ہوتی ہے۔ ؎

کو افسوس ضرور رہا لیکن وہ سب مجبور تھے اور آخر کار وقت نے مرہم کا کام کیا اور ان کو صبر کا سبق پڑھا دیا اور وہ اپنا اپنا دل بہلانے میں لگ گئے۔ یقیناً ٹیپو سلطان کے فرزندوں کو اس کا غم رہا ہوگا کہ اب وہ حکمراں نہیں رہے اور انہوں نے چونکہ اپنے والد بزرگوار کی شان و شوکت اور عوام کی نظروں میں ان کی عزت و احترام کو دیکھا تھا اس لئے ان کے دلوں میں ان ایام کے نقوش باقی تھے۔ لیکن ٹیپو سلطان کے فرزندوں کے بعد کی نسلیں؟ وہ نسلیں جنہوں نے ٹالی گنج میں آنکھیں کھولی تھیں اور جن کے پاس بھی روپیہ تھا، حکومت کی طرف سے پرنس یا نواب کے خطابات ملے تھے اور کچھ جائداد اور پنشن بھی ـــــ ایسے شہزادے جنہوں نے صرف انگریزی تہذیب کو ہی دیکھا تھا، انگریزوں کی لکھی ہوئی تاریخ ہند پڑھی تھی اور غلامی کے ماحول میں پرورش پائی تھی جن کی نظروں میں اپنے دادا پردادا کی باتیں محض کہانیوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں ـــــ وہ تو زمانے کی ہوا کا ساتھ دینے لگے، اور یہی فطری بھی ہے۔

کیواںؔ ـــ صاحبزادہ احمد شاہ

نام صاحبزادہ احمد شاہ۔ خاندان میسور یہ ٹالی گنج کے فرد تھے۔ شاگرد مولوی سید علی حیدر صاحب حیدر لکھنوی (نظم طباطبائی) مزید حالات کا علم نہیں ہو سکا۔

نمونہ کلام : ؎

رات دن اے صنم آغوش میں ہو تو میرے
یہ تمنا ہے سدا گرم ہوں پہلو میرے
یاد میں گوہرِ دندان کی شبِ فرقت میں
مثلِ نیساں کے برس جاتے ہیں آنسو میرے
کھینچا رہتا ہے سدا مثلِ گریباں مجھ سے
نہیں ملنے کا گلے، وہ بتِ بدخو میرے
زلفِ مشکیں کا جو اُس گل کے لیا تھا بوسہ
مشک نافہ کی دہن میں ہوئی خوشبو میرے
شیر ہو کر نظر آیا اسے سایہ اپنا
چوڑی بھول گیا دشت میں آہو میرے ■■

معینؔ ـــ محمد یٰسین

نام صاحبزادہ محمد یٰسین خلف ٹیپو سلطان ساکن ٹالی گنج شاگرد نواب غلام ربانی افسر۔ آپ نہ صرف خود شاعر تھے بلکہ شاعروں اور ادیبوں کی پشت پناہی بھی خوب کرتے تھے۔ نوشاد نوری نے ایک مضمون "ادب اور سرپرستی" میں لکھا ہے کہ صاحبزادہ محمد یٰسین نے قطب الدین باطن کو نذرانے اور عطیے دیئے تھے۔ مزید حالات کا علم نہیں۔ نمونہ کلام : ؎

مشک افشاں جو تھے سینہ پہ یہ گیسو میرے
زخمِ دل اور ہرے ہو گئے گلرو میرے ■■

اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں نوابوں، راجاؤں اور رئیسوں کی شان تھی طوائف کے کوٹھے پر جانا، اپنے دولت کدے پر مشاعرے منعقد کرنا اور ان مشاعروں میں شعراء کے علاوہ حُسن فروش شاعرات کو بھی کلام سنانے کی دعوت دینا وغیرہ۔ جو کسی نہ کسی بڑے استادِ فن کا شاگرد ہو کر اشعار کہنا اور مشاعروں میں وہ اشعار سنا سنا کر واہ واہ کی داد پانا ـــــ اور خاص کر ان کی روٹیوں پر پلنے والوں کا تو یہ فرض ہی تھا کہ آقا کے ایک ایک شعر پر بڑھ چڑھ کر داد دیں۔ اس طبقے کی شاعری کیسی ہو سکتی ہے؟ اس میں سوائے الفاظ کے کھیل کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ ان کی شاعری کیا زمانے کا حقیقی ترجمان ہو سکتی ہے؟ کیا ان کے کلام میں عوامی زندگی کے مسائل، عوام کا دکھ درد، عوامی زندگی کی عکاسی ہو سکتی ہے؟ کیا ان کی شاعری میں انگریزوں کے ظلم و ستم کی جھلکیاں ہو سکتی ہیں، کیا حکمرانوں سے بغاوت کی کوئی ہلکی سی بو باس ان کے کلام میں پایا جا سکتا ہے؟ ـــــ نہیں ہرگز نہیں، وہ اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں مول لے سکتے لہٰذا میسور خاندان کے شہزادوں کی شاعری میں ہم حسن و عشق اور وہ بھی بناوٹی عشق کی باتیں ہی پاتے ہیں ـــــ بڑے شعراء بھی بگڑے نوابوں اور رئیسوں کی محفلوں میں جگہ پانے اور ان کی نظروں میں سمانے کی کوشش کرنے پر مجبور تھے۔ چاہے مرزا غالبؔ ہوں یا داغؔ یا کوئی اور نامور شاعر۔ وہ سب ہی رئیسوں کے گن گاتے رہے کیونکہ ان کی محفلوں سے شعراء کے روٹی روزگار اور شان و شوکت کا تعلق تھا یہی سب کچھ میسور خاندان کے نئے شہزادوں نے بھی کیا۔ وہ بھی اپنے وقت کے بڑے شعراء اور اساتذہ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے، ان کی عزت افزائی کرتے اور ان کا شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے۔ قدیم گلدستوں میں ٹالی گنج کے کئی مشاعروں کی روئیدادیں ملتی ہیں۔ ان گلدستوں میں ٹالی گنج کے جن مشاعروں

کی روئدادیں ہم پاتے ہیں ان میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کے شہزادوں کے طرحی مشاعروں میں (جو شہزادوں کے دولت کدوں پر ہوا کرتے تھے)

جان شیریں، بی محمدی جان شباب، بی ننھی جان نازاں وغیرہ وغیرہ شرکت کرتی رہی ہیں۔ جو کلکتہ کی نامور طوائفیں تھیں۔ مختلف شہزادے مختلف حسن فروشوں کے دام عشق میں پھنسے

توفیق —— شاہزادہ بشیرالدین

شاہزادہ بشیرالدین متخلص بہ توفیق، ٹیپو سلطان کے بیٹے شاہزادہ شکراللہ سلطان (وفات ۲۴ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۳۷ء) کے فرزند نیک تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے نظم و نثر میں دست گاہ رکھتے تھے۔ عبدالغفور خاں نساخ نے اپنی سوانح عمری میں شہزادہ بشیرالدین توفیق اور شہزادہ اعظم الدین سلطان، دونوں کو اپنا دوست لکھا ہے اور ان دونوں شہزادوں کے ساتھ مولوی عبداللہ عبیدی کو بھی عبدالرحیم گورکھپوری کا شاگرد لکھا ہے:

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ نساخ کا بیان غلط ہے لیکن بعد میں توفیق مرزا غالب سے اصلاح لیتے رہے ہیں اور بطور شاگرد غالب ہی وہ جانے گئے۔ مالک رام صاحب نے "تلامذۂ غالب" میں توفیق کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ توفیق کو دیکھنے والے ان کے اخلاقِ حمیدہ اور صفات برگزیدہ کی تعریف کرتے ہیں "اردوے معلّٰی" میں مرزا غالب کے جملہ پانچ خطوط (حصہ اول میں تین اور حصہ دوم میں دو) شہزادہ بشیر الدین کے نام ہیں جن خطوط سے یہ صاف ہو جاتا ہے کہ توفیق، مرزا غالب سے مشورہ سخن لیتے رہے ہیں۔ غالب کے ان خطوط کے انداز بیان ویسا ہی ہے جیسا کہ وہ رئیسوں اور نوابوں کے نام خطوط لکھا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت پیر و مرشد برحق سلامت..

.... تقصیر معاف میں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی .....

بندہ پرور مہربانی نامہ آیا، سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا ——" وغیرہ الفاظ ہم توفیق کے نام خطوط میں پاتے ہیں۔ ۱۶ جون ۱۸۶۷ء کے خط میں غالب نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی ایک تصویر کھینچوا کر بھی توفیق کو بذریعہ ڈاک بھیجی تھی۔ اس خط میں غالب یہ بھی لکھتے ہیں کہ —— "اب جب آپ لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب مع اوراق اشعار بھیجوں گا ——" جس سے یہ علم ہوتا ہے کہ توفیق نے اپنا کلام بغرض اصلاح روانہ کیا تھا۔ نواب رامپور کے نام غالب نے جس مشہور شعر کا استعمال کیا ہے وہی شعر انھوں نے توفیق کے نام بھی ایک خط میں استعمال کیا ہے۔

ع
تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

توفیق کے اخلاق، عادات، علم دوستی، سخن فہمی اور نکتہ سنجی وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے لالہ سری رام مؤلف "تذکرہ ہزار داستان" معروف بہ "خمخانہ جاوید" نے لکھا ہے:

"خدا کے فضل سے حضرت توفیق اپنے والد ماجد کی مانند علم و فضل و اخلاق حمیدہ اور صفات برگزیدہ رکھتے تھے اور نکتہ سنجی اور موزونی طبع میں فخر خاندان تھے۔ تاریخ خوب کہتے تھے ...... غالب کے دوستانہ تعلقات انکے ساتھ مربوط تھے نظم و نثر فارسی اردو دونوں میں دستگاہ تھی چنانچہ دیوان ہزبر کی تقریظ و تاریخ خوب کہی ہے۔ ایک مہربان نے کلام بھیجنے کا پختہ وعدہ کیا تھا مگر باوجود تقاضا ارسال نہ کیا بدرجہ مجبوری صرف اندراج حال پر قناعت کی۔ سلطان بشیرالدین کی زندگی کا بڑا حصہ کلکتہ میں بسر ہوا اور وہیں ۱۸۷۰ء کے قریب انتقال کیا۔"

توفیق کے سن ولادت کا علم حاصل نہ کر سکا لیکن اتنا صاف ہے کہ جن دنوں مرزا غالب کلکتہ آئے ہوئے تھے ان دنوں توفیق یا سلطان سے غالب کی ملاقات نہیں ہوئی تھی بہرحال بعد میں مرزا غالب سے توفیق خط و کتابت کرتے رہے اور مشورہ سخن لیتے رہے ہیں اور توفیق کا یہ سب کلام بزبانِ فارسی رہا ہے۔ شہزادہ بشیرالدین توفیق کو غالب نے چند خطوط فارسی میں بھی لکھے تھے لیکن اب تک صرف ایک فارسی خط ہی منظر عام پر آیا ہے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۶۶ء کو مولوی نعمان احمد ساکن مہیوہ ضلع سیتاپور کے نام مرزا غالب اپنے خط میں لکھتے ہیں —— "برسوں سے خطوط فارسی لکھنے چھوڑ دیئے ہیں۔ اب شہزادہ بشیرالدین نبیرہ ٹیپو سلطان مغفور کے سوا کسی کو فارسی خط نہیں لکھتا اور یہ موافق ان کے حکم کے ہے ——"

لالہ سری رام نے توفیق کے انتقال کے سلسلے میں لکھا ہے کہ "سنہ ۱۸۷۰ء کے قریب انتقال کیا"۔ لیکن یہ انھوں نے اندازاً لکھا ہے۔ غالب کے اس شاگرد کا انتقال ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء ٹالی گنج میں ہوا۔ توفیق کی آخری آرام گاہ میسور خاندان کا قبرستان نزد کالی گھاٹ ٹرام ڈپو (۱۱/۷۵) شیش مکھرجی روڈ) کلکتہ میں ہے لیکن اب اس شاہی قبرستان کی حالت نہایت خراب ہے اور یہاں چند لاوارثوں کے گھر وغیرہ بھی بن گئے ہیں۔ اردگرد علاقے کے بچوں کے لئے اب یہ قبرستان کھیل کود کا ایک میدان ہے۔ مختلف قبروں پر جو سنگ مرمر یا دیگر قیمتی پتھروں پر نام اور تاریخ وفات وغیرہ کندا تھے۔ ان سب لوح مزار کا اب کوئی نام و نشان باقی نہیں ہے لہٰذا کون سی قبر کس کی ہے کہنا آج ممکن نہیں ہے۔ شہزادہ بشیرالدین توفیق کے اولادوں سے ایک شہزادے کا نام امیرالدین تھا۔

لالہ سری رام مولف "خمخانہ جاوید" کیوں توفیق کا نمونہ کلام اپنے تذکرہ میں پیش نہ کر سکے اس کا بیان اوپر درج کیا گیا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ باوجود دیگر مختلف تذکروں کی چھان بین کرنے اور مقامی طور پر ہر کتب خانے کی خاک چھاننے کے بعد بھی اب تک مجھے توفیق کا کوئی اردو کلام نہیں ملا۔

کلکتہ کی کئی نامور طوائفیں مثلاً بی سیرہ بیدن متخلص بہ برکی، بی نور و زجان متخلص بہ حور، بی رشید جان خورشید، بگن جان زیب، بی سمولا جان شوخ، بی شیریں

رہے ان پر دولت نچھاور کرتے رہے اور ان کے لئے آہیں بھرتے رہے —— یعنی بے شمار نوابوں اور رئیسوں کی طرح ان شہزادوں کا حال بھی یہی تھا۔

سلطان ــــ صاحبزادہ اعظم الدین

صاحبزادہ اعظم الدین، نواسہ ٹیپو سلطان، عبدالغفور نساخ نے "سخن الشعراء" میں لکھا ہے کہ سلطان کا فارسی دیوان ان کی نظر سے گزرا ہے اور یہ کہ سلطان ان کے دوستوں میں ہیں مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی لکھا ہے کہ سلطان کا فارسی دیوان کلکتہ میں چھپ چکا ہے جو غلط ہے کیونکہ بشیر الدین متخلص بہ توفیق، ٹیپو سلطان کے بیٹے شکراللہ سلطان کے فرزند تھے۔ مولانا آزاد نے سلطان کو مولوی عبدالرحیم گورکھپوری متخلص بہ تمنا کا شاگرد بتایا ہے۔ نساخ نے بھی اپنی سوانح عمری میں اس کا ذکر کیا ہے کہ شہزادہ اعظم الدین سلطان عبدالرحیم گورکھپوری کے شاگرد ہوئے تھے۔ یہ وہی عبدالرحیم گورکھپوری ہیں جن کو نساخ نے "گورکھپور کا جولابازادہ" اور "دہریہ" لکھا ہے لیکن ساتھ ہی یہ لکھا ہے کہ وہ "خصوصاً زبان پارسی کو خوب اچھی طرح جانتا تھا اور اس کے علم کا شہرہ تھا۔"

نساخ نے تذکرہ "سخن الشعراء" میں اردو نمونہ کلام کے طور پر سلطان اعظم الدین کا صرف حسب ذیل شعر پیش کیا ہے۔

داغوں سے غم کے رشک چمن ہے فضائے دل
ہے جائے سیر یہ چمن دلکشائے دل ■■

بہرحال مختصر یہ کہ اس دور سے ٹالی گنج میں شعر و شاعری کی جو شمع روشن ہوئی، وہ زمانے کے ساتھ ساتھ ضرورت کے مطابق تبدیلیوں کو قبول کرتی ہوئی اپنا تاریخی اور سماجی رول نبھاتی رہی ہے۔ ٹالی گنج کے شہزادے پہلے پہل تو اپنے دولت کدوں پر ہی مخصوص مشاعرے منعقد کرتے رہے ہیں لیکن جب مشاعرے "عوامی" ہوگئے اور سیکڑوں کی تعداد میں عام لوگ مشاعرہ سننے آنے لگے تو یہاں بھی اسٹیج سجا کر بڑے بڑے پنڈالوں میں مشاعرے ہونے لگے۔ یہ مشاعرے بڑے کامیاب ہوتے تھے ایسے مشاعروں میں نہ صرف بنگال بلکہ بنگال سے باہر کے نامی گرامی شعراء بھی شریک ہوتے ٹالی گنج کے ایسے ہی ایک مشاعرے کا ذکر ہم نقاد کی کہانی شاد کی زبانی" میں پاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ــــ

"ــــ اتفاقاً اسی شام ٹالی گنج میں مشاعرہ تھا بعض دوستوں کو جب معلوم ہوا تو آپ پر بے حد اصرار کیا کہ مشاعرہ میں چلئے۔ آپ نے عذر بھی کئے کہ میرے ساتھ میرا کلام نہیں ہے مگر وہ احباب گاڑی لے آئے اور بغیر جائے چارہ نہ ہوا۔ چلتے چلتے طرح میں ۱۶،۱۵ اشعر نظم کر لئے اور رستہ میں ایک قطعہ بھی کہہ کر پنسل سے لکھ لیا۔ وہاں مشاعرہ ہو رہا تھا جو لوگ روشناس تھے وہ سامنے نہ تھے۔ احباب جو لے گئے تھے وہ بھی کسی انتظام کی غرض سے اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔ سید صاحب اپنی جگہ جا کر بیٹھے کر دو ہی آدمیوں کے بعد ان کی باری آئی لوگ پہچان بھی نہ سکے آپ نے وہی قطعہ پڑھنا شروع کیا۔ چند شعروں کے بعد ارکین مشاعرہ اور شاہزادوں نے پہچانا اور فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور بڑی عزت اور تپاک سے اٹھا کر صدر میں لے گئے اور اصرار کیا کہ آپ کے پڑھنے کا یہ وقت نہیں ہے سب سے آخر میں پڑھنا ہوگا ــــ" اس مشاعرے میں شاد عظیم آبادی ــــ نے

حیدر ــــ آغا سلطان وحیدالدین

نام آغا سلطان وحیدالدین اور تخلص حیدر آپ کا تعلق بھی ٹالی گنج کے ٹیپو سلطان گھرانے سے رہا ہے جو ٹالی گنج سے نکل کر معلوم کب اور کیوں صوبہ بہار کے آرا میں جا بسے تھے۔ حیدر کے سلسلے میں جناب عارف ماہری آروی مصنف "آرا، ایک شہر سخن" لکھتے ہیں:

"آغا سلطان وحیدالدین حیدر کے والد آغا سلطان تفضل حسین ابن آغا سلطان وجیہہ الدین حیدر ولد آغا سلطان اسمعیل علی بن آغا سلطان فتح حیدر ابن ٹیپو سلطان تھے۔ آپ کی ولادت یکم جولائی ۱۸۹۴ء کو ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں آرا ضلع اسکول سے میٹرک کیا۔ ۱۹۲۲ء میں عارضی سب رجسٹرار مقرر ہوئے۔ پورنیہ، دمکا، موتی ہاری، دربھنگا، چھپرہ، مظفر پور ہوتے ہوئے ۱۹۴۴ء میں پٹنہ تبادلہ ہوا، اور ۱۹۴۷ء میں پٹنہ سے آرا آگئے۔ آرا میں یکم جولائی ۱۹۵۰ء تک ڈسٹرکٹ سب رجسٹرار کے عہدہ پر فائز رہے۔ دوران ملازمت آرا جین اسکول کے شمالی والی گلی جسے گوالہ محلہ کہتے ہیں اسی محلہ میں کرایہ کے مکان میں رہے۔ ریٹائر ہو کر چودھرانہ میں چودھری عمر صاحب کے مکان میں رہے ۱۹۷۴ء میں مکھیا ٹولی میں سید صابر حسین صابر آروی کے آبائی مکان کے نزدیک شیعہ امام باڑہ کے سامنے والے مکان میں منتقل ہو گئے اور وہیں ۱۹۷۶ء میں وفات پائی (یعنی آپ نے ۸۲ برس کی طویل عمر پائی ــــ راقم الحروف) آپکے بھائی آغا وصی حیدر صاحب تھے۔ حافظہ غضب کا تھا۔ آرا کے بیشمار شعراء کا کلام ازبر تھا۔ سخن فہم و سخن سنج تھے۔ حضرت بدر آروی سے مشورۂ سخن کرتے تھے۔ آپکے معاصرین اور دوستوں میں سید خادم حسین صاحب خادم آروی، چودھری محفوظ عالم اور ہمارے والد بزرگوار تھے ــــ" ■■

جو قطعہ سامعین کی خدمت میں پیش کیا تھا وہ حسب ذیل ہے۔

ے

اے دوست آج کوئی نہیں جانتا مجھے
یعنی کہ بے وقار ہوں یا باوقار ہوں
نو دولتوں میں ہوں نہ رذیلوں میں ہے شمار
میں یادگار دودۂ عالی تبار ہوں
سادات بارہہ کے غلاموں میں ہے شمار
وہ کارواں عدم کو گیا، میں غبار ہوں
دیکھو ہو چشم غور تو عبرت کا ہے محل
یعنی کبھی وزیر کبھی شہر یار ہوں
ظاہر میں چار ہوتے ہیں انساں کے سلسلے
ہر سلسلہ میں جوہر گوہر فشار ہوں
اک خشک پھول ہوں کسی پوشیدہ شاخ کا
سوکھے ہوئے کسی چمنوں کی بہار ہوں
دو سو برس سے مسکن اجداد ہند ہے
مشہور شہر کشور و ملک فدیار ہوں
گزرے ہیں تیس سال کہ ہوں شاعری میں غرق
مصروف فکر و نظم میں لیل و نہار ہوں
خامہ نے حل کئے ہیں مسائل جو نظم کے
میں مذہب سخن کا شریعت مدار ہوں
گر کبر ہو مجھے تو جہنم نصیب ہو
یارب تو ہے گواہ کہ میں خاکسار ہوں
با ایں ہمہ نسب جو قلم نے رقم کیا
میں اپنے خاندان کا خود ننگ عار ہوں
مجھ میں کوئی کمال نہ خوبی نہ علم و فضل
ہستی سے اپنے منفعل و شرمسار ہوں
نسبت تو ہے گلوں سے مجھے پر ہزار حیف
میں بدنصیب باغ دو عالم میں خوار ہوں
پیدا ہوا ہوں خاک سے جانا ہے خاک میں
کس طرح پھر نہ میں ہمہ تن خاکسار ہوں
مجھ سے ہزاروں خاک کے پردے میں جا چھپے
ان کاملوں کا میں فقط آئینہ دار ہوں
بیکس مسافرت میں ہوئے تھے وہ باکمال
میں ہوں وطن میں اس پہ غریب الدیار ہوں

تقسیم ہند (یعنی ۱۹۴۷ء) سے قبل تک ٹالی گنج میں بہت سے شعراء رہے ہیں لیکن تقسیم ہند کے نتیجہ میں کئی لوگ پاکستان (مشرقی یا مغربی) چلے گئے اور پھر تقسیم ہند کے فوراً بعد جو فسادات ہوئے اس سے بھی یہاں کی مسلم آبادی کا ایک بڑا حصہ اس علاقے کو چھوڑ کر مرکزی کلکتہ یا مٹیابرج کے ان علاقوں میں جا کر بس گیا جہاں اب بھی مسلمانوں کی یا تو اکثریت ہے یا بھاری بھرکم آبادی ہے۔ اس طرح ہوتے ہوتے آج ٹالی گنج کا علاقہ جیسا کہ میں نے ابتدا ہی میں کہا ہے ادبی طور پر ویران ہو گیا ہے لہٰذا بہت حد تک یہ تذکرہ شعرا ٹالی گنج کے اس پُر رونق ماضی کی محض ایک یادگار ہے۔ (ماخوذ از پیش لفظ مصنف تذکرۂ ٹالی گنج کے شعراء ۱۹۹۲ء) ■■

عالمؔ ——— محمد شاہ عالم

محمد شاہ عالم کا تعلق شاہی گھرانے سے تھا۔ عبدالغفور خاں نسّاخ مصنف "سخن شعراء" نے صرف اتنا ہی لکھا ہے ——

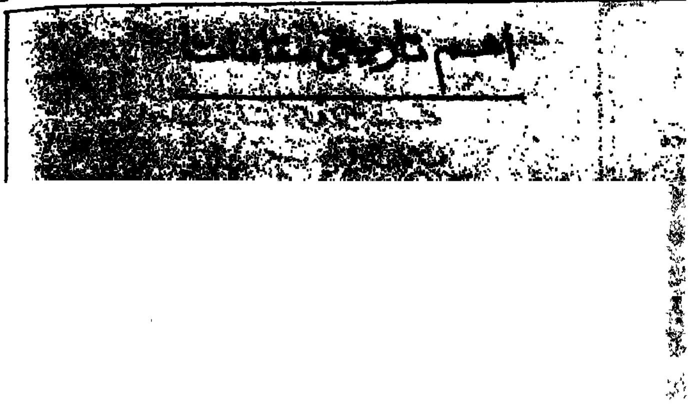
"عالم تخلص، صاحبزادہ محمد شاہ عالم خلف شاہزادہ غلام محمد ابن ٹیپو سلطان، باشندہ ٹالی گنج متعلق کلکتہ۔ شاگرد مولوی نجم الدین حسین نادرؔ ——"

نمونۂ کلام : یار کے گویا دہان تنگ میں دندان ہے یہ
غنچۂ گل میں مسلسل دانۂ شبنم نہیں

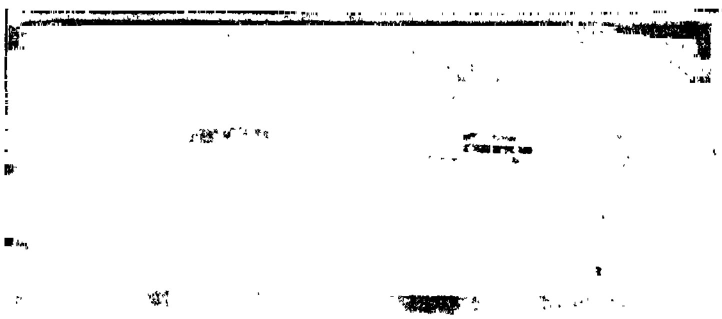
• کیا عجب گلریز آتش بار شاخ گل کی طرح
ہاتھ میں تیرے جو لے رشک بہاراں سبز ہو ■

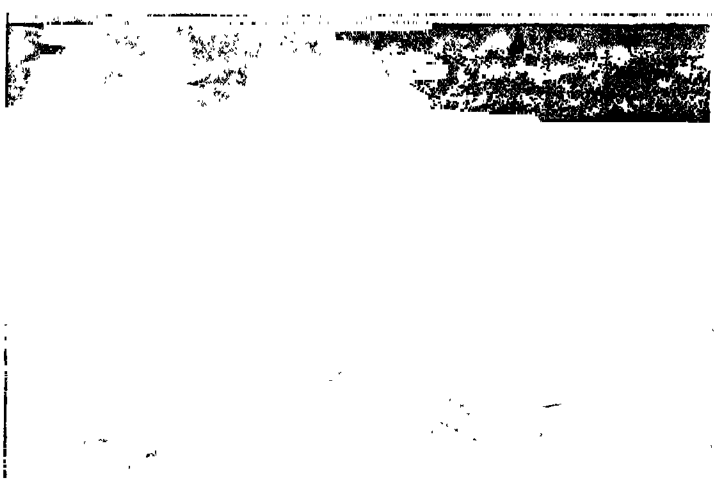
کاظمؔ ——— محمد کاظم شاہ

پورا نام پرنس محمد کاظم شاہ ٹالی گنج میسوریہ گھرانے کے فرد تھے اور آپ کا دولت کدہ پرنس رحیم الدین لین ٹالی گنج پر تھا۔ آپکی دو تصنیف کا علم ہوا لیکن افسوس کہ باوجود تلاش کے اب تک یہ تصانیف کسی بھی کتب خانے میں نہیں ملی ہیں۔ ان دونوں تصانیف میں پہلی "دیوان کاظم معروف بہ خزینۂ نعت" ہے جسے خود مصنف نے نمبر ۱۳۲ الیسن روڈ کلکتہ میں چھپوا کر ٹالی گنج سے ۱۵ ستمبر ۱۹۰۹ء شائع کیا تھا۔ دوسری تصنیف کا نام "قوالی کاظم" ہے جو سعیدیا پریس نمبر ۹۴ کلنگا بازار کلکتہ میں چھپی تھی اور جسے مصنف نے پرنس رحیم الدین لین ٹالی گنج یعنی اپنے دولت کدہ سے ہی ۲۷ جنوری ۱۹۱۰ء کو دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا تھا۔ ان دونوں تصانیف کے نہ ملنے سے کاظم کا نمونۂ کلام پیش نہیں کر سکا۔ ■■



اہم تاریخی مقامات





۱۔ مسجد اقصیٰ سے متصل گنبد اعلیٰ، سرنگا پٹنم۔

۲۔ سرنگا پٹنم کی وہ جگہ جہاں ٹیپو سلطان کی لاش ملی تھی۔

۳۔ گنبد اعلیٰ میں ٹیپو سلطان، ان کے والد اور والدہ کے مزارات۔

۴۔ ٹیپو سلطان کا "سمر پیلیس" سرنگا پٹنم

۵۔ سرنگا پٹنم کا ناقابل تسخیر قلعہ جہاں سلطان کا آخری قیام تھا۔





ٹیپو سلطان اور ان کے خانوادے کی فارسی خدمات

محمد منصور عالم

آں شہیدانِ محبت را امام　　آبروئے ہند و چین و روم و شام
نام از خورشید و مہ تابندہ تر　　خاکِ قبرش از من و تو زندہ تر!!
———(اقبال[7])—

مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان پر تقریباً ساڑھے چھ سو سال (۱۲۰۶ء — ۱۸۵۷ء) تک نہایت کرّ و فر و شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی اس وطن کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھا۔ اسے دلہن کی طرح سجایا۔ تہذیب و تمدن اور علم و ہنر سے آراستہ و پیراستہ کر کے دنیا کے نقشے پر ایک عظیم ملک کی حیثیت عطا کی۔ اکبر، سراج اور ٹیپو جیسے بادشاہوں اور سلطانوں نے اس ملک کو جو عزّ و شرف اور وقار بخشا وہ دنیا کی تاریخ میں آج تک جلی حرفوں سے لکھا جاتا ہے۔ ان حکمرانوں نے اس سرزمین پر علم و دانش و شعر و سخن کے وہ گل بوٹے کھلائے جن کی خوشبو آج بھی فضاؤں کو معطر کر رہی ہے۔ مسلمان شہنشاہوں اور سلطانوں کی سرپرستی میں یہاں جو علمی و ادبی اور ثقافتی کارنامے منظر عام پر آئے۔ وہ ہندوستان کی تاریخ و تمدن کا روشن باب قرار پائے۔ ان سلاطین میں میسور کے حکمراں نواب حیدر علی خاں اور ان کے صاحبزادے ٹیپو سلطان کی شخصیتیں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حالات، واقعات اور کارناموں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ لیکن وہ جس قدر مفصل ہیں اسی قدر تشنہ اور نامکمل بھی ہیں۔ تمام کے تمام اس عہد کے صرف جنگی معاملات اور غزوات پر مشتمل ہیں۔ نہ ان کے اخلاق و عادات پر صحیح طور سے روشنی ڈالی گئی ہے اور نہ ہی ان کی علمی و ادبی خدمات کا کھل کر اعتراف کیا گیا ہے۔ اگر کسی تذکرہ نگار یا مورخ نے اس جانب کچھ توجہ بھی کی ہے تو صرف چند سطور پر ہی اکتفا کیا ہے۔

یوں تو تاریخ کے صفحات شہیدوں اور ملک کے جانباز سپاہیوں کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں لیکن ٹیپو سلطان جیسے محبِ وطن، مجاہد آزادی اور جانباز سپاہی ہندوستان کے حصے میں بہت کم آئے ہیں۔ ٹیپو شہید اپنے عہد کے ایک جلیل القدر، روشن خیال، بلند پایہ ناظم، معاملہ فہم، دور اندیش اور سیکولر انسان تھے۔ انھوں نے اپنی خداداد ذہانت، بے مثال شجاعت اور اعلیٰ صلاحیت کی بدولت انگریزی افواج کے دانت کھٹے کر دیئے اور اپنے وطن عزیز کی مقدس سرزمین کو انگریزوں کے ناپاک اور منحوس قدم سے پاک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ دشمنوں کے سامنے سرنگوں ہونے کے بجائے اپنا سر کٹا دینے میں اپنی اور اپنے ملک کی شان سمجھی۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ٹیپو شہید کو آبروئے ہند سمجھا، کہا اور لکھا جاتا ہے۔

ٹیپو سلطان کی ساری زندگی جنگی مہمات میں گزری۔ میدان جنگ میں اپنے کمال کا مظاہرہ کرنے والے سلطان نہ صرف سیاست میں یکتائے روزگار تھے بلکہ سرچشمۂ علم و دانش بھی تھے جس طرح ان کی سلطنت وسعت و استحکام کے لحاظ سے ممتاز تھی اسی طرح اہل علم کی کثرت کے اعتبار سے منور بھی۔ ٹیپو کی علمی و ادبی سرپرستی نے فارسی زبان و ادب کی [illegible] ترقی، شاعروں، ادیبوں اور عالموں کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کی۔ سلطان [illegible] سے گہری انسیت اور دلچسپی کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی تخت نشینی کے وقت سابقہ، فیروز اور دوسرے کئی شعراء نے ان کی شان میں فارسی میں قصیدے لکھ کر پیش کئے تھے۔[2]

نواب حیدر علی نہ صرف ایک بیدار مغز اور روشن خیال فرماں روا تھے بلکہ علم و ہنر کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے۔ انہوں نے اپنے لختِ جگر ٹیپو کی تعلیم و تربیت کے لئے اس دور کے ممتاز عالموں اور قابل استادوں کی خدمات حاصل کیں۔[3] استادوں کے نام تو معلوم نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ حیدر علی نے علم و ادب کی ہر شاخ اور دانش و ہنر کے ہر شعبے کے استادان کامل دماہر بیٹے (ٹیپو) کی تعلیم کے لئے بلائے تھے اور ٹیپو نے کمسنی ہی میں علوم متداولہ حاصل کر لیا تھا۔[4] شہزادے کی تعلیم کا آغاز اس وقت ہوا جب وہ محض پانچ سال کے تھے۔ اگرچہ انھیں حصول تعلیم کے لئے زیادہ وقت نہیں مل سکا لیکن اپنی خداداد

عقل و ذہانت کی بدولت وہ عربی و فارسی اچھی استعداد پیدا کر چکے تھے حملات حیدری کے مصنف کے قول کے مطابق ٹیپو نے انگریزی اور فرانسیسی زبانیں نہ صرف سیکھ لیں بلکہ ان میں مہارت اور دلچسپی بھی پیدا کرلی۔ کنڑ جو میسور کی عوامی زبان تھی، سلطان کو خوب آتی تھی۔ یہاں تک کہ اردو جو اس وقت اپنی نشو و نما کے مراحل طے کر رہی تھی، سلطان اس سے بھی خوب واقف تھے۔ فارسی کے ساتھ اردو بھی سلطنت خداداد کے قومی ترانے کا جز بن چکی تھی اور بڑی تیزی کے ساتھ فوجیوں اور عوام الناس میں مقبول و محبوب ہو رہی تھی۔ اردو میں جو ترانہ فوج جنگ کے وقت گایا کرتے تھے ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

جنگ کا ترانہ:- برقِ جاں، کوہِ گراں

وصفِ حسن خلق گر تیرا لکھوں اے شہریار

بے گماں ہر بیت ہوئے مطلع صبح بہار

برقِ جاں، کوہ گراں، پیکِ اجل، دستِ قضا

تیغ و گرز و تیر و خنجر کے ترے ہیں نام چار

ٹیپو کو فارسی علوم و ادبیات سے حد درجہ دلچسپی تھی۔ انھیں شہروں کے اسلامی نام بہت پسند تھے۔ جس کا اندازہ اس بات سے چلتا ہے کہ انھوں نے اپنی سلطنت کے شہروں کے قدیم نام بدل کر نئے نام رکھے جو خالص فارسی کے تھے۔ مثلاً منگلور (جمال آباد)، میسور (نظر آباد)، کشن گری (فلک اعظم)، سری رنگا پٹم (یوسف آباد)، منگل واک (مظفر آباد)، بنگلور (دار السرور) اور سرا (رستم آباد)۔ اس کے علاوہ وہ شعر و ادب کے صرف قدردان ہی نہ تھے بلکہ سخن گستر اور سخن شناس بھی تھے۔ ان کی فیاضی اور سرپرستی کا ایسا اثر تھا کہ اس زمانے میں علوم و فنون نے بہت ترقی کی۔ نظم و نثر میں مختلف موضوعات پر ایسی ایسی کتابیں عالم وجود میں آئیں جو ہمارے لیے علم کا معدن ہیں اور ہمارے کتب خانوں کی زینت ہیں۔ سلطان بلا شبہ ایک ماہر جرنیل اور منجھے ہوئے سیاستداں تھے، لیکن ان کا سینہ علم کی روشنی سے بھی منور تھا۔ ملکی امور کی انجام دہی کے ساتھ وہ علم و ادب کی خدمت کے لیے وقت نکال لیا کرتے تھے۔ وہ مطالعے کے بے حد شوقین ہی نہیں بلکہ جنون کی حد تک کتابوں کے رسیا تھے۔ ان کی علم نوازی و ہنر پروری کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے جامع الامور کے نام سے سری رنگا پٹم میں ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جس میں دینی علوم کے

علاوہ بنیادی فنون نافعہ کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔ اپنے لکھنے پڑھنے کے ذوق کی تسکین کے لئے سلطان نے ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا تھا۔ "جس میں کم و بیش دو ہزار قلمی نسخے موجود تھے جو ملک کے مختلف حصوں سے حاصل کئے گئے تھے۔ ان نسخوں میں عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں کی کتابیں شامل تھیں ان میں سے بیشتر عمدہ خط میں تھیں لیکن بعض کی حالت اچھی نہ تھی۔" ۵ اسٹوریٹ لکھتا ہے کہ دار المطالعہ میں تقریباً ۴۵ کتابیں ایسی تھیں جو سلطان کی ہدایت پر لکھی گئیں یا ان کی سرپرستی میں تصنیف ہوئیں۔ یہ کتب خانہ کوئی معمولی کتب خانہ نہیں تھا۔ بلکہ کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ تھا جس کی نظیر اس وقت کہیں دوسری جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ سلطان کی شہادت کے بعد ہر وہ چیز جو شاہی گھرانے سے تعلق رکھتی تھی، بکھر گئی۔ جو کتابیں لوٹ کھسوٹ سے بچ رہی تھیں ان کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ کم نہ تھی۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ٹیپو کی حیات میں اس دار المطالعہ میں کتنی کتابیں رہی ہوں گی۔ جو کتابیں ٹیپو کی ایما پر لکھی گئیں ان میں سے چند کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔

سب سے پہلے تو خود ٹیپو سلطان سے منسوب ایک کتاب "تاریخ خداداری" کا پتہ چلتا ہے جو سلطان کی مختصر سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ سلطان نے اسے نظام اور مرہٹوں سے اپنے جنگ کے دوران لکھی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان التواریخ مصنفہ میر منشی زین العابدین شوستری (متوفی ۱۷۹۹ء) ہے جو ٹیپو کے بیان کردہ واقعات پر مبنی ہے۔ موئید المجاہدین کو بھی شوستری نے ٹیپو سلطان کی ہدایت پر ۱۷۸۶ء میں لکھا۔ یہ کتاب خطبات جمعہ اور بیانات و تشریحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے ۱۰۴ بیانات شامل کئے ہیں۔

فتح المجاہدین عسکریہ ۱۱۹۰ھ سلطان شہید کی ہدایت پر تصنیف ہوئی۔ مصنف کا نام زین العابدین ہے۔ کتاب کے آخر میں ٹیپو سلطان خلد آشیاں کا دستخط بخط طغرا بطرز خاص ثبت ہے۔ اور اس کے نیچے صحیح نمودہ شد تحریر ہے۔ کتاب کی تمام عبارت شکستہ خط میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کے مطالعے سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ اس دور میں فنون جنگ سے آگاہی ضروری تھی۔ یہ کتاب فوجیوں کے زیر مطالعہ رہا کرتی تھی۔ ان کتابوں کے علاوہ کنڑ زبان کی ایک مشہور

کتاب کو ۱۷۹۸ء میں ٹیپو کی ہدایت پر فارسی کا جامہ پہنایا گیا۔ یہ کتاب "نسب نامۂ راجاہائے میسور" کے نام سے مشہور ہے اور تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ احکام النساء، خلاصۂ سلطانی، زاد المجاہدین، رسالہ در فوائد نکاح، "صحیفہ العرائس (مصنفہ محمد شریف)، قانون در علم طب (انگریزی سے فارسی)، مفردات علم طب، در بیانِ امراضِ پیچش (انگریزی سے فارسی)، تحفۂ محمدی (مصنفہ مرزا نصیر افشار ترکی ملی ۱۷۹۹ء)، نسخۂ جرّاحی، بحر المنافع، زبرجد (مصنفہ زین العابدین) وہ کتابیں ہیں جو سلطان کی ذاتی نگرانی اور ان کی خواہش پر عالم تحریر میں آئیں۔ ایک چھاپہ خانے کا قیام اور اردو اخبار کی اشاعت بھی ٹیپو کے نام سے منسوب ہیں۔ ایک کتاب مفرح القلوب کا بھی پتہ چلتا ہے جیسے ٹیپو کے ایک درباری شاعر میر حسن نے لکھا تھا۔ اس کتاب کا موضوع موسیقی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ سلطان کو موسیقی سے بھی شغف تھا۔

کتابوں کی مذکورہ فہرست اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ سلطان ٹیپو کو مختلف علوم و فنون سے نہ صرف گہری دلچسپی تھی بلکہ وہ ان کی ترقی و توسیع بھی چاہتے تھے۔ خود اچھا لکھتے تھے اس لئے اچھی تحریر بھی پسند کرتے تھے۔ کرنل پیٹرک سلطان کی تحریر کے متعلق اپنی کتاب کے دیباچے میں لکھتا ہے:

"سلطان کی تحریر دوسری تحریروں سے بالکل متمیز تھی۔ اس قدر مختصر اور پُر معنی ہوتی تھی کہ ایک ایک لفظ سے کئی معنی نکلتے تھے۔ تحریر کا خاص وصف یہ تھا کہ وہ ایک ہی نظر میں پہچانی جاتی تھی کہ یہ سلطان کے قلم سے نکلی ہے۔"

سلطان کی تحریری صلاحیت سے متعلق آر۔ ایچ۔ کیمبل لکھتا ہے:

"سلطان نہایت آسانی سے نظم و نثر لکھتا تھا۔ اور اس کے مضمون میں ایک خاص شان پائی جاتی تھی۔ کتاب تحفۃ المجاہدین اور دوسرے کتب جیسے وقائع منازل احکام نامہ وغیرہ سلطان کی خاص نگرانی میں لکھے گئے۔ ان کتابوں میں بہت سے مضامین اور اشعار سلطان کی تصنیف ہیں۔"

سلطان اپنے ہر فرمان اور دوسری تحریروں پر جو منشیوں کے ہاتھوں لکھی ہوئی تھیں، اپنی مہر لگاتے ہوئے آغازِ عبارت پر اپنے قلم سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے تھے اور اختتامِ عبارت پر اپنے دستخط ثبت کر دیتے تھے تاکہ اس میں اور کوئی لفظ بڑھایا نہ جا سکے۔

غرض یہ کہ ٹیپو سلطان کا ادبی و علمی ذوق نکھرا ہوا تھا۔ وہ شاعروں، فنکاروں اور صناعوں کے قدردان تھے اور اس باب میں ان کے گھرانے پر "سمہر خانہ آفتاب" کی مثل صادق آتی ہے جس طرح انھوں نے بذاتِ خود ایک دبستان بنکر زبان و ادب اور علم و دانش کی خدمات انجام دیں اور پھر ان کے صاحبزادوں، نواسوں، پوتوں اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد نے جس طرح چراغ سے چراغ جلا کے رکھا اور فیضانِ ٹیپو سے دنیائے علم و ادب فیضیاب ہوئی، یہ ہماری تاریخ و تہذیب کا ایک روشن باب ہے۔

ٹیپو سلطان کی شہادت ۴ مئی ۱۷۹۹ء کے بعد ان کی سلطنت خداداد انگریزوں، نظام اور میسور کے قدیم شاہی گھرانوں میں تقسیم کر دی گئی۔ سلطان کے ۱۲ صاحبزادوں اور ایک ایک صاحبزادی کے لئے ۲ لاکھ ۴۲ ہزار پگوڈا (تقریباً ۷ لاکھ روپئے) سالانہ پنشن مقرر ہوئی۔ اہل خانوادہ اور شاہی خاندان کے دیگر افراد کو انگریزوں نے ویلور کے قلعے میں محصور کر دیا۔ لیکن ۱۸۰۶ء میں ٹیپو کے چند وفادار سپاہیوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور ٹیپو کے بیٹے سلطان شکر اللہ کو اپنا رہنما تسلیم کر لیا اس لئے کہ بھائیوں میں سب سے زیادہ لائق و فائق یہی تھے جب انگریزوں کو اس بغاوت کی خبر ملی تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ فوراً ارکاٹ سے انگریزی فوج میسور پہنچ گئی اور بغاوت کچل دی گئی۔ انگریز دوراندیش تھے۔ اس بغاوت کے بعد آنے والے خطروں کو بھانپ لیا اور یہ اچھی طرح سمجھ لیا کہ عوام ابھی بھی ٹیپو کے فرماں بردار اور ان کے وارثین کو ہی سلطنتِ خداداد کا حقدار سمجھتے ہیں۔ اس خطرے کے پیش نظر لارڈ منٹو کے حکم سے ٹیپو کے تمام افراد خانوادہ کے ساتھ دیگر رشتہ داروں کو کلکتہ لایا گیا جہاں ٹالی گنج کے مقام پر انھیں آباد کیا گیا ہے۔

ٹیپو سلطان کا خاندان جب اپنے خویش و اقارب کے ساتھ ٹالی گنج میں آباد ہوا تو اس وقت کا کلکتہ عالموں، دانشوروں، شعراء و ادباء کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ٹالی گنج اس وقت غیر آباد بلکہ جنگل تھا بعد میں یہی جنگل آباد ہونے کے بعد مرکز شعر و ادب بنا۔ مٹیا برج پہلے سے ہی شعر و سخن و علم و

ہنر کا مرکز بنا ہوا تھا۔ جب شہزادگان ٹیپو ٹالی گنج میں آباد ہوئے تو شہزادگان اودھ و میسور میں یقینی طور پر تال میل پیدا ہوا اور انیسویں صدی میں دونوں کے اشتراک سے علم و ادب کی وہ شمعیں روشن ہوئیں جن کی روشنی سے فکر و فن کی دنیا آج بھی منور ہے۔ شہزادگان میسور کے ٹالی گنج میں آجانے کی وجہ سے ہر روز شعر و ادب کی محفلیں منعقد ہوتیں۔ فارسی اپنے بھرپور شباب پر تھی ہی، اردو بھی اپنے جوہر کا کمال دکھا رہی تھی اور کیوں نہ ہو جب عبدالغفور نساخ (۱۸۸۹-۱۸۳۳ء)[8]، عبدالرؤف وحید (۱۸۹۱-۱۸۲۸ء)[9]، فیض علی عاصی (متوفی ۱۸۶۴ء)[10]، سید محمود آزاد (۱۹۰۷-۱۸۴۲ء)[11]، اسدالزماں خان گوہر (۱۹۱۱-۱۸۷۲ء)[12]، ایور بوکشن بہادر کنور (۱۸۶۷-۱۸۱۵ء)[13]، عبیداللہ سہروردی (۱۸۸۵-۱۸۳۴ء)[14]، سید فتح علی دلیس (۱۸۸۶-۱۸۲۵ء)[15]، عبدالعلی دوری (۱۹۱۴-۱۸۴۵ء)[16]، و حیداللہ ساقی ضیغم (متوفی ۱۸۴۳ء)[17][18]، محمد اسماعیل عنبر[19] اور نساخ کے بھتیجے حفیظ الدین احمد شہید[20] جیسے مشاہیر علم و ادب آسمانِ علم و ادب پر درخشندہ ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ ٹیپو کے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو ایک شاندار علمی و ادبی ماحول ملا اور مذکورہ ارباب فکر و فن کی صحبت میسر ہوئی۔ اس قسم کے ماحول میں ٹیپو گھرانے کے افراد نے اپنی اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا اور بہت جلد یہاں کی علمی و ادبی زندگی کا ایک جزلاینفک بن گئے۔ ان میں بیشتر کو اپنے زمانے میں شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور مرتبہ کمال بھی۔ افسوس کہ گردش زمانہ نے تمام نقوش دھندلا دیئے۔ یوں تو ٹیپو خاندان کا تقریباً ہر شخص علم و ادب اور شعر و شاعری کا دلدادہ تھا لیکن ہم یہاں صرف انہی شعرا و ادباء کا ذکر کریں گے جو کبھی کلکتہ کی ادبی زندگی کے روح رواں ہوا کرتے تھے اور فارسی و اردو کی ترقی میں ہمہ تن مصروف رہا کرتے تھے۔

سلطان ٹیپو کے صاحبزادوں میں سلطان شکراللہ کو بحیثیت شاعر کافی شہرت ملی۔ انھوں نے فنون لطیفہ اور علم و ہنر سے اپنی دلچسپی کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہیں ہر طرح فروغ و استحکام بھی بخشا۔ ٹیپو کی طرح سلطان شکراللہ بھی علم و دانش کے شیدائی تھے۔ زبان و ادب کا اعلیٰ ذوق و شوق پیدا کرنے کے لیے شکراللہ اپنے دولتکدے پر علم و ادب کی محفلیں سجانے لگے۔ اس طرح ان کا گھر شعراء و ادبا اور دانشوروں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ وہ خود ایک اچھے اور باذوق شاعر تھے اور اپنے والد کی طرح فارسی کی زبردست صلاحیت رکھتے تھے۔ انھوں نے شعرگوئی کے ذوق

کو سنوارنے اور بلند کرنے میں قابل تعریف خدمات انجام دی ہیں۔ وہ نہایت نکتہ سنج اور شعر فہم تھے۔ ان کی داد و تحسین سے شعراء کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی ذہانت اور فنی صلاحیت کے بل بوتے پر اپنے گرد شاگردوں کی ایک بھیڑ جمع کرلی تھی جو بلاناغہ ان کے یہاں حاضری دیا کرتے اور اپنے کلام پر اصلاح لیا کرتے تھے۔[21] خود سلطان محمد بشیرالدین توفیق اور ان کے بھائی سلطان اعظم الدین تخلص بہ سلطان اور عبدالرحیم تمنا گورکھپوری شہزادہ شکراللہ کے حلقہ تلامذہ میں شامل تھے۔

شہزادہ شکراللہ کی وفات (۲۴ رجادی الثانی ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۳۷ء) کے بعد خانوادۂ ٹیپو کا جو فرد علم و ادب کی دنیا میں ممتاز ہوا۔ وہ شہزادہ بشیرالدین توفیق تھے۔ ان کا شمار اپنے عہد کے جید عالموں اور قادر الکلام فارسی شعراء میں ہوتا تھا۔ بقول مالک رام " وہ عربی و فارسی دونوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے" ان کے فارسی اشعار کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں فارسی زبان پر کتنا عبور حاصل تھا۔ وہ کس روانی کے ساتھ فارسی میں اشعار کہتے تھے[22] اور ان کی تخلیقی صلاحیتیں کس قدر پختہ تھیں۔

مشہور شاعر نساخ ان کی فارسی دانی، علمی بصیرت اور ادب نوازی سے کافی متاثر تھے اور ان سے عقیدت و ارادت بھی رکھتے تھے۔ وہ اکثر و بیشتر توفیق کے دولتکدے پر منعقدہ مشاعروں اور ادبی محفلوں میں شرکت فرماتے تھے۔ انھوں نے اپنی خود نوشت میں بشیرالدین توفیق کی ایک مثنوی " نہالِ خیال" کا ذکر بھی کیا ہے۔ توفیق کی شاعری سے متعلق فرماتے ہیں:

" در ہجو سرائی ید طولیٰ دارد۔ سخنانش سادہ پر کار داشت و بعض از ان سہل ممتنع "[23]

نساخ کے قول کے مطابق توفیق ہجو نگاری میں کافی دست گاہ رکھتے تھے لیکن اپنی کتاب میں انہوں نے ان کی کوئی ہجو نقل نہیں کی اس لئے یہ علم نہ ہو سکا کہ توفیق نے کس کی ہجو لکھی ہے۔ نساخ کے علاوہ مشہور شاعر اور عالم مولانا عبیداللہ عبید (۱۸۸۵-۱۸۳۵ء) بھی ان کے مداحوں میں تھے۔ انھوں نے بھی اپنی خود نوشت "داستان عبرت بار" توفیق کی شعری اور فنی صلاحیتوں کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔ کہتے ہیں:

" بابندہ خیلی محبت داشتند بندہ ہر روز عصری خدمت ایشان می رفتم ومذاکرہ شعر و سخن داشتم۔ ایشان توفیق تخلص می کنند و تنہا در فن سخن سازی دری و تازی یگانہ عصر اند بلکہ در دانستن

حقائق محاورات و فارسی و نکات ادبیہ عربیا مثالی ندارند"[24]

اپنی اسی کتاب میں عبیدی نے توفیق کی دو غزلیں بھی نقل کی ہیں جب ۱۸۷۴ء میں عبیدی کو مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کا ایک اہم رکن نامزد کرکے ڈھاکہ بھیجا جا رہا تھا تو توفیق نے ان کی شان میں ایک عمدہ قصیدہ لکھا۔ اس قصیدے نے عبیدی کو اتنا متاثر کیا کہ انھوں نے اسے "داستان عبرت بار" میں شامل کر لیا۔

توفیق پیکر اخلاص و محبت تھے۔ خاندانی روایت کے مطابق علم دوستی، سخن فہمی اور نکتہ سنجی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ تذکروں میں جہاں ان کی شاعرانہ حیثیت بیان کی گئی ہے وہیں ان کے کردار و شخصیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ لالہ سری رام نے اپنی کتاب "خمخانۂ جاوید" میں جس کا ایک نام "تذکرۂ ہزار داستان بھی" ہے توفیق کے بارے میں اپنے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"خدا کے فضل و کرم سے توفیق اپنے والد ماجد کی مانند علم و فضل و اخلاق حمیدہ اور صفات برگزیدہ رکھتے اور نکتہ سنجی اور موزونی طبع میں فخر خاندان تھے۔ تاریخ خوب کہتے تھے۔ غالب کے دوستانہ تعلقات ان کے ساتھ مربوط تھے۔ نظم و نثر فارسی اور اردو دونوں میں دستگاہ حاصل تھی چنانچہ دیوان ہزبر کی تقریظ و تاریخ خوب کہی ہے"

مالک رام نے اردوئے معلیٰ کے حصہ اول اور دوم میں شائع شدہ غالب کے پانچ خطوط کی روشنی میں توفیق کو ان کا شاگرد بتایا ہے[25]۔ غالب نے ان خطوط میں اپنے شاگرد کے لئے "حضرت پیر و مرشد برحق سلامت" "تقصیر معاف" میں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی"۔ "بندہ پرور مہربان نامہ آیا، سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا" جیسے جملے استعمال کئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ غالب کو توفیق سے بڑی محبت تھی اور وہ اپنے اس شاگرد پر ناز کرتے تھے۔ غالب نے توفیق کے نام ایک خط میں وہ شعر یعنی

تم سلامت رہو ہزار برس　ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

جسے انھوں نے نواب رام پور کے لئے لکھا تھا، بھی تحریر کیا ہے۔ انھوں نے توفیق کے پاس اپنا نثری مجموعہ ارسال کیا تو اس کے ساتھ چند اشعار بھی تبرکاً بھیجے[26]۔ ملاحظہ ہو:

ای دل سنگین تو شیفتہ تمکین من
کین من آئین تست مہر تو آئین من

آہ کہ آئینہ ہا گل من بہر تو
داد کہ انگیختہ ام از دل تو کین من
تیرہ دل از غم شدہ بادہ کو روشن کجاست
صاف تراز شعر من پاک تراز دین من
کرد مرا تر دماغ نالۂ مسکین او
کز صنفش عاجز است خانۂ مسکین من
شعر چو شعرای او دیدم واز فرط شوق
بر رخ من شد روان اشک چو پروین من
کلک شکر ریز او کرد شو تم شناخت
شربتی از قند ساخت از پی تسکین من
وصف تو کو ہم بود خامۂ من تیشہ‌ای
سہل نبود و ہمی کوہ بہ تمکین من
شاید نکر ترا، ست حسن خداداد بس
در خور حسنش کجاست زیور تحسین من
غالب پایندہ باش توفیق آمین بگو
یارب مقبول باد دعوت و آمین من

صاحب نگارستان سخن نے توفیق کے چند اشعار نقل کئے ہیں جن سے فن شعر گوئی میں ان کی قابلیت اور مہارت و پختگی کا پتہ چلتا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں[27]

دل آزاد داری از ین خوشتر چہ می خواہی
درونی سادہ داری از ین خوشتر چہ می خواہی
لرزید سرشک و ریخت از جوشش دلم آری
سیماب چو شد جوشان می لرزد و می ریزد
می غلتد و می لرزد تا بر رخ او کامل
زین دیدہ در غلطان می لرزد و می ریزد
تا گوہر دندانش در خندہ نمایان شد
از دیدۂ من مرجان می لرزد و می ریزد[28]

توفیق کو زبان و بیان پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ خیال کی بلندی، زبان کی سلاست، روانی اور شوخی محاورے اور روزمرہ کا حسن ان کے کلام کی خوبیاں ہیں۔ یہ تمام خصوصیات انھیں مرزا غالب جیسے استاد کامل سے عطا

ہوئی تھیں۔

خانوادۂ ٹیپو کا یہ سپوت ایک مدت تک علم و فن کے خزانے لٹانے کے بعد ۱۸۸۵ء میں راہئ ملک عدم ہوا۔ ناسخ نے تاریخ وفات لکھی۔

رفت شہزادہ بشیر الدین از جہان
سوی خلد و داغِ ہجر خویش در دلہا سپرد
ز د رقم سالِ رحلتش کلک ناسخ حزین
وای! حیف و آہ! شہزادہ بشیر الدین مُرد[29]

دوسری تاریخ بھی کہی ہے

رونقِ فردوس توفیق[30] ـــ (۱۳۰۲ھ)

پیکرِ علم و دانش، حرکت و عمل کا اعلیٰ ترین نمونہ، ادبی اور تہذیبی زندگی کی متحرک علامت، فخر روزگار شہزادہ اعظم الدین متخلص بہ سلطانؔ ٹیپو گھرانے کے ایک ایسے فرد تھے جنہیں شعر و سخن کا ذوق ورثے میں ملا تھا۔ وہ نہ صرف فارسی زبان و ادب کے ایک جید عالم تھے، بلکہ اس زبان کے ایک قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے بھی تسلیم کئے جاتے تھے۔ عبیدیؔ نے، جو اعظم الدین کے مصاحبین میں سے تھے، ان کے صاحبِ دیوان ہونے کی تصدیق کی ہے۔ ناسخ نے اپنی خود نوشت میں اس شاعر بے مثال کی شخصیت اور فن پر اظہار خیال کرتے ہوئے اطلاع دی ہے کہ سلطانؔ صاحب فارسی دیوان تھے۔ مولانا آزاد نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اعظم الدین کا فارسی دیوان کلکتہ میں شائع ہو چکا ہے۔ ناسخ ان کی شاعری سے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"اخلاق کریمش خجستہ و ہمایون، کلام فصیح، صاف و شستہ و خوش مضمون"[31]

جبکہ نور الحسن نے یوں لکھا ہے:

"سخنش لطیف و کلامش نیکو"[32]

انیسویں صدی کے نصف آخر میں فارسی کا زور کم ہونے لگا تھا۔ ۱۸۳۷-۳۸ء کے ایک سرکاری حکم نامے نے فارسی کی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ اور اسکی جگہ اردو نے لے لی۔ انگریزی حکام اردو زبان کے پرستار نہیں تھے بلکہ یہ حکمراں طبقہ فارسی کو ختم کر دینا چاہتا تھا تاکہ مسلمانوں کے اقتدار کی یہ بچی کھچی نشانی ختم ہو جائے اور کہیں فارسی انھیں یاد نہ دلا دے کہ کبھی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ اسی سازش کے تحت

فارسی کا جنازہ نکالا گیا۔ لہٰذا رفتہ رفتہ اس کا اثر و نفوذ کم ہونے لگا۔ شعراء نے وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے فارسی کے ساتھ اردو میں بھی شاعری شروع کر دی اور دیکھتے دیکھتے اردو کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوا کہ فارسی جو ایک طویل مدت تک عوام کے دلوں پر راج کرتی رہی تھی یکسر ختم ہو گئی۔ ناسخ نے سلطان کے جو اشعار نقل کئے ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ فارسی میں شاعری ہو رہی تھی اور خوب ہو رہی تھی۔ سلطانؔ کے اشعار دیکھئے:

شد غلط راہ چہ سازم چہ کنم — گشت بیگاہ چہ سازم چہ کنم
آفتابم بہ لبِ بام آمد — نامد آن ماہ چہ سازم چہ کنم
راز گیتی زکہ پرسم کہ کسی — نیست آگاہ چہ سازم چہ کنم[33]

ایک دوسری غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

عشق آمد و آزمود ما را — غم بر سر غم فزود ما را
بگداخت دل حزین داز چشم — صد چشمۂ خون کشود ما را
آئینۂ دل چو گشت روشن — حق ز آئینہ رخ نمود ما را[34]

یہ بھی دیکھئے

مژہ بگشود یار دیدار مرا — بر سر خاک و خس کشید مرا
داشتم چشم مرہمی از دوست — چشم زخمی از آں رسید مرا
کرد از تیغ جور از سلطان — شاہد کافری شہید مرا[35]

نواب سید عبداللطیف کا شمار انیسویں صدی کے مشہور دانشوران، ماہرین تعلیم اور سماجی کارکنان میں ہوتا ہے۔ علم و دانش سے ان کی گہری دلچسپی اور انسیت کا ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے ۱۸۶۳ء میں محمڈن لٹریری سوسائٹی نام کی ایک انجمن تشکیل کی جس کے اراکین میں اس عہد کی مشہور ہستیاں شامل تھیں۔ ان میں مولانا عبید اللہ اور ناسخ کے علاوہ شہزادہ اعظم الدین بلاناغہ اس انجمن کے جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے اور اپنی نثری اور منظوم تخلیقات سے سامعین کو مسحور کیا کرتے تھے۔ انجمن ہذا کی درخواست پر شہزادہ اعظم الدین نے "عرض حالِ زبان فارسی" کے عنوان سے ایک عمدہ سی مثنوی پڑھی جو کافی پسند کی گئی اور بہت دنوں تک زیر بحث رہی۔[36]

شہزادہ اعظم الدین سلطانؔ کے بعد بھی خانوادۂ ٹیپو کا علمی و ادبی سفر جاری رہا۔ ان کی وفات کے بعد سلطان شہیدؒ کا ایک نواسہ رحیم الدین کلکتہ کے آسمان علم و ادب پر نمودار ہوئے اور دیکھتے دیکھتے شعر و ادب

کی دنیا پر چھا گئے۔ ان کی تعلیم و تربیت ایسے ماحول میں ہوئی جہاں شعر و شاعری رگ و پے میں سما جاتی ہے۔ اس دور کے مشاہیر علم و ادب کی ہم نشینی میں ہمہ وقت رہنے والے اس شاعر کو شاعری کے تمام رموز و نکات سے مکمل آگہی تھی۔ وہ بیک وقت ایک کہنہ مشق شاعر، صاحب طرز انشاء پرداز، فارسی زبان کے عالم اور صرف و نحو کے ماہر تھے۔ انھیں خصوصیات کی بنیاد پر وہ اپنے معاصرین اور رفقاء کے محبوب نظر تھے۔ چنانچہ ناسخ جیسے شاعر اور ادیب بھی ان کی شاعری اور شخصیت کے پرستار تھے۔ ناسخ لکھتے ہیں ؎

"رحیم فکر بلند و طبعی ارجمند دارد" [37]

شہزادہ رحیم الدین کی پرورش و پرداخت چونکہ مذہبی ماحول میں ہوئی تھی اس لئے وہ نعتیہ کلام پسند کرتے تھے اور نعت کہا کرتے تھے۔ ان کے کلام کا ایک بڑا حصہ نعتوں پر مشتمل ہے اور "ہفت بند" کے عنوان سے ۱۸۸۸ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

نعت کے دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

السلام ای پادشاہ و سرور دنیا و دین
السلام ای ذاتِ پاکِ نور العالمین
انچہ از تو گیرد عزت شد سلیماں را نصیب
ہمہ بہ فیض صورت تصغیر شماست

رحیم الدین کی علمی، ادبی اور سماجی حیثیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب انگریزی حکام نے ہگلی مدرسہ کے قیام کے لئے ایک کمیٹی تشکیل کی تو شہزادہ رحیم الدین کو اس کا ایک اہم رکن نامزد کیا۔ انہوں نے اس کمیٹی کے کئی جلسوں کی صدارت بھی کی۔ ان کی فیاضی اور علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ایک تقریب میں مسلم طلبہ کے لئے ایک ہزار روپیہ بطور ہدیہ پیش کیا۔ [38]

سلطان ٹیپو کے نواسوں میں شہزادہ محمد جلال الدین کی شخصیت مختلف خصوصیت کا مجموعہ تھی۔ وہ ایک پختہ اور قادر الکلام شاعر ہونے کے علاوہ صاحب طرز انشاء پرداز، نکتہ بین محقق، اعتدال پسند ناقد، فارسی کے علاوہ انگریزی زبان کے ماہر بھی تھے۔ ان کی محفلوں میں اصحاب علم و فن شریک ہو کر مختلف علمی، ادبی اور سماجی مسائل پر بحث کرتے تھے۔ شہزادہ ان مباحث میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے جس سے ان کی علمی بصیرت اور نقد و نظر کی صلاحیت

کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا عبیدی جب تعلیم و تربیت سے فارغ ہو کر کلکتہ آئے تو ملازمت کے لئے سیدھے شہزادہ جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شہزادہ موصوف نے انھیں اپنے مصاحبین میں شامل کر لیا۔ عبیدی ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ شہزادے کی سفارشوں سے عبیدی کو کئی جلیل القدر عہدے بھی نصیب ہوئے۔ انہوں نے جلال الدین کی فرمائش پر سنسکرت کے کچھ اشعار کو فارسی کا جامہ عطا کیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ شہزادہ جیسے بہترین شاعر و ادیب کی تخلیقات استبداد زمانے کا شکار ہو کر تلف ہو گئیں اور باوجود سعی پیہم کے راقم الحروف کے ہاتھ کچھ نہ لگ سکا۔

مختلف تذکروں اور تاریخ ادبیات کو کھنگھالنے کے بعد شہزادہ جلال الدین کے ٹیپو خاندان کا دوسرا کوئی بلند قامت شخص نظر نہیں آتا جس نے سلطان شہیدؒ کی روایات کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہو۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس خاندان نے علم و ادب کے میدان سے سنیاس لے لیا۔ نواب نزہت جنگ جگنو، آغا سلطان وحید الدین حیدر، نواب محمد شاہ عرف پیارے، خواجہ محمد ابراہیم رسا، سلطان غلام محمد شاہ عالم، شہزادہ غلام محمد ابن ٹیپو سلطان، محمد کاظم علی شاہ کاظم، شاہزادہ احمد شاہ کیواں شاگرد نظم طباطبائی وغیرہ سلطان ٹیپو کی علمی و ادبی روایات کو آگے بڑھانے میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور اپنی زندگی کی آخری سانس تک اس چراغ کی لو کو مدھم نہیں ہونے دیا جسے کبھی ٹیپو نے روشن و منور کیا تھا۔

معاشی بدحالی، سیاسی چپقلش، زمانے کی ستم ظریفی اور انگریزوں کی سازشوں نے جب سلطنت مغلیہ جیسی عظیم الشان حکومت کو تنکے کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تو خاندان ٹیپو کی کیا بساط۔ وقت کے تھپیڑوں نے اپنے عہد کے اس بہترین بادشاہ حکمراں کے خاندان کو بھی تباہ و برباد کر دیا۔ آج بھی اس خانوادے کے چند افراد اسی شہر میں کسمپرسی اور افلاس کی زندگی گذار رہے ہیں۔ نہ ان کا کوئی پرسانِ حال ہے اور نہ کوئی انھیں پہچانتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے آباد اجداد کے علمی و ادبی کارنامے آج بھی زندہ و تابندہ ہیں بلکہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک روشن باب بن چکے ہیں۔

ایسے پر آشوب دور میں جب ہم رفتہ رفتہ اپنے اسلاف کی قربانیوں اور ان کی بے مثال خدمات کو فراموش کرتے جا رہے ہیں، حکومت مغربی بنگال نے ٹیپو سلطان کی دو صد سالہ جشن منا کر ہمارا سر فخر سے ایک بار پھر بلند کر دیا ہے اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمارے اسلاف نے ہندوستان

کی مانگ میں صرف زر افشاں ہی نہیں کی بلکہ اسے علم و دانش کے زیور سے دلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے دنیا کے نقشے پر ایک بلند مقام عطا کیا۔ بقول اعزاز افضل ؎

ہے وطن کی سرخ روئی کا سبب جن کا لہو
ان شہیدوں کے لئے آنکھوں میں دو آنسو نہیں
اب خدا حافظ ہے ہماری عزت و ناموس کا
ملک میں کوئی سراج و اکبر و ٹیپو نہیں ••

حواشی و اشارات :

(۱) ٹیپو کنڑ زبان کا لفظ ہے جس کے معنی شیر کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ٹیپو کو شیر میسور بھی کہا جاتا ہے (۲) عبدالقادر سروری، اردو کی ادبی تاریخ ۱۹۵۸ء صفحہ ۲۱۲ (۳) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب (جلد ۶) ۱۹۷۳ء صفحہ ۵۹۷ (۴) عبدالقادر سروری: اردو کی ادبی تاریخ ۱۹۵۸ء صفحہ ۲۱۲ (۵) اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب (جلد ۶) ۱۹۷۳ء صفحہ ۵۹۷ (۶) متوفی فتح علی حیدر سلطان، عبدالخالق سلطان (متوفی ۱۲۱۲ھ)، محی الدین سلطان (متوفی ۱۲۲۶ھ)، معزالدین سلطان (متوفی ۱۲۴۳ھ)، محمد یسین سلطان، (محمد سبحان سلطان (متوفی ۲۴ رمضان ۱۲۹۱ھ)، شکراللہ سلطان، (متوفی ۲۴ جمادی الآخر ۱۲۵۳ھ)، سرورالدین سلطان (متوفی ۶ جمادی الثانی ۱۲۹۶ھ)، جامع الدین سلطان (متوفی ۷ شوال ۱۲۵۸ھ)، منیرالدین سلطان (متوفی ۲ رمضان المبارک ۱۲۵۳ھ)، محمد سلطان، احمد سلطان (۷) مالک رام: تلامذہ غالب، نئی دہلی، ۱۹۵۷ء ص ۶۹ ۱۷۷۵ء میں ایک انگریز کپتان ٹالی (TOLLY) نے انگریزی حکام سے اجازت لے کر ایک لمبی نہر کھدوایا تھا تاکہ سندربن کے گھنے جنگلات سے کلکتہ تک اس نہر کے ذریعہ تجارت کا سامان لا سکے چونکہ یہ کھال (نہر) ٹالی نے کھدوایا تھا اور وہاں ایک بازار بھی تھا اس لئے اس کا نام ٹالی گنج پڑ گیا۔ یہ پورا علاقہ جنگل تھا۔ آبادی برائے نام تھی۔ اسی جگہ میسور کے شاہی گھرانے کے افراد کو بسایا گیا تاکہ مقامی لوگوں سے اس خاندان کا تال میل نہ ہو سکے۔ (۸) ناسخ عبدالغفور، وطن فرید پور بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) خان بہادر کا خطاب پایا تھا۔ بنگال کے مختلف مقامات میں ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ کی حیثیت سے متعین رہے۔ خان بہادر عبداللطیف فرید پوری (۱۸۸۲-۹۳ء) کے چھوٹے بھائی اور تقریباً ایک درجن سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا شمار انیسویں صدی بنگال کے چوٹی کے شعراء میں ہوتا ہے۔ دیگر کتابوں کے علاوہ انھوں نے رباعیات کا ایک مجموعہ بعنوان "مرغوب دل" شائع کیا۔ ناسخ کے دیوان اول "دفتر بے مثال" کی رسید کے طور پر غالب نے اپنے ایک خط میں ان کی تعریف کی ہے۔ (۹) وحید کا شمار اپنے عہد کے اچھے شاعروں اور مورخوں میں ہوتا ہے۔ تاریخ کلکتہ ان کا شاندار علمی اور تاریخی کارنامہ ہے۔ ان کا فارسی دیوان ۱۸۹۱ء میں کلکتہ میں شائع ہوا۔ وحید کے مکمل حالات کے لئے رجوع کیجئے دیوان وحید کا مقدمہ ۱۸۹۱ء صفحہ ۱-۱۶۔

(۱۰) یہ فارسی کے ایک جید عالم اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ تفصیل کے لئے بنگلہ دیشیر فارسی ساہتیہ مصنفہ سید عبداللہ (۱۱) سید محمد آزاد نابغۂ روزگار تھے۔ بہت اچھے شاعر اور ادیب تھے اور خوب مقبول تھے۔ ان کا فارسی دیوان عظیم آباد میں ۱۸۸۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت آغا احمد علی خان سے حاصل کی۔ حافظ اکرام احمد ضیغم سے شاعری میں تلمذ حاصل تھا۔ اودھ پنچ کے مشہور نامہ نگاران کے چھوٹے بھائی تھے۔ (۱۲) فارسی کے اچھے شاعروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تفصیل کے لئے رجوع کیجئے۔ بنگلہ دیشیر فارسی ساہتیہ مصنفہ سید عبداللہ (۱۳) شوبھا بازار کے راجہ کشن دیب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ فارسی اور اردو کے شاعر تھے اور کنور تخلص کرتے تھے۔ انگریزی اور سنسکرت کی زبردست علمی صلاحیت رکھتے تھے اور ان زبانوں میں بآسانی شاعری کر سکتے تھے۔ چار جلدوں پر مشتمل شاہنامہ ہند (فارسی) ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ اردو میں دو مثنویاں ہیں۔ حالات کی تفصیل جاننے کے لئے دیکھئے "بنگال کا ایک نامور اردو شاعر کنور اپنی دو مثنویوں کی روشنی میں" مصنفہ ابوبکر جیلانی۔

(۱۴) عبیدی کا شمار اپنے وقت کے زبردست عالموں اور قادر الکلام شاعروں میں ہوتا تھا۔ اپنی علمیت اور صلاحیت کی وجہ سے انھیں بحر العلوم کا خطاب ملا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد ایران سے ہندوستان آئے تھے اور ان کا سلسلہ حسب نسب تیرہویں صدی ایران کے شیخ شہاب الدین سہروردی سے جا ملتا ہے۔ یہ شاہ جلال الدین کے مصاحبوں میں تھے۔ نوکری کی تلاش میں مدنا پور سے کلکتہ آئے تھے اور یہیں رہا کرتے تھے۔ تینتیس چالیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ داستانِ عبرت بار ان کی مشہور کتاب ہے۔ ان کی بہت سی کتابیں ابھی تک قلمی نسخے کی شکل میں پڑی ہوئی ہیں۔ عبیدی کا انتقال ۹ ربیع الآخر بروز جمعہ ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۸۵ء میں ۵۱ سال کی عمر میں ہوا۔ ڈھاکہ کی لال باغ مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ (۱۵) صوفی فتح علی ویسی فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا دیوان کلکتہ اور کانپور میں بالترتیب ۱۸۹۸ء اور ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا تھا۔ ان کا مزار کلکتہ میں ہے جہاں ہر سال عرس اور جشن ہوتا ہے۔ فتح علی کا آبائی وطن چٹاگانگ تھا۔ نقشبندیہ سلسلہ کے صوفی تھے اور نعت خوب کہتے تھے۔ (۱۶) عبدالغنی دوری نے ۱۸۸۶ء میں ارمغان احباب کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں عربی و فارسی کے ان کے کچھ اشعار شامل ہیں۔ تفصیل کے لئے رجوع کیجئے بنگلہ دیشیر فارسی ساہتیہ ص ۲۸۸-۹۳ (۱۷) یہ فارسی کے شاعر تھے اور کلکتہ کی ادبی محفلوں میں بلا ناغہ شریک ہوا کرتے تھے۔ دیکھئے بنگلہ دیشیر فارسی ساہتیہ ص ۲۵۲۔

(۱۸) حافظ اکرام احمد ضیغم فارسی کے کہنہ مشق شاعر تھے۔ ۱۸۳۷ء میں فوت ہوئے۔ سید محمود آزاد ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ (۱۹) محمد اسماعیل عنبر کا شمار



مغربی بنگال، کلکتہ
اپنے عہد کے فارسی شاعروں میں ہوتا تھا بہت ملنسار اور بااخلاق انسان تھے
(۲۰) یہ ناسخ کے بھتیجہ تھے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری
کرتے تھے اور انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔
(۲۱) مولانا عبیدی: داستان عبرت بار (قلمی نسخہ ص۳۹ (۲۲)
(۲۲) مانک رام: تلامذہ غالب ص۳ (۲۳)، عبدالغفور ناسخ:
تذکرۃ المعاصرین (قلمی نسخہ) ص۳۹ (۲۴) داستان عبرت بار ص۴۶
(۲۵) خطوط غالب مرتبہ عتیق احمد نظامی (خط بنام شہزادہ بشیرالدین)
(۲۶) شانتی رنجن بھٹاچاریہ: بنگال میں اردو زبان لکھنو ۱۹۷۶ء ص۶۵
(۲۷) سید نور الحسن: نگارستان سخن، بھوپال ۱۸۸۳ء ص۱۹
(۲۸) عبدالغفور ناسخ: تذکرۃ المعاصرین ص۲۷
(۲۹) لالہ سری رام نے خمخانہ جاوید میں توفیق کی سنہ وفات ۱۸۷۶ء
لکھی ہے لیکن یہ غلط ہے۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ نے "تذکرۃ شعرائے
بالی گنج" میں توفیق کی تاریخ ۱۸۸۲ء درج کی ہے۔ چونکہ ناسخ نے
قطعہ تاریخ وفات لکھا اور وہ توفیق کے قریبی دوستوں میں تھے اس لئے
یہ تاریخ وفات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ توفیق کی آرام گاہ ٹیپو سلطان کے
خاندانی قبرستان نزد کالی گھاٹ میں ہے۔ لیکن انتہائی خستہ ہے لوح
تربت غائب ہو جانے کی وجہ سے اب اس قبر کی نشاندہی مشکل ہے۔
(۳۰) تذکرۃ المعاصرین ص۱۱۲ (۳۱) ایضاً (۳۲) نگارستان سخن
ص۱۹ (۳۳) ایضاً (۳۴) ایضاً (۳۵) ایضاً ص۱۳
(۳۶) انعام الحق: نواب بہادر عبداللطیف (انگریزی) ڈھاکہ ص۸
(۳۷) تذکرۃ المعاصرین ص۱۲۰ (۳۸) اس کمیٹی کی طرف سے ۲۸ جنوری
۱۸۹۰ء کے ایک جلسۂ تقسیم اسناد میں یہ اعلان کیا گیا۔
(۳۹) نامۂ پارسی، سال سوم، شمارہ دوم، تابستان ۱۳۷۷ء ص ۱۷۲-۱۷۱
(۴۰) روزنامہ آزاد ہند، شمارہ ۳ مئی ۲۰۰۰ء

ترانے

سلطان نے فوجی تنظیم کیلئے ایک کتاب تحفۃ المجاہدین (فتح المجاہدین)
لکھوائی تھی۔ اس کتاب میں فوجی قواعد، قلعہ کشائی، قلعہ سازی، سامانِ حرب
سے متعلق ہدایات وغیرہ درج ہیں۔ اس میں فارسی اور اردو میں فوجی
ترانے بھی بینڈ اور بگل کے لئے دیئے گئے ہیں۔ اردو ترانے کے چند نمونے پیش ہیں۔

وقتِ طلوعِ آفتاب

وصفِ حسنِ خلق تیرا گر لکھوں اے شہریار
بے گماں ہر بیت ہوئے مطلعِ صبحِ بہار

در وقت تری سیوم یعنی سوار شدہ راہ رفتن

مہر و ماہ رو پوش ہو جوں زنگ آلود آئینہ
جب ترا گلگوں گرد انگیز ہو در کارزار

در وقت شمشیر کشیدن

اژدھا دم تیغ تیری جب علم ہو در مصاف
برق جھانکے ابر کے پردہ سیں پنہاں بار بار
جا کرے جس طرح وہ افعیٔ روئیں در نیام
اژدھا اس دبج ستی ہرگز نہ لاوے رو بغار

در وقت جنگ

برق جاں کوہِ گراں، پیکِ اجل دستِ قضا
تیغ و گرز و تیر و خنجر کے ترے ہیں نام چار

در وقت فتح

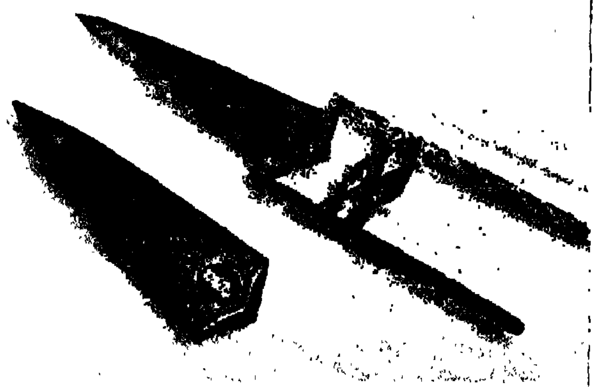
ہر ملک کوں ورد ہو اِنّا فتحنا دمبدم
جب تو ہو پا در رکاب از بہر قصد کارزار





▲ تخت سلطانی کا ایک حصہ

ٹیپو سلطان
کے
جنگی سامان











تحریکِ جنگِ آزادی کا امام ٹیپو سلطان

محمد عثمان غنی آزاد

ٹیپو مستان شاہ کی درگاہ میں مانگی گئی دعاؤں کی برکت سے حیدر علی کی دوسری بیوی کے بطن سے ۱۷۵۰ء میں پیدا ہونے والا فرزند فتح علی ٹیپو سلطان کے نام سے مشہور ہوا۔ ٹیپو وطن کا جیالا سپوت، شمع آزادی کا پروانہ، ہندو مسلم اتحاد کا مجسمہ، خلوص اور خوش اخلاقی کا نمونہ، اعلیٰ سیاست داں اور مدبر، خود اعتمادی اور ثابت قدمی کا پیکر، بہادری اور شجاعت کی علامت تھا۔ شیرِ میسور ابوالفتح فتح علی ٹیپو سلطان نے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹنم میں انگریزی افواج سے بڑی بہادری سے دست بدست جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا اور بھارت کی دھرتی کو اپنے خون سے سرخرو کر دیا۔

جس زمانے میں بنگال اور شمالی ہند میں انگریز اپنے مقبوضات میں اضافے کر رہے تھے، جنوبی ہند میں دو ایسے مجاہد پیدا ہوئے جن کے نام تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ یہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان تھے۔ بنگال اور شمالی ہند میں انگریزوں کو مسلمانوں کی طرف سے کسی سخت مقابلے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ان کی منظم فوج اور برتر اسلحہ جات کے آگے کوئی نہیں ٹھہر سکا۔ لیکن جنوبی ہند میں یہ صورت نہیں تھی۔ یہاں حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے قدم قدم پر انگریزوں کی جارحانہ کارروائیوں کا مقابلہ کیا۔ انھوں نے بے مثل سیاسی قابلیت اور تدبر کا ثبوت دیا اور میدان جنگ میں کئی بار انگریزوں کو شکستیں دیں۔ انھوں نے جو مملکت قائم کی اس کو تاریخ میں "سلطنتِ خداداد" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان ہندوستان کی تاریخ کے سرتاج ہیرو تھے۔ انھوں نے انگریزوں کے اقتدار کی پرزور مخالفت کی اور اگر نظام حیدر آباد اور مرہٹوں نے ان کا ساتھ دیا ہوتا تو بلا مبالغہ آج کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔ باپ بیٹے دونوں ہی کا شمار عظیم مجاہدین میں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے جنگ آزادی کی بنیاد ڈالی تھی۔

حیدر علی کو اپنے بیس سالہ دور حکومت میں مرہٹوں، نظام دکن اور انگریزوں تینوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اگرچہ ان لڑائیوں میں اسے کو ناکامیاں بھی ہوئیں لیکن اس کے باوجود اس نے مالابار کے ساحل سے لے کر دریائے کرشنا تک ایک بہت بڑی ریاست قائم کر لی جس میں نظام دکن (حیدر آباد)، مرہٹوں اور انگریزوں سے چھینے ہوئے علاقے بھی شامل تھے۔

انھوں نے میسور کی پہلی جنگ (۱۷۶۷ء تا ۱۷۶۹ء) اور دوسری جنگ (۱۷۸۰ء تا ۱۷۸۴ء) میں انگریزوں کو کئی بار شکست دی تھی۔ اس لئے انگریز اس کی بہادری سے ڈرتے تھے۔ دوسری جنگ میں حیدر علی نے نظام دکن اور مرہٹوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کے خلاف متحدہ محاذ بنایا تھا اور اگر مرہٹہ اور نظام اس کے ساتھ غداری نہ کرتے اور عین وقت پر ساتھ نہ چھوڑتے، تو کم از کم جنوبی ہند سے حیدر علی انگریزی اقتدار کو ختم کر دیتے۔ حیدر علی کی ان کامیابیوں کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس نے فرانسیسیوں کی مدد سے اپنی فوجوں کو جدید ترین طرز پر منظم کیا اور ان کو جدید ہتھیاروں سے لیس کیا۔

دوسری جنگ کے وقت وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل تھا اس نے آئر کورٹ کو سپہ سالار بنا کر کرناٹک بھیجا۔ اسی وقت انگریزوں نے سیاسی حکمت سے نظام کو اپنی طرف ملا لیا اور اس نے جنگ میں حصہ نہیں لیا لیکن حیدر علی بہادری سے لڑے۔ انگریزی فوج ان کے مقابلے کو آتی گئی اور ہارتی گئی۔ دو ایک لڑائیوں میں انھیں بھی شکست کھانی پڑی۔ اس درمیان انگریزوں کی مرہٹوں سے بھی صلح ہو گئی تھی۔

ابھی میسور کی دوسری جنگ جاری تھی کہ حیدر علی کا اچانک ۱۷۸۲ء میں انتقال ہو گیا، اس کا لڑکا فتح علی ٹیپو سلطان جانشین ہوا۔ ٹیپو سلطان جب تخت پر بیٹھا تو اس وقت اس کی عمر ۳۲ سال تھی۔ وہ ایک تجربہ کار سپہ سالار تھا اور باپ کے زمانے میں میسور کی تمام لڑائیوں میں شریک رہ چکا تھا۔ حیدر علی کے انتقال کے بعد اس نے تنہا جنگ جاری رکھی کیونکہ مرہٹے اور نظام دکن انگریزوں کی سازش کا شکار

ہوکر اتحاد سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو کئی شکستیں دیں اور وہ ۱۷۸۴ء میں سلطان سے صلح کرنے پر مجبور ہوگئے۔ (معاہدۂ منگلور)

حیدر علی کا فرزند اور جانشین ٹیپو سلطان بڑا غیر معمولی انسان تھا۔ اسے باپ سے بے پایاں شجاعت اور گہری مذہبی شیفتگی ورثے میں ملی تھی۔ اس کے والد حیدر علی نے اسے اچھی تعلیم و تربیت دلوائی۔ اس نے اہم انتظامی اصلاحیں کیں۔ اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ اگر انگریزوں کو روکا نہ گیا تو وہ ایک دن پورے برصغیر پر مسلط ہو جائیں گے لہذا انہوں نے بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے سے انگریزوں کی سرگرمیاں روکنے کی کوشش کی۔ اپنی بحری قوت کو مزید ترقی دی، کیونکہ ان کے نزدیک انگریزوں کی بحری قوت کا مقابلہ سمندر میں جنگ کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ انگریز اسے قابل اور خوفناک دشمن قرار دیتے تھے۔ برصغیر میں وہی ایک فرد تھا جو انگریزوں کے منصوبوں میں رکاوٹ بن سکتا تھا۔ لہذا انگریزوں نے اسے تباہ کر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹیپو سلطان یہ بخوبی جانتا تھا کہ انگریز اسے چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور جلد ہی اس پر حملہ کر دیں گے۔ ایسا ہی ہوا۔ انگریزوں نے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد سے ساز باز کر لی۔ ادھر ٹیپو سلطان نے جو سفارتیں قسطنطنیہ اور پیرس روانہ کی تھیں وہ ناکام ہی رہیں اس لئے کہ وہ لوگ خود ہی اپنے مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ متحدہ افواج (انگریز، مرہٹے اور نظام) نے میسور پر ۱۷۹۰ء میں دھاوا بول دیا۔ ٹیپو سلطان نے بڑی دلیری کے ساتھ ایک سال تک ان کا مقابلہ کیا۔ جرنیل میڈوز سلطان کا مقابلہ نہ کر سکا۔ شکست کھائی اور انگریزی فوج کا ایک ڈویژن تہہ تیغ ہو گیا۔ کارنوالس نے خود میدان جنگ میں فوج کی کمان سنبھال لی۔ دشمن کی بڑی فوج کا سلطان کب تک مقابلہ کر سکتا تھا۔ آخر کار دشمن منگلور پر قابض ہو گئے اور سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لیا۔ سرنگاپٹم ٹیپو سلطان کا پایۂ تخت تھا۔ ۱۷۹۲ء میں سرنگاپٹم کے معاہدہ کی رو سے انگریزوں اور ٹیپو سلطان کے درمیان صلح ہو گئی۔ سلطان کو نصف علاقے انگریزوں کے حوالے کرنے پڑے اور تین کروڑ تیس لاکھ روپئے کی رقم بطور تاوان ادا کرنی پڑی۔ اپنے دو لڑکوں کو بطور یرغمال انگریزوں کے حوالے کرنا پڑا تا وقتیکہ تاوان کی رقم ادا نہ ہو جائے۔ غرضیکہ محب وطن ٹیپو کو انگریز، نظام اور مرہٹوں نے ختم کر کے رکھ دیا۔ بلاشبہ آزادی کے پرستار ٹیپو سلطان کو مفلوج کر دیا گیا۔ ان کے ملک کے ٹکڑے کر کے آپس میں بانٹ لئے لیکن جتنی ضربیں لگتی گئیں ٹیپو کا جوش آزادی اور بھی ابھرتا گیا۔ اس نے اپنا آرام اور عیش سب ختم کر دیا تھا۔ اسکو اگر کوئی دھن تھی تو اس بات کی کہ کس طرح انگریزوں کو ہندوستان سے نکال باہر کیا جائے اس کے لئے اس نے ہندوستان کی آزادی کے لئے نئی راہیں تلاش کرنی شروع کر دی۔ ٹیپو سلطان نے بہت جلد سنبھالا لیا اور اپنی طاقت اس قدر بڑھائی کہ انگریز خوفزدہ ہو گئے لیکن ان کے گورنر لارڈ ویلزلی نے اس مرتبہ سلطان کو تباہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ نظام اور مرہٹے دونوں ہی انگریزوں سے مل چکے تھے۔ ٹیپو سلطان کو تنہا انگریزوں کے خلاف جنگ کرنی تھی۔ ٹیپو سلطان کے خلاف ویلزلی کی یہ جنگ سراسر خلاف انصاف اور غیر منصفانہ تھی کیونکہ اس میں بین الاقوامی اخلاقی قواعد کی بھی خلاف ورزی ہوئی تھی۔ سلطان کی قوت پہلی جنگ میں ٹوٹ چکی تھی اور اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ انگریزوں کے خلاف جارحانہ قدم اٹھا سکے۔ متحدہ افواج نے ۱۷۹۹ء میں میسور پر حملہ کر دیا۔ انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے سامنے نام نہاد امن کے قیام کے لئے ایسی شرائط کیں جن کو کوئی باغیرت حکمراں قبول نہیں کر سکتا تھا۔

جرنیل ہیرس اور آرتھر ویلزلی (جو بعد میں ۱۸۱۵ء میں واٹرلو کی مشہور جنگ میں نیپولین کو شکست دینے کے بعد جنرل ولنگٹن کے نام سے مشہور ہوا) کی سرکردگی میں دو فوجیں دو مختلف سمتوں سے بڑھیں اور سلطان کے پائے تخت میں مل گئیں۔ سلطان کی فوجوں نے بہادری سے مقابلہ کیا لیکن کچھ پیش نہ کی۔ مارچ میں انگریزی فوج نے سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لیا۔ آئندہ مہینے میں قلعے کے بیرونی استحکامات پر دشمن کا قبضہ ہو گیا۔ انگریز اس حقیقت سے باخبر ہو چکے تھے کہ جب تک ٹیپو زندہ اور ان کی ریاست موجود ہے، انگریزی حکومت کی بنیادیں برصغیر میں مستحکم نہیں ہو سکتیں۔ ٹیپو سلطان کی سلطنت خداداد ہندوستان میں انگریزی حکومت کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ اور دکن کا یہ شہید آزادی (شیر میسور) انگریزوں کے مقابلے میں ایک آہنی دیوار بنا ہوا تھا۔ دوسری طرف سلطان بھی سرزمین ہند کو فرنگیوں کے وجود سے پاک کر دینے پر تلا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے سلطان ترکی، شاہ افغانستان اور شاہ فرانس (نیپولین اعظم) کے درباروں میں امداد کے لئے سفیر روانہ کئے۔ علاوہ ازیں "ہندوستان

ہندوستانیوں کے لئے ہے" کا واسطہ دے کر ملک کے بڑے بڑے راجاؤں اور نوابوں کے نام خطوط بھیجے۔ کلائیو اور کارنوالس کی طرح ویلزلی نے بھی سلطان کو دلیرانہ دعوت مبارزت دینے کے بجائے شیر کو پھانسنے کیلئے سراج الدولہ بنگال کا پہلا مجاہد آزادی کی طرح دام ہمرنگ زمین بچھایا۔ اس سازش کی دو کڑیاں تھیں۔ پہلے مرحلے میں سلطان کو باہر سے ملنے والی امداد کی روک تھام۔ دوسرے مرحلے میں سلطان کے درباریوں کو اس کے خلاف آمادہ کرنا۔

اس نے روپے پیسے، جاگیر اور منصب کا لالچ دے کر سلطنت کے تقریباً تمام بڑے بڑے عہدے داروں کو اندر ہی اندر توڑ لیا۔ ان عہدے داروں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

میر صادق (وزیر اعظم) پورنیا (وزیر مال اور محکمہ جاسوسی کا انچارج)، بدر الزماں خاں نائطہ (وزیر بحری فوج)، میر غلام علی لنگڑا (وزیر خارجہ)، علی رضا (وزیر)، سید میر آصف (چیف سکریٹری)، میر قمر الدین (سپہ سالار اعظم)، میر معین الدین (نائب سپہ سالار)، راجہ خان (سلطان کا نو مسلم غلام) اور غدار مہدی علی خان، میسور کی سابق رانیاں بھی ہندو ریاست کی بحالی کے وعدے پر سلطان کے خلاف سازش میں شریک ہوگئیں۔ اندرونی اور بیرونی طور پر سازش مکمل ہو چکی تو ویلزلی نے یلغار کر دیا اور ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو ایک ہلے میں قلعہ لے لیا گیا۔

اس گھمسان کی جنگ میں ٹیپو سلطان حملہ آوروں کے خلاف بہادری سے سینہ سپر ہو کر وہ موت کے نرغے میں آ گیا۔ اس موقع پر ایک افسر نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دے۔ سلطان نے پلٹ کر غصے سے اس کی طرف دیکھا اور گرج دار آواز میں بولا، "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو (صد) سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

اس نے یہ تاریخی کلمات اپنی زبان سے ادا کر کے اپنی عظمت میں اور اضافہ کیا۔ آخر کار سلطان کے وفادار ساتھی ایک ایک کر کے اس پر نثار ہو گئے۔ اس کا گھوڑا (طاؤس) لہولہان اور چلنے سے عاری ہو گیا۔ خود سلطان کو دو گولیاں لگ چکی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود اس نے دارالحکومت سرنگاپٹم کے قلعے دروازے پر بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو شہید ہو گیا۔ سراج الدولہ، واجد علی شاہ اور بہادر شاہ ظفر کے مقابلہ میں ان کی شہادت کتنی شاندار تھی۔ سلطان کی شہادت سے فرنگیوں کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ سلطان کی لاش کو دیکھ کر جنرل ہیرس بے ساختہ چیخ اٹھا کہ — "اب ہندوستان ہمارا ہے۔"

انگریزوں نے گرجا کے گھنٹے بجا کر اور مذہبی رسوم ادا کر کے سلطان کی موت پر مسرت کا اظہار کیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے ملازمین کو انعام و اکرام سے نوازا یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اب ہندوستان میں برطانوی اقتدار مستحکم ہو گیا، اور اس کو اب کوئی خطرہ نہیں۔

سلطان کی شہادت کے بعد سلطنت میسور کے حصے بخرے کر لئے گئے لہٰذا انگریز کو سب سے بڑا حصہ ملا، جو باقی بچا نظام دکن اور قدیم راجے کے وارث کو دے دیا گیا۔ سلطانی خاندان کے افراد ویلور میں نظر بند کر دیئے گئے پھر انہیں کلکتہ (ٹالی گنج) منتقل کر دیا۔

ٹیپو سلطان کی عظمت: سراج الدولہ کے بعد بلا شبہ ٹیپو سلطان برصغیر کا سب سے بڑا محب وطن تھا جو سلطان بننے سے پہلے ایام شہزادگی میں اکثر کہا کرتا تھا مشرک فرنگی انسانیت اور برصغیر کے لئے مستقل خطرہ ہیں۔ ان کے وجود سے سرزمین وطن کو پاک کرنا وطن کے لئے سب سے بڑی خدمت ہے۔ ایک دن آئے گا کہ میں اپنے وطن کو ان دشمنان انسانیت سے پاک کر کے رہوں گا جو بلائے ناگہانی بن کر اس برصغیر پر نازل ہو گئے ہیں۔..."

بلا شبہ ٹیپو سلطان شہید ہندوستان کے بہت بڑے محب وطن اور ایک عظیم مجاہد تھا۔ اس کا شمار حقیقی مجاہدوں میں ہوتا ہے جس کی زندگی کا اعلیٰ مقصد وطن کو انگریزوں کے طوفان سے روکنا اور اس کے تسلط سے آزاد کرانا تھا، جس کے لئے اس نے پوری جدوجہد سے کام لیا اور آخر دم تک انگریزوں سے لڑتا رہا۔ اس کو ناامیدی نے کبھی نہیں گھیرا اور تن تنہا انگریزوں کی زبردست طاقت سے نبرد آزما ہوتا رہا لیکن کامیاب جزواً اس وجہ سے نہ ہو سکا کہ نظام اور مرہٹوں نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ جزواً اس وجہ سے کہ وہ تنہا انگریزوں کی فوجی قوت اور سیاسی سازباز کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ یقیناً ٹیپو سلطان شہید کی شہادت نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم انسانیت کے لئے ایک زبردست المیہ تھی۔ یقیناً یہ سب سے قیمتی خون تھا جو اٹھارویں صدی میں ہندوستان کی آزادی کے تحفظ کے لئے بہایا۔ رستا ہوا لہو انگریزوں سے کہہ رہا تھا۔

شہیدان وطن کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔

اے شہید وطن ٹیپو! برصغیر تیرے غیر فانی اور پاک وجود پر رہتی دنیا تک فخر کرے گا۔

اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد تاریخ ہند میں نظام الملک آصف جاہ، حیدر علی اور ٹیپو سلطان جیسی حیرت انگیز صلاحیت رکھنے والے کوئی تیسرا حکمراں نظر نہیں آتا، خاص طور پر حیدر علی اور ٹیپو سلطان کو ہندوستان تاریخ میں اس لئے بلند مقام حاصل ہے کہ انھوں نے ہمارے دور زوال میں انگریزوں کا بے مثل شجاعت اور سمجھداری سے مقابلہ کیا، یہ دونوں باپ بیٹے زوال کے ان اولین حکمرانوں میں سے ہیں جنہوں نے نئی ایجادوں سے فائدہ اٹھایا۔ وقت کے تقاضوں کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنی مملکت میں فوجی، انتظامی اور سماجی اصلاحات کی ضرورت محسوس کی۔ ہندوستانی فرماں رواؤں میں ایک وہی تھا جس کو یورپ میں ہونے والے تغیرات کا پتہ رہتا تھا، انھوں نے فرانسیسیوں کی مدد سے اپنی فوجوں کو جدید طرز پر منظم کیا جس کی وجہ سے وہ انگریزوں کا ۲۵ سال تک مسلسل مقابلہ کرسکا اور ان کو کئی بار شکستیں دیں، یہ کارنامہ اٹھارہویں صدی کے نصف آخر میں کوئی دوسرا حکمراں انجام نہیں دے سکا، حقیقت یہ ہے کہ برصغیر میں انگریزوں کا جتنا کامیاب مقابلہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے کیا، کسی اور حکمراں نے نہیں کیا۔

سلطان ایک سچا انسان تھا، وہ انتظامی معاملات میں کافی دلچسپی لیتا تھا۔ اسے کاشتکاروں کے مفاد کی حفاظت کا بہت خیال تھا، جن میں اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ فوجی معاملات کو خوب سمجھتا تھا، اور اس موضوع پر ایک کتاب بھی مرتب کی تھی، ایک زبردست بیڑے کے لئے مفصل منصوبہ تیار کرلیا تھا، کیونکہ سلطنت میسور کو اس کی ضرورت تھی۔ بحریات کا محکمہ قائم کردیا تھا۔ اس کا منصوبہ اس لئے پورا نہ ہوسکا کہ دشمنوں نے مہلت ہی نہ دی اس کی وفات پر نہ صرف میسور ہی کی آزادی ختم ہوئی بلکہ برصغیر کی تسخیر کے سلسلے میں برطانیہ کے راستے کی آخری رکاوٹ بھی دور ہوگئی۔

ٹیپو سلطان کو حکومت وراثت میں ملی تھی لیکن وہ جمہوریت پسند تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ کردیا اور کسانوں کی برتری، تحفظ حقوق اور مزارعت کا حامی کار رہا۔

ٹیپو سلطان کو تعلیم کا بیحد شوق تھا لہٰذا اس نے سرنگاپٹم میں "جمیع الامور" کے نام سے ایک اعلیٰ درسگاہ (یونیورسٹی) قائم کی۔ اس یونیورسٹی کا کتب خانہ بہت ہی لاجواب بتلایا جاتا ہے۔ اس کے پاس ایک ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں نہایت قرینے سے کتابیں رکھی گئی تھیں بعض کتابوں کی جلدیں ہیرے اور جواہرات سے مرصع تھیں۔ ذاتی طور پر وہ فیاض، بہادر اور عدل پرور و غیر متعصب تھا۔ بطور سلطان وہ رعایا کے سب سے بڑے ہمدرد اور نگہبان تھا۔

بہت سے انگریز مورخین نے سلطان ٹیپو کے کردار کو بے رحمی اور سفاکی کا مرقع بتانے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے ٹیپو سلطان رحمدل بھی تھا اور منصف مزاج بھی۔ اس میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لہٰذا وہ انگریزوں کو ہندوستان پر مسلط ہوتا نہ دیکھ سکتے تھے اور انگریز اسی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے۔ انگریز اگرچہ ہمیشہ ٹیپو سلطان کی مخالفت کرتے رہے لیکن ہمیشہ اس سے خوفزدہ بھی رہے۔ یہ ٹیپو سلطان کی شجاعت، جواں مردی اور عظمت کا کھلا ثبوت ہے۔ چند انگریز مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کی حکومت میں ہندوؤں پر کھل کر مظالم ڈھائے جاتے تھے لیکن چند دوسرے مورخین نے ان کو فراخ دل حکمراں قرار دیا ہے۔ مورخ مور Moore کے مطابق:

"جب کوئی شخص ایک نامعلوم ملک سے گزرتے ہوئے اس کے لہلہاتے ہوئے کھیت دیکھتا ہے، ملک میں محنتی باشندے اسے نظر آتے ہیں نئے نئے شہر اور بارونق بازار دکھائی دیتے ہیں جس سے ملک کی خوشحالی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، تو وہ شخص فوراً یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نظام حکومت عوام کی خواہشات کے عین مطابق معلوم ہوتا ہے۔ یہ ٹیپو سلطان کے ملک کی تصویر ہے اور اس کی حکومت کے بارے میں ہمارا نتیجہ ہے ——"

تاریخ اس بات کو بڑی شدت سے محسوس کرتی ہے کہ اگر مرہٹوں اور نظام نے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے ساتھ متحدہ محاذ بنا لیا ہوتا تو برصغیر میں انگریز سامراجیت کے جھنڈے لہراتے ہوئے شاید کبھی نہ دکھائی دیتے۔



ٹیپو سلطان اپنے کردار کی روشنی میں

ہمایوں جمیل

انگریزوں نے جب سے ہندوستان میں اپنے قدم جمائے اسی وقت سے ان لوگوں نے کچھ ایسی شاطرانہ چالیں چلنا شروع کیں کہ جن سے متاثر ہو کر یہاں کے خود غرض اور لالچی لوگ ان کے ساتھ ہو گئے جن کا مقصد اپنا مفاد حاصل کرنا تھا۔ ان لوگوں نے وہی کیا جو ان سے کرنے کیلئے کہا گیا۔ انگریزوں نے بھی اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے ان پر اپنی نوازشوں کی بارش کر دی۔ یہاں تک کہ نوبت کبھی کبھی بادشاہت اور نوابی تک پہنچ جاتی تھی۔ ایسے ہی غرض کے بندوں کو قریب لا کر انگریزوں نے سب سے بڑا کام یہ کیا کہ آپس میں پھوٹ ڈال دی۔ انگریزوں کا یہ نظریہ شروع سے رہا۔ وہ اس بات کو پوری طرح آزما چکے تھے کہ آپس میں نفرت پیدا کر کے ہی وہ اپنا مقصد پورا کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کی حکومت تقریباً دنیا کے بیشتر ممالک میں قائم تھی اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی حکومت میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا۔

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کا سلسلہ جہانگیر کے زمانے سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ انھوں نے یہاں آ کر پہلے تجارت کی غرض سے کوٹھیاں قائم کیں اور پھر تجارت شروع کی۔ یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ اس میں کبھی کبھی انھیں ناکامی بھی ہوئی لیکن انھوں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ مسلسل موقع کی تلاش میں لگے رہتے تھے۔ جب مغلیہ سلطنت اورنگ زیب کی وفات کے بعد زوال کا شکار ہوئی تو اقتدار پر قبضہ جمانے کے لئے خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ہر طرف لڑاج پھیل گیا۔ اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حاکموں نے خود مختاری کا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ غرض ملک میں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔ اس طرح ملک کی کمزور صورتحال سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا تھا پھر انگریز کہاں چوکنے والے تھے؟ بادشاہ کو کمزور پا کر حکومت کے معاملات میں بھی دخل اندازی شروع کر دی۔

اس قسم کی ریاستوں میں ایک ریاست میسور بھی تھی جس کے فرماں روا حیدر علی تھے۔ حیدر علی کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا فتح علی ۱۷۸۲ء میں سلطنت میسور کا حکمراں مقرر ہوا جسے دنیا اس کے عرفی نام ٹیپو سے جانتی ہے۔ ٹیپو سلطان کی پیدائش ۱۷۵۰ء میں ہوئی۔ جب سلطنت میسور کی عنان حکومت ٹیپو کے ہاتھ آئی تو اس وقت انگریز مشرقی ہندوستان پر چھائے ہوئے تھے۔ انگریزوں کے ساتھ کئی مقامات پر اس کے مقابلے ہوئے جن میں انگریزوں کو شکست کھانی پڑی۔ میدان جنگ میں پے در پے شکست کھانے کے بعد انگریزوں نے ایک انگریز کو صوفی منش درویش کے لباس میں میسور بھیجا۔ جس نے عوام کو سلطان کے خلاف ورغلانا شروع کر دیا۔ بڑے بڑے عہدیداروں اور افسروں کو رشوتیں دیکر سلطان کے ساتھ غداری کرنے کی ترغیب دی۔ ان غداروں میں میر صادق، میر غلام علی، دیوان پورنیا، علی میر قاسم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں کی مدد سے انگریزوں کو جنگوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ میسور کے پایہ تخت سرنگا پٹم کا انگریزوں نے محاصرہ کر لیا اور یہ اس وقت ممکن ہو سکا جب دیوان پورنیا اور میر صادق عین میدان جنگ میں انگریزوں سے مل گئے تھے۔

غرض انگریزوں نے بطور خاص ان لوگوں سے بہت فائدہ اٹھایا جو اقتدار حاصل کرنے کے خواہشمند تھے جن میں دو کے نام کبھی نہیں بھلائے جا سکتے۔ ان دو ناموں میں ایک نام تو میر جعفر ہے اور دوسرا میر صادق۔ میر جعفر کا تعلق بنگال سے تھا جبکہ میر صادق کا میسور سے۔ اقبال نے انھیں دونوں غداروں کی طرف ذیل کے شعر میں کہا تھا ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم ننگ دین ننگ وطن

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے آج بھی موجود ہیں اور اس وقت بھی تھے جن میں ہندو اور مسلمان دونوں قومیں کثیر تعداد میں آباد تھیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں کچھ

آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے غمخوار و غمگسار تھے۔ شادی و خوشی اور رنج و غم میں ایک دوسرے کے شریک رہتے تھے۔ عید ہو یا بقرعید محرم ہو یا ہولی یا دیوالی تمام تہواروں میں بلا امتیاز مذہب و ملت اس طرح شریک ہوتے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ تہوار ہندوؤں کے ہیں یا مسلمانوں کے۔ اس طرح کی باتیں انگریزوں کی برداشت سے باہر تھیں۔ وہ بھلا اس طرح کی باتوں کو کیسے گوارا کر سکتے تھے کیونکہ یہ ان کے منصوبہ کی تکمیل میں سد راہ ہو سکتی تھیں لہذا انگریزوں کی مسلسل پالیسی یہ رہی کہ ہندو اور مسلمان کو لڑاؤ اور حکومت کرو۔ اور وہ اپنی اس حکمت عملی کی وجہ سے ہندوستان میں کامیاب ہوئے۔ اس کے علاوہ وہ اس راز سے بھی اچھی طرح واقف تھے کہ قوموں کو غلام بنانے اور غلام رکھنے کے لئے ان کی مادری زبان کو ختم کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ انگریزوں نے اس کے علاوہ ایک کام اور بھی یہ کیا کہ ہندوستان کے لوگوں کو ایک ناقص اور غلط نظام تعلیم پر ڈال دیا۔ اس طرح ان کے اندر وہ تمام صلاحیتیں ختم ہونے لگیں جو آزاد لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ روایات بھی جاتی رہیں جن کا تعلق زبان سے تھا۔ غرض لوگ غلامی کے اس قدر عادی ہو گئے کہ آزادی جیسی عظیم نعمت کا تصور بھی ان کے ذہن و دل سے محو ہو گیا۔

ہندوستان میں بہت سے بادشاہ گزرے ان میں اچھے بھی تھے اور برے بھی۔ اچھے بادشاہوں میں بعض ایسے بھی گزرے جن پر ملک و قوم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ ایسے کارنامے انھوں نے پیش کئے جنکی مثال تاریخ مشکل سے پیش کر سکتی ہے مگر خود غرض اور چالاک انگریزوں نے ان بادشاہوں کو کچھ ایسے بدنما خد و خال کے ساتھ پیش کیا کہ ان کی طرف سے طبیعت متنفر ہو جاتی ہے اور نفرت و عداوت کا جذبہ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں سید حامد حسین جیلانی لکھتے ہیں۔

"اگر ہندوستان اور اس کے حکمرانوں کی صحیح صحیح تاریخ ہمارے سامنے پیش کی جاتی تو شیوا جی کی ذات مسلمانوں کے لئے بھی ویسے ہی واجب التعظیم ہوتی جیسا کہ ہندوؤں کیلئے ہے اور اورنگ زیب پر ہندو بھی اسی طرح فخر کرتے جس طرح مسلمان فخر کرتے ہیں۔"

مذکورہ بالا عبارت سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ انگریزوں نے ہر قدم پر اور زندگی کے ہر شعبہ پر اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے کاری ضرب لگائی تھی۔ لوگ انگریزوں کی شاطرانہ چال کو سمجھ نہیں سکے اور اسی رو میں

بہہ گئے جس میں انگریز بہانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن انھیں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے انگریزوں کی اس پالیسی کو تاڑ لیا تھا کہ ان کا مقصد صرف لڑاؤ اور حکومت کرو ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں ایک نام ٹیپو سلطان کا بھی ہے جو میسور کا ایک جری اور جانباز حکمراں تھا۔

مندرجہ بالا سطور میں لکھا جا چکا ہے کہ ٹیپو سلطان نے حیدر علی کی بے وقت موت کے بعد اقتدار سنبھالا تھا چونکہ حیدر کی وفات میسور کی دوسری جنگ کے جاری رہتے ہی ہو گئی تھی۔ ٹیپو اپنے باپ کے انتقال کے وقت میدان جنگ ہی میں تھا۔ خبر سنتے ہی وہ سرنگا پٹم آیا اور تخت نشینی کی رسم پوری کرنے کے بعد پھر لڑائیوں میں مصروف ہو گیا۔ ٹیپو کو لڑائیوں میں مصروف دیکھ کر ملک کے اندر بہت سے باغیوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا لیکن ٹیپو سلطان نے تمام باغیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ باغیوں میں ٹیپو کے سب سے بڑے حریف نظام اور مرہٹے تھے۔ ٹیپو کی کامیابیوں سے وہ لوگ بے حد خائف تھے۔ ان لوگوں نے متحد ہو کر ٹیپو پر حملہ کیا لیکن انہیں شکست کا منھ دیکھنا پڑا۔

ٹیپو سلطان ایک نہایت فراخ دل، با اخلاق، شجاع اور دلیر بادشاہ تھا۔ وہ اپنے دشمنوں کی بڑی سے بڑی خطاؤں کو بھی ان کی معذرت طلبی کے بعد معاف کر دیا کرتا تھا۔ قدرت نے اسے ایک حساس دھڑکتا ہوا دل دیا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے زیردستوں کے دکھ درد محسوس کرتا اور ان کا مداوا کرنے کی کوشش کرتا۔ انھیں صفات کی بنا پر انگریزوں کو بھی کئی دفعہ معافی دی گئی اور نظام اور مرہٹے بھی اس کے قبضہ میں آنے کے بعد معاف کر دیئے گئے۔

اس کے علاوہ وہ بہادروں کی بھی دل و جان سے قدر کرتا تھا۔ ان کی بہادری سے خوش ہو کر بڑی بڑی جاگیریں انعام میں دے دیتا تھا۔ مثال کے طور پر ہری پنڈت مرہٹوں کا سپہ سالار تھا وہ بہت بہادر اور جانباز تھا۔ ٹیپو سلطان نے اس کی بہادری سے متاثر ہو کر بہت بڑی جاگیر بطور انعام اسے دے دی۔ ٹیپو سلطان نے میدان جنگ میں بھی اپنے بلند اخلاق اور اعلیٰ سیاست دانی کا مظاہرہ کیا ہے۔

ٹیپو سلطان ایک دوربین اور بہت باشعور سیاست داں تھا۔ اس کے خلاف جتنی بھی سازشیں رچی جاتی تھیں ان پر اس کی نظر رہتی تھی۔ وہ اپنی سلطنت اور ملک کو دوسری سلطنتوں اور ملکوں سے آگے لے جانے

کا آرزو مند تھا اس غرض سے اس نے ایک پارلیمنٹ بھی بنائی تھی اور اس میں عوام کے سربرآوردہ لوگوں کو ممبر بنایا تاکہ وہ اپنی دانشمندی اور سچی لگن کے ساتھ اس کی بہتری کی طرف متوجہ ہوں۔ لیکن اس معاملے میں ٹیپو کی نظر دھوکا کھا گئی کیونکہ اس نے میر صادق کو اس پارلیمنٹ کا صدر اور پورنیا کو وزیر مال کا معتمد اور اہم عہدہ دار بنا دیا۔ انہیں دو ذمہ دار وزیروں نے سلطان سے بے وفائی کی اور انگریزوں سے مل کر ملک کا سودا کر لیا۔

ٹیپو سلطان کو علوم و فنون سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ اس کی تعلیم و تربیت بہترین اساتذہ کے ذریعہ ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے رائج الوقت علوم و فنون پر عبور کامل حاصل ہو گیا۔ گفتگو میں فارسی زبان کا استعمال عام طور پر کرتا تھا لیکن تحریر و تقریر میں مقامی زبانیں استعمال کرتا۔ اسے انشاء پردازی سے کافی خاص رغبت تھی اور اسے اس میں کمال حاصل تھا۔ اس کی تحریروں کے وصف کے متعلق مسٹر کیمبل کا بیان ہے کہ:

"سلطان نہایت آسانی سے نثر و نظم لکھتا تھا اور اس کے مضمون میں ایک خاص شان پائی جاتی تھی۔"

ٹیپو سلطان چونکہ خود ایک ذی علم شخص تھا لہٰذا تصنیف و تالیف سے بھی اس کو شوق تھا اور وہ حکومت کے معاملات میں الجھے رہنے کے باوجود تصنیف و تالیف کے لئے وقت نکال ہی لیتا تھا۔ اس نے سرنگاپٹم میں ایک یونیورسٹی "جمیع الامور" قائم کی جس میں دینی علوم کے علاوہ دیگر علوم کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ سلطان کے ذوق علم کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ اس کی ایک ذاتی لائبریری بھی تھی جس میں بعض نادر کتابیں تھیں۔ جن میں سے کچھ کتابیں اس کی شہادت کے بعد کلکتہ کو منتقل کر دی گئیں۔ اور زیادہ تر کتابیں ولایت بھیج دی گئیں۔

سلطان کے تبحر کا اندازہ اس کے ان احکامات سے ہو سکتا ہے جو وہ خود عرضیوں پر لکھوا تا تھا۔ ہر فن اور ہر علم سے اس کی واقفیت تھی۔ اس کی نگاہ بڑی دوربین تھی۔ وہ تمام معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ دوسروں سے گفتگو کرتے وقت بہت شیریں کلامی سے کام لیتا اس کا لہجہ بہت ہی نرم ہوتا۔ اقبال کا درج ذیل شعر ٹیپو سلطان کے کردار کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔

نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

ٹیپو سلطان طبیعت کے لحاظ سے رحم دل بھی تھا، ظلم، قتل و غارت گری کسی طرح سے ہوا سے بالکل پسند نہیں تھی۔ اس کی رحمدلی ہر خاص و عام کے ساتھ یکساں تھی۔ اس میں چھوٹے بڑے، ہندو مسلمان، ملازم، آزاد و قیدی کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ اس کا سلوک ہر کس و ناکس کے ساتھ یکساں ہوتا تھا۔ وہ قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا تھا اس کے بارے میں سید حامد حسین جیلانی نے ایک مورخ کے حوالے سے درج ذیل باتیں لکھی ہیں:

"ایک مرتبہ رات کا وقت تھا۔ سلطان اپنے خیمہ میں سو رہا تھا تو اسکو کراہنے کی آواز آئی۔ خیمہ سے نکل کر دیکھا تو قیدی پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ سلطان نے خود جا کر انھیں پانی پلایا اور اس وقت تک نہیں سویا کہ جب تک یہ قیدی نہیں سو گئے۔"

سلطان نے ملکی مصنوعات کے فروغ کے سلسلے میں بھی کافی توجہ دی۔ اسے عملی جامہ پہنایا۔ اس نے اس معاملے میں ایک مثال قائم کی۔ اس نے لوگوں کے سامنے وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں دنیا کی تاریخ میں کم ملینگی۔ سلطان خود بھی اپنے ملک کی تیار کردہ چیزیں استعمال کرتا اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتا۔

سلطان کی زندگی اور اس کے واقعات سے صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ واقعی اپنی دماغی صلاحیت، جدت طرازی اور بلند حوصلگی میں اپنے تمام ہم عصر بادشاہوں سے آگے تھا۔ اس نے جو اصلاحات جاری کی تھیں وہ ملک کے فروغ کے لئے بے حد ضروری تھیں۔ اگر بدیسی حکومت کے ناپاک عزائم اس کی راہ میں حائل نہ ہوتے تو ان اصلاحات کا اثر تمام ہندوستان میں ہوتا اور آج ہمارا ملک بھی دوسرے ترقی یافتہ ملک کے ہمدوش ہوتا۔ ••

نمائش

ٹیپو سلطان، حیات اور خدمات

چند تاثرات

حکومت مغربی بنگال کے زیر اہتمام سہ روزہ تقریبات یاد ٹیپو سلطان کے دوران کلکتہ کے انفارمیشن سنٹر میں منعقدہ نمائش کا عمائدین شہر، بیرون شہر سے آئے ہوئے مہمانوں اور عام ناظرین نے بڑی تعداد میں معائنہ کیا۔ انھوں نے رجسٹر میں انگریزی، بنگلہ اور اردو میں اپنے تاثرات بھی لکھے۔ ان میں سے چند تاثرات اردو متن میں پیش ہیں۔



جاوید اختر نمائش کا معائنہ کرتے ہوئے۔

• ٹیپو سلطان پر یہ نمائش انتہائی عمدہ اور عدیم المثال ہے اسے مغربی بنگال کی دوسری جگہوں میں بھی دکھانے کا بندوبست کرنا چاہیے۔

—— محمد امین وزیر ترقیات و فلاح اقلیات حکومت مغربی بنگال

• حکومت مغربی بنگال قابل تعریف ہے کہ اس نے اس شاندار نمائش کے ذریعے ٹیپو سلطان کے کارناموں کو اجاگر کیا۔ یہ نمائش بے حد معلومات افزا ہے۔

—— بی۔ شیخ علی میسور، سابق وائس چانسلر منگلور و گوا یونیورسٹی

• ٹیپو سلطان کی شکست ایک المیہ تھا لیکن یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ہم نے اس شہید کو اس ریاست میں بھی وہ مان سمّان نہیں دے سکا جہاں وہ پیدا ہوئے اور شہید ہو گئے۔ یہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ ہم ماضی کو تو بدل نہیں سکتے لیکن آئیے ہم مستقبل کو بچانے کی کوشش کریں۔

—— جاوید اختر، ممبئی

• نمائش کو دیکھ کر میں متحیر اور بے حد خوش ہوا جس میں جنگ آزادی کی اس پہلی جنگ کی تاریخ پیش کی گئی ہے جو حیدر علی اور ان کے فرزند عزیز ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے خلاف لڑی تھی۔ اس کامیاب نمائش کے لئے میں منتظمین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

—— محمد شاہ حسین، (پرنس انور شاہ کے پڑپوتے) کلکتہ

• قومی ہیرو کو یاد کرنا اور جشن منا کر ان سے دلی لگاؤ کا اظہار تو ہے ہی مگر ٹیپو سلطان کی دو صد سالہ برسی کا انعقاد فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے بھی ضروری ہے۔ خاص کر موجودہ حالات میں۔

—— پروفیسر اسد الزماں اسد، سابق صدر شعبۂ اردو، ہگلی محسن کالج

• حکومت مغربی بنگال کے شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور نے ایک ایسے نمائش کے ذریعے ٹیپو سلطان کو خراج عقیدت پیش کیا ہے جو کافی معلومات افزا ہے اس سے آج کی نئی نسل کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا۔

—— گور شنکر مکھو پادھیہ، کلکتہ ۲۵

• ٹیپو سلطان صرف میسور کے نہیں بلکہ ہندوستان کے بھی شیر تھے۔ ان کی دو صد سالہ برسی منانے کے لئے ایسی کوشش (نمائش) رائیگاں نہیں جائے گی بلکہ ان کے مثبت اور ترقی پذیر نتائج برآمد ہوں گے بے شک ہم تاریخ کے طلباء اور دیگر تمام ناظرین کو ان سے حوصلہ ملے گا اور یہ اپنے ماضی پر فخر محسوس کریں گے۔ یہ کوشش یقیناً قابل تعریف ہے۔

—— روپا گھوش، کلکتہ

• یہ نمائش بے حد منظم اور خوبصورت ہے۔ یہ صرف تعلیم کا وسیلہ ہی نہیں بلکہ ٹیپو سلطان کی شخصیت کے اردگرد پھیلائے گئے مبہم جال کو دور کرنے میں مددگار بھی ہے۔

—— محمد معین الدین، بنگلور
چیئرمین ٹیپو سلطان ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اینڈ میوزیم



غدّارانِ ٹیپو سُلطان

جمیل احمد

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ آدم، ننگ دین، ننگ وطن (اقبال)

ٹیپو سلطان ایک بہادر سپاہی، ایک باوقار حکمراں اور ایک دوراندیش فرماں روا تھے۔ انھوں نے اپنی بہادری، حوصلہ مندی اور دوراندیش حکمت عملی سے نہ صرف انگریزوں کے ناپاک ارادوں کو ناکام کیا بلکہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے اپنی سلطنت کو کافی مستحکم بنایا۔ وہ جس قدر بہادر اور تجربہ کار تھے اسی قدر رحم دل اور سادہ لوح بھی تھے۔ ان کی اسی سادہ لوحی کی وجہ سے انھیں اپنوں کے ہاتھوں کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ انھوں نے اپنے عہداران حکومت اور ساتھیوں پر ازحد بھروسہ کیا۔ انہیں مارآستیں نے انھیں بالآخر ڈس لیا۔ ٹیپو سلطان کی بدقسمتی تھی کہ اس کے بہترین اور قریب ترین ساتھی درپردہ انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ ان کے کئی وزراء اندرونی طور پر ان کے خلاف سازشش کررہے تھے۔ ان کے عمل سے غداری کی بو آرہی تھی۔ اپنے غیر ہوچکے تھے۔ سلطان کے ان نام نہاد دوستوں کی نمک حرامی اور غداری کا علم انھیں میسور کی آخری جنگ تک نہ ہوا۔ ان غدّاروں کے مکر و فریب اور سازشش کا علم سلطان کو کافی دیر سے ہوا۔ اب اس غداری، دھوکہ اور فریب سے بچنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ پھر بھی یہ سلطان ہی کا جگر تھا کہ وہ آخری سانس تک اولوالعزمی، دلیری اور بہادری سے اپنے مقصد کی حصولیابی کے لئے لڑتے رہے اور آخرکار شہید ہوگئے۔

ان غداروں کی فہرست میں میر صادق، میر غلام علی لنگڑا، میر معین الدین، میر قمرالدین، بدرالزماں نائطہ، میر قاسم علی اور پورنیا بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔

ٹیپو سلطان کے خلاف حیدرآباد، ارکاٹ اور مدراس میں سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ ان سازشوں میں ان تمام غداروں کا ہاتھ تھا۔ انھیں پورا یقین تھا کہ ٹیپو کی شکست کے بعد انھیں مالامال کردیا جائے گا۔ جاگیریں عطا کی جائیں گی جس کے لئے ان لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان بدبختوں اور ضمیر فروشوں نے اپنا کام کر دکھایا۔ یہ انھیں کی ضمیر فروشی کا نتیجہ ہے کہ سلطان نے غیر ملکی اقتدار کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ سلطان کی وفات کے بعد انگریزوں کو مکمل یقین ہوگیا کہ اب وہ ہندوستان پر آسانی سے قبضہ کرلیں گے اور سکون سے حکومت کرسکیں گے۔ اسی لئے تو خوشی میں ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔

"آج ہندوستان ہمارا ہے"

ذیل میں ملک کے ان غداروں اور ضمیر فروشوں کے مختصر حالات بیان کئے جاتے ہیں جن کی غداری نے ملک کی قسمت پر غلامی کی مہر لگادی۔

<u>میر صادق</u> :۔ نواب حیدر علی کے زمانے میں ملازمت میں داخل ہوا۔ سلطان ٹیپو کے عہد میں چیف سکریٹری کے عہدے پر پہنچا۔ اپنی حرکتوں کی وجہ سے معزول ہوا لیکن یہ سلطان کی سادہ لوحی تھی کہ اسے دوبارہ اس کے عہدہ پر بحال کردیا گیا۔ سلطان کے خلاف جتنی بھی سازشیں ہوتی تھیں سب میں اس کا ہاتھ ہوتا تھا۔ سلطان کی تمام اطلاعات حیدرآباد، ارکاٹ، مدراس اور کلکتہ کے دشمنوں تک میر صادق کے ذریعہ پہنچ جایا کرتی تھیں یہی وجہ ہے کہ انھیں سلطان کی تیاریوں اور منصوبوں کا قبل از وقت علم ہوجایا کرتا تھا اور نتیجتاً اس کے تمام منصوبوں پر پانی پھر جاتا تھا جس آخری جنگ میں سلطان کی شہادت ہوئی اس کی پوری ذمہ داری میر صادق پر عائد ہوتی ہے۔ اس نے قلعہ کا دروازہ بند کردیا تھا تاکہ سلطان واپس اندر نہ آسکے۔ انگریزوں کے لئے یہی باعث پریشانی تھا کہ وہ سلطان کو شناخت کرنے سے قاصر تھے۔ یہ میر صادق ہی تھا جس نے سلطان کی نشاندہی کردی نتیجے کے طور پر سلطان محصور کرلئے گئے پھر بھی سلطان نے ہمت نہ ہاری اور مردانہ وار لڑتے ہوئے ایک بہادر سپاہی کی طرح جان دی۔ سلطان کی شہادت کے بعد ان کی اولاد کو جائیداد سے بےدخل کرنے کا مشورہ بھی میر صادق ہی نے دیا تھا۔ سلطان کی بربادی میں میر صادق کا اہم رول رہا ہے۔ جس طرح بنگال میں نواب سراج الدولہ سے غداری میں ممتاز نام

میر جعفر کا ہے۔ اسی طرح ٹیپو سلطان سے غداری میں ممتاز نام میر صادق کا ہے۔ ان دونوں کی اس غداری نے ڈاکٹر محمد اقبال کو یہ شعر لکھنے پر مجبور کیا ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ آدم، ننگِ دین، ننگِ وطن

میر غلام علی لنگڑا:۔ یہ شخص ارکاٹ کی تباہی کے بعد سلطان حیدر علی کی ملازمت میں آیا۔ بہت چالاک اور تیز فہم تھا۔ اس کی اس خوبی کی وجہ سے اسے ترکی میں سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ وہ حد درجہ مغرور اور متکبر انسان تھا۔ ترکی سے واپسی پر اس نے بہت سے تحائف خود ہی رکھ لیئے۔ تلاشی کے بعد تمام مال اس کے گھر سے برآمد ہوئے جس کی پاداش میں اسے نظر بند کر دیا گیا لیکن سلطان کی فراخدلی کہیئے کہ اس نے اسے نہ صرف معاف کر دیا بلکہ "وزارت بحریہ" کا قلمدان اس کے سپرد کر دیا۔ سلطان کی شہادت کے بعد اس نے سلطان کے شہزادے کے تخت نشیں ہونے کے خلاف آواز بلند کی اور کہا کہ یہ "ابھی بچہ اور ناسمجھ ہے"، سلطان کی فراخدلی کا یہ بدلہ اس کے فطرتاً دغاباز اور ملک دشمن ہونے کا ثبوت ہے۔

میر قمر الدین و میر معین الدین:۔ گرچہ یہ دونوں ٹیپو کے سوتیلے ماموں تھے لیکن غداروں کی فہرست میں ان کے نام بھی شامل ہیں۔ یہ حیدر علی کے زمانے میں ہی مرہٹوں سے سازباز کرتے رہے جس کے عوض انھیں گرم کنڈہ کی جاگیر ملی۔ جب حیدر علی کی موت کی افواہ پھیلی تو میر قمر الدین فوج لیکر سرنگاپٹم آیا تاکہ تخت پر قبضہ کر سکے۔ سلطان نے اس کی خبر پاکر دونوں کو نظر بند کروا دیا مگر پھر بعد میں رہا کر دیا۔ ان دونوں بھائیوں نے سلطان کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دینے کی ٹھان لی۔ میر معین الدین تو سلطان کی شہادت کے دن ہی خندق میں گر کر مر گیا لیکن میر قمر الدین نے اپنی غداری کا معاوضہ انگریزوں سے وصول کر کے ہی دم لیا۔ یہ مثل ان دونوں پر صادق آتی ہے:

"گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے"

پورنیا:۔ یہ شخص نواب حیدر علی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ بہت ذہین اور عالم شخص تھا۔ ترقی کرتے کرتے وزیر مالیات، پھر دیوان کے عہدہ پر فائز ہوا۔ سلطان کے تمام محکموں پر اس کا اقتدار تھا۔ بظاہر یہ سلطان کا ہمنوا تھا لیکن دراصل یہ غداروں کا سرغنہ تھا اور ہر سازش میں شریک ہوتا تھا۔ یہ ترمل راؤ اور کشن راؤ کے ذریعہ سلطان کی اہم اطلاعات کو لارڈ کارنوالس تک پہنچاتا تھا۔ عین لڑائی کے وقت تنخواہ تقسیم کرنے

کے بہانے فوج کو محاذ سے واپس بلالیا تھا۔ میسور کی تیسری اور چوتھی لڑائی اسی کے ذہنی سازش کا نتیجہ تھیں۔ جب سلطان کی شہادت ہوگئی تو انگریزوں نے اسے سلطنت میسور کے نو عمر ہندو شہزادے کا دیوان مقرر کیا جو اس کا ثبوت ہے کہ سلطان کے خلاف انگریزوں کے ساتھ وہ شامل تھا۔

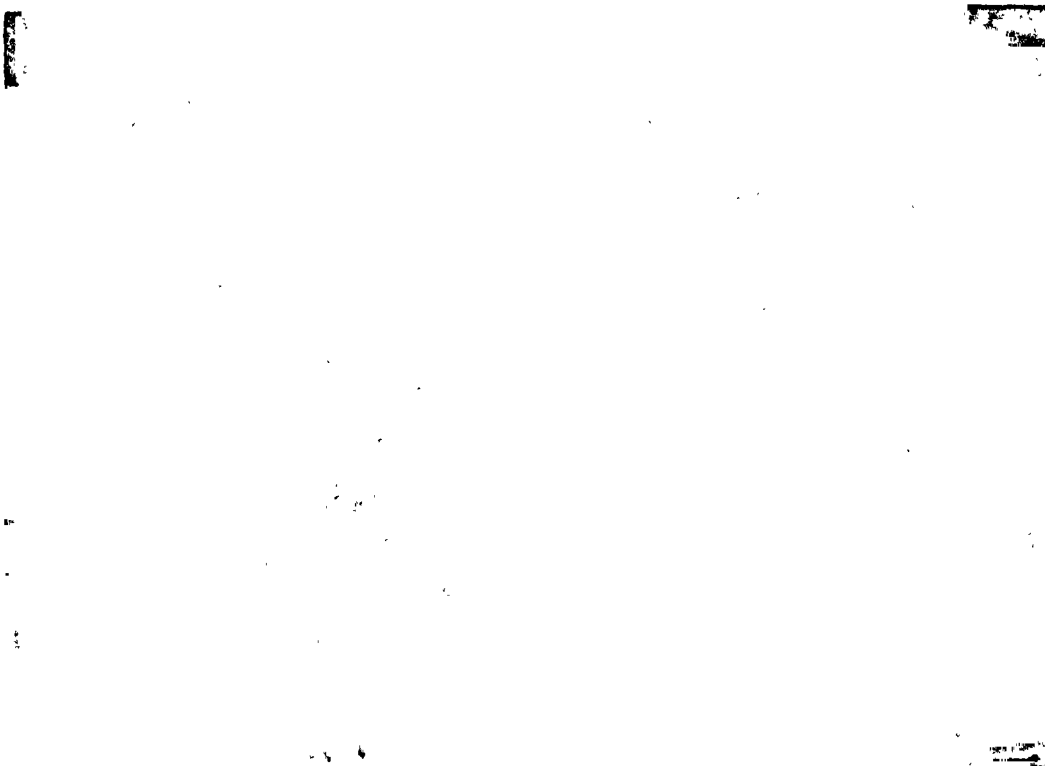
میر قاسم علی:۔ یوں تو اس شخص نے ساری عمر سلطان کی خدمت میں گذار دی لیکن غداری سے باز نہیں آیا۔ سلطان کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ یہ سرنگاپٹن کے قلعہ کا افسر تھا۔ میر قاسم علی نے حیدرآباد جانے کے لیئے رخصت طلب کی۔ جب رخصت کی اجازت مل گئی تو وہ حیدرآباد جانے کے بجائے انگریزوں سے جا ملا اور قلعہ کے سلسلے میں اہم معلومات انگریزوں کو مہیا کرتا رہا۔ خاص طور پر اس بات سے آگاہ کیا کہ کس قلعہ پر کس جانب سے حملہ کیا جائے اور کون سا حصہ کمزور ہے۔ جنرل میڈوز کے مطابق:

" دوپہر کے وقت جب حملہ کی تیاریاں مکمل ہو چکیں تو جنرل بیرڈ خندقوں سے فوج لے کر نکلا اور دریا پار کر کے فصیل پر چڑھا۔ انگریزی فوج میں جو شخص سب سے پہلے فصیل پر چڑھا وہ جنرل بیرڈ تھا۔ اس کی رہنمائی کے لئے ایک شخص اس کے آگے آگے تھا۔ وہ شخص میر قاسم علی تھا جو قلعہ کی فصیل پر بیرڈ سے پہلے چڑھا۔"

یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ اگر میر قاسم علی قلعہ کے سلسلے میں اطلاع نہ دیتا تو شاید ہی انگریزی فوج آسانی سے جنگ جیت سکتے اور شاید تاریخ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ اس قلعہ کے ہاتھ لگتے ہی انگریزوں نے سمجھ لیا کہ اب ہندوستان پر مکمل قبضہ آسان ہے۔

بدر الزماں خان:۔ سلطان ٹیپو کے ساتھ اس کی دشمنی ذاتی رنجش کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ہوا یوں کہ سلطان نے اس کی لڑکی کی شادی سلطان کے برہان الدین سے کرادی جسے بدر الزماں نے اپنی توہین سمجھی۔ اس کی لڑکی نے خودکشی کر لی۔ میر صادق نے سلطان سے اس کی بدنیتی کا ذکر کیا۔ سلطان نے اسے نظر بند کر دیا لیکن بعد میں اسے رہا کر دیا اور وزیر بنا دیا۔ بدر الزماں نے سلطان سے بدلہ لینے کی ٹھانی اور اس کی سلطنت کو مٹانے میں ہر ممکن کوشش کرتا رہا۔ آخرکار کامیاب ہوا۔

ٹیپو سلطان کی سب سے بڑی خامی اور کمزوری یہ تھی کہ وہ بہت فراخدل تھا۔ کسی کو سزا دیکر معاف کر دینا اس کی فطرت میں شامل تھا لیکن



• سرنگاپٹم کی آخری جنگ کی تباہکاریاں

اس کی فراخدلی اور رحم دلی ہی اسے لے ڈوبی اور اسکا کام تمام کردیا۔ نواب حیدرعلی نے اپنے ایک خط میں سلطان کو آگاہ کردیا تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ: "میرے مرنے کے بعد پورنیا، میرصادق اور میرغلام علی لنگڑا پر کڑی نظر رکھنا۔ ان کی نیتوں میں فتور ہے۔"

کاش سلطان اس پرعمل کرتے۔ ان کی ناکامی اور بربادی میں ان غداروں نے جو رول ادا کیا وہ تاریخ کا ایک شرمناک باب ہے۔ اس قسم کی غداری اور دھوکہ دہی شاید ہی کسی سلطان کے ساتھ کی گئی ہو۔ جن اغراض ومقاصد کی حصولیابی کے لئے ان لوگوں نے سلطان کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا اس میں انھیں بھی کوئی زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا بلکہ بہت سے اسی دن قتل کردیئے گئے اور کچھ کا تو پتہ ہی نہیں چل سکا کہ ان کا حشر کیا ہوا۔ ان لوگوں نے اپنی دنیا تو خراب کی ہی اپنی عاقبت بھی خراب کرلی کیونکہ یہ انسانیت، مذہب و ملت اور وطن کے لئے ننگ تھے۔ تاقیامت ان پر لعنتوں کی بارش ہوتی رہے گی۔

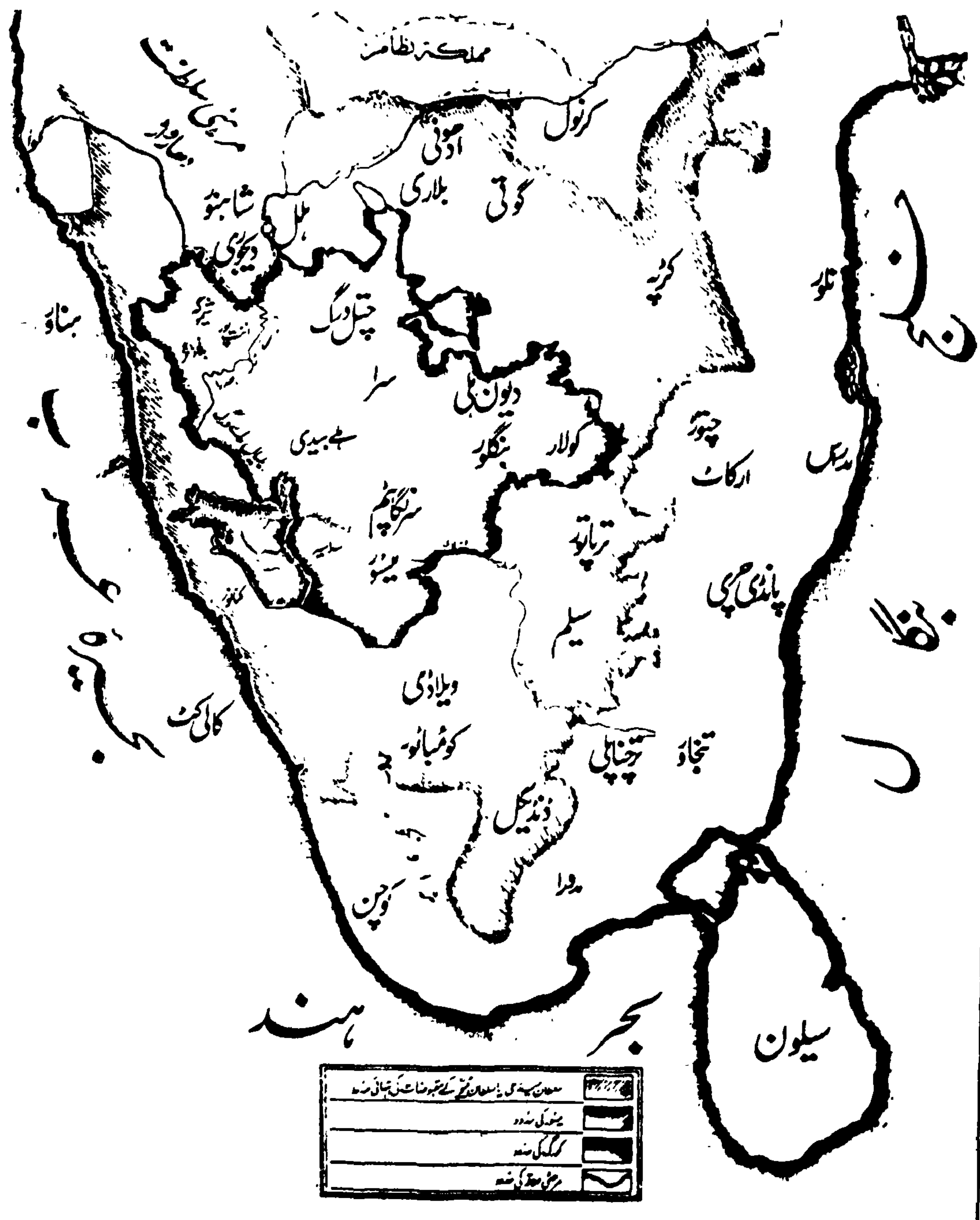
اس میں شک نہیں کہ سلطان انتہائی رحمدل، فراخ دل اور انسان دوست تھے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ دشمنوں کو نہیں پہچانتے تھے اور انھیں سزا نہیں دیتے تھے۔ پتہ نہیں اسے اپنے والد کی نصیحت کیوں نہیں یاد رہی یا اس نے اپنے دشمنوں کو پہچاننے میں کیوں چوک کی۔ بہرحال اسے تو شہادت کا درجہ حاصل ہونا تھا۔ تاریخ ہند میں اپنا نام کندہ کروانا تھا اس لئے اس کے دل ودماغ پر پردہ پڑ گیا تھا اور انہوں نے ان غداروں کو پہچاننے میں فاش غلطی کی۔ بہرحال اگر ایک طرف ان غداروں کو ملک کے لئے ننگ وعار سمجھا جاتا ہے تو دوسری طرف سلطان ٹیپو کو ایک سچا مجاہد، ایماندار، محبِ وطن اور آبروئے ہندوستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بقول شاعر

آں شہیدانِ محبت را امام
آبروئے ہند وچین و روم و شام

اقبال ••

نقشۂ سلطنتِ خداداد

سنہ ۱۷۹۹ء



ماخوذ از صحیفۂ ٹیپو سلطان مولفہ محمود بنگلوری



ٹیپو سلطان کا دار السلطنت سرنگا پٹم

ماضی و حال

سرکار خداداد کا پائے تخت جس کا نام سلطان نے ظفر آباد رکھا تھا میسور کے جنوبی حصہ میں دریائے کاویری کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کی کل لمبان چار میل سے زیادہ نہیں اور چوڑائی ایک میل سے کچھ زیادہ ہے۔ اس جزیرہ میں نویں صدی عیسوی میں سری رنگا کا مندر تعمیر ہوا اور شہر کی بنیاد ڈالی ۱۴۵۴ء میں راجہ تمنا نے بہ اجازت دربار وجیا نگر یہاں قلعہ بنوایا۔ ۱۶۱۰ء میں راجہ وڈیر (جو موجودہ حکمران خاندان میسور کے اجداد میں ہے) اس جزیرہ کو اپنا پائے تخت قرار دیا اس زمانہ سے لیکر ۱۷۹۹ء تک یہ میسور کا پائے تخت رہا۔ ۱۷۶۱ء میں نواب حیدر علی برسر اقتدار آئے۔ اس وقت سے لیکر زوال سلطنتِ خداداد یعنی چالیس سال تک اس کو جو عروج حاصل ہوا وہ تاریخ عالم میں یادگار رہے۔ قدیم قلعہ کو ڈھا کر حیدر علی نے نیا قلعہ تعمیر کروایا۔ جس کے بعد ٹیپو سلطان نے متعدد تبدیلیاں کیں اور قلعہ کے اندر دوسری فصیل اور خندق بنوائی جس کو انگریزوں نے ڈھا کر خندق کو بھر دیا۔ ۱۷۹۲ء میں سرنگا پٹم کی جو حالت تھی اس کے متعلق میجر ڈیرام جو لارڈ کارنوالس کا اسٹاف افسر تھا لکھتا ہے:

"اس وقت قلعہ سے لیکر لال باغ تک آبادی ہی آبادی ہے اس کا مشرقی حصہ گنجام کہلاتا ہے جو ایک کچی مٹی کی دیوار سے گھرا ہوا ہے اس کے اندر جو شہر ہے وہ برابر برابر مربعوں میں تقسیم ہو کر ہے اور ہر مربع کے چار طرف وسیع و فراخ اور خوشنما سڑکیں ہیں جن کے دونوں بازو پر سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ تاجر رہتے ہیں جو فوج اور شہری ضروریات کے لئے ہر قسم کی اشیا فروخت کرتے ہیں۔ گنجام سے مشرقی جانب وہ مشہور باغ جو ہے لال باغ کے نام سے موسوم ہے۔ باغ نہایت خوش وضع ہے۔ انواع و اقسام کے میوہ دار درخت لگے ہوئے ہیں روشوں کے دونوں طرف بلند و خوبصورت شمشاد کے درخت اپنا سایہ ڈال رہے ہیں۔ شہر کے مغربی جانب قلعہ کی سفید دیواریں ہیں جن کے اوپر سے قدیم مندروں کی اونچی چوٹیاں اور مسجدوں کے اونچے مینار نظر آتے ہیں۔ انھیں دیکھتے ہوئے لال باغ پر جو خوبصورت کام و خوشنمائی کا ایک دلفریب منظر ہے، نظر کی جائے اور ان کے ساتھ قلعہ اور اس لال باغ کے درمیانی حصہ کی گنجان آبادی کے مکانات کو بھی دیکھا جائے تو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کا یہ عروس البلاد اس زمانہ میں سب سے زیادہ متمول، سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ سکون بخش خطہ زمین ہے۔"

ایک اور انگریزی مورخ جو ۱۸۰۴ء میں سلطان کی شہادت کے پانچ سال بعد آیا تھا۔ لکھتا ہے:

"اس وقت شہر کی آبادی اڑھائی تین لاکھ کے قریب ہے"۔

سرنگا پٹم کا قلعہ جزیرہ کے مغربی حصہ میں ہے۔ دریائے کاویری کی شمالی شاخ فصیل قلعہ سے لگی ہوئی بطور خندق چلی جاتی ہے اور جنوبی شاخ کچھ دور تک فصیل قلعہ سے لگی ہوئی ہے۔

جزیرہ سرنگا پٹم میں داخل ہونے کے لئے دریائے کاویری پر دو پل ہیں۔ ایک شمال میں اور ایک جنوب میں۔ شمالی مغربی جہت میں سلطان شہید نے دہلی دروازے کے مقابل ایک پل کی بنیاد رکھی جواب بھی دیکھی جا سکتی ہے اور قلعہ کے اندر داخل ہونے کے متعدد دروازے ہیں جن میں مشرق کی طرف بنگلوری دروازہ ہے جنوب کی طرف دو دروازے ہیں ایک میسوری دروازہ اور دوسرا ہاتھی دروازہ شمال کی طرف پانی کا دروازہ ہے اور شمال مغربی جہت میں دلی دروازہ ہے۔ میسوری دروازہ پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

جو شد این قلعہ را بنیاد فرمود
ز بر جد سال ماہِ خسروی بود
ہزار و دو صد و بر عشرہ نہ ہم
شمار سال احمد بدر مولود
بتاریخ نہم روز شنبہ
بعینِ ساعتِ برجیس مسعود

سلطان کی شہادت کے بعد

ملّس اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ کرنل ولزلی نے اپنے بھائی لارڈ ولزلی گورنر جنرل کو سلطان کی شہادت کے بعد سرنگاپٹم میں رونما ہونے والے واقعات کی خبر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"۴ مئی کی شب میں سرنگاپٹم پر جو مصیبت آئی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شہر میں مشکل سے کوئی مکان ہوگا جو لوٹ سے بچا ہوا ہو۔ ہماری کیمپ کے بازار میں ہمارے سپاہی بیش قیمت جواہرات سونے کی سلاخیں اور دوسری قیمتی اشیا بالکل سستی قیمت پر فروخت کر رہے ہیں یا انہیں دوسری چیزوں کے عوض دے رہے ہیں۔ ایک ایک بیش قیمت موتی ایک شیشہ شراب کے عوض دیا جا رہا ہے ایک فوجی ڈاکٹر نے سپاہی سے دو بازو بند خرید کیا ہے جس میں ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ ان دونوں بازو بند میں ایک جو بہ نسبت دوسرے کے کم قیمت کا بتلایا جاتا ہے اسکو حیدرآباد کے ایک جوہری نے تیس ۳۰ ہزار پونڈ کا بتلایا ہے دوسرے بازو بند کے متعلق جوہری نے کہا کہ وہ اس قدر قیمتی ہے کہ اسکی قیمت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس قدر مال و دولت حاصل کرنے کے باوجود بھی ہمارے افسر اور سپاہی اس تمام املاک اور خزانے کو بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں جو محل سے دستیاب ہوا ہے۔ ..... فوج کا ہر شخص بلکہ جنرل ہارس تک اس کے لئے مضطرب ہے کہ مال غنیمت جلد از جلد تقسیم ہو جائے۔ فتح مند فوج جس کو اور کوئی کام نہیں ہے۔ بالکل قابو سے باہر ہو رہی ہے۔" (ماڈرن میسور صفحہ ۲۵۰)

طلوع قوس بود و ہم بمیزان
شفق بر زہرہ بر جیس افزود
عطارد آفتاب راس ہر سہ
ببرج سنبلہ بودند محمود
بجدی ماہ بعقرب بود مریخ
ذنب در حوت کیواں در حمل بود
ثمر ایں وقت را نیست پندار
کہ قلعہ از ہمہ اسباب بہ بود
بماند تا ایم محفوظ از آفات
بفضل رحمت خلاق معبود"

شہر میں آب رسانی کے لئے دریائے کاویری سے نہر کاٹ کر لائی گئی تھی اور اس سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئی تھیں قلعہ کے اندر بھی پانی زمین دوز نہروں کے ذریعہ لایا گیا تھا جو اب بھی بعض جگہ نظر آتی ہیں۔ مسجد اعلیٰ کے حوض اور سلطانی محل کے لئے پانی دریائے کاویری سے اس طرح لیا جاتا تھا کہ قلعہ میں شمال مغربی کونے میں پانی اچھال کر ایک حوض میں بھر دیا جاتا تا جہاں سے وہ پختہ نالیوں کے ذریعہ حوض میں آجاتا تھا جس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

موجودہ وقت میں یہاں کیا ہے۔ آہ! سرنگاپٹم جو سلطنت خداداد کا پائے تخت تھا ایک معمولی قصبہ بن کر رہ گیا ہے۔ یہ وہ شہر تھا کہ اگر سلطنت کو مہلت دی جاتی اور سلطان کی ایک دو نسلیں یہاں تخت نشین ہوتیں تو دلّی، کابل، قاہرہ تو درکنار سلطان کی اولوالعزمی کو دیکھتے ہوئے سرنگاپٹم کا نام آج بغداد و غرناطہ سے پہلے آتا مگر قدرت کو یہی منظور تھا جو ہوا۔ جس طرح گلشن میں کچھ کلیاں ناشگفتہ مرجھا جاتی ہیں اور جس طرح چھوٹے بچے اوائل عمری میں داغ مفارقت دے جاتے ہیں اسی طرح بعض شہر اور قصبے بھی اپنی ابتدائی منازل تمدن میں برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ سرنگاپٹم بھی اسی طرح برباد ہو کر رہ گیا۔

آج مندروں کے علاوہ مسجد اعلیٰ دریا دولت باغ، مقبرہ اور مسجد اقصیٰ موجود ہیں۔ باقی سب ہو کا عالم ہے۔ قلعہ کے اندر پٹن میں تھوڑی سی آبادی ہے اور گنجام دن بدن ویران ہوتا جا رہا ہے۔ آہ! یہ وہ شہر ہے جہاں بیٹھ کر سلطان دارالسلطنت دیتا تھا جس کے چپہ چپہ پر آبادی اور مکانات تھے جس کے قلعہ پر سلطانی علم اپنی پوری جبروت و عظمت کے ساتھ کبھی اڑتا تھا آج یہ ویران کھنڈر ہے۔ سلطانی محلات کو ڈھا دیا گیا ہے صرف ایک چھوٹی سی شکستہ دیوار کتبہ کے لئے چھوڑ دی گئی ہے۔

(ماخوذ از تاریخ سلطنت خداداد، مصنفہ محمود بنگلوری سنہ ۱۹۳۹ء) ==

اس شمارے کے قلمکار
مختصر تعارف

- **علامہ اقبال:** عظیم مفکر، مشہور شاعر، ایک عہد ساز شخصیت
- **سیماب اکبر آبادی:** ماہنامہ "شاعر" کے بانی مدیر، داغ دہلوی کے شاگرد اور استاد شاعر تھے۔ کار امروز، نظموں کا مجموعہ ہے۔
- **غلام رسول مہر:** مشہور اخبار نویس، ادیب و نقاد، اقبال و غالب شناس، انقلاب کے مدیر تھے۔
- **محمود خاں محمود بنگلوری:** تاریخ سلطنت خداداد اور صحیفہ ٹیپو سلطان کے مصنف، ایک اچھے شاعر بنگلور کے رہنے والے تھے۔
- **آل احمد سرور:** صف اول کے نقاد، قادر الکلام شاعر، علی گڑھ یونیورسٹی کے سابق صدر شعبۂ اردو متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔
- **پروفیسر محب الحسن:** عہد جدید کے مشہور تاریخ داں، ماہر تاریخ اسلامیات، تاریخ ٹیپو سلطان (کلکتہ ۱۹۵۱) کے مصنف، کلکتہ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ دہلی کے شعبۂ تاریخ سے منسلک تھے۔
- **سالک لکھنوی:** نام شوکت ریاض کپور، ایک ہمہ جہت شخصیت۔ شاعر، افسانہ نگار، محقق و نقاد، طنز نگار اور صحافی ہیں۔ "کلام" کے خالق اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مغربی بنگال اردو اکاڈمی کے چیئرمین اور روزنامہ آبشار کے مدیر ہیں۔
- **بی۔ شیخ علی:** منگلور یونیورسٹی اور گوا یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ ان دنوں ٹیپو سلطان ایڈوانسڈ اسٹڈی اینڈ ریسرچ سنٹر، بنگلور سے منسلک ہیں۔ ٹیپو سلطان پر ان کی ایک مستند کتاب ہے جس کی کئی زبانوں میں ترجمے ہوئے۔
- **اجتبیٰ رضوی:** ایل۔ ایل۔ متھلا یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا ایک مجموعہ کلام "شعلہ نوا" ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔
- **احمد سعید ملیح آبادی:** کلکتہ کے مشہور روزنامہ آزاد ہند اور ہفتہ وار "اجالا" کے ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے کئی سفرنامے لکھے جن میں "اللہ کے گھر میں"۔ "آج کا پاکستان" اور "بغداد سے مدینہ تک" کافی مقبول ہوئے۔
- **میر محمود حسین:** اردو مواصلاتی کورس، شعبۂ اردو میسور یونیورسٹی کے ڈائرکٹر اور میسور میں اردو سے متعلق کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔
- **پروفیسر اعزاز افضل:** مشہور ترقی پسند شاعر، "زخم صدا" (غزلوں)، "آن بڑھ آند حق" (غزلوں) اور "قلم برداشتہ" (قطعات) کے خالق ہیں۔ مولانا آزاد کالج کے پروفیسر اور ویسٹ بنگال پبلک سروس کمیشن کے ممبر رہ چکے ہیں۔ اعلیٰ نثر نگار بھی ہیں۔
- **جی۔ ایس۔ فرید:** عہد قدیم کے سکوں، اہم ڈاک ٹکٹوں اور قرآن مجید کے پرانے نسخوں کے قابل قدر ذخیروں اور ان سے متعلق متعدد مضامین پر مبنی کتاب "مقالات فرید" کے مالک ہیں۔ کلکتہ میں مقیم ہیں۔
- **علقمہ شبلی:** مغربی بنگال اردو اکاڈمی کے وائس چیئرمین اور کلکتہ مدرسہ عالیہ کے سابق معلم ہیں۔ حرف و صوت، بے چہرہ لمحے، خواب خواب زندگی اور زاد سفر کے نام سے ان کے مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔ بچوں کے لئے بھی کئی کتابیں ہیں۔
- **خواجہ محمد یوسف:** کلکتہ ہائی کورٹ کے سابق جج، ایران سوسائٹی کلکتہ کے نائب صدر اور مغربی بنگال اقلیتی کمیشن کے چیئرمین ہیں۔ انگریزی اور اردو میں متعدد مضامین لکھے ہیں۔
- **پروفیسر امالیندو دے:** جادو پور یونیورسٹی کلکتہ میں شعبۂ تاریخ کے سابق گرونانک پروفیسر اور ایشیاٹک سوسائٹی، کلکتہ کے نائب صدر ہیں۔
- **پروفیسر نصر غزالی:** پورا نام ابو نصر غزالی ہے۔ مولانا آزاد کالج کلکتہ میں شعبۂ اردو کے سابق استاد اور "لہو کا درد" (شعری مجموعہ) کے خالق ہیں۔ تقریباً ۲۵ بنگالی شعراء کے حالات اور ان کی نظموں پر مشتمل ان کی ایک کتاب "بنگالی شعراء" بھی ہے۔
- **شانتی رنجن بھٹاچاریہ:** حکومت مغربی بنگال کے شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور میں ملازم تھے۔ بنگالی نژاد ہونے کے باوجود ایک درجن سے زائد اردو کتابوں کے مصنف ہوئے۔
- **پروفیسر گوتم چٹوپادھیہ:** سریندر ناتھ کالج کے صدر شعبۂ تاریخ تھے۔ فی الحال پَشیم بنگا اتہاس سنگسد کے صدر ہیں۔
- **ڈاکٹر عبد السبحان خان:** مولانا آزاد کالج کلکتہ کے سابق صدر شعبۂ فارسی، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے پبلی کیشن

سکریٹری اور فیلو آف دی سوسائٹی ہیں۔ ان کی ایک کتاب اردو میں ''ناسخ کے خود نوشت سوانح حیات'' شائع ہوئی ہے۔

- **مولانا روش صدیقی:** اردو کے مشہور شاعر، ماہانہ صبح میرٹھ کے مدیر اور آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام ایکزیکیوٹیو تھے۔
- **حکیم فیض عالم صدیقی:** شیر میسور سلطان ٹیپو شہید کے مصنف۔
- **پروفیسر انیرودھا رائے:** کلکتہ یونیورسٹی میں اسلامک ہسٹری اینڈ کلچر کے پروفیسر ہیں۔ انڈین ہسٹری کانگریس کے سابق صدر رہ چکے ہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے بھی وابستہ ہیں۔
- **ڈاکٹر عبدالمنان:** کلکتہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ اردو ہیں۔ نقد و نگاہ سمیت تحقیق تنقید پر مبنی ان کی کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔
- **ڈاکٹر شمیم انور:** کلکتہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے منسلک ہیں۔ جدید لب و لہجہ کے شاعر ہیں۔ ان کا مجموعۂ کلام ''اجنبی خدا'' کافی مقبول ہوا۔ ایک نثری کتاب بھی ہے۔
- **ڈاکٹر محمد منصور عالم:** مولانا آزاد کالج کلکتہ میں شعبۂ فارسی کے ریڈر ہیں۔ ''مہاراجہ کلیان سنگھ حیات و شاعری'' اور ''عہد مغلیہ کے ہندو مورخین'' کے علاوہ ان کی دو درجن سے زائد درسی کتابیں ہیں۔
- **ڈاکٹر شہناز نبی:** کلکتہ یونیورسٹی شعبۂ اردو سے منسلک ہیں۔ کلکتہ میونسپل کارپوریشن کی کاؤنسلر ہیں۔ ایک شعری مجموعہ ''بھیگی رُتوں کی کتھا'' کے علاوہ کئی نثری کتابیں ہیں۔
- **رؤف خیر:** حیدر آباد کے ایک کالج میں لکچرار ہیں۔ خوش فکر شاعر اور باصلاحیت نثر نگار ہیں۔ ان کے مضامین کا مجموعہ ''خط خیر'' کے نام سے حال ہی میں منظر عام پر آ چکا ہے۔
- **ھمایوں جمیل:** ہگلی محسن کالج میں اردو کے لکچرر ہیں۔ مشہور شاعر احسان دربھنگوی کے فرزند نیک بخت ہیں۔ کئی ادبی مضامین لکھے ہیں۔
- **جمیل احمد:** مولانا آزاد کالج کلکتہ میں اسلامک ہسٹری کے کم عمر لکچرر ہیں۔ ان دنوں تاریخ اسلامیات سے متعلق مضامین لکھ رہے ہیں۔
- **محمد عثمان غنی آزاد:** مومن ہائر سکنڈری اسکول کلکتہ میں ہسٹری کے اسسٹنٹ ٹیچر ہیں۔ تاریخ کی کئی درسی کتابوں کے مؤلف ہیں۔
- **سید حامد حسین جیلانی:** ابوالفتح فتح علی سلطان ٹیپو کی تصویر کا دوسرا رخ (دکھشنہ ۱۹۸۴ء) کے مصنف۔ محکمۂ تعلیم سے منسلک تھے۔
- **پروفیسر اسیش باسو:** بیلور ہوڑہ کے لال بابا کالج میں سابق صدر شعبۂ علم سیاسیات اور کلکتہ کے سرگرم سماجی کارکن ہیں۔ ▪▪

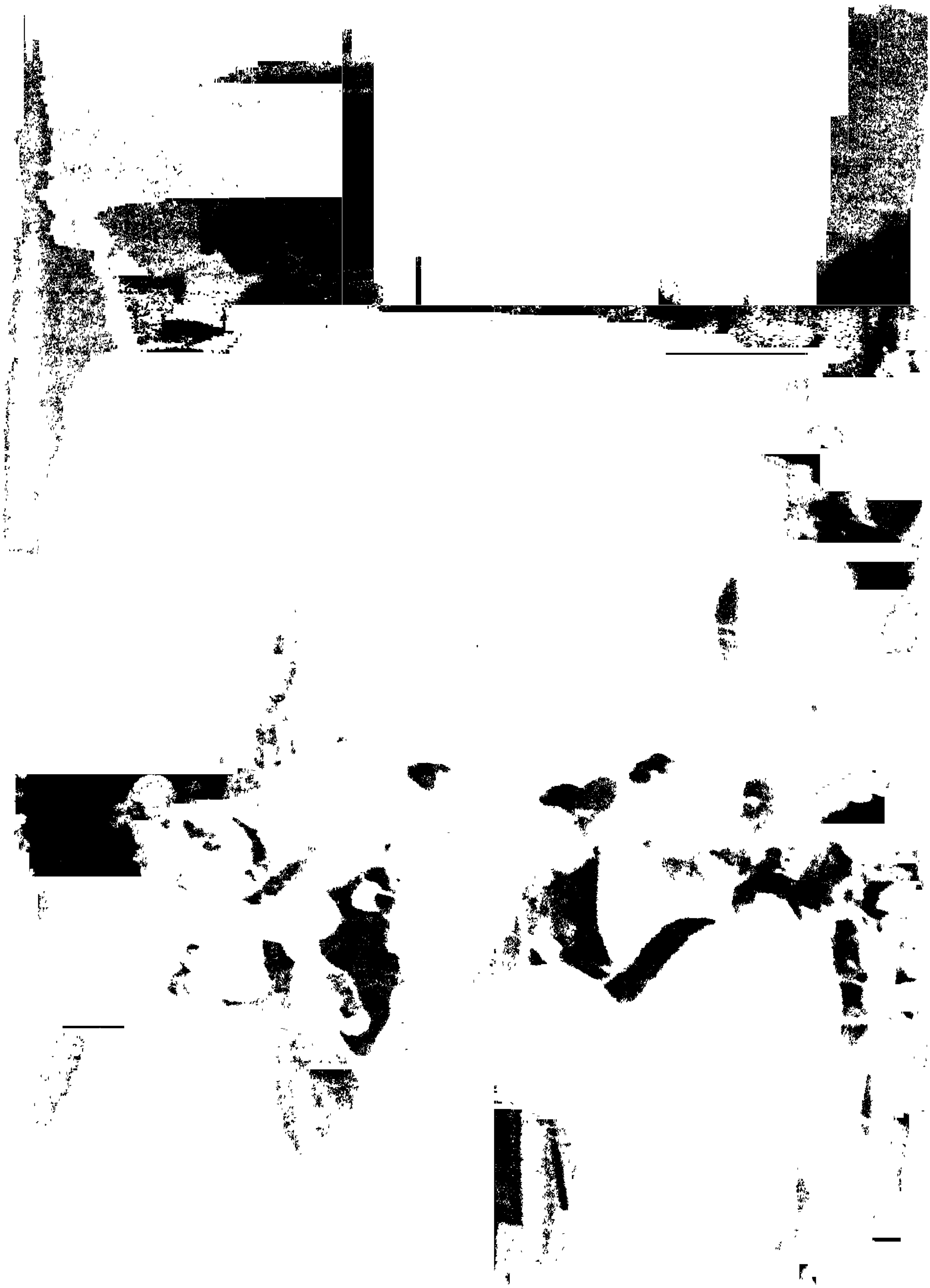
ٹیپو سُلطان ایک نظر میں

مرتبہ: ٹی۔ رحمٰن

نام: فتح علی، عرفیت: ٹیپو۔
لقب: سلطان / ابوالفتح
والد: حیدر علی خان
والدہ: فاطمہ بی بی معروف بہ فخر النساء
جد امجد: فتح محمد بن محمد علی
ولادت: ۱۰ نومبر ۱۷۵۰ (بمطابق ۱۱۶۳ھ)[1]
جائے ولادت: دیون ہلی (بنگلور سے بیس میل شمال میں)
برادرِ خورد: صفدر علی خان معروف بہ عبدالکریم شاہ
اولادیں: ۱۲ بیٹے اور ۲ بیٹیاں
تخت نشین: ۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء تیس سال کی عمر میں
کارنامے: بے شمار فتوحات، عوام کی ترقی و خوشحالی کے لئے ترقیاتی اقدامات، زراعت و باغبانی، صنعت و حرفت، بحری فوج کی تنظیم و جہاز سازی اور بنک نظام کو فروغ دیا۔ حرف ابجد کے مطابق مہینوں کے نام رکھے۔ نئے سکے ایجاد کئے۔ دریائے کاویری کا پشتہ بنایا جسے آج کرشنا راج ساگر کہا جاتا ہے۔
آخری کلمہ: خدا کے لئے ایک قطرہ پانی (لیکن پانی نہیں ملا)
شہادت: سرنگا پٹم قلعہ کے باہر دست بدست لڑتے ہوئے شام کے تقریباً ۷ بجے شہید ہو گئے۔
تدفین: دوسرے دن یعنی ۵ مئی کو بعد نماز ظہر سرنگا پٹم میں مسجد اقصیٰ سے متصل گنبد اعلیٰ میں اپنی والدہ محترمہ اور والد محترم کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

---

[1] ٹیپو سلطان کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بورنگ نے ۱۷۵۳ء لکھا ہے۔ دیون ہلی میں نصب شدہ کتبہ میں ۱۷۵۱ء کندہ ہے۔ مصنف صحیفۂ ٹیپو سلطان محمود خاں بنگلوری نے ۱۷۵۱ء کو صحیح مانا ہے۔ حملات حیدری کے مصنف نے ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء) بتایا ہے۔ غلام رسول مہر اور محب الحسن نے بھی ۱۷۵۰ء لکھا ہے۔ (ٹ۔ ر) ▪▪





[illegible]
An Urdu Fortnightly
June 15—August 15, 2000

A special issue on Tipu Sultan

REGD. No. WB/RNP-[illegible]
Vol. No. 47, Issue No. [illegible]
Price [illegible]



Chief Editor : Tarapada Ghosh, Asst. Editor : Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. of Government of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd. 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700 012

مغربی بنگال



ریاست میں یوم آزادی کی تقریبات



گورنر ویرین جے شاہ گاندھی گھاٹ پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے

ہر سال کی طرح امسال بھی ریاست بھر میں یوم آزادی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ بارک پور کے گاندھی گھاٹ میں گورنر ویرین جے شاہ کی آمد کے ساتھ ریاستی حکومت کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ ۱۵ اگست ۲۰۰۰ء کی صبح ۸½ بجے شعبۂ تعمیرات عامہ کے وزیر اور ریاست کے چیف سکریٹری نے گاندھی گھاٹ میں گورنر موصوف کا خیر مقدم کیا۔ فن کاروں کی ایک جماعت حب الوطنی پر مشتمل گیت اور رام دھن پیش کیے۔ یہ تقریب پرارتھنا کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔

اس دن تقریباً دس بجے وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے رائٹرس بلڈنگس کے سامنے شہیدوں کی یادگار کے سامنے قومی پرچم لہرا کر پولس پیریڈ کی سلامی لی۔ اس موقع پر پولس بینڈ نے قومی ترانے کی دھن بجائی۔ وزیر اعلیٰ موصوف اور نائب وزیر اعلیٰ بدھا دیب بھٹا چاریہ نے شہیدوں کی یادگار پر گلہائے عقیدت پیش کیے۔

اسی دن صبح ۱۱½ بجے کلکتہ میدان کے قریب گاندھی جی کے مجسمہ کے سامنے تعمیرات عامہ کے وزیر اور اہم شخصیتوں نے گورنر کا استقبال کیا۔ گورنر موصوف نے بابائے قوم کے مجسمہ کے نیچے گلہائے عقیدت پیش کیے۔

۱۲ بجے دوپہر کو وزیر خدماتِ نوجوانان و سیاحت و ماحولیات شری مانب مکھرجی نے بلیہ گھٹہ کے گاندھی بھون میں گاندھی جی کی سمادھی پر عقیدت کے پھول چڑھائے۔ اسی دن ۵ بجے شام کو راج بھون میں منعقدہ ایک عصرانے میں گورنر نے مجاہدین آزادی سمیت دیگر اہم شخصیتوں سے ملاقات کی۔ ریاستی پولس بینڈ نے تقریب کے آغاز اور اختتام پر قومی ترانہ دھن پر پیش کیا۔

ریاستی چیف سکریٹری منیش گپتا نے کلکتہ انفارمیشن سنٹر میں "ٹیپو سلطان — جدوجہد و شہادت" کے عنوان سے منعقدہ ایک نمائش کا افتتاح کیا۔ ریاست کے اضلاع اور سب ڈویژنل صدر دفاتر میں قومی پرچم لہرا کر اور سٹ اینڈ ڈرا، جلسہ جلوس، موسیقی کے پروگرام وغیرہ جیسی تقریبات کے ذریعہ یوم آزادی منایا گیا۔ ❖❖

پندرہ روزہ — کلکتہ

مغربی بنگال

جلد نمبر ۴۷ ★ یکم و ۱۵ ستمبر ۲۰۰۰ء ★ شمارہ نمبر ۱۷ و ۱۸

مدیر اعلیٰ : تاراپد گھوش

نائب مدیر : محمد مصطفیٰ

شرحِ خریداری

سالانہ : بیس روپئے ★ نصف سالانہ : دس روپئے

• فی شمارہ کی قیمت : ایک روپیہ

★ ترسیلِ زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

انفارمیشن آفیسر!

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ

کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

★ پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

چوتھی منزل۔ بلاک ۱

رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext: 710

ترتیب

★ سرورق : وزیر اعلیٰ قومی پرچم لہرانے کے بعد سلامی دیتے ہوئے ★ آخری ورق : گورنر نے سارگل ڈے کے موقع پر شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مغربی بنگال اردو اکاڈمی کا جلسۂ تقسیم انعامات

اردو والوں کو کمپیوٹر اور پولی ٹکنک کی تعلیم سے بھی استفادہ کرنا چاہئے : جناب محمد امین



عزت مآب وزیر جناب محمد امین مشہور شاعر جناب نشتر غزالی کو پرویز شاہدی ایوارڈ دیتے ہوئے۔
(تصویر بشکریہ مغربی بنگال اردو اکاڈمی)

مغربی بنگال اردو اکاڈمی کا سالانہ جلسۂ تقسیم انعامات منگل ۱۱ر جولائی کی شام کو مغربی بنگال اردو اکاڈمی کے چیرمین جناب سالک لکھنوی کی صدارت میں منعقد ہوا حکومت مغربی بنگال کے وزیر عزت مآب جناب محمد امین نے پندرہ ہزار روپے پر مبنی کل بنگال مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ایوارڈ پروفیسر نشتر غزالی (کلکتہ) کو پیش کیا، پروفیسر عبدالقوی دسنوی تشریف نہیں لا سکے اس لئے کل ہند پرویز شاہدی ایوارڈ (مبلغ پندرہ ہزار روپے کا چیک) توصیفی سند اور شال کے ساتھ انہیں ارسال کر دیا جائیگا ۲۷ مصنفوں، ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں میں سے جو حضرات موجود تھے انہیں ان کی معیاری مطبوعات پر انعامات واسناد سے نوازا گیا غیر حاضر حضرات کو انعامات ارسال کر دئیے گئے ان کے علاوہ مدھیامک سے ایم۔ اے امتحانات برائے ۱۹۹۹ء تک کے ان ہونہار طلباء و طالبات کو بھی انعامات دیے گئے جنہوں نے اردو میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے تھے۔

جناب محمد امین نے انعام پانے والوں کو مبارکباد دیتے ہوئے امید ظاہر کی کہ وہ اس طرح زبان وادب کی ترقی میں پیش پیش رہیں گے۔ انہوں نے اردو والوں کو جدید علوم مثلاً کمپیوٹر اور پولی ٹیکنک وغیرہ سے فیض اٹھانے کا مشورہ دیا کیونکہ ان کے بغیر وہ قومی دھارے سے کٹ کر رہ جائیں گے۔ انہوں نے غریب طلباء بالخصوص طالبات کی تعلیم پر زور دیا۔ انہوں نے اردو والوں کو دعوت دی کہ اکاڈمی کی بہتر کارکردگی کیلئے وہ اپنے مفید اور تعمیری مشوروں سے نوازیں۔ انہوں نے بتایا کہ ریاستی حکومت اقلیتوں کی فلاح کے لئے مسلسل کام کر رہی ہے۔ اقلیتوں کی فلاح کیلئے ہر سال ۵۰ لاکھ روپئے مختص کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے اکاڈمی کی جانب سے نئی نئی اسکیم چالو کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ غریب بچوں اور بچیوں کی تعلیم پر زیادہ توجہ دی جائے اور تعلیم کے میدان میں آگے لانے کیلئے انہیں مالی امداد فراہم کی جائے۔

مغربی بنگال اردو اکاڈمی کے چیرمین جناب سالک لکھنوی نے اپنے صدارتی خطبہ میں اکاڈمی کو مزید فعال، متحرک اور موثر بنانے کی توقع ظاہر کی اور اردو دوستوں کو دعوت دی کہ وہ اپنے تعمیری اور مفید مشوروں سے نوازیں۔ انہوں نے کہا کہ انعام انعام ہی ہوتا ہے۔ رقم نہیں دیکھی جاتی۔ وظائف کی رقم بڑھانے پر غور کیا جا رہا ہے۔ اکاڈمی عوام کی بہتر سے بہتر خدمت کیلئے کوشاں ہے۔ اکاڈمی کے نائب چیرمین جناب علقمہ شبلی نے اپنے خطبۂ استقبالیہ میں اکاڈمی کے ماضی، حال اور مستقبل کی کارکردگی کا اجمالی ذکر کیا اور انعامات کے ضوابط پر روشنی ڈالی۔ اکاڈمی کو مزید متحرک بنانے کیلئے اردو دوستوں کے تعاون پر زور دیا اور بتایا کہ اکاڈمی کی عمارت کی تیسری منزل کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اور جلد ہی اس کی تکمیل متوقع ہے۔ اکاڈمی کے ڈپٹی سکریٹری جناب نشاط عالم نے نظامت کے فرائض انجام دئے اور آخر میں مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

علی سردار جعفری کی موت اردو زبان وادب کا ایک عظیم سانحہ ہے



علی سردار جعفری کا گزشتہ یکم اگست کی صبح کو انتقال ہو گیا. وہ کئی ماہ سے برین ٹیومر کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ موت کے وقت انکی عمر ۸۷ سال تھی۔ سوگواروں میں انکی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں.

ریاستی وزیر ترقیات وفلاح اقلیات شری محمد امین نے علی سردار جعفری کے سانحۂ ارتحال پر اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ علی سردار جعفری انجمن ترقی پسند مصنفین کے روحِ رواں تھے۔ تعلیم کے دوران انہیں کافی جدوجہد کرنا پڑی۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ ہندستان میں طبقاتی کشمکش، سماجی تفریق اور سیاسی استحصال کے خلاف آواز بلند کی۔ انگریزی سامراجیت کے خلاف بھی متعدد نظمیں لکھیں جو نیا ادب " لکھنؤ اور " قومی جنگ " بمبئی میں پابندی سے شائع ہوئیں۔ اس کے لئے انہیں کئی بار جیل بھی جانا پڑا۔ ان کی کئی نظموں کو اردو کی بہترین نظموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انکی موت سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال ہے۔

مغربی بنگال اردو اکاڈمی نے بھی اپنے تعزیتی پیغام میں علی سردار جعفری کی رحلت پر اپنے گہرے صدمے کا اظہار کرتے ہوئے ان کی موت کو اردو زبان وادب کے لئے ایک عظیم سانحہ قرار دیا ہے۔

علی سردار جعفری ۲۹ رنومبر ۱۹۱۳ء میں یوپی کے بلرام پور ضلع گونڈہ میں پیدا ہوئے۔ دہلی یونیورسٹی سے بی۔ اے اور لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کیا۔ انگریز مخالف سرگرمیوں کے لئے انہیں علی گڑھ یونیورسٹی سے نکلنا پڑا۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ان کی جوانی کے ڈیڑھ سال نذرِ زنداں ہوئے۔ آزادی کے بعد جب سجاد ظہیر کو پاکستان میں کمیونسٹ تحریک کی ذمہ داری سونپی گئی تو ہندستان میں ترقی پسند تحریک کی باگ ڈور علی سردار جعفری نے سنبھالی۔ ۱۹۳۶ء میں ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس کی بے انتہا کامیابی کے بعد علی سردار جعفری اردو کا وہ پہلا شاعر تھا جس نے مینو فیسٹو کی ہدایات کے مطابق نظمیں لکھیں۔ " سرمایہ دار لڑکیاں " اور " دیہاتی لڑکیاں " اس دور کی وہ دو اہم نظمیں ہیں جن میں دو متضاد طبقے کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ ان کی سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے ۲۰ رجنوری ۱۹۴۹ء کو ترقی پسند مصنفین کی بھیمڑی کانفرنس سے ایک روز قبل انہیں بمبئی میں گرفتار کر کے آرتھر روڈ جیل بمبئی بھیج دیا گیا۔ آزاد ہندستان میں یہ انکی پہلی گرفتاری تھی۔ دوسری گرفتاری ۱۹ اپریل ۱۹۴۹ء میں ہوئی۔ اس وقت وہ آرتھر روڈ جیل بمبئی اور سنٹرل جیل ناسک میں بند رہے۔ اس قید وبند کے تیرہ بخت ایام نے ان کی زندگی میں عزم وحوصلہ کا وہ شعلہ بھر دیا کہ جس کی رہنمائی میں وہ فیض کی طرح کوئے یار سے سوئے دار تک مسلسل چلتے رہے۔

علی سردار جعفری کی ادبی زندگی کا آغاز ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے ہوا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں ان کے افسانوں کا مجموعہ " منزل " شائع ہوا لیکن اس کے بعد انہوں نے اس صنفِ ادب کو بالائے طاق رکھ کر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو شاعری کے لئے وقف کر دیا۔ ابتدائی

دور میں ان کی شاعری جوش سے بہت زیادہ متاثر تھی۔ بعد میں علامہ اقبال کا رنگ ان کی شاعری پر زیادہ غالب ہوا۔ سردار جعفری کی شاعری کا خطیبانہ انداز جوش و اقبال سے حاصل ہوا۔ شروع میں ان کی شاعری کا کینوس بہت محدود تھا۔ وہ اخباری خبروں، اداریوں، تنظیمی قراردادوں اور ہدایتوں کو ہی شعری سانچے میں ڈھال کر اپنی نظموں کا پیکر تیار کرتے جو "پرواز" کا نام پاکر سرمۂ نظر بنا۔ لیکن وقت اور تجربے کے ساتھ ان کی شاعری میں وسعت آتی گئی اور پھر انہوں نے پوری کائنات کو اپنی شاعری میں سمولیا۔ وہ اقبال اور فیض کی طرح عالمی برادری اور بین الاقوامی اتحاد کے علمبردار تھے۔ اسی لئے انہوں نے سرحد کے ذریعہ انسان کو بانٹنے والی سیاست کی مخالفت کی اور ہمیشہ آپسی دوستی، امن و یکجہتی اور محبت و آشتی کے پیغام کو عام کیا۔

ان کے مجموعہ ہائے کلام میں پرواز، خون کی لکیر، نئی دنیا کو سلام، امن کا ستارہ، ایشیا جاگ اٹھا، پتھر کی دیوار، ایک خواب اور، پیراہنِ شرر، لہو پکارتا ہے، کافی مقبول ہوئے۔ ہندو پاک دوستی پر لکھی گئی ان کی نظموں کا ایک مجموعہ "سرحد" کے نام سے حال ہی میں شائع ہوا ہے جسے گزشتہ سال ہمارے ملک کے وزیر اعظم اٹل بہاری واجپئی امن پیش کش کے لئے اپنے ساتھ لاہور لے گئے تھے۔ ان کی منظوم سوانح عمری "لومبر میرا گہوارہ" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئی ہے۔ ترقی پسند ادب، پیغمبرانِ سخن، اقبال شناسی اور ترقی پسند تحریک کی نصف صدی ان کی وہ اہم کتابیں ہیں جنہوں نے ان کی تحقیقی و تنقیدی صلاحیتوں کا لوہا منوالیا ہے۔ انکی نئی کتاب "سرمایۂ سخن" کی پہلی جلد منظر عام پر آچکی ہے۔ انہوں نے "کہکشاں" اور "محفلِ یاراں" کے نام سے کئی اردو شعراء پر مشتمل دو ٹی وی سیریل بھی بنائے۔ غالب اور ان کی شاعری پر سردار جعفری کی ایک کتاب انگریزی میں بھی شائع ہوئی۔

وہ انجمن ترقی پسند مصنفین کے صدر، فلم رائٹرز ایسوسی ایشن کے صدر، نیشنل بک ٹرسٹ کے رکن تھے۔ وہ بہت ساری یونیورسٹیوں اور ادبی و علمی اداروں سے بھی وابستہ رہے۔ نیا ادب، لکھنؤ کے شریک مدیر اور

مشہور دانشور عین۔ رشید کا انتقال

مشہور شاعر، ادیب، دانشور عین۔ رشید کا گزشتہ ۱۷ ستمبر کی رات کو انتقال ہو گیا۔ ان پر دل کا شدید دورہ پڑا تھا۔ موت کے وقت ان کی عمر ۵۹ سال تھی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور داماد ہیں۔

عبدالرشید خان معروف بہ عین۔ رشید ۱۹۴۲ء کو دھنباد (بہار) میں پیدا ہوئے۔ اسکولی تعلیم دھنباد میں حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء میں سٹی کالج کلکتہ سے انگریزی آنرز کے ساتھ بی۔ اے کیا اور پھر ۱۹۶۵ء میں آئی پی ایس کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے عہدے پر فائز ہوئے اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے ڈائرکٹر جنرل آف پولیس کے عہدے تک پہنچے۔ آخر میں وہ ڈائرکٹر جنرل آف پولیس (ہوم گارڈس) تھے۔ پولس میں وہ اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ کافی مقبول تھے۔ ۱۹۶۹ء میں انکی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ بنیادی طور پر وہ شاعر تھے۔ ان کی ابتدائی نظموں میں "پہلا دائرہ" اور "کلکتہ" کافی مشہور ہوئیں۔ انہوں نے افسانے، مقالے اور ڈرامے بھی لکھے۔ غالب کے کلام کا بنگلہ ترجمہ بھی کیا۔ اردو ادب سے متعلق انگریزی میں متعدد مضامین بھی لکھے فلم کیلئے اسکرپٹ بھی لکھی اور "ساتواں آدمی" کے نام سے ایک دستاویزی فلم بھی بنائی جو کافی مقبول ہوئی۔ ایک پروجیکٹ کے تحت وہ "مغربی بنگال میں اردو ادب و صحافت" کے موضوع پر کام کر رہے تھے کہ ان کی موت ہو گئی۔ اس دوران ان کا مجموعۂ کلام بھی زیر ترتیب تھا۔ انکی موت سے اردو ادب کا کافی نقصان ہوا ہے۔ (ادارہ)

"قومی جنگ" بمبئی کے مدیر رہے۔ "گفتگو" کے نام سے ایک معیاری ادبی رسالہ بھی نکالا۔ ان کی نظمیں روسی، انگریزی، فرانسیسی اور عربی زبانوں کے علاوہ ہندستان کی کئی زبانوں میں ترجمہ ہوئیں۔ انکی خدمات کے اعتراف میں انہیں مختلف اکاڈمیوں اور اداروں کے متعدد ایوارڈز کے علاوہ سوویت لینڈ نہرو ایوارڈ، پدم شری ایوارڈ اور گیان پیٹھ ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔ ادارہ انکی موت پر گہرے صدمے کا اظہار کرتا ہے۔

ایک خواب اور

خواب اور شکستِ خواب اس دور کا مقدر ہے اور نئے خواب
دیکھنا انسان کا ایک ایسا حق ہے جس سے کوئی طاقت کوئی اقتدار اسے
محروم نہیں کر سکتا اور شاید یہی انسان اور انسانیت کے مستقبل کی
ضمانت ہے ——— سردار جعفری

خواب اب حسنِ تصور کے افق سے ہیں پرے
دل کے اک جذبۂ معصوم نے دیکھے تھے جو خواب
اور تعبیروں کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
تشنگی آبلہ پا، شعلہ بکف موجِ سراب
یہ تو ممکن نہیں بچپن کا کوئی دن مل جائے
یا پلٹ آئے کوئی ساعتِ نایابِ شباب
پھوٹ نکلے کسی افسردہ تبسم سے کرن
یا دمک اٹھے کسی دستِ بریدہ میں گلاب
آہ پتھر کی لکیریں ہیں کہ یادوں کے نقوش
کون لکھ سکتا ہے پھر عمرِ گزشتہ کی کتاب
بیتے لمحات کے سوئے ہوئے طوفانوں میں
تیرتے پھرتے ہیں پھوٹی ہوئی آنکھوں کے حباب
تابشِ رنگِ شفق، آتشِ روئے خورشید
مل کے چہرے پہ سحر آئی ہے خونِ احباب
جانے کس موڑ پہ کس راہ میں کیا بیتی ہے
کس سے ممکن ہے تمناؤں کے زخموں کا حساب
آستینوں کو پکاریں گے کہاں تک آنسو
اب تو دامن کو پکڑتے ہیں لہو کے گرداب
دیکھتی پھرتی ہے ایک ایک کا منہ خاموشی
جانے کیا بات ہے شرمندہ ہے اندازِ خطاب
دربدر ٹھوکریں کھاتے ہوئے پھرتے ہیں سوال
اور مجرم کی طرح ان سے گریزاں ہے جواب
سرکشی، پھر میں تجھے آج صدا دیتا ہوں
میں ترا شاعرِ آوارہ و بےباک و خراب
پھینک پھر جذبۂ بےتاب کی عالم پہ کمند
ایک خواب اور بھی اے ہمتِ دشوار پسند

برہنہ پا ہے بہار

●

تمہارے تن پہ سلامت تمہارا پیراہن
ہمارے پاس یہ دامانِ تار تار سہی
تمہارے زیرِ قدم فرشِ گل بساطِ بہار
ہمارے پاؤں میں دشتِ جنوں کے خار سہی

کسی کی بھوک سے بھرتے نہیں ہیں پیٹ اپنا
کسی کی پیاس سے لب اپنے تر نہیں کرتے
برہنگی سے کسی کی لباس کیوں لیں گے
بہشت پر بھی ہوس کی نظر نہیں کرتے

ہمارے دل کی تپش سے چراغ جلتے ہیں
ہماری تشنہ لبی میکدے بناتی ہے
نگاہِ ساقیِ نامہرباں کا شکوہ کیا
ہمارے نام کی صہبا چھلک ہی جاتی ہے

تمہیں خبر بھی ہے آوارگانِ کوچۂ شوق!
شکستہ دل ہیں، شکستہ دلوں کے یار بھی ہیں
بلاکشانِ محبت کا احترام کرو !
خراب حال سہی فخرِ روزگار بھی ہیں

ہماری طرح گریبانِ صبحِ نو بھی ہے چاک
فروغِ چاکِ گریباں ہے اہلِ دل کا شعار
ہماری طرح گلزار و دشت و صحرا میں
برہنہ سر ہے صبا اور برہنہ پا ہے بہار

وزیر اطلاعات وثقافتی امور کی بجٹ تقریر :

سرمایہ دارانہ نظام کے مبلغ ذرائع ابلاغ بے بنیاد ثقافت اور رنگا رنگ پروگراموں کے ذریعہ ہماری اعلیٰ قدروں کو پامال کرنے، ہمارے ذہن وافکار پر قابض ہونے اور ہمارے نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی انتھک کوشش میں لگے ہیں : بدھادیب بھٹاچاریہ

ریاستی وزیر اطلاعات وثقافتی امور شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے گزشتہ ۴ جولائی ۲۰۰۰ کو ریاستی قانون ساز اسمبلی میں ڈیمانڈ نمبر ۳۴ کے تحت اپنے شعبہ کا بجٹ برائے ۲۰۰۱-۲۰۰۰ پیش کیا۔ اس شعبے کے کام کاج کے اخراجات کیلئے ۴۱۰۸۵۰۰۰ روپے (اکتالیس کروڑ دس لاکھ پچاسی ہزار روپے) کی رقم کی تجویز برائے منظوری پیش کی۔ انہوں نے بتایا کہ مذکورہ رقم میں شامل ۱۳۵۶۵۸۰۰۰ روپئے (تیرہ کروڑ چھپن لاکھ انٹھاون کروڑ روپے) کی رقم ووٹ آن اکاؤنٹ پر پیش کیا جاچکا ہے وزیر موصوف نے اس موقع پر اپنا خطبہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس حقیقت سے ہم اچھی طرح واقف ہیں کہ تہذیب وتمدن کا فروغ اور اس کی رفتار ترقی کو کبھی روکا نہیں جاسکا ہے۔ اس کے باوجود یہ تشویشناک امر ہے کہ سائنس کی زوردار ترقی کو دنیا اور بنی نوع انسان کی ہمہ جہت فلاح وبہبود کے لئے استعمال نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ایسے مہلک ہتھیار تیار کرنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ وزیر موصوف نے اس موقع پر جو خطبہ پیش کیا تھا اس کا اردو متن درج ذیل ہے :

ہم لوگ نئی صدی کا خیر مقدم کرنے جارہے ہیں اور ہمارے سامنے متضاد صورت حال ہے یعنی ایک جانب سائنس کی شاندار ترقی روبہ فروغ ہے تو دوسری جانب استحصال، بھوک، غربت، بے روزگاری، ناخواندگی، ناقص غذا کے سیاہ بادل ہمارے چاروں طرف منڈلارہے ہیں۔ وہ صدی جو آج ہمارے بیچ ہے نہایت ہی رنگارنگ اور اہم واقعات سے پُر ہے اور اسی صدی کے اوائلی حصہ میں انسان کی تحریک آزادی کو ایک نیا جوش وولولہ ملا۔ اس صدی کے آخر میں بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا جوش وولولہ کسی حد تک مر چکا ہے لیکن ہم لوگ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ تہذیب تمدن کی ترقی وفروغ کی رفتار کو کبھی بھی روکا نہیں جاسکا ہے۔ یہ تاریخ کا ایک عبرتناک سبق ہے۔ اس کے باوجود بھی یہ بڑی تشویش کا سبب بنا ہوا ہے جب ہم لوگ یہ پاتے ہیں کہ سائنس کی زوردار ترقی کو دنیا اور بنی نوع انسان کی ہمہ جہت فلاح وبہبود کیلئے استعمال نہیں کیا جارہا ہے بلکہ مہلک ہتھیار تیار کرنے کیلئے کیا جارہا ہے۔ اسے غلبہ کے رجحان کو وسیع تر کرنے، دہشت گردی کو بڑھاوا دینے

اور دھمکی اور خوف کو مدد پہنچانے کیلئے استعمال کیا جارہا ہے۔ گلوبلائزیشن، کنزیومرازم، فری مارکٹ، لامحدود دنجی کرن، ارتھ ٹکنالوجی کی وسیع صورت حال سے متعلق گمراہ کن پروپگینڈہ کے باوجود ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان معاشی خلا میں اضافہ ہوا ہے۔ معاشی غلامی کو زندہ رکھنے کے مقصد کے تحت مغربی دنیا کو کھلے معاشی ظلم واستبداد سے ہی تشفی حاصل نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ دنیا اپنے بے شمار دھوکہ اور فریب کے ذریعہ ثقافتی یورش کو فروغ دے رہی ہے رنگارنگ اور پُر فریب مضبوط ترین الیکٹرانک میڈیا، انفارمیشن امپیریلزم اور بے بنیاد ثقافت کے ذریعہ زندگی کی صحیح اور اعلیٰ قدروں کو پامال کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ بیرونی ممالک کے چینل جو مبنی انسانی قدروں سے مبرا ہیں دن رات بے روک ٹوک چالو ہیں اور ہمارے ضمیر کے فلک پر گہن لگارہے ہیں۔ بے لگام کنزیومرازم، تشدد کی دیوانگی، بددیانتی اور فحاشی کی نمائش صرف ہماری قومی شناخت پر حملہ نہیں کررہے ہیں بلکہ یہ انسانی قدروں، عالمی افکار اور باہمی دوستی اور تعلق کے ماحول کو بھی مجروح کررہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ

نظام کے مبلغ عنفوانِ شباب کے آسمان پر لوٹ مار کا ماحول بنائے ہوئے ہیں۔ ایک جانب یہ لوگ نوجوانوں کو گمراہ کر رہے ہیں تو دوسری جانب بڑی بے حیائی سے ہمارے علم و دانش، افکار و توقعات کی دنیا پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ سیاہ قلب لوگ سائنس کی بے مثال ترقی کو اپنی گرفت میں لینے کی انتھک کوشش کر رہے ہیں۔ ثقافت اور تفریح کے نام پر فحاشی اور بے حیائی کے مکروہ بازار کو فروغ بخشا جا رہا ہے۔ لیکن اس ترقی یافتہ ٹکنالوجی کی مدد سے گھر گھر فحش کتابوں اور تصویروں کو پہنچایا جا رہا ہے۔ لیکن اس ترقی یافتہ ٹکنالوجی کی مدد سے انسانی فلاح و بہبود کا کام نہایت ہی شاندار طریقے سے کیا جا سکتا تھا۔ ہم لوگ ٹکنالوجی کے فروغ کی مخالفت نہیں کرتے ہیں لیکن یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اس ٹکنالوجی کا استعمال غربت کو ختم کرنے، بے روزگاری کو دور کرنے، ناخواندگی یا توہمات کو مٹانے کے لئے کیوں نہیں کیا جاتا ہے اور اس کا استعمال انسان کے اندر چھپی حیوانیت کو ابھارنے کیلئے، اسے خود غرض اور مفاد پرست بنانے اور اسے انسان کا دشمن بنانے کے لئے ہی کیوں کیا جاتا ہے؟

مذکورہ بالا صورتِ حال کے پیشِ نظر آج ہر شخص کیلئے یہ بڑی تشویش کا معاملہ بن گیا ہے کہ ہمارے ملک کے اندر غلط، توہم پرستی، مذہبی توہم پرستی اور نفرت کے معاشرتی ماحول پیدا کئے جا رہے ہیں۔ فرقہ پرستوں کی ایک جماعت جسے حکمرانوں کی حمایت حاصل ہے تعلیم و ثقافت پر منظم حملے کئے جا رہی ہے۔ اس جماعت کی گستاخی بڑھ کر اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ یہ لوگ صحیح تاریخ نویسی کی کوششوں پر بھی ضرب لگا رہے ہیں تاکہ حقیقت منظرِ عام پر نہ آسکے۔ یہاں تک کہ کھیل کود، موسیقی، فلم، فنونِ لطیفہ کی کتابیں بھی ان نام نہاد ثقافتی طاقتوں کے چنگل سے بچ نہیں پائی ہیں۔ مذہبی ریاست کی تشکیل کا دہشتناک خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو پائے گا کیوں کہ ہمارے ملک کی سرزمین پر گوناگوں ثقافت، زبان اور مذہب کے پیروکار آباد ہیں۔ مجھے قوی یقین ہے کہ ہماری زندگی کے ہر طبقہ سے صحیح سوجھ بوجھ والا شخص اس مذہبی فرقہ پرستی کے خلاف اپنی آواز اٹھائے گا۔

اطلاعات:

آج کا دور اطلاعات و ٹکنالوجی کا دور ہے۔ ہم لوگ اس کے عظیم الشان امکانات سے واقف ہیں لیکن شاید ہی آپ اس امر کی ستائش کریں گے کہ انسانی تہذیب و تمدن کی ترقی کے میدان میں سائنس کے کرشمہ خیز امکانات کو استعمال میں لانے کے بجائے امکاناتِ ہذا کو کثیر القوامی تجارتی گھرانوں اور ان کے ماتحت تجارتی گھرانوں کے دیسیٹیڈ مفادات کے بچاؤ کے لئے اور انسان کے ذہن اور اس کی سوچ کو پراگندہ کرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ ۲۳ برسوں سے شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور مذکورہ بالا صورتِ حال سے نبرد آزما ہے اور جدید ٹکنالوجی کے منظم اور مضبوط ذرائع کے ذریعہ ریاستی حکومت کی کارگزاری سے متعلق اطلاعات اور اعداد و شمار عوام تک مسلسل پہنچاتا رہا ہے۔ شعبہ ہذا عوام کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے اور ایک مثالی سماج کی تعمیر میں ان کے کردار کو متحرک بنانے کے سلسلے میں اقدامات اٹھاتا رہا ہے۔

سبھی لوگ فرقہ پرستی، علیحدگی پسندی، تنگ نظری، کنزیومرازم اور عامیانہ ثقافت کے خلاف ریاستی حکومت کے اجتہادی کردار سے اچھی طرح واقف ہیں۔ حکومت ہذا نے اس ثقافت کی نشر و اشاعت جو متحمنہ ہے اور زندگی کی صحیح عکاسی کرتی ہے کے سلسلے میں قابلِ ذکر کام کئے ہیں۔

آج قوم نہایت ہی سنجیدہ اور پُر تشویش مسائل سے دوچار ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں علاقائی، ذات پات اور لسانی اختلافات کے احساسات نہایت ہی اشتعال انگیزی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ ترمیم لانے کے نام پر ہمارے ملک کے دستوری ڈھانچہ کو مسخ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ سیکولرزم کی دھجیاں اڑانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہمارے ملک کے اتحاد و سالمیت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ تنگ نظری پر مبنی خیالات کے تحت علیحدگی پسند رویہ کو بڑھاوا دے کر ملک کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو منقسم کرنے کی سازشیں رچی جا رہی ہیں۔ زندگی کے لازمی اور پُر تشویش امور سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کیلئے لسانی اختلافات کے نعرے بلند کروائے جا رہے ہیں۔ مغربی بنگال بھی ان سازشی طاقتوں کے گھناؤنے اور گھٹیا مقاصد کے چنگل سے بچ نہیں پایا ہے۔ ہم لوگ اس سلسلے میں پوری طرح چوکنے ہیں اور مجھے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم لوگ سماج کے

تمام لوگوں کے تعاون کے ساتھ ان گھناؤنے سازشوں کو ناکام بنانے میں کامیاب ہو پائیں گے۔

چونکہ الیکٹرانک میڈیا ہمارے دائرہ اختیار سے باہر ہے لہٰذا اس کے بُرے اثرات ہم سبھوں پر براہ راست پڑ رہے ہیں۔ ہم لوگ یہ نہیں چاہتے کہ الیکٹرانک میڈیا پر مرکزی حکومت کا پورا پورا اختیار رہے۔ ہم لوگ اس بات کے بھی خلاف ہیں کہ بیرونی ممالک کی فرمیں اور نجی ملکی کاروباریوں کے تحت مذکورہ میڈیا کام کرے۔ ہم لوگ اپنی سرزمین پر سٹیلائٹ ٹی وی چینلوں کے داخلے کی پُرزور مخالفت کرتے ہیں۔ ہوائی لہروں (یعنی انٹرویوس) کے ضابطوں کے معاملوں میں ہم لوگوں نے یہ تجویز رکھی ہے کہ اس سلسلہ میں ایک خود مختار ادارہ قائم کیا جائے جو پرسار بھارتی کے دائرہ عمل سے باہر رہے۔ پرسار بھارتی ایکٹ پر لازمی عمل درآمد کے سلسلے میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ادارہ ہٰذا کے سارے اختیارات کو سلب کر کے اسے مرکزی حکومت کے ہاتھوں ایک کھلونا بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ اس سیاق و سباق میں آج کی سماجی زندگی میں ہم لوگ الیکٹرانک میڈیا کے اہم کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک سیدھا سادا اور باوقار ٹی وی چینل چالو کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ہم لوگوں نے نہایت ہی تشویش کے ساتھ یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ طباعت میڈیا کے میدان میں بھی حکومتِ ہند بیرونی ممالک کے سرمایہ کاروں کے لئے دروازے کھولے جا رہی ہے۔

رائے عامہ اور قومی مفاد کی تشکیل پر پڑنے والے اس کے اثرات جیسے اہم اسباب کو زیرِ غور لاتے ہوئے ہم لوگ اس رائے پر پہنچتے ہیں کہ خبر رساں ایجنسیوں کو دیگر صنعتوں کے برابر لا کھڑا کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ طباعتی میڈیا کے میدان میں بیرونی ممالک کی سرمایہ کاری ہماری اعلیٰ قدروں میں گراوٹ لانے کا سبب بنے گی اور بالآخر سخت بدنظمی اور مصیبت کا شکار بنے گی۔

بازوئے ہٰذا کو یہ بھی ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ ملکی ثقافت کے پہلیات اور الیکٹرانک اور دیگر میڈیا کے ذریعہ غیر ملکی ثقافت اور ان کے منفی خیالات کے سخت حملہ سے مقابلہ کے دوران حاصل شدہ ترقی سے متعلق اطلاعات کی تبلیغ کرے۔ دیہی اطلاعاتی بازو کے افسران اور عہدہ داران انفراسٹرکچرل دشواریوں کے باوجود فلاحی کاموں، دیانت داری اور دردمندی پر ریاستی حکومت کے خیالات اور نظریوں کو مغربی بنگال کے تمام گوشوں تک پہنچانے کا کام بنا تھکے انجام دے رہے ہیں۔

اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے آزادی کی گولڈن جبلی کی اختتامی تقریب کے موقع پر سبھی دیہی علاقوں میں دیش بھکتی گیتوں کے مقابلے، ملٹی میڈیا مہمیں اور نمائشوں کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس سال بھی یوم آزادی کے موقع پر متعدد حب الوطنی پر تقریبات کا انعقاد کیا گیا تھا۔ ثقافتی اتحاد کو تقویت بخشنے کی غرض سے منعقد تیستا گنگا اُتسو کی کامیابیوں نے اس سال کی تقریب میں بھی ایک نئی روح پھونک ڈالی ہے۔ یہ میلہ شمالی بنگال کے چھ اضلاع میں منعقد کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ میلہ گنگائی علاقہ کے فنکاروں اور تیستا، تورشا اور مہانندا کے پاس قطعہ آراضی پر بسنے والے فنکاروں کے درمیان فنی خصوصیات کے لین دین کے طریق کار کو مالا مال کر کے انہیں مضبوط بنائے گا

نمائشوں، ہورڈنگ مہموں، اشتہارات کے علاوہ عوام کو ترقیاتی پروگراموں سے متعلق اطلاعات بہم پہنچانے کے لئے دستاویزی فلموں کا استعمال بطور میڈیا کیا جا رہا ہے۔ ضلع پریشد اور میونسپل ادارے ہورڈنگ مہموں کے انعقاد میں آگے آ رہے ہیں۔ ہر ضلع کے اطلاعاتی و ثقافتی افسر کو ضلع پریشد اطلاعاتی افسر کی حیثیت سے ضلع پریشد سے جوڑا گیا ہے تاکہ سہ درجہ پنچایتوں کے ساتھ بہتر رابطہ قائم کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں فیلڈ ورکروں کے کام کاج کو پنچایت کمیٹی کی سرپرستی میں دے دیا گیا ہے۔ دیہی علاقوں میں دستاویزی فلموں کی نمائش کے لئے سمعی و بصری میڈیم کے ساتھ وی سی۔ پی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں سہ دیہاتی پنچایت نظام کے ساتھ بہتر تال میل کی تعمیر اور نظام ہٰذا پر عوامی نمائندوں کے نظریہ اور تجاویز کی اثر پذیری کے لئے فنڈ براہ راست طور پر ضلع منصوبوں اور میونسپل منصوبوں میں رکھے جا رہے ہیں۔ گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی بچوں کے فلمی میلے کے انعقاد کے سلسلہ میں انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ لہٰذا دور دراز کے علاقوں کے بچوں کو برائے نام خرچ پر اعلیٰ مذاق کی فلمیں

دیکھنے کا موقع مل رہا ہے۔ حسب معمول پوسٹروں، کتابچوں، دستی اشتہاروں کے ذریعہ ریاستی حکومت کے منصوبوں اور اس کی پالیسیوں کے متعلق نشر و اشاعت کے کام کاج کو بھی آگے بڑھایا جا رہا ہے۔

اپریل تا نومبر ۱۹۹۹ء کی مدت کے دوران شعبۂ ہٰذا کے نیوز بیورو نے تقریباً ۷۵ پریس نوٹ / ۲۸۰ پریس ریلیز انگریزی اور بنگلہ میں جاری کئے ہیں۔ مذکورہ مدت کے دوران نیوز بیورو کے انعقاد کردہ پریس کو ورتیج کی کل تعداد تقریباً ۱۹۰ کو پہنچ چکی ہے۔ نیوز بیورو کے افسران نے تقریباً ۱۵ پریس تقاریب کا اہتمام و انعقاد کیا ہے۔ تقریباً ۱۵ ڈیکوٹینڈر مختلف اخبارات کو حکومت کی سرگرمیوں پر گمراہ کن رپورٹ کی تردید میں روانہ کئے گئے۔ علاوہ ازیں اخبارات کے تراشے باقاعدہ طور پر نیوز بیورو کی جانب سے ریاستی کابینہ کے وزراء کو روانہ کئے گئے۔ بازوئے ہٰذا نے باقاعدگی کے ساتھ وقفہ وقفہ سے پریس نمائندہ (ایکریڈیشن) کمیٹی کی نشستوں کا انعقاد کیا۔ کمیٹی ہٰذا کی سفارش پر پریس ایکریڈیشن کارڈ کام کرنے والے صحافیوں کو جاری کئے گئے۔

مختلف انتخابات کے نتائج بازوئے ہٰذا نے ذرائع ابلاغ کے مختلف نمائندوں کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر عوام کے سامنے بڑی سرعت کے ساتھ لائے ہیں۔ بازوئے ہٰذا کا کام دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ انتخابات کا تجزیہ پیش کرنا، انتخابات کے پس منظر پیش کرنا، تقابلی مطالعہ اور جائزہ پیش کرنا بھی ہے۔ نیوز بیورو کی جملہ سرگرمیوں کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ اس کی مدد سے ایک ڈاٹا بیس تیار کیا جا رہا ہے۔

ریاستی حکومت کلکتہ اور سلی گوڑی سے شائع ہونے والے ۳۲ روزناموں، مغربی بنگال سے باہر شائع ہونے والے ۵۵ روزناموں اور ۱۲۲ رسائل کو اشتہارات جاری کرتی ہے۔ علاوہ ازیں شعبۂ ہٰذا اضلاع سے شائع ہونے والے ۵۰۶ چھوٹے روزناموں اور رسائل کو بھی ضلع اطلاعاتی و ثقافتی دفاتر کے ذریعہ اشتہارات جاری کرتا ہے۔ اشتہارات اخبارات کی تعدادِ اشاعت اور بلا ناغہ اشاعت کے اصول پر جاری کئے جاتے ہیں۔

بازوئے نمائش جو شعبۂ ہٰذا کا سب سے قدیم بازوؤں میں سے ایک ہے

اور تکنیکی آلات سے لیس ہے، حکومت مغربی بنگال، کی نشر و اشاعت میں ایک نہایت ہی مقبول اور منظم ذریعہ ہے۔ بازوئے ہٰذا نئے نئے نمائشی سیٹ اور پوسٹر سیٹ تیار کرتا ہے اور سال کے دوران مغربی بنگال کے اندر اور باہر ہر جگہ نمائش کا انعقاد کرتا ہے۔ مزید برآں متعدد میلوں میں شرکت کرنے کے علاوہ یہ نمائشی بازو نئی دہلی میں منعقدہ ہند بین الاقوامی تجارتی میلہ کے مغربی بنگال پویلین (خیمہ) میں نمائش کا انعقاد کرنے کے سلسلے میں ریاستی حکومت کے ایک اہم بازو کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور نمائشوں کے انعقاد سے متعلق تمام دیگر شعبوں کو انتظامی منظوری بہم پہنچانے میں مدد دیتا ہے۔

نئی دہلی میں حکومتِ مغربی بنگال کے اہم شعبہ کی حیثیت سے ہم لوگ ہند بین الاقوامی تجارتی میلہ برائے ۱۹۹۹ء کے نہایت ہی اہم مغربی بنگال جزو کو بحسن و خوبی منعقد کر پائے تھے۔ اس میلے میں بے شمار شعبے، کارپوریشن، فرم اور صنعت جیسے تقریباً ۷۵ شرکاء نے حصہ لیا تھا۔ علاوہ ازیں سرکاری نمائش سیٹوں پر مشتمل ۹۸ نمائشوں اور پوسٹر ۵ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ ایسی مزید ۲۵ نمائشوں کا انعقاد غالباً پورے مغربی بنگال میں اور ریاست کی طرف سے بھی کیا جانے والا ہے۔

"بنگال میں خواتین کی تعلیم کے ۱۵۰ سال" اور "ڈاکٹر بی آر امبیڈکر" پر دو نئے نمائشی سیٹ تیار کئے گئے ہیں۔ "نذرل" اور "رابندر ناتھ اور بنگال کی نشاۃ ثانیہ" اور "فرقہ وارانہ ہم آہنگی" پر تین نمائشی سیٹ از سر نو تیار کئے گئے ہیں۔ اگست ۱۹۹۹ء کے دوران مغربی بنگال پویلین (خیمہ)، نئی دہلی میں بنگال کرگھے، دستکاریوں، چرمی مصنوعات، لباس، غذائی اجناس وغیرہ کی ایک ۹ روزہ نمائش بازوخت بعنوان سماهان برائے ۱۹۹۹ء کا انعقاد کیا جا چکا ہے۔

ریاستی حکومت اپنے رسائل چھ زبانوں مثلاً بنگلہ، انگریزی، ہندی، اردو، سنتھالی اور نیپالی میں شائع کرتی ہے۔ ان رسائل کو خصوصاً ان کے خاص نمبروں یا سپلمنٹری ضمیموں کو کافی بڑی مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ بر لوٹ بریکٹ، لوک سبھا انتخابات برائے ۱۹۹۹ء

فلمی میلہ، وائلڈ لائف (انگریزی میں)، آزادی کی گولڈن جبلی، قاضی نذرالاسلام (بنگلہ میں)، ناگ ارجن، پریم چند، نذرل، سنت کبیر (ہندی میں)، سنت کبیر، فیض احمد فیض (اردو میں) سادھو رام چندر مواد وانتخابات (سنتھالی میں) پر بھی خاص نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں احسان در بھنگوی، بن پھول جو مایہ ناز شاعر ادیب تھے، شعری میلہ، بین الاقوامی یوم خواتین، سسٹر نویدیتا، خواندگی، صنعت وغیرہ پر سپلیمنٹس شائع ہو چکے ہیں۔ ربندرا ناتھ اور رام تیہ سین پر خصوصی شمارے مذکورہ نمبر تقریباً تمام زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ بیھوتی بھوشن بندو پادھیائے کے عظیم الشان ناول — ارا نائیک — کا ترجمہ سنتھالی رسالہ میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے اور اس کے شائع شدہ حصہ کو تمام لوگوں نے بہت سراہا ہے۔

رسائل اور دیگر مطبوعات باقاعدگی کے ساتھ ہمارے ڈسٹری بیوشن سیکشن کے توسط سے اہم شخصیتوں، اداروں اور بڑے پیمانہ پر قاریوں کو روانہ کیے اور فروخت کیے جاتے ہیں۔ اہم سرکاری تقریبات کے دعوت ناموں کی تقسیم کا کام بھی ڈسٹری بیوشن سیکشن کے ذمہ ہے۔

شعبہ اطلاعات وثقافتی امور کی سرپرستی میں ماس میڈیا سنٹر درج ذیل مقاصد کے تحت قائم کیا گیا ہے:

۱: معاشی وسماجی فروغ کے لئے اولین شرط کی حیثیت سے عوامی رابطہ کو ترقی دینا۔

۲: چھوٹے دیہی اخبارات کی ترقی کے لئے سبیل کھوج نکالنا۔

۳: میڈیا سے متعلق اطلاعاتی بنک قائم کرنا۔

۴: دوسری ریاستوں کی متعلقہ تنظیموں کے ساتھ تعلقات بنانا۔

۵: مطالعات، سیمینار، مباحثوں کا انعقاد کرنا۔

۱۹۹۹-۲۰۰۰ء کے دوران ماس میڈیا سنٹر نے ۱۵ ورکشاپ، ۱۱ سیمینار منعقد کرلئے اور ۵۔ اضلاع کے ۵۰ دیہی صحافیوں کو تربیت بہم پہنچانے کا کام انجام دیا ہے۔ اس کی لائبریری عمدہ اور نایاب کتابوں سے آراستہ ہے۔ سنٹر ہذا آرگن (سنٹر کی کارکردگی کو پیش کرنے والا رسالہ) گن مادھیم باقاعدگی سے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

مذکورہ سرگرمیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کیلئے مزید کوششیں کی جا رہی ہیں۔ سنٹر ہذا سالانہ ہریش مکھرجی یادگاری لکچر اور قومی پریس ڈے کا بھی انعقاد کرنے والا ہے۔

حکومت مغربی بنگال کے تین اطلاعاتی بیورو مغربی بنگال کے باہر کام کر رہے ہیں۔ اطلاعاتی بیورو جو اطلاعاتی وثقافتی مراکز کے نام سے مشہور ہیں۔ نئی دہلی، چینئی اور اگرتلہ میں کام کر رہے ہیں۔ ان بیوروؤں کا اولین اور اہم ترین کام مقامی لوگوں اور صحافیوں کو اس ریاست سے متعلق اطلاعات اور اعداد وشمار بہم پہنچانا ہے۔ علاوہ ازیں پروٹوکول کے فرائض، دستاویزی فلموں کی نمائش، مقابلہ جاتی امتحانات کے امیدواروں کو مدد پہنچانا، نمائش، سیمینار، میلہ اور ثقافتی تقریبات کا انعقاد کرنا جیسے دیگر فرائض بھی مذکورہ بالا بیوروؤں کو سونپے گئے ہیں۔ اطلاعاتی بیورو، نئی دہلی، ہر سال منعقد ہونے والے ہند بین الاقوامی تجارتی میلے کے انعقاد میں اپنا بھرپور تعاون پیش کرتا ہے۔ اپنے حسب حال سرگرمیوں کے علاوہ چینئی بیورو نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی پر نمائش کا اہتمام کیا ہے۔ اگرتلہ بیورو نے پوسٹر سیٹ کے ذریعہ ربندر، نذرل جینتی، بنگو سنسکرتی اتسو، نیتاجی سبھاش چندر بوس پر ایک نمائش کا انعقاد کیا ہے۔ علاوہ ازیں ہر سال بمبئی میں مقامی تنظیموں کی مدد اور ان کے تعاون سے ایک چھ روزہ طویل میلہ "بنگو سنسکرتی اتسو" منعقد کیا جاتا ہے۔ اس عظیم میلہ میں مایہ ناز گانے والے، نقال، دیگر فنکار اور تھیٹرس یونٹ عام طور پر حصہ لیتے ہیں۔

اہم قومی واقعات کے علاوہ مجاہدین آزادی اور قومی رہنماؤں کو ان کی پیدائش اور موت کی تقریبات پر شعبہ ہذا کی میزبانی اور ریاستی تقریباتی بازو نے سرکاری طور پر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ یوم جمہوریہ پریڈ، یوم آزادی، مہاتما گاندھی کی پیدائش اور موت کی تقریبات نیتاجی سبھاش چندر بوس، ربندر ناتھ ٹیگور، ڈاکٹر بی آر امبیدکر، بنوئے۔ بادل۔ دینیش اور دیگر شخصیتوں کی پیدائشی تقریبات اس سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔ نئی نسل کے بچوں کے اندر حب الوطنی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یوم آزادی کے موقع پر

"سیٹ اینڈ ڈرا" مقابلے اور موسیقی کے مقابلوں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ثقافتی پروگرام بھی منعقد کئے گئے تھے۔

زبان :

حکومت مغربی بنگال نے پوری ریاست کے ممکنہ حلقہ اقتدار میں بنگلہ کے استعمال کو فروغ دینے کا ارادہ کیا ہے۔ زبان ہذا ۲۶ جنوری ۱۹۶۵ء سے ریاستی زبان رہی ہے۔ دارجلنگ ضلع کے تین پہاڑی سب ڈویژنوں یعنی دارجلنگ، کلمپونگ اور کرسیانگ میں نیپالی بھی بطور ریاستی زبان تسلیم کی جاتی ہے لیکن حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ انتظامیہ کے تمام شعبوں میں آج تک بنگلہ کی مذکورہ ترقی تشفی بخش بالکل نہیں رہی ہے۔ اس سیاق و سباق میں ریاستی حکومت نے تمام ناپسندیدہ ردعمل اور ہر قسم کے رجحانات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتظامیہ کے جملہ شعبوں میں بنگلہ چالو کرنے پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ اس سلسلے میں لازمی اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ انتظامی کاموں اور عوامی زندگی کے دیگر شعبوں میں بھی بنگلہ کو فروغ دینے کے لئے تین کمیٹیوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے اعلیٰ سطح پر افسران پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے۔ شعبہ ریاستی اطلاعات و ثقافتی امور کمیٹی ہذا کی درج ذیل سفارشات پر متعدد اقدامات بھی لے چکی ہے۔

★ ڈسٹرکٹ کلکٹروں، ڈویژنل کمشنروں اور دیگر ڈویژنل ہیڈ کوارٹروں کے دفاتر میں بنگلہ مترجموں کی تقرری۔
★ مختلف سرکاری شعبوں میں بنگلہ پری بھاشا سنکلن (بنگلہ اصطلاحات کی ایک کتاب) کی تقسیم۔
★ کابینہ میمو اسمبلی میں اٹھائے گئے سوالات کے جواب اور انگریزی کے ساتھ ساتھ بنگلہ میں قانون سازبلوں کی گزارش
★ بنگلہ میں اعلانیہ اور سرکاری خط و کتابت۔

ریاستی حکومت نے اس ریاست کی نچلی عدالتوں میں بنگلہ کو بطور سرکاری زبان چالو کرنے کی پہل کی ہے۔

اس سلسلے میں خاطر خواہ فروغ کو پر یقین بنانے اور کمیوں کی تلافی کرنے کی غرض سے حال ہی میں ایک وزارتی سطح کمیٹی اور ماہرین لسانیات و تعلیم، ادیبوں اور دانشوروں پر مشتمل ایک مشاورتی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔

چند مخصوص علاقوں میں مثبتی طور پر بنگلہ کے استعمال کو پر یقین بنانے کے سلسلے میں ایک اعلانیہ شائع کیا گیا ہے۔ بجٹ میں بنگلہ ٹائپ مشینوں کی اچھی خاصی تعداد اور بنگلہ شارٹ ہینڈ یا ٹائپ رائٹنگ تربیت کے لئے بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس سلسلے میں تعاون دینے کے لئے ضلع کلکٹروں اور ضلع پریشدوں کے ساتھ براہ راست رابطہ قائم کیا گیا ہے۔ ریاستی حکومت کے تحت کام کرنے والے غیر بنگالی ملازمین کو انتظامی تربیتی مراکز کے ذریعہ تربیت بہم پہنچانے کے سلسلے میں لازمی کارروائی کی جا رہی ہے تاکہ وہ لوگ سرکاری کام کاج میں بنگلہ کا استعمال کر پائیں۔ انتظامی کام کاج میں بنگلہ کو چالو کرنا، زندگی کے ہر شعبے میں بنگلہ کو رائج کرنا اور بالکل نچلی سطح کے لوگوں کے اندر بھی خودداری کو بڑھانا اور جمہوری حق سے لوگوں کو روشناس کرانا ہی ہماری اس پالیسی کے اہم مقاصد ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ چہار جہتی تعاون کے ساتھ اس ریاست میں بنگلہ کو ایک پُروقار مقام دلانے کی اپنی کوشش میں ہم لوگ ضرور کامیاب ہوں گے۔

ثقافت :

ثقافت انسان اور انسانی صفات کے درمیان ایک پل کا کام کرتی ہے۔ ثقافت سے مراد صرف موسیقی، رقص، ڈرامہ اور فنونِ لطیفہ ہی نہیں ہے بلکہ اسکے مفہوم کا اظہار زندگی کے ہر لمحے میں ہوتا ہے۔ ثقافت کی نشوونما سماجی و معاشی پس منظر کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ بغیر ثقافتی فروغ کے سماج کی تمام تر ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کا ثقافتی بازو اپنے محدود مالی وسائل کے باوجود اس ریاست میں ثقافت کی ترقی و فروغ کے لئے مسلسل کام کئے جا رہا ہے۔

سائنس اور تکنالوجی نے ثقافت کے فروغ میں ایک وسیع جہت کا آغاز کیا ہے۔ سائبر عہد نے دنیا کے گوناگوں لوگوں کے درمیان ثقافتی لین دین کو بڑی وسعت بخشی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ ہمارے لئے یہ خطرہ بھی بنتا جا رہا ہے کہ سائنس کی اس ترقی کے ساتھ مختلف ممالک کی روایتی ثقافتوں کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ ایسی

تشویشناک صورت حال میں مذکورہ ثقافتی بازو (۱) پچھم بنگا بنگلا اکاڈمی (۲) راجیہ سنگیت اکاڈمی (۳) پچھم بنگا ناٹیہ اکاڈمی (۴) راجیہ چارو کلا پریشد اور (۵) لوک اور قبائلی ثقافت مرکز کے ذریعہ صوبہ بند پروگرام منعقد کراتا ہے اور اس طرح زندگی کے صحت مند رجحانات کو تقویت بخشنے کی غرض کے ساتھ ہماری روایتی ثقافت کے بہاؤ کو استحکام بخشتا ہے۔

متعدد ریاستی سطح پر منعقدہ پروگراموں کے ذریعہ ثقافتی بازو زندگی کے صحت مند عناصر کے لئے ایک خوشگوار ماحول پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کرتا آرہا ہے۔ اور یہ اس طرح ریاست کے مختلف علاقوں کے لوگوں کے درمیان پل کا کام بھی کر رہا ہے۔ "تیستا گنگا اتسو" کے موقع پر ۴۸ مختلف پروگراموں کا انعقاد شمالی بنگال کے چھ اضلاع کے ۲۴ مقامات پر کیا گیا تھا۔ مزید برآں ثقافتی بازو ریاست کے باہر مختلف مقامات پر متعدد پروگراموں کے ذریعہ اتحاد و سالمیت کو استحکام بخشنے کا کردار ادا کر رہا ہے۔

موسیقی، رقص، ڈراما، فنونِ لطیفہ اور لوک ثقافت کے میدان میں علاء الدین، اودے شنکر، دینابندھو، ابانندرا اور للِن انعامات فی الحال چالو ہیں۔

کلکتہ کے چھ آڈیٹوریم اور دیگر مختلف اضلاع کے ۳۳ آڈیٹوریم ثقافتی بازو کے زیر نگرانی ہیں۔ ضرورت کے تحت ان آڈیٹوریم کو جدید سہولتوں سے لیس کرنے کی راہ میں محدود ایک رکاوٹ بن رہی ہے، لیکن اس حقیقت سے گریز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ آڈیٹوریم گوناگوں خیال کی ثقافت کی توسیع میں ایک نہایت ہی اہم کردار نبھا رہے ہیں۔ اس کے فروغ کو بڑھاوا دینے کی خاطر مختلف تنظیموں سے اسپانسرشپ حاصل کر کے متعدد آڈیٹوریم تعمیر کرائے جا رہے ہیں۔ راؤڈن اسکوائر کے کلکتہ ثقافت مرکز کا ابتدائی تعمیری کام منصوبہ کے مطابق رو بہ فروغ ہے۔ باگھ بازار میں واقع بھائی بھوشن بیدیہ بینود جاترا منچ پائے تکمیل کے قریب ہے۔

پچھم بنگا بنگلا اکاڈمی جو ۱۹۸۶ء میں قائم ہوئی تھی، حکومت مغربی بنگال کے شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے تحت گزشتہ پانچ سال سے ایک خودمختار ادارہ کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اس مختصر سے عرصے میں اکاڈمی ہذا ایک علمی و درسی ادارے کی حیثیت سے کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ رسم الخط، لسانیات، ادب اور زبان پر تحقیقی کام بڑے زوروں پر چل رہے ہیں۔ بنگلہ رسم الخط کی ارتقاء اور اس کی اصلاحات کی تاریخ پر ایک تحقیقی کام پائے تکمیل کے قریب ہے۔ ببلیوگرافی (یعنی کتب نامہ) تیار کرنے کا کام چل رہا ہے۔ معاشیات پر ایک ببلیوگرافی جلد ہی شائع ہو جائے گی۔ بنگلہ اکاڈمی نے لغت اور قاموس کی اشاعت پر اپنی خصوصی توجہ ڈالی ہے۔ دیگر کتابوں کی اشاعت کے علاوہ اکاڈمی ہذا نے "ودیارتھی بنگلا ابیدھان" (لرنرس بنگالی ڈکشنری) شائع کی ہے۔ یہ تقریباً ۲۵۰۰۰ الفاظ پر مشتمل ہے۔ بنگلہ میں عالمی قاموس کی ایک جلد کی اشاعت کا کام جاری ہے۔ معروف ڈاکٹر سوکمار سین کی ایک ضخیم کتاب بنام سٹھ بٹی سد ماسر تھا بنگلہ کوشش کی اشاعت کا کام فی الحال جاری ہے۔ بنگلہ دو جلدوں پر مشتمل ایک سیرتی قاموس تیار کرنے کا کام رو بہ فروغ ہے۔ علاوہ ازیں ایک صوتی لغت بنگلہ سے انگریزی اور انگریزی سے بنگلہ لغات اور بنگلہ- انگریزی- ہندی- اردو لسانی لغت کی تالیف کا کام زیر غور ہے۔ سنیتی کمار چٹوپادھیائے کی تصنیف "بنگلہ زبان کی ابتدا اور ارتقاء" کا بنگلہ ترجمہ جلد ہی شائع ہونے والا ہے۔

نئی کتابوں کی خریداری اور حصول کے علاوہ عالموں اور دانشور حضرات نے اپنی نجی کتب خانوں سے گراں قدر اور نایاب کتابیں اور رسائل اس اکاڈمی کی لائبریری کو بطور عطیات دی ہیں۔ ان عطیات نے اس لائبریری کو بہت حد تک مالامال کر دیا ہے۔

بنگلہ اکاڈمی کے محافظ خانہ کے ذخیرہ میں اب تک نمایاں طور پر اضافہ ہوا ہے۔ اس محافظ خانہ میں بڑے بڑے مصنفین سے ملاقاتوں ان کے ساتھ مباحثوں اور ان کی آوازوں کو آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کے اندر محفوظ رکھا گیا ہے۔

بنگلہ اکیڈمی کے زیر نگرانی کتابوں کی اشاعت کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ مختلف اقسام کی کتابوں میں بنگلہ اکاڈمی ۱۰۰ سے زائد کتابیں شائع کر چکی ہے۔ اس ضمن میں ایک کتاب "کھیتی موہن سین اور اردھا ستابدیر شانتی نکیتن" جس کا پیش لفظ نوبل انعام یافتہ امرتیہ سین نے تحریر کیا ہے، خصوصی طور پر قابلِ ذکر

ہے۔ دریں اثنا اکاڈمی ہٰذا نے جیبانندہ داس اور قاضی نذرالاسلام کے یوم پیدائش پر تقریبات کا اہتمام کیا تھا۔ نذرالاسلام کی حیات اور ان کی خدمات پر ایک سہ روزہ سمینار کا انعقاد ساہتیہ اکاڈمی کے اشتراک سے کیا تھا۔ اس پروگرام میں ہندستان کی مختلف ریاستوں اور بنگلہ دیش کے ادیبوں نے شرکت کی تھی۔ قاضی نذرالاسلام کی ایک ضخیم سوانح حیات شائع کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ایک ہندی یادگار جلد زیر مرحلہ ہے۔ نذرالاسلام کی نگارشات کو شائع کرنے کے لئے ایک اسکیم تیار کی گئی ہے۔ ممتاز ادیب بن پھول کی صد سالگرہ منانے سے متعلق ایک منصوبہ زیر غور ہے۔ بن پھول کی حیات اور ان کے مضامین کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ ممتاز مشرقی بہان بہاری مجمدار اور ہندی کے ادیب سریہ کانت تریپاٹھی نیرالا کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر ان کی سوانح حیات شائع کی جا چکی ہے۔ دس جلد ـــ "مانک بندو پادھیائے رچنا سمگرہ" میں سے تین کی دوسری اشاعت کے ساتھ ساتھ چھ جلدیں اب تک شائع کی جا چکی ہیں اور انہیں کافی مقبولیت بھی حاصل ہوئی ہے۔ "ہندستان چھوڑو تحریک" کے ۵۰ سال مکمل ہونے کے موقع پر کئے گئے چند تحقیقی کاموں کو شائع کرنے سے متعلق ابتدائی تیاریاں تکمیل کے قریب ہیں۔ چھ جلد کتاب سیریز جو بنگلہ سماج سے متعلق اخباروں اور رسائل میں شائع شدہ عام نظریوں پر مشتمل ہے' کی پہلی جلد کی اشاعت کا کام روبہ فروغ ہے۔ ایک ماہانہ تبصرہ جریدہ بعنوان "بنگلہ بونی" باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ یہ جریدہ بنگلہ میں اپنی نوعیت کا پہلا جریدہ ہے۔ "بنگلہ پری بھاشا سمکلن" جو انتظامی کاموں میں استعمال کے لئے مفید ہوگا' کا تیسرا نظر ثانی شدہ ایڈیشن کی اشاعت بہت جلد کی جائے گی۔ سماج' ادب و ثقافت پر اکشے کمار دتہ' ہرا پرشاد شاستری اور کھیتی موہن سین جیسی ہستیوں کے تحریر کردہ نایاب مضامین کا ایک مجموعہ شائع کرنے کے سلسلے میں ضروری اقدامات اٹھائے جا چکے ہیں تاکہ اس عہد کے قارئین ان کے افکار سے مستفیض ہو سکیں۔ جملہ سطحوں پر بنگلہ کو چالو کرنے کے سلسلے میں ایک موثر راستہ نکالنے پر موضوع پر ایک سمینار کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس سمینار میں انتظامیہ کے علاوہ ادبی

دنیا کی مایہ ناز ہستیوں نے شرکت کی تھی۔ کلکتہ اور دیگر اضلاع بشمول دارجلنگ اور بردوان میں بنگلہ اکاڈمی نے نذرل اور جیبانند کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر شاعروں کے سمینار اور ان کی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا۔ بشنو دے اور بدھا دیب باسو جیسے شاعروں اور پریمندرا مترا اور سبودھ گھوش جیسے ادیبوں کے یوم پیدائش پر ادبی مباحثہ منعقد کیا گیا تھا۔ اس سمینار میں سماج کے مختلف فرقے کی ممتاز ہستیوں نے شرکت کی تھی۔ "بہترین کتاب میں نے اس سال پڑھی" کا انعقاد نیشنل بک ٹرسٹ کے اشتراک سے کیا گیا تھا۔ اچاریہ سوکمار سین کی صد سالگرہ کے موقع پر طویل مدت تک چلنے والے ایک یادگاری لکچر کا انعقاد کیا گیا تھا اور ان کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

سال رواں کی جنوری کے دوران بنگلہ اکاڈمی نے دوسرے سالانہ لٹل میگزین میلہ کا انعقاد کیا تھا۔ بنگلہ اکاڈمی یا ربندرا سدن کے میدان میں مغربی بنگال کے مختلف علاقوں اور اس ریاست کے باہر سے آنے والوں متعلقہ لوگوں نے اس میلہ کے ادب و ثقافت کے موضوع پر لٹل میگزین کے ۴۰۳ شمارے کے ساتھ شرکت کی تھی۔ ہر سال ایک لٹل میگزین کو بہترین ادبی خدمات کے لئے انعام سے نوازا جاتا ہے۔ اس میلہ کے موقع پر استقبالیہ پروگراموں کے ذریعہ لٹل میگزین کے تجربہ کار اور معروف مدیر کو عزت بخشی جاتی ہے۔

اکاڈمی ہٰذا تعمیری، مثبتی اور عوام دوست سرگرمیوں سے متاثر ہو کر لاتعداد سخی اور فیاض لوگوں نے مالی امداد کی شکل میں اپنا تعاون پیش کیا۔ عطیات سے تیار ہونے والے فنڈ کو ودیا ساگر، سنیتی کمار، دیوییانندہ کمر پادھیائے، سمیتا داس، نمیتا گھوش اور کلیان کمار داس گپتا کے نام پر یادگاری لکچروں کا ایک سلسلہ اور ۵ ادبی انعامات چالو کرنے کے لئے معرف میں لایا گیا تھا۔ علاوہ ازیں اکاڈمی ہٰذا کے یوم تاسیس کے موقع پر ہر سال ایک لکچر کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ نذرل انعام جو اس سال نذرل کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر چالو کیا گیا ہے آنند شنکر کو ملا۔

بنگلہ اکاڈمی عمارت کی دوسری منزل پر واقع آڈیٹوریم کے علاوہ ایک اور آڈیٹوریم اکاڈمی ہٰذا کے میدان کے اندر قائم کیا گیا ہے اور

جسے جیبانندا سبھا گھر کا نام دیا گیا ہے۔ اس نئے تعمیر کردہ آڈیٹوریم کو ثقافتی اور ادبی پروگراموں کے موقع پر عوام کے لئے کھول دیا جاتا رہا ہے۔

سنگیت اکاڈمی اس ریاست کے اندر موسیقی اور رقص کے میدان میں ایک نہایت ہی اہم ادارہ ہے۔ موسیقی کے میدان میں فنکاروں اور ماہرین کے صلاح و مشورے سے موسیقی اور ثقافت کے مختلف شعبوں کو بہتر بنانے اور توسیع دینے کے راستوں کو کشادگی بخشنے کی غرض سے اکاڈمی ہٰذا کے متعدد منصوبہ بند پروگراموں کو روبہ عمل لانے کے کام چل رہے ہیں۔ کلاسیکی موسیقی بنگلہ نغموں اور رقص کے کثیر رخی سرچشموں کے ارتقاء کو پائیداری کے محفوظ رکھنے جیسے اہم کاموں پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ مطلوبہ ضرورت کے مطابق، محفوظ خانہ کو جدید بنانے کا کام چل رہا ہے اور کمپیوٹر نصب کرنے کا کام اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ علاوہ ازیں اسٹیٹ آف دی آرٹ اکاسٹک (صوتی) مشین کے قیام کے ساتھ ایک آڈیٹوریم کھولنے کا کام فی الحال ابتدائی مرحلے میں ہے۔ اکاڈمی لائبریری کو کچھ اس طرح آراستہ کیا گیا ہے کہ ثقافت کے اس میدان میں یہ محققوں کی ضرورتوں کو بحسن و خوبی پورا کر پانے کا اہل ہے اور دلچسپی رکھنے والے قارئین کی پیاس بخوبی بجھا سکتا ہے۔ طبلہ انسٹرومنٹل کلاسیکل، کیرتن، کھول بجانا، ادے شنکر کی صنف رقص وغیرہ کے پروگراموں پر سرگرم ورکشاپوں کا انعقاد کیا جاتا رہا ہے۔ دھرو پد، کلاسیکل موسیقی کے گھرانوں، کلاسیکی رقص اور رقص میں اداکاری جیسے موضوعات پر ورکشاپ پروگراموں کو روبہ عمل لانے کے سلسلے میں ضروری اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ اکاڈمی ہٰذا فنکاروں اور اداکاروں سے جڑی موسیقی کو ترقی و توسیع کے سلسلے میں نکتہ رس نقاد سامعین و ناظرین کے ناگزیر کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے موسیقی و رقص دونوں ہی پر محاسبہ نصاب چلاتا ہے۔ موسیقی کے میدان میں دن اور شام دونوں ہی وقت محاسبہ نصاب چلائے جاتے ہیں۔ لیکن دن کا محاسبہ نصاب نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ سالِ رواں کے دوران تکمیل کو پہنچا۔

باصلاحیت ابھرتے ہوئے موسیقی و رقص کے فنکاروں کی ترقی کی گنجائش کو کشادگی بخشنے کے مقصد کے تحت" پراتیبھا نو بین اجل دن" کے عنوان سے تقریبات منعقد کر کے اکاڈمی ہٰذا مسلسل اپنا تعاون پیش کر رہی ہے۔ اس پروگرام کو سالِ رواں کے دوران بھی روبہ عمل لایا گیا ہے۔ ادے شنکر کے ڈانس ڈرامے، ڈانس فیسٹول اور کلاسیکی موسیقی کانفرنس وغیرہ جیسے پروگراموں کو خاطر خواہ کامیابی کے ساتھ روبہ عمل لایا گیا ہے۔ ہفتہ وار رات کی موسیقی کی محفل کا انعقاد کیا گیا اور اس میں ابھرتے ہوئے نوجوان فنکاروں کو مدعو کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس طرح ان نئے فنکاروں کو اپنی صلاحیت کے اظہار کے لئے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ ان محفلوں میں تجربہ کار اور بزرگ فنکار بھی شریک ہو پائیں۔ ضمناً یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب محفلیں باہر کھلے اسٹیج پر سجائی جاتی ہیں تو یہ پروگرام دن میں منعقد نہیں کئے جاتے ہیں۔ موسیقی اور رقص کے مقابلے بھی کرائے جاتے ہیں۔ اکیڈمی ہٰذا کا شعبہ طباعت روبہ فروغ ہے۔ اکاڈمی ہٰذا کے پروگراموں کو اضلاع میں روبہ عمل لانے کے سلسلے میں مسلسل کوششیں کی جا رہی ہیں تاکہ ایک جانب اس ریاست کے ہر ایک ضلع کے فنکاروں کے درمیان اور دوسری جانب اکیڈمی کے ساتھ تعلقات قائم ہو سکیں اور جیسے جیسے وقت گزرتا جائے ان کے تعلقات مضبوط ہوتے جائیں گے۔ اضلاع میں موسیقی و رقص کے مقابلے، موسیقی و رقص پر ورکشاپ اور موسیقی کے پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ متعلقہ ضلع کی تقریبات میں باصلاحیت ابھرتے ہوئے فنکاروں کو شرکت کرنے کا موقع ملتا ہے اور اکثر اکاڈمی ہٰذا کلکتہ سے منتخب شدہ فنکاروں کو مذکورہ تقریب میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

گزشتہ برسوں کی طرح اس برس بھی ثقافت کے مختلف میدانوں سے جڑے مصیبت زدہ فنکاروں اور تنظیموں کو یک بارگی مالی امداد دی جا چکی ہے۔

پچھم بنگا ناٹیہ اکیڈمی نے ریاست بھر میں تھیٹر کی تحریک کو مقبول عام بنانے میں اپنا کردار نہایت ہی حسن و خوبی کے ساتھ نبھایا ہے۔

گزشتہ برسوں کی طرح سن ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران بھی ناٹیہ اکاڈمی نے اپنے دیگر پروگراموں کے ساتھ ساتھ تھیٹر ٹریننگ، ڈرامہ فیسٹول، ڈرامہ سے متعلق متعدد موضوعات پر سمینار اور سالانہ تقسیم انعامات کی تقریبات کا انعقاد کرایا اور تھیٹر اور جاترا فنکاروں اور تھیٹر

جماعتوں کو امدادی عطیات دلوائے

جلپائی گوڑی ڈویژن کے ڈرامہ فیسٹول کا انعقاد جلپائی گوڑی میں ہی ہوا تھا۔ ۲۶ تا ۲۹ اپریل ۱۹۹۹ء کو آریہ ناٹیہ سماج منچ میں تین طویل ڈرامے اور دو ایک ایکٹ ڈرامے دکھلائے گئے تھے۔

برٹولٹ بریخت کی صدسالگرہ منانے کیلئے ضلع ڈرامہ میلے کا انعقاد کیا گیا تھا۔ مذکورہ میلہ کا انعقاد درج ذیل اضلاع میں کیا گیا تھا۔

۷ تا ۱۳ اپریل ۱۹۹۹ء کو ۱۰ تھیٹر جماعتوں نے یک بابی ڈراموں اور دو جماعتوں نے طویل ڈراموں کا انعقاد ہگلی ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران آرام باغ رابندر بھون میں کیا۔

۱۰ تا ۱۷ اپریل ۱۹۹۹ء کو مرشدآباد ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران ۵ طویل ڈراموں اور ۱۵ ایک ایکٹ ڈراموں کا انعقاد برہم پور رابندر بھون میں کیا گیا تھا۔

۲۴ تا ۲۹ اپریل ۱۹۹۹ء کو ایک طویل ڈرامہ اور ۱۳ یک بابی ڈرامہ کا انعقاد شمالی دیناج پور ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران کالیا گنج نندل ناٹیہ نکیتن منچ میں کیا گیا تھا۔

۲۶ اپریل تا ۲ مئی ۱۹۹۹ء کو بردوان ڈرامہ میلہ کے دوران یک طویل ڈرامہ اور ۱۹ یک بابی ڈرامے بردوان کے رابندرا بھون میں دکھلائے گئے تھے۔

۱۸ تا ۲۴ مئی ۱۹۹۹ء کو شمالی ۲۴ پرگنہ ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران ایک طویل ڈرامہ اور ۱۵ ایک ایکٹ ڈرامے باراسات سبھاش میدان میں دکھلائے گئے تھے۔

۱۱ تا ۱۷ جون ۱۹۹۹ء کو ہوڑہ ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران دو طویل ڈرامے اور ۱۲ یک بابی ڈرامے ہوڑہ سرت سدن میں دکھلائے گئے تھے۔

۲۳ تا ۲۹ جون ۱۹۹۹ء کو بیر بھوم ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران دو طویل ڈرامے اور ۱۶ یک بابی ڈرامے سیوڑی رابندر بھون میں دکھلائے گئے تھے۔

۲۸ جون تا ۴ جولائی ۱۹۹۹ء کو جنوبی ۲۴ پرگنہ ضلع ڈرامہ میلہ کے دوران دو طویل ڈرامے اور ۱۶ یک بابی ڈرامے برو کی

پور رابندر بھون میں دکھلائے گئے تھے۔

۲۰ تا ۲۷ نومبر ۱۹۹۹ء کو جنوبی دیناج پور ضلع ڈرامہ میلہ جو بالورگھاٹ رابندر بھون میں منعقد کیا گیا تھا، کا انعقاد بریچپٹے ادلہ منا تھارلے کی یاد میں کیا گیا تھا۔ "ناٹیہ اکاڈمی پتریکا" اسی میلہ کے دوران جاری کیا گیا تھا۔ اس میلہ کے دوران ۱۵ ڈرامے بشمول ۴ طویل ڈرامے دکھلائے گئے تھے۔

۳۰ جولائی تا ۴ جولائی ۱۹۹۹ء کو بچوں کے لئے ڈراموں کا ایک پانچ روزہ طویل میلے کا انعقاد سلی گوڑی کے دینا بندھو منچ میں کیا گیا تھا۔ اس میلہ میں شمالی بنگال اضلاع کے آٹھ تھیٹر یونٹوں اور کلکتہ کی دو یونٹوں نے حصہ لیا تھا۔

"باہر بنگا ناٹیہ اتسو" کا اہتمام چینئی میں مشرقی زونل ثقافتی مرکز کے اشتراک سے کیا گیا تھا۔ نندن کے احاطے میں مشرقی زونل ثقافتی مرکز کے اشتراک سے ایک" اوپن ایئر ڈرامہ فیسٹول" منعقد کرنے کے سلسلہ میں اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ اس میلہ میں دیگر ریاستوں اور مغربی بنگال کی تھیٹر جماعتیں شرکت کریں گی۔

۴ جولائی تا ۶ جولائی ۱۹۹۹ء کو ایک نغمہ سرائی تربیتی خیمہ کا انعقاد سلی گوڑی دینا بندھو منچ کے رام کنکر گیلری میں کیا گیا تھا۔ دارجلنگ، جلپائی گوڑی، کوچ بہار، شمالی دیناج پور اور مالدہ کے منجملہ اٹھارہ افراد نے خیمہ ہذا میں تربیت حاصل کی ہے اور اس خیمہ میں چھ افراد تربیت دینے والے تھے۔

۲۰ اگست ۱۹۹۹ء کو من ماتھارلے کی صدسالہ تقریبات منائی گئیں۔ اس موقع پر ڈرامہ سے اخذ کردہ نغمے سنائے گئے، ڈراموں سے اخذ کردہ اقتباسات باآواز بلند پڑھے گئے اور رام تیہ اتیت ڈرامہ دکھایا گیا۔ ۲۷ اور ۲۸ اگست ۱۹۹۹ء کو سسر منچ اور نندن۔ II کے آڈیٹوریم میں فیڈریکو گارسیا لورکا کی صدسالہ سالگرہ منائی گئی۔ اس موقع پر ڈراموں سے اخذ کردہ نظمیں، اور نغمے سنائے گئے، ڈرامے دکھلائے گئے اور ڈرامے اور فلمیں دکھائی گئیں۔

اہم ترین پروگراموں میں جو ناٹیہ اکاڈمی نے اجک پیش کیا ہے ڈراموں پر سیمناروں کی بھرمار ہے۔ ۸ اپریل ۱۹۹۹ء بردوان ٹاؤن ہال میں ناٹیہ اکاڈمی کے تعاون سے بردھمان منگل چندر کی

ناٹیہ چرچا کیندر اور گن ناٹیہ سنگھ کی بردھمان شاخ نے مشترکہ طور پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا تھا۔ ناٹیہ اکاڈمی کے تعاون سے بنگلا اکاڈمی آڈیٹوریم میں کومک نام کی ایک تھیٹر یونٹ نے بھی ایک سیمینار کا انعقاد کیا تھا۔

ناٹیہ اکاڈمی ہر سال تجربہ کار اور بزرگ ڈرامہ کار اداکار و جاترا کے فن کاروں کو امدادی عطیات کی اسکیم کے تحت مالی امداد دیتی رہی ہے۔ اس بار بھی یہ امداد دی جائے گی۔

اس سال شمبھو مترا میموریل لکچر جس کا انعقاد ۲۲ اگست ۱۹۹۹ء کو بنگلا اکاڈمی کے آڈیٹوریم میں کیا گیا تھا، کا موضوع "ناٹیہ نرما تار جیبن بودھ" (زندگی کے بارے میں ڈرامہ نویسوں کا نقطۂ نگاہ) تھا۔

۲۵۰۰۰ روپے کی ایک رقم بطور مالی امداد ۶ نوجوان ہدایت کاروں میں سے ہر ایک کو دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں تین بزرگ اور تجربہ کار ہدایت کاروں کو بھی اپنے ڈرامے پیش کرنے کے لئے مطلوبہ مالی امداد فراہم کی گئی ہے۔

راجیہ چارو کلا پریشد جو شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے تحت کام کرتا ہے، نقاشی اور بت تراشی کے مرکز کے طور پر جانا جاتا ہے۔ پریشد ہذا مختلف اضلاع میں ورک شاپ کا انعقاد کرتا ہے۔ ان ورک شاپوں کے انعقاد کا مقصد باصلاحیت، نوجوان آرٹسٹوں کی ترقی کی گنجائش کو فروغ بخشنا ہے۔ پریشد ہذا کے چند قابلِ ذکر پروگرام فن اور بت تراشی پر سیمینار کا انعقاد کرانا ہے اور فنونِ لطیفہ پر ایک سہ ماہی محاسبہ نصاب کا چالو کرنا ہے۔ فنونِ لطیفہ اور بت تراشی کے میدان میں مایہ ناز فن کاروں اور نقادوں کی گراں قدر رائے نے اس محاسبہ نصاب کو چالو کرنے میں بڑی مدد پہنچائی ہے اور اس پروگرام کو ناگزیر بنا دیا ہے۔ اس میں شریک ہونے والے پروگراموں کے اندر جمالیاتی حس پیدا کرنے کے لئے متعدد سیمیناروں کا انعقاد کیا گیا اور کئی محاسبہ نصابوں کو چالو کیا گیا۔ ان عوامل نے بطور لازمی مدد اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے۔ جامنی رائے کی ۲۴۵ تصویروں کو گراں قدر قومی اثاثہ یا سرمایہ قرار دیا گیا ہے اور ان تصویروں کو خرید کر گگنندر آرٹ

گیلری میں نمائش کے لئے رکھا گیا ہے۔ علاوہ ازیں رام کنکر بائز، نندلال باسو، چنتاپراشاد رائے چودھری، دیبابرا تا مکھوپادھیائے اور اندرا ڈوگرے کے متعدد شاہکاروں کو بھی خریدا گیا ہے جامنی رائے اور گوپال گھوش کے ہاتھ تصویر البموں کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ جامنی رائے کی چند نئی تصویروں پر مشتمل ایک البم دوسرے مرحلے میں شائع ہونے جا رہا ہے۔ پریشد کی مہم جوئی کے تحت نوجوان فنکاروں کی تصویروں اور سنگ تراشی پر سالانہ نمائشوں کے پروگرام کا انعقاد باقاعدگی کے ساتھ اور لگاتار کیا جا رہا ہے۔ "چارو کلا پتریکا" ہر سال حب معمول شائع ہو رہا ہے۔ منندرا بھوشن گپتا، اتل باسو، دیبی پرشاد رائے چودھری جیسے مشہور فن کاروں کی صد سالہ سالگرہ کی تقریبات کا انعقاد کیا جاتا رہا ہے۔ مصوری اور بت تراشی کے میدان کو وسعت بخشنے کے سلسلے میں باصلاحیت فنکار اور اداروں کو یک بارگی مالی امدادی عطیات سے نوازنے کا عمل بھی جاری ہے۔

راجیہ چارو کلا پریشد کی اپنی عمارت کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ پریشد کی پہل پر گگنندر آرٹ گیلری اور رابندر سدن کے صحن میں چارو کلا اتسو نے اپنی دوسری سالگرہ منائی۔ اس دو روزہ سال کے دوران نوجوان فن کاروں کی ۴۰۰ تصویروں کی سنگ تراشی کے نمونے نمائش کے لئے رکھے گئے۔ علاوہ ازیں عوام میں جمالیاتی حس کو زوردار طور پر پیدا کرنے کے لئے میلہ صحن میں اجتماعی شرکت کے پروگرام نے ثقافت کے اس میدان میں ایک نئی جہت کا اضافہ کیا ہے۔ نمائش کے ایک جزو کے طور پر ہر شام محفلِ موسیقی نے اس میلہ کو ایک جامع صورت عطا کی ہے۔

لوک اور قبائلی ثقافت مرکز کے اختیار کردہ اہم پروگراموں میں سے ایک ہے۔ وہ پروجیکٹ ہے جو لوک فنکاروں کے انعقاد کردہ پروگراموں کی گنجائش / وسعت کو فروغ بخشتا ہے۔ اسی پروجیکٹ کے ذریعہ بنگال کے متعدد لوک اصناف کے پروگراموں کو روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ مختلف تعلیمی اداروں، تنظیموں، ثقافتی فورموں سرکاری شعبوں کی گزارش پر مرکز اپنے لوک فنکاروں کو اور ان کی ٹولیوں کو پروگرام پیش کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ سال رواں کے

مالی سال کے دوران اس پروجیکٹ کو مزید جامع بنایا گیا ہے

لوک فنکاروں کی تربیت کی گنجائش کو فروغ بخشنے کے مقصد کے تحت مرکز ہٰذا کو چالو پروگراموں کے ایک جزو کے طور پر اضلاع میں ورکشاپ چلائے جا رہے ہیں۔ لوک ثقافت، میلہ، لوک ثقافتی میلے، خواتین لوک فنکاروں کی ملاقات، قبائلی لوک فنکاروں کی ملاقات، سمینار وغیرہ کے ساتھ ضلع وار ورک شاپ کا انعقاد کرنے جیسے پروگراموں پر مسلسل عمل درآمد ہو رہا ہے۔

اس مرکز کے اہم ترین پروگراموں میں سے ایک لوک ثقافت پر تحقیقی دستاویزات کی اشاعت ہے۔ لوک اور قبائلی ثقافت مرکز کا کام ثقافتی دلچسپی کے ساتھ عوام کے اندر بیداری لانا اور لوک گیتوں کی موسیقی کے سُروں کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس مقصد کے تحت باصلاحیت لوک فنکاروں کے نغموں کے کیسٹ دیہات میں لوگوں کے درمیان تقسیم کئے گئے ہیں۔ چند تحقیقاتی دستاویزات کو شائع کرنے کے علاوہ مرکز ہٰذا نے للن کے گیت بھاوائیہ، دربیشی، داسورائے کی پنچالی وغیرہ کے کیسٹ جاری کئے ہیں۔

لوک فنکاروں کی زندگی اور ان کے ذریعۂ معاش کے بارے میں تفصیلی اطلاعات اکٹھا کرنے کے سلسلے میں ایک جائزہ پروجیکٹ کا کام چل رہا ہے۔ ہوڑہ اور مدناپور کے اضلاع میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ مذکورہ اضلاع میں کُل ۲۷۲ گرام پنچایتوں کے تحت دیہات وار جائزہ کے کام کا بندوبست کیا جا چکا ہے۔

لوک فنکاروں کی خدمات کو عزت بخشنے کی خاطر "للن پرسکار" چالو کیا ہے۔ انعام مرشدآباد کے اضلاع کی سہیا خاتون، جو اس تقریب کی منتظم کار اور مسلم خواتین کی شادی کے نغموں کی خالق بھی ہیں، کے ہاتھوں دلوائے گئے تھے۔ لوک اور قبائلی ثقافت کے میوزیم کا افتتاح جھاڑگرام اور سیوڑی میں کیا گیا تھا۔ شہر کے قریب واقع جھیت کالیکا پور میں لوک ثقافت گاؤں کی تعمیر کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔ لائبریری (کتب خانہ)، آڈیٹوریم، اوپن اسٹیج، فن کاروں کے لئے رہائشی مکانات وغیرہ تعمیر کرانے کا منصوبہ یکے بعد دیگرے لیا جا چکا ہے۔ راڑھا قبائلیوں کی طرزِ زندگی اور ان کی ثقافت پر ویڈیو فلم بنانے کے کام کی شروعات کی جا چکی ہیں۔

ماہانہ ۲۰۰۰ روپے کا ایک عطیہ ۷ عدد لوک فنکاروں کو فرداً فرداً ان کے طبی اخراجات کی تکمیل کے لئے دیا جا چکا ہے۔ بچہ لوک فن کاروں کو روایتی تعلیم بہم پہنچانے کے لئے ماہانہ ۲۰۰ روپے کا ایک عطیہ ۲۲ فنکاروں کو فرداً فرداً دیا جا چکا ہے۔ ۴۳ لوک فنکاروں کو ۳۰۰ روپے دئے گئے ہیں اور گیارہ لوک ثقافتی یونٹوں کو ۹۰۰۰ روپے بطور امدادی عطیہ دیا گیا ہے۔ منتظم کاروں کی گزارش پر لوک رنجن شاکھا (لوک تفریح شاخ) اضلاع اور ریاست کے باہر مختلف مقامات پر منعقدہ متعدد میلوں اور پروگراموں میں اپنے محدود ذرائع کے اندر رہتے ہوئے باقاعدگی کے ساتھ ڈرامے، ڈانس ڈرامے اور نغمے پیش کرتا آ رہا ہے۔

شعبۂ ہٰذا کے پروجیکٹوں میں سے ایک مصیبت زدہ اور باصلاحیت فنکاروں کے ساتھ باقاعدگی کے ساتھ مالی امداد منظور کرنے کی اسکیم ہے۔ فی الحال ۲۲۸ اشخاص ہر ماہ امدادی عطیہ پا رہے ہیں۔ اس ماہانہ عطیہ کی رقم ۵۰۰ روپے تا ۱۰۰۰ روپے ہوتی ہے۔

اس ریاست کی گوناگوں ثقافت کو ہم آہنگ کر کے ایک دھاگے میں پرونے کیلئے ثقافتی شاخ نے متعدد پروگرام اختیار کئے ہیں۔ یہ پروگرام ضلع اور بین الریاستی سطح پر بھی چل رہے ہیں۔ یہ پروگرام تجربہ کار اور ابھرتے ہوئے فنکاروں کے ساتھ ہم آہنگی رکھتے ہوئے تشکیل دئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نقادوں کی ایک کثیر تعداد کو بہت حد تک ایک پُر لطف تجربہ کا ذائقہ پیش کرتا ہے۔

اس مالی سال کی شروعات نئی دہلی میں کتابی میلے جیسے ایک ثقافتی پروگرام سے ہوتی۔ بعد ازاں بین الاقوامی یوم موسیقی، بہودر بشر کا مائل دو ہوں کے کوی سنت کبیر ۶۰۰ ویں سالگرہ کی تقریب، ربندرا سنگیت اچاریہ شیلا جا رنجن مجمدار کی صد سالہ سالگرہ، یوم آزادی کی تقریب، اتری پاڑہ میں چار روزہ بنگا سنسکرتی اتسو، تری پورہ میں نذرل کا یوم پیدائش منانے کے لئے فن کاروں کی ٹولی کی روانگی اور جلپائی گوڑی میں ثقافتی مرکز کے ایک چار روزہ افتتاحی تقریب روبہ عمل لائے گئے۔ مزید برآں ہنگو میں ربندر سنگھرا اماشالہ کی افتتاحی تقریب، گنگا کے کنارے ایک سی ایم ڈبلیو اے پارک کی افتتاحی تقریب، ہگلو میں دسہرہ میلہ کے موقع پر ثقافتی ٹولیوں کی روانگی،

بین الاقوامی تجارتی میلہ میں یوم مغربی بنگال کی تقریب، ہندستان کے یوم جمہوریہ کے پچاسویں سال کی تقریب اور بابا علاء الدین کے یوم پیدائش کے موقع پر ہونے والے پروگرام قابلِ ذکر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا پیش کردہ فہرست پروگراموں کی گوناگونیت اور گیرائی کی وضاحت کرتی ہے۔ ممبئی میں ہونے والی ایک سہ روزہ طویل ثقافتی تقریب جیسے ان پروگراموں کے علاوہ بارہ[۱۲] پروگرام آندھرا پردیش کے ساتھ ثقافت کی ادلا بدلی پروگرام کے تحت منعقد کئے گئے تھے اور اسی کے تحت بنگلہ دیش کا پروگرام ربندرا سنگیت سنگستھا کا انعقاد بھی عمل میں آیا تھا۔

فلم

جدید ٹکنالوجی کی تیز رفتار ترقی نے "سینما اور ویڈیو" کو آج شعبۂ ثقافت کا ایک اہم ذریعہ بنا ڈالا ہے۔ لہٰذا بلاک، سب ڈویژن اور ضلع سطح پر سینما اور ویڈیو کے ذریعہ گوناگوں موضوعات پر دستاویزی فلموں کی نمائش کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ شعبۂ ہٰذا ان دستاویزی فلموں کو خود تیار کرتا ہے یا خریدتا ہے۔ سالِ رواں کے دوران شعبۂ ہٰذا نے عوام کی مانگ کو پورا کرنے کیلئے ۱۶ دستاویزی فلم، گیارہ ویڈیو اور تین سیلولائیڈ خریدا ہے۔ اپنی تیار کردہ فلموں کے علاوہ حکومت نے بنگلہ دیش کے ساتھ اشتراک سے فیچر فلم بنائی تھی۔ مزید برآں اعلیٰ اور معیاری تین طویل فیچر فلمیں نیشنل فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے اشتراک سے بنائی گئی ہیں۔ ان کوششوں کی وجہ سے صحت مند ثقافت کے فروغ کو آگے بڑھایا جا سکا ہے، اسی وجہ سے فنکاروں، ٹیکنیشین، ہدایت کاروں اور سب سے زیادہ فلمی صنعت کو فائدہ پہنچا ہے۔ مغربی بنگال فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کارڈ باری بنیاد پر اہندرا منچ اور چیپلن ہال میں فلموں کی نمائش کا اہتمام کرتی ہے۔ اچھی فلمیں دکھلانے کے مقصد سے تحت مختلف اضلاع کے ربندرا بھون، بردوان کے سنسکرتی منچ اور سلی گوڑی کے دینابندھو منچ میں ہر ماہ چند روزہ فلموں کی نمائش کا اہتمام کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں فلم کے شوقین لوگوں کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے کلمپونگ کے ٹاؤن ہال میں بھی فلموں کی نمائش کا انتظام کیا گیا ہے۔

گذشتہ مالی برسوں کی طرح اس سال بھی نندن میں بین الاقوامی سطح کی فلموں کی نمائش کا انعقاد کیا گیا تھا۔ مجموعی طور پر کل ۱۵۰۰

نمائشوں کا انعقاد کیا گیا تھا۔ ہالوں کی بکنگ چارجز کے طور پر اور ٹکٹوں کی فروخت سے تقریباً ۲۴ لاکھ روپے حاصل ہوئے تھے۔ اچھی فلموں کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کی غرض سے قدردانی نصاب، نئی کتابوں کے اضافہ کے ساتھ کتب خانوں کی ترقی، کمپیوٹر ٹکنالوجی کا اطلاق، تحقیق و اشاعت کے کام بحسن و خوبی چلائے جا رہے ہیں۔ بیرونی ممالک کی فلموں کی نمائش خصوصاً مختلف قونصلوں مثلاً الائینس فرانسز، برٹش کاؤنسل، میکسمولر بھون، فلم انجمنوں اور دیگر تنظیموں کے اشتراک سے فلموں کی نمائش کرانا نندن کا حسبِ معمول کام ہے۔ ستمبر کے پورے مہینے کے دوران بنگلہ فلموں کی نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ چھبی لبراس اور بن پھول کی صد سالہ سالگرہ منانے کے سلسلے میں بنگلہ فلموں کی نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سیمیناروں اور تقاریر کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ دستاویزی اور مختصر فلم بنانے والوں کی یہ دیرینہ مانگ رہی ہے کہ وقفہ وقفہ پر نندن میں مختصر فلمیں دکھائی جائیں۔ ان کی اس مانگ کو پورا کیا گیا ہے۔ ماہانہ گوشوارہ کے مطابق نندن میں مذکورہ بالا نوعیت کی فلمیں دکھائی جاتی رہی ہیں۔ نندن کو اس کی گوناگوں خدمات کے لئے صرف ہندستان ہی کے مختلف علاقوں سے سراہا نہیں گیا ہے بلکہ بین الاقوامی فلمی تنظیموں نے بھی اس کی خوب تعریف و ستائش کی ہے

نندن کمپلکس میں ستیہ جیت رے قاموس (آرکائیو) کا کام روبہ فروغ ہے۔ اس قاموس کے پہلے مرحلہ کے کام سے فورڈ فاؤنڈیشن بہت خوش ہے اور اس نے اس کے دوسرے مرحلہ کے کام کیلئے ۲۱۵۰۰ ڈالر بطور عطیہ دینا منظور کیا ہے۔ سالِ رواں کے دوران ۴۰۰۰ ڈالر دے گئے ہیں۔ دوسرے مرحلہ کی متعدد اسکیموں کو ہاتھ میں لیا گیا ہے اور ان پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

۱۰ سے ۱۷ر نومبر کے دوران نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ کلکتہ فلمی میلہ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس میلے کے انعقاد کے سلسلے میں مختلف ثقافتی اشخاص کے ساتھ کلکتہ فلم سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا تھا۔ حکومتِ ہٰذا نے اس میلہ کے سلسلے میں ۷۵ لاکھ روپے منظور کئے تھے۔ اس فلمی میلے میں ۴۵ ممالک کے ۱۴۴ ہدایت کاروں کی ۱۸۹ فلموں کی نمائش کی گئی تھی۔ پانچویں کلکتہ فلمی میلہ کے دوران ۱۳ ہالوں میں ۳۶۲ نمائشوں کا انعقاد کیا گیا تھا۔ فلمی صنعت سے بالواسطہ یا

بلاواسطہ طور پر جڑے لوگوں اور فلموں کے شوقین عام لوگوں کیلئے بھی خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ ایف آئی اے پی (انٹرنیشنل فیڈریشن آف فلم پروڈیوسرس ایسوسی ایشن) نے اس میلہ کو تسلیم کیا اور ۱۹۹۸ء کے دوران چھ بھتے فلم فیسٹول اور بعدازاں اسے بین الاقوامی فلم فیسٹول کا ایک نوڈل مرکز کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا تھا۔ اس میلہ میں اپنے ملک کے اور بیرون ممالک سے آئے ہوئے اہم مہمانوں نے شرکت کی تھی۔ آج کلکتہ فلم فیسٹول بین الاقوامی فلمی میلوں کے لئے ایک مشہور نام بن گیا ہے۔ اچھی فلمیں تیار کرنے اور ان کی نمائش کے سلسلے میں فلم دوست لوگوں کو سرگرم اور متحرک بنانے میں نندن نے مثبتی کردار ادا کیا ہے۔

حکومت اٹلی کے اشتراک سے تعلیمی، سمعی وبصری تربیت وپیش کش کے لئے ایک مرکز کی حیثیت سے روپ کلا کیندر کی تعمیر کا کام روبہ فروغ ہے۔ اس پروجیکٹ کا بنیادی مقصد ہندستان کے دیہی لوگوں خصوصاً مشرقی اور شمالی مشرقی ہندستان کے دیہی لوگوں کو فلم تیار کرنے کے سلسلے میں پیشہ ورانہ تربیت کے ذریعہ مختلف میدانوں کے سماجی ومعاشی پہلوؤں کے حقیقی منظرنامہ پر روشنی ڈالنا ہے۔ ایچ یو ڈی سی او سے امدادی قرض کے ساتھ پی ڈبلیو ڈی کے زیر نگرانی مسرز میکنوش برن لمیٹڈ کو مذکورہ تعمیر کا کام سونپا گیا ہے۔ ابتک اس تعمیری کام پر دو کروڑ سے زائد روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کیندر کی سرگرمیاں بھی جاری ہیں۔ تربیت پانے والے اساتذہ اٹلی سے تربیت حاصل کرکے لوٹ چکے ہیں۔ اٹلی سے آئے نمائندے بھی اس مرکز کے کام کاج کی نگرانی کے لئے یہاں موجود ہیں۔ روپ کلا کے نام سے انجمن ہذا کی تشکیل ورجسٹریشن کا کام فی الحال روبہ فروغ ہے۔

مغربی بنگال فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے تحت فلم لیباریٹری روپائن فلم تیار کرنے کی توسیع شدہ انفرااسٹرکچر کی فراہمی کے ذریعہ مشرقی وشمالی مشرقی ہندستان کے فلم سازوں کی پروسیسنگ کی ضرورت کو پورا کرنے کا کام بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔
سنہ ۱۹۹۸-۹۹ء کے دوران روپائن میں اہم فیچر فلموں اور ۴۲ دستاویزی فلموں کی پروسیسنگ پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی ہے۔ فی الحال اس

لیباریٹری میں ۴۷ فیچر فلموں اور ۳۴ دستاویزی فلموں کی پروسیسنگ کا کام جاری ہے۔ چینل ڈی ڈی-۷ پر ۱۰ فیچر فلموں کی نمائش کے ذریعہ اس سال کل ۷ لاکھ روپے کی آمدنی ہوئی ہے۔ قومی چینل پر مزید فلموں کی نمائش کرانے کے سلسلے میں کوششیں کی جارہی ہیں۔
۱۹۸۳ء کے دوران ریاستی حکومت نے ٹیکنیشین اسٹوڈیو کی حصولی کے بعد اس کی انتظامیہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور بعدازیں اس کی کارکردگی میں بہت زیادہ بہتری آگئی ہے۔ مذکورہ اسٹوڈیو کی ساری منزلیں سال بھر معروف رہتی ہیں۔ بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے، مزید ڈسٹری بیوٹروں، پروڈیوسروں اور ڈائرکٹروں کو راغب کرنے کے لئے اسٹوڈیو ہذا کو جدید آلات سے آراستہ کرنے کا کام سنہ ۱۹۹۹ء سے شروع کیا جا چکا ہے۔
سی ایم ڈی اے کو پروجیکٹ ہذا کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اس پروجیکٹ کے سلسلے میں ۲ر۹ کروڑ روپے کی تخمینہ شدہ لاگت کی تکمیل کے لئے حکومت مغربی بنگال نے ۳۲ لاکھ روپے بطور عطیہ دینا منظور کیا ہے۔ دوسری جانب کیمرہ، کرین، ساونڈ مشینوں جیسے پرانے آلات کی جگہ نئے آلات لانے اور قابل استعمال آلات کو مرمت کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ گزشتہ تین برسوں کے دوران اسٹوڈیو کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور ۳۰ لاکھ کی سرپلس (زائد) آمدنی کو ریاستی حکومت کی منظوری سے ایک قومیائے گئے بنک میں فکسڈ ڈیپازٹ کے طور پر رکھ دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس اسٹوڈیو کے گراں قدر قابل استعمال کو ناقابل استعمال اثاثوں کی بیمہ سازی کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ حال ہی میں ای ایس آئی حکام نے اس اسٹوڈیو کے مستقل اور غیر مستقل کارکنان کے علاج ومعالجہ کے لئے اس اسٹوڈیو کے کمپلکس کے اندر ایک شفاخانہ کھولا ہے۔

ریاستی حکومت نے ہمیشہ فلمی صنعت کے مصیبت زدہ فن کاروں اور ٹیکنیشینوں کو حتیٰ الامکان امداد بہم پہنچایا ہے۔ متعلقہ اسکیموں کے تحت ۶۹ مصیبت زدہ فن کاروں اور ٹیکنیشینوں کے لئے ۱۹۱۴۸ر۰۰ روپے کی کل رقم بطور عطیہ دی گئی ہے۔ ۱۰۶۱۴۸ر۰۰ روپے اور ۴۰۰۰ روپے ۶۵ بیمار فن کاروں کو طبی امداد پہنچانے اور دو غریب فن کاروں کی بیٹیوں کی شادی کے اخراجات کی تکمیل کی غرض سے دیئے

گئے ہیں۔ علاوہ ازیں، ایسے ہی دو فن کاروں کے خاندانوں کو ۱۰,۰۰۰ روپے بطور عطیہ فراہم کیا گیا ہے۔

یہ سچ ہے کہ متعلقہ افراد کی ضرورتوں کے سیاق و سباق میں عطیہ کی رقم نہایت ہی حقیر ہے تاہم اپنے محدود ذرائع کے اندر رہتے ہوئے ہم لوگوں نے ایسے محتاج اور ضرورتمند لوگوں کو تعاون دینے کی کوشش کی ہے اور ہم لوگوں کو یقین ہے کہ آنے والے دنوں کے دوران ہم لوگ اس میدان میں اس تعاون کی رقم میں اضافہ کر پائیں گے۔

آثارِ قدیمہ: ضلع مدناپور کے منٹال میں آثارِ قدیمہ کے سلسلے میں کھدائی کی گئی ہے۔ یہ مقام حکل ندی پر واقع ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ مقام پتھر کے دور کے آخری حصہ تانبے کے دور کے اوائلی حصے سے تامرلپتا کے قدیمی علاقے کے اوائلی تاریخی دور کی جانب تبدیلی کے بارے میں بہتر طور پر سمجھنے میں بڑا معاون ثابت ہوگا۔ اس کھدائی سے ہڈی کے بنے اوزار، لال اور کالی مٹی کی تیار کردہ مصنوعات، لال مٹی کے بنے بت وغیرہ جیسے اہم سامان سامنے آئے ہیں۔ یہ کھدائی سال رواں کے دوران جاری رہے گی۔

ضلع مالدہ میں واقع جگجیون پور کے ایک بڑے بودھ خانقاہ کے کمپلکس کی کھدائی کا پروجیکٹ جو ڈائرکٹریٹ کے زیر اختیار ہے مکمل تشفی بخش طور پر چل رہا ہے۔ اس کھدائی کے دوران پال عہد کے ڈھانچے ملے ہیں۔ عمدہ ٹیراکوٹا (لال مٹی کی) کے لاتعداد پلیکس (آرائشی تختیاں) ملے ہیں اور خانقاہی مہریں ملی ہیں۔ اس کھدائی کے دوران بدھ مت کے ایک دیوتا کی ایک نہایت ہی نایاب کانسے کی بنی مورتی بھی ملی ہے۔ یہ بنگال کی قدیم تاریخ میں ایک عظیم اضافہ ہے۔ کھدائی کے دوران ملنے والے ڈھانچے کو نہایت ہی احتیاط کے ساتھ نہایت ہی مناسب طور پر محفوظ رکھا گیا ہے اور اس مقام کو مالدہ ضلع پریشد کے تعاون سے فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس کھدائی کے ساتھ ساتھ ڈائرکٹریٹ ہٰذا نے ضلع ندیا میں واقع نوادیپ کے چند ایسے حصوں کو کھوج نکالا ہے جو اس علاقہ میں انسان کے بود و باش کو پریقین بناتے ہیں۔ مالدہ اور اتر دیناج پور ضلع مثلاً آگاتی اور اتہار کے آثارِ باقی چند اہم مقام میں کھوج کی مہم بھی چلائی گئی ہے۔ یہ کام جاری رہے گا۔

اس ڈائرکٹریٹ کی اہم سرگرمیوں میں سے ایک سارے مغربی بنگال میں پھیلی ۱۰۸ ریاستی یادگاروں کو تحفظ بخشنا ہے۔

ان یادگاروں کو محفوظ اور بچائے رکھنے کے کام میں ضلع پریشد اور میونسپلیٹیوں کو شامل کرنے کے لئے بھی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں فنڈس بھی ضلع پریشدوں کو جاری کئے جا چکے ہیں۔ بہرکیف اس ڈائرکٹریٹ نے بے شمار یادگاروں کو تحفظ بخشنے کے کام کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ ضلع کوچ بہار کے گوسانی ماری میں واقع کامتیسواری مندر کو پورے طور پر تحفظ بخشا گیا ہے۔ ضلع کوچ بہار کے دھلیا باڑی میں واقع سدھناتھ مندر کو مذکورہ بالا طرز کا تحفظ بخشا گیا ہے۔ ضلع ندیا کے دیگ نگر میں واقع رگھابیسور مندر کو شعبۂ جنگلات کے تعاون سے وہاں ایک باغ کو فروغ دے کر خوبصورت بنایا گیا ہے۔ سال رواں کے دوران بیربھوم ضلع کے راج نگر میں مسلمانوں کی ایک نہایت ہی اہم یادگار — "موتی چور مسجد" کو تحفظ بخشنے کی کوششیں کی جائیں گی۔ ضلع بانکوڑا دھراپٹ میں واقع شیام مندر کو بھی تحفظ بخشا جائے گا۔

ریاست کی جانب سے تحفظ شدہ یادگاروں کے علاوہ ورثہ میں ملنے والی عمارتوں اور ان کے قرب و جوار کے تعداد کی فہرست بڑی طویل ہے۔ ان میں چند کا شمار فنِ تعمیر کے اعلیٰ اور گراں قدر نمونوں میں ہوتا ہے اور دیگر ۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی کی ممتاز ہستیوں سے وابستہ ہیں۔ ہم لوگ وراثتی عمارتوں کے دستاویزی اندراج اور ان کو تحفظ بخشنے سے متعلق مسائل سے دوچار ہیں لہٰذا ہم لوگوں نے ایک ریاستی ورثہ کمیشن قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ ہم لوگوں نے ضلع مدناپور میں واقع کرنا گڑھ کو تحفظ اور فروغ بخشنے کیلئے منصوبہ بھی تیار کر رہے ہیں۔ مقام ہٰذا مشہور چوہر بغاوت سے منسوب ہے۔ ہم لوگوں نے نیتا جی انسٹی ٹیوٹ آف ایشین اسٹڈیز کے اشتراک سے اس بغاوت پر ایک قومی سیمینار کا انعقاد بھی کرایا تھا۔

بہالا میں واقع ریاستی آثارِ قدیمہ قاموس کی نئی عمارت کی تعمیر کا کام تشفی بخش طور پر چل رہا ہے۔ اس نئی عمارت کے اندر ایک چھوٹا مگر مناسب طور پر آراستہ ایک سیمینار ہال تعمیر کرنے کے سلسلے میں کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اس قاموس کی اصل عمارت کی بھی مرمت چل رہی ہے اور اس کے تصویر خانوں کو بھی درست کیا جا رہا ہے۔ ضلع ہگلی کے اتر پاڑہ کے شری پرابیر گوسوامی کی جانب سے چندر کیتو گڑھ کے اوائلی تاریخی ٹیراکوٹا اور دیگر فنی مصنوعات بطور تحفے میں ملنے کی وجہ سے مذکورہ قاموس کے خزانوں میں اضافہ ہوا ہے۔ آئندہ مہینوں کے دوران ایک خصوصی نمائش کے ذریعہ مذکورہ مصنوعات کی نمائش کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس قاموس کو ہوڑہ پولس سے سکوں کا ایک بڑا ذخیرہ بھی ملا ہے۔ دیگر اضلاع کی پولس تحویل میں مذکورہ بالا طرز کے ذخیروں کو کھوج نکالنے کے سلسلے میں کوشش کی جا رہی ہے۔

مذکورہ ڈائرکٹریٹ سے مختلف اضلاع میں واقع لاتعداد مقامی قاموسوں کو مالی امداد بہم پہنچائی جاتی ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ڈائرکٹریٹ کے توسط سے ملنے والے مالی تعاون

کے ذریعہ مالدہ کے ضلع قاموس کی مرمت کے کام کو انجام تک پہنچایا جا سکا ہے۔ اتر پردیش کی ضلع تامرس کیلئے ایک نئی عمارت بھی جلد ہی تعمیر کی جائے گی۔ وشنو پور ساہتیہ پریشد تامرس، ضلع بانکوڑا، آنند انکیتن کرتشار، ضلع ہوڑہ، ہری پدا ساہتیہ مندر، ضلع پرولیا، تمرالیپتا تامرس، تاملوک، ضلع مناپور وغیرہ جیسے چند نہایت ہی اہم تاموسوں کی موجودہ سہولتوں کو استحکام بخشنے کے لئے کوششیں کی جائیں گی۔

آثارِ قدیمہ کو مقبولِ عام بنانے کیلئے ڈائرکٹریٹ ہذا بے شمار کتابیں اور رسائل نکال رہا ہے۔ ضلع سطح آثارِ قدیمہ کی رودادوں (جیلار پوراکیرتی سیریز) کے علاوہ مذکورہ ڈائرکٹریٹ بنگال کے آثارِ قدیمہ پر بنگلہ میں ایک جریدہ کی اشاعت بھی کر رہا ہے۔ مخصوص قاریوں کے لئے انگریزی میں بھی ایک جریدہ نکالا جا رہا ہے۔

۱۹۹۵ء کے دوران ہم لوگوں نے آثارِ قدیمہ پر ہمہ جہتی انضباطی تحقیقات کو فروغ دینے اور نوجوان علماء اور نچلی سطح کے محققوں کو ترقی دینے کے لئے مشرقی ہندستان میں ایک مرکز برائے آثارِ قدیمہ مطالعات و تربیت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مرکز ہذا کو خود مختار ادارہ تسلیم کیا گیا ہے اور اسے ۴۵، شیکسپیر سرانی میں جگہ فراہم کی گئی ہے۔ مرکز ہذا کی اہم سرگرمیوں میں سے ایک مشرقی ہندستان کے آثارِ قدیمہ پر ایک کمپیوٹرائزڈ اعداد و شمار اساس کو فروغ بخشنا ہے۔ مذکورہ شمار اساس میں خاطر خواہ اضافے کئے گئے ہیں۔ بیک وقت مغربی بنگال کے آثارِ قدیمہ کے نقشہ نامہ (اٹلس) پر بھی کام ہو رہا ہے۔ ہم لوگوں نے مذکورہ نقشہ نامہ کی پہلی جلد کو حتمی شکل دے ڈالا ہے۔ ہم لوگ سروے آف انڈیا سے ان کی کلیرنس کی بابت بات چیت کر رہے ہیں۔ مرکز ہذا بنگلہ میں آثارِ قدیمہ کی تحریروں پر مشتمل ایک ضخیم ببلوگرافی (کتب خانہ) جسے اولین عالموں نے تیار کیا ہے، بھی منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ اس سے مستقبل میں متعلقہ محققوں کو بڑی سہولت حاصل ہوگی۔ مرکز ہذا مختلف سائنسی تنظیموں کی مدد سے ایک آثارِ قدیمہ سائنسی تجربہ گاہ (لیباریٹری) کو فروغ دینے کے بارے میں بھی غور کر رہا ہے۔ مرکز ہذا کو نئی دہلی میں واقع ہندستانی قومی سائنس اکاڈمی (انڈین نیشنل سائنس اکاڈمی) کی جانب سے مالی تعاون بھی مل چکا ہے تاکہ اسے ایک آثارِ قدیمہ کے سائنس پروجیکٹ پر کام کرنے میں کوئی مالی دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ گوا میں واقع بحریات کے قومی ادارہ (نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشیونوگرافی) نے ساحلی آثارِ قدیمہ پر اشتراکی تحقیقات کے لئے مرکز ہذا سے بھی رابطہ قائم کیا ہے۔

مرکز ہذا نے نوجوان محققوں اور آثارِ قدیمہ کے پیشہ وروں کے لئے دو مخصوص سنھاپوں کی بھی پیش کش کی ہے۔ میدانی آثارِ قدیمیاتی تربیتی پروگرام اور انڈین ایپی گرافی اور سپلیو گرافی جیسے سنھالوں کو بڑے ہی قدر و احترام کے ساتھ قبول کیا گیا ہے اور ان کی میعاد کو بڑھا کر ایک سال کر دیا گیا ہے۔ دو ممتاز علماء برلن میں واقع فری یونیورسٹی کے ڈاکٹر جی۔ بھٹاچاریہ اور پونہ میں واقع دکن کالج کے پروفیسر ایس۔ اے۔ راجاگرد ایک مہینہ کی میعاد پر وزیٹنگ فیلو کی حیثیت سے مرکز ہذا سے منسلک ہوتے ہیں۔ جلد ہی ان کے خطبات کی اشاعت ہو جائے گی۔ سال رواں کے دوران مرکز ہذا نے ایک ماہرِ قرونِ وسطیٰ یعنی میڈیاولسٹ اور ایک ماہر آثارِ قدیمہ بافلر (آرکیو۔ میٹالرجسٹ) کو بحیثیت وزٹنگ فیلوز مدعو کیا ہے۔ مرکز ہذا نے دنیا بھر کے تمام علماء سے رابطہ قائم کر رکھا ہے اور ان میں سے چند نے مرکز ہذا کو اپنے خطبات سے بھی نوازا ہے۔

مرکز ہذا نے بھوپال میں واقع اندرا گاندھی راشٹریہ مانو سنگرہالیہ (نیشنل میوزیم آف مین کائنڈ) کے مالی تعاون سے مشرقی ہندستان کے آثارِ قدیمہ پر ایک قومی سمینار کا انعقاد کیا تھا۔ مشرقی ہندستان کی مختلف ریاستوں اور بنگلہ دیش سے آئے مختلف علماء نے اس سمینار میں شرکت کی تھی۔ مذکورہ سمینار کی کارروائی کا خلاصہ جلد ہی شائع کر دیا جائے گا۔ گزشتہ برس کی طرح اس سال بھی مرکز ہذا نے بنگال کے آثارِ قدیمہ اور اس کی تاریخ (ایتھنو ہسٹری) پر کام کرنے والے لاتعداد نوجوانوں، محققوں اور نچلی سطح کے متعلقہ کارکنان کو مالی تعاون بھی پیش کیا ہے۔ مرکز ہذا سے ملنے والے فنڈ پر مبنی کام کو شائع کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

مرکز ہذا کے فیلوز نے تحقیقات کے اپنے اپنے متعلقہ میدانوں پر تحریر کردہ مقالات بھی شائع کئے ہیں اور ان کے ان تحقیقاتی مقالات کو ممتاز علماء نے ایک اعلیٰ اور معیاری کام بتاتے ہوئے بہت سراہا ہے۔ مرکز ہذا نے دو کتابیں بھی شائع کی ہیں اور پروفیسر ادھیر چکرورتی میموریل لکچر کا بھی انعقاد کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہندستان کے سابق سفیر ڈاکٹر جے۔ سی۔ شرما نے ویت نام میں ایک خطبہ بھی دیا تھا ÷ ÷ (انگریزی سے ترجمہ از ایس سلمان)

تبصرہ

کتاب : "کلام" (شعری مجموعہ)
شاعر : سالک لکھنوی
ناشر : وسیم ریاض کپور، کلکتہ ۲۷
ضخامت : ۲۳۲ صفحات
قیمت : ۱۵۰ روپئے

"کلام" ایسے شاعر کا مجموعۂ کلام ہے جو زندگی بھر انسان سے محبت، اس کے دکھ درد کا مداوا اور اس کے مسائل کے دائمی حل کی تلاش کرتا رہا۔ شاعر کی پُروقار شخصیت کے یہ تمام خوشنما پہلو اس کی شاعری پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ غزل ہو یا نظم ہر جگہ انسانی دردمندی، بشری محبت اور عملی خلوص کا اٹوٹ سلسلہ کارفرما نظر آتا ہے۔

غزل برلب، نظر سرشار، خوشبو ذہن پر طاری
یہ کیفیت ہے جیسے میں تری محفل سے گزرا ہوں

شاعر کی اس پاکیزگیٔ خیال، نفاستِ طبع اور خلوصِ اظہار نے شاعری کے پورے ماحول کو نرم دم، خوشگوار اور متغزل بنا دیا ہے۔ آزادی و انقلاب کا سیاسی موضوع بھی جمال و کمال کی راہ سے گزر کر شعر کے حسین پیکر میں ڈھلا ہے۔ وہ ایوانِ غزل ہو کہ مملکتِ نظم ہر جگہ روحِ تغزل بصد اہتمام رقص کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاعر کا یہ کمال ہے کہ اس نے غزل اور نظم کی وسیع خلیج کو اپنی فنی بصیرت اور شعری تاکیب سے کم کر دیا ہے۔ بعض غزلوں میں نظم کا جاہ و جلال اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کرتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری جانب بعض نظموں میں غزل کا حسنِ کلام اور رنگِ تغزل اپنی بے پناہ جاذبیت کا بھرپور احساس دلاتا ہے۔ مثلاً نظم کا یہ شعر جو زبان زدِ عام ہو گیا ہے، غزل ہی کا شعر معلوم ہوتا ہے ؎

کسی کے رکنے سے کارِ جہاں نہیں رکتا
کوئی رکے تو رکے کارواں نہیں رکتا

——— (لوحِ تربت)

یا نظم "دعائیہ" کا یہ شعر ؎

نہ منزل کی تمنا ہو ملے ذوقِ سفر ایسا
جو تشنہ کام رہ جائے مجھے وہ کامیابی دے

دعا، خود کلامی، شہر آشوب، بیاباں کی چاندنی اور دیگر نظموں سے ایسے مزید اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں۔ نظموں میں رمزیت و اشاریت کی کارفرمائی، استعاراتی نظام کی طمطراقی، نرم لب لہجہ کی جادوگری اسی سج دھج کے ساتھ جلوہ افروز ہوتی ہے جس طرح یہ غزلوں میں ظاہر ہو کر ہمارے ذوقِ طبع کو اپنی بے کراں لطافت سے ہمکنار کرتی ہے ؎

نہ اب یقین نہ کوئی گماں نہ کوئی جنوں
نہ آرزو کہ کسی رخ کی جستجو کر لوں
نہ اضطراب کوئی ہے نہ خواب ہے نہ سکوں
ہے یخ رسیدہ دلِ داغدار کیا کیجیے
چراغ گل ہے دھوئیں کا شمار کیا کیجیے (سناٹا)

واپسی، سناٹا، دعائیہ، لوحِ تربت، برائے زندگی، انتظار، سورج کی تھالی، خواب افشاں، تلاشِ زندگی، انکار اور نیند آ جائے گی معنوی اور فنی اعتبار سے خوبصورت اور کامیاب نظمیں ہیں جن میں زندگی کی رمق، امید و بیم کی کیفیت، خواب و عمل کی کشمکش اور حوصلہ و تحریک کی فراوانی اپنی بے باک قوتِ اظہار کے ساتھ کارفرما نظر آتی ہے۔ نظم انکار میں شاعر کا انسانی بدحالی سے تلملا کر خدا کی ہستی سے انکار کر دینا انسانی محبت کا نقطۂ عروج ہے جہاں انسان کی عظمت کے سوا کچھ بھی مقدم نہیں ہو سکتا۔ اس نظم میں اقبال کی خود کلامی کی شان و شوکت اور اس کی روح کی تڑپ موجود ہے۔ آخر الذکر نظم شاعر کی دلی کیفیت کی غماز ہے۔ تجربے کی صداقت، احساس کی شدت، فکر کی ندرت اور اسلوب کی جاذبیت نے اس نظم کو اثر انگیز بنا دیا ہے۔ نظم کا اختصار اور اس کی جامعیت نے اس کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ نظم اگرچہ آزاد ہے

مجموعۂ کلام میں شامل غزلیں اردو ادب کے سرمایہ میں اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ترقی پسند شعراء نے اپنے ابتدائی دور میں غزل کو یکلخت نظر انداز کیا لیکن بہت جلد اس کی اہمیت کو سمجھا اور اسے نئے آب و رنگ کے ساتھ برتا، اسے نئی معنویت

نئی جہت عطا کی۔ اقبال نے بالِ جبریل میں غزل کو جو وسعت اور توانائی دی تھی ترقی پسندوں نے اس سے خوب خوب استفادہ کیا۔ غزل میں پہلی بار زندگی اور اس کے گوناگوں مسائل موضوعاتی طور پر بکثرت شامل ہوئے اور ان کے اظہار کے لئے اسے نیا استعاراتی و لفظیاتی نظام ملا۔ اس تجربے کی راہ میں ترقی پسند شعراء کے قافلہ میں فیضؔ، مجازؔ، مخدومؔ، سردارؔ، جذبیؔ، مجروحؔ، تاباںؔ اور دیگر شعراء کے ہمراہ حضرت سالک لکھنوی بھی پیش پیش رہے۔

سالک لکھنوی کی غزلوں میں جو توانائی اور جامعیت ملتی ہے وہ اقبال کے گہرے مطالعہ اور ترقی پسند تحریک سے والہانہ لگاؤ کی وجہ سے آئی ہے۔ کلاسیکی ادب اور اساتذہ شعرائے اکرام کے مطالعہ نے شاعر کو زبان و بیان کا ایک سلجھا ہوا سلیقہ عطا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی غزلوں میں جہاں خلوصِ اظہار، صفائی زبان اور رمز و نازک اشاریت کی وجہ سے رنگِ تغزل موجیں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو دوسری جانب فکر و خیال کی نئی نئی جہتیں بھی آباد ہوتی ہیں۔ فکر و فن کی اسی آمیزش نے ان کی غزلوں کو پرکشش، باوقار اور منفرد بنا دیا ہے۔

سالک صاحب نظم کے بڑے شاعر ہیں یا غزل کے یہ امر تجزیہ طلب ہے۔ یہاں اس کی گنجائش ممکن نہیں پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی نظموں کے مقابلے میں ان کی غزلیں زیادہ صحت مند اور جاندار ہیں۔ مجموعۂ کلام میں شامل قطعات میں نظم کی شان و شرکت نمایاں ہے۔ "کلام" اردو والوں کے لئے ایک بہترین تحفہ ہے جس کے بغیر کوئی بھی لائبریری زیب و زینت کا مکمل دعویدار نہیں بن سکتی ہے ٭

نمونۂ کلام :

خورشی ہو گئے الفاظ کبھی رہ گئے الفاظ
جو دل پہ گزرتی ہے وہی ہو گئے الفاظ
کبھی جو شوقِ سفر میں ہر ستارہ نقشِ پا میرا
کبھی اپنی تھکن کا نام منزل رکھ دیا میں نے
گماں، تو نذرِ خرد کائنات کر ڈالی
یقیں، تو وقت کی رفتار روک لی میں نے

● ___ مصطفٰی اکبر

تبصرہ

کتاب : "صدائے بیداری" (شعری مجموعہ)
شاعر : محمد امین
ناشر : انیس اختر، کلکتہ ۱۴
ضخامت : ۹۶ صفحات
قیمت : ۵۰ روپئے

"صدائے بیداری" محمد امین صاحب کا پہلا شعری مجموعہ ہے جس میں کل ۴۷ نظمیں، ۸ غزلیں، ۹ گیت اور کچھ قطعات ہیں۔ ایک مختصر سوانح حیات کے ساتھ شاعر کا ایک مختصر پیشِ لفظ بھی شاملِ کتاب ہے۔ کتاب دیدہ زیب پُر وقار اور حسنِ کلام کی وجہ سے جاذب اور قابلِ مطالعہ ہے۔

جناب محمد امین کا نام جہد و عمل سے عبارت ہے۔ ان کی زندگی سماجی جد و جہد میں گزری۔ وہ فی الحال مغربی بنگال کی بائیں محاذ حکومت میں محکمۂ ترقیات و فلاح اقلیات اور محکمۂ روزگار کے وزیر ہیں۔ آج بھی ٹریڈ یونین تحریک کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ انہوں نے سیاسی غرض کے لئے مختلف ممالک اور ملک کی متعدد ریاستوں کا سفر کیا۔ ان کی بیشتر نظمیں مسافت کے اسی لمحۂ فرصت کی دین ہیں۔

محمد امین صاحب کے کلام میں بظاہر اقبالؔ، جوشؔ اور دیگر ترقی پسند شعراء کے اثرات نمایاں ہیں لیکن جوشِ اظہار نے انکے کلام میں ربط و ضبط کے ساتھ ساتھ سلاست کا ایک ایسا سیلِ رواں پیدا کر دیا ہے جس کے بہاؤ میں شاعر کے فکر کی غنائیت اور لب و لہجہ کی ندرت کا بھرپور احساس ہوتا ہے ؎

علم و ادب کے بانی تہذیب و فن کے خالق
ہر شاخِ زندگی پر ہے آشیاں ہمارا

٭

آتا ہے نیا دور بدل جائے گی دنیا
احساسِ تغیر کو کوئی راہ دکھا دو !

اقبالؔ اور کیفیؔ اعظمی کی دو الگ الگ نظموں کے زیر اثر امین صاحب کی نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ (تیسری مجلس) ایک شاندار

نظم ہے جس کا تسلسل اور روزِ بیان شاعر کے کمالِ سخن کی دلیل پیش کرتا ہے۔ کتاب میں شامل بہت سی نظمیں سیاسی موضوعات پر مبنی ہیں لیکن یہ اپنی ندرتِ خیال اور حسنِ بیان کی وجہ سے آج بھی پُراثر ہیں۔ مثلاً ۱۹۷۷ء کے بعد ملک کے بدلتے ہوئے سیاسی حالات پر لکھی گئی نظم "اندازِ گلستان بدلا" کا یہ بند دیکھئے ؎

سماں بدل گیا موسم بھی کچھ سہانا ہے — مسافروں نے یہ کہہ کر دور جانا ہے
ہوا کے دوش پہ اپنا دیا جلانا ہے — چڑھے جو سر پہ وہ جادو ابھی جگانا ہے
وہ آب و رنگ کی محفل ابھی نہیں آئی
قدم بڑھاؤ کہ منزل ابھی نہیں آئی

یہ حسنِ خیال، حوصلہ مندی اور آگے بڑھنے کی یہ لگن امین صاحب کی تقریباً سبھی نظموں میں کارفرما ہے۔ اقبال اور ترقی پسند شعراء کی طرح ان کا بھی یہ یقین کامل ہے کہ حوصلہ مندی، سعیٔ پیہم اور جہدِ مسلسل کے ذریعہ ہی منزلِ مقصود تک پہنچا جا سکتا ہے۔

"زندگی اور موت"، "وقت"، "برسات"، "چشکل مزدور"، "بیڑی مزدور" اور "ماضی کا عذاب" فکری و فنی اعتبار سے کامیاب نظمیں ہیں۔ شاعر کے خلوصِ فکر اور صداقتِ اظہار نے ان نظموں میں لامختتم تسلسل اور بھرپور قوتِ اثر پیدا کر دیا ہے۔ اول الذکر دو نظمیں فلسفیانہ خیالات پر مبنی ہیں اور اس صداقت کی مظہر ہیں کہ دنیا کی ہر چیز تغیر پذیر ہے۔ اس لئے انسان کے حالات کا بدلنا بھی ناگزیر ہے۔ نظم "برسات" ایک خوبصورت نظم ہے۔ اس کی شعریت و غنائیت نے پوری نظم میں ایک رومان پرور ماحول پیدا کر دیا ہے۔ "چشکل مزدور" اور "بیڑی مزدور" جگ بیتی نہیں آپ بیتی ہیں۔ ان میں ایک مزدور نے عام مزدوروں کے حالاتِ زندگی کی سچی تصویر کھینچ دی ہے۔ ان نظموں میں شاعر کی شخصیت، اس کی اپج اور اس کی تخلیقی صلاحیت کا بھرپور پتہ چلتا ہے۔ اس میں وہی اندازِ تکلم ہے جس کی پاسداری جوش، ساحر اور ان کے بعض معاصرین نے کی تھی۔

غزلیں دلچسپ اور عام فہم ہیں لیکن نظموں کے مقابلہ میں کمزور ہیں۔ بہت سی غزلوں پر گیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ گیت پُرجوش، ولولہ انگیز اور محرک عمل ہیں۔ نظم "کہو قاتل سے" کے تحت ۵ قطعات ہیں جو جاندار ہیں۔ باقی قطعات بھی صحت مند اور خوبصورت ہیں۔

برسات — محمد امین

ساون کے مہینے میں گھر گھر کے گھٹا آئی
جھونکوں سے ہواؤں کے رم جھم کی صدا آئی

دھرتی تھی بہت پیاسی گرمی کے مہینوں میں
بہکی جو ہوا جا کر بادل کو اڑا لائی

پربت سے گرے دھارے ندیوں پہ شباب آیا
فرحت لئے دامن میں متوالی ہوا آئی

بارش جو ہوئی اس نے نہلا دیا پیڑوں کو
قدرت کے نظاروں کا دل ہو گیا شیدائی

میدانوں میں کھیتوں میں مخمل کی بچھی چادر
رم جھم کے ترنم میں بجنے لگی شہنائی

دراصل محمد امین صاحب نے اپنے سیاسی خیالات کے اظہار کے لئے شاعری کو ایک وسیلہ بنایا اسی لئے اپنے مقصد کی حصولیابی میں وہ فن کے مروجہ تکلفات کے پابند نہیں ہیں۔ وہ ایک عوامی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں فن کی ان اعلیٰ قدروں کی تلاش بے معنی ہے جو محل شاہی اور عالیشان عمارتوں کی مرمریں دیواروں کے زیر سایہ تیار ہوتی ہیں۔ یہ ان کی خوبی ہے کہ انہوں نے اپنے ادب و فن کو عام لوگوں کی زندگی سے ہمکنار کیا۔ ان کا شعور فن ساحر کے اس شعر ؎

فن جو نادار تک نہیں پہنچا
ابھی معیار تک نہیں پہنچا

کے مترادف ہے۔

اس لئے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اس کام کے لئے اردو والوں کی پیش قدمی ضروری ہے اور وہ اس لئے بھی کہ اس سے اردو زبان و ادب کو عام کرنے کی کوششوں کو تقویت ملے گی۔ اس کتاب کی اشاعت کے لئے جناب انیس اختر اور بیگم انیس یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں ؎

مصطفیٰ اکبر

عزت مآب جناب محمدّ امین کے اوّلین شعری مجموعہ "صدائے بیداری" کا اجراء



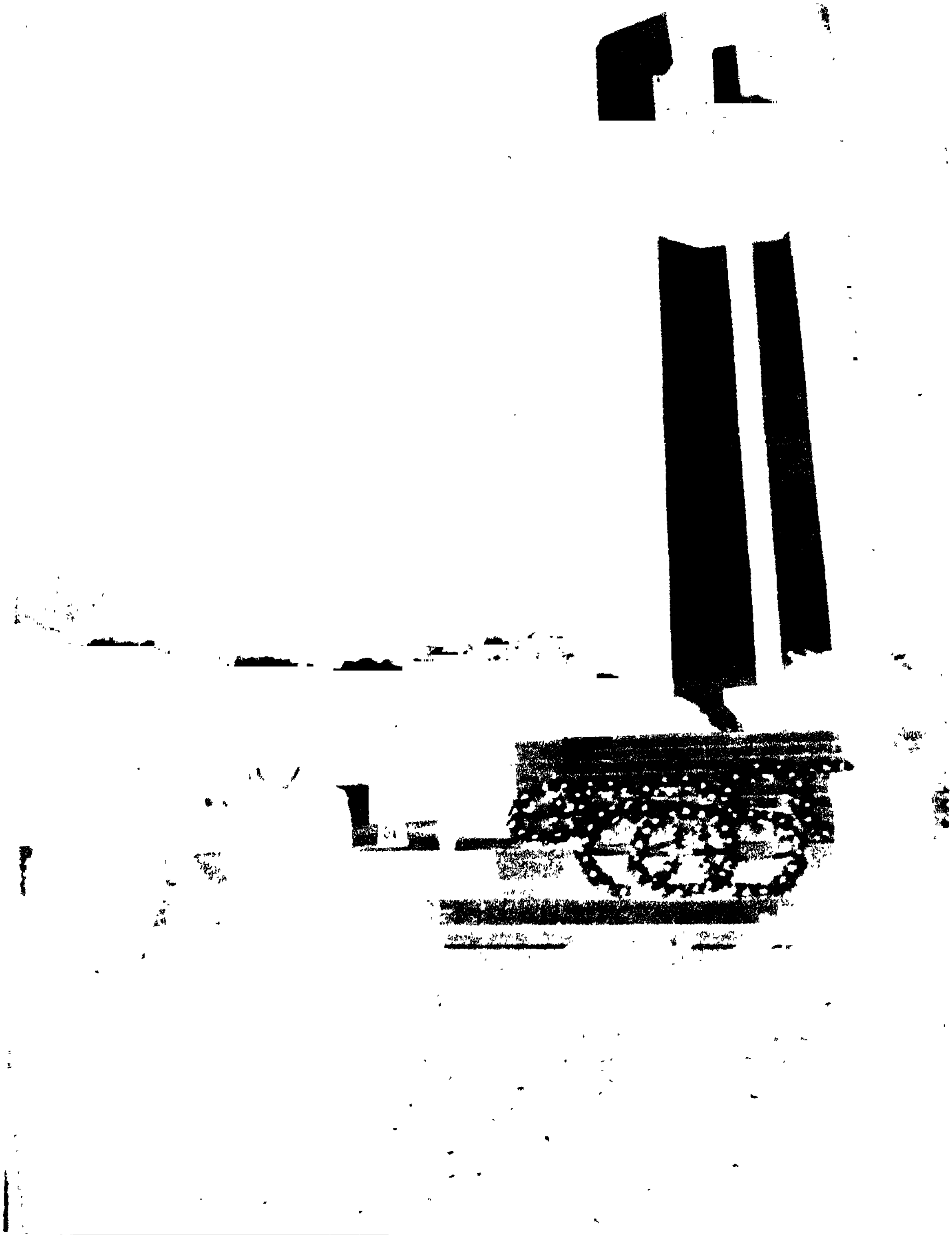
جناب سالک لکھنوی "صدائے بیداری" کی رسم اجراء ادا کرتے ہوئے۔

"جناب محمد امین کی زندگی کے نشیب و فراز جاننے کیلئے ان کی سوانح عمری پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کی کتاب 'صدائے بیداری' کا مطالعہ کافی ہوگا۔" یہ باتیں مغربی بنگال اردو اکاڈمی کے چیئرمین اور اردو کے معمر شاعر و ادیب جناب سالک لکھنوی نے گزشتہ ۱۴ ستمبر کو اکاڈمی کی عمارت میں ریاستی وزیر ترقیات و فلاح اقلیات جناب محمد امین کے اولین شعری مجموعہ "صدائے بیداری" کا اجراء کرتے ہوئے کہیں انہوں نے کہا کہ امین صاحب کی نظموں میں ان کی زندگی کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ ہم ان کی شاعری سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ جناب احمد سعید ملیح آبادی، مدیر "آزاد ہند" کلکتہ نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ محمد امین صاحب کی شاعری انکی مجاہدانہ زندگی سے عبارت ہے۔ وہ عوامی لیڈر کے ساتھ ایک عوامی شاعر بھی ہیں۔ ان کے کلام میں تہ دار لذتیں پنہاں ہیں۔ دیگر مہمانوں میں پروفیسر اعزاز افضل، ڈاکٹر مظفر حنفی، جسٹس خواجہ محمد یوسف، جناب علقمہ شبلی اور جناب قیصر شمیم نے کتاب کی مجموعی خوبیوں اور فنی محاسن کا تجزیہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں شاعر موصوف کے کلام کی سراہنا کرتے ہوئے کہا کہ انکی بعض نظموں کو اردو کی شاہکار نظموں میں شمار کیا جانا چاہئے۔ مقررین پروفیسر اعزاز افضل اور ڈاکٹر مظفر حنفی نے انہیں اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں شامل کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت سالک لکھنوی سمیت دیگر مقررین نے متفقہ طور پر اس بات کی نشاندہی کی کہ مزدوروں پر بہت سی نظمیں لکھی گئی ہیں لیکن "چٹکل مزدور" اور "بیڑی مزدور" اس لئے اثر انگیز ہیں کہ انہیں ایک مزدور شاعر نے اپنے تجربے کی بھٹی میں تپ کر لکھا ہے۔ ڈاکٹر مظفر حنفی نے اپنی تقریر میں تاریخ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اقبال، حسرت، مخدوم، فیض، سردار اور دیگر معاصرین کے ساتھ "صدائے بیداری" کے خالق جناب محمد امین نے اردو ادب کو کچھ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب قابل قدر ہے۔

"صدائے بیداری" کے خالق جناب محمد امین نے مبصرین کے نیک خیالات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے جذبات و خیالات کے ذریعہ عوام کو امید و حوصلہ کا پیغام دینے کی کوشش کی ہے۔ جن لوگوں کے لئے یہ نظمیں لکھی گئی ہیں اگر وہ ان کے دل میں اتر جائیں تو وہ سمجھیں گے کہ ان کی محنت پوری ہوگئی۔ انہوں نے شاعری کی مقصدیت پر بھی زور دیتے ہوئے کہا کہ شاعروں کو سماجی ذمہ داریوں کا پابند رہنا ضروری ہے۔

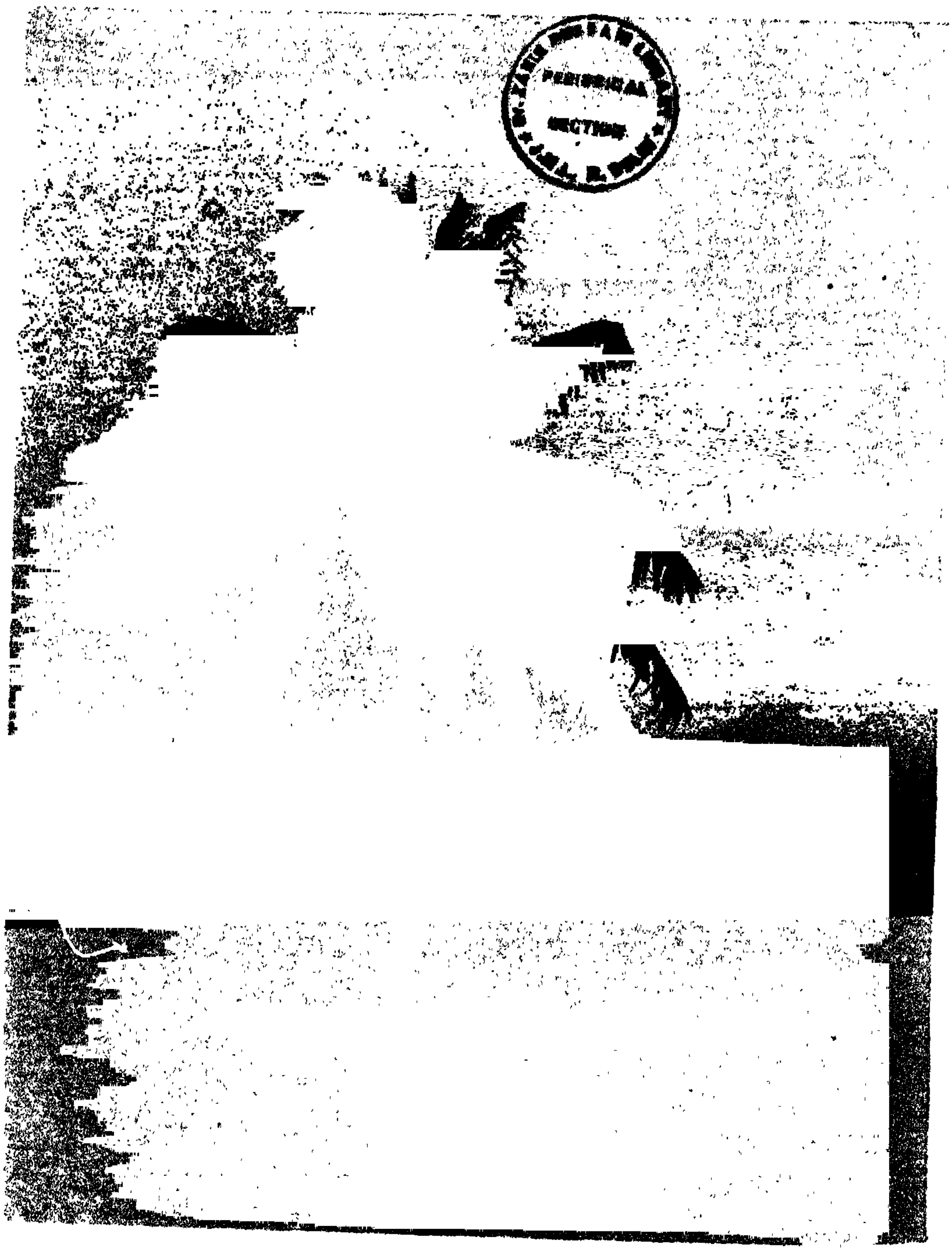
An Urdu Fortnightly
September 15, 2000

Vol No 47, Issue No 17 & 18
Price Re 1



Chief Editor Tarapada Ghosh, Asst Editor Md Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt of vernment of West Bengal and Printed by Basumati Corporation Ltd 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700 012

مغربی بنگال



دستورِ ہند

باب ۴ اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے:

بنیادی فرائض: ہندستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ:

الف: دستورِ ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

ب: آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ اقدار اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

ج: ہندستان کی خودمختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور اس کی حفاظت کرے۔

د: اپنے ملک کا دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

ہ: ہندستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان، خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کردے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہو۔

و: ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور ان کی حفاظت کرے۔

ز: قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

ح: سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

ط: عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

ی: انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں بہتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۷ ★ یکم اکتوبر سنہ ۲۰۰۰ء ★ شمارہ نمبر ۱۹

مدیر اعلیٰ : تاراپدا گھوش

نائب مدیر : محمد مصطفیٰ

شرح خریداری

سالانہ : بیس ۲۰ روپئے • نصف سالانہ : دس روپئے

★ فی شمارہ کی قیمت : ایک روپیہ

★ ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

انفارمیشن آفیسر!

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

فون :- 243-6295

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

چوتھی منزل، بلاک ۱

رائٹرس بلڈنگ، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext : 710.

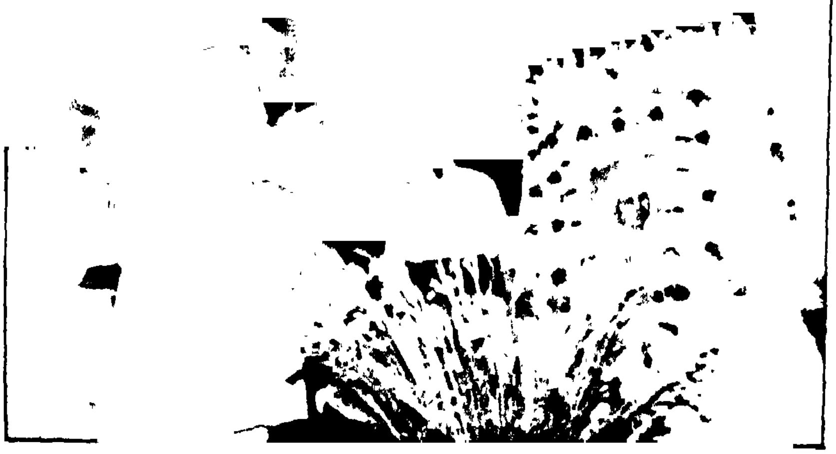
ترتیب

--

آخری ورق کی تصویر : نائب وزیر اعلیٰ و وزیر اطلاعات و ثقافتی امور شری بدھا دیب بھٹاچاریہ حال ہی میں کلکتہ انفارمیشن سنٹر میں استاد علاؤالدین خان پر منعقدہ ایک سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے۔ --

یومِ اساتذہ منایا گیا

گورنر نے سبکدوش اساتذہ کی عزت افزائی کی

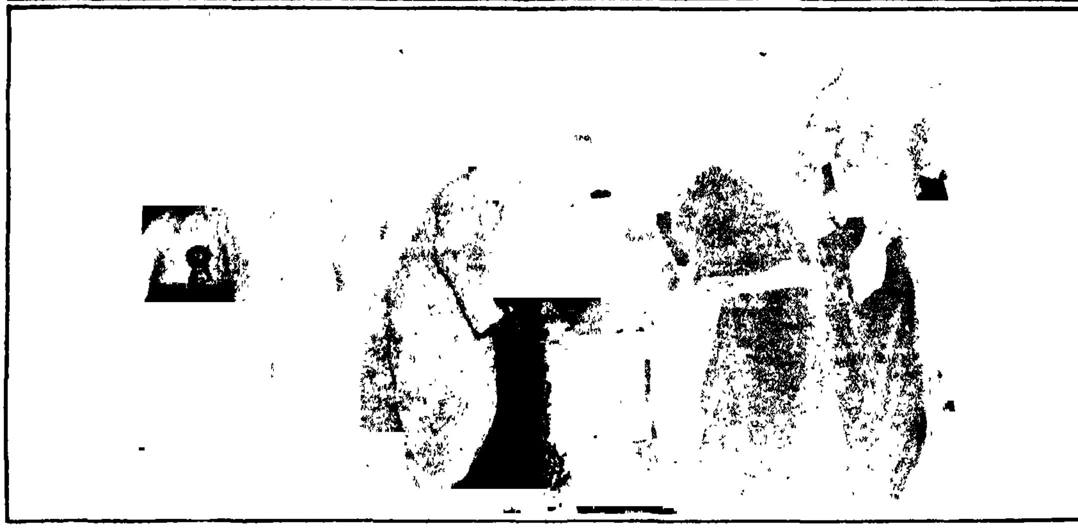


• گورنر یومِ اساتذہ کے موقع پر سروا پلی رادھا کرشنن کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے۔

مغربی بنگال کے گورنر شری دیرین جے شاہ نے گذشتہ ۵ ستمبر کو کلکتہ کے رابندرا سدن میں ریاستی شعبۂ تعلیم کے زیرِ اہتمام یومِ اساتذہ کے موقع پر منعقدہ ایک تقریب میں ۱۴ سبکدوش اساتذہ کو تعلیمی اور سماجی خدمات کے میدان میں ان کی قابلِ قدر خدمات کے لئے اعزاز سے نوازا۔ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے شری دیرین جے شاہ نے کہا کہ عظیم فلسفی ڈاکٹر سروا پلی رادھا کرشنن جن کا جشنِ ولادت یومِ اساتذہ کے طور پر ہر سال منایا جاتا ہے اس پیشہ کی عظمت کی علامت بن گئے ہیں۔ اس موقع پر انہوں نے رادھا کرشنن کی شبیہ کی گلپوشی کی۔ گورنر موصوف نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم ان کی یاد میں اس آفاقی اصول کی عزت افزائی کرتے ہیں کہ ایک اچھا استاد نئے بچوں کے ذہن اور ان کے شعور کو بدلنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور انہیں تخلیقی فکر و احساس کی جانب راغب کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اساتذہ اپنے قول و عمل سے اپنے پیشہ کے اندر اور باہر رہتے ہوئے طالب علموں کے کردار اور انسانی سماج کو صحیح سمت موڑ سکتے ہیں۔ گورنر موصوف نے مزید بتایا کہ ان کے اندر وہ صلاحیتیں ہیں جو ہمارے صحیح قدروں کو اپنا کر فرقہ پرستی، علیحدگی پسندی اور نسل پرستی کے ان ناپاک قوتوں کو شکست دے سکتی ہیں جو ہمارے ملک کی یکجہتی کے لئے خطرہ ہے۔

یہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ درس و تدریس کا پیشہ قدروں کی گراوٹ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ بعض اوقات اساتذہ کے خلاف یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنے کام کی جگہوں پر ذمہ داریوں کو نہیں نبھاتے ہیں یا یہ اکثر سنا جاتا ہے کہ وہ جانبداری دکھاتے ہیں اور مادہ پرستی کے شکار ہو جاتے ہیں۔ گورنر موصوف نے کہا کہ ٹیچروں کو چاہئے کہ اپنا جائزہ لیکر اس طرح کی غلطیوں کی شناخت کریں اور پھر انہیں دور کریں۔ اس طرح ٹیچروں کی سماجی اداروں اور ریاست کی جانب سے پوری حمایت و عزت ہونی چاہئے تاکہ وہ موثر کردار ادا کر سکیں اور سماج کو رہنمائی ہدایات دے سکیں۔ ■■

وزیراعلیٰ نے یومِ خواندگی کی تقریبات کا افتتاح کیا



تحریک آزادی کے وقت بھی ترجیحی فہرست میں تعلیم کو شامل کرنے کا مطالبہ رکھا گیا تھا۔ اس سے بہت قبل ایشور چندر ودیاساگر نے خواتین کی تعلیم کے کاذ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ مغربی بنگال میں بائیں محاذ کے برسراقتدار آنے کے فوراً بعد تعلیم کو پورے طور پر ترجیح دی گئی ہے۔ تاہم استحصال ناخواندگی ہمارے لئے باعث تشویش نہیں ہے۔ ہم نے اگرچہ اسے تاخیر سے شروع کیا ہے تاہم ہم نے گذشتہ دس برسوں کے دوران قابل قدر کامیابی حاصل کی ہے۔ یہ باتیں وزیراعلیٰ شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۸ ستمبر ۲۰۰۰ء کو بین الاقوامی یوم خواندگی کے موقع پر منعقدہ ایک تقریب کا افتتاح کرتے ہوئے کہیں۔ وزیراعلیٰ نے سبھوں سے بعد از خواندگی پروگراموں پر زیادہ سے زیادہ زور دینے کی درخواست کی۔

ناخواندگی سے گہرا تعلق رکھنے والے نظام صحت کے سلسلے میں وزیراعلیٰ موصوف نے کہا کہ بچوں کی شرح اموات تشفی بخش حد تک کم ہوئی ہے۔ دور افتادہ اضلاع کے دور دراز دیہاتوں کے عوام کو حفظان صحت کے نظام کا فائدہ پہنچانے کے لئے مستقل اقدامات کئے گئے ہیں۔ غریبی کی سطح سے نیچے زندگی گزارنے والے افراد کی تعداد میں بھی کمی آئی ہے۔

شری باسو نے بتایا کہ مرکز اپنے خاکوں کو پھیلانے کے لئے نصاب میں تبدیلی کر دینے کی باقاعدہ طور پر کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کوششوں کو دوسری ریاستوں سے مل کر روکنا ہوگا۔

وزیراعلیٰ تعلیم شری ستیہ سادھن چکرورتی نے کہا کہ تعلیم کی کمی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور یہ توہم پرستی اور فرقہ پرستی کو بڑھاوا دیتی ہے۔ وزیر موصوف نے کہا کہ جمہوری نظام ایک شخص کو ان کے انفرادی حقوق اور فرائض کے سلسلے میں باخبر کرتا ہے۔ ریاست میں ۷۵ فیصد خواندگی کی شرح قابل فخر ہے۔

وزیر اسکولی تعلیم شری کانتی بسواس نے کہا کہ پروفیسر امرتیہ سین نے جن تین اہم شعبوں پر زور دیا ان پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وہ ہیں خواندگی، حفظان صحت اور غریبی کا خاتمہ۔ وزیر موصوف نے کہا کہ ریاستی حکومت ان ہدایات پر پوری عمل پیرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرکز نے اپنے بجٹ میں اس مد پر صرف ۹۶۸ فیصد کی گنجائش رکھی ہے۔

توسیع عوامی تعلیم شریمتی انجو کور نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ہندوستان میں ناخواندہ افراد کی کثیر تعداد ہے۔ ان میں سے ۸۷ لاکھ افراد کو خواندہ کیا گیا ہے۔ ۵۴ لاکھ افراد کو اس پروگرام کے تحت لایا گیا ہے۔ یہ ایک بڑا کام ہے اور اسے حکومت تنہا انجام نہیں دے سکتی ہے۔ ہر شعبۂ حیات سے دیگر لوگوں کو بھی اسے کامیاب بنانے کے لئے سامنے آنا ہوگا۔ ■■

وزیر اعظم کے نام وزیر اعلیٰ کا مکتوب

ڈی او نمبر ۱۲۲ سی ایم
کلکتہ

۱۰ / اگست ۲۰۰۰ء

ڈیئر وزیر اعظم!

ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہو رہی ہے کہ مغربی بنگال کے بیر بھوم کے ضلع میں واقع نانور پولس اسٹیشن کے تحت گاؤں سچیپور میں ایک زمینی تنازع میں بھڑکے تشدد کے واقعات کے سلسلے میں کلکتہ میں واقع ریاستہائے متحدہ امریکہ کے کاؤنسل جنرل نے مذکورہ بالا علاقہ کا دورہ مذکورہ بالا واقعات کی تفتیش کے مقصد کے تحت کیا۔ اپنے مذکورہ دورہ کے دوران ان لوگوں نے نانور کے بلاک ڈیولپمنٹ افسر سے ملاقات کی اور ان پورے واقعات سے متعلق سرکاری بیان سے انہیں آگاہ کرنے کی درخواست کی۔

گزشتہ کل ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کاؤنسل جنرل مسٹر کرسٹوفر جے سانڈرولینی نے کلکتہ میں مجھ سے ملاقات کی اور یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ کاؤنسل جنرل کو یہ پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مقام کا دورہ کر سکے۔ انہوں نے سفارتی تعلقات پر ویانا کنونشن کے ایک پروویژن کی مثال پیش کی اور کہا کہ مذکورہ کنونشن کی دفعہ ۲۶ کے مطابق مذکورہ مشن کے جملہ ارکان کو حرکت اور سفر کرنے کی پوری آزادی ہے۔

میں نے انہیں یہ بات واضح کر دی کہ ہندستان جیسے ایک جمہوری ملک میں غیر ملکی مشنوں کے نمائندوں کو ہر جگہ آنے جانے کی آزادی حاصل ہے لیکن ریاستہائے متحدہ کے کاؤنسل جنرل کے یہ دو افسران' مذکورہ بالا دورہ کے دوران جس نوعیت کی سرگرمی میں ملوث پائے گئے ہیں وہ ہمارے داخلی امور میں مداخلت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ میں نے ان سے اس بات کا بھی تذکرہ کیا کہ مسٹر ڈانیال پی۔ موئینہان جو ہندستان میں ریاستہائے متحدہ کے سابق سفیر تھے' نے اپنی ایک کتاب میں تحریر کیا ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے پہلی بار کیرالا میں اور دوسری بار مغربی بنگال میں کمیونسٹوں کی پیش رفت کو روکنے کیلئے کانگریس پارٹی کو مالی امداد پہنچا کر ہندستانی سیاست میں مداخلت کی تھی۔ مجھے واضح طور پر یہ کہنا ہے کہ حقیقت جاننے والی کسی مشن پر کسی کانسلیٹ یا سفارت خانہ کے افسران کے مذکورہ بالا نوعیت کے دورہ کی کوئی مثال کم از کم اس طرح کھلے طور پر گزشتہ ۵۳ برسوں کے دوران بالکل نہیں ملتی اور میں ریاستہائے متحدہ کے کاؤنسل جنرل کی کارروائی کے خلاف سخت ترین الفاظ میں ریاستی حکومت کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

میں نے انہیں یاد دہانی کرائی کہ ہماری حکومت باہمی فائدہ کی بنیاد پر مغربی بنگال اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے درمیان تجارت وصنعت کو فروغ دینے کی خواہاں ہے۔ بہرکیف میرا یہ نظریہ ہے کہ سفارتی حکام کا مذکورہ بالا دورہ ویانا کنونشن کی دفعہ ۴۱ کی کلی طور پر خلاف ورزی ہے اور مذکورہ دفعہ کسی ملک کے داخلی امور میں مذکورہ بالا مداخلت کے منافی ہے۔

میں آپ سے مذکورہ بالا دورہ کے ان تمام پہلوؤں سے متعلق امور پر ازراہ کرم غور کرنے کی گزارش کرتا ہوں اور یہ استدعا کرتا ہوں کہ اس معاملہ کو انتہائی موزوں طور پر سلجھائیں تاکہ ہمارے داخلی امور میں غیر ممالک کی مذکورہ نوعیت کی مداخلت کو روکا جا سکے۔

آپ کا مخلص

دستخط (جیوتی باسو)

بخدمت:
شری اٹل بہاری واجپئی
وزیر اعظم ہند
نئی دہلی

مغربی بنگال تباہ کن سیلاب کی زد میں



• ایک شاہ راہ سیلاب کی زد میں — تصویر بشکریہ چترنگن، بولپور

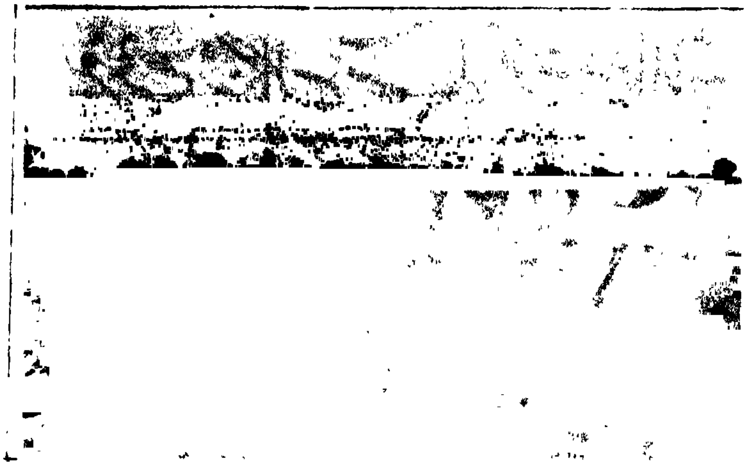
کئی دنوں تک مسلسل موسلا دھار بارش اور بندھ (ڈیم) سے چھوڑے گئے کافی پانی کی آمیزش کی وجہ سے ندیاں اُبل پڑیں اور مغربی بنگال کے تقریباً ساتوں اضلاع غرقِ آب ہو گئے جن کی وجہ سے امسال کے نصف ستمبر تک تقریباً ایک کروڑ چھہتر لاکھ عوام بُری طرح متاثر ہوئے۔

مرشد آباد، بیر بھوم، بردوان، ہگلی اور ندیا سب سے زیادہ متاثرہ اضلاع میں ہیں۔ اس کے علاوہ مدنا پور اور شمالی ۲۴ پرگنہ کے بڑے حصے زبردست نقصانات سے دوچار ہوئے ہیں اور سیلاب کا پانی اتر جانے کے بعد بھی کٹے ہوئے ہیں۔ حالیہ اندازے کے مطابق مرنے والوں کی تعداد ۶۴۲ بتائی گئی ہے جبکہ لاپتہ افراد کی تعداد دو سو پچاس سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ ان اعداد و شمار میں مزید اضافہ کا امکان ہے۔ بہت سے مقامات پر ریل اور سڑکوں کا رابطہ ٹوٹ گیا ہے اور سیلابی صورت حال کنٹرول سے باہر ہو جانے کی وجہ سے ریاستی حکومت نے پانی میں پھنسے افراد کے بچاؤ کے کام کے لیے اور متاثرہ عوام کو راحت پہنچانے کیلئے فوج کی مدد لی ہے۔

نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ اور وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا نے گزشتہ ۲۵ ستمبر کو سیلاب زدہ اضلاع کا خلائی جائزہ لیا۔

اسی دوران ہگلی ندی کے پانی کے زبردست دباؤ سے سرکلر کینل پر لاک گیٹ سے پانی کے بہاؤ کے باعث مشرقی اور جنوبی کلکتہ کے کئی علاقے زیر آب ہو گئے۔ کالی گھاٹ، بہالا اور دیگر علاقوں کے کچھ حصے بھی دو دنوں تک سیلاب کی زد میں رہے۔ ریاستی انتظامیہ نے آدی گنگا کے علاقے اور کیسٹو پور کینل کے علاقے میں رہنے والے عوام کو محفوظ مقامات پر منتقل ہو جانے کی درخواست کی۔

وزیر اعلیٰ نے ۲۶ ستمبر کو ذرائع ابلاغ سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ نقصانات کی تفاصیل پر ایک رپورٹ اور راحت کاری کے مطالبے کو اسی شام نئی دہلی روانہ کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے مرکزی حکومت سے درخواست کی ہے



کردہ سیلاب کا پانی کم ہونے سے پہلے اس افسوسناک سیلابی صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے ایک مرکزی ٹیم روانہ کرے۔

بعد میں ریاستی حکومت کے مطالبے کے پیش نظر نائب وزیراعلیٰ شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے پریس سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ مرکز کو مغربی بنگال میں امسال کے سیلاب کو قومی آفت ناگہانی کے طور پر اعلان کرنا ہوگا۔ وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا نے اطلاع دی کہ ریاستی حکومت نے مرکز کے قومی آفات ناگہانی انتظامی فنڈ سے ۹۶۲ کروڑ روپے کا مطالبہ کیا ہے۔ وزیر مالیات نے کہا کہ اس سیلاب میں تقریباً ۳۰۸۹ کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے اور ریاستی مطالبہ گیارہویں مالیاتی کمیشن کے پیش کردہ امدادی ہدایت نامہ کے عین مطابق ہے۔

ریاستی حکومت سیلاب سے متاثرہ عوام کی امداد کیلئے اب تک ۳۷ کروڑ روپے خرچ کر چکی ہے لیکن ہر روز یہ اعداد و شمار دو کروڑ سے پانچ کروڑ روپے تک بڑھتا جا رہا ہے۔ اس سال ریاستی بجٹ میں راحت کاری کیلئے ۱۰۱ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے لیکن جلد ہی یہ رقم ختم ہو جائے گی۔ وزیر مالیات نے اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۳۴ ترقیاتی بلاکوں، ۳۷ میونسپلیٹیوں اور ۹ اضلاع کے تقریباً ایک کروڑ اکہتر لاکھ عوام سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں آئندہ ۴ اکتوبر کو ایک کُل پارٹی میٹنگ منعقد کی جائے گی۔ ریاستی حکومت سیلاب کی تازہ صورت حال سے حاضر ہونے والی پارٹیوں کے ممبروں کو آگاہ کرے گی۔ قابل عمل مشوروں کو درج کیا جائے گا۔ سیلاب کی رپورٹوں کی وہ کاپیاں جو مرکز کو بھیجی گئی ہیں مغربی بنگال کے تین مرکزی وزراء کو بھی پیش کی جائیں گی۔ ان کی کاپیاں سی پی آئی (ایم) کے ایم پی سومناتھ چٹرجی کو بھی دی جائیں گی۔

مغربی بنگال کے گورنر شری ویرین جے شاہ نے ۲۷ ستمبر کو ایک پریس ریلیز میں کہا ہے کہ ملک کے مشرقی خطہ میں زبردست بارش کی وجہ سے اس ریاست کو سیلاب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس آفت ناگہانی کی وجہ سے ریاست کے کثیر التعداد عوام متاثر ہوئے ہیں۔ اس سے انکے گھربار، فصلیں اور مویشی کا خسارہ ہوا ہے۔

ریاستی حکومت نے جنگی پیمانے پر بچاؤ اور راحت کاری کی مہم مسلح فوجی دستہ کے تعاون سے جاری رکھی ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں جیسے انڈین ریڈ کراس سوسائٹی، رام کرشنا مشن اور دیگر اداروں نے راحت کاری کی مہم میں حصہ لیا۔ مغربی بنگال کے گورنر نے عام عطیہ کے ذریعہ ریاستی حکومت اور غیر سرکاری اداروں کی کوششوں کو تقویت بخشنے کی اپیل کی۔ وزیر اعلیٰ نے اپیل کے ذریعہ مختلف اداروں، پوجا کمیٹیوں اور عام لوگوں کو سیلاب زدہ عوام کی امداد کیلئے سامنے آنے کی اپیل کی ہے۔ ★★



نائب وزیراعلیٰ کے ہاتھوں اسٹوڈیو کی نئی منزل کا افتتاح

نائب وزیراعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے گذشتہ ۲۳ر اگست کو ٹکنیشین اسٹوڈیو کی منزل نمبر ۴ کا افتتاح کیا۔ یہ صحن گذشتہ ۱۴ر مارچ کو آگ لگ جانے کی وجہ سے برباد ہوگئی تھی۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ بائیں محاذ حکومت نے ۱۹۷۷ء برسراقتدار آنے کے بعد سے فلمی صنعت کے احیائے نو کے لئے بنیادی سہولتوں کی ترقی پر خصوصی طور پر زور دیا ہے۔ ریاستی حکومت نے تین بیمار اسٹوڈیو کو اپنے ماتحت لیا ہے۔ اب ان اسٹوڈیوز میں متعدد فلمیں بنائی جارہی ہیں جس سے اب فائدہ بھی ہورہا ہے۔ "سینا صدی عمارتیں" رادھا فلم اسٹوڈیو میں زیر تعمیر ہے جس میں کافی جدید سہولتیں ہوں گی۔

وزیر موصوف نے مزید بتایا کہ ماہرین کی ایک کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے جس کا کام فلمی صنعت کے مسائل پر غور کرنا اور اس صنعت کی ترقی کے لئے اقدامات کی سفارش کرنا ہے۔ اس کمیٹی نے اپنی ایک رپورٹ میں ۲ کروڑ روپئے کی مالیت پر مشتمل کئی اسکیموں کی تجویز رکھی ہے جسے حکومت نے منظور کرلیا ہے۔ ان اسکیموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے ابتک ۳۰ لاکھ روپئے کی منظوری دیدی گئی ہے۔ ●●



غزلیں

سردار جعفری

ہم جو محفل میں تری سینہ فگار آتے ہیں
رنگ بر دوش، گلستاں بہ کنار آتے ہیں

چاک دل چاک جگر چاک گریباں والے
مثلِ گل آتے ہیں، مانندِ بہار آتے ہیں

کوئی معشوق سزاوارِ غزل ہے شاید
ہم غزل لے کے سوئے شہر فگار آتے ہیں

کیا وہاں کوئی دل و جاں کا طلبگار نہیں
جا کے ہم کوچۂ قاتل میں پکار آتے ہیں

قافلے شوق کے رکتے نہیں دیواروں سے
سیکڑوں محبس و زنداں کے دیار آتے ہیں

منزلیں دوڑ کے رہرو کے قدم لیتی ہیں
بوسۂ پا کے لئے راہ گزار آتے ہیں

خود کبھی موج و تلاطم سے نہ نکلے باہر
پار جو سارے زمانے کو اتار آتے ہیں

کم ہو کیوں ابروئے قاتل کی کمانوں کا کھنچاؤ
جب سرِ تیرِ ستم اپ شکار آتے ہیں

○

تخلیق پہ فطرت کی گزرتا ہے گماں اور
اس آدمِ خاکی نے بنایا ہے جہاں اور

یہ صبح ہے سورج کی سیاہی سے اندھیری
آئے گی ابھی ایک سحرِ مہر چکاں اور

بڑھنی ہے ابھی اور بھی مظلوم کی طاقت
گھٹنی ہے ابھی ظلم کی کچھ تاب و تواں اور

تر ہو گی زمیں اور ابھی خونِ بشر سے
روئے گا ابھی دیدۂ خونابہ فشاں اور

بڑھنے دو ذرا اور بھی کچھ دستِ طلب کو
بڑھ جائے گی دو چار شکنِ زلفِ بتاں اور

کرنا ہے ابھی خونِ جگر صرفِ بہاراں
کچھ دیر اٹھانا ہے ابھی نازِ خزاں اور

ہم ہیں وہ بلاکش کہ مصائب سے جہاں کے
ہو جاتے ہیں شائستۂ غم ہائے جہاں اور

وزیر داخلہ (پولس) کی بجٹ تقریر:

مغربی بنگال میں فرقہ وارانہ امن و امان و قومی یکجہتی کی روایت کو برقرار رکھا گیا ہے

بنیاد پرست قوتوں کی اشتعال انگیزی کے باوجود عوام نے صبر و تحمل کی نظیر پیش کی ہے

● بدھا دیب بھٹا چاریہ

نائب وزیر اعلیٰ و وزیر داخلہ (پولس) شری بُدھا دیب بھٹا چاریہ نے گزشتہ ۱۸ جولائی ۲۰۰۰ء کو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی میں ڈیمانڈ ۲۱ کے تحت شعبۂ داخلہ (پولس) کا بجٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ روز افزوں بے روزگاری، زور دار کنزیومرازم، بدعنوانی اور سیاست میں جرائم کی آمیزش وغیرہ پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے پولس انتظامیہ کا کام مزید دشوار بن گیا ہے۔ نظم ونسق کے محافظ کی حیثیت سے پولس کو موقع سے نبرد آزما ہونا چاہئے'' وزیر موصوف کی بجٹ تقریر کا اردو متن پیش ہے۔..

عالی جناب اسپیکر!

گورنر کی سفارش پر میں آپ کے سامنے یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ سال ۲۰۰۱ - ۲۰۰۰ء کے لئے بڑے صدر ''۲۰۵۵'' کے ڈیمانڈ نمبر ۲۱ کے تحت مصارف کے سلسلے میں ۹۱۳۴۴۴۳۰۰۰/۰۰ روپے (نو سو تیرہ کروڑ، چوالیس لاکھ، تینتالیس ہزار روپے) منظور کئے جائیں گے۔ ووٹیڈ آن اکاؤنٹ کی رقم بھی اس میں پہلے ہی سے شامل ہے۔

۲۰۰۰ - ۱۹۹۹ء سال کے لئے متبادی مد کے تحت ۸۶۴۳۶۷۵۰۰۰/۰۰ روپے (آٹھ سو چونسٹھ کروڑ چھتیس لاکھ پچھتر ہزار روپے) کی تجویز رکھی گئی تھی۔ گزشتہ برسوں کے مقابلہ میں ۲۰۰۱ - ۲۰۰۰ء سال کے لئے مصارف میں اضافہ کی وجہ وہ عظیم تر گنجائشیں رہی ہیں جن کے تحت ملازموں کی تنخواہ اور بھتوں میں اضافہ کیا جاسکا ہے، نئے عہدوں کی تشکیل کی جاسکی ہے' پولس فورس کے استعمال کے لئے ساز و سامان اور گاڑیوں کی حصولی کی جاسکی ہے' موجودہ انفرااسٹرکچرل سہولتوں کو بہتر بنایا جاسکا ہے اور نئی سہولتوں کی تشکیل کی جاسکی ہے' یعنی وہ سب کئے جاسکے ہیں جو انتظامی ڈھانچہ کو مضبوط بنانے کے لئے لازمی تھے

ریاستی حکومت ریاست میں خصوصاً شمالی بنگال کے اضلاع میں موجود علیحدگی پسند اور تخریب پسند طاقتوں کی سرگرمیوں سے پوری طرح واقف ہے۔ ''سلی گوڑی کوریڈور'' اس کے قرب و جوار میں مذکورہ نوعیت کے بے شمار ترقیات کی وجہ سے بڑی اہمیت کے حامل بن گیا ہے۔ پڑوسی ممالک میں آئی ایس آئی کی سرگرمیوں میں اضافہ ایک نہایت ہی تشویشناک مسئلہ بن کر کھڑا ہے۔ پڑوسی ریاست سے آئے ''الفا'' اور بوڈو جنگجو کوچ بہار اور جلپائی گوڑی کے اضلاع کو اپنی تخریبی کارروائیوں کیلئے استعمال کر رہے ہیں اور دارجلنگ ضلع کے سلی گوڑی سب ڈویژن کو بھی اپنی غیر مستقل پناہ گاہوں کے طور پر اور اپنے تخریبی کاموں کیلئے استعمال میں لا رہے ہیں اور وہاں سے تربیت حاصل کرنے، فنڈ اکٹھا کرنے اور اسلحہ جات کی حصولی کے لئے پڑوسی ممالک کے نمائندے آ اور جا رہے ہیں۔ تفتیش سے یہ پتہ چلا ہے کہ کماتا پور لبریشن آرگنائزیشن (کے ایل او) کے الفا سے بڑے ہی قریبی تعلقات رہے ہیں اور اسے تربیت اور اسلحہ جات کی حصولی جیسی امداد ان سے مل رہی ہیں۔ ہندستانی علاقہ کے ذریعہ بھوٹان میں داخل ہونے کے لئے ہند بھوٹان سرحد پر نیپالی بولنے والے بھوٹانی لوگوں کے پیدا کردہ مسائل بھی بڑی تشویش کا باعث بنتے جارہے ہیں۔ ہم لوگوں نے حکومت ہند سے بہت پہلے ہی استدعا کی ہے کہ وہ اس سلسلے میں خاطر خواہ اقدامات اٹھائے تاکہ بیرونی ممالک میں ہند دشمن سرگرمیوں

کو روکا جا سکے حکومت ہند نے حکومت ہند کی جانب سے ایک اسپیشل ٹاسک فورس کی تشکیل کرنے کی بات بھی سنے جو ہند-نیپال سرحد پر تعینات کی جائے گی لیکن اس کی تشکیل اب تک نہیں ہو پائی ہے۔ بہر کیف ریاستی حکومت نے اپنے وسائل کے بل پر ان علیحدگی اور تخریب پسند عناصر کی سرگرمیوں کو کچلنے کیلئے متعدد اقدامات اٹھائے ہیں۔ ان کے تحت نیپال کو جانے اور وہاں سے آنے والے دہشت پسند عناصر کے حرکات و سکنات پر قابو پانے کیلئے اسلحہ جات کی اسمگلنگ کی روک تھام، نقلی ہندستانی کرنسی نوٹ وغیرہ کی درآمد، سرحدی علاقوں میں آنے جانے والی گاڑیوں کی چیکنگ (تلاشی) اور تمام چیک پوسٹوں کی ...یٹائزیش (مکس پذیری) کے سلسلے میں ہند-نیپال سرحد پر ایک اسپیشل فورس تعینات کئے جائیں گے۔ اس ریاست میں خصوصاً شمالی بنگال کے اضلاع میں علیحدگی پسند اور تخریب پسند طاقتوں کی سرگرمیوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے ڈاب گرام اور جلپائی گوڑی ضلع میں واقع اسٹیٹ آرمڈ پولس کی ۱۲ویں بٹالین کو کمباٹ (لڑاکو) بٹالین میں تبدیل کرنے کا فیصلہ لیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مدناپور ضلع کے سالوا میں پرسنل (حکام) کو خصوصی تربیت دینے کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔ کمباٹ آپریشنوں (لڑاکو مہمات) کے سلسلہ میں مذکورہ بٹالین کے فوجیوں کو جدید اسلحہ جات سے آراستہ /لیس کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں خصوصی پولس کیمپ کے قائم کرنے، سرحدی علاقوں میں پٹرولنگ کو زوردار بنانے، انٹلی جنس (خفیہ پولس) یونٹوں کے کام کاج کو تیز تر بنانے اور متعدد یونٹوں کے درمیان اطلاعات کے لین دین کو مزید پُراثر بنانے جیسے مخصوص اقدامات کو روبہ عمل لانے پر خصوصی توجہ ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً ان اضلاع کے وسائل یعنی مین پاور، ٹرانسپورٹ، مواصلات اور سازوسامان کو بہتر اور زوردار بنایا گیا ہے۔ ان وسائل کو سالِ رواں کے دوران مزید تقویت بخشی جائے گی۔ پولس کے عملے جو ان اضلاع میں اپنے فرائض کی انجام دہی کررہے ہیں اپنے کام میں پورے طور پر محتاط اور ہوشیار ہیں اور وہاں تعینات فوج اور دیگر سنٹرل انٹلی جنس ایجنسیوں کو مذکورہ بالا عملے اپنا بھرپور تعاون دے رہے ہیں۔ آئی ایس آئی کی پشت

پناہی کرنے والے عناصر کی بے شمار گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں، اسلحے ضبط کئے گئے ہیں اور قابلِ اعتراض دستاویزات ملی ہیں۔

چوں کہ ریل گاڑیوں اور پٹریوں اور پُل شمالی مشرقی علاقوں کے ساتھ رابطہ بنائے رکھنے اور ان جنگی اور دہشت گرد جماعتوں کے پیدا کردہ خطرات کا مقابلہ کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لئے ریاستی حکومت ریل کی پٹریوں اور ریلوں کی حفاظت پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ گرچہ اس مسئلے پر سنجیدگی اور تشویش برتنے کے سلسلے میں مرکزی حکومت کی توجہ بارہا مبذول کرائی جاری ہے تاہم اس مسئلے پر ان کی جانب سے کوئی ٹھوس قدم اب تک نہیں اٹھایا گیا ہے۔ سنکوش، رائے دک اور تیستا ندیوں پر واقع پلوں پر خصوصی توجہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ تشویشناک وسائلی مشکلات کے باوجود سنکوش ندی پر واقع ریلوے پل پر عارضی روشنی کے انتظامات کئے گئے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو پایا ہے ریل کی پٹریوں کی نگرانی اور حفاظت کے بھی انتظامات کئے گئے ہیں۔ ان انتظامات میں مزید اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام تشفی بخش طور پر مرکزی حکومت کی مداخلت کے ذریعہ ہی کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں دوسرا علاقہ جو ریاستی حکومت کی نظر میں مسلسل سنجیدہ طور پر توجہ پانے کا مستحق ہے ۲۲۱۶ کلومیٹر علاقے پر پھیلا ہوا خطرات سے پُر ہند-بنگلہ دیش سرحد کا علاقہ ہے۔ سرحد کی نگہبانی کو زوردار بنانے کے لئے سڑکیں تعمیر کی جارہی ہیں اور اس مقصد کے سلسلے میں زمین کی حصولی کا کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ ہماری اس تجویز پر مرکزی حکومت اصولاً ۸۸۸ کلومیٹر لمبے اضافی علاقوں پر کانٹے دار جالی کی دیوار اٹھانے پر راضی ہوئی ہے۔ مزید برآں ... کلومیٹر کے لئے منظوری بھی مل چکی ہے اور ان میں سے ۴۸۱ کلومیٹر پر مذکورہ کام مکمل بھی ہو چکا ہے۔ پورے سرحد کی نگہبانی کا کام بورڈر سیکورٹی فورس کی ذمہ داری ہے۔ مرکزی حکومت کو ہر ممکن تعاون پہنچانے کے باوجود بی ایس ایف کی صف بندی بڑے پیمانے پر ناکافی ہے۔ اگر ان کی صف بندی خاطر خواہ ہوئی تو دراندازی اور اسمگلنگ کے مسائل بہت حد تک قابو پایا جا چکا ہوتا۔ ہو جانے ٹاسک فورس، (گشتی فوجی دستہ) جو دفاع کی دوسری لائن ہے

مدد دذرائع کے ساتھ اپنے فرائض نہایت ہی حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ ان کی حالیہ تعزریکی تعداد میں اضافہ کرنے کی ہماری تجویز پر اب تک مرکزی حکومت نے اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا ہے۔

مجھے یہ جان کر خوشی ہو رہی ہے کہ آج فرقہ پرستی ملک کے مختلف حصوں میں اپنے ناپاک اور گھناؤنے سر اٹھا رہی ہے اس وقت ہم لوگ اس ریاست میں فرقہ وارانہ امن و ہم آہنگی کی فضا بنائے رکھنے کی اپنی روایت کو بحسن وخوبی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ چند اکّے دکّے واقعات کو چھوڑ کر اس ریاست میں تمام مذاہب اور ذات پات کے لوگ امن اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اس کی وجہ یہاں کے لوگ ہیں جنہوں نے بنیاد پرست طاقتوں کی اشتعال انگیزی کے دوران اپنے صبر و ضبط کی ایک نظیر پیش کی ہے۔ ان کے صبر و ضبط ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج یہاں امن اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو بحال رکھا جا سکا ہے۔ ہر قیمت پر امن اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی بحال رکھنے کیلئے آیئے ہم لوگ اپنے عہد کی تجدید کی خاطر اس موقع کو کام میں لائیں۔ آج جب ہم لوگ چند ہندو بنیاد پرست تنظیموں کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ چند مسلم بنیاد پرست تنظیمیں بھی اس ریاست کے کچھ حصوں خصوصاً بنگلہ دیش کے سرحدی علاقوں میں سرگرم عمل ہیں۔ ہم لوگوں کو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ کچھ عبادتگاہوں اور مدرسوں کو بنیاد پرست اور علیحدگی پسند خیالات کی تبلیغ کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگرچہ میں ظاہراً کچھ وجوہات کی بنا پر یہاں ایسی کسی تنظیم کا نام لینے کا ارادہ نہیں رکھتا ہوں تاہم میں آپ سبھوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ریاستی حکومت ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کرنے میں بالکل نہیں ہچکچائے گی۔ ان معاہدے کے تحت تمام حلقوں میں خاطر خواہ طور پر رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد مغربی بنگال مذہبی مقامات اور عبادت ایکٹ برائے ۱۹۸۹ کی گنجائشوں کو روبہ عمل لانے کے سلسلہ میں اقدامات اٹھانے کے لئے ہدایات جاری کی جا چکی ہیں۔ مذکورہ بالا ایکٹ کی رو سے اضلاع میں ضلع حکام اور کلکتہ میں پولس کمشنر کی اجازت

کے بغیر عوامی مذہبی مقام کی تعمیر نہیں کی جا سکتی ہے۔ کسی بھی نجی عمارت یا عوامی عمارت، یا نجی مقام یا عوامی مقام کو کسی عوامی مذہبی مقام میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ صرف چوکنا رہنے اور تنہا انتظامی مشنری کارروائی کے ذریعہ اس مسئلے سے خاطر خواہ طور پر نپٹا نہیں جا سکتا ہے اور میں تمام سیاسی جماعتوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس ریاست اور اس ملک کے بھی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سلسلے میں رائے عامہ تیار کریں۔

تین اضلاع یعنی مدنا پور، ہگلی اور بانکوڑا کے چند علاقوں میں مختلف سیاسی جماعتوں کے حامیوں کے درمیان ہونے والے تصادم ہم سبھوں کے لئے بڑی تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ متاثرہ علاقوں میں تشدد کو کچلنے کے لئے تمام انتظامی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ بہرکیف اگر ہم لوگ جمہوری اداروں کے تحفظ کو بچائے رکھنا چاہتے ہیں تو ہم سبھوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم سب ایسے تصادم کو روکنے کی کوشش کریں۔ پولس کو یہ ہدایت دے دی گئی ہے کہ وہ مجرموں اور سماج دشمن عناصر کے ساتھ بلا لحاظ کسی سیاسی نظریہ و رنگ کے نہایت سختی سے پیش آئے۔ میں متعلقہ سیاسی جماعتوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ متاثرہ علاقوں میں امن و امان بحال کرنے میں مدد کریں۔

معزز اراکین بلاشبہ مجھ سے اس بات پر اتفاق کریں گے کہ ہم لوگوں کو ایک ایسا سماج تشکیل کرنے کی مہم چلانی چاہئے جہاں جرائم پیشہ عناصر کم ہوں۔ لہٰذا یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم لوگ ذہن، زر اور جسمانی طاقت کے درمیان پیچیدہ تعلقات کی نقاب کشائی کریں۔ آج کے اس دور میں جہاں بے روزگار نوجوانوں کی آنکھیں دولت مند نوجوانوں کی کھلی دولت کی نمائش سے خیرہ ہو رہی ہیں اور الیکٹرانک اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بڑے تجارتی گھرانے جن میں ملٹی نیشنل بھی شامل ہیں، شدید طور پر کنزیومرازم کو فروغ دے رہے ہیں سماجی قدروں کو بہت پیچھے ڈھکیل دیا گیا ہے۔ فلموں میں جنس اور تشدد کی پرزور طور پر نمائش کی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں نظم و نسق کی صورت حال کو قابو میں لانا نسبتاً مشکل ہوتا ہے بالخصوص بد دماغ

ہجوم کا مقصد دہشت پھیلانا اور پٹ پیٹ کر ہلاک کر دینے کے واقعات تمام صحیح سوچ والے لوگوں کے لئے نہایت ہی تشویش کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ مجرمانہ سرگرمیوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کرنے کیلئے انسدادی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ اس نوعیت کی سماجی بے چینی کے رونما ہونے کے اسباب کو گہرائی اور باریکی سے جانچنے کیلئے بھی فیصلہ کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں اس میدان کے مشہور و معروف ماہرین غور و خوض کریں گے اور اپنی رپورٹ پیش کریں گے۔

فی الحال میں ذیل میں سال ۱۹۹۹ء کے دوران اپنے ملک کی چار ریاستوں جن میں مغربی بنگال بھی شامل ہے، میں ہونے والے بڑے بڑے جرائم سے متعلق اعداد و شمار پر مشتمل ایک جدول پیش کرنے جا رہا ہوں۔ یہ اعداد و شمار اسٹیٹ کرائم ریکارڈ بیورو سے ماخوذ ہیں :

ریاست کا نام	آئی پی سی کے تحت قابل شناخت معاملات کی کل تعداد	ڈکیتی	قتل
اترپردیش	۱۷۳۵۶۶	۹۱۲	۷۷۸۰
آندھرا پردیش	۱۱۱۴۳۸	۲۳۵	۲۵۷۴
مہاراشٹر	۱۶۲۷۰۲	۵۱۱	۳۰۱۵
مغربی بنگال	۵۵۰۷۸	۳۴۴	۱۸۳۰

مذکورہ بالا اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ مغربی بنگال میں کوگنی زیبل (قابل شناخت) جرائم کی تعداد سب سے کم ہے۔ ڈکیتی کے معاملہ میں اسے دوسرا کمترین مقام حاصل ہے اور قتل کے معاملہ میں اس ریاست کی صورت حال دیگر تینوں کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے۔

مذکورہ بالا سال کے دوران ملک کے چار میٹرو پولیٹن شہروں یعنی دہلی، ممبئی، بنگلور اور کلکتہ میں ڈکیتی اور قتل کے آئی پی سی کے تحت کوگنی زیبل (قابل شناخت) کل معاملوں پر مشتمل ایک جدول میں ذیل میں پیش کرنے جا رہا ہوں۔ دونوں ہی جدول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آئی پی سی کے تحت ہونے والے کوگنی زیبل معاملات کی تعداد ریاست مغربی بنگال میں سب سے زیادہ ہے اور میٹرو پولیٹن شہروں میں کلکتہ میں سب سے کم ہے :

ریاست کا نام	آئی پی سی کے تحت قابل شناخت معاملات کی کل تعداد	ڈکیتی	قتل
دہلی	۵۸۶۲۴	۴۸	۶۱۲
ممبئی	۲۹۳۵۴	۶۵	۳۳۱
بنگلور	۴۷۸۶۱	۶۴	۲۰۲
کلکتہ	۱۱۴۴۷	۲۴	۷۲

مذکورہ بالا جدول سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہم لوگ اس ریاست میں مجرمانہ سرگرمیوں پر قابو پانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔

خواتین پر ہوئے مجرمانہ ظلم پر قابو پانے کیلئے ہم لوگوں نے اس ریاست کے ہر ضلع میں خواتین سیل قائم کیا ہے۔ خواتین بلا جھجک یا رکاوٹ کے ایسے سیلوں میں جا کر اپنی شکایت درج کرا سکتی ہیں اور انصاف طلب کر سکتی ہیں۔ ہم نے ریاست کے تمام خواتین پولس دستہ کو مضبوط اور زوردار بنانے کیلئے اقدامات اٹھائے ہیں۔ کلکتہ میں خواتین کی شکایت سیل قائم کیا گیا ہے۔ ریاستی سی آئی ڈی شاخ شکایت برائے خواتین ایک خاتون ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولس کے زیر نگرانی کام کر رہا ہے۔

شاہراہوں پر ہونے والی ڈکیتیوں اور ریل گاڑیوں سے متعلق ہونے والے جرائم کے واقعات پر قابو پانے کیلئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ این ایچ -۳۴، این ایچ -۶ اور این ایچ -۲ شاہراہوں پر پولس کا گشت جاری ہے۔ متاثرہ علاقوں میں اضلاع پولس نے رات کا گشت چالو کیا ہے۔ مختلف پولس اسٹیشنوں میں شمالی بنگال اضلاع کے مجرموں کی تصویر روانہ کی گئی ہیں تاکہ مجرموں کی شناخت آسانی سے ہو سکے۔ اس سال کے دوران ریلوے جرائم سے منسلک ایک اچھی خاصی تعداد کی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ گورنمنٹ ریلوے پولس، ضلع پولس، سی آئی ڈی اور کلکتہ پولس مشترکہ طور پر مختلف علاقوں میں آج بھی باضابطہ طور پر چھاپہ مار رہی ہے اور ان چھاپوں کے تشفی بخش نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ رات کے وقت اور جرائم سے اٹے علاقوں سے آنے اور جانے والی بیشتر میل اور اکسپریس ریل گاڑیوں میں ٹرین گارڈ پارٹیوں کی سہولت مہیا کی گئی ہے

چند متعلقہ ریل گاڑیوں میں بھی رات کے وقت ٹرین گارڈ پارٹیوں کی سہولت مہیا کی گئی ہے۔ ہوڑہ، سیالدہ، سلی گوڑی اور دیگر اہم ریلوے اسٹیشنوں میں، زور دار تصویریں دکھائی جا رہی ہیں تاکہ ریل گاڑیوں پر سوار ہونے کے دوران کس طرح مجرموں کو ان کے گھناؤنے کام میں رکاوٹ ڈال کر گرفتار کیا جا سکے۔ طویل مسافت والی میل اور ایکسپریس ریل گاڑیوں کے لئے سترہ پولس اسٹیشنوں اور کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ڈائمنڈ ہاربر، بالی گنج میں گورنمنٹ ریلوے پولس اسٹیشنوں اور بدھان نگر میں گورنمنٹ ریلوے پولس پوسٹ قائم کرنے پر سرکار سنجیدگی سے غور و خوض کر رہی ہے

مغربی بنگال پولس کے وسائل میں اضافہ کرنے کے سلسلے میں ریپڈ ایکشن فورس (آر اے ایف) کی تین کمپنیوں کو منظوری دی جا چکی ہے۔ ریپڈ ایکشن فورس کی دوسری کمپنی کی تشکیل کے سلسلے میں منظوری کو بہت جلد ہی حتمی شکل دی جانے والی ہے ۔ ۲۰۰۰ - ۲۰۰۱ء کے مالی سال کے دوران ہم لوگوں نے آر اے ایف کی مزید تین کمپنیاں بڑھانے کی تجویز رکھی ہیں ۔ مذکورہ دستہ حساس نظم و نسق کے مسائل سے نپٹنے میں بڑا مددگار ثابت ہوا ہے۔

نیتاجی سبھاش چندر بوس بین الاقوامی ایئر پورٹ کے حفاظتی انتظامات کو مزید استحکام بخشنے کے لئے ایک اضافی مین پاور کے سلسلے میں منظوری دی جا چکی ہے۔ علاوہ ازیں بردوان ضلع میں واقع درگاپور ایکسپریس وے کیلئے ایک ہائی وے پٹرول یونٹ کی شاہراہوں پر ہونے والے جرائم پر قابو پانے کے سلسلے میں منظوری دی جا چکی ہے ۔ اضلاع میں نقل و حرکت کے انتظام کو بہتر بنانے کے لئے ایک باقاعدہ نقل و حمل شاخ کا قیام مغربی بنگال پولس کے تحت لایا گیا ہے۔

کلکتہ پولس کے تحت مختلف عہدوں کی تشکیل کی گئی ہے۔ تاکہ شہریوں کو مزید موثر اور بہتر حفاظتی خدمات بہم پہنچایا جا سکے۔ وکٹوریہ میموریل ہال کی حفاظت کیلئے ایک علیحدہ دستہ کی تشکیل کی گئی ہے۔ کلکتہ پولس کی نقل و حمل شاخ کو وسعت دی گئی ہے اور بہتر نقل و حمل انتظام کو یقینی بنانے کے لئے متعدد پولس مینوں کی خدمات فراہم کی گئی ہے۔ شہر کے اندر بڑھتے ہوئے مسائل

سے نپٹنے کے لئے کلکتہ پولس کے شعبہ سراغ رسانی کے تحت ایک علیحدہ انسدادی دہشت شاخ کی تشکیل کی گئی ہے۔

پولس انتظامیہ کی رکاوٹوں اور دشواریوں کو دور کرنے کیلئے گزشتہ سال کے دوران ہماری حکومت نے کئی اقدامات اٹھائے ہیں۔ آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس ریاست میں نئے پولس اسٹیشنوں کا قائم کرنا لازمی بن گیا ہے ۔ سال رواں کے دوران تیرہ نئے پولس اسٹیشنوں کو منظوری دی جا چکی ہے ۔ آج سے پہلے ہماری ریاست کی تاریخ میں ایک منفرد سال کے دوران اتنے پولس اسٹیشنوں کی تشکیل کبھی عمل میں نہیں آئی تھی ۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران شمالی ۲۴ پرگنہ میں واقع گھولا اور نیتاجی سبھاش چندر بوس بین الاقوامی ایئر پورٹ، ندیا میں واقع ہوگل بیڑیا، موروتیا اور تھانہ پاڑا، مدناپور میں واقع بھوانی پور، جنوبی ۲۴ پرگنہ اضلاع میں واقع ربندر نگر اور نادیال میں نئے پولس اسٹیشنوں کو منظوری دی جا چکی ہے ۔ علاوہ ازیں کرسیانگ پولس اسٹیشن کے تحت سکنہ میں ایک تفتیشی مرکز کا قیام عمل میں آیا ہے۔ کلکتہ میں ۵ نئے پولس اسٹیشنوں — چارو مارکٹ، کالی گھاٹ، شیکسپیر سرانی، پوستہ اور مغربی پورٹ — کا قیام عمل میں آیا ہے۔ مغربی بنگال پولس اور کلکتہ پولس کے علاقہ میں مزید پولس اسٹیشنوں کی تشکیل کی بات پر حکومت غور و خوض کر رہی ہے ۔

کلکتہ ایئر پورٹ پر موجودہ حفاظتی انتظامات کی دشواریوں کو دور کرنے اور انہیں استحکام بخشنے کیلئے موجودہ شمالی ۲۴ پرگنہ پولس ضلع میں سے بھی ایک علیحدہ کلکتہ ایئر پورٹ پولس ضلع کا قیام عمل میں لایا گیا ہے ۔

۱۰ ویں مالیاتی کمیشن کے اپگریڈیشن پروگرام کے تحت سال رواں کے دوران ماتحت پولس حکام کے لئے رہائشی کوارٹر کی تعمیر کے سلسلہ میں جائزہ کے تحت ۲۲۲۰ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں علاوہ ازیں پولس ٹریننگ، پولس اسٹیشنوں / آؤٹ پوسٹوں کے لئے عمارتوں کی تعمیر کے سلسلے میں ۳۹۴ر۲، ۳ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں ۔

ان پروگراموں کے علاوہ نقل و حمل کے انتظام کی بہتری، پولس

لاک اپ کی مرمت، پولس اسٹیشن کی عمارتوں کی تعمیر، پولس اسٹیشن کی عمارتوں میں واقع بیٹھے ٹیوب ویلوں کی مرمت کی منصوبہ بند اسکیموں اور اسی نوعیت کی دیگر اسکیموں کیلئے ۲۰۰۰ - ۱۹۹۹ء کے دوران ۱۱۵۰ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں۔

ریاستی حکومت نے پولس فورس کو جدید ترین بنانے پر مسلسل خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ مذکورہ بالا مقصد کے تحت، سال رواں کے دوران گاڑیوں اور آلات جن میں سال ۲۰۰۰ - ۱۹۹۹ء کے دوران پولس فورس کو جدید بنانے کی اسکیم کے تحت بم کھوج نکالنے اور اسے تباہ کرنے کے آلات شامل ہیں، کی خریداری کیلئے ۵۵۴ لاکھ روپئے منظور کئے گئے۔

مردہ گھروں کے قرب و جوار میں ماحولیاتی کثافت پر قابو پانے کیلئے سال رواں کے دوران ۶۰ لاکھ روپے منظور کئے گئے ہیں اور تشکیل شدہ کمیٹی نے شمالی، وجنوبی ۲۴ پرگنہ، ہوڑہ، ہگلی اور مدناپور کے پانچ اضلاع میں واقع تمام مردہ گھروں کے مسائل کی جانچ پڑتال کی ہے اور اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ مذکورہ کمیٹی چند مہینوں کے دوران اپنی رپورٹ داخل کردے گی۔

ہمارے عہد میں فورنسک سائنس (عدالتی علم) جرائم کی مناسب تفتیش میں ایک نہایت ہی اہم کردار ادا کر رہی ہے اور اس کے اس کردار کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم لوگوں نے دھماکہ خیز مادوں سے نپٹنے کیلئے ریاستی فورنسک سائنس لیباریٹری کے اندر ایک ایکسپلوسیو ڈویژن قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ریاستی فورنسک سائنس لیباریٹری کے اندر سیرولوجی، کمپیوٹر اور فوٹوگرافی کے شعبے قائم کرنے کی بات بھی زیر غور ہے۔ مالدہ میں، ایک نئی علاقائی فورنسک سائنس لیباریٹری قائم کرنے کیلئے زمین کا تعین کیا جاچکا ہے اور اس سلسلہ میں چند عہدوں کو بھی منظوری دی جاچکی ہے۔

۲۰۰۱-۲۰۰۰ء سال کے دوران ہوم (پولس) ڈیپارٹمنٹ کے لئے سالانہ پلان اوٹلے ۳۳۷۵ لاکھ روپے مقرر کیا جاچکا ہے۔ اس کی رو سے ۱۴۰۰ لاکھ روپے پولس کی رہائش، ۴۰۰ لاکھ روپے پولس اسٹیشنوں کی عمارتوں کی مرمت، ۱۰۰ لاکھ روپے پولس ٹریننگ عمارتوں،

۱۶۰ لاکھ روپے آر ایے ایف برانچ کیلئے، ۱۵۰ لاکھ روپے اسلحہ کی خریداری، ۱۰۰ لاکھ روپے نقل وحمل انتظامیہ کی بہتری اور ۹۰۰ لاکھ روپے زمین کی حصولی کیلئے مختص کئے گئے ہیں۔

اس ایوان میں گزشتہ سال اپنی تقریر کے دوران میں نے اراکین کو مطلع کیا تھا کہ ریاستی حکومت نے پولس اسٹیشن سطح پر مشاورتی کمیٹیاں قائم کرکے عوام اور پولس کے درمیان خلا کو پر کرنے کیلئے ایک منصوبہ تیار کیا تھا۔ آج مجھے آپ سبھوں کو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس ہورہی ہے کہ کلکتہ کے تمام پولس اسٹیشنوں میں مذکورہ نوعیت کی کمیٹیاں موجود ہیں اور موثر طور پر اپنا کام انجام دے رہی ہیں۔ ان کمیٹیوں نے بڑے پیمانے پر عوام اور پولس حکام کے درمیان باہمی اعتماد اور آپسی تعاون کی فضا تیار کرنے میں ہماری بڑی مدد کی ہے۔

دریں اثنا مغربی بنگال دوسری پولس کمیشن نے مذکورہ تمام کمیٹیوں میں خواتین کی نامزدگی کی سفارش کی ہے اور مذکورہ کمیٹیوں نے بھی اس پر خصوصی توجہ ڈالی ہے۔ ان کمیٹیوں نے درگاپوجا، کالی پوجا، عید اور محرم جیسی متعدد مذہبی تقریبات کے انعقاد کے سلسلے میں نہایت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کمیٹیوں نے نظم ونسق کو بگاڑنے والے بہتیرے واقعات کی اطلاع متعلقہ پولس اسٹیشن کو بہم پہنچائی ہے۔ اس ریاست کے دیگر علاقوں میں ہم لوگوں نے پولس حکام کو یہ صلاح دی ہے کہ وہ نظم ونسق کی صورت حال کو فروغ دینے کیلئے بلاخوف یا پاسداری کے اپنے فرائض کی انجام دہی میں لگے رہیں۔ اس کی وجہ سے فرقہ دارانہ ہم آہنگی کو برقرار رکھنے اور پرامن جمہوری تعلقات کو بنائے رکھنے میں بڑی مدد ملی ہے

ریاستی حکومت کو اس ریاست میں انسانی حقوق کے کاز کو سربلند رکھنے کے عظیم فرض کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح واقف ہے۔ دراصل ریاستی سطح پر ہماری ریاست وہ پہلی ریاست ہے جس نے انسانی حقوق کمیشن قائم کیا۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے جو معاملے اور اس نوعیت کی خلاف ورزیوں کی روک تھام میں ناکامی کے جو بھی معاملات ریاستی حکومت کے سامنے آئے ہیں ان پر ریاستی حکومت نے سنجیدگی سے توجہ ڈالی ہے۔ جملہ

سطح پر پولیس حکام کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کو روکنے کے سلسلے میں حساس اور محتاط رہنے کی خاطر خواہ طور پر تلقین کر دی گئی ہے اور یہ مسائل ان کے رویوں میں واضح تبدیلی لانے کا سبب بنا ہے۔ حالیہ مالی سال کے دوران جنوری ۲۰۰۰ء کے آخر تک ہم لوگوں کے پاس قومی انسانی حقوق کمیشن سے ۲ سفارشات اور مغربی بنگال انسانی حقوق کمیشن سے اتالیس ۳۹ سفارشات پہنچی ہیں۔ بیشتر طور پر یہ سفارشات مجرمانہ معاملوں کی شنوائی یا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے لئے ذمہ دار افسران کے خلاف تادیبی کارروائی، ظلم کے شکار/انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے شکار لوگوں کے عزیز واقارب کو مالی معاوضہ کی ادائیگی اور جیلوں میں بہتر انتظامیہ کو یقینی بنانے کے اقدامات پر مشتمل ہیں۔ ریاستی حکومت نے ان سفارشات کو قبول کر لیا ہے۔ قبول کردہ سفارشات پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے یا وہ عمل درآمد کے مراحل سے گذر رہے ہیں۔ قومی انسانی حقوق کمیشن کی ایک اہم ترین سفارش جس پر عمل درآمد ہو چکا ہے 'زیر حراست اموات خواہ وہ پولس کی تحویل میں ہوئی ہے' یا عدالتی تحویل میں' کے تمام معاملوں کی مجسٹریل انکوائری ہوگی۔

پولس انتظامیہ کو اس بات کی ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنے کام کاج کی انجام دہی میں کسی طرح کے تعصب کو جگہ نہ دیں اور مجرموں سے نپٹنے کے دوران کوئی ذاتی امتیاز نہ برتیں۔ بلا شبہ اس ریاست میں کچھ ایسے افسران اور پولس افسران موجود ہیں جو اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی اور غفلت سے کام لیتے ہیں۔ ۱۹۹۹ء کے دوران ۱۱۰۲۸ افسران اور حکام کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں غفلت شعاری اور متعدد وجوہات کی بنا پر سزا دی گئی ہے۔ ریاستی حکومت نے ان پولس حکام کے کردار کی ستائش بھی کی ہے جنہوں نے سماج کو اپنی مثالی خدمات سے نوازا ہے۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران تین پولس افسران کو ان کی نمایاں خدمات کیلئے صدارتی تمغہ سے نوازا گیا ہے اور ۳۰ پولس حکام کو ان کی قابل ستائش خدمات کے لئے صدارتی پولس تمغہ سے نوازا گیا ہے۔ زیر جائزہ سال کے دوران بھی ۲۴۵۸۸ پولس حکام کو ان کی قابل تعریف خدمات کیلئے انعامات سے نوازا گیا ہے۔ مذکورہ بالا اعداد وشمار میں کلکتہ اور مغربی بنگال پولس دونوں ہی کے حکام شامل ہیں۔

ہماری حکومت اس ریاست میں کھیل کود کو فروغ دینے کی انتھک کوششیں کر رہی ہے۔ پولس کی ملازمت میں کھیل کود کی جانب ماہر کھلاڑیوں کو راغب کرنے کے تحت مغربی بنگال پولس کے سب انسپکٹر اور کانسٹبل میں ۲ فیصد جگہوں کو ریزرو کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کی رو سے ہر سال کھیل کود میں نمایاں صلاحیت رکھنے والے ممتاز افراد کی تقرری عمل میں آئے گی۔ اسی طرح کی گنجائشیں بہت جلد ہی کلکتہ پولس کیلئے پیدا کی جائیں گی۔

ہم لوگوں تک دوسری پولس کمیشن کی رپورٹ کے اوّل، دوم اور سوم حصے پہنچ چکے ہیں۔ مذکورہ رپورٹ کے آخری حصے کا انتظار ہے۔ دریں اثنا ہم لوگوں نے مذکورہ رپورٹ کے پہلے اور دوسرے حصے کی سفارشات کو جانچا اور پرکھا ہے۔ ان میں سے چند سفارشات کیلئے طویل مدتی منصوبہ بندی اور فنڈ کی خاطر خواہ رقم کی ضرورت ہے۔ بہر کیف ہم لوگوں نے چند سفارشات کو روبہ عمل لانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ ہم لوگوں نے مغربی بنگال پبلک سروس کمیشن سے استدعا کی ہے کہ وہ مغربی بنگال اور کلکتہ پولس مسلح اور غیر مسلح دونوں ہی کے سب انسپکٹروں اور کلکتہ پولس کے سرجنٹ کے خالی اسامیوں کو پُر کرنے کے سلسلے میں مناسب قدم اٹھائے۔ ہم لوگوں نے سالانہ ایڈہاک کی بنیاد پر کمانڈو ٹریننگ شروع کر دی ہے۔ ہم لوگوں نے پولس ٹریننگ کالج بارکپور میں خاتون کانسٹبل اور افسران کو ٹریننگ دینے کا انتظام کیا ہے اور ہم لوگ اس کے لئے جدید ترین ساز وسامان فراہم کر رہے ہیں۔ بارک پور میں واقع پولس ٹریننگ کالج میں ۵۰۰ تقرری پانے والے کانسٹبلوں کی رہائش کے لئے نیو بیرک عمارتوں کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ ہم لوگوں نے پولس اور عوام کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کیلئے متعدد پولس اسٹیشن مشاورتی کمیٹیاں تشکیل کی ہیں اور ہم لوگوں نے ان تمام کمیٹیوں میں ایک خاتون کی شمولیت کو لازمی بنایا ہے۔ بیشتر کام دوسری پولس کمیشن کی سفارشات کے عین مطابق انجام دیا گیا ہے۔ چند دیگر سفارشات پر حکومت فی الحال غور وخوض کر رہی ہے اور جلد ہی ان کو روبہ عمل لایا جائے گا۔

گزشتہ وسط مدتی پارلیمانی انتخاب کے دوران ہمارے عوام نے

نہایت ہی اشتعال انگیز سیاسی فضا کے دوران اپنے صبر و ضبط کا زبردست مظاہرہ کیا تھا۔ آزادانہ اور منصفانہ انتخاب کیلئے ریاستی حکومت کی جانب سے زبردست حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے اور عوام کے پرخلوص تعاون کے ساتھ مذکورہ انتخاب بنا کسی بڑے واقعات کے منعقد ہو پایا تھا۔ مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کے حالیہ ضمنی انتخابات بھی نہایت ہی امن و امان کے ساتھ منعقد ہو پائے تھے۔

میں کامیابی سے پوری طرح باخبر ہوں اور اس ریاست میں پولس انتظامیہ کی تشویشناک حدود سے بھی واقف ہوں۔ بلا شبہ یہ سچ ہے کہ روزافزوں بے روزگاری، زور دار کنزیومرازم، بدعنوانی اور سیاست میں جرائم کی آمیزش جیسے مسائل پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان عناصر نے پولس انتظامیہ کے کام کو مزید دشوار بنا ڈالا ہے۔ نظم و نسق کے محافظ کی حیثیت سے پولس کو موقع سے نبرد آزما ہونا چاہئے۔ ہم لوگ نئے ملینیم میں داخل ہو چکے ہیں اور ہم لوگوں کو صبر و استقلال کے ساتھ اس چنوتی کو قبول کرنا ہے۔ میں معزز اراکین کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میرا شعبہ آپکی صلاح اور آپکے تعاون سے ان مقاصد کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے سلسلے میں ہر ممکن اقدامات کرے گا۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنے شعبہ کے بجٹ گرانٹ کو منظوری دینے کیلئے معزز اراکین کے سامنے اپنی تجویز رکھتا ہوں!

کثرت میں وحدت کے تصور کی بحالی ضروری ہے / وزیر اعلیٰ جیوتی باسو

رابندر ناتھ نے کہا تھا کہ کثرت میں وحدت ہندوستانی وراثت کا بنیادی حصہ ہے۔ ہندوستان کی وراثت خطرے میں ہے۔ ہمیں سیاسی، سماجی اور ثقافتی سبھی محاذوں پر اس خطرے کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ یہ باتیں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے گذشتہ ۱۵ ستمبر کو شانتی نکیتن میں ثقافتی کمپلکس "گیتانجلی" کا افتتاح کرتے ہوئے کہیں۔ انہوں نے کہا کہ نئی نسل نے ٹیگور کو نہ ہی ٹھیک طور پر پڑھا ہے اور نہ ہی رابندر ناتھ کے بارے میں بہت کچھ سن پایا ہے۔ ہندوستان، بنگال کے بارے میں جیساکہ ٹیگور نے سوچا تھا اب ہمارے خواب و خیال سے دور ہو گیا ہے۔ اس طرح پرخطر صورت حال کو جاری رہنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی ہے ہمیں ہر حال میں اسے بدلنا ہوگا ورنہ ہم رابندر ناتھ ٹیگور کی ثقافتی وراثت کو کبھی بھی بحال نہیں کر پائیں گے۔ وزیر اعلیٰ موصوف نے اسٹراٹ فورڈ آن ایون کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ اور بدھا دیب بھٹاچاریہ دونوں خوش بخت ہیں کہ وہ رابندر ناتھ کے نیم مجسمہ نصب کرتے وقت موجود تھے ہزاروں افراد جو اس عظیم شخصیت کے مقام کا نظارہ کریں گے وہیں وہ رابندر ناتھ کو بھی دیکھیں گے۔ شری باسو نے تعلیم و ثقافت کے میدان میں ریاستی حکومت کے کارہائے نمایاں کا ذکر کیا۔ انہوں نے مختلف زبان بولنے والے عوام کے درمیان خیالات کے تبادلہ پر بھی زور دیا۔

نائب وزیر اعلیٰ و وزیر اطلاعات و ثقافتی امور شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے کہا کہ بہت سارے لوگوں کے لئے شانتی نکیتن ایک مقدس مقام ہے۔ رابندر ناتھ نے نئے سماجی نظام اور انسانیت کی ترجمانی کی۔ وزیر موصوف نے گلوبلائزیشن کے متواتر حملہ سے ہوشیار کرایا اور کہا کہ ہماری ثقافت پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ہماری ثقافتی روایت سے الگ کر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مشہور ستار باز امجد علی خان نے کہا کہ لے اور پھول کا کوئی مذہب نہیں ہے لیکن عوام کو جن کا تعلق مختلف مذاہب سے ہے لے اور پھول دونوں کی یکساں ضرورت ہوتی ہے ــــ وزیر شہری ترقیات شری اشوک بھٹاچاریہ نے کہا کہ ریاستی حکومت نے اس کمپلکس کی تعمیر کے لئے ۳ کروڑ روپئے کی رقم خرچ کی ہے۔ گیتانجلی ایک ائرکنڈیشنڈ آڈیٹوریم ہے جس میں ۷۵۰ سیٹوں کی گنجائش ہے۔ اس میں ۲۰۰ سیٹوں پر مشتمل ایک سیمینار ہال، ۵۰ سیٹوں پر مشتمل ایک کانفرنس ہال، ۱۰۰۰ سیٹوں پر مشتمل ایک کھلا تھیٹر، ایک کیفیٹیریہ، ایک وی آئی پی کمپلکس اور ایک آرکیو شکچر گارڈن ہوں گے۔ اس تقریب میں بردوان یونیورسٹی کے وائس چانسلر شری امیت کمار ملک، ماہر تعمیرات شری پرا واس سین اور آشری شری امیت سین اور وشو بھارتی کے وائس چانسلر دلیپ سنہا بہ نفس نفیس موجود تھے۔ ••



گورنر شری ویرین جے شاہ یوم اساتذہ کے موقع پر منعقدہ تقریب میں ایک سبکدوش ٹیچر کو انعام و سند سے نوازتے ہوئے۔

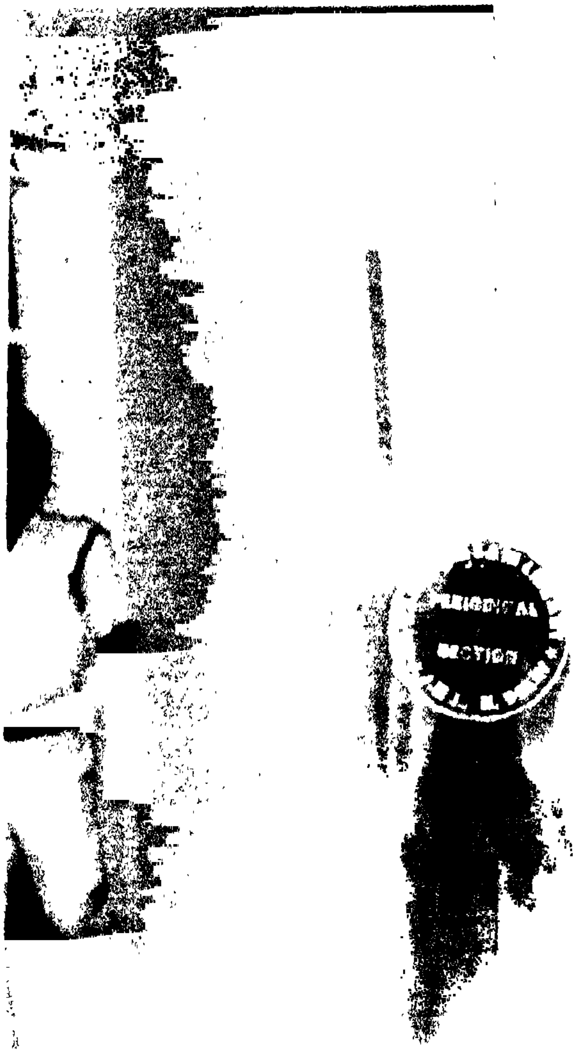
MAGHRIBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
October 1, 2000

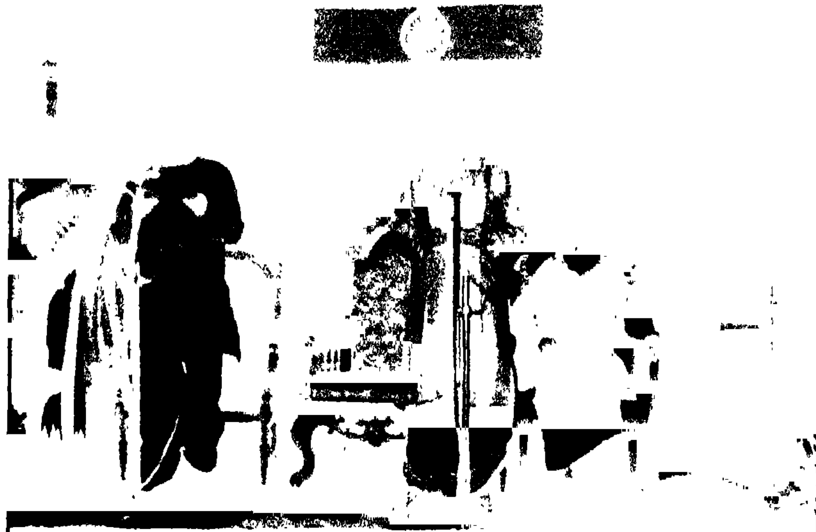
[redacted]
Vol No 47, Issue No 19
Price Re 1



Chief Editor : Iarapada Ghosh, Asst. Editor . Md Mustata, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt of
rnment of West B ngal and ... Binm Behari Gnguly Street Calcutta 700012

مغربی بنگال

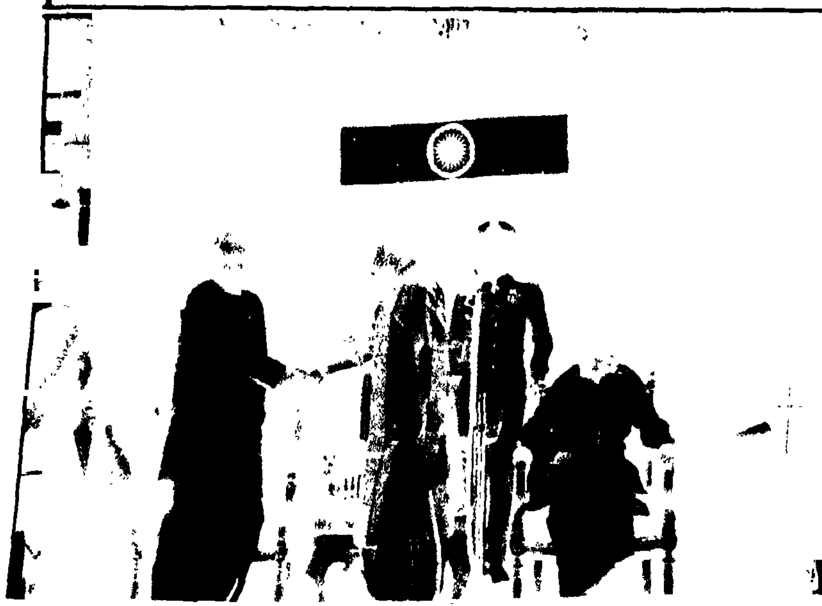




گورنر شری ویرین جے شاہ گزشتہ ۱۶ر نومبر کو راج بھون میں شری بدھا دیب بھٹا چاریہ کو وزیر اعلیٰ کا حلف دلاتے ہوئے ــــــــ

نیچے : رسم حلف برداری کے بعد گورنر موصوف شری بدھا دیب بھٹا چاریہ کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے ــــــــ

ــــــــ (تصاویر : پتک سیٹھ)



پندرہ روزہ

مغربی بنگال

کلکتہ

جلد نمبر ۴۷ ★ یکم و ۱۵ ر نومبر ۲۰۰۰ء ★ شمارہ نمبر ۲۰ اور ۲۱

مدیر اعلیٰ : تارا پدا گھوش

نائب مدیر : محمد مصطفیٰ

شرح خریداری

سالانہ : بیس ۲۰ روپئے ★ نصف سالانہ : دس ۱۰ روپئے

فی شمارہ کی قیمت : ایک روپیہ

اس شمارے کی قیمت : دو ۲ روپئے

★ ترسیلِ زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

انفارمیشن آفیسر

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

فون : 243 - 6295

● پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں۔

دفتر ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

چوتھی منزل، بلاک ۱

رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext 7/5

ترتیب

تصویر سرورق : شری جیوتی باسو اپنی سبکدوشی کے اعلان کے بعد اپنے چیمبر سے جاتے ہوئے۔

دستورِ ہند

باب IV اے

بنیادی فرائض

آرٹیکل ۵۱ اے :

بنیادی فرائض : ہندستان کے ہر شہری کا یہ فرض ہوگا کہ وہ :

الف : دستورِ ہند کا پابند رہے اور اس کے اصولوں، اداروں، قومی پرچم اور قومی ترانہ کا احترام کرے۔

ب : آزادی کے لئے ہماری قومی جدوجہد کو متحرک کرنے والے اعلیٰ قدر اصولوں کو دل میں بسائے رکھے اور ان کی پیروی کرے۔

ج : ہندستان کی خود مختاری، اتحاد و سالمیت کو برقرار رکھے اور اُن کی حفاظت کرے۔

د : اپنے ملک کا دفاع کرے اور پکار آنے پر قوم کی خدمت کرے۔

ہ : ہندستان کے سبھی لوگوں میں ہم آہنگی اور عام بھائی چارے کے جذبے کو تقویت بخشے جو مذہب، زبان، خطہ یا طبقہ پر مبنی تمام اختلافات سے پرے ہو، ایسے عمل کو ترک کردے جو خواتین کے وقار کے خلاف ہو۔

و : ہماری ملی جلی ثقافت کی اعلیٰ وراثت کی قدروں کو سمجھے اور ان کی حفاظت کرے۔

ز : قدرتی ماحولیات کو جن میں جنگل، جھیل، ندی اور جنگلاتی زندگی شامل ہیں فروغ دے اور موجودہ مخلوقات کے لئے ہمدردی رکھے۔

ح : سائنسی مزاج، انسانیت اور تحقیق و اصلاح کے جذبے کو ترقی دے۔

ط : عوامی املاک کا تحفظ کرے اور تشدد سے دور رہے۔

ی : انفرادی اور مجموعی سرگرمیوں کے تمام معاملوں میں برتری کی جانب بڑھنے کی جدوجہد کرے تاکہ قوم سعی و کامیابی کی اعلیٰ سطحوں تک متواتر بڑھتی رہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

جیوتی باسو وزارتِ اعلیٰ سے سبکدوش

عوام کی حمایت و تعاون سے ہم گزشتہ ۲۴ برسوں سے برسرِ اقتدار ہیں : جیوتی باسو



شری باسو پریس سے خطاب کرتے ہوئے۔

مغربی بنگال کے ہر دلعزیز وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کو خرابیٔ صحت کی وجہ سے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کافی دشواری ہو رہی تھی اسی لئے وہ ایک سال سے اپنے عہدے سے سبکدوش ہونا چاہ رہے تھے۔ وہ کافی دنوں سے عوام کے فیصلے کے منتظر تھے۔ انہوں نے آخرکار ۲۷ر اکتوبر کو رائٹرس بلڈنگس میں کابینہ کی میٹنگ کے فیصلہ کے بعد اپنی سبکدوشی کا اعلان کر دیا۔ ۲۳ برسوں سے زائد عرصے تک مغربی بنگال کی انتظامیہ سنبھالنے کے بعد وہ بالآخر ۳ر نومبر کو ریاستی سکریٹریٹ رائٹرس بلڈنگس سے رخصت ہو گئے۔ ان کی رخصت سے ایک عہد کے تسلسل کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۱ر جون ۱۹۷۷ء تاریخ کا وہ اہم دن تھا جب شری جیوتی باسو نے راج بھون کی ایک پُرشکوہ تقریب میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے پہلی بار اپنے عہدے کا حلف لیا تھا جبھی سے آپ اپنی سبکدوشی تک متواتر وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔

اپنی رخصت سے قبل وزیر اعلیٰ موصوف نے پریس سے ملاقات کی۔ پریس نمائندوں سے اپنی الوداعی تقریب میں انہوں نے کہا کہ انکی سبکدوشی سے بائیں محاذ کے امکانات متاثر نہیں ہوں گے کیونکہ انہوں نے سیاست سے علیحدگی اختیار نہیں کی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے بلاشبہ گزشتہ ۲۴ برسوں میں عوام کے لئے بہت سے کام کئے ہیں لیکن اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ہم عوام کی حمایت اور تعاون سے ہی ۲۳ برسوں سے بھی زائد عرصے سے کامیابی کے ساتھ حکومت چلا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت سے باہر رہ کر بھی وہ عوام سے اپنے تعلقات کو بدستور استوار رکھیں گے۔

شری باسو نے کہا کہ ذرائع ابلاغ سے ان کے تعلقات ہمیشہ اچھے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود پریس اور برقی ذرائع ابلاغ کا ایک طبقہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہا ہے۔ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا کوئی صحت مند صحافت نہیں ہے۔ انہوں نے صحافیوں کو زیادہ ذمہ داری سے سماج میں اپنا اہم کردار ادا کرنے کا مشورہ دیا۔

بعدازاں شری باسو نے رائٹرس بلڈنگس کے سامنے سرکاری ملازمین کی کوآرڈی نیشن کمیٹی کے ایک جلسے کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بایاں محاذ صرف رائٹرس بلڈنگس میں بیٹھنے کیلئے نہیں ہے بلکہ عوام کی خدمت اس کا اولین فرض ہے۔ رائٹرس بلڈنگس میں محدود رہ کر عوام کی خدمت ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ باہر نکل کر ریاست کے عوام کی خدمت کریں گے۔ انہوں نے سرکاری ملازمین کو ایمانداری اور ذمہ داری سے کام کرنے کا مشورہ دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں ریاستی ملازمین نے اپنے ہر دلعزیز وزیر اعلیٰ کو اپنی پرنم آنکھوں سے الوداع کہا۔ اس موقع پر نامزد وزیر اعلیٰ شری بدھا دیب بھٹا چاریہ، وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا سمیت کئی ریاستی وزراء اور کوآرڈی نیشن کمیٹی کے لیڈران موجود تھے



کوآرڈی نیشن کمیٹی کا الوداعی جلسہ

بدھادیب بھٹاچاریہ نے وزیر اعلیٰ کے عہدے کا حلف لیا



شری بدھادیب بھٹاچاریہ حلف نامہ پر دستخط کرتے ہوئے۔

گزشتہ ۶ نومبر کو راج بھون میں منعقدہ ایک سادہ سی تقریب میں نائب وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے ریاست کے ساتویں وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف لیا۔ گورنر ویرین جے شاہ نے شری بھٹاچاریہ کو ان کے عہدے کا حلف دلایا۔ وزیر اعلیٰ کی حلف برداری کے بعد وزارتی کاؤنسل کے ممبروں نے بھی اپنے اپنے عہدے کا حلف لیا۔ اس تقریب حلف برداری میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو بنفس نفیس موجود تھے۔ ان کے علاوہ سماج کے مختلف شعبۂ حیات کی اہم شخصیتیں جیسے صنعت کار ہرش نیوٹیا، سنجیب گوئنکا، پرسند و چیٹرجی، ربندرا سنگیت کے ممتاز فنکار سچترا مترا، مشہور فلمساز اور اداکارہ اپرنا سین، انڈین کرکٹ ٹیم کے کپتان سورو گنگولی اور دیگر افراد بھی موجود تھے۔ رسم حلف برداری کے بعد گورنر موصوف وزارتی کونسل کے ممبروں اور معزز مہمانوں کے ساتھ چائے پارٹی میں شامل ہوئے۔

بدھادیب بھٹاچاریہ یکم مارچ ۱۹۴۴ء میں شمالی کلکتہ کے رام دھن مترا لین میں واقع آبائی مکان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے شیلندر سرکار ودیالایہ سے اسکولی تعلیم حاصل کی اور پھر ۱۹۶۱ء میں ہیومینٹیز میں ہائر سیکنڈری کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں انہوں نے ۱۹۶۴ء میں پریسیڈنسی کالج سے بنگلہ آنرز کے ساتھ بی۔اے کیا۔ مشہور شاعر سوکانت بھٹاچاریہ کے بھتیجے ہونے کے ناطے ان میں ادبی ذوق بچپن کے دنوں ہی میں پیدا ہوا اور بعد میں بلاشبہ اپنی بے پناہ صلاحیتوں کی وجہ سے آپ بنگلہ کے اچھے شاعر اور ڈرامہ نگار ہوئے۔ انہوں نے اسکولی ٹیم کے لئے کرکٹ کے کھیل میں بھی حصہ لیا۔ ۱۹۶۱ء میں انہوں نے عملی سیاست میں حصہ لیا اور ۱۹۷۷ء میں پہلی بار جب بایاں محاذ مغربی بنگال میں برسر اقتدار آیا تو وہ وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کی مجلس وزارت میں وزیر اطلاعات و ثقافتی امور کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ انہوں نے اپنے شعبہ کے ساتھ ساتھ مقامی حکومت، شہری ترقیات اور بلدیاتی امور (ڈ مکل خدمات شاخ کو چھوڑ کر) کے شعبوں کیلئے بھی وقت بہ وقت اپنی وزارتی ذمہ داریاں بھی انجام دیں۔ انہوں نے شعبہ داخلہ (پولس) کی فاضل ذمہ داریاں بھی انجام دیں۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کی ذمہ داریوں کا بوجھ کم کرنے کے لئے انہیں نائب وزیر اعلیٰ بھی بنایا گیا اور آخر میں اسی عہدے پر فائز رہتے ہوئے وہ مغربی بنگال کے ساتویں وزیر اعلیٰ بن گئے۔

اب وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے انہیں مشکل طلب کاموں سے خود ہی نپٹنا پڑے گا۔ انہوں نے پریس کانفرنس کے دوران اس امر کا اعتراف خود کیا ہے ★★



نئی مجلس وزارت کیلئے کونسل کے وزراء حلف نامہ پر دستخط کرتے ہوئے

وزیر اعلیٰ کی پہلی پریس کانفرنس:

سیلاب زدہ افراد کی امداد ہماری حکومت کی اوّلین ترجیح ہے: وزیر اعلیٰ



شری بدھا دیب بھٹا چاریہ رد ٹرنڈا میں پہلی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری بدھا دیب بھٹا چاریہ نے گزشتہ، نومبر کو رائٹرس بلڈنگس میں اپنی پہلی پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حالیہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں تعمیر نو اور بحالی کا کام ان کی حکومت کے کاموں میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوگا۔ اس سال کے سیلاب سے ۶۰۰۰ کروڑ روپے کی ملکیت کا نقصان ہوا ہے اور کئی لاکھ افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ ریاستی حکومت اپنی مالی بندشوں کے باوجود بروقت امداد مہیا کرے گی۔

شری بھٹا چاریہ نے بتایا کہ ان کی حکومت ان علاقوں میں بھی امن قائم کرنے کی کوشش کرے گی جو سیاسی تصادم کی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔ جہاں تک جنوبی بنگال کے اضلاع کا تعلق ہے انہوں نے ترنمول کانگریس کے سینئر لیڈروں کے ساتھ اس مسئلے پر بات چیت کی ہے۔ مدناپور میں ضلع سطح پر میٹنگیں ہوتی ہیں اور حالات میں کافی بہتری آئی ہے۔ شمالی بنگال کے اضلاع میں کامتاپوری تحریک کے سلسلے میں وزیر اعلیٰ موصوف نے بتایا کہ بائیں محاذ حکومت راج بنسی قبیلے کو کامتاپور پیپلز پارٹی اور کامتاپور لبریشن آرگنائزیشن سے الگ تھلگ کر دینے کی کوشش کرے گی۔ کیونکہ یہ دونوں انتہا پسند تنظیمیں الفا کی مدد سے جلپائی گوڑی اور دارجلنگ میں علیحدگی پسند تحریک چلا رہی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ریاستی حکومت ان کی پیش روی سے پوری طرح واقف ہے اور ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔

وزیر اعلیٰ موصوف نے کہا کہ یہاں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے سلسلے میں قابل تحسین اقدامات ہونے کی وجہ سے یہاں کوئی پیچھے نہیں ہے۔

شری بدھا دیب نے کہا کہ انکی حکومت مذہبی اور لسانی اقلیتوں اور شیڈلڈ کاسٹ، شیڈلڈ ٹرائب اور دیگر پسماندہ طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے حقوق کے تحفظ کے لئے کئی فاضل اقدامات کیلئے سنجیدگی سے سوچ رہی ہے۔ وزیر اعلیٰ موصوف نے یہ بھی کہا کہ ان کی حکومت یہ دیکھ رہی ہے کہ تمام سطحوں پر ایک صاف ستھری، ذمہ دار اور مستعد انتظامیہ کام کرے۔ لال فیتہ شاہی کو ختم ہونا ضروری ہے۔ مغربی بنگال میں صنعت کاری اور معیشت کی تجدید کاری کے سلسلے میں وزیر اعلیٰ موصوف نے جوٹ، پیٹرو کیمیکلس، انجینئرنگ کی صنعتوں اور زراعت پر مبنی صنعتوں کے مسائل اور ان کے امکانات پر تفصیل سے بحث کی اور کہا کہ یہاں اصل صورت حال وہ نہیں ہے جو ذرائع ابلاغ کے ایک سکشن کی طرف سے دکھائی جاتی ہے۔ اس ریاست میں صرف گزشتہ سال کے دوران ۱۸۰۰۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی گئی ہے مزید ۴۶۰۰۰ کروڑ روپے پائپ لائن میں ہے۔ سروس سیکٹر اور زراعت پر مبنی صنعتوں کے حوالے سے وزیر اعلیٰ موصوف نے امید ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ مسیحائی کا طریقہ کار شروع ہو گیا ہے اور آنے والے سال میں مزید بنیادی سہولتوں کے ساتھ ریاست آگے کی جانب بڑھے گی۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ دنیا بھر میں کہیں بھی محنت کشوں کے مفاد کو نظر انداز کر کے صنعت کاری نہیں ہو سکتی۔

جیوتی باسو کے ہاتھوں کلکتہ فلم فیسٹیول کا افتتاح



شری جیوتی باسو کلکتہ فلم فیسٹیول کا افتتاح کرتے ہوئے۔ ساتھ میں بدھا دیب بھٹا چاریہ، سبرتو مکھرجی اور مرینال سین دیکھے جا سکتے ہیں۔

۱۰ نومبر کی جگمگاتی ہوئی شام کو کلکتہ فلم سنٹر "نندن" کے آڈیٹوریم میں باذوق تماشہ بینوں، صحافیوں، ناقدوں اور فلمی دنیا کی اہم شخصیتوں کے بیچ مغربی بنگال کے سابق وزیر اعلیٰ اور عوام کے ہر دلعزیز رہنما شری جیوتی باسو نے چھٹے کلکتہ فلم فیسٹیول کا رسمی طور پر افتتاح کیا۔ اس سال کا یہ فلمی تہوار ریاست کے ۹۔ اضلاع کے سیلاب زدہ عوام کی امداد کے پیش نظر منعقد ہوا۔ یہ تہوار نندن، ربندرا سدن اور سیشر منچ کے علاوہ کلکتہ کے ٦ مختلف سینما ہالوں میں ۱۷ نومبر تک جاری رہے گا۔

شری جیوتی باسو نے اپنی افتتاحی تقریر میں بتایا کہ ۱۹۹۵ء میں ریاستی مجلسِ وزارت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ یہاں ہر سال بین الاقوامی فلم فیسٹیول کا انعقاد کیا جائے گا تاکہ عام لوگوں کو بھی بیرونی ممالک کی فلمیں دیکھنے کا موقع مل سکے۔ بدھا دیب بھٹا چاریہ کی نگرانی میں اور ان کے مشیروں کے تعاون سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ یہ تہوار عوام کی حمایت اور تعاون سے اپنی منزل کے چھٹے زینے پر پہنچ گیا ہے۔ عوام کی خواہشات کی تکمیل ہو رہی ہے کیوں کہ مرکزی حکومت کے زیر اہتمام جو فلم فیسٹیول کا انعقاد ہوتا ہے اسے ملک کی مختلف ریاستوں سے گھومتے پھرتے آنے میں کافی دن لگ جاتے ہیں اسی وجہ سے فلمی شائقین کو کافی برسوں تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اب عوام کو انتظار کا کرب برداشت نہیں کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ تہوار عوام پسند ہو چکا ہے۔

شری باسو نے کہا کہ دیسی فلموں کو سارے ملک میں دکھانے کا انتظام کرنا چاہئے تاکہ مختلف ریاستوں کے عوام مختلف علاقائی ثقافتوں سے آشنا ہو سکیں لیکن راہ میں دشواریاں ہیں جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ عمل قومی اتحاد و یکجہتی کے فروغ کے لئے بھی ضروری ہے۔

مشہور فلم ساز شری مرینال سین نے کہا کہ یہ واقعی ایک خوب صورت موقع ہے جب ثقافتی آفاقیت کو اس کے مختلف رنگ روپ کے ساتھ وقت کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ اس سے بین الاقوامی یک جہتی کو فروغ حاصل ہوگا۔

وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹا چاریہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ فلم فیسٹیول بین الاقوامی حیثیت و مقبولیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس فیسٹیول میں دکھانے کے لئے ۳۰ سے بھی زیادہ ممالک کی فلمیں منتخب کی گئی ہیں اور کوشش کی گئی ہے کہ پرانی فلموں کی بجائے نئی فلموں سے شائقین کو زیادہ سے زیادہ مستفید کیا جا سکے۔

تقریب کا آغاز ریاستی شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے پرنسپل سکریٹری شری ارون بھٹا چاریہ کی استقبالیہ تقریر سے ہوئی۔ انہوں نے درونِ ملک و بیرونِ ملک سے آئے مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور بیرونی مہمانوں کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔

اس موقع پر جاں کلاڈ کیریر، ایلی سیو سوبیلہ، کرسٹوف زنوسی، ریگی نگازی، جوسیپ بارتولوچی، ہال کیفر اور درویش مہرجوئی نے اپنی شرکت سے اس تقریب کو رونق بخشی۔

آخر میں فیسٹیول کے ڈائرکٹر شری انگسو سور نے مہمانوں کا اور اس فیسٹیول کو کامیاب بنانے والے متعلقین کا شکریہ ادا کیا۔ سب سے آخر میں ارجنٹینا کی مشہور فلم ساز ایلی سیو سبیلہ کی فلم "The Adventures of God" دکھائی گئی۔ قبل ازیں شری بدھادیب بھٹا چاریہ نے گزشتہ ۴ نومبر کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ اس بار کلکتہ فلم فیسٹیول میں لوبونویل اور جیمس آئیوری کی فلموں کو شامل کیا گیا ہے۔ لوئس بونویل کو ان کی تصاویر کی نمائش اور فلموں کی نمائش کے ذریعہ صد سالہ خراجِ عقیدت پیش کیا جائے گا۔ بونویل کی تقریباً بارہ فلمیں دکھائی جائیں گی۔ "گودار ۷۰ میں" کے تحت ژاں لاک گودار کی ۹ فلموں کی نمائش کی جائے گی۔ جی۔ اراوندن کو ان کی ۹ فلموں کی نمائش کے ذریعہ خراجِ عقیدت پیش کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں فلم "انڈیا ورلڈ وائڈ" کے تحت، سینما انٹرنیشنل کے تحت، "انڈین سلیکٹ" کے تحت اور بچوں کی فلموں کے انتخاب کے ذریعہ اس فلم فیسٹیول میں تقریباً ۳۰ ممالک کی ۴۷ عصری فلموں کے ساتھ کل ایک سو چوالیس (۱۴۴) فلموں کی نمائش کا فیصلہ کیا گیا ہے ٭٭

کیریئر کی پریس سے بات چیت



کلکتہ ۱۱ نومبر: امسال بھی کلکتہ فلم فیسٹیول کے موقع پر نندن میں میڈیا سنٹر قائم کیا گیا جس میں ہر شو سے قبل اہم فلمی شخصیتوں سے پریس کی بات چیت کے لئے سبیل نکالی گئی۔ اس سلسلے کی ایک کڑی جان کلاڈ کیریر کی ملاقات تھی۔ کیریر نے بونویل کے ساتھ ان کے گزرے دنوں کے واقعات پر بول رہے تھے۔ انہوں نے عرصۂ دراز تک بونویل کی فلموں کے لئے اسکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ وہ تقریباً ۲۰ برسوں تک بونویل کے ساتھ یادگار دن گزارے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں بونویل کے ساتھ کام کرتے ہوئے بڑا لطف آتا تھا۔ موصوف ان سے ۳۱ سال بڑے تھے۔ کام کے دوران انہوں نے آنجہانی سے بہت کچھ سیکھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اب بھی ان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیریر نے بونویل کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور اسپین وغیرہ کی فلموں کے لئے بھی کام کیا۔ انہوں نے ادیرج دلبدہ، بیٹر بروک وغیرہ جیسے ڈائرکٹروں کے ساتھ بھی کام کیا۔ وہ ان دنوں فرنچ سوسائٹی آف آتھرس کے نائب صدر ہیں ٭٭

تصویری نمائش



ممتاز فلم ساز اور نندن کے مشاورتی بورڈ کے چیئرمین شری ترون مجمدار نے گزشتہ ۱۱ نومبر کو نندن کمپلکس میں ایک تصویری نمائش کا افتتاح کیا۔ شری مجمدار نے نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اس نمائش میں بہت سی نایاب و نادر تصاویر کو جمع کیا گیا ہے اس سے فیسٹیول کا ماحول اور بھی خوشگوار اور روح افزوز ہو جائے گا۔

اس نمائش میں دنیا کے دو عظیم فلم ساز لیو بونیل اور ژاں لاک گودار کی منتخبہ تصاویر سجائی گئی ہیں۔ اس سال کو بونیل کے ۱۰۰ ویں یوم پیدائش کے طور پر منایا گیا اور اس موقع پر اس عظیم ہدایت کار و فلم ساز کو ان کی تصاویری نمائش کے ذریعہ خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

"گودار ۷۰ میں" کے تحت گوڈرڈ اور ان کی منتخبہ فلموں کی نایاب تصاویر کی نمائش کی گئی جو کافی دیدہ زیب ہے۔

بنگلہ سینما کے دادا ٹھاکر یعنی چھوبی لبواس کو بھی نمائش میں اجاگر کیا گیا ہے۔ فلمی دنیا کے مذکورہ دو عظیم فن کاروں کے ساتھ چھوبی لبواس کی خوبصورت تصویر نے ان کی شاندار موجودگی کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے اس نمائش کا معائنہ کیا ؛؛

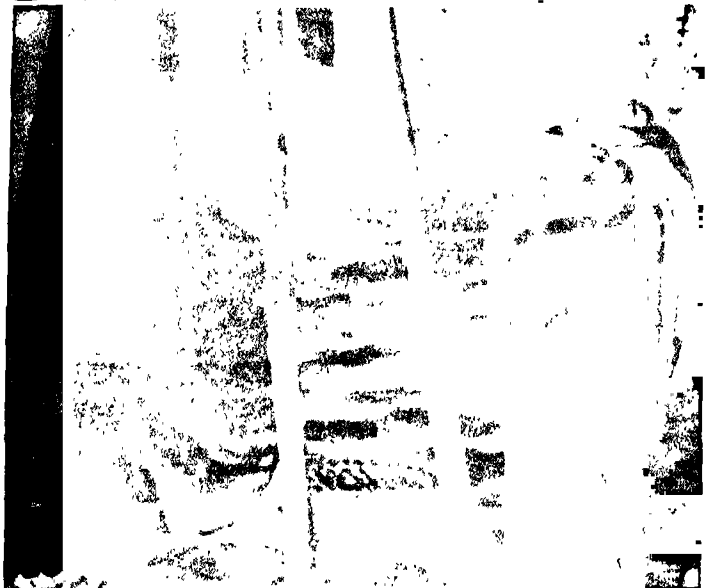
بک بازار

بنگلہ کے مشہور شاعر و ادیب شری سُنیل گانگولی نے گزشتہ ۱۱ نومبر کو نندن کے قریب بنگلہ اکاڈمی کے کمپلکس میں "بک بازار" کا افتتاح کیا۔ شری گانگولی نے "بک بازار" کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ فلمیں دیکھنے کے ساتھ ساتھ فلمی شائقین کے لئے فلمی کتابوں کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ فلم سازی کے اصولوں سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اس طرح بک بازار بھی فلم فیسٹیول کا ایک اہم حصہ بن گیا ہے۔ بک بازار میں ہندستانی اور بیرونی مطبوعات پر مبنی کتابوں کی نمائش برائے فروخت کی گئی۔ اس اسٹال میں عام لوگوں کی کافی بھیڑ دیکھی گئی ؛؛



مشہور شاعر و ادیب اور صحافی شری سُنیل گانگولی بک بازار کا افتتاح کرنے کے بعد ایک اسٹال کا معائنہ کرتے ہوئے۔

سنیما کے رُجحانات — ۱۹۵۰ء سے ۱۹۸۰ء تک



ستیہ جیت رائے کی مشہور فلم "پاتھر پانچالی" کا ایک منظر

- ★ اس زمانے میں سینما نے عوام کی توقعات اور آرزوؤں کی عکاسی کی ہے۔
- ★ متوازی سنیما کو فروغ حاصل ہوا ہے۔
- ★ بڑی تعداد میں فلمی ادارے قائم ہوئے ہیں۔

آزادی کے بعد کے ۵۳ برسوں میں ہماری فلمی صنعت مخصوص کلچر سے جڑی ہونے اور اپنے وسائل پر انحصار کرنے کی وجہ سے کامیابی سے ہمکنار ہوتی رہی ہے۔ ان دہائیوں میں ہمارے سماجی و ثقافتی ڈھانچے کی پیچیدگی، روایت، نسل، ذات پات، مذہب، عصری و جدید طاقتوں کے ٹکراؤ اور اجتماع، بدلتی ہوئی شہری اور درمیانہ طبقے کی قدروں اور رویّوں کا ہمارے سنیما پر کافی اثر پڑا ہے۔

ہندستانی سینما میں ہمیشہ ان چیزوں کا عکس دکھائی دیتا رہا ہے۔ بہت سارے طریقوں سے ۱۹۵۰ء کی دہائی میں ہمارے نظام سیاست کا ازسرِنو آغاز ہوا ہے۔ ہم نے نہ صرف جمہوری آئین اختیار کیا، بلکہ پہلا عام چناؤ بھی کرایا۔ پہلا پنج سالہ منصوبہ تیار کیا، بھاری صنعتیں اور ہائیڈرو الیکٹرک پروجیکٹ شروع کئے۔ نئے ثقافتی ادارے قائم کئے اور پہلے بین الاقوامی فلمی میلے کا انعقاد کیا۔

ان واقعات نے ہندستانی سنیما میں ایک انقلاب برپا کیا اور فلمسازوں نے غریبی اور استحصال پسند سماجی نظام جیسے مسائل کو اجاگر کیا۔ کلکتہ میں، جہاں نیو تھیٹرس نے بی سی بروا کی "دیو داس" جیسی بہت ساری کلاسیکی فلمیں تیار کیں، جن میں کے ایل سہگل نے المیہ کردار ادا کیا تھا، وہیں ستیہ جیت رے نے "پوتھیر پانچالی" (۱۹۵۵ء)، "اپراجیتو" (۱۹۵۶ء) اور "اپور سونسار" (۱۹۵۹ء) کے ذریعہ سینما کا ایک نیا روپ پیش کیا تھا۔ ستیہ جیت رے نے سینما کو ایک نئی تعمیری جہت دی اور مرینال سین کے ساتھ مل کر متوازی سینما کی داغ بیل ڈالی۔

ممبئی میں نئے فلم سازوں کی ایک کھیپ نے شانتارام اور سہراب مودی جیسے ہدایتکاروں کے علاوہ بامبے ٹاکیز، پربھات اور دیگر اسٹوڈیوز کی تیار کردہ فلموں کی بنیاد پر فلم سازی کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ خواجہ احمد عباس نے، جو انڈین پیپلز تھیٹر ایسوسی ایشن (آئی پی ٹی اے) سے گہری وابستگی رکھتے تھے، تن تنہا یا دوسروں کے اشتراک سے سماجی اہمیت کی حامل کئی فلمیں تیار کیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور فلمیں "آوارہ" (۱۹۵۱ء) اور "شری ۴۲۰" تھیں، جو انہوں نے راجکپور کے ساتھ بنائی تھیں۔

ان فلموں میں سماجی پیغامات واضح تھے اور آج کے مختلف طبقات کے مابین فرق کو اجاگر کیا گیا تھا۔ بمل رائے بھی ایسے ہی ایک فلمساز تھے، جنہوں نے ہندستان کے حالات پر حقیقت پسندانہ فلمیں تیار کیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور فلم "دو بیگھہ زمین" تھی جس میں ہندستانی کسانوں کی حالت زار پیش کی گئی تھی۔

9

بلراج ساہنی نے اس فلم میں ہیرو کا رول کیا تھا اور اپنی شاندار اداکاری کے ذریعہ اسے جدید کلاسکس کی صف میں شامل کیا۔

ہندی سینما کو نئی جہت بخشنے والے اس عہد کے ایک اور فلمساز گرو دت تھے۔ "پیاسا" (۱۹۵۷ء) اور "کاغذ کے پھول" (۱۹۵۹ء) جیسی ان کی فلموں میں رومان، المیہ اور شاعری کا حسین امتزاج تھا۔ اسی دوران محبوب کی "مدر انڈیا" نے ہندستانی سینما میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اس نے ان مسائل کو اجاگر کیا جو ایسے سماج میں انتہائی دھماکہ خیز ہو سکتے ہیں، جہاں مشترکہ کنبے کا نظام ختم ہوتا جا رہا ہے اور یہ بتایا کہ گاؤں کی معیشت جو کبھی خود مختار ہوا کرتی تھی اب زبردست تبدیلیوں سے دوچار ہے۔

۱۹۵۰ء والی دہائی کے سوالات ۱۹۶۰ء والی دہائی میں مایوسی میں بدل گئے۔ جدید ہندستان کے معمار پنڈت جواہر لال نہرو اور پھر جلد ہی دوسرے وزیر اعظم لال بہادر شاستری کے انتقال سے یہ صورت حال پیدا ہوئی تھی۔ اس دہائی میں ہندستان کو دو جنگیں لڑنی پڑیں... ایک پاکستان سے اور دوسری چین سے۔ ملک میں زبردست قحط سالی آئی اور غیر ملکیوں سے بڑے پیمانے پر غلہ درآمد کرنا پڑا۔ عوام کا بڑھتا ہوا غصہ رتوک گھٹک کی فلموں میں دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنا فلمی کیریر ۱۹۵۰ء والی دہائی میں شروع کیا تھا تاہم ۱۹۶۰ء والی دہائی میں انہوں نے جو فلمیں بنائیں ان میں عوام کا بڑھتا ہوا غم و غصہ صاف جھلکتا ہے۔ ان فلموں میں "میگھ ڈھکے تارا" اور "سبرنو ریکھا" خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

اس دہائی میں بہت سارے فلمی ادارے وجود میں آئے جنہوں نے ہندستانی سینما کو زیادہ بامعنی بنانے میں مدد دی۔ ان اداروں میں فلم اینڈ ٹیلی ویژن انسٹی ٹیوٹ، فلم آرکائیوز آف انڈیا، فلم فنانس کارپوریشن اور فلم ایکسپورٹ



مرینال سین "انترین" کے سیٹ پر

کارپوریشن شامل ہیں۔

بین الاقوامی فلمی میلوں کا اہتمام زیادہ تواتر کے ساتھ کیا جانے لگا جس کے نتیجے میں اطلاعات و نشریات کی مرکزی وزارت کے تحت ڈائرکٹوریٹ آف فلم فیسٹیولس وجود میں آیا۔

ان اداروں نے باصلاحیت نوجوانوں کی صلاحیتوں کو جلا بخشی اور فلم سازوں کی ایک نئی کھیپ تیار کی۔ اس سے متوازی سینما کو فروغ حاصل ہوا جس کی داغ بیل ستیہ جیت رے اور مرینال سین نے ڈالی تھی۔

اس طرح ۱۹۷۰ء والی دہائی کے ہندستانی سنیما میں دو مختلف رجحانات دکھائی دئے۔ حالانکہ ان دونوں رجحانات میں اس وقت کے سماجی، ثقافتی و معاشی ماحول سے عوام کی بڑھتی ہوئی ناراضگی نمایاں تھی۔

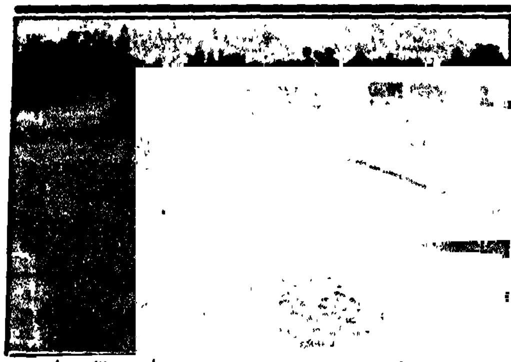
متوازی سنیما میں یہ سب کچھ دکھائی دیا اور اس کے نتیجے میں بنگال میں مرینال سین اور ریدھا داس گپتا، کیرالا میں جی ارویندن اور اڈور گوپال کرشنن، کرناٹک میں بی وی کارنتھ، گریش کرناڈ اور گریش کسر والی اور ممبئی میں شیام بینیگل، باسو چٹرجی، باسو بھٹاچاریہ اور اوتار کول نے چند بے مثال فلمیں بنائیں۔ ان کے فوراً بعد ایک نئی کھیپ آئی جس میں ایم ایس ستیو، منی کول، کمار ساہنی، جبار پٹیل، گووند نہلانی، سعید مرزا، بپلب رائے چودھری اور کیتن مہتہ شامل ہیں۔ ۱۹۵۰ء سے لیکر ۱۹۷۰ء والی دہائی تک کا ہندستانی سینما تجارتی بھی تھا اور تجرباتی بھی۔ اسی زمانے میں چند پیشہ ورانہ ادارے قائم کئے گئے تاکہ ہندستانی نوجوان فلمسازی کے مختلف شعبوں میں عالمی معیار کی مہارتیں حاصل کر سکیں ٭٭

حالیہ سیلاب سے مغربی بنگال کے نو۹ اضلاع بُری طرح متاثر

ایک بار پھر مغربی بنگال شدید ترین سیلاب کے عتاب سے دو چار ہے۔ سیلاب نے اس ریاست کے ۱۷۔ اضلاع میں سے ۹۔ اضلاع کو بُری طرح تہس نہس کر ڈالا ہے۔ میورا کشی اور دامودر وادی نظام جیسے واٹر مینجمنٹ نظاموں کے طاس علاقوں میں غیر متوقع موسلا دھار اور لگاتار بارش ہوتی رہی ہے۔ اس صورت حال کو متعدد ڈیم سے پانی کے اخراج نے مزید بگاڑ ڈالا۔

جہاں تک یادداشت کام کرتی ہے اس سے پہلے مذکورہ نو۹ اضلاع میں لوگ اس نوعیت کے قدرتی آفات کا شکار نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا اس واقعہ کو قومی سطح پر ایک بڑے المیہ کے طور پر تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔ بنیادی طور پر بارش ۱۷ ستمبر سے ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء تک لگاتار ہوتی رہی۔ بارش اور سیلاب کے دیگر اسباب نے اکتوبر کے پہلے ہفتہ کے دوران شدت اختیار کرلی تھی۔ گزشتہ ستمبر کے مذکورہ بالا دنوں کے دوران کل بارش سانجور ڈیم اور میورا کشی ڈیم نظام کے طاس علاقوں میں ۱۰۰۰ ملی میٹر سے تجاوز کر چکی تھی۔ سانجور ڈیم اور تلپاڑہ بیرج کے درمیان واقع طاس علاقہ میں بھی بارش جیسا کہ پہلے تذکرہ کیا جا چکا ہے نہایت بلند تھی۔ ان علاقوں میں بارش ۱۱۰۰ ملی میٹر تا ۱۴۸۰ ملی میٹر ہوئی اور وہ بھی کہیں کہیں۔ الغرض جملہ سالانہ اعداد و شمار سے بھی مذکورہ بالا اعداد و شمار تجاوز کر چکی تھی۔

۱۷۔ اضلاع میں سے ۹۔ اضلاع — بیر بھوم، بردوان، مرشد آباد، ندیا، ہگلی، ہوڑہ، مدنا پور، شمالی ۲۴ پرگنہ اور مالدہ ہے ہیں۔ ۷۳ میونسپلٹیاں اور ۱۴۴ بلاک مذکورہ سیلاب سے متاثر ہوتے ہیں۔ تقریباً ۲ء۱۷ کروڑ پر مشتمل کل آبادی سیلاب ہٰذا سے متاثر ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں اب تک ۱۰۷۔ افراد کی اموات کی خبریں موصول ہوئی ہیں اور اب تک ۲۲۵۔ افراد لاپتہ ہیں۔ اس سیلاب سے ۲۲۶۱۲۵۷ مویشی متاثر ہوئے ہیں اور موصولہ اطلاع



ایک شاہراہ : فوٹو: چترنگن بولپور

کے مطابق ان میں سے ۲۸۸۲۹ مویشی مارے گئے ہیں۔ سیلاب زدہ مجموعی فصل رقبہ جو مذکورہ ریاست کے اس چاول طاس علاقہ میں واقع ہے، ۱۷ء۱۰ لاکھ ہیکٹار پر مشتمل ہے اور اس سیلاب میں ۵۰۰ کروڑ روپے کی کھڑی فصل برباد ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً ۲۸۰ کروڑ روپے کی مالیت کے مکانات تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ متعدد علاقوں میں سڑک اور ریل گاڑیوں کی پٹریاں زیر آب تھیں اس لئے ان سے راحت پہنچانے کے کام کاج میں بھی کافی رکاوٹ پیش آئی۔ متعدد مقامات پر قومی شاہراہیں بُری طرح ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں۔ حالیہ تخمینوں کے مطابق ۱۸۸ کروڑ روپے کی مالیت کے آبپاشی ڈھانچے تباہ و برباد ہوئے ہیں۔ تیرہ فوجی دستوں، ۳۲ فوجی کشتیوں اور چار M 117/M 18 ہوائی فوج کے ہیلی کاپٹروں کو راحت رسانی کے کاموں میں لگایا جا چکا ہے۔ سیول ڈیفنس کی بھی ۵۰ تیز رفتار کشتیوں کو راحت کے کام میں لگانے کے لئے راضی کر لیا گیا۔ کلکتہ کے ۳۰۰ دیسی کشتیوں / لانچوں کو بھی بچاؤ اور راحت کاری کے کام کاج میں لگایا جا چکا ہے۔

سیلاب سے متاثر سڑکوں کی مرمت میں تقریباً تخمینہ شدہ ۱۰ کروڑ روپے کی لاگت آئے گی۔ شمالی بنگال کے ساتھ ریل گاڑیوں کے رابطے بھی منقطع ہو چکے ہیں اور ان کی مرمت اور بحالی میں کافی وقت لگے گا۔ اب تک لگائے گئے تخمینہ کے مطابق اس سیلاب سے

کل ۳۰۸۹ کروڑ روپے کا خسارہ ہوا ہے۔ بچاؤ اور راحت کے کام جاری ہیں اور ریاستی حکومت ابتک تقریباً ۸۰ کروڑ روپے خرچ کر چکی ہے۔ ۳۱ لاکھ افراد کو سیلاب کے دوران موت کے منھ سے بچایا جا سکا ہے اور انہیں راحت خیموں میں رکھا گیا ہے۔

بیر بھوم کا ایک بڑا علاقہ سیلاب کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ مرشد آباد ضلع میں واقع کاندی سب ڈویژن پورے طور پر زیر آب تھا۔ مذکورہ بالا مدت کے دوران براہمپور جو مرشد آباد ضلع کا ضلع ہیڈکوارٹر شہر ہے، میں بھی بارش تقریباً ۱۲۰۰ ملی میٹر ریکارڈ کی گئی ہے اور اتنی شدید بارش کی وجہ سے شہر ہذا پورے طور پر پانی میں ڈوب چکا تھا۔ بھاگیرتی ندی جو ضلع ہذا کی بنیادی ڈرینج آرٹیری ہے طغیانی مار رہا تھا اور آج بھی اس کی طغیانی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ اس طغیانی کا سبب اس کی معاون ندیوں یعنی میوراکشی،

جدول – 1

آفات کے سبب ہونے والی تباہ کاریوں، کالامیٹی راحت فنڈ کا اجراء اور اضافی ضروریات کے عارضی تخمینوں کا خلاصہ۔

سیریل نمبر	سیکٹر	تباہ کاریوں کی قدر و قیمت (لاکھ روپوں میں)	راحت / بحالی ضروریات (لاکھ روپوں میں)	ابتک سی آر ایف کی جاری کردہ (لاکھ روپوں میں)
۱۔	بچاؤ اور راحت کاری	—	۸۰۰۰٫۰۰	۶۴۶۹٫۵۳
۲۔	صحت	۸۴۱۹٫۰۰	۲۱۱۹٫۰۰	۲۹۷٫۰۰
۳۔	دیہی رہائش	۲۸۰۰۰٫۰۰	۲۸۰۰۰٫۰۰	—
۴۔	آبپاشی اور آبی گزرگاہیں	۲۸۸۲۵٫۰۰	۱۸۸۲۵٫۰۰	۸۴۷٫۰۰
۵۔	پانی سپلائی	۵۵۶۵٫۵۰	۴۵۱۲٫۷۵	—
۶۔	مقامی ادارے	۱۵۰۰۰٫۰۰	۵۰۰۰٫۰۰	۱۰۰٫۰۰
۷۔	زراعت	۱۵۰۰۰۰٫۰۰	۹۰۰۰٫۰۰	—
۸۔	حیوانی وسائل	۱۸۶۷۰٫۶۵	۳۶۷۰٫۶۵	۵۰٫۰۰
۹۔	پبلک ورکس اور روڈس	۲۵۰۰۰٫۰۰	۱۱۰۰۰٫۰۰	۲۰۰٫۰۰
۱۰۔	ماہی پروری	۱۸۳۸٫۰۰	۱۸۳۸٫۰۰	—
۱۱۔	گھریلو اور چھوٹے پیمانہ کی صنعتیں	۹۷۲۶٫۰۰	۹۷۲۶٫۰۰	—
۱۲۔	خوراک پروسیسنگ اور باغبانی	۱۰۰۰٫۰۰	۱۰۰۰٫۰۰	—
۱۳۔	جنگلات	۶۸٫۰۰	۶۸٫۰۰	—
۱۴۔	بجلی	۵۰۱۴٫۸۵	۱۷۱۴٫۸۵	—
۱۵۔	تعلیم	۱۳۵۰۰٫۰۰	۳۵۰۰٫۰۰	—
۱۶۔	ٹرانسپورٹ	۴۸۱٫۰۰	۴۸۱٫۰۰	—
۱۷۔	شعبۂ آبی تحقیق و تفتیش	۸۶۵٫۰۰	۸۶۵٫۰۰	—
	کل	۳۰۸۹۷۳٫۰۰	۱۰۶۳۲۰٫۲۵	۷۹۶۳٫۵۳

مطلوبہ امداد ۹۶۲۱۰٫۲۵ لاکھ روپے (یعنی ۲۰۰۱-۲۰۰۰ء کے دوران ۱۰۱۱۰٫۰۰ روپے - ۱۰۶۳۲۰٫۲۵ لاکھ روپے سی آر ایف کا حصہ تھا)

دوارکا، بانسلوئی، براہمنی ندیوں وغیرہ کے ہائی اپلینڈ اخراج بنتے ہیں۔

اجوئے ندی کے طاس میں ۵۵۰ ملی میٹر سے بھی زیادہ بارش ہوئی ہے۔ سیکاٹیا اور جام تاڑا میں واقع دو بارش پیمائش سٹیشنوں نے ۲۰ اور ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء کو ۸ بجے صبح کے قریب ۲۴ گھنٹے کے اندر ۵۶۹ ملی میٹر اور ۵۸۲ ملی میٹر بالترتیب بارش ریکارڈ کی ہے۔ اجوئے ندی کے بائیں اور داہنے دونوں ہی پشتوں کو اونچی طغیانی کے اخراج نے توڑ پھوڑ ڈالا ہے اور اس کی وجہ سے بردوان اور بیر بھوم ضلع کا ایک وسیع علاقہ زیر آب ہو گیا تھا۔ اجوئے ندی کی آبی سطح نے صرف ایک دن کے دوران ۴ میٹر اوپر اٹھ کر پشتوں کو توڑا اور سیلابی صورت حال پیدا کر دی۔

۲۰ اور ۲۱ ستمبر کے دوران دامودر براکر بیسن میں بھی شدید بارش ہوئی تھی۔ براکر سے ماتھن ڈیم میں پانی کے بہہ کر آنے کی شرح بڑھ کر ۳۸۰۰۰ کیوسک کو پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح دامودر کو بھی پنچٹ ڈیم کے طاس میں موسلا دھار بارش کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۰ء کے ساڑھے گیارہ بجے دن سے ۲۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کے ایک بجے دن تک کے دوران ڈیموں سے جملہ پانی کا اخراج ۲۰۰۰۰۰ کیوسک ہوا تھا۔

اس بلند طغیانی نے ندیا، بردوان، ہگلی اور ہوڑہ کے اضلاع کو بہت بری طرح متاثر کیا تھا۔ ندیا کے تمام بلاک بیشتر طور پر زیر آب تھے اور ہگلی ضلع میں آرام باغ اس سیلاب سے بہت بری طرح متاثر ہوا تھا۔ ہوڑہ ضلع نہایت ہی تشویشناک صورت حال سے دوچار ہے۔ فی الحال ندیا کی بھی صورت حال نہایت ہی تشویشناک ہے اور اس کی یہ صورت حال اور کچھ روز ایسی ہی رہے گی۔ آج بھی حقیقت میں ضلع ہذا کی صورت حال نہایت ہی تشویشناک ہے۔ بچاؤ اور راحت کاری کا کام بڑے زور و شور سے چل رہا ہے۔

اس ریاست کو ۱۱ ویں مالیاتی کمیشن کی سفارش کردہ نیشنل سنٹر برائے کالامیٹی منیجمنٹ (این سی سی ایم) سے متعلق قومی فنڈ کی شدید ضرورت ہے یا اس کو کسی دوسری مناسب مد سے فاضل امداد عام بجٹری گنجائش سے ملنی چاہئے۔ ریاستی حکومت نے جلد

از جلد ایک مرکزی مشاہدہ ٹیم یہاں روانہ کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔

لہٰذا حکومت ہند سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ کل تخمینہ شدہ خسارہ ۳۰۸۹.۰۰ کروڑ روپے کے مقابلہ میں بطور امداد ۹۶۲.۰۰ کروڑ روپے سنٹرل بجٹری گنجائش کے علاوہ ایک فاضل امداد فراہم کروائیں۔ سیکٹر وار خسارہ اور سی آر ایف سے جاری کردہ فنڈ کے ہمراہ بحالی لاگت کی تفصیلات پچھلے صفحے (۱۲) پر درج جدول نمبر 1 میں پیش کی گئی ہے۔

بچاؤ اور راحت کاری:

۱۷ ستمبر ۲۰۰۰ء سے ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء تک کے دوران مختلف مقامات پر میورا کشی ندی کے طاس میں مسلسل اور موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ سانجوڑ ڈیم اور میورا کشی کمان کے طاس میں بیشتر بارش پیمائش اسٹیشنوں سے حاصل کردہ ریکارڈس کے مطابق مذکورہ ۹۶ گھنٹوں کے اندر کل بارش ۱۰۰۰ ملی میٹر سے تجاوز کر چکی تھی، لہٰذا سانجوڑ ڈیم میں کثیر مقدار میں پانی داخل ہوا، مسلسل اور موسلا دھار بارش نے بھی صورت حال کو مزید خراب کر دیا۔

بیر بھوم:

مذکورہ بالا ڈیم اور تل پاڑہ بیراج کے درمیان واقع طاس میں بھی زبردست بارش ہوئی۔ سیوڑی، تانتولوئے، تل پاڑہ اور دیگر علاقوں میں بارش ۱۰۵۰ تا ۱۴۸۰ ملی میٹر ہوئی۔ مذکورہ بالا مدت کے دوران ضلع بیر بھوم کے سب ڈویژنل شہر رامپور ہاٹ میں بھی ۱۴۸۰ ملی میٹر بارش ہوئی۔

ضلع بیر بھوم کا ایک وسیع علاقہ سیلابی پانی سے بری طرح متاثر ہوا۔ ضلع بیر بھوم میں ۳۸۲۵۰۰ ہیکٹر قطعات اراضی سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ ۳۲۰۰۰۰ ہیکٹر کاشتکاری کی زمین بھی سیلاب سے متاثر ہوئی ہے۔ اس سیلاب سے کل ۲۲۸ افراد مرے اور دس افراد کا کوئی پتہ نہیں ملا۔ ۵۲۷۰۰۴ مکانات تباہ و برباد ہوئے۔ ۱۹ بلاک متاثر ہوئے۔ اس قدرتی آفت سے ۳۵.۰۰ لاکھ آبادی متاثر ہوئی۔

مرشد آباد: مرشد آباد بھی اس سیلاب سے بری طرح

متاثر ہوا۔ میوراکشی بیسن کے نچلے حصے میں واقع مرشدآباد ضلع کا پورا کاندی سب ڈویژن مکمل طور پر زیرآب تھا۔ مذکورہ بالا مدت کے دوران ضلع ہیڈکوارٹر برہم پور میں بھی غیرمعمولی طور پر تقریباً ۱۲۰۰ ملی میٹر بارش ہوئی اور برہم پور تشویشناک حد تک سیلاب کا شکار ہوگیا۔ اس ضلع میں ۵۳۶۰۰ ہیکٹائر کاشتکاری علاقہ متاثر ہوا۔ ۲۵۷ انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور ۲۰۰ افراد کے اب تک گم ہوجانے کی رپورٹ ملی ہے۔ ۴۷۰۰۰ مکانات کو نقصان پہنچا۔ ۲۶ عدد بلاکوں، ۷ میونسپلٹیوں اور ۲۲۵ عدد گرام پنچایتوں کو سیلاب ہٰذا نے نقصان پہنچایا۔ ۱۹۸۰ عدد فلڈ شیلٹر کھولے گئے۔

ندیا :

بھاگیرتی ندی بھی اپنی حسبِ معمول سطح سے اوپر بہہ رہی تھی کیونکہ اس کی معاون ندیوں — میوراکشی، دوارکا، بنسلوئی، براہمنی، پگلا وغیرہ کا پانی بھی اس میں شامل ہو رہا تھا۔ نتیجہ کے طور پر ندیا ضلع پورے طور پر اس سیلاب سے متاثر ہوا تھا۔ سروپ گنج کے مقام پر بھاگیرتی، جالنگی کی آبی سطح ۲ر۸۸ میلی میٹر تک اٹھ گئی تھی اور اس نے خطرہ کے نشان کو عبور کر لیا تھا۔ شہر کرشنا نگر اور نوادیپ ڈوب چکے تھے۔ ماتھا بھانگا - جالنگی ندی کے ذریعہ پدما ندی میں رونما ہوئی طغیانی نے یہاں کی صورتِ حال کو مزید بگاڑ ڈالا۔ زیادہ تر ندیا کے تمام بلاک پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کلیانی شہر بالکل زیرآب تھا۔

بردوان، ہگلی اور ہوڑہ :

اجوئے ندی کے طاس میں بھی شدید اور موسلادھار بارش ہوئی تھی۔ ۴۸ گھنٹوں کے وقفہ کے دوران دامودر براکر بیسن میں زبردست بارش ہوئی تھی۔ ۲۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کو ۲۲۰۹۲۰۰۰ کے ساڑھے گیارہ بجے سے ایک بجے دن تک مندرد ڈیم سے ۲۰۰۰۰ کیوبک آبی اخراج عمل میں لایا گیا تھا۔ بالآخر زبردست بارش کے ساتھ اس زبردست آبی اخراج نے بردوان، ہگلی اور ہوڑہ کو بری طرح نقصان پہنچایا تھا۔

ضلع بردوان میں اس سے ۲۲ر۰۰ لاکھ افراد متاثر ہوئے، ۲ر۰۰ لاکھ مکانات کو نقصان پہنچا، ۲۲ عدد بلاک متاثر ہوئے ہیں۔ سیلاب زدہ لوگوں کو پناہ دینے کے لئے ۴۰۰۰ راحت گاہیں کھولی گئی ہیں۔

ضلع ہوگلی میں واقع پرسورہ اور کھاناکول بلاک بیشتر طور پر پانی میں ڈوبے ہوئے تھے اور آرام باغ وسیع پیمانے پر سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا۔ ۴ سب ڈویژن — آرام باغ، صدر، چندن نگر اور سری رام پور متاثر ہوئے تھے۔ ۲۳۵۰۰۰۰ افراد متاثر ہوئے تھے۔ ضلع ہوگلی میں ۴ افراد کی موت ہوئی۔

ہوڑہ ضلع بھی سیلاب سے بُری طرح متاثر ہوا تھا۔ ہوڑہ میں ۵۲۶۷ مکانات کو نقصان پہنچا تھا۔ ۳ر۴۴ لاکھ آبادی اس سے متاثر ہوئی تھی۔ دو افراد مرے تھے۔

شمالی ۲۴ پرگنہ :

شمالی ۲۴ پرگنہ ضلع بری طرح متاثر ہوا تھا۔ اس ضلع کا ایک وسیع علاقہ زیرآب تھا۔ سیلاب سے بن گاؤں سب ڈویژن سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ باگدہ، بن گاؤں اور گائی ہاٹا بلاکوں کی سیلابی صورت حال بڑی تشویشناک ہے۔ بنگلہ دیش اِچھامتی، کاپوتاکھا سے سیلابی پانی کی آمد سے پورا سب ڈویژن سیلاب کی زد میں آگیا ہے۔

مالدہ :

۱۸ ستمبر ۲۰۰۰ء سے شروع ہونے کے گزشتہ ۵ دنوں کے دوران مالدہ میں ۲۵۸ ملی میٹر زبردست بارش ہوئی۔ مسلسل سیلابی زور ۶ ترک کردہ پشتوں کو بہالے گیا تھا۔ نتیجہ کے طور پر انگلش بازار، کالیاچک - II، مانک چک، مانک چک - III سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئے تھے۔ گنگا اور فولہار میں پانی کی سطح اونچی ہونے کی وجہ سے رتوا - I اور رتوا - II بلاک کے بیشتر علاقے بھی زیرآب ہوگئے تھے۔ اس ضلع کے کل ۹۸۷۰۰ افراد متاثر ہوئے تھے۔ کل ۱۹۷۴۰ خاندان متاثر ہوئے تھے۔ ۷۸۵۰ عدد مکانات کلی طور پر غرقِ آب ہوگئے تھے اور ۵۷۰۰ مکانات جزوی طور پر سیلاب سے متاثر ہوئے تھے۔ ۳۵۰۰ عدد خاندانوں کو عارضی طور پر محفوظ مقامات پر منتقل کیا گیا۔ بنیادی

طور پر کٹ گئی کی وجہ سے کالی چک - II بلاک میں تقریباً ۵ر۴ مربع کیلومیٹر پر مشتمل قطعات آراضی کو ندی گنگا کے پانی نے پورے طور پر اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا۔

مدناپور:

۱۸ر اور ۱۹ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو ضلع ہذا میں شدید اور موسلادھار بارش ہوئی اور ضلع کا ایک حصہ زیر آب آگیا۔ ۱۱ عدد بلاک، ۶۱ عدد گرام پنچایتیں اور ۴ر۶ لاکھ سے زائد افراد اس سے متاثر ہوئے۔ ۵ افراد کی جانیں ضائع ہوئیں۔ سیلاب سے متاثر بے گھر لوگوں کو پناہ دینے کے لئے ۴۸ خیمے لگائے گئے۔ ۱۴۳۳ر۱ افراد کو خیموں میں رکھا گیا تھا۔

سیلابی صورت حال پر ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو پیش کردہ ایک اسٹیٹس رپورٹ مشمولات میں شامل کی گئی ہے۔

اس تباہی مچانے والے سیلاب کی پیدا کردہ صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے متاثرہ اضلاع کو دیئے گئے راحت کے سامانوں کا بھی تذکرہ مشمولات میں شامل کیا گیا ہے۔

کسی بھی قدرتی آفت کے آنے پر انتظامیہ اس امر کو ترجیح دیتی ہے کہ متاثرہ افراد کے جان و مال کو بچایا جاسکے۔ خطرہ سے انہیں محفوظ مقامات پر لے جایا جاسکے اور ان کے کھانے، کپڑے اور صحت کا خیال رکھا جاسکے۔ جیسے ہی آفت کے نازل ہونے کی خبر ملتی ہے ویسے ہی ضلع انتظامیہ وہاں پہنچ جاتی ہے اور مصیبت کے مارے لوگوں کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ سیول ڈیفنس کے حکام، دیسی کشتیوں کی حصولی، مقامی طور پر دستیاب میکانائزڈ کشتیوں اور فوجی دستوں کو راحت کے کام میں لگایا جاتا ہے۔ گرام اور گاؤں سطح پر شہری انتظامیہ وسیع طور پر مائیک کے استعمال، ریڈیو، ٹی وی اور کیبل نیٹ ورک کے ذریعہ لوگوں کو خطرات سے آگاہ کرکے ان کی جانیں بچائی جاتی ہیں۔ ۹۔ اضلاع میں ۲۹ر۳۰ لاکھ لوگوں کی جانیں بچائی گئی تھیں۔ کل ۱۰۲۰۰ راحت شیلٹر کھولے گئے۔ ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۰ء تک ۰۰ر۴۰۹۰ لاکھ روپے بطور راحت کانٹی جنسی، ۰۰ر۲۷ لاکھ روپے کی مالیت پر مبنی خصوصی جی۔ آر ۸۰۰ر۱ ملین ٹن گیہوں، ۰۴ر۲۳۰۶ لاکھ روپے کی مالیت پر مشتمل ۶۰۰ر۱۸ ملین ٹن خصوصی چاول مصرف میں لائے گئے۔

اب تک سیلاب سے متاثر مفلوک الحال لوگوں کے درمیان تقسیم کے لئے ۳۰۰۰۹ عدد ترپال، ۷۰۰۰ر۳ عدد لنگی دی گئیں ہیں۔ اب تک بچاؤ اور راحت کاری کے کام کے لئے تقریباً ۵۳ر۴۳۶۹ لاکھ روپے خرچ کئے جاچکے ہیں۔

سیلاب کی وجہ سے نقصانات کا تخمینہ (۲۷ر ستمبر ۲۰۰۰ء تک کا)

نمبر شمار	تباہی و نقصان کی توسیع	رقوم لاکھ روپے میں
۱۔	مرنے یا لاپتہ ہونے کے سبب	۱۸۰۲٫۷۶۲
۲۔	مویشی گاہوں کی بربادی	۱۶۵٫۰۵۰
۳۔	چارہ/دھان کی پیداوار کا زیان	۱۲۷۵۶٫۷۲
۴۔	دودھ/انڈے کی پیداوار کا زیان	۳۰۱۷٫۹۲۰
۵۔	مکانات/اثاثے کی بربادی	۱۰۷۷٫۲۲۰
	کل	۱۸۶۷۰٫۶۵

فنڈ کی ضرورت

نمبر شمار	ضروری اشیاء	رقوم لاکھ روپے میں
۱۔	اناج اور چارہ	۹۷۰٫۵۳
۲۔	ادویہ اور ٹیکے	۶۰۳٫۸۷
۳۔	مچھوٹی تھیلیوں کی سپلائی	۲۱٫۰۰۰
۴۔	مویشی گاہوں کی تعمیر نو	۱۶۵٫۰۵۰
۵۔	جانوروں اور مرغیوں وغیرہ کی سپلائی	۱۰۰۰٫۰۰۰
۶۔	شعبہ جاتی عمارتوں اور سازوسامان کی تعمیر نو	۱۰۴۹٫۲۰۰
۷۔	نقل و حمل کے امکانات	۱۰٫۰۰۰
	کل	۳۶۷۰٫۶۵

سیلاب ۲۰۰۰ء کے متاثرہ اضلاع میں راحت کاری

بتاریخ : ۲۸ ستمبر ۲۰۰۰ء
بوقت : ساڑھے چار بجے شام

اضلاع کے نام	روپے لاکھ میں	گیہوں میم = مقدار میٹرک ٹن میں ق = قیمت لاکھ میں	چاول میم = مقدار میٹرک ٹن میں ق = قیمت لاکھ میں	ترپال ت = تعداد ق = قیمت روپے لاکھ میں	دھوتی ت = تعداد ق = قیمت روپے لاکھ میں	ساری ت = تعداد ق = قیمت روپے لاکھ میں	بچوں کی پوشاک ت = تعداد ق = قیمت روپے لاکھ میں	لنگی ت = تعداد ق = قیمت روپے لاکھ میں	کل قیمت روپے لاکھ میں
مرشد آباد	۲۳۰،۰۰	میم: ۱۰۰ ق: ۹،۵۰	میم: ۵۳۰۰ ق: ۶۵۷،۲۰	ت: ۱۶۰۰۰۰ ق: ۸۰۰،۰۰	ت: ۱۰۰۰۰ ق: ۶،۳۰	ت: ۱۰۰۰۰ ق: ۷،۲۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۱،۳۰		ق: ۱۴۱۱،۵۰
بیر بھوم	۵۰،۰۰	میم: ۲۰۰ ق: ۱۹،۰۰	میم: ۴۰۰ ق: ۳۹،۶۰	ت: ۳۰۰۰۰ ق: ۱۵۰،۰۰	ت: ۱۰۰۰۰ ق: ۶،۳۰	ت: ۱۰۰۰۰ ق: ۷،۲۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۱،۳۰		ق: ۲۸۳،۳۰
بردوان	۷۱،۰۰	میم: ۱۰۰ ق: ۹،۵۰	میم: ۱۲۰۰ ق: ۱۱۸،۸۰	ت: ۴۵۰۰۰ ق: ۲۲۵،۰۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۳،۱۵	ت: ۵۰۰۰ ق: ۳،۶۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۱،۳۰		ق: ۴۶۲،۳۵
ندیا	۲۴۰،۰۰ (۲۲۰+۲۰)		میم: ۴۴۵۰ ق: ۵۵۱،۸۰	ت: ۹۰۰۰۰ ق: ۴۵۰،۰۰					ق: ۱۲۴۱،۸۰
ہگلی	۹۰،۵۰		میم: ۴۰۰۰ ق: ۳۹۶،۰۰	ت: ۵۰۰۰۰ ق: ۲۵۰،۰۰					ق: ۸۳۶،۵۰
ہوڑہ	۲۰،۵۰			ت: ۱۳۰۰۰ ق: ۶۵،۰۰					ق: ۸۵،۵۰
باکوڑہ	۱،۰۰	میم: ۱۰۰ ق: ۹،۵۰	میم: ۱۰۰ ق: ۱۲،۶۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۲۵،۰۰	ت: ۲۰۰۰ ق: ۱،۲۶	ت: ۲۰۰۰ ق: ۱،۴۴	ت: ۲۰۰۰ ق: ۰،۵۲	ت: ۲۰۰۰ ق: ۰،۶۹۵۰	ق: ۵۱،۹۱۵
شمالی ۲۴ پرگنہ	۱۶۰،۰۰	میم: ۱۰۰ ق: ۹،۵۰	میم: ۲۵۵۰ ق: ۳۱۶،۲	ت: ۷۰۰۰۰ ق: ۳۵۰،۰۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۳،۱۵	ت: ۵۰۰۰ ق: ۳،۶۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۱،۳۰		ق: ۸۴۳،۷۵
مدناپور	۵،۰۰		میم: ۴۰۰ ق: ۳۹،۶۰	ت: ۲۰۰۰۰ ق: ۱۰۰،۰۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۳،۱۵	ت: ۵۰۰۰ ق: ۳،۶۰	ت: ۵۰۰۰ ق: ۱،۳۰	ت: ۲۰۰۰ ق: ۰،۶۹۵۰	ق: ۱۶۳،۳۴۵
جنوبی ۲۴ پرگنہ	۲۱،۰۰			ت: ۱۰۰۰۰ ق: ۵۰،۰۰					ق: ۷۱،۰۰
مالدہ بے/سی مرشد آباد	۱۵،۰۰	میم: ۲۰۰ ق: ۱۹،۰۰	میم: ۲۰۰ ق: ۲۴،۸۰						ق: ۵۸،۸۰
کل	۹۰۴،۰۰	میم: ۸۰۰ میٹرک ٹن ق: ۷۶،۰۰	میم: ۱۸۶۰۰ میٹرک ٹن ق: ۲۳۰۶،۴۰	ت: ۴۹۳۰۰۰ ق: ۲۴۶۵	ت: ۳۷۰۰۰ ق: ۲۳،۳۱	ت: ۳۷۰۰۰ ق: ۲۶،۶۴	ت: ۲۷۰۰۰ ق: ۷،۰۲	ت: ۴۰۰۰ ق: ۱،۳۹۰۰	ق: ۵۸۰۹،۹۶

ضمیمہ ـــ ۱۳

سیلاب میں راحت کیلئے عارضی فنڈ کی ضرورت اور بحالی کا تخمینہ

(رقم ـ لاکھ روپے میں)

		ندیا	مرشدآباد	بردوان	ہگلی	بیربھوم	مدناپور	ہوڑہ	شمالی ۲۴ پرگنہ	کل	نقصان کی حد
۱۔	راحت کیمپوں میں عارضی ٹیوب ویلوں کی تعمیر (تعداد)	۲۰۸٫۰۰ (۵۲۰۰)	۲۰۸٫۰۰ (۵۲۰۰)	۲۰٫۰۰ (۵۰۰)	۲۰٫۰۰ (۵۰۰)	۱۲٫۰۰ (۳۰۰)		۸٫۰۰ (۲۰۰)	۲۰٫۰۰ (۵۰۰)	۴۹۶٫۰۰ (۱۲۴۰۰)	۴۴۰٫۰۰
۲۔	راحت کیمپوں میں گہری نالی یا خندق والے پائخانوں کی تعمیر (تعداد)	۶٫۰۰ (۴۰۰۰)	۳٫۰۰ (۲۰۰۰)						۰٫۷۵ (۵۰۰)	۹٫۷۵ (۶۵۰۰)	
۳۔	عارضی پانی فراہمی ٹنکی/پولی پیک جیری کین کشتی، ٹرک وین کے ذریعہ۔	۱۰٫۰۰	۱۰٫۰۰	۷٫۰۰	۷٫۰۰			۲٫۰۰	۱۰٫۰۰	۴۶٫۰۰	
۴۔	اسٹینڈ پوسٹ/ہینڈ پمپ لگے ہینڈ پمپ کو سطح زمین سے اٹھانا۔	۰٫۵۰	۰٫۵۰	۰٫۵۰	۰٫۵۰	۰٫۵۰		۰٫۵۰	۰٫۵۰	۳٫۵۰	
۵۔	ہینڈ بورنگ ٹیوب ویل کے لئے کھدائی/دوبارہ کھدائی (تعداد)	۱۲۶۰٫۰۰ (۲۸۰۰)	۱۲۶۰٫۰۰ (۲۸۰۰)	۲۲۵٫۰۰ (۵۰۰)	۱۵۷٫۰۰ (۳۵۰)	۹۰٫۰۰ (۲۰۰)		۴۵٫۰۰ (۱۰۰)	۱۳۰٫۰۰ (۲۰۰)	۳۱۶۷٫۵۰ (۶۹۵۰)	
۶۔	واٹر پایپ کی پمپنگ مشین نظام تقسیم کے ذریعہ آب رسانی اسکیم کی بحالی (تعداد)	۱۹۰٫۰۰ (۳۸)	۵۰٫۰۰ (۱۰)	۱۸۵٫۳۷ (۳۸)	۱۰۰٫۰۰ (۲۰)	۹۰٫۰۰ (۱۸)	۲۵٫۰۰ (۵)	۲۰٫۰۰ (۴)	۴۰٫۰۰ (۸)	۷۰۰٫۰۰ (۱۴۰)	۱۰۰۰٫۰۰
۷۔	ٹیوب اور تقسیمی نظام کو جراثیم سے پاک بنانا	۱٫۰۰	۱٫۰۰	۱٫۰۰	۱٫۰۰	۰٫۵۰	۰٫۵۰	۰٫۵۰	۰٫۵۰	۶٫۰۰	
۸۔	نوادیپ/کلیانی/برہم پور میں گندے پانی سے ہونے والی کاشت کی سدھار	۲۴٫۰۰	۱۰٫۰۰							۳۴٫۰۰	۱۶۵٫۵۰
۹۔	راحت کیمپوں میں عارضی روشنی کا انتظام	۵٫۰۰	۵٫۰۰					۵٫۰۰		۱۵٫۰۰	
۱۰۔	سامان کی منتقلی	۵٫۰۰	۵٫۰۰	۵٫۰۰	۵٫۰۰	۵٫۰۰		۵٫۰۰	۵٫۰۰	۳۵٫۰۰	
	کل	۱۶۰۹٫۵۰	۱۵۵۲٫۵۰	۴۴۳٫۵۰	۲۹۱٫۰۰	۱۹۸٫۰۰	۲۵٫۰۰	۷۶٫۰۰	۲۱۶٫۷۵	۴۵۱۲٫۷۵	۵۵۶۵٫۵۰

مغربی بنگال میں سیلاب کی صورت حال

سیلاب زدہ افراد کو طبی امداد

سالِ رواں کے دوران ستمبر کے دوسرے نصف میں مغربی بنگال کے ۹۔اضلاع کو سیلاب سے زبردست نقصان پہنچا ہے۔ بنیادی طور پر اس سیلاب کے اسباب میں ۱۹۰۵ء کے بعد پہلی مرتبہ اتنی زبردست اور زوردار بارش، ڈیموں سے فاضل پانی کے اخراج وغیرہ کو شمار کیا جا رہا ہے۔ اس سیلاب سے ار۲ کروڑ افراد متاثر ہوئے جن میں لاکھوں افراد بہت بری طرح تباہ و برباد ہو گئے۔ متعدد اضلاع کے بیشتر علاقے مکمل طور پر زیرآب تھے اور یہ علاقے تقریباً ایک ہفتہ تک ریاستی ہیڈکوارٹروں سے مسلسل کٹے رہے اور کوئی رابطہ نہ رکھ سکے۔ ریاستی حکومت نے سیلاب سے متاثر لوگوں کو راحت پہنچانے کے لئے فوج کی مدد حاصل کی۔ لیکن فوجی ہیلی کاپٹروں سے خشک کھانوں کے پیکٹ گرانے کی کوششوں میں ناخوشگوار موسم کی وجہ سے رخنہ پڑا۔ بیربھوم میں واقع اجے ندی کے پشتے چار مقامات پر ٹوٹ چکے ہیں۔ دوسرے دن انڈین ایئر فورس کے ہیلی کاپٹروں کو بر ہم پور شہر میں کھانوں اور دواؤں

کے پکیٹ گرانے میں کامیابی ملی - ۲۵ ر نومبر کو نائب وزیر اعلیٰ بدھا دیب بھٹاچاریہ اور وزیر مالیات اشیم داس گپتا نے ہوائی جہاز سے سیلاب سے متاثر اضلاع کا جائزہ لیا - بعد ازاں انہوں نے ذرائع ابلاغ سے گفتگو کے دوران بتایا کہ بھاگیرتی ندی اور کرشنا نگر سے کلیانی تک پھیلے زمینی خطے کے درمیان انہیں کوئی فرق ہی نظر نہیں آرہا تھا - ندیا میں واقع تمام راستے، شاہراہیں اور دھان کے کھیت مکمل طور پر زیر آب تھے - یہاں وہاں اکّا دکّا درختوں کے سرے نقطوں کی مانند نظر آرہے تھے - دوسرے دن یعنی ۲۶ ر نومبر کو ریاستی حکومت نے مرکز کے سامنے یہ مانگ رکھی کہ سالِ رواں کے سیلاب کو ایک قومی المیہ قرار دیا جائے - وزیر مالیات اشیم داس گپتا نے ۹۶۲ کروڑ مرکز کے نیشنل کالامیٹی مینجمنٹ فنڈ سے طلب کیا - مذکورہ فنڈ کی تجویز ۱۱ ویں مالیاتی کمیشن نے ریلیف مینوال میں پیش کی تھی - وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے مرکز سے استدعا کی کہ وہ جلد از جلد ایک سروے ٹیم یہاں بھیجے تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ پائے کہ اس سیلاب نے کتنی زیادہ تباہی و بربادی مچائی ہے - انہوں نے مزید فرمایا کہ سیلاب کا پانی نکل جانے سے پہلے ہی مذکورہ ٹیم اس ریاست کا دورہ کرے - سیلاب کی صورت حال پوری ریاست میں نہایت ہی تشویشناک رہی، لیکن شمالی ۲۴ پرگنہ کی حالت مزید سنگین تھی - اچھامتی کے پشتوں کے ٹوٹ جانے سے باگدہ، بنگاؤں اور گائی گھاٹا زیر آب تھے -

موصولہ اطلاعات کے مطابق مرکزی وزیر زراعت، شعبۂ زراعت کے سکریٹری، شعبۂ مالیات، شعبۂ سطحی نقل و حمل، شعبۂ آبی وسائل اور شعبۂ منصوبہ بندی کے اعلیٰ افسران کے ساتھ جلد ہی اس ریاست کا دورہ کریں گے -

زراعت کے جوائنٹ سکریٹری جنہوں نے ۷ - ارکان پر مشتمل ایک ٹیم کی قیادت کی، نے سیلاب سے متاثر متعدد علاقے کا دورہ کیا اور صورت حال کو نہایت ہی تشویشناک بتایا -

مرکزی وزیر برائے زراعت اور ان کی ٹیم نے ۳۰ ر ستمبر کو اس ریاست کا دورہ کیا - وزیر موصوف نے وزیر اعلیٰ جیوتی باسو اور ان کی کابینہ کے دیگر ارکان سے بھی سالٹ لیک میں وزیر اعلیٰ سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی - وزیر موصوف نے فرمایا کہ مرکز اس بات سے

اتفاق کر سکتا ہے کہ اس سیلاب نے تشویشناک حد تک تباہی و بربادی مچائی ہے لیکن نیشنل کالامیٹی مینجمنٹ فنڈ (قدرتی آفات انتظامی فنڈ) جس سے ریاست نے ۹۶۲ کروڑ روپے طلب کیا ہے کا کوئی وجود ہی نہیں ہے - ۱۱ ویں مالیاتی کمیشن نے مذکورہ بالا فنڈ کے قیام کے سلسلے میں ایک تجویز رکھی تھی - اس سلسلے میں چھ ماہ قبل ایک رپورٹ پارلیمنٹ میں پیش کی گئی ہے - لیکن موصولہ اطلاع کے مطابق مرکز اس سلسلے میں اب تک کوئی کارروائی نہیں کر پایا ہے -

وزیر اعظم نے بھی دہلی میں یہ بات کہی تھی کہ مرکز سیلاب ہٰذا کو بطور ایک قومی المیہ لے گا - وزیر برائے زراعت نتیش کمار نے ایک بار پھر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ انہوں نے بذاتِ خود سیلاب کی تباہی و بربادی کو دیکھا ہے اور انہیں یقین ہے کہ قومی سطح پر امداد اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے لیکن مرکزی حکومت کے پاس ۹۶۲ کروڑ روپے کی ریاستی مانگ کو پورا کرنے کے لئے وسائل دستیاب نہیں ہیں -

اِچھامتی اور چُرنی دونوں ہی ندیوں کے پُشتے ٹوٹ جانے کی وجہ سے بروز ۷ اکتوبر دوسری بار اس ریاست کو تازہ ترین سیلاب کا سامنا کرنا پڑا - گائی گھاٹا، بادوڑیا، سروپ نگر، بشیرہاٹ شہر، ہابڑا، گوبر ڈانگا اور مسلند پور پر مشتمل ایک وسیع علاقہ پانی میں مکمل طور پر ڈوب گیا تھا -

۹ ر اکتوبر کو ریاستی حکومت نے قومیائے گئے بینکوں اور امداد باہمی بینکوں سے کہا کہ وہ سیلاب سے متاثر کاشتکاروں کو طویل مدتی زراعتی قرضے عطا کریں - سیلاب ہٰذا سے ندیا اور بردوان میں واقع ہتھ کرگھا صنعت بھی بری طرح متاثر ہوئی تھی - ریاستی وزیر مالیات مرکزی وزیر مالیات یشونت سنہا سے بھی ملے اور انہیں سیلاب کی تباہ کاریوں کے بارے میں بتایا اور ان سے مالی امداد کی فوری ضروریات مہیا کروانے کی درخواست کی - مرکزی وزیر موصوف نے کہا کہ ریاستی حکومت کے ساتھ ان کی تمام تر ہمدردیاں ہونے کے باوجود ریاستی حکومت کو ۷۸۴ کروڑ روپے کی اپنی مانگ کو ایک چھوٹا سا حصہ ہی مل پائے گا اور وہ بھی عرصۂ دراز کے بعد -

۱۱ ر اکتوبر کو وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے بتایا کہ ریاستی حکومت نے

سیلاب سے متاثرہ علاقے میں از سرِ نو تعمیراتی اور بحالی کے کام کو جاری رکھنے کے لئے تقریباً ۵۰۰ کروڑ روپے ہڈکو اور دیگر وسائل سے بطور قرض لے رکھا ہے۔ جیوتی باسو نے مزید بتایا کہ وزیر اعلیٰ راحت فنڈ سے بھی تقریباً ۴ کروڑ روپے اس مد میں لگائے گئے ہیں۔

۱۷۱ بلاک اور ۶۸ میونسپلٹیوں میں تقریباً ۱۸ر۲ کروڑ لوگ اس سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں۔ ۲۰ر۱۹ لاکھ ہیکٹار کے ایک علاقے پر ۳۸۶۶ کروڑ روپے کی مالیت کی کھڑی فصل تباہ ہو گئی۔ اب تک ۱۳۰۲۔ افراد کی اموات اور ۱۵۴۔ افراد کے گم ہو جانے کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ کل ۸۳۶۳۰ عدد مویشی مارے گئے اور ۳۱۶۴۴۷۸ مویشی سیلاب سے متاثر ہوئے۔ ۲۱۹۴۸۵۸ گھر تباہ و برباد ہوئے جن کی وجہ سے ریاست کو کل ملا کر ۴ر۴ کروڑ روپے کا خسارہ برداشت کرنا پڑا ہے۔

سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں کل ملا کر ۸۵۱۱ غیر سرکاری تنظیموں اور طبی ٹیموں نے راحت کاری کی خدمات انجام دیں — ۳۱۲۵ نئے ٹیوب ویل نصب کئے گئے اور ۵۶ر۶۲ لاکھ ٹیوب ویل کو جراثیم سے پاک کیا گیا۔ علاوہ ازیں تقریباً ۵ر۴۹ ہزار تالابوں کو جراثیم سے پاک کیا گیا۔ ۲۹۰۷۳ راحتی خیمے نصب کئے گئے۔ اکتوبر کے آخر تک ریاستی حکومت نے سیلاب سے متاثر اضلاع میں راحت کاری، از سرِ نو تعمیراتی کاموں اور بحالی کیلئے ۵۶۹ کروڑ روپے بطور عطیہ دینا منظور کیا ✦✦

وزیر اعلیٰ نے بن گاؤں کے سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کیا

مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری بدھا دیب بھٹاچاریہ گزشتہ ۱۴ نومبر کو ۲۴ پرگنہ کے بن گاؤں پہنچے۔ سیلاب زدہ سب ڈویژن میں معمولات کی بحالی اور تعمیر نو کے کام کی افزائش کے لئے اپنا پہلا ضلع وار دورہ کیا۔ باگدا پنچایت آفس میں انہوں نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے ضلع پریشد سبھادھی پتی، ضلع انتظامیہ، پنچایت کمیٹی کے ممبران، عوام کے نمائندوں اور متعلقہ بلاک سطح کے افسران کے ساتھ میٹنگ کی اور اگلے اقدامات کا خاکہ تیار کیا۔ اسی دن بعد میں بن گاؤں میں انہوں نے ضلع پریشد سبھادھی پتی، ضلع انتظامیہ، مقامی ایم ایل اے، کاؤنسلر اور شعبۂ زراعت، صحت، حیوانی وسائل، صحت عامہ انجینئرنگ اور سیلاب کے بعد کے تعمیراتی کام سے متعلقہ دیگر شعبوں کے ضلع سطح کے افسروں کے ساتھ ایک میٹنگ کی۔

بعد ازاں انہوں نے گائے گھاٹا پنچایت کمیٹی آفس میں اسی طرح کی ایک میٹنگ کی جس میں پنچایت کمیٹی کے ممبران اور متعلقہ بلاک کے افسران موجود تھے۔ مذکورہ میٹنگ میں وزیر اعلیٰ موصوف نے تعمیر نو کے کاموں میں رکاوٹ بننے والے مسائل پر بات چیت کی۔ انہوں نے مندرجہ ذیل نکات پر زور دیا:

(۱) حالیہ موسم کے دوران ربی کی فصلوں کی پیداوار میں اور آئندہ موسم میں بورو کی فصلوں کی پیداوار ۲۰ فیصد کا اضافہ کیا جائے۔
(۲) سیلاب کے پانی کو پمپ کے ذریعہ متواتر باہر پھینکا جائے۔
(۳) حیوانی وسائل کی ترقی کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔
(۴) چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور گھریلو صنعتوں کی ترقی کیلئے ضروری اقدامات کئے جائیں۔
(۵) متاثرہ شاہراہوں کی مرمت جنگی پیمانے پر کی جائے اور اس کام میں زیادہ سے زیادہ عام لوگوں کو شامل کیا جائے۔
(۶) راحت کاری کے انتظام کو جاری رکھا جائے۔
(۷) بی پی ایل کے ذریعہ غذائی اجناس کی مزید فراہمی کی جائے۔
(۸) ای اے ایس کے ذریعہ سیلاب زدہ لوگوں کو تعمیراتی اشیاء کے ایک حصے کو بلا قیمت مہیا کیا جائے۔

وزیر اعلیٰ موصوف نے بتایا کہ اچھامتی ندی کی کھدائی کا جائزہ لینے کے لئے ایک نجی ادارے سے بات چیت ہوئی ہے اور جلد ہی کام شروع ہو جائے گا۔ وزیر اعلیٰ نے سیلاب زدہ لوگوں کی درخواست پر بن گاؤں، باگدا کے چندرا بازار میں عوام سے خطاب کیا۔ بے شمار لوگ وزیر اعلیٰ کا استقبال کرنے کیلئے وہاں کھڑے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے انکی شکایتیں سنیں۔ بن گاؤں گائے گھاٹا جاتے وقت انہوں نے بن گاؤں ہائی اسکول میں ریلیف کیمپ کا بھی دورہ کیا ✦✦

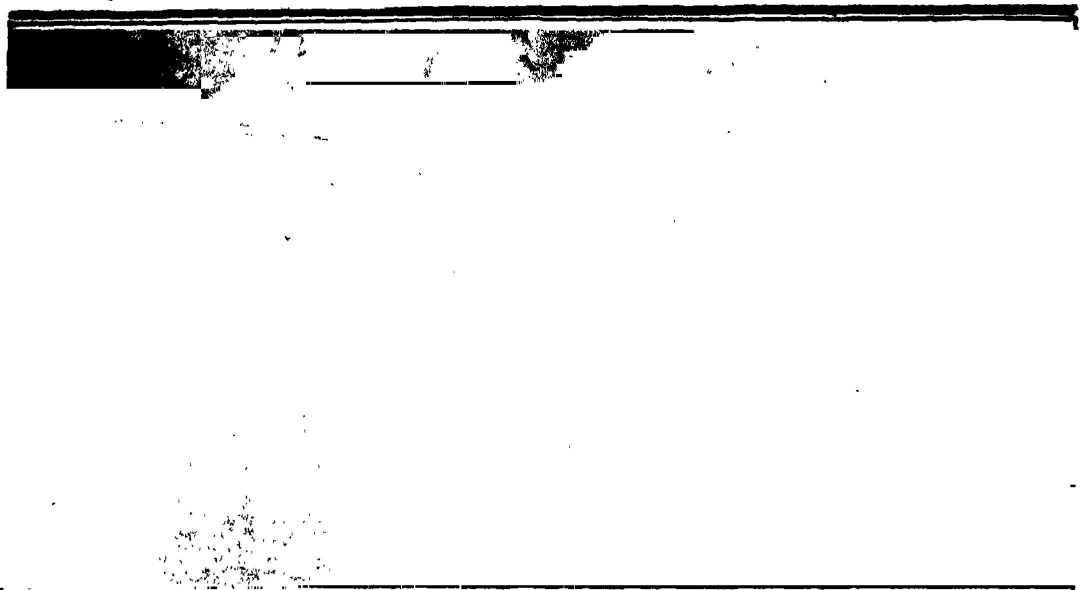
حالیہ سیلاب کی صورت حال کا سرسری جائزہ

بتاریخ: ۲۸ ستمبر ۲۰۰۰ء
بوقت: تین بجے سہ پہر

اضلاع کے نام	متاثرہ علاقہ ہیکٹر میں	متاثرہ پیداواری علاقہ	تعداد اموات	نقصان زدہ مسکانات کی تعداد کلی = ک جزوی = ج	بلاک کی تعداد = ب ک میونسپلٹیوں کی تعداد = م گاؤں کی تعداد = گ گرام پنچایت کی تعداد = گ پ	سیلاب سے بچائے گئے افراد کے لئے پناہ گاہوں کا قیام پناہ گاہوں کی تعداد = پ بچائے گئے افراد = ب لاپتہ افراد = ل	عوام کی جائداد کا نقصان	متاثرہ آبادی لاکھ میں
بردوان	۱۷۰۰۰۰	۲۳۱۰۰	۴۲	۲٫۰ لاکھ (ک + ج)	ب ک: ۲۲	پ: ۳۰۰۰ ب: ۷٫۳۵ لاکھ ل: ۱۲٫۰ لاکھ	زیر تعین	۲۲٫۰
بیربھوم	۳۸۲۵۰۰	۳۲۰۰۰	۲۲۸ لاپتہ - ۱۰	ک: ۱۷۵۲۴۳ ج: ۳۳۵۲۰۹	ب ک: ۱۹ م: ۵ گ پ: ۱۲۶۳	پ: ۳۸۶ ب: ۱٫۹۲ لاکھ	۷ ایس ای بی سب اسٹیشن و ۲۰۰ صحت مراکز	۳۵٫۰
مرشدآباد	۵۲۴۱۰۰	۵۳۶۰۰۰ قیمت: ۶۲۱ کروڑ روپے	۲۸۴ لاپتہ - ۲۰۰	ک: ۲۱۰۰۰۰ ج: ۲۸۰۰۰۰	ب ک = ۲۶ م: ۷ گ پ: ۲۲۵	پ: ۱۹۸۰ ب: ۷٫۵۰ لاکھ	آئی اینڈ ڈبلیو: ۲۲۰ کروڑ را راستے: ۱۳۰ کروڑ مکانات: ۷۰ کروڑ دیگر: ۱۱۰٫۴۲ کروڑ	۴۷٫۰
ندیا	۳۹۰۰۰۰	۳۱۰۰۰۰	۳۱ لاپتہ - ۱۳	ک: ۴۰۰۰ ج: ۲۰۰۰۰ موجودہ حالات دستیاب نہیں ہیں	ب ک: ۱۷ م: ۱۰	پ: ۶۰۰ ب: ۷٫۳۰ لاکھ	زیر تعین	۳۴٫۰

اضلاع کے نام	متاثرہ علاقہ ہیکٹر میں	متاثرہ پیداواری علاقہ	تعداد اموات	نقصان زدہ مکانات کی تعداد کلی = ک جزوی = ج	بلاک کی تعداد = ب ک میونسپلٹیوں کی تعداد = م گاؤں کی تعداد = گ گرام پنچایت کی تعداد = گ پ	سیلاب سے بچائے گئے افراد کے لئے پناہ گاہوں کا قیام پناہ گاہوں کی تعداد = پ بچائے گئے افراد = ب لاپتہ افراد = ل	عوام کی جائداد کا نقصان	متاثرہ آبادی لاکھ میں
ہگلی	۲۵۳۹۰۰	۹۲۰۰۰	۲۳	ک: ۵۵۷۳۲ ج: ۶۴۳۱۱	ب ک: ۱۸ م: ۱۰ گ: ۲۷۱۲ گ پ: ۱۷۵	پ: ۳۱۵۰ ب: ۵٫۸۰ لاکھ	راستے: ۷۵ کیلومیٹر قیمت: ۱۲۰ کروڑ باندھ: ۳۰ کیلومیٹر (پشتہ) قیمت: ۳۰ کروڑ	۲۴٫۶۰
مدناپور	۷۸۰۰۰		۱۲	ک: ۲۰۸۳۰ ج: ۲۵۷۲۰	ب ک: ۱۰ م: ۵ گ: ۱۲۸۵ گ پ: ۵۴	پ: دستیاب نہیں ب: ۱۷۱	دستیاب نہیں ہو سکا	۶۵٬۳۲۷۵۷
ہوڑہ	دستیاب نہیں ہے	۷۱۰۰	۳	ک: ۱۶۰۸ ج: ۳۶۵۹	ب ک: ۶ گ: ۳۷۵	پ: ۲۰۰ ب: ۲۴۷۸۸	زیر تعین	۳٫۴۴ لاکھ
شمالی ۲۴ پرگنہ	دستیاب نہیں ہے		۴					
کل	۱۸۶۹۵۰۰ و ہوڑہ	۱۰۰۰۱۰۰ و مدناپور	۶۳۷ لاپتہ: ۲۲۵	۱۳۹۶۴۲۰	ب ک: ۱۴۴ م: ۳۷	پ: ۱۰۲۰۰ ب: ۳۰٫۲۹ لاکھ و مدناپور		۱۷۱۸۶۷۵۷

مغربی بنگال کے حالیہ سیلاب پر ریاستی حکومت کی رپورٹ



گہرے پانی میں پیرتے ہوئے لوگ

سال رواں کے دوران سیلاب نے مغربی بنگال کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ اس سے پہلے شاذ و نادر ہی اس نوعیت کا سیلاب بنگال میں آیا تھا۔ اس کا بنیادی سبب زبردست بارش تھی۔ اس شدت کی بارش صرف ۱۹۰۵ء ہی کے دوران ہوئی تھی (اس سال کے ۱۸ ستمبر کو یہ بارش شروع ہوئی اور مسلسل چار دن تک جاری رہی۔ اس دوران بارش ۱۰۰۰ ملی میٹر سے بھی زائد ہوئی) فی الحال اس سیلاب سے اضلاع کے ۱۷۱ بلاکوں اور ۶۸ میونسپلٹیوں میں ۱۰ء۲ کروڑ افراد (ریاست ہٰذا کی کل آبادی کا تقریباً ۳۰ فیصد) متاثر ہوئے۔ اس سیلاب کی شروعات کے تین ہفتے بعد بھی شمالی ۲۴ پرگنہ ضلع کے کچھ مخصوص علاقوں میں پانی کی سطح اوپر اٹھ رہی تھی۔ اموات کی تعداد ۱۱۲۷ کو پہنچ گئی ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ ۳۰ فیصد سے زائد پر مشتمل کل رقبہ پر خریف کی فصل کو ایک تخمینہ کے مطابق صد فیصد نقصان پہنچا ہے اور تقریباً ۱۹ لاکھ مکانات تباہ و برباد ہو چکے ہیں۔ تمام سیکٹروں (زراعت، حیوانی وسائل، صنعت، رہائش، شاہراہوں، آبپاشی وغیرہ) میں قدر زر فی الحال ۵۶۶۰ کروڑ روپے کو پہنچ گیا ہے۔ یہ فطری آفت صرف نہایت خوفناک ہی نہیں تھا بلکہ اتنا تشویشناک تھا کہ اسے قومی المیہ قرار دیا گیا۔ وزیر اعظم نے اسے ایک قومی خسارے سے تعبیر کیا ہے۔

سیلابی صورت حال سے نبرد آزما ہوتے ہوئے ریاستی حکومت نے متاثرہ افراد کو راحت بہم پہنچانے میں حتی الامکان تعاون پیش کیا ہے۔ سیلاب میں پھنسے لوگوں کو محفوظ مقام پر لے جانے میں ہر ممکن مدد کی ہے اور انتظامیہ، پنچایتوں، میونسپلٹیوں اور مقامی لوگوں کی شمولیت کے ذریعہ ریاستی، ضلع، بلاک اور گرام پنچایت سطحوں پر مشتمل جملہ سطحوں پر سیلاب سے متاثر لاکھوں لوگوں کو راحت پہنچائی ہے۔ حکومت ہٰذا نے بحالی کے کاموں کو روبہ عمل لانے کیلئے ایک جامع منصوبہ بھی تیار کیا ہے۔ ضلع انتظامیہ کی مدد کے لئے برّی اور ہوائی فوج کا تعاون بھی حاصل کیا گیا ہے۔ بچاؤ اور راحت کے

کاموں کو روبہ عمل لانے کے لئے انڈین ایئر فورس کے چار ہیلی کاپٹروں، ۳۴ لشکری کشتیوں، ۷۱ فوجی دستوں، ۷۰ ریاستی حکومت کی تیز رفتار کشتیوں، ۱۹ ناؤں اور ۳۰۰۰ سے زائد مقامی کشتیوں کو میدان میں اتارا گیا تھا۔ ابتک سیلاب میں پھنسے ۳۶ر۴۰ر افراد کو موت کے منھ سے نکال کر ۴۸ر۲۱ راحت خیموں میں بحفاظت رکھا گیا ہے۔ تقریباً ۲۱ر۷ لاکھ ترپال، ۴۰۰ر۷۴ ملین ٹن مخصوص جی۔ آر۔ چاول، ۲۷ر۳ کروڑ ہیلوجن ٹیبلٹ، دیگر راحتی سامان اور صحت عامہ سہولتیں اضلاع کو بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اب تک تقریباً ۴۶۱ میڈیکل ٹیمیں کام کر رہی ہیں۔ زراعت، متعلقہ سرگرمیوں، صنعت، گھروں کی تعمیر، سڑکوں، آبپاشی، بجلی اور سماجی سیکٹروں میں کاموں کو بحال کرنے کے لئے ایک جامع منصوبہ بھی ترتیب دیا جارہا ہے۔ ریاستی حکومت ریاستی المیہ راحت فنڈ (۱۰۱ کروڑ روپیہ) کی حد سے بھی تجاوز کر گئی ہے اور ۱۸۳ کروڑ روپئے اس نے ابتک اس مد میں خرچ کر ڈالا ہے۔ موجودہ صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے نیشنل سنٹر برائے کالامیٹی مینجمنٹ (این سی سی ایم) کے تحت فنڈ سے متعلق اضافی ضروریات کا فی الحال ریاستی حکومت نے حساب لگایا ہے اور یہ محاسبہ (تقریباً) ۴۸۷ کروڑ روپے تک پہنچا ہے۔

گیارہویں مالیاتی کمیشن کی سفارش کردہ این سی سی ایم سے متعلق مذکورہ قومی فنڈ سے مغربی بنگال کی ضروریات کی تکمیل کے لئے خاطر خواہ عطیات دئے جائیں۔ ان عطیات کے ساتھ ساتھ متعلقہ مرکز کی اسپانسرڈ اسکیموں اور متعلقہ مرکزی وزارتوں کی گنجائشوں سے خاطر خواہ اضافہ شدہ رقوم بھی مختص کئے جائیں۔ مذکورہ بالا عطیات کی فراہمی میں اگر تاخیر ہوتی ہے تو ایک عارضی قدم کے طور پر ہڈکو سے قرضے منظور کروالئے جائیں۔ الغرض مرکزی عطیات کی دستیابی پر دستیاب رقم کو قرضوں کی ادائیگی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

اس سیلاب سے بہت بڑے پیمانے پر (یعنی تقریباً ۱۹ لاکھ) گھر زمین بوس ہو گئے ہیں اور ان سیلاب زدگان کو فوری طور پر مدد بہم پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ لوگ اپنے اپنے گاؤں لوٹ سکیں۔ مذکورہ بالا ضرورت کی تکمیل کے لئے اضافی فنڈس ۱۹ لاکھ مکانات کی تعمیر کے لئے مرکز کی اسپانسر کردہ اسکیم - آئی اے وائی کے تحت دستیاب کروائے جاسکتے ہیں جیسا کہ گزشتہ سال اڑیسہ میں آئے سیلاب کے دوران مذکورہ فنڈ دستیاب کرایا گیا تھا۔ اگر ان اقدامات کو روبہ عمل لانے میں تاخیر ہوتی ہے تو ایک ہنگامی اور عارضی قدم کے طور پر ہڈکو سے ۲۵۰ کروڑ روپئے کے عطیات منظور کروائے جائیں اور مذکورہ بالا قرض کی دستیابی پر دستیاب رقوم سے مذکورہ بالا عطیات کی ادائیگی کے انتظامات کئے جائیں۔

تقریباً دو کروڑ افراد کو اپنی روزی روٹی سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں اور ایسی صورت حال میں انفرا اسٹرکچر کی از سر نو تعمیر کے لئے بڑے پیمانے پر امداد کی ضرورت پیش آرہی ہے۔ روزگار کے مواقع کی تشکیل نسبتاً چھوٹے اور مقامی کاموں کی از سر نو تعمیر کی اشد ضرورت کی تکمیل کے لئے فنڈس برائے سیلاب زدہ اضلاع کی دوسری قسط کے اجراء جے بی ایس وائی، ای اے ایس اور پی ایم جی وائی (بہت سی خاص حالتوں کی بنا پر مصرف میں لانے کیلئے سلسلہ میں رہنما اصول میں لازمی لچکداری کے ساتھ) کے تحت روبہ عمل لایا جاسکتا ہے اور اضافی عطیات کو بھی تیسری قسط کی شرائط کے مطابق روبہ عمل لایا جاسکتا ہے تاکہ حالیہ مالی سال کے دوران مذکورہ بالا اسکیموں میں سے ہر ایک کے تحت مذکورہ بالا اضلاع کے لئے فنڈس کی گنجائش دگنی ہو جائے۔

کم از کم دو کروڑ کی رقم بطور خصوصی امداد این سی سی ایم سے منسلک قومی فنڈ سے حاصل کی جائے اور ان سے سیلاب سے متاثر بلاکوں میں بلند مقام پر ۱۰۰۰ سیلاب پناہ گاہیں تعمیر کی جائیں جہاں ٹیوب ویل بھی نصب کروائے جائیں۔ عام دنوں میں ان سیلاب پناہ گاہوں کو اسکول اور صحت عامہ مراکز کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہر سال ان سیلاب پناہ گاہوں یا وقتی / عارضی اسکولوں / صحت عامہ مراکز کی تعداد میں اضافہ کیا جانا چاہئے۔

مزید ایک ماہ راحت خیموں میں پناہ گزیں کم از کم ۳۶ر۴۰ لاکھ لوگوں کو کھلانے اور ۵۰ لاکھ افراد کو ۱۵ لاکھ ترپال اور لباس فراہم کرنے کے لئے ۱۸۵ کروڑ روپے قومی فنڈ سے مہیا کروائے جائیں۔

سڑکوں، پشتوں/اسکولوں کی عمارتوں/صحت عامہ اداروں کی مرمت کے لئے این سی سی ایم کے تحت فنڈ سے ۲۹۰ کروڑ روپے دلوائے جانے کی یقین دہانی بھی کروانی چاہیئے۔ ایک عارضی د فوری قدم کے طور پر ہڈکو سے ۲۵۰ کروڑ روپئے کے ایک خصوصی قرض بھی جلد از جلد منظور کروائے جاسکتے ہیں۔ جیسے ہی این سی سی سے فنڈ دستیاب ہو جائیں گے ویسے ہی دستیاب قرض کی ادائیگی کردی جائے۔

اس ریاست کی قومی شاہراہیں سیلاب سے بری طرح ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں۔ ۷۸۰ کیلومیٹر پر پھیلی ہوئی شاہراہ پر ۱۹ مکانات تھے۔ متعلقہ وزارت کے لئے یہ امر لازمی بن گیا ہے کہ وہ جلد از جلد ۴۰ کروڑ اور ۸۰ کروڑ روپے کے فنڈ برائے عارضی بحالی اور مستقل بحالی کے لئے فراہم کرائے۔

زراعت، متعلقہ سرگرمیوں، چھوٹے پیمانہ کی صنعت اور دیگر سماجی سیکٹروں میں ہوئی تباہی و بربادی کے معاوضہ میں ملنے والے فنڈس اور متعلقہ وزارتوں سے ملنے والے مختص میں مناسب طور پر اضافہ کیا جائے۔ مثال کے طور پر سال رواں کے دوران زراعت کے میدان میں میکرو موڈ مینجمنٹ ورک پلان کے تحت مغربی بنگال کیلئے مرکزی سیکٹر/مرکز کی اسپانسر کردہ اسکیموں اور مختص کردہ رقم کو بارہ کروڑ روپے سے بڑھا کر تیئس کروڑ روپے کردیا جائے اور او پی پی پروگرام کے تحت مذکورہ بالا رقم کو ۵ کروڑ روپے سے بڑھا کر دس کروڑ روپے کردیا جائے۔ اسی طرز پر حیوانی وسائل شعبہ ترقیاتی سیکٹر اور دیگر سیکٹروں میں مرکزی سیکٹر/مرکز کی اسپانسر کردہ اسکیموں کے تحت گنجائشوں میں بھی خاطر خواہ طور پر اضافہ کیا جائے۔

لوگوں کی ایک کثیر تعداد کے بڑے پیمانے پر تباہی و بربادی سے دوچار ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت ہند بری فوج اور ہوائی فوج کی حاصل کردہ خدمات پر آئے اخراجات سے اگر چاہے تو دستبردار ہو سکتی ہے ٭٭

متاثر ہونے والے اور مرنے یا لاپتہ ہونے والے جانداروں کی تفاصیل

اضلاع	متاثر ہونے والے جاندار			مرنے یالاپتہ ہونے والے جاندار		
	مویشی اور بھینس	بکری اور بھیڑ	پولٹری	مویشی اور بھینس	بکری اور بھیڑ	پولٹری
مرشدآباد	۷۳۰۰۰۰	۱۰۹۵۰۰۰	۲۸۳۵۰۰۰	۷۰۰	۵۵۰۰۰	۱۴۰۰۰۰
ندیا	۱۵۱۳۷۷	۱۴۶۵۳۰	۱۷۲۸۶۷	۳۸	۴۹	۶۴۰
شمالی چوبیس پرگنہ	۷۳۷۶۱	۷۵۱۵۹	۱۰۰۶۶۳	۶	۹	۲۰
شمالی چوبیس پرگنہ (گائے گھاٹا-۲ گرام پنچایت)	۶۹۳۲	۷۱۷۰	صفر	۴	صفر	صفر
بیربھوم	۹۷۵۰۰۰	۴۹۵۰۰۰	۱۲۰۲۰۰۰	۷۳۴۱	۳۱۳۸	۴۵۷۹
بردوان	۱۹۴۶۸۹	۱۰۲۱۲۷	۲۰۶۰۰۸	۱۴۳۴۱	۹۹۴۹	۶۲۳۵۱
ہگلی	۵۲۳۸۸	۷۲۶۰۸	۸۸۶۷۳	۵۶	۴۸	۲۱
مدناپور	۷۷۱۱۰	۴۷۴۲۰	صفر	۴۳	۳۰	۲۵

ریاستی صنعتی تعمیرِ نو کے وزیر کی بجٹ تقریر :

صنعت کاری کیساتھ بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کا احیائے نو بھی ضروری ہے

★ شری مرینال بنرجی

ریاستی شعبۂ صنعتی تعمیرِ نو کے وزیر شری مرینال بنرجی نے گزشتہ ۲۰ر جولائی ۲۰۰۰ء کو مغربی بنگال اسمبلی میں مانگ نمبر ۴۱ کے تحت مختلف مدوں کے لئے ۷۰۳۸۸۰۰۰ (سات کروڑ تین لاکھ اٹھاسی ہزار روپے) کا بجٹ منظوری کیلئے پیش کیا جسے بحث کے بعد پاس کر دیا گیا۔ مذکورہ رقم میں پہلے کی عطا کی گئی ۲۳۲۲۸۰۰۰ (دو کروڑ بیس لاکھ اٹھائیس ہزار) روپے کی رقم بھی شامل ہے۔

اس مانگ کے تحت وزیر موصوف نے ۲۰۰۰-۲۰۰۱ء کے دوران اس ریاست کی بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کے احیائے نو اور بحالی کیلئے مصارف کی بھی تجویز رکھی۔ انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا کہ صنعتی جلابخشی کا کام صنعت کاری سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ عوام کی ایک کثیر تعداد کو روزگار فراہم کرنے کو یقینی بنانے اور محصول سے آمدنی کی قدر و قیمت میں اضافہ کرنے کے علاوہ ماتحتی اکائیوں کی جلابخشی اور ان کی نشو و نما کا کام بھی اس کے دائرۂ عمل کے اندر آتا ہے۔ یہ عمل نئی اکائیوں کیلئے سرمایہ کاروں کو اپنی جانب راغب کرے گا۔

وزیر موصوف کی تقریر کا اردو متن حسبِ ذیل ہے۔

جناب عالی! اس عطیہ کو پیش کرنے کے دوران میں اس امر کو دہرانا چاہوں گا کہ ازسرِ نو صنعتی تعمیر کا شعبہ ۱۹۷۱ء کے دوران اپنی ابتدا ہی سے اس کام میں لگا ہوا ہے اور اس نے ۱۹۸۱ء سے اس پر خصوصی توجہ ڈالی ہے جب اس ریاست کے اندر عوامی اور نجی دونوں ہی سیکٹروں میں بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کی جلابخشی کے تال میل کے بڑے اور ذمہ دارانہ کام کو لینے کے دوران اس شعبے کا سابق نام یعنی بند اور بیمار صنعتوں کے شعبہ کو بدل کر نیا نام اور موجودہ نام ازسرِ نو صنعتی تعمیر کا شعبہ رکھا گیا تھا۔ بڑے اور درمیانی سیکٹروں کی صنعتی اکائیوں کے علاوہ اس شعبے نے گھریلو اور چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کے شعبہ کے ساتھ صلاح و مشورہ سے گھریلو اور چھوٹے پیمانہ سیکٹر کی چند بیمار صنعتی اکائیوں کو جلا بخشنے کا بیڑا بھی اٹھایا ہے۔ ہماری پالیسی کا بنیادی مقصد اس ریاست کی بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کی جلابخشی اور بحالی میں مؤثر اور نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں چند ترغیبی اور رہنمایانہ طریقہ کار اپنائے گئے ہیں۔ چند مخصوص سہولتوں اور رعایتوں کے تعاون سے جلابخشی پیکیجوں پر عمل درآمد کرایا جائے گا۔ آپسی تال میل کے ذریعہ انتظامی ڈھانچوں کو ازسرِ نو مضبوط بنانے کی بابت صلاح و مشورے کرائے جائیں گے۔ ان کی جلابخشی کے کام میں سرمایہ کاری کے لئے وسائل پیدا کرنے کی خاطر بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کی فاضل خالی قطعاتِ اراضی کی فروخت کے سلسلے میں حالات کو عین موافق بنایا جائے گا۔ اور مزدور اور انتظامیہ کے درمیان تعلقات کو بہتر اور خوشگوار بنانے کے لئے رہنمائی کی جائے گی تاکہ ان کے صنعتی اثاثوں کے متواتر پیداواری استعمال کو یقینی بنایا جا سکے۔

معزز اراکین اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ کردار جو شعبہ ہٰذا ازسرِ نو صنعتی تعمیر کے پیچیدہ کاموں میں ادا کر سکتا ہے، اس حقیقت سے محدود بن جاتا ہے کہ قانون ساز بنیاد جو اس کام کو روبہ عمل لاتا ہے مرکزی حکومت کے ماتحت ہے چونکہ صنعتیں مرکزی موضوع کے تحت آتی ہیں۔ معزز اراکین اس امر کی تائید کریں گے کہ لبرلائزیشن کی پالیسی جسے حکومتِ ہند نے آنکھ موند کر / اندھا دھند اپنایا ہے، نے گھریلو صنعتی کمپنیوں کو بڑی مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ بازار جس کو اپنی بقا کے لئے پیداواری سیکٹر کی اشد ضرورت ہے ایک بڑی عظیم اہمیت کا حامل

ہے لیکن یہ بازار کو ہموار اور منافع بخش بنانے کی اہلیت سے محروم ہے بہ مقابلے منصفانہ ضمانت سے عاری ہیں۔ تاہم متواتر از سرِ نو تعمیر کے کام میں صنعتی کمپنیوں کو محروم رکھنا بازار کے ماحول کو خوشگوار بنانے کیلئے اشد ضروری ہے۔ اور مذکورہ عمل کو نہ ہی کمپنیز ایکٹ برائے ۱۹۵۶ء کے ذریعہ نافذ کیا گیا ہے اور نہ ہی بیمار صنعتی کمپنیز (خصوصی شرائط) ایکٹ ۱۹۸۵ء کے ذریعہ روبہ عمل لایا گیا ہے۔ ہم لوگوں نے اعلیٰ سطح پر حکومت ہند کی توجہ اس حقیقت کی جانب مبذول کرائی ہے کہ ان دونوں قوانین کی گنجائش اس از سرِ نو صنعتی تعمیر کے تیز رفتار کام کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں خاطر خواہ طور پر ناکام رہی ہیں جو اس ریاست میں واقع صنعتی اثاثوں کے مسلسل اور متواتر استفادہ کو پُر یقین بنانے کیلئے نہایت ہی ضروری ہے۔ ہم لوگ امید کرتے ہیں کہ مذکورہ ایکٹس کی ترمیمات جنہیں پارلیمنٹ کے سامنے رکھی جائیں گی شعبۂ ہذا کو یہ مدد دیں گی کہ وہ اس کام میں مؤثر طور پر مداخلت کر کے کام کو زیادہ بہتر اور عمدہ طریقے سے انجام تک پہنچا سکے۔

کنفیڈریشن آف انڈین انڈسٹری (سی آئی آئی) کی تشکیل کردہ صنعت پر دی نیشنل لیول جوائنٹ ٹاسک فورس جس کی صدارت وزیر اعلیٰ نے کی تھی، کی رہنمائی میں ہم لوگوں نے مشترکہ طور پر سی آئی آئی کیساتھ ایک ایکشن پلان تیار کیا ہے جو مغربی بنگال کی صنعتی بیماری سے نبرد آزما ہوگی۔ اس ایکشن پلان کا بنیادی مقصد ان اقدامات کو تقویت بخشنا ہے جو اس ریاست کے صنعتی اثاثوں کے متواتر استعمال کو پر یقین بنانے کے لئے اشد ضروری ہے۔ ہم لوگ اس ایکشن پلان کا کام تال میل والے بین الشعبہ جاتی اتفاق رائے سے کر رہے ہیں۔ متعلقہ شعبوں کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد اور کابینہ کی منظوری سے ہم لوگوں نے اس پلان کے اقدامات کو نافذ کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ دریں اثنا اور پالیسی ترغیبات کے نافذ ہونے تک میں نے بعد میں آنے والے پیراگرافوں میں ان کاموں کو پیش کیا ہے جو موجودہ مشکلات کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے شعبۂ ہذا بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

معزز اراکین براہِ کرم یاد کریں کہ گزشتہ سال میں نے اس امر کا تذکرہ کیا تھا کہ شعبۂ ہذا نے بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کی جلا بخشی کے سلسلے میں مؤثر مداخلتوں کی تشکیل کو مدنظر رکھتے ہوئے صنعتی بیماری کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ کرنے کے کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ معزز اراکین کو یہ

جان کر خوشی ہوگی کہ یہ کام بہت حد تک پایۂ تکمیل تک پہنچ چکا ہے۔ شعبۂ ہذا نے بی آئی ایف آر کے حوالے اور ان کے جو بی آئی ایف آر کے دائرۂ عمل سے باہر ہیں، کے تحت معاملوں کے سلسلے میں بڑے اور درمیانی دونوں ہی سیکٹروں کی بیمار صنعتی اکائیوں پر ایک ڈاٹا بیس تیار کیا ہے۔ ہماری موجودہ پالیسی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے بیمار صنعتی اکائیوں کو ریلیف انڈرٹیکنگ اسٹیٹس (راحت انڈرٹیکنگ حیثیت) اور راحتوں اور رعایتوں (بشمول بکری محصول قرضوں) کی منظوری کی توسیع سے متعلق اطلاعات مذکورہ ڈاٹا بیس میں ڈالے گئے ہیں۔ دیوالیہ/ختم ہو جانے والی صنعتی اکائیوں کے سلسلے میں بھی مذکورہ ڈاٹا بیس سے معلومات فراہم کی جا سکتی ہیں۔ ان صنعتی اکائیوں کو جن کا تذکرہ بی آئی ایف آر میں نہیں ملتا ہے اس ڈاٹا بیس میں شامل کر کے شعبہ ہذا مذکورہ بیس کو وسعت دے گا لیکن ان کی تنزلی کی ابتدائی علامتیں نظر آنے لگی ہیں۔ اس سے بروقت مداخلتوں کی تشکیل میں مدد ملے گی اور اس طرح اسکے ابتدائی مرحلہ کے دوران ہی اس بیماری کی تشخیص ہو پائے گی۔ نتیجہ کے طور پر مذکورہ بیماری کو مزید بڑھنے سے روکنے کے لئے مناسب اقدامات اٹھائے جا سکیں گے۔ یہ ڈاٹا بیس صنعتی اکائیوں کو دو علامتی قسم میں تقسیم کرے گا۔ ان میں سے ایک قسم وہ ہوگی جس میں شامل صنعتوں کی جلا بخشی نہیں کی جائے گی اور دوسری قسم وہ ہوگی جس میں شامل صنعتوں کو جلا بخشا/جزوی طور پر جلاتے رکھا جا سکے گا۔ لہٰذا ان اکائیوں پر، جو اپنے اندر جلا بخشی کے روشن امکانات کی حامل ہیں، زیادہ توجہ دی جا سکے گی۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہوں گے کہ صنعتی بیماری میں کمی لانے کیلئے موجودہ اقدامات کے ایک جزو کی حیثیت سے ریاستی حکومت مغربی بنگال ریلیف (راحت) انڈرٹیکنگس (خصوصی شرائط) ایکٹ برائے سنہ ۱۹۷۲ء کی گنجائشوں کے تحت بیمار صنعتی اکائیوں کو تحفظ کی فراہمی میں توسیع کرتی چلی آ رہی ہے۔ سنہ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران ۲۸ بیمار صنعتی اکائیوں کو اس قانون کے تحت امداد بہم پہنچائی گئی ہے تاکہ ان کی بحالی کی کوششوں پر عمل درآمد میں کسی طرح کی کوئی دقت نہ پیش آئے۔ اس طرح بالواسطہ طور پر ۲۷۸۱۰ ملازمین کے مفاد کو فائدہ پہنچا ہے۔ اس امر کو پُر یقین بنانے کے لئے اکائیاں جو مذکورہ فوائد سے مستفیض

ہوتی ہیں کو چاہئے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ایک معینہ وقت کے اندر دوسرے کی مالی صورت حال میں تحفظ بخشنے کی غرض سے غیر محفوظ قرض خواہوں کے ساتھ بہتر طور پر انجام دیں۔ اس قانون کے تحت منظور شدہ فوائد کی توسیع کو بڑے ہی منصفانہ طور پر اور نہایت ہی محتاط اور کڑی نظر ثانی کے بعد اپنایا گیا ہے۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہی ہوں گے کہ شعبۂ ہذا بورڈ آف انڈسٹریل اینڈ فنانشیل ری کنسٹرکشن (بی آئی ایف آر) کے حوالے سے اور بورڈ ہذا کی ہدایت کے تحت اس ریاست کے مرکزی عوامی سیکٹر اور نجی سیکٹر کی بیمار صنعتی اکائیوں کو مشترکہ طور پر جلا بخشی کے کام میں نہایت ہی اہم کردار ادا کرتا آرہا ہے۔ اس سلسلے میں، میں معزز اراکین کی اطلاع کے لئے اس امر کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ ابتک شعبۂ ہذا کو ۲۷ معاملوں بشمول مرکزی عوامی سیکٹر انڈر ٹیکنگس (سی پی ایس یوز) اور ان ۲۴ بیمار اکائیوں کے معاملوں جو بی آئی ایف آر کے تحت آتے ہیں، سے دوچار ہونا پڑا ہے اور مارچ ۲۰۰۰ء کے پہلے ہفتے تک نرم قرضوں کی منظوری کے ذریعہ ان کے پہلے کے بکری محصول کے بقاجات کو از سر نو ترتیب دے کر ان کے منظور شدہ پیکجوں اور رعایتوں کو توسیع دی جاتی رہی ہے۔ میسرز برن اسٹانڈرڈ لمیٹیڈ (سی پی ایس یو) کا معاملہ بیان قابل ذکر ہے۔ مذکورہ سی پی ایس یو کو لگ بھگ ۱۰ر۳ کروڑ روپے بطور بکری محصول قرض منظور کئے گئے تھے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی حاصل ہوگی کہ بی آئی ایف آر سے مذکورہ اکائیوں سے یہ ملاقات فی الحال جلا بخشی پیکجوں کی تشکیل کے مرحلے میں قریب تر شمولیت پر زیادہ اثر و رسوخ کا سبب بن گئی ہے اور بی آئی ایف آر بھی قبل از منظور کردہ سہولتوں اور ان پر عمل درآمد کی کڑی نگرانی پر خصوصی توجہ ڈال رہی ہے۔

معزز اراکین اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ شعبۂ ہذا بند اور بیمار صنعتوں کی جلا بخشی و بحالی کے کام کاج میں تعاون دینے کی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ بالا اکائیوں کی جلا بخشی کے لئے ریاستی حکومت کی ترغیبی اسکیموں کے تحت فوائد کی منظوری کے سلسلے میں تال میل بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔ مارچ ۲۰۰۰ء کے پہلے ہفتہ تک ۳۴ بیمار اور بند صنعتی اکائیاں، ۱۹۹۹ء اور ۱۹۹۳ء کے متعلقہ ترغیبی اسکیموں کے تحت گوناگوں ترغیبات کی منظوری سے مستفیض ہوئی ہیں۔ معزز اراکین اس امر سے بھی واقف ہوں گے کہ ملک بھر میں بکری محصول رعایتوں کو معقول بنانے کے اقدامات کے بعد مغربی بنگال ترغیبی اسکیم برائے ۱۹۹۹ء بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کی جلا بخشی کو بڑھاوا دینے کے سلسلے میں اپنی اہمیت کھو دے گی۔ اس پس منظر کا مقابلہ کرنے کے لئے شعبۂ ہذا شعبۂ مالیات کے ساتھ صلاح و مشورہ سے اس ریاست کی بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کی جلا بخشی کے لئے ترغیبات کا ایک نیا سلسلہ تشکیل کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ مذکورہ بالا نوعیت کے اقدامات مستحق اکائیوں کو ریاستی مالی اداروں سے قرض کے حصول کو آسان بنا سکتے ہیں۔ یہاں یہ بھی گنجائش رکھی گئی ہے کہ شعبہ جاتی بجٹ سے تعاون کے ساتھ اگر اسے ضروری سمجھا گیا تو ان کے مفاد کو خریدنے یا بیمہ کرنے کا معاہدہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اس ریاست کے صنعتی اثاثوں کے متواتر استعمال/مصرف کو تعاون دینے کے ہمارے وعدے کو ایفا کرنے کے ساتھ ساتھ ہم لوگ میسرز آلکونڈ کے اندر زندگی کی ایک نئی روح پھونکنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ مذکورہ بالا ادارہ کو ایک صنعتی امداد باہمی انجمن کے ملازمین چلاتے ہیں۔ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران ۴ کروڑ روپے کے ایک قرض کی منظوری ریاستی امداد باہمی بنک سے ناقدانہ طور پر مطلوبہ چالو سرمایہ کی لائن کو کھولنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے اور مذکورہ اکائی کو اس بات کی اجازت بھی دی گئی ہے کہ وہ ڈبلیو بی ایس ای بی کو کنڈکٹرس سپلائی کرے اور بلوں میں ۱۵ر۴ کروڑ روپے جیسی گراں قدر رقم کا اضافہ کرے۔

معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ شعبۂ ہذا کو اسی سلسلے میں ان فاضل قطعاتِ اراضی کو فروخت کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی ہے جو بند اور بیمار صنعتی اکائیوں کے قبضے میں ہیں۔ مذکورہ قطعاتِ اراضی کی فروخت کا مقصد مذکورہ بالا صنعتی اکائیوں کی جلا بخشی کو آسان بنانے کے لئے وسائل کی تشکیل کرنا ہے۔ میسرز جے انجینئرنگ ورکس لمیٹیڈ، میسرز کیلکاٹا سلک مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹیڈ، میسرز ایلائم لمیٹیڈ اور میسرز اسٹانڈرڈ فارماسیٹیکلس لمیٹیڈ کی بیکار اور فاضل قطعات اراضی کو فروخت کرنے، متعلقہ صنعتی اکائیوں کی بحالی/جلا

بخشی / تجدید کے سلسلے میں وسائل پیدا کرنے والے وہ معاملات ہیں جن کو شعبۂ ہذا سالِ رواں کے دوران حتمی شکل دینے والا ہے۔

براہِ کرم معزز اراکین یہ یاد کریں کہ میں نے گزشتہ سال میں کہا تھا کہ شعبۂ ہذا نے اس ریاست کی صنعتی بیماری کے معاملوں میں منصوبہ بندی اور کلیدی مداخلتوں کی تشکیل میں اپنے ماہرین کو لگانے کے کام کا بیڑہ اٹھایا ہے لیکن اب تک اس کا تذکرہ بی آئی ایف آر میں کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے بلکہ وہاں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے جہاں صنعتی بیماری کے چنگل میں پڑنے سے انہیں بچانے کے لئے حمایت یا تعاون ضروری ہے۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ہم لوگوں نے سالِ رواں کے دوران ۱۹۹۹ء کی ریاستی ترغیبی اسکیم کے تحت اقدامات کے تعاون سے میسرز بیکو کارپوریشن لمیٹڈ اور ہندوستان کیبلس کو مدد پہنچائی ہے۔ میسرز اینڈریو یول کو بھی ان کے بکری محصول کو از سرِ نو ترتیب دینے کے سلسلے میں ایک نرم قرض فراہم کروا کر مدد پہنچائی گئی ہے۔ ان اقدامات نے مذکورہ صنعتی اکائیوں کی بیماری کو دور کرنے میں مدد دی ہے۔

معزز اراکین اس امر کو بھی یاد کریں کہ گزشتہ سال میں نے یہ بات کہی تھی کہ شعبۂ ہذا سرگرم طور پر ایک ضرورت پر مبنی اور پیشہ ورانہ ادارہ قائم کرنے کی بات پر غور و خوض کر رہا تھا۔ ادارۂ ہذا اس ریاست کی صنعتی بیماری کے مسائل کا مقابلہ ملائمیت کے ساتھ اور منفرد حالات میں مخصوص اور گوناگوں ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کر سکتا ہے۔ چونکہ آئی آر سی کی تشکیل میں خاطر خواہ انفرا اسٹرکچر اور مالی وسائل کی ضرورت پیش آئے گی اس لئے شعبۂ ہذا نے آئی آر سی کو فی الحال تشکیل دینے کے بجائے اپنے شعبہ کے شعبہ جاتی عملہ اور انفرا اسٹرکچر کی خدمات / تجربوں کو کام میں لا کر خاکسارانہ طور پر مذکورہ بالا کام کو شروع کرنے کا فیصلہ لیا ہے۔ ایک ورکنگ سیل موسوم بہ انڈسٹریل ری کنسٹرکشن سیل (آئی آر) کا قیام شعبۂ ہذا کے تحت آچکا ہے اور اس نے کام کی ذمہ داری بھی سنبھال لی ہے۔ بیمار اکائیوں کی جلا بخشی اسکیموں کے محاسبے اور ان کے کام کاج کو جانچنے اور پرکھنے کے مقصد کے تحت وقت بوقت خارجی پیشہ ورانہ ماہرین اور ایجنسیوں کی بھی امداد حاصل کی جائے گی۔ اس ریاست کی صنعتی بیماری سے متعلق ایک ڈاٹا بیس کی تشکیل کرنا اور بیمار اکائیوں خصوصاً جو مذکورہ بیماری کے اپنے ابتدائی مدارج سے دوچار ہیں کے لئے ایک انڈسٹریل ہیلتھ کیئر مانیٹرنگ سسٹم (صنعتی حفظانِ صحت نگہداشت نظام) قائم کرنا شعبۂ ہذا کے سامنے یہ دو اہم اور بڑے کام ہیں۔

معزز اراکین اس امر کو سراہیں گے کہ صنعتی جلا بخشی کا کام صنعت سازی سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ عوام کی ایک کثیر تعداد کو روزگار فراہم کروانے کی یقین دہانی اور حکومت کی لگان آمدنیوں کی قدر و قیمت میں اضافہ کرنے کے علاوہ صنعتی اکائیوں کی جلا بخشی اور ان کی نشو و نما کا کام بھی اسی کے دائرہ عمل کے اندر آتا ہے۔ اسی کی وجہ سے حکومت کی ایک ایسی مثبت تصویر بنتی ہے جو اس ریاست میں نئی صنعتی اکائیوں کے قیام کے سلسلے میں سرمایہ لگانے کے خواہش مند کاروباریوں کو اپنی جانب راغب کرنے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے ٭٭



۳۱ / نومبر کو رائٹرس بلڈنگس کے روٹنڈا ہال میں نئی وزارت کی تشکیل کیلئے کابینہ کی میٹنگ ہوئی۔ یہ شری جیوتی باسو کی آخری کیبنیٹ میٹنگ تھی۔

چھوٹی سی ملاقات

تخلیق : سُنیل گنگولی (بنگلہ)
ترجمہ : پروفیسر اقبال جاوید

مرد : کیسی ہو تم ؟
عورت : بادل دیکھ رہے ہو! بارش ہونے والی ہے
مرد : اچھی ہو نا؟
عورت : دیکھو پورب کی جانب، اندھیرا ہو چکا ہے
تیز آندھی کی آواز کیا نہیں سنی تم نے؟
مرد : اچھی تو ہو ؟
عورت : ابھی ابھی بجلی سی لہرا گئی
مرد : اچھا بتاؤ نا کیا تم اچھی ہو ؟
عورت : ذرا قدرت کا نظارہ دیکھو
مرد : کیا دیکھوں قدرت کے نظاروں کو/
درمیان میں تو تم دیوار بنی کھڑی ہو
عورت : میں، میں تو ایک ذرّہ ہوں/
بلکہ ذرّے سے بھی کمتر
مرد : تمہی تو نور کی حرارت ہو، تمہی تو طوفان
کا احساس دلاتی ہو، تمہی تو ایسے جذبات
کو جگاتی ہو۔
عورت : دیکھو حقیقی بارش کو، دیکھو حقیقی طوفان کو
مرد : ابھی تک تو نہیں دیکھا ٹھیک سے تمہیں۔
کیا واقعی تم اچھی ہو!

مرد : چلی جاؤ گی شاید تم؟ وقت ہو چکا ہے!
عورت : نہ نہیں۔ ابھی وقت نہیں ہوا
پھر بھی مناسب ہے چلے جانا۔
مرد : آؤ۔ آؤ نا۔ ابھی بھی اس غار میں کچھ
تلاش کریں کہیں کوئی روشنی چپ چاپ
پڑی تو نہیں ہے
عورت : چلو۔ چلو۔ کہیں اور چلیں ہم دونوں
مرد : کیا آج کا دن میری جلاوطنی کا
آخری دن ہے ؟
عورت : پہیلیاں۔ یہ سب میں نہیں سمجھتی،
میں بس سب کے درمیان تمہیں دیکھنا چاہتی
ہوں
مرد : مدتوں سے بھیڑ میں بھٹکتا رہا ہوں
چونٹیوں کی طرح جمع کیں میں نے میری
خوشیاں اور طمانیتیں/ دفعتاً ایک دن
میں نے دیکھا شفاف جھیل پر/ اپنے قریب
کسی کا عکس۔ میں ادھر ادھر دیکھتا
ہوں مگر کوئی نظر نہیں آتا/ کیا یہ میرا
واہمہ ہے یا میری ذہنی اپج!
اندھیرا کوئی سایہ نہیں اگلتا
ایسا لگتا ہے کہ میں اندھیرے غار میں ہوں۔
عورت : کیوں بلایا ہے تم نے،
مجھے اس بے جوڑ سمے میں
مرد : میں سمجھتا ہوں کہ میں نے غلطی کی ہے،
شاید اس سردی کی سستی کو ریزہ ریزہ
کر سکتی ہے عورت کی عنایت ہی۔
اس چھیڑ چھاڑ کے لمحات ابدی بن جاتے۔
اگر آنکھیں ـــــ
عورت : تو ایسا ہی ہو، ایسا ہی ہو۔
ان غلط تصورات کو لخت لخت کرنے میں
اور دیر نہ ہو۔ اور دیر نہ ہو/
اس مہیب اندھیرے میں۔
مرد : پھول کی طرح اس اندھیرے میں
ایک حقیر سی ہوس کھل اٹھتی ہے
اور ہم بار بار لوٹ جانا چاہتے ہیں
اس جوانی کے غم و یاس کی دنیا میں
اس غم و یاس کی طرح تم بھی
بہت عزیز ہو مجھے،
اور یہ لب و رخسار بھی اور۔۔۔۔۔۔
عورت : یہ سب میں نہیں جانتی، یہ سب میں نہیں جانتی
رہنے دو دکھوں اور پرچھائیوں کو،
جو جہاں ہیں۔
غلط کو صحیح کرنے کے نام پر بھول کرنا ہی
صحیح ہے۔
ایسا پُرلطف کھیل اور کوئی نہیں ہے۔
مرد : تب تم سمجھ گئی ہو/ اس غار کو محض فریب
سمجھ کر چھوڑ دینا/ زندگی کی سب سے بڑی بھول ہے

مرد : میرا۔ کبھی کبھی احساس ہوتا ہے تم ابید ہو
میرے جنم دن سے ہی/ جنگل میں چل رہی ہو تم۔
نرم پاؤں تلے تمہارے دبے خشک پتوں کی آواز
گونج رہی ہے، ان پہاڑیوں کی فضاؤں میں
جو نظر آ رہے ہیں بھینس کے شانے کی طرح،
اور اس پار سورج فرشتہ کا ڈنکا بجاتا ڈوب رہا ہے۔
یہ سب میرے جنم دن سے بھی بہت دور لگتا ہے۔
مجھے ساری دنیا کو یہ جتا دینے دو، جو تمہاری
تھوڑی پر امٹ چمک ہے وہ ہمیشہ رہے گی۔
مجھے تمہاری پُراسرار ہنسی/ اس فانی جنگل سے
دور سنائی دے رہی ہے ....../ دھندلکے
میں افق پر جب سفید کبوتر اڑنے لگتے ہیں/
وہ بھی بینائی کی طرح گم ہو جاتے ہیں اندھیرے میں
اور اس دنیا میں، اس قدر دکھ ہیں
صرف انسان کا دکھ ہی نکل جاتا ہے
اس کے جنم دن کے بھی آگے !!

ملیریا کی روک تھام

ڈکشا راجپوت

ملیریا دنیا میں عام طور پر پائی جانے والی ٹروپیکل پاراشیک بیماریوں میں سے ایک ہے۔ علاج و معالجہ کے سلسلے میں غیر معمولی ترقی و فروغ کے باوجود ملیریا بہت سے ترقی پذیر ممالک میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ ملیریا سے نہ صرف بڑے پیمانے پر انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں بلکہ مالی نقصانات بھی ہوتے ہیں۔ ہندستان کے تاریخی پس منظر میں، مہلک بخاروں کے سلسلے میں شدید ملیریا کا ذکر ۱۶۰۰ قبل مسیح کی ویدک تحریروں میں ملتا ہے۔ پورے ملک میں ملیریا کی روک تھام کے سلسلے میں سماجی بیداری پیدا کرنے کے عوام کی زیادہ سے زیادہ شرکت حاصل کرنے کی غرض سے صحت اور خاندانی بہبود کی وزارت، حکومت ہند ہر سال مانسون کی آمد سے قبل جون کے مہینے کے دوران ملیریا مخالف مہینہ مناتی ہے۔ گزشتہ دسوں برسوں میں، جب کہ ملیریا کی کافی روک تھام کی جا چکی ہے، ملیریا کی ایک قسم، یعنی پی فالسی پارم (پی ایف) یا مہلک سیریبرل ملیریا میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گرم آب و ہوا والے علاقوں کی سیاحت کرنے والے لوگوں کی صحت کے لئے بھی یہ بیماری سب سے بڑا خطرہ ہے۔

اسباب:

ملیریا ایک پیراسائیٹ کی وجہ سے ہوتا ہے، جو ایک انسان سے دوسرے انسان میں متاثرہ انوفلیس مچھروں کے کاٹنے سے منتقل ہوتا ہے۔ انسانوں میں یہ پیراسائیٹس جو اسپوروزوائیٹس کہلاتے ہیں، پہلے جگر میں پہنچتے ہیں، جہاں وہ مکمل نشو و نما پا کر ایک اور شکل میروزوائیٹس میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ خون کے بہاؤ میں داخل ہوتے ہیں اور خون کے سرخ خلیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ خون کے سرخ خلیوں میں یہ پیراسائیٹس کئی گنا ہو جاتے ہیں، جو ۴۸ سے ۷۲ گھنٹہ کے اندر پھٹ جاتے ہیں اور خون کے مزید لال خلیوں کو متاثر کرتے ہیں۔ بیشتر علامتیں خون کے بہاؤ میں میروزوائیٹس کے بہت زیادہ جاری ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور خون کے سرخ خلیوں کے پھٹ جانے کے بعد دوران خون میں جاری کردہ بڑی مقدار میں خون کے آزاد سرخ ذرات کی وجہ سے مسائل پیدا ہوتے ہیں نیز خون کے سرخ خلیوں کے ختم ہونے سے خون کی کمی پیدا ہوتی ہے۔ ملیریا معتدل آب و ہوا میں مچھروں کے ذریعہ پھیل سکتا ہے لیکن موسم سرما کے آتے ہی یہ پیراسائیٹس غائب ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بیماری کی شرح اور اس کے پھیلنے پر قابو پانے میں کافی دشواری ہوتی ہے۔ فالسی پارم ملیریا، ملیریا کی چار مختلف قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ ملیریا کی دوسری قسموں کے مقابلے میں یہ قسم خون کے لال خلیوں کو بڑے پیمانے پر متاثر کرتی ہے اور کہیں زیادہ خطرناک بھی ہے۔ پہلی علامت کے چند گھنٹوں کے اندر یہ مہلک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

احتیاطی اقدامات:

بیماری کی روک تھام میں متعدد اقدامات شامل ہیں، جن سے بیماری سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے یا متاثرہ افراد میں بیماری کے بڑھنے کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔ یہ سب بیماری سے محفوظ رکھنے کے نجی اقدامات ہو سکتے ہیں، جیسے حفاظتی کپڑے، کیڑے مکوڑوں کو مارنے کی دوائیں، مچھر دانیاں یا اجتماعی حفاظتی اقدامات جیسے کیڑے مار دواؤں کا استعمال یا اطراف کی صفائی ستھرائی۔

جلد تشخیص اور فوری علاج کے ذریعہ ہی اس بیماری کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔ دنیا کے زیادہ تر حصوں میں بچے اور حاملہ عورتیں اس بیماری سے متاثر ہوتی ہیں، لہٰذا ان کی زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ یہ بیماری پیدائشی طور سے بھی اور خون کی منتقلی سے بھی ہوتی ہے۔ حاملہ عورتوں کو ملیریا سے بچاؤ کی احتیاطی دواؤں کا استعمال کرنا چاہئے، کیوں کہ پیدائشی بیماری کے خطرے کے مقابلے میں، دوائیں کھانے سے جنین کو کم خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ملیریا کی روک تھام کا انحصار کیڑے مارنے کی دوائیں چھڑکنے پر تھا۔ اب روک تھام کے طریقوں کے منتخبہ استعمال جن میں مچھر کنٹرول بھی شامل ہے، کم اخراجاتی اور زیادہ پائیدار ثابت ہو رہا ہے۔

سرکاری اقدامات:

ہندستان میں ملیریا کی وبائی صورت حال کے بارے میں ۲۵ مئی ۲۰۰۲ء تک موصولہ رپورٹوں کے مطابق ۱۹۹۹ء کی اسی مدت کے مقابلے میں ملیریا کے کل کیسوں میں ۱۸٫۳ فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور پی ایف کے کیسوں میں ۲٫۹۸ فیصد کی کمی آئی ہے۔

ملیریا کے خاتمے کا قومی پروگرام — نیشنل ملیریا اریڈیکیشن پروگرام — این ایم ای پی کے تحت اخراجات کی نصف نصف ساجھے داری کی بنیاد پر چلایا جارہا ہے۔ ترمیم شدہ منصوبۂ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے نتیجے میں ملیریا کے کل کیسز جو ۱۹۷۶ء میں ۶٫۴۷ ملین تھے، ۱۹۸۴ء میں گھٹ کر ۲٫۱۸ ملین رہ گئے۔ تب سے ملیریا کے سالانہ کیسز تقریباً دو ملین کے آس پاس ہی رہتے ہیں۔ ملیریا کی روک تھام کی حکمت عملی میں ملیریا کی جلد سے جلد تشخیص کرنا، پھر فوری علاج کرنا، کیڑے مار دواؤں کا منتخبہ استعمال کرنا، انفرادی طور پر احتیاطی دواؤں کے استعمال کو فروغ دینا، قوت مدافعت پیدا کرنا اور وبا سے لڑنے کے لئے تیار رہنا شامل ہیں۔

شہری علاقوں میں ملیریا کی روک تھام کرنے کیلئے موجودہ ہیلتھ سروسز کے ذریعہ لاروا کی روک تھام کے مسلسل اقدامات کرکے نیز ملیریا کے کیسوں کی تشخیص اور علاج کرکے ان علاقوں میں ویکٹر کی آبادی میں کمی لانے کے لئے ۱۹۷۱ء میں شہروں میں ملیریا کی روک تھام کی اسکیم (یو ایم ایس) شروع کی گئی تھی۔ یو ایم ایس کی حکمت عملی کے اہم جزو میں مؤثر نگرانی اور لاروا کی روک تھام کرنے کے اقدامات شامل ہیں۔ اس اسکیم کے تحت چالیس ہزار سے زیادہ آبادی والے شہروں کا احاطہ کرنا ہوتا ہے۔ ۷ ریاستوں اور مرکزی انتظام کے دو علاقوں کے ۱۸۱ شہروں کے لئے اس اسکیم کی منظوری دی جاچکی ہے۔ اب تک ۱۳۱ شہروں میں اس اسکیم پر عمل درآمد ہوچکا ہے۔ ملیریا کی روک تھام کے اقدامات کو مستحکم بنانے کے لئے ورلڈ بینک پروجیکٹ کے تحت ۱۹ شہروں کو شامل کیا جاچکا ہے۔

تاہم مؤثر طریقہ کار سے ملیریا کی روک تھام کے دوران چند مشکلات سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ گزشتہ برسوں میں ملیریا کے مچھروں نے عام طور پر استعمال ہونے والے ملیریا کی روک تھام کی دواؤں اور روایتی کیڑے مار دواؤں کے خلاف قوت مدافعت پیدا کرلی ہے۔ ملیریا پھیلانے والے حالات پیدا کرنے کیلئے متعدد تعمیری اور ترقیاتی پروجیکٹ بھی ذمہ دار ہیں۔ علاوہ ازیں ملیریا پھیلنے کی ایک وجہ مزدوروں کا ایک ریاست سے دوسری ریاست منتقل ہونا ہے۔ پہاڑوں اور جنگلات جیسے دشوار گزار علاقوں کے مسلسل طور سے ملیریا کے پھیلنے پر نظر رکھنا ممکن نہیں ہے۔

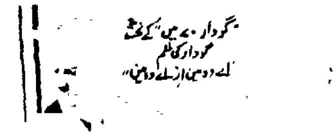
ملیریا مخالف مہینے سے متعلق، جو جون ۲۰۰۲ء میں منایا گیا ہے، قومی ٹاسک فورس نے ایک حالیہ میٹنگ میں خاص طور سے نچلی سطح پر ملیریا کی روک تھام کرنے اور اس پر قابو پانے کے سلسلے میں عوام میں بیداری پیدا کرنے کے منصوبوں کا جائزہ لیا ہے۔ سکریٹریوں کی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق، بین وزارتی سرکاری گروپ کی چوتھی میٹنگ محکمۂ صحت کے سکریٹری کی رہنمائی میں منعقد ہوئی تھی تاکہ ۲۰۰۱ء کے دوران ملیریا کی روک تھام کے قومی پروگرام اور کالا زار کی روک تھام کے پروگرام کے تحت ڈی ڈی ٹی کے استعمال کو لازمی قرار دیا جائے۔ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ دو مالی سال کے دوران ۷۰۰۰ ایم ٹی ڈی ڈی ٹی دونوں پروگراموں کیلئے اور ۲۲۰۰ ایم ٹی مالاتھیون این اے ایم پی کے لئے خریدا جائے گا۔

بین الاقوامی سطح پر ڈبلیو ایچ او، یو این ڈی پی، ورلڈ بینک اور یونیسیف کے زیر اہتمام ملیریا کے خاتمے کا پروگرام حال ہی میں شروع کیا گیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت، غریب ممالک اور خاص کر افریقہ میں ۲۰۱۰ء تک دنیا سے ملیریا کے بوجھ کو آدھا کرنے کا عزم مصمم کیا گیا ہے۔ لوگوں میں بیماری کے بارے میں بیداری پیدا کرنے کے سلسلے میں عوام نیز تعلیم، ماحولیات، پانی کی سپلائی، صفائی ستھرائی اور سماجی ترقی کے شعبوں میں کام کرنے والے لوگوں کی اجتماعی کوششوں سے منظم اور مسلسل مہم چلا کر ملیریا کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ لوگ اپنے آس پاس کے ماحول کو صاف ستھرا رکھ کر بھی اپنی جانب سے اس مہم کے سلسلے میں تعاون کرسکتے ہیں ٭٭

قارئین کیلئے اطلاع

پوجا کی تعطیلات کی وجہ سے "مغربی بنگال" کا گزشتہ شمارہ مورخہ ۱۵ر اکتوبر ۲۰۰۲ء شائع نہیں ہوا۔ (ادارہ)

کلکتہ فلم فیسٹیول ۲۰۰۰ء





MAGHREBI BANGAL
An Urdu Fortnightly
November 1 & 15, 2000

REGD. No. WB / RNP-148
Vol No. 47, Issue No 21 & 22
Price : Rs. 2/-

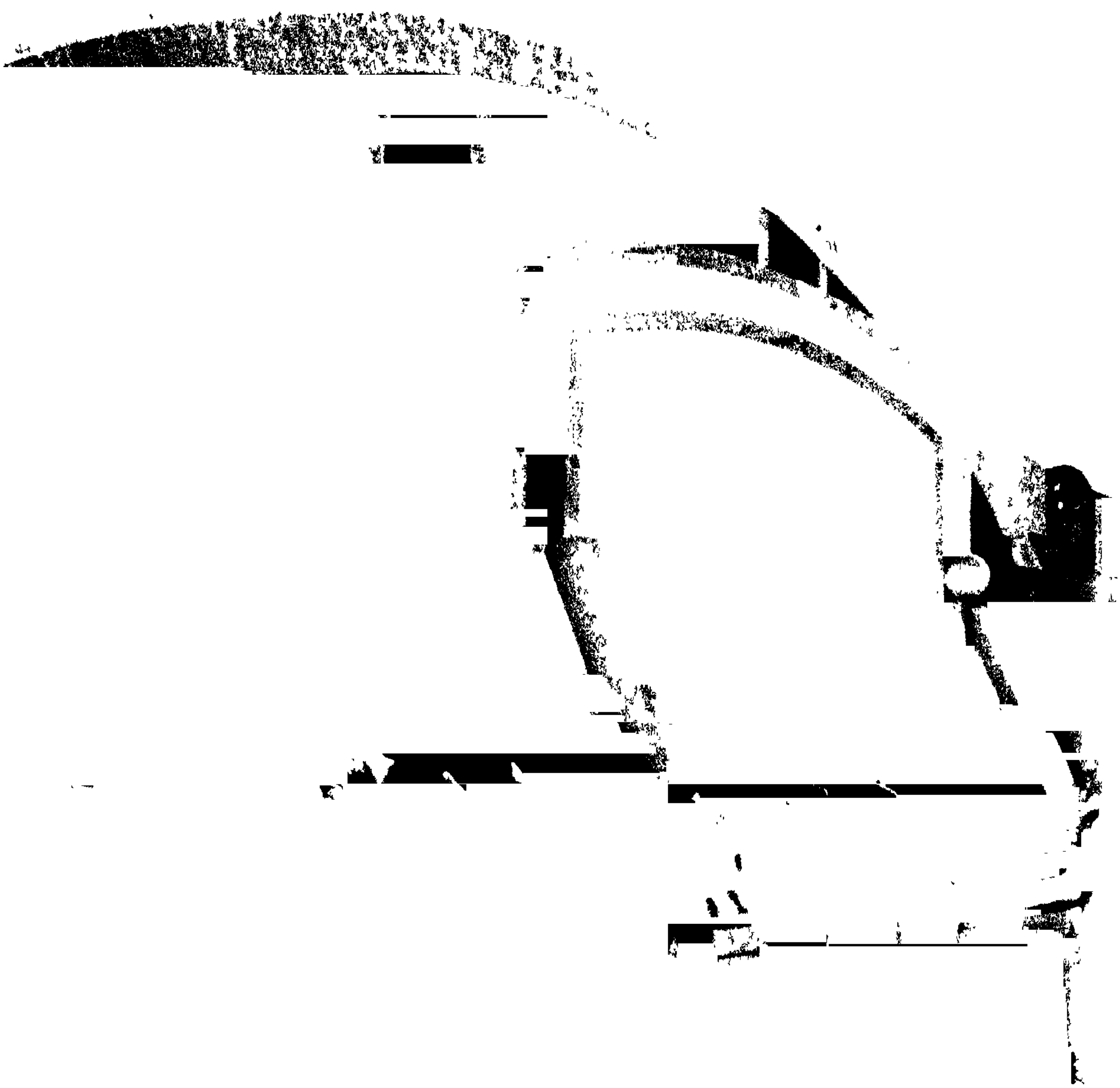
ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کیلئے جنگلاتی زندگی کا تحفظ ضروری ہے

حکومتِ مغربی بنگال کی جانب سے ریاست بھر میں ۳ سے ۹ نومبر تک جنگلاتی زندگی ہفتہ منایا گیا۔



Chief Editor Tarapada Ghosh, Asst Editor Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt of Government of West Bengal and Printed by Basumti Corporation Ltd 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700 012

مغربی بنگال



پندرہ روزہ

کلکتہ

مغربی بنگال

جلد نمبر ۴۷ • یکم و ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۰ء • شمارہ نمبر ۲۲و۲۳

ترتیب

• سرورق : نئی دہلی کے ہندوستانی بین الاقوامی میلہ ۔۔۔ ۲ میں مغربی بنگال پویلین کی :

مدیر اعلیٰ : تارا پدا گھوش
نائب مدیر : محمّد مصطفےٰ

شرحِ خریداری

سالانہ : بیس روپئے • نصف سالانہ : دس روپئے

• فی شمارہ کی قیمت : ایک روپیہ

• ترسیل زر (بذریعہ منی آرڈر) کا پتہ :

انفارمیشن آفیسر،
شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومتِ مغربی بنگال
۶ کاؤنسل ہاؤس اسٹریٹ، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱
فون :- 243-6295

• پرچہ کی خریداری کیلئے پیشگی رقم منی آرڈر کے ذریعہ بھیجیں

دفترِ ادارت

شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور
حکومتِ مغربی بنگال
چوتھی منزل، بلاک ۲
رائٹرس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

فون : 235-5601/3371 Ext : 710

مغربی بنگال اقلیتی ترقیاتی و مالیاتی کارپوریشن کے تحت یک مشت قرض اسکیم کا آغاز

بایاں محاذ اقلیتوں کے تعلیمی معاشی اور رہائشی مسئلوں کو دور کرنے کیلئے کوشاں ہے

شری بدھادیب بھٹاچاریہ



• وزیراعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ

مسلمانوں کو ریزرویشن دینے کا سیاسی دعویٰ کیا جارہا ہے۔ اقلیتوں کو دستور کے تحت اگر ریزرویشن دیا جاتا تو سب سے پہلے بایاں محاذ حکومت ان کو یہ رعایت دیکر ان کی پسماندگی دور کرنے کی کوشش کرتی۔ یہ باتیں مغربی بنگال کے وزیراعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے گزشتہ ۲۵ نومبر کو مغربی بنگال اقلیتی ترقیاتی و مالیاتی کارپوریشن کے تحت اقلیتی فرقے کے لوگوں کے درمیان خود روزگار کے لئے قرض کی تقسیم کے سلسلے میں رپن اسٹریٹ کلکتہ میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہیں۔ اس موقع پر انہوں نے کلکتہ کارپوریشن کے وارڈ نمبر ۵۳، ۶۱، ۶۲، ۶۳ کے لئے یک مشت قرض اسکیم کی شروعات کی۔ اور امسال کے لئے ۲۰ ٹیکسی ڈرائیوروں میں ٹیکسی لون کے تحت ٹیکسیوں کی چابیاں دیں ان کے علاوہ کمیشن کے زیر اہتمام ٹریننگ پروگرام سے مستفید ہونے والے ۲۵ تربیت یافتہ افراد میں بھی خود روزگار کے لئے اقراض تقسیم کئے گئے۔ وزیراعلیٰ نے کہا یہ سچ ہے کہ اقلیتوں کو تعلیم روزگار اور رہائش کا مسئلہ لاحق ہے جسے دور کرنے کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ اسی لئے اقلیتوں کے لئے ترقیاتی و مالیاتی کارپوریشن ہم نے قائم کیا جو اقلیتوں کی فلاح و ترقی کے لئے بحسن و خوبی کام کر رہا ہے۔ نیز ہم نے اپنی حکومت میں اقلیتی امور کے لئے ایک علیحدہ وزارت بھی قائم کی ہے۔ یہاں مسلم خواتین کی فلاح اور ان کی تعلیم کے لئے کئی گرلس ہاسٹل بنائے گئے۔ ان کی اعلیٰ تعلیم کیلئے گرلس کالجیس بھی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم ووٹ حاصل کرنے کے لئے جھوٹا وعدہ نہیں کرتے۔ ہم اقلیتوں کی واقعی ترقی چاہتے ہیں۔ مدرسہ کی تعلیم کو قومی تعلیم کے دھارے میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ مسلم بچوں کو اردو اور عربی کی تعلیم کے علاوہ انگریزی اور سائنس و ٹکنالوجی کے ساتھ جدید تعلیم کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے تاکہ یہ بھی دوسروں کی طرح آگے بڑھ سکیں۔

انھوں نے اقلیتی ترقیاتی و مالیاتی کارپوریشن کے کاموں کو تیز تر کرنے اور قرض میں اضافہ کرنے کی منصوبہ بندی پر زور دیا۔

کارپوریشن کے چیئرمین اور ایم پی جناب محمد سلیم نے کہا کہ بائیں محاذ حکومت نے اربن لائنڈ کے تحت زمین الاٹ کی ہیں جہاں اقلیتی فرقے کے لوگوں کے لئے مکانات تعمیر کئے جائیں گے اس سے اقلیتوں کے رہائشی مسئلے کچھ حل ہوں گے۔

اس موقع پر مغربی بنگال کے سابق گورنر اے آر قدوائی۔ مرکزی وزیر اجیت کمار پانجہ، مغربی بنگال اقلیتی کمیشن کے چیئرمین خواجہ محمد یوسف بھی بہ نفس نفیس موجود تھے۔

اس تقریب کے بعد وزیراعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ کے گرلس سیکشن کی جانب سے منعقدہ دستکاری نمائش کا افتتاح کیا۔ افتتاحی تقریر میں وزیراعلیٰ نے مسلم بچوں کو جدید تعلیم حاصل کرنے اور مقابلہ جاتی امتحانات میں بیٹھنے کا مشورہ دیا۔

■■

وزیر اعلیٰ کے ہاتھوں ودیاساگر میلہ ۲۰۰۰ء کا افتتاح

وزیر اعلیٰ بدھادیب بھٹاچاریہ نے کرزن پارک، کلکتہ میں ودیاساگر کے مجسمے کی نقاب کشائی کے بعد اظہار خیال کرتے ہوئے۔

وزیر اعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ نے گذشتہ ۸ر دسمبر کو کلکتہ میدان میں بنگیہ ساکھرتا پرسار سمیتی کے زیر اہتمام، ودیاساگر میلہ کا افتتاح کیا۔

اس موقع پر مرکزی وزیر منوہر ترکے، ریاستی وزیر کھیتی گوسوامی، ودیاساگر میلہ کمیٹی کے ورکنگ صدر بمان بوس، سکریٹری سپیر بندھو بادھیہ اور مہیلا لیڈر کنک مکھرجی وغیرہ بھی موجود تھے۔

افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے کہا کہ نئی نسل تک ودیاساگر کے فکرو خیالات کو پہنچانے کے لئے اس طرح کے میلہ کی اشد ضرورت ہے۔ ودیاساگر نے اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ سماج کی ترقی کا اصل ضامن عوامی تعلیم ہے۔ انہوں نے مذہب پسند سماج میں عدل و ناانصافی کے درمیان ایک خط مستقیم کھینچ دیا تھا اس کے لئے انہیں باد مخالف کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ اپنے مقصد میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔

انہوں نے یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ خواتین کی تعلیم اور ان کی ترقی کے بغیر ہمارا سماج آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ اکیسویں صدی کی دہلیز پر کھڑے ہو کر جب علم و عقلیت پر انحصار کرتے ہوئے سماج آگے کی طرف بڑھ رہا ہے تو ایسے حالت میں ہمارے ملک میں دھرم کے نام پر مذہبی مقامات پر حملے کئے جا رہے ہیں اور بد قسمتی سے اسے قومی اہمیت دی جا رہی ہے لیکن ودیاساگر نے انیسویں صدی میں اس بنیاد پرستی کے خلاف لڑائی کی۔ انہوں نے کہا کہ راجا رام موہن، ودیاساگر اور ربندرا ناتھ کے ساتھ احیائے نو کے پیش روؤں کے اصولوں پر ہمیں گامزن ہونا انتہائی ضروری ہے۔ آفات ناگہانی کی طرح ناخواندگی بھی ناگزیر تھا۔ آج بھی ہمارے ملک میں ۴۰ فیصد عوام ناخواندہ ہیں۔ ملک کی حکمراں جماعت نے عوامی تعلیم کو قومی اہمیت کا حامل نہیں سمجھا لیکن مغربی بنگال کی حکومت خواندگی مہم کو کافی بڑھاوا دے رہی ہے۔ اس کے باوجود

ابھی بھی ناخواندگی کے اندھیرے میں بہت سے لوگ ڈوبے ہوئے ہیں۔ پہلوگوں کے سامنے یہ ایک سماجی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے بتایا کہ خواندگی کے بغیر کوئی بھی ملک ترقی کی منزل کی طرف جا نہیں سکتا۔ اسی لئے ودیاساگر نے تعلیم کو کافی اہمیت دی تھی خاص طور پر خواتین کی تعلیم پر انہوں نے زیادہ توجہ دی تھی۔

اس موقع پر وزیراعلیٰ موصوف نے ودیاساگر پر ایک کتاب کا اجراء کیا۔ یہ میلہ ۲۰ دسمبر تک جاری رہے گا جس میں روزانہ طبی جانچ، مباحثہ، گیت سنگیت، آپ بیتی ڈرامہ اور دیگر ثقافتی پروگرام پیش کئے جائیں گے۔ اس بار ودیاساگر میلہ کا مقصد عام لوگوں میں خواندگی اور صحت عامہ کے سلسلے میں بیداری لانا ہے۔

۴ نومبر کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ودیاساگر میلہ کمیٹی کے ورکنگ صدر بمان بوس نے بتایا کہ ودیاساگر کے موقع پر ربندرا سدن میں ٹکٹ کی بنیاد پر ایک ڈرامہ دکھانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس سے حاصل ہونے والی رقم سیلاب زدہ عوام کی امداد کے لئے وزیراعلیٰ ریلیف فنڈ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ شہر میں متعدد عظیم شخصیتوں کے مجسمے تو ہیں لیکن ودیاساگر کا کوئی بھی مجسمہ کالج اسکوائر کے علاوہ کہیں نہیں ہے اس لئے میلہ کے افتتاح کے موقع پر کرزن پارک میں ودیاساگر کا نیا مجسمہ نصب کیا جائے گا۔

وزیراعلیٰ شری بدھا دیب بھٹاچاریہ نے افتتاحی تقریب کے بعد اسی دن کلکتہ کے کرزن پارک میں ودیاساگر کے مجسمے کی رسمی طور پر نقاب کشائی کی۔ اس موقع پر شری بمان بوس اور سبیر بندھو بادھیہ بھی بنفس نفیس موجود تھے۔ ■■

بقیہ: خاندان مغلیہ کا آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر (باقی صفحہ ۲۲ کا)

اٹھا دیئے۔ آنکھیں سفید داڑھی پر آنسو گرا رہی تھیں۔ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف تھے اور اس طرح جلاوطن بادشاہ دلی والوں کو خدا کے سپرد کر رہا تھا۔

بہادر شاہ ظفر صرف معنوں میں ایک فرمانروا ہی نہیں تھے، بلکہ فنون لطیفہ، خاص کر شعری ادب کے نہ صرف یہ کہ قدرشناس و قدرداں تھے، بلکہ خود بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کے عہد کو اردو کے عہد زریں سے تعبیر کرنا کوئی غلط نہ ہوگا۔ اس وقت کے تمام بڑے شعراء مثلاً ذوق، غالب، مومن وغیرہ، جن کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے، بہادر شاہ ظفر سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کے کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دل بلبل میں تھا نہ درد ظفر
وہ بھی درد آشنا ہمیں سے ہوئی

•

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

•

بات کرنی ہمیں مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

غزل
بہادر شاہ ظفر

لگتا نہیں ہے جی مرا اُجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں
عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں
کہہ دو یہ حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں
کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

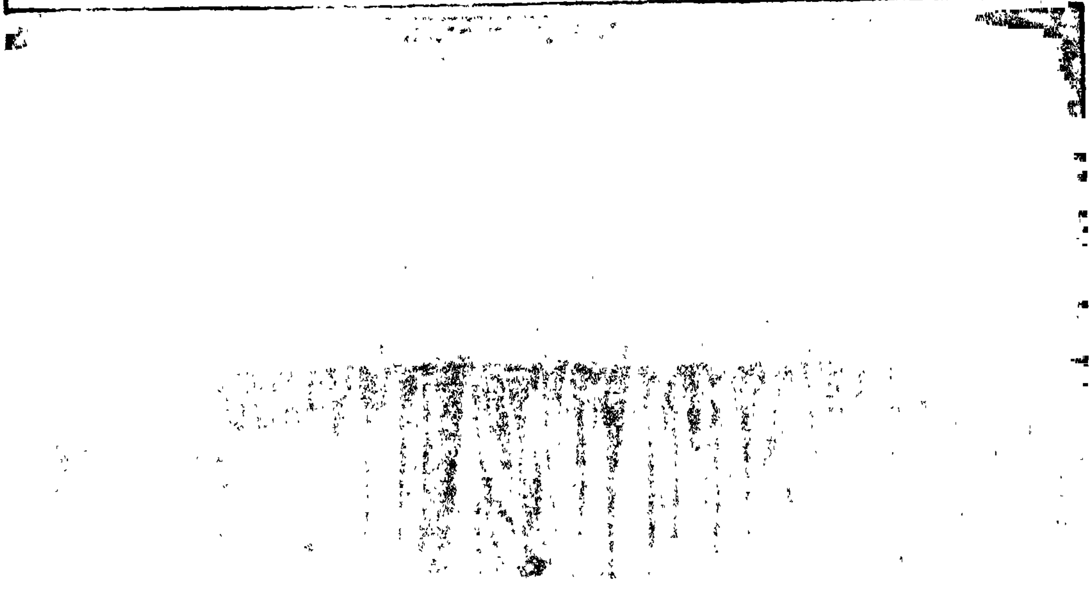
کوئی کیوں کسی کا لبھائے دل کوئی کیا کسی سے لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

•

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے وہ ایک مشت غبار ہوں ■■

(بشکریہ پی آئی بی)

مغربی بنگال کو ہندوستانی بین الاقوامی تجارتی میلہ ۲۰۰۰ میں خصوصی ایوارڈ



• ریاستی وزیر صنعت و تجارت شری بنکمگوپال چودھری پریس نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے

حکومت مغربی بنگال کو ۱۴ ر نومبر سے ۲۷ ر نومبر تک نئی دہلی کے پراگتی میدان میں ہونے والے ہندوستانی بین الاقوامی تجارتی میلہ ۲۰۰۰ء کے خاتمہ پر شعبۂ اطلاعات و ثقافتی امور کے زیر اہتمام "Excellence in Display" کے تحت شاندار نمائش کے لئے خصوصی ستائشی میڈل سے نوازا گیا۔ مغربی بنگال کے شاندار پویلین گھریلو صنعت، گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعت، سیاحت، فوڈ پروسیسنگ صنعتیں، جنگلات، توانائی، ویسٹ بنگال انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن، ویسٹ بنگال الیکٹرونک انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن، ہلدیہ پیٹروکیمیکلس، منجوشا، تنتوجا، تنتوشری، بین لُش وغیرہ نے اپنے اسٹال کے ساتھ حصہ لیا۔ پویلین کا موضوع تھا "مغربی بنگال: منزل مقصود" جس کے تحت انفارمیشن ٹکنالوجی کو اجاگر کیا گیا۔

مغربی بنگال کی روایتی کاروباری سرگرمیوں کو اجاگر کرنے کے لئے بڑی تعداد میں چھوٹے پیمانے کی صنعتیں، مختلف النوع مصنوعات کے ساتھ فروخت یونٹوں اور مختلف اضلاع کے دستکاروں نے اہم رول ادا کیا۔ نمائش اور فروخت کی یونٹوں کے ۹ ہزار مربع فٹ کے علاقوں میں محیط ہندوستانی بین الاقوامی تجارتی میلہ ۲۰۰۰ء میں تقریباً ۷۶ شرکاء نے حصہ لیا۔ سیلنگ یونٹوں نے اختتام تک ۵ لاکھ روپئے کی رقم کا کاروبار کیا۔

مغربی بنگال پویلین کی سرخیوں میں افزائش توانائی، الیکٹرونکس صنعت، انفارمیشن ٹکنالوجی، پیٹروکیمیکلس، فوڈ پروسسنگ صنعتیں، چھوٹے پیمانے کے انجینئرنگ سامان، چائے، چمڑے کی مصنوعات، سلک اور کھادی، ہینڈلوم اور ہتھ کرگھا، جوٹ کی مصنوعات، سیاحت، بنگالی پکوان اور موسیقی وغیرہ کی نمائش کو شامل کیا گیا تھا۔ عزت مآب وزیر تجارت شری بنکمگوپال چودھری نے ۱۸ ر نومبر کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں پریس اور دیگر میڈیا کے نمائندوں نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ اس دن ایک شاندار ثقافتی پروگرام کے ساتھ یوم ریاست مغربی بنگال منایا گیا جس میں کثیر التعداد حاضرین کے سامنے مشہور فنکار پیجش کانتی سرکار اور شریمتی چندر بالی رودر دتہ نے بنگالی گیت پیش کئے۔

مرکز کی غلط منصوبہ بندی نے ریاستوں کو کافی نقصان پہنچایا ہے

● شری جیوتی باسو

انڈین چیمبر آف کامرس کی جانب سے اس کی ۳۷ ویں سالانہ جنرل میٹنگ کے موقع پر مشرقی ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ کی جلسۂ خاص کو خطاب کرتے ہوئے اس وقت کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے اپنی اس امید کا اظہار کیا کہ یہ بزم خاص متعلقہ علاقہ کی ریاستوں کے درمیان باہمی معاشی تعاون کو مزید تقویت بخشے گی۔ وزیر اعلیٰ نے فرمایا کہ اس حقیقت سے سب لوگ ہی واقف ہیں کہ پالیسیوں کی عمل درآمد میں ناروا امتیاز اور بھید بھاؤ برتنے کے ساتھ ساتھ غلط منصوبہ بندی نے ہمارے علاقہ کو اسقدر نقصان پہنچایا ہے کہ وہ اپنے پاس صنعت کے لئے درکار خام اشیاء اور دیگر سامانوں کی بہتات ہونے کے باوجود ترقی نہیں کر سکا۔

لوہا اسپات اور کوئلہ کے سلسلہ میں فرائٹ اکوا لائزیشن پالیسی کی غیر معمولی طور پر طویل مدت تک جاری رہنے کی صورت حال نے مشرقی علاقہ میں پائے جانے والے قدرتی فوائد کو زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ مرکز نے اس اسکیم کو اس وقت واپس لے لیا جب کافی دیر ہو چکی تھی یعنی اس وقت تک ملک کے دیگر علاقوں میں واقع بازاروں کو کافی فروغ حاصل ہو چکا تھا اس علاقہ میں سرمایہ کاری کو زیادہ کارگر بنایا گیا۔ دوسری جانب سنہ ۱۹۹۱ء کے قبل کے مرحلہ کے دوران مشرقی علاقہ کے مصنوعات تیار کرنے والوں کو مناسب قیمت پر کاٹن اور انڈسٹریل الکوحل وغیرہ جیسے لازمی خام اشیاء مہیا کرنے کی کوئی پہل نہیں کی گئی تھی ان جملہ مرحلوں کے دوران مرکزی حکومت نے صنعتی لائسنسنگ پالیسی کو ایک ایسے آلہ کی طرح استعمال کیا جو اس علاقہ میں اکائیاں قائم کرنے والے امکانی سرمایہ لگانے والوں کو اس کام سے باز رکھ پائے اور ان سرمایہ لگانے والوں کی اس شرط پر ہمت افزائی کرے کہ اگر وہ ملک کے دیگر علاقوں میں اپنی اکائیاں قائم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہلدیہ پیٹرو کیمیکلس لمیٹڈ پروجیکٹ جو آج ہماری انتھک کوششوں کی بدولت روز روشن کی طرح تابناک نظر آرہا ہے، کو ایک دہائی سے زائد عرصہ تک "لیٹر آف انٹنٹ" یعنی منظوری نامہ سے محروم رکھا گیا تھا اور صرف اس کی تاخیر کی وجہ سے اس کی لاگت خرچ میں کافی اضافہ ہو گیا

اس سلسلہ کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب مرحومہ اندرا گاندھی وزیر اعظم تھیں اس وقت میں نے ذاتی طور پر سالٹ لیک میں واقع وزارت دفاع کے تحت ایک الیکٹرونکس کارخانہ قائم کرنے کی تجویز پر ان سے تبادلۂ خیال کیا تھا لیکن ان سے یہ سن کر پیچھے ہٹ گیا کہ مرکزی حکومت کے نوکر شاہی حلقوں نے اس سلسلہ میں وزیر اعظم سے یہ گوش گزار کیا کہ چونکہ کلکتہ ایک غیر ملک کی سرحد سے قریب واقع ہے اس لئے اس علاقہ میں اس طرح سرمایہ کاری مناسب نہیں ہوگی۔ شاید وہ ان کے اعتراضات کو رد کر سکتی تھیں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت کا رویہ ہماری ضرورتوں کی تکمیل کے سلسلہ میں کتنا متعصبانہ ہے۔ بہر کیف ریاستی حکومت نے بیشتر طور پر سوفٹ ویئر خدمات کے علاقہ میں اپنے طور پر ایک الیکٹرونکس صنعت قائم کر لی ہے۔

برسوں تک متعدد مرکزی عوامی سکٹر کی اکائیوں کے قیام کی پالیسی کو غلبہ حاصل رہا اور بیمار اکائیوں کو مزید سرمایہ کارانہ سہولتوں سے محروم رکھا گیا۔ ریاستی حکومت نے بارہا اس رجحان کی مخالفت کی اور اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ عوامی سکٹر کے اہم کردار کو ایڈہاک پالیسیوں کے ذریعہ ملتوی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مرکزی حکومت مذکورہ طرز کی بے شمار اکائیوں کو بند کرنے کی خطرناک پالیسی کو روبہ عمل لانے کی درپے ہے۔ نتیجہ کے طور پر کثیر تعداد میں مزدوروں اور ملازموں کو ان کے روزگار سے نکال باہر کیا جا رہا ہے۔ حکومت ہند کے حالیہ فیصلہ کے مطابق مغربی بنگال کی ایسی چار اکائیوں کو بند کیا جانے والا ہے۔ این ٹی سی ملوں کو خطرناک صورت حال کی جانب ڈھکیل دیا گیا ہے اور مرکز ان کے مسائل کو حل کرنے کی بالکل کوئی کوشش نہیں کر رہی ہے۔ اسی طرز پر ملک کے مشرقی علاقہ میں واقع بیشتر پٹسن صنعتوں کو بھی خطرناک ترین صورت حال کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ بارہا مرکزی حکومت اس ایکٹ کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہی ہے جس کے تحت انواع واقسام کی اشیاء کی پیکیجنگ میں پٹسن کے استعمال کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مرکزی حکومت کے

عدم تعاون کے رجحان فی الحال ویگن تیار کرنے والی صنعت کے لئے بڑی مشکلات کے اسباب بنے ہوئے ہیں اور یہ صنعت وزارت ریلوے کی پس و پیش کی پالیسیوں کی خاطر زوال پذیر ہوتی جا رہی ہے۔ جیتر بھی لوکوموٹیو جو اپنے میدان میں ایک ممتاز حیثیت کی مالک ہے، کو خاطر خواہ احکامات کی عدم دستیابی کی وجہ سے گمبھیر مسائل نے آگھیرا ہے۔ علاوہ ازیں کوئلہ سیکٹر میں بھی مرکزی حکومت کے مذکورہ منفی رجحانات رونما ہو رہے ہیں یعنی یہ لوگ مغربی بنگال اور بہار کے اندر کثیر تعداد میں واقع کولیریوں کو بند کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ ایسی صورت حال میں معیشت کو زبردست دھکا لگے گا اور ان کولیریوں کے مزدوروں کو اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔

قومی شاہراہوں، ریلویز، ہوائی اڈوں، آبی گزرگاہوں اور بحری بندرگاہوں، مواصلات وغیرہ جو مرکزی حکومت کے مخصوص ماتحت میں ہیں کی تشویشناک انفرااسٹرکچر کے رکھ رکھاؤ اور فروغ دینے سے متعلق مسائل کے سلسلہ میں کسی انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ مشرقی علاقوں کو اس کے جائز حق یا حصص سے محروم رکھا گیا ہے۔ متعصبانہ رجحان کا اظہار مذکورہ بالا علاقہ میں مغربی بنگال اور دیگر ریاستوں کو بھی غیر ملکی مندوبین روانہ کرنے کے پس و پیش میں ملتا ہے۔ غیر ملکی تجارت گھروں کے تال میل کے سلسلہ میں جتنا کچھ کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ چیمبرس آف کامرس اور ریاستی فروغی ایجنسیوں کے لئے کرنا چاہئے تھا۔ ایسی بہت ساری مثالیں دستیاب ہیں جن پر ریاستی حکومتوں کو غور و خوض کرنا چاہئے اور اس دوران ایک مشترکہ ایکشن پلان تیار کیا جا سکتا ہے۔ باسو نے کہا کہ حکومت ہند کے ساتھ مشترکہ طور پر ہم لوگوں کو چاہئے کہ ان مسائل پر غور و خوض کریں جو ہم دونوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہیں۔

نام نہاد لبرلائیزیشن کی بیداری اور "نئی معاشی پالیسی" کے چالو کرنے پر حکومت ہند جیسا کہ معلوم ہوتا ہے ریاست کے لگان بنیاد کو بغیر استحکام بخشے معاشی ترقی کا سارا بوجھ ریاست کے کندھوں پر ڈال دیا ہے۔ یہ لوگ اس بات کی توقع بھی کرتے ہیں کہ ریاست اپنے یہاں سرمایہ کاری کو پرکشش بنانے یعنی اس ریاست میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کروانے کے لئے نئے انفرااسٹرکچر پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرے جبکہ مرکزی حکومت انفرااسٹرکچر کی جملہ انواع و اقسام جو ان کی ماتحتی میں ہیں کو بچائے رکھنے اور ان کو فروغ دینے پر بالکل کچھ خرچ نہیں کر رہی ہے۔ ہر شخص کی سمجھ میں یہ بات

اچھی طرح آگئی ہے کہ سڑک، مواصلات، بندرگاہ، ہوائی اڈے وغیرہ جیسے بنیادی انفرااسٹرکچر اثاثے اپنے طور پر اتنا ترقی نہیں کرتے ہیں جتنا کہ اپنی جانب سرمایہ لگانے والوں کو راغب کرتے ہیں۔ حکومت ہذا کو چاہئے کہ وہ تجارتی طور پر پروجیکٹوں کو کارگر اور منافع بخش بنانے کے لئے انہیں مالی تعاون اور سہولتیں عطا کرے۔ لہٰذا کوئی بھی مذکورہ میدان میں حکومت ہذا کے کردار کو ایک بنیادی اور لازمی محرک کے طور پر خارج از بحث نہیں کر سکتا ہے۔

یکے بعد دیگرے برسر اقتدار آنے والی مرکزی حکومتوں کی پیش کردہ نئی پالیسیاں نہ صرف صنعت اور انفرااسٹرکچر کے میدانوں میں پرنقص ثابت ہوئی ہیں بلکہ پورے طور پر معاشی ترقیات کو از حد نقصان پہنچایا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے اس حقیقت کی وضاحت کی کہ ان بیشتر پالیسیوں سے سماج کے بلند تر طبقہ سے تعلق رکھنے والے ۱۰ تا ۱۵ فیصد افراد ہی مستفیض ہوئے ہیں جبکہ لاکھوں اور کروڑوں افراد پر مشتمل ایک کثیر آبادی کو زندگی کی بنیادی اور لازمی سہولتیں بھی میسر نہیں ہیں۔

قومی پالیسی کے موضوع پر منعقدہ مباحثوں کے دوران ہم لوگ حکومت مغربی بنگال کی نمائندگی کرتے ہوئے بنیادی پالیسی امور پر ڈٹے رہے اور اس بات پر زور ڈالا کہ ہماری پالیسیوں کو غریب اور مفلوک الحال لوگوں کو خوشحال اور خودکفیل بنانے کے لئے روبہ عمل لانا چاہئے۔ میں نے ہمیشہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ "خودکفیلی" اور "خود انحصاری" وہ مقاصد ہیں جنکی اہمیت آج بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ کل تھی۔ آج کے تیز رفتار بدلتے ہوئے معاشی منظر نامہ کے دوران ہم لوگوں کو ہماری پالیسیوں کو نئی جہت بخشنی چاہئے تاکہ آنے والے ہر مقابلہ میں ہمیں فتح نصیب ہو لیکن ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ مذکورہ فتح ہماری گھریلو صنعت کو داؤ پر لگا کر حاصل کی جائے۔ عالمی بینک اور آئی ایم ایف کی پیدا کردہ "بین الاقوامی قرض سینڈروم" جاری رہنے کے علاوہ "گلوبالائزیشن سے متعلق "یوفوریہ" اپنی معیشت اور حرفیات کے میدان میں ہمیں مذکورہ بالا اداروں کا غلام بنا ڈالے گا۔ یہاں میں اس حقیقت کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ متعدد اشیاء پر سے درآمدات ڈیوٹی میں تخفیف لا کر یا اسے پورے طور پر ختم کر کے غیر ملکی کمپنیوں کو بہت زیادہ فائدہ پہنچایا جا رہا ہے اور یہ فائدہ ان کمپنیوں کو حالیہ مرکزی حکومت کی برآمدات و درآمدات پالیسی سے پہنچ رہا ہے۔ نتیجہ کے طور پر اس کے برے اثرات

کا سامنا ملکی صنعت کاروں اور چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کو کرنا پڑتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہم لوگ غیر ملکی کمپنیوں کو ڈیل کریں تو ہمیں ہماری گھریلو صنعت کے مفاد کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔ تاکہ ہم لوگ اپنی صنعتوں کو بین الاقوامی بازار میں مقابلہ میں رکھ سکیں لیکن خود کفیلی ہمارا طویل مدتی مقصد ہونا چاہئے۔ میں نے اس امر کی بھی وکالت کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ترجیح ملکی تحقیق و فروغ کو دینی چاہئے۔

مغربی بنگال کے سلسلہ میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری ریاست کو بے شمار مشکل اور سخت مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ ملک کے بٹوارے کا مسئلہ بھی سامنے آیا اور یہ بٹوارہ ملک کے بے شمار لوگوں کے لئے بڑی مصیبت اور تکلیف کا سبب بنا۔ ۷۰ لاکھ سے زائد افراد کو اپنے گھر دبار چھوڑنے پڑے اور مغربی بنگال میں پناہ لینی پڑی۔ اتنے بڑے اور گمبھیر انسانی مسئلہ سے نبرد آزما ہونے کے لئے مرکزی حکومت نے کسی طرح کی کوئی لازمی مالی امداد بہم نہیں پہنچائی۔ نتیجہ کے طور پر اس ریاست کے محدود وسائل کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۹۷۷ء کے دوران بایاں محاذ حکومت کے اقتدار میں آنے سے قبل معیشت زوال کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ جمہوری اداروں اور اصولوں پر بار بار حملے کئے جا رہے تھے اور ایسی صورت حال نے سماج میں ایک زبردست تناؤ اور الجھن کا ماحول پیدا کر دیا تھا۔ ہم لوگوں نے زراعتی سکٹر اور دیہی معیشت کو استحکام بخشنے کے لئے پالیسیوں اور پروگراموں کو روبہ عمل لا کر اس ریاست کی از سر نو تعمیر کا کام شروع کیا۔ اصلاحات آراضی، زراعت، بجلی، ماہی پروری، خواندگی، دستی ترقیات وغیرہ کے میدان میں ہماری کارگزاریوں نے ہمیں اول مقام بخشا ہے۔ جمہوری لامرکوزیت اور پنچایت ادارہ کے ایک مضبوط ڈھانچہ کی تعمیر پر ہماری خصوصی توجہ نے سماجی تناؤ کو کم کرنے اور سیاسی بیداری کو بڑھانے کی صورت میں زبردست کارہائے نمایاں انجام دیا ہے۔ دی یو این ڈی پی غریبی رپورٹ برائے ۲۰۰۰ء غریبی کم کرنے میں مغربی بنگال کی کامیابی کی تصدیق کرتی ہے۔ مذکورہ رپورٹ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو ـــــ "غریبی کو کم کرنے پر مغربی بنگال کو ملنے والی کامیابی اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ ادارہ جاتی انتظامات

(لگان داری) اور حکمرانی یعنی لامرکوزیت میں لائے گئے اصلاحات ترقی کی رفتار کو تیز کر سکتے ہیں"۔

ان جملہ پالیسیوں کے مجموعی اثرات کے طور پر ہم لوگ گذشتہ ۸ برسوں کے دوران ۹ء۶ فیصد کی شرح پر ریاست کی معیشت کی اوسط نشو و نما دکھا پائے اور مذکورہ شرح ملک کی اوسط شرح ۶ء۵ فیصد سے کہیں زیادہ ہے۔ میکنسے نے حال ہی میں صنعتی ماحولیات پر ایک رپورٹ تیار کی ہے۔ اس کے مطابق ہندوستان کے بازار کا ۱/۴ واں حصہ مغربی بنگال میں واقع ہے اور یہاں غریبی کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والی آبادی کا فیصد گزشتہ دہائی کے دوران گھٹ کر نصف ہو گیا ہے۔ فی الحال مغربی بنگال میں بجلی کی صورت حال نہایت ہی اچھی ہے اور ریاست ہذا نئی صنعتی اکائیوں کو بجلی کے نرخ نامہ میں ۴۰ فیصد تک کی رعایت دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

صنعتی سکٹر سے متعلق منجملہ حکمت عملی نے مثبتی نتائج برآمد کرنا شروع کر دیا ہے۔ چیمبرس آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے سرگرم کردار نے سرمایہ کاری کو فروغ دینے کی ہم لوگوں کی کوششوں میں اضافہ کیا ہے۔ صنعتی تعلقاتی منظرنامہ ثابت قدمی کے ساتھ بہتر ہو رہا ہے اور ہم لوگوں کو یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ بیشتر معاملوں میں انتظامیہ اور مزدور متحد ہو کر کام کر رہے ہیں اور صنعتی پیداواری صلاحیت اور صنعتی پیداوار کے معیار میں اضافہ کر رہے ہیں۔

صنعتی منظرنامہ میں رونما ہوئی بہتری کو منظر عام پر لانے کے لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۹۱ء سے مارچ ۲۰۰۰ء تک ریاست ہذا کو ۴۷۳۰۰ کروڑ سے زائد روپئے (سینتالیس ہزار تین سو کروڑ) کے سلسلہ میں ۲۰۳۱ صنعتی منظوریاں ملی ہیں۔ ان میں ۱۸۷۲۴ (اٹھارہ ہزار سات سو اور چوبیس) کروڑ روپے والے ۴۱۲ پروجیکٹوں کو روبہ عمل لایا جا چکا ہے لہٰذا عمل درآمد کا فیصد ۳۹ء۵ فیصد ہوتا ہے اور فیصد ہذا کا موازنہ بخوبی ملک کی صنعتی طور پر ترقی یافتہ ریاستوں کی کارکردگی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

ہماری صنعتی جلا بخشی کی از سر نو دو اہم علامتیں ہلدیہ پیٹرو کیمیکلس پلانٹس جس میں ۵۱۷۰ کروڑ روپئے کی سرمایہ کاری کی گئی ہے، اور مٹسو بیشی کیمیکلس پی ٹی اے پلانٹس ۱۶۰۰ کروڑ روپئے کی سرمایہ کاری

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

ریاست مغربی بنگال جدید صنعتی سیکٹروں میں بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے

● وزیر صنعت و تجارت

مرکز کے غلط فیصلوں نے مغربی بنگال میں صنعتوں کی قدرتی نشوونما کی راہ کو بند کر دیا تھا۔ ۱۹۷۷ء سے بایاں محاذ حکومت نے اس ریاست کی معیشت کو از سر نو تعمیر کرنے کا کام شروع کیا اور ایک متبادل پالیسی کے تحت جلد ترقیات کا موجودہ لامرکزیت کے ساتھ پنچایتوں کے ذریعہ دیہی ترقی، اصلاحات اراضی، زراعت، چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور دیہی پٹری پر خصوصاً توجہ دی جس کے نتیجے میں زرعی و صنعتی پیداوار میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہوا۔ یہ ریاست جدید صنعتوں کے سیکٹروں خصوصاً پیٹرو کیمیکلس، پی ٹی اے، الیکٹرانکس اور اطلاعاتی ٹکنالوجی کے میدان میں بڑے تندہی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ یہ باتیں ریاستی وزیر صنعتی احیائے نو شری مرنال بنرجی نے سابق وزیر صنعت و تجارت شری بدیوت گانگولی کی تیار کردہ بجٹ تقریر کو پیش کرتے ہوئے کہیں۔ یہاں اس بجٹ تقریر (۲۰۰۰ - ۲۰۰۱) کا اردو متن پیش ہے اس سے قارئین کو مغربی بنگال کی صنعتی ترقی اور اس کے پس منظر کا بخوبی علم ہوگا۔

۱ - ۱: مغربی بنگال کی صنعتی ترقی کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے اس کے پس منظر کے بارے میں مختصر طور پر کچھ بیان کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے۔ مغربی بنگال میں صنعتی ترقی کی حقیقی تصویر اس وقت تک پیش نہیں کی جاسکتی ہے جب تک کہ میں ان چند مشکل حقائق کو بیان نہیں کرتا ہوں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱ - ۲: ٹیگور اور ٹاٹا جیسے برطانوی اور ہندوستانی رہنماؤں نے بلاشبہ ثابت کر دکھایا تھا کہ مغربی بنگال اور مشرقی ہندوستان جو پورے طور پر مخصوص مقامی فوائد سے مالامال ہیں، کو صنعتوں کی ترقی کے لئے خاطر خواہ طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ان کاروباری لوگوں نے ملک کے اس حصہ میں اس وقت متعدد صنعتیں قائم کی تھیں جب الیکٹرک پاور، ریلویز، ٹیلی کمیونیکیشن سہولتیں، پکی سڑکیں جیسی جدید انفراسٹرکچرل سہولتیں بالکل دستیاب نہیں تھیں۔ اس وقت اس علاقے کے لوگ غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف سیاسی طور پر دشمنی رکھتے تھے۔ باوجود اس کے دیگر غیر متعلق وجوہات پر مقامی فوائد غالب رہے تھے۔ کوئلہ اور کچا لوہا جیسے خام سامانوں کی دستیابی نے بنگال اور مشرقی ہند میں صنعتوں کے قیام میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس امر سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ صنعتی ترقی وہیں ظہور پذیر ہوتی ہیں جہاں خام مال آسانی سے دستیاب ہوں اور روایا بلیٹی کی حصول کے لئے تربیت یافتہ کاریگروں وغیرہ جیسے دیگر اسباب آسانی سے ملتے ہوں گرچہ سیاسی ہم آہنگی کا فقدان ہی کیوں نہ ہو۔

۱ - ۳: آزادی کے بعد اس ریاست کی بجلی سود مند صنعتی صورت حال گم ہو چکی تھی اور اس کے اسباب پورے ملک کے لئے متوازن معاشی نشوونما کی تشکیل کے نام پر حکومت ہند کے غلط من مانے مالی اور منصوبہ بندی کے فیصلے تھے لیکن ان فیصلوں نے اس ملک کے مشرقی علاقہ کے لئے مصنوعی طور پر بڑے معاشی خسارے وجود میں لائے اور منفی نتائج برآمد کئے۔ علاوہ ازیں ان فیصلوں نے مغربی بنگال میں صنعتوں کی قدرتی نشوونما کی راہ کو بند کر دیا۔ آزادی کے بعد گزشتہ ۵۲ برسوں کے دوران یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس ملک میں متوازن معاشی ترقی ہوئی ہی نہیں ہے۔ اس کے بجائے پورے ملک کو مد نظر رکھتے ہوئے بیشتر زرخیز مشرقی علاقہ کو غلط پالیسیوں کی تشکیل، پر سوال اور عمل درآمد کی بنا پر ترقی سے محروم رکھا گیا تھا۔ مشرقی حصہ کے لوگ کسی بھی طرح سے اس عدم توازن کے ذمہ دار نہیں بنتے ہیں۔ اس عدم توازن کا ظہور محض یکے بعد دیگرے آنے والی مرکزی حکومتوں کی اختیار کردہ غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔ مغربی بنگال کی صنعتی ترقیوں اور مسائل کا جائزہ اس کے پس منظر کو سامنے رکھ کر لینا چاہیئے۔ گرچہ مشرقی ریاستوں میں مغربی بنگال ہی صنعتی میدان میں آج بھی سب سے زیادہ آگے ہے۔

۱ - ۴: مغربی بنگال روایتی طور پر معدن، لوہا، اسٹیل، دھات کی کاریگری اور انجینئرنگ صنعتوں کا گھر رہا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کی دو عظیم ترین زراعت پر مبنی صنعتوں — چائے اور پٹسن میں مغربی بنگال نے نمائندگی کی ہے۔ فی الحال یہ ریاست جدید سن رائز صنعتوں کے سیکٹر خصوصاً پیٹرو کیمیکلس، پی ٹی اے، الکٹرونکس اور اطلاعاتی ٹکنالوجی کے میدان میں بڑے تندہی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی بے مثالی مقامی سہولتوں کے باعث مغربی بنگال کو اے ایس ای اے این اور مشرقی ایشیا پیسیفک علاقہ میں معاشی مرکز کی حیثیت سے ایک نہایت ہی اہم اور نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔ یہ ریاست زمینی، ہوائی اور بحری راستوں کے ذریعہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں سے جڑی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہانگ کانگ، ٹوکیو، سیول، شنگھائی، سنگاپور وغیرہ جیسے روبہ فروغ بڑے شہروں اور پیسیفک کنارہ سے بھی جڑی ہوئی ہے۔ ساتھ کے ذریعہ سایہ بنگلہ دیش، نیپال اور بھوٹان جیسے پڑوسی ممالک کے ساتھ "بیرونی مرکزی" (اوک

لوں سے آزاد) تجارت کے روشن تناظر کو مد نظر رکھتے ہوئے اس ریاست کا کردار ان ممالک کے قدرتی / فطری گیٹ وے (راستہ) کی حیثیت سے عظیم تر اور ممتاز مقام کا مالک بن بیٹھا ہے۔

۱۔۵: اس حقیقت سے سب ہی لوگ واقف ہیں کہ مغربی بنگال نے ملک کی صنعتی ترقی میں ایک پائینئر کا رول ادا کیا ہے اور ساٹھ کی وسط دہائیوں تک اس میدان میں اس کی حیثیت بڑی ممتاز اور نمایاں رہی ہے۔ بعد ازیں یہ ریاست تنزلی کا شکار ہوئی ہے۔ معزز اراکین اس کی تنزلی کے اسباب سے اچھی طرح واقف ہیں اس لئے ان کا تذکرہ کرنا یہاں ضروری معلوم نہیں ہوتا ہے۔ یہ کہنا ہی کافی ہے کہ یکے بعد دیگر برسر اقتدار آنے والی حکومتوں کے ادوار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے اس ریاست کو اپنی غفلت کا صرف شکار ہی نہیں بنایا ہے بلکہ اکثر و بیشتر اس کے ساتھ ان کا رویہ بالکل منفی رہا ہے۔ فرائٹ اکوالائزیشن پالیسی کا غیر معمولی طور پر طویل عرصہ تک جاری رہنا اور صنعتی لائسنسنگ پر مرکزی حکومت کا تسلط ضرر رساں ثابت ہوئے اور اس ریاست کے مفاد سے غفلت برتنے جیسے عوامل نے اس کی تنزلی میں مدد پہنچائی ہے۔

۱۔۶: ۱۹۷۷ء کے دوران اس ریاست میں بایاں محاذ حکومت برسر اقتدار آئی اور اس نے اس کی معیشت کو از سر نو تعمیر کرنے کا کام شروع کیا۔ ان سکٹروں پر جن کے اندر ریاست کو دستور کے تحت کام کرنے کے اختیارات حاصل تھے، ترجیحی توجہ دی گئی ایک سوچی سمجھی پالیسی کے تحت ریاستی حکومت نے جملہ ترقیاتی کاموں میں پنچایتوں کو اختیارات بخشتے ہوئے اور ان کاموں میں ان کی زیادہ سے زیادہ شمولیت کے ذریعہ غیر مصنوعی لامرکوزیت کے ساتھ خصوصاً دیہی ترقی، اصلاحات اراضی، زراعت، چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور ماہی پروری پر بھرپور توجہ ڈالی ہے۔ اس پالیسی کے یہ نتائج برآمد ہوئے کہ زرعی پیداوار میں ناقابل یقین حد تک اضافہ ہوا تیزی سے پھیلنے والی گھریلو مارکیٹ کی تشکیل عمل میں آئی اور ایک پائیدار سیاسی ماحول وجود میں آیا۔

۱۔۷: پہلی بار مرکزی حکومت کی نئی صنعتی پالیسی نے ریاستی حکومت کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ ان درمیانی اور بڑے پیمانے کی سکٹروں جو تنزلی کا شکار رہی تھیں میں سرمایہ کو فروغ دینے والی پالیسی کو زور دار بنا سکیں۔ ایسی صورت حال میں ۱۹۹۴ء کے دوران ہمارے معزز وزیر اعلیٰ کی اعلان کردہ ریاستی حکومت کی پالیسی بیان کی چند اہم خصوصیات کو پیش کرنا یہاں لائق بن جاتا ہے۔ یہ پالیسی بیان ایک جانب وزیر اعلیٰ اور وزیر کامرس اور انڈسٹریز و ڈپارٹمنٹ حکومت مغربی بنگال اور دوسری جانب انڈسٹری اور چیمبرس آف کامرس کے لیڈران کے درمیان ایک جامع انٹرایکشن کا نتیجہ تھی۔ بہر کیف

اس پالیسی کو دروں ملک اور بیرون ملک دونوں ہی کے انویسٹرس (سرمایہ لگانے والوں) نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہم لوگوں نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ اس ریاست نے غیر ملکی سرمایہ کاری اور ٹکنالوجی کے لئے اپنے دروازے کھلے رکھے ہیں بشرطیکہ ان میں ایسے شرائط رکھے جائیں جو دونوں کے لئے سود مند ثابت ہوں۔ خصوصاً ٹکنالوجی کے مسئلہ پر ریاست کل بھی اس امر کی خواہاں تھی اور آج بھی اس بات کی تمنا رکھتا ہوں کہ دنیا کی تازہ ترین اور جدید ترین ٹکنالوجی کو ملک کے اندر لایا جائے کیونکہ یہ ہماری موجودہ صنعتوں کی ترقی و فروغ کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ حکومت بیرونی ممالک میں ہونے والی ٹکنالوجیکل ترقی اور ہونے والے فروغ سے قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لئے عظیم تر اور تیز رو ملکی تحقیق و فروغ، کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے۔ یہی وہ ذریعہ ہے جس کے تحت خود کفالت کے بنیادی مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس مقصد کی حصولی کے لئے ہر فرد کو اپنے اپنے طور پر کوشش کرنی چاہیئے۔

۱۔۸: تیز رو نشو و نما کی فراہمی میں نجی سکٹر کی اہمیت کو تسلیم کرنے میں مغربی بنگال نے پہل کی ہے لیکن ہم لوگ اس امر پر بھی زور ڈالتے ہیں کہ عوامی سکٹر بدلتے ہوئے حالات کے دوران بھی اپنا اہم رول نبھاتا رہے گا۔ جب ہم لوگ بیداواری صنعتی مہموں میں نجی سرمایہ کاری کو لانے کے متمنی ہیں تب ہم لوگوں کو رہائش، تعلیم، حفظان صحت اور مواصلات جیسے صنعتی اور سماجی انفرا اسٹرکچرل کی ترقی میں نجی شمولیت کا بھی خیر مقدم کرنا چاہیئے۔ المختصر اس ریاست اور ملک کی معیشت کے بدلتے ہوئے منظر نامہ کے اندر مغربی بنگال کو یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ یہاں نجی سکٹر، مشترکہ سکٹر اور عوامی سکٹر کو بھی ایک پر معنی اور با مقصد کردار ادا کرنا ہیں۔

۱۔۹: عوامی سکٹر کی چند انڈرٹیکنگس کو بند کر دینے کا حکومت ہند کا حالیہ فیصلہ نہ ہی کارکنان اور نہ ہی ریاست کے لئے اچھی علامت ہے۔ حکومت خدشات کے ساتھ اس کا جائزہ لے رہی ہے۔ تاریخی اسباب کی بنا پر مرکزی عوامی سکٹر انڈرٹیکنگس کے اندر بہت بڑی تعداد میں لوگ کام کرتے ہیں اور ان کارکنان کی فلاح و بہبود کے متعلق کچھ سوچے بغیر ہی ان یونٹوں کو بند کئے جانے پر برے برے اثرات اس ریاست کی معیشت پر پڑیں گے۔

۱۔۱۰: غیر ملکی سرمایہ کاری فروغ بورڈ جو فی الحال حکومت ہند کے ساتھ مرکوز ہے کو لامرکوز بنانے کی ضرورت ہے تاکہ دلچسپی رکھنے والے غیر ملکی سرمایہ لگانے والے ایف ڈی آئی تجاویز کے لئے ریاستی حکومتوں سے براہ راست رابطہ قائم کر سکیں۔ ریاستوں میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے سلسلہ میں

زود تر فیصلوں کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے موجودہ طریقہ کار کو زیادہ لبرلائز (زیادہ آزاد) درمیوں کے لئے کھلا بنانے کی ضرورت ہے۔ ایف ڈی اے تجاویز کی کلیئرنس اور بڑے بشمول ہاتھوں کے سلسلہ میں مجوزہ لائسنسوں اور معدنی لیزوں کی عطائیگی کے اختیارات ریاستوں کو ملنے چاہئیں۔ صنعتوں سے متعلق ماحولیاتی کلیئرنس کے فیصلوں کے بارے میں ریاست کو حتمی اختیارات حاصل ہونا چاہئے۔

۱-۱۱: مقامی دباؤ کے ساتھ منصوبہ بند مصارف، ان سالوں کے مرحلوں میں عام محنت کش عوام کی شمولیت اور مقامی جمہوری اداروں کی حمایت میں لامرکوزیت جیسی حکمت عملیوں میں جاری لگاتار اور جامع کوششوں کے مجموعی نتیجے کے تحت پیداوار — زراعت، صنعت اور دیگر سیکٹروں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے سال رواں کے دوران ریاستی گھریلو پیداوار میں ۷ء۰۲ فیصد کا تخمینہ شدہ اضافہ ہوا ہے۔ پورے ملک کی جی ڈی پی کا قومی اوسط ۵ء۸۸ فیصد ہے لیکن مذکورہ بالا سال کے دوران اس ریاست کا ایس ڈی پی مذکورہ بالا قومی جی ڈی پی سے بہت زیادہ اونچا ہے۔ پوری ۹ سالہ مدت جسے لبرلائزیشن کا دور کہا جاتا ہے کے دوران مغربی بنگال کی ریاستی گھریلو پیداوار کی نشوونما ۶ء۶ فیصد رہی ہے اور اسی دوران پورے ملک میں مذکورہ اوسط نشوونما کی شرح ۵ء۷ فیصد رہی ہے۔ الغرض ریاست مغربی بنگال کی مذکورہ شرح پورے ملک کی مذکورہ شرح سے بہت زیادہ اونچی ہے۔ پروجکٹوں کی حقیقی عمل درآمد ہی پر مبنی صنعتی پیداوار کی شرح ۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران ۳ء۴ فیصد تھی۔ یہ ۹۷-۱۹۹۶ء کے دوران رفتہ رفتہ بڑھ کر تقریباً ۹ء۲ فیصد ہو گئی اور حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ سال کے دوران ہی ریاست کی صنعتی پیداوار کی مذکورہ بالا شرح صنعتی پیداوار کی نشوونما کی کل ہند شرح سے بہت اونچی ہے۔

۱-۱۲: عالمی نشوونما کے سلسلہ میں کیوں مغربی بنگال کا پس منظر اسٹرائیجک لوکیشن اس ریاست کو عالمی نشوونما کے میدان میں ایک سچے گیٹ وے ریاست کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں کے اسباب کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں مذکورہ سوال کے جواب کے لئے ایسے دیگر زوردار اسباب بھی موجود ہیں جو صنعت و تجارت کے میدان میں ریاست کی سہولتوں کے ایک بڑے کردار کی ادائیگی پر خاطر خواہ روشنی ڈالتے ہیں۔ ان سہولتوں میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:-

(i) ہلدیہ کے خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے ساتھ ساتھ اور اطلاعاتی ٹکنالوجی کی زوردار ترقی جو اس ریاست کی جبلی اور دانشمندانہ صلاحیتوں کو پورے

طور پر کام میں لانے کے لئے موزوں اور مناسب ہے، کے ہمراہ ایک نئی اور از سر نو صنعتی اٹھان نے اس ریاست کو ایک زبردست قسم کی ٹیکنیکل اور اعلیٰ ترین ٹکنالوجیوں والی صنعتوں کا مرکز بنا ڈالا ہے۔ اس سلسلہ میں پٹرو کیمیکلس، پی ٹی اے، الکٹرونکس اور اطلاعاتی ٹکنالوجی کے نام قابل ذکر ہیں۔

(ii) اپنی شہری نشوونما کو بہتر بنانے میں ریاستی عزم خلوص سے پر ہے۔ اسکی وکالت سالٹ لیک ٹاؤن شپ، شاہراہوں، سڑکوں، انفرااسٹرکچر فروغ زیر زمین ریلویز، شہری سہولتوں، رہائشی پروجکٹوں، بندرگاہوں، عیش و آرام کی سہولتوں، تعلیم اور سیاحت کی بہتری اور توسیع کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں ملکر کلکتہ اور مغربی بنگال کو رہائش، کام اور سرمایہ لگانے کے لئے ایک بہتر مقام بنا ڈالیں گی۔

(iii) ملک کی دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں مغربی بنگال الکٹریکل توانائی کو حسن و خوبی کام میں لانے کے میدان میں صف اول میں رہا ہے اور سستی بہ نئی صنعتوں کو پرکشش شرحوں پر خاطر خواہ بجلی سپلائی کر رہی ہے۔

(iv) ویدیش سنچار نگم لمیٹڈ (وی ایس این ایل) ہندوستان کا اولین بین الاقوامی ٹیلی کام کیریئر (بردار) اور مع اضافی خدمات متعدد ٹیلی کام ویلیو کا پرووائڈر (بہم پہنچانے والا) بھی ہے۔ اس نے اگست ۱۹۹۵ء سے کمرشیل (تجارتی) انٹرنیٹ خدمات بھی چالو کیا ہے۔ حال ہی میں انٹرنیٹ نوڈس درگاپور، سلی گوڑی، کھڑگپور اور ہلدیہ میں چالو کیا جا چکا ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ جلد ہی تمام ضلع ہیڈکوارٹروں کو انٹرنیٹ سے جوڑ دیا جائے گا۔ جملہ ۱۷ ہیڈکوارٹروں کو انٹرنیٹ سے جوڑنے کے سلسلہ میں ایک ریاستی فائبر آپٹک نٹ ورک جو اس سلسلہ کا ایک بنیادی پروجکٹ ہے کو روبہ عمل لانے کے سلسلہ میں بھی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔

۱-۱۳: صنعتی مقاصد کے لئے خاطر خواہ بجلی کی دستیابی ہماری ریاست میں واقع خاص خاص سہولتوں میں سے ایک نمایاں سہولت ہے خصوصاً جب ملک کی دیگر ریاستوں کو شدید طور پر بجلی کے فقدان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسی بجلی کی سہولت کی وجہ سے انڈکشن (استقرار) فرنس (بھٹی) پر مبنی بے شمار منی اسٹیل پلانٹس اور فیرو الائے پلانٹس ہوڑہ، ہگلی اور بردوان اضلاع میں واقع مختلف علاقوں میں گزشتہ چار سال کے دوران قائم ہوئے ہیں۔ درگاپور میں ڈی وی سی سے زیادہ مقابلہ جاتی شرح پر بجلی کی دستیابی کی وجہ سے زیادہ بجلی کو کام میں لانے والی بہت سی صنعتیں موجود

میں آگئی ہیں۔ جیسا کہ سراچی کارپوریشن، کارنک الائیز، سرینواسہ الائیز اور مونٹ الائیز کی فیرو الائے یونٹوں نے تجارتی پیداوار شروع کر دی ہے۔ بھوشن انڈسٹریز لمیٹڈ، رشڑا کے قریب ایک مقام پر ایک جدید کولڈ رولنگ مل کمپلیکس قائم کر رہی ہے۔ اس کے قیام میں کل ۳۰ کروڑ روپے کی لاگت آنے والی ہے۔

اس ریاست میں یہ ایک اولین سمنٹ پروجکٹ ہے۔ گجرات امبوجا سمنٹ لمیٹڈ کی ایک ذیلی صنعت ہوڑہ میں ایک سمنٹ گرائنڈنگ یونٹ قائم کر رہی ہے اس کے قائم کرنے میں ۱۴۰ کروڑ روپئے کی لاگت آئے گی یعنی اس ریاست میں اس نوعیت کی بہت ساری صنعتیں قائم کی جا رہی ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مغربی بنگال بجلی زیادہ صرف کرنے والی سرمایہ کاریوں کے لئے بہت جلد ایک زبردست اور عظیم مرکز بن جائے گا۔

۱۔۱۴: ۱۹۹۱ء سے سال رواں کے اوائل حصہ تک ۳۴۹۳۰۹۳۷،۴ کروڑ روپے کی منصوبہ بند سرمایہ کاری کے لئے کل ۱۳۰۲ صنعتی منظوریاں حاصل کی جا چکی ہیں ان میں سے ۳۳۸ پروجکٹوں جو جملہ ۸۴۶۸،۲۱ کروڑ روپے پر مشتمل ہیں کو روبہ عمل لایا جا چکا ہے۔ جیسا کہ معزز اراکین اس امر سے واقف ہیں کہ ہلدیہ پٹروکیمیکلس اور متسوبیشی کی ایم سی سی۔ پی ٹی اے جیسے پروجکٹس یا تو قریب قریب پورے طور پر پائے تکمیل کو پہنچ چکے ہیں یا رسمی طور پر انہیں روبہ عمل لانے یا ان کے افتتاح کرنے کی بات چل رہی ہے۔ اگر تکنیکی طور پر اس کا ذکر کیا جائے تو اسے ہم لوگ کچھا بنا کر رسمی طور پر "زیر تعمیر پروجکٹس" کے تحت رکھ چھوڑیں گے۔ اگر ہم لوگ ایسے ۱۳ پروجکٹوں جو ۱۵،۸۸۳۰۷ کروڑ روپے پر مشتمل ہے لیتے ہیں جو تعمیر کے لئے تیار ہیں جیسا کہ "پروجکٹس عمل درآمد شدہ قسم" کے تحت تکمیل کو پہنچے ہیں۔ ہم لوگ تب یہ دیکھیں گے کہ ۸۷۵۲ کروڑ روپے (کل ۶۷ پروجکٹوں کے ذریعہ) کی ایک ریکارڈ سرمایہ کاری بارآوری کے مرحلہ کو پہنچ جاتی ہے یا پہنچنے والی ہوتی ہے اور وہ بھی تقریباً ایک سال کی مدت کے اندر۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے جس کا کہ ہم لوگ بار بار ذکر کر رہے ہیں کہ مرکزی لائسنس دینے کے رواج نے ہم لوگوں کو زبردست نقصان پہنچایا ہے کیونکہ جیسے ہی اسے اٹھا لیا گیا تھا ویسے ہی سرمایہ کاریاں لوٹ کر مغربی بنگال کی جانب مشتعل ہو گئی تھیں۔ ۱۹۹۴ء کے ہمارے صنعتی پالیسی بیان اور ہماری انتھک کوششوں نے بعد ازیں متوقع نتائج ہمیں دینا شروع کر دیا تھا۔

۱۔۱۵: علاوہ بریں ہم لوگوں کے پاس فی الحال ۷۵ مزید پروجکٹس موجود ہیں اور ان کو روبہ عمل لانے میں ۲۷۶۰،۱۷ کروڑ روپے کی تخمینہ شدہ سرمایہ کاری کرنی پڑے گی۔ مذکورہ بالا پروجکٹس (ان میں بجلی پروجکٹس شامل نہیں ہیں) اس ریاست کے مختلف علاقوں میں زیر تعمیر ہیں۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ۴۴۴ پروجکٹس جو کل ۱۹۱۱۱،۵۳ کروڑ روپے کی سرمایہ کاریوں پر مشتمل ہیں کو روبہ عمل لایا جا چکا ہے یا پایہ تکمیل کے قریب ہیں۔ مالی معاملہ کے سلسلہ میں عمل درآمد پروجکٹس اور وہ پروجکٹس جو زیر تعمیر ہیں، ۳۹۳۹۳،۴۷ کروڑ روپے کی کل منظوری کے ۴۰ فیصد کیلئے جوابدہ ہوں گے۔ اس اعداد و شمار کا مقابلہ ہندوستان کی ممتاز ریاستوں سے امید افزا طور پر کیا جا سکتا ہے اور مذکورہ صدر مشرقی علاقہ بہترین ہے۔

۱۔۱۶: نئی سرمایہ کاریوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ساز گار بنانے والی صنعتی ماحول کے ساتھ یہاں کسی قسم کی کوئی حیرت کی بات نظر نہیں آتی ہے کہ چند بزرگ ترین بین الاقوامی اور ملکی کارپوریشنوں نے مغربی بنگال کو اپنا گھر بنا لیا ہے۔ اس فہرست میں متسوشتیا، متسوبیشی کیمیکل کارپوریشن، نیچیمین کارپوریشن، متسوبیشی کارپوریشن، ایٹوچھو، ماروبینی سومیٹومو، سومیکن بُستان، تشی لووائی، الوبو، سیمنس، ویسوویس، کیلٹکس، موٹورولا، اے بی بی، کمپیوٹر ایسوسی ایٹس، بیئر، لرگی، ہوالیم، بالمرلاری، وی ایس ایل لینڈس، جی وائی آر بی او سی، پرائس واٹر ہاؤس، الکو، دیوٹشی بینک، جارج سوروس، ٹی سی جی، پیپسکو انڈیا، کوکا کولا، سومیٹومو الکٹرک، یونائیٹیڈ ائیر لائنس، ٹاٹا، سیل (ایس اے آئی ایل)، برلا گروپ، اے سی سی انڈال، ایکسزائڈ، ہندوستان لیور، آر پی جی، انڈیا فوئیلس، آئی ٹی سی، ڈنکن، گجرات امبوجا، ایل اینڈ ٹی وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ معزز اراکین اس امر سے واقف ہی ہوں گے کہ جاپانی دنیا میں کہیں بھی پروجکٹوں کے قیام کے سلسلہ میں ان کو ملنے والی مختلف پیش کشوں کے محاسبہ کے لئے بڑے سخت اور نپے تلے پیرامیٹر پر یقین رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مغربی بنگال میں بار بار سرمایہ لگا رہے ہیں اور یہ امر اس حقیقت کی دلالت کرتا ہے کہ دنیا کی بہترین صنعتی جماعتوں کے لئے ہماری ریاست ایک پسندیدہ مقام ہے۔ علاوہ بریں اس سلسلہ میں برطانوی، یو ایس اور جرمن کمپنیوں کی سرمایہ کاری بھی قابل ذکر ہے۔

۱۔۱۷: مغربی بنگال میں مواقعوں پر بین الاقوامی رجحانیت پسندی پر اس وقت زور ڈالا گیا تھا جب پرائس واٹر ہاؤس، لندن، کے ہارورڈ ہنس نے کہا تھا "مغربی بنگال جو ایک ہندوستان کی صنعتی نشوونما کے میدان میں ابھی

ابھی آیا ہے، آج جلہ چنوتیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر طرح سے تیار ہے اور سرمایہ کاری کے لئے پرکشش مواقع پیش کر رہا ہے۔" حال ہی میں میکنسی اینڈ کمپنی نے یہ بات زور دیکر کہی —" ہم لوگوں کو پورا پورا یقین ہے کہ یہ ریاست اپنی جسامت و دولت اور اس سے متعلق اس کے اسٹریٹجک امور اور ابھرتا ہوا اس کا انفراسٹرکچر ماحول کے معاملہ میں اپنے اندر بے شمار اور اہم وسائل اور سہولتیں رکھتی ہیں۔" ٹائمس آف انڈیا" جریدہ نے کلکتہ کو ہندوستان کے دیگر بڑے شہروں میں سب سے اچھا گردانا ہے۔ ممتاز بین الاقوامی جریدوں نے اس حقیقت کی تصدیق کی ہے کہ یہ ریاست بجلی، پانی، نرخ رہائش، نظم و نسق اور حفظان صحت عامہ کے میدان اوروں پر سبقت لے گئی ہے۔

ا — ۱۸: آئیے پچھلی باتوں کو یاد کریں جب ان متعلقہ کمپنیوں کے نمائندوں نے نئی سرمایہ کاری کے لئے اپنے منصوبوں کا اعلان کیا تھا، جنوری ۱۹۹۹ء کو رائے چک میں منعقدہ "ڈیسٹینیشن مغربی بنگال" کے پلینری سیشن کے اختتام پر چند پروجیکٹوں کے متعلق اعلان کیا تھا۔ ہم لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اعلان کردہ ۱۶ پروجیکٹوں میں سے چار پروجیکٹس یعنی پرکسائر نائٹروجن پلانٹ، ہلدیہ کے مقام پر ایل اینڈ ٹی کے لو پاور پلانٹ، ہلدیہ میں واقع ہند لیور کیمیکلس فوسفیٹ پلانٹ، سالٹ لیک میں واقع ایشیا ہوٹل لمیٹڈ کا ۵ ستارہ ہوٹل پروجیکٹ تکمیل کے قریب ہیں یا تعمیر کے اختتامی مرحلہ سے دوچار ہیں۔ مزید برآں۔ امبوجا سیمنٹ کی سیمنٹ گرائنڈنگ یونٹ اور ساؤتھ ایشین کیمیکلس کے پی ای ٹی ریسن پروجکٹ کی تعمیر کا آغاز جیسا کہ توقع کی جاتی ہے کہ جلد ہی ہوجائے گا۔ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ فیلپس کلر ٹی وی مینوفیکچرنگ یونٹ پر قابض ہونے کے بعد ویڈیوکان نے سالٹ لیک میں کلر ٹی وی اور" وائٹس گڈس" تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔

ا — ۱۹: وشوا بنگا سمیلن کی صنعتی ذیلی کمیٹی نے ڈبلیو بی آئی ڈی سی کے اشتراک سے ۳۰ دسمبر ۱۹۹۹ء کو موزوں اور مناسب عنوان — "ادیوگ سخبیر" سے ایک تقریب کا انعقاد کیا تھا۔ "ادیوگ سخبیر" کی تشکیل این آر آئی ایس (غیر رہائشی ہندوستانیوں) اور مقامی تجارتی حلقوں، انڈسٹریوں، کاروباریوں وغیرہ کے لئے" انٹرایکٹیو ورکشاپ" کے طور پر کی گئی تھی۔ کامیاب اور تجربہ کار این آر آئی ایس (غیر رہائشی ہندوستانیوں) کی ایک کثیر تعداد نے اس ورکشاپ میں شرکت کی تھی۔ اس ورکشاپ میں اتحادی و اتفاقی خیالات کی ادلہ بدلی، مشترکہ مہمات کی شروعات اور دیگر اشتراکی تجارتی امور پر تفصیلی اور اہم بات چیت ہوئی۔

ا — ۲۰: کلکتہ میٹروپولیٹن حد کے باہر کے علاقوں کی صنعت کاری پر بھرپور روشنی ڈالنے کے لئے اور اضلاع پر خصوصی توجہ دینے کے لئے درگاپور کے مقام پر حال ہی میں ۴ مارچ ۲۰۰۰ء ہورائزن — ۲۰۰۰ کا انعقاد کیا گیا تھا۔ اس علاقہ میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لئے ایک ہی پلیٹ فارم پر اس تقریب میں کاروباری، پیشہ ور، صنعت کے سردار، چیمبر آف کامرس، مالی ادارے اور سرکاری افسران جمع ہوئے تھے۔ اس ہورائزن ۲۰۰۰ کی تقریب کے موقع پر مختلف کاروباریوں نے تقریباً ۲۴۵۰۰ کروڑ روپے پر مشتمل سرمایہ کاری کے کئی پروجیکٹس کا اعلان کیا تھا۔ ان میں سے کئی پروجیکٹوں کو حال ہی میں روبہ عمل لانے کے لئے ہاتھ میں لیا گیا ہے اور کچھ تکمیل کے مرحلے سے گزر رہے ہیں۔ یہاں ای پی آئی پی (درگاپور) میں واقع سپریم انڈسٹریز، نیل کمل پلاسٹکس، وینا انک اسٹیل، ایل اینڈ ٹی سیمنٹ، شیلا کاسٹ، مناکشیہ گروپ، برجودیا، بھاسکر فراج، اسیونج آئرن اینڈ اسٹیل یونٹ، اسٹال برگ اینڈ کارپوریٹ اسپات کے نام قابل ذکر ہیں۔

ا — ۲۱: اس ریاست کے امکانات پر ذکر کرتے ہوئے ہماری حکومت نے تیز رو نشوونما کے لئے کئی سکٹروں کی نشاندہی کی ہے۔ وہ یہ رہے: پٹروکیمیکلس اینڈ ڈاؤن اسٹریم انڈسٹریز، الکٹرونکس اینڈ انفارمیشن ٹکنالوجی، چمڑا اور چمڑے کی مصنوعات، فوڈ پروسیسنگ اینڈ ایگرو بیس انڈسٹریز، ہیرے و جواہرات اور سیاحت اور متعلقہ سرگرمیاں۔

ا — ۲۲: ۱۹۹۹ء کے اوائل میں رائے چک کے مقام پر منعقدہ "ڈیسٹینیشن مغربی بنگال" میں صنعتوں کے نمائندوں اور ریاستی حکومت کے سن رسیدہ و تجربہ کار فیصلہ لینے والے افسروں کی ملاقات کے نتیجہ کے تحت حکومت ہذا نے اس ریاست میں صنعتی سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لئے خوشگوار ماحول تشکیل کرنے کے لئے چھ ٹاسک دستوں کو قائم کیا۔ مذکورہ ٹاسک دستوں نے منتخب سکٹروں میں اپنی رائیں اور سفارشیں ذیل میں پیش کی ہیں:—

(i) انفرا اسٹرکچر کی ترقی (سروس سکٹر کو خصوصی توجہ دیتے ہوئے) پر زور ڈالنا ہوگا۔

(ii) صنعتی کلیرنس سے متعلق کارروائیوں کو سہل بنانا ہوگا۔

(iii) ہلدیہ پٹروکیمیکلس کی مصنوعات پر مبنی ڈاؤن اسٹریم سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے ہلدیہ انفرا اسٹرکچر اور ایک ایکشن پلان تشکیل دینے ہوں گے۔

(iv) سروس سکٹر کو فروغ دینا ہوگا۔

(۷) بشمول سافٹ ویئر اطلاعاتی ٹکنالوجی کو فروغ دینا ہوگا۔
(۸) زراعت پر مبنی صنعتوں کو ترقی دینی ہوگی۔

سینئر سرکاری افسران کے علاوہ ٹاسک فورس میں چیمبرس آف کامرس اور سی آئی آئی کے نمائندے بھی تھے۔ حال ہی میں ٹاسک فورس انفارمیشن ٹکنالوجی نے اپنی سفارشات سرکار کے پاس داخل کی ہیں۔ بقیہ ٹاسک فورس کمیٹیوں کی سفارشوں کی ترتیب حتمی مرحلہ میں ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ جلد ہی سرکار کے پاس جمع ہو جائیں گی۔ اس کا بھی تذکرہ کیا جا سکتا ہے کہ ریاستی حکومت نے انفارمیشن ٹکنالوجی پر ٹاسک فورس کی سفارشوں پر مبنی ایک انفارمیشن ٹکنالوجی پالیسی کے بارے میں اعلان کیا ہے۔ نجی سیکٹر صنعتوں کے اہرار پر انفارمیشن ٹکنالوجی کے ایک نئے شعبہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

۱-۲۳:- اس اہم کردار جو انفارمیشن ٹکنالوجی (آئی ٹی) معاشی اور صنعتی فروغ کی دوڑ میں ادا کرے گا، کو تسلیم کرتے ہوئے اور الکٹرونکس، ٹیلی کام اور آئی ٹی آلات کے میدان میں دنیا بھر میں ترقی کی تیز دوڑ کے ساتھ قدم سے قدم ملاکر چلنے کے لئے ریاستی حکومت نے ایک ریاستی انفارمیشن ٹکنالوجی (آئی ٹی) پالیسی کی تشکیل کی ہے اور اسے اپنایا ہے اور اس کا اعلان حال ہی میں معزز وزیر اعلیٰ مغربی بنگال نے کیا ہے۔ ریاستی حکومت صنعت اور تعلیمی اداروں کے ساتھ ساجھیداری کے ذریعہ اس ریاست کی آئی ٹی صنعت کی نشوونما کو فروغ دے گا۔ اس سے صنعتی نہات، نجی و عوامی تنظیموں اور اداروں کے جملہ اقسام کو انفارمیشن ٹکنالوجی اطلاق کے فوائد پہنچیں گے۔ ریاستی حکومت کو آئی ٹی سکٹر میں خصوصاً آئندہ پانچ سال کے دوران آئی ٹی مجاز کردہ خدمات اور بیک آفس پروسیسنگ کے علاقہ میں روزگار کے خاطر خواہ امکانات نظر آتے ہیں۔

مغربی بنگال کی ریاست میں خدمت سکٹر ریاستی گھریلو پیداوار کا تقریباً ۴۴ فیصد تیار کرتا ہے حکومت اس کے فروغ پر خاطر خواہ توجہ دیتا ہے کیونکہ یہ سکٹر تقابلی طور پر کم سے کم مدت میں کم سے کم سرمایہ کاری کے ساتھ ابھر کر آئے گا۔ علاوہ بریں اہم اور گراں قدر مصنوعات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ روزگار کے مواقع بھی پیدا کرے گا۔ شہری سکٹر، سیاحت سکٹر، صحت سکٹر، تعلیم سکٹر اور مالی سکٹر کے اندر منظم اور غیر منظم دونوں ہی میدانوں میں ترقی کے بڑے عظیم امکانات رکھتا ہے اور ملینیم کے دوران معاشی نشوونما کا پورا پورا انحصار خدمت سکٹر کی نشوونما پر ہوتا ہے۔

۱-۲۴:- ویبل نے سالٹ لیک میں ۱۳۰۱ ایکڑ قطعات اراضی پر ایک الکٹرونکس کمپلکس قائم کیا ہے۔ اس کمپلکس میں تقریباً ۱۱۰۰۰ افراد کام کرتے ہیں۔ اس میدان میں ممتاز مقام کے حامل ہندوستانی اور بین الاقوامی ہاؤسز- پرائس واٹرہاؤس، کوپرس، سیمنس، کمپیوٹر ایسوسی ایٹس، ریسرچ انجینئرس، آر۔ ایس۔ سوفٹ ویئر، کوگنیزنٹ ٹکنالوجی، ٹی سی جی سوفٹ ویئر، آئی بی ایم، گلوبسین، ایسٹرال سسٹمس وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ باصلاحیت تجربہ کار انسانی وسائل کی بیشک دستیابی اور قابل استعداد حقیقی اثاثہ لاگت کی وجہ سے بہلوگ آئی ٹی سکٹر میں سرمایہ کاریوں کی مکمل نشوونما کی توقع کرتے ہیں۔ کمپیوٹر ایسوسی ایٹس جو دنیا کی تیسری سب سے بڑی تجارتی سوفٹ ویئر کمپنی ہے اس نے ٹی سی جی سوفٹ ویئر پرائیویٹ لمیٹڈ کمپنی سے موسوم ایک مشترکہ مہم کے لئے چیٹرجی گروپ (ٹی سی جی) کے ساتھ ملکر جوڑ لے بنائی ہے۔ ۲۰۰ ملازموں پر مشتمل ایک نئی یونٹ کا قیام عمل میں آیا ہے اور اس میں ٹی سی جی گروپ نے ۱۵ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری بھی کردی ہے۔ کمپنی کے آئندہ منصوبوں میں سوفٹ ویئر ٹکنالوجی فروغ سازوسامان تیار کرنا اور گلوبل (عالمی) پروفیشنل (پیشہ ورانہ) تعاون دینا/فراہم کرنا شامل ہے۔ سالٹ لیک کمپلکس میں ٹی سی جی کی متعلقہ سرمایہ کاریوں والے تین سوفٹ ویئر موجود ہیں۔ بنگال صنعتی بینک لمیٹڈ کے نام سے موسوم ایک بڑا سوفٹ ویئر انفرا اسٹرکچر پروجیکٹ ۳۰۰۰۰ مربع فٹ کے قطعات اراضی پر زیر تعمیر ہے۔ اس کے قیام کے بعد اس میں ۱۵۰۰ سوفٹ ویئر کے لوگوں کو روزگار کے مواقع ملیں گے۔ فی الحال مذکورہ گروپ ۹۰۰ لوگوں کے ایس ڈی ایف عمارت میں کام کر رہا ہے۔ وی چیٹرجی گروپ اور یونائٹڈ ایئر لائنس کلکتہ میں اسکالاٹیک لولیوشنس کے نام سے ایک سوفٹ ویئر فروغ مرکز قائم کرنے کے سلسلہ میں ۲۰ کروڑ روپے کی لاگت پر مشتمل ایک مشترکہ مہم کے منصوبے تیار کر رہے ہیں اور مذکورہ مرکز ایئر لائنس کے کام کاج کو مزید سہل بنانے کے لئے اطلاقی سوفٹ ویئر کو ترقی دینے اور فروغ بخشنے پر خصوصی توجہ دے گا۔ گلوبسن۔ ویبل نے "انفینیٹی" کمپلکس کی تشکیل کی ہے اور کلکتہ نے اس نئے سنگ میل سے نئے ملینیم کی شروعات کی ہے۔ "انفینیٹی" ایک سہ مرحلہ پروجکٹ ہے۔ یہ ایک ٹکنو کمپلکس، ایک بنیادی ڈھانچہ پر مبنی سوفٹ ویئر افتتاحی اسکول جو سالانہ ۶۰۰ آئی ٹی ماہروں اور فروغ کنندگان کی کارگزاری دے رہا ہے پر مشتمل ہے

ٹکنو کیمپس تعلیم کی نمایاں خصوصیت جنوبی ایشیا و میں واقع آئی پی ایم سوفٹ ویئر ایکسلنس کے دلمد مرکز" سے جڑی ہوئی ہے۔ دوسرے نمبر پر آئی ٹی کے لئے کمپیوٹر جامع اسپیس (خلاء) کی ۲۹۰۰۰ مربع میٹر پر مشتمل "تھینک ٹینک" اور ایک جڑواں مینار ریاستی آرٹ انٹیلی جنٹ عمارت میں واقع ٹیلی کام ہیڈ کوارٹرس آتے ہیں۔ پہلے مرحلہ کی تکمیل کے ساتھ آئی ٹی صنعت کے لئے انفینیٹی کا دوسرا مرحلہ تیار کیا جا رہا ہے اور یہ ایک اسمارٹ آئی لینڈ میں تیار کیا جا رہا ہے۔ اس آئی لینڈ میں ۱۵۰ ایکڑ پر مشتمل ایک علاقہ آباد ہوگا۔ اس علاقہ میں ۱۸ اسمارٹ ٹاورس (مینار) ہوں گے اور قومی اور ہندوستانی آئی ٹی میجرس اور ۱۶ اسمارٹ مراکز کے لئے سول (تنہا) ایگزیکیوٹیو اسپیس بنائے جائیں گے اور درمیانی اور چھوٹے آئی ٹی کمپنیوں کے لئے کسٹمائزایبل موڈیولر اسپیس بھی تیار رکھے جائیں گے۔

۱ ۔ ۱۲۵۔ اس ریاست کی اعلان کردہ انفارمیشن ٹکنالوجی کے ایک اہم جزو کے طور پر انفارمیشن ٹکنالوجی خواندگی کو حکومت کے اندر موزوں انفرا اسٹرکچر کے ساتھ فروغ دیا جائے گا۔ ایک کمپیوٹر تعلیم کا پروگرام شروع کیا گیا ہے اور حکومت کے جملہ شعبوں کے افسران کو اس جانب راغب کیا گیا ہے۔

۱ ۔ ۱۲۶۔ معزز اراکین کو یہ جان کر خوشی حاصل ہوگی کہ وہ پروجیکٹ جو مغربی بنگال کی صنعتی فروغ کی نمائندگی کرتا ہے ہلدیہ پٹرو کیمیکلس ہے اس نے کامیابی کے ساتھ پیداوار کو بند کر دیا ہے اور یہ ابتدائی کام کا آغاز شروع کر چکا ہے۔ جاپانی کنسلٹنٹ ٹویو انجینئرنگ کارپوریشن نے واضح طور پر کہا ہے کہ ان لوگوں کو صرف اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ پلانٹ کی تعمیر معین منصوبہ کے موافق ہوا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وقت سے ۲ مہینے قبل وہ لوگ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا پائے ہیں۔ اس طرح ان لوگوں نے اس نوعیت کے کام میں ایک ریکارڈ بنایا ہے۔ نہایت ہی مختصر وقت کے اندر اس کی تکمیل ہی ایک ریکارڈ کی بات نہیں ہے بلکہ مرکزی حکومت نے لازمی منظوریاں اور اجازت نامے جاری کرنے میں ۱۷ سال لگا دیئے۔ اس طویل تاخیر نے بھی اپنے آپ میں ایک ریکارڈ بنایا ہے لیکن ایچ پی ایل جو ۱۶ اپریل ۲۰۰۰ کو رسماً وقف کیا جائے والا ہے اس کے ساتھ وہ سب کل کی گزری ہوئی تاریخ ہے اور آج اس ریاست کا ہر شہری جائز طور پر ایچ پی ایل کی کامیابی پر فخر کرتا ہے۔ ریاستی حکومت دی چٹرجی گروپ اور ٹاٹا گروپ مشترکہ طور پر اس پروجیکٹ کو فروغ دے رہے ہیں۔ فی الحال اس پروجیکٹ پر تقریباً ۵۲۰۰ کروڑ روپے کی سرمایہ

کاری کی گئی ہے۔ پراکسیئر جو ایک "فورچون ۵۰۰ گلوبل کمپنی" ہے نے ایچ پی ایل کی اسٹیم (بھاپ) پاور (بجلی) اور نائٹروجن (معزز گیس) کی ضروریات کو بنیادی طور پر پورا کرنے کے لئے ہلدیہ میں ایک نائٹروجن پلانٹ قائم کیا ہے جبکہ ایس اینڈ ٹی نے ایچ پی ایل کے اشتراک سے ہلدیہ میں ۶۰۰ کروڑ روپے کی لاگت والا ایک یو پاور پلانٹ قائم کیا ہے۔

۱ ۔ ۱۲۷۔ متسوبیشی کیمیکل کارپوریشن سے فروغ یافتہ پی ٹی اے پلانٹ ہلدیہ میں زیر تعمیر ایک دوسرا بڑا پروجیکٹ ہے کارخانے کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے اور پیداواری آزمائشوں کا کام حسب معمول چل رہا ہے۔ اس پروجیکٹ میں تقریباً ۱۶۰۰ کروڑ روپے کی لاگت آئی ہے۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ یہ پلانٹ اپریل ۲۰۰۰ تک اپنی حتمی تجارتی پیداوار کا کام چالو کر دے گا۔ کلکتہ کے دھن سری گروپ کی جانب سے فروغ پانے والا دی ساؤتھ ایشین پٹرولیم لمیٹڈ ہلدیہ میں ۱۰۰ فیصد برآمدات پر مبنی بوتل گریڈ پیٹ ریسن پروجیکٹ قائم کر رہا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ مذکورہ پروجیکٹ ۲۰۰۱ تک اپنے تجارتی پیداوار کی شروعات کر دے گا۔ اس پروجیکٹ پر ۴۵۰ کروڑ روپے کی تخمینہ شدہ لاگت آ رہی ہے۔ یونیلیور گروپ کے ہندوستان لیور لمیٹڈ کی ایک ذیلی کمپنی — ہند لیور کیمیکلس لمیٹڈ میں اپنے کاروبار کو بڑھاتے ہوئے ہلدیہ میں تین نئے پلانٹس لگا رہی ہے۔ یہ توقع کی جا رہی ہے کہ یہ یونٹیں اس سال کے آخر تک چالو ہو جائیں گی۔ دوسرے بے شمار پروجیکٹس ہلدیہ میں زیر غور ہیں۔ ہلدیہ میں اس نوعیت کا ایک بڑا پروجیکٹ انڈین آئل کارپوریشن کا ایک ملین ٹن ریفائنری توسیع ہے۔ دراصل ہلدیہ مغربی بنگال میں تجارت کا ایک بڑا مرکز بن کر ابھر رہا ہے۔ پٹرو کیمیکلس کے علاوہ ہمارا یہ منصوبہ ہے کہ اسے ذیلی صنعتوں اور متعلقہ خدمات کا ایک بڑا مرکز بنایا جائے اور اس کا مقصد اس ریاست کی صنعتی فروغ کو صرف تقویت ہی بخشنا نہیں ہے بلکہ روزگار اور خود روزگار کے خاطر خواہ مواقعوں کی تشکیل بھی کرنا ہے۔ حال ہی میں حکومت نے ایک اعلیٰ سطحی سکریٹریوں کی کمیٹی قائم کی ہے اس کمیٹی کو "ہلدیہ ذیلی صنعتوں پر اسپیشل ورکنگ گروپ" کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا کام جتنی جلد ممکن ہو مذکورہ منصوبہ کو روبہ عمل لانے میں تعاون دینا ہے۔

۱ ۔ ۱۲۸۔ چرمی صنعت کے بے شمار مسائل سے ہم لوگ دوچار ہیں۔ برآمدات کے بازار میں یہ پھر چمکا ہے اس کی ماحولیاتی صورتحال یہ ہے کہ خود لوگوں کے لئے مسئلہ بن ہوئی ہیں۔ ان سے نکلنے والی ضرر رساں کثافت مشرقی کلکتہ میں

پھیل رہی ہے۔ حکومت مغربی بنگال نے اس مسئلہ پر فوراً توجہ دی۔ ایک ریاستی اَرث جامع چرم کمپلکس کے قیام کے سلسلہ میں منصوبے زیر غور ہیں۔ اس کے ذریعہ اس ریاست کی چرمی صنعتوں کو فروغ ملے گا۔ اس کے لئے جدید ٹکنالوجی اس میں شامل کئے جائیں گے اور اس کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے موزوں اور موافق حالات پیدا کئے جائیں گے اور اس کی کمپلکس کی تعمیر کچھ اس طرز پر کی جائے گی کہ اس کے اندر خام چرم بازار، ٹینیری، عالمی معیار کے جملہ کثافت دور کرنے والے پلانٹ، کرومِ بازیافت پلانٹ، چرم کیمیکل یونٹ، چرم مصنوعات یونٹ، ایکسپورٹ پروسیسنگ زون، تحقیق و فروغ مرکز، بازاری سہولت وغیرہ جیسے چرمی صنعت سے متعلق جملہ سہولتیں دستیاب ہوں گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے اندر نمائشی میدان، چرمی میوزیم، دور مواصلاتی نظام، حفاظتی انتظامات، اسپتال، شفاخانے، مرمت کے کارخانے، ہوٹل، پولس اسٹیشن، ڈاک اور پوسٹ آفس جیسے جملہ سہولتیں بھی دستیاب ہوں گی۔ قطعات اراضی کی حصولی، فروغ اراضی، انفرااسٹرکچر کی تشکیل کے کام چل رہے ہیں اور ماحولیاتی معیار پر پورا اترنے کے سلسلہ میں کلیئرنس کی دستیابی کے مرحلے بھی رو بہ فروغ ہیں۔ پورے طور پر فروغ پانے کے بعد جب یہ کمپلکس تیار ہو جائے گا تو یہ دنیا میں اپنی نوعیت کا سب سے بڑا کمپلکس ہوگا کیوں کہ مابعد یہاں ۱۰۰۰ میٹرک ٹن کچے چمڑے کی پروسیسنگ کی سہولت دستیاب ہوگی۔ ۱۱۰۰ ایکڑ قطعات اراضی پر مشتمل یہ کلکتہ لیدر کمپلکس عالمی معیار کی جملہ سہولتوں کے ساتھ حقیقت بنکر سامنے آنے والا ہے۔

۱۔۲۹: نئے سرمایہ کاریوں کو تعاون بہم پہنچانے سے متعلق انفرااسٹرکچر کے سنجیدہ اور اہم کردار سے ریاستی حکومت اچھی طرح واقف ہے۔ ہاتھ میں لئے یا نشاندہی کئے گئے انفرااسٹرکچر پروجیکٹس کے تحت کلکتہ کے قریب راجرہاٹ میں نئے ٹاؤن شپ قائم کرنا، مشترکہ مہمات کے ذریعہ اور نجی سیکٹر میں بڑے پیمانے پر رہائشی پروجیکٹوں کو رو بہ عمل لانا، قومی اور ریاستی شاہراہوں کی مرمت کرنا، نئی ایکسپریس راستوں کو بہتر بنانا، نئی بندرگاہ اور نئے نقشۂ نما مراکز قائم کرنا، پانا گڑھ میں اویاسن (ہوابازی) انسٹی ٹیوٹ قائم کرنا، کلکتہ پر مبنی ایئرلائنس جو وقتی طور پر مشرقی اور شمال مشرقی ہند سے اڑان بھرے گی، قائم کرنا وغیرہ وغیرہ جیسے کام ہیں۔ دی ایشین بینک ڈیولپمنٹ نے خود کو ایک ملین امریکی ڈالر کی ایک پروجکٹ تیاری تکنیکل تعاون عطیہ پانے والے پروجکٹ کے ساتھ جوڑ لیا ہے۔ چند دیگر بڑے پروجکٹس جو ریاستی حکومت کے زیر غور ہیں، ٹیکسٹائل سیکٹر پر مزید توجہ ڈالنے کی غرض سے کھڑگپور کے نزدیک ایک صنعتی کمپلکس کی تعمیر، ای ایم بائی پاس پر ایک مالی خدمات مرکز کا قیام اور کلکتہ کے شمالی کنال سسٹم کی مرمت ہیں۔

۱۔۳۰: شہری تجدید پروگرام کے ساتھ ساتھ ریاستی حکومت نے ریور فرنٹ ڈیولپمنٹ (ندی محاذ فروغ)، پرمانینٹ ایکزبیشن گراؤنڈ (مستقل نمائش میدان)، نئی اسٹاک ایکسچینج اور ای سی ایمن کے تعاون سے ہر طرح کی اوور برج آرائش پل، ورثہ میں ملنے والی عمارتوں کا تحفظ وغیرہ جیسے نئے پروجکٹوں میں بھی پیش روی کی ریاستی حکومت نے ہمت افزائی کی ہے۔ تفریحی صنعت میں سرمایہ کاری کو بڑھاوا دینے کے لئے ریاستی حکومت بڑے پیمانے پر منصوبہ ترتیب دے رہی ہے۔

۱۔۳۱: برآمدات کے میدان میں تلتلا ایکسپورٹ پروسیسنگ زون (فلتا برآمدات پروسیسنگ علاقہ) کے کام چل رہے ہیں۔ فی الحال چالو یونٹوں اور زیر عمل درآمد یونٹوں کی تعداد ۱۰۸ ہے۔ سال ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء کے دوران دسمبر ۱۹۹۹ء تک اس زون (علاقہ) سے جملہ برآمدات تقریباً ۱۶۵ کروڑ روپے کی ہوئی ہے۔

۱۔۳۲: تجارت کی وزارت کی سنجیدہ انفرااسٹرکچر توازن اسکیم کے تحت موجودہ انفرااسٹرکچر کی رکاوٹوں کو دور کرکے برآمدات کو فروغ دینے کے لئے متعدد پروجکٹوں کو ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ ایک کثیرالمقاصد ٹرک ٹرمینل کمپلکس بنگاؤں میں قائم کیا گیا ہے اور اس سے ملنے والی سڑک بھی تعمیر کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں ۳۵ لاکھ کی لاگت آئی ہے۔ پٹراپول سرحد کے قریب ناچھا ہکٹ ندی پر ایک پل بنانے کا کام چل رہا ہے۔ یہ ۴۸۲۰۰ لاکھ روپے کا پروجکٹ ہے اور ۲۰۰۱ء کے وسط تک یہ مکمل ہو جائے گا۔ فلتا میں ایک ریل اسٹیشن کی تعمیر کے سلسلہ میں ڈبلو بی آئی آئی ڈی سی نے قطعات اراضی مفت فراہم کروائی ہے۔ پروجکٹ ہذا ۱۶۳۰۰ لاکھ روپے کی لاگت کا ہے۔ اس پروجکٹ سے بڑے پیمانے پر فلتا نشو و نما مراکز اور فلتا برآمدات پروسیسنگ زون میں واقع موجودہ صنعتی یونٹوں کو فائدہ پہنچے گا کیونکہ موجودہ ریل اسٹیشن جو کہ میں واقع ہے اور یہ وہاں سے کافی دوری پر واقع ہے۔ جنوبی ۲۴ پرگنہ میں واقع ڈائمنڈ ہاربر روڈ کے قریب جاری صنعتی یونٹوں کو باقاعدہ طور پر بجلی کی سپلائی فراہم کرنے کی غرض سے فلتا اور جوکا کے درمیان ٹرانسمیشن لائن کو مضبوط بنانے کے لئے ۵۰۰ء۲ لاکھ روپے کے ایک پروجکٹ کو ہاتھ میں لیا گیا ہے۔ اہم تلہ موشا اور ڈائمنڈ ہاربر روڈ کے آم تلہ سیما کے علاقہ کے جنگلی علاقوں

میں ڈیولپمنٹ (بھیڑ بھاڑ کو کم) کرنے کے لئے حال ہی میں تجارت کی وزارت سے فنڈس ملے ہیں۔ ۔ ۔ ۰۰۰ء۴ لاکھ روپے کے اس پروجیکٹ کو ریاستی حکومت، تجارت کی وزارت اور حکومت ہند مساوی طور پر فنڈس فراہم کریں گی۔ سرحدی تجارت کو فروغ بخشنے کے لئے چیک پوسٹوں کے آس پاس ہونے والی انفراسٹرکچر کی دیکھ ریکھ کے لئے تجارت کی وزارت کے ایڈیشنل سکریٹری کی چیئرمین شپ میں ایک مجاز کمیٹی اور چیف سکریٹری کی چیئرمین شپ میں ایک ریاستی سطح تال میل کمیٹی کا قیام عمل میں آیا ہے۔ دونوں ہی کمیٹیوں کی نشستیں باقاعدگی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔

۱۔۳۳: سنہ ۱۹۹۶ء کے دوران شعبۂ تجارت و صنعت نے شعبۂ ہذا کے وزیر کے ساتھ اور ان کی چیئرمین شپ میں تجارت کے ایک بورڈ کی تشکیل کی ہے۔ اس کا کام بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینا اور اس فروغ کو تجارت اور صنعت کے ساتھ مسلسل بات چیت کے ذریعہ یقینی بنانا ہے۔ اس کمیٹی کی نمائندگی ممتاز چیمبر آف کامرس اسی۔آئی اور براہ راست برآمدات سے جڑے اداروں نے کی۔ شعبۂ تجارت اور صنعت نے ریاست کے لئے ایک برآمدات حکمت عملی تیار کی اور اس حکمت عملی کو جلد ہی حتمی شکل دی جائے گی۔ حال ہی میں اس ریاست سے برآمدات کو فروغ دینے کے معاملے کے تحت چیف سکریٹری کی چیئرمین شپ میں ایک ریاستی سطح برآمدات فروغ کمیٹی (ایس ایل ای پی سی) کی تشکیل دی گئی ہے۔ کمیٹی ہذا کا کام اس ریاست کے ریگولیٹری ماحولیات کی سہل سازی، برآمدات کارکردگی کی دیکھ ریکھ سے متعلق مسائل پر غور و خوض کرنا اور ان مسائل جنہیں حکومت ہند کو بھیجنے کی ضرورت پیش آئے، کی نشاندہی کرنا ہیں۔

۱۔۳۴: درگاپور میں برآمدات فروغ صنعتی پارک جو اس ریاست کا ایک اہم پروجیکٹ ہے، کو حکومت ہند کی تجارت کی وزارت اور حکومت مغربی بنگال کی جانب سے فروغ بخشا گیا ہے۔ فی الحال اس پروجیکٹ پر آسنسول، درگاپور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (اے ڈی ڈی اے) کی انتظامیہ کے تحت عمل درآمد کا کام چل رہا ہے۔ یہ پروجیکٹ ۱۴۸ ایکڑ قطعات اراضی پر پھیلا ہوا ہے اور فروغ کے دوسرے مرحلے کے دوران اسے ۱۶۵ ایکڑ قطعات اراضی پر توسیع دی جائے گی۔ اس پروجیکٹ کا مقصد کاروباریوں کے لئے ترقی یافتہ اور انفراسٹرکچر دوست صنعتی مقام تیار کرنا ہے۔ اس پروجیکٹ کے لئے مرکزی حکومت ۱۰ کروڑ روپے بہم پہنچائے گی اور ریاستی حکومت اس پروجیکٹ کے پہلے مرحلے کے لئے ۴ کروڑ روپے دے گی۔ اس پروجیکٹ کے تعمیری کام کا پہلا مرحلہ فی الحال تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔

۱۔۳۵: ہیرے اور جواہرات برآمدات فروغ کاؤنسل نے کلکتہ ائیر پورٹ کے قریب ہیرے اور جواہرات کی یونٹوں کے لئے خصوصاً ایک برآمدات پروسیسنگ علاقہ قائم کرنے کی تجویز رکھی ہے۔ ریاستی حکومت اس تجویز پر بڑی تندہی اور سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ حالیہ تخمینہ کے مطابق اس کو روبہ عمل لانے میں تقریباً ۴۰ کروڑ روپے کی لاگت آئے گی۔

۱۔۳۶: متعدد پریشان کن اسباب کے باوجود پٹسن صنعت کے صنعتی تعلقات کم و بیش تشفی بخش رہے ہیں۔ سارک ممالک کو دستیاب درآمدات کی رعایتی شرح سے تاخیر سے استفادہ حاصل کرنے پر مقامی تاجروں کو موجودہ بازاری نرخوں سے کم قیمت پر بانٹی والے پٹسن تھیلوں کی خاطر خواہ مقدار درآمد کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے اور اس کا خاطر خواہ اثر ہماری ریاست میں واقع پٹسن ملوں پر پڑا ہے۔ اس ریاست کی ۵۹ پٹسن ملوں میں سے ۱۴ پٹسن ملیں بی آئی ایف آر کی منظور شدہ بحالی پیکجوں کے تحت چل رہی ہیں اور ۱۸ پٹسن ملیں ایسی ہیں جن کے معاملوں کو بی آئی ایف آر / اے آئی ایف آر کے تحت کیا گیا ہے۔ ریاستی حکومت نے بی آئی ایف آر کے منظور شدہ بحالی پیکیج کے تحت چلنے والی پٹسن ملوں کو مغربی بنگال ترغیبی اسکیم برائے ۹۳ کے تحت متعدد مالی امداد مثلاً سیلس ٹیکس قرض، اکویٹی ساجھیداری، نرم قرض اور دیگر سہولتیں عطا کرنے کی منظوری دے دی ہے۔

۱۔۳۷: پائیدار ماحول، نئی صنعت کے لئے بجلی کی بہتات، قدرتی اور انسانی وسائل کی افراط اور سرکاری ابھرتی ہوئی ساجھیداری، صنعت اور مزدور فروغ سرمایہ کاریوں کے ساتھ مغربی بنگال پورے اعتماد کے ساتھ نئے ملینیم کی جانب آگے بڑھ رہا ہے۔ ان تین دہائیوں کے دوران ہم لوگوں نے جو کچھ کھویا ہے ان کے لئے ہم لوگ بنیادی طور پر یکے بعد دیگرے آنے والی مرکزی حکومتوں کی سرکشی پر ڈالی رہنے والی پالیسی اور ان کے صنعتی لائسنس طریقہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ بہرکیف آج ہم لوگ پہلے کی طرح ایک بار پھر ترقی کے راستے پر گامزن ہیں گرچہ راستہ خطرناک و مشکلات سے پُر ہے۔ ہم لوگ تجارت اور صنعت کی دنیا میں اپنے جائز حقوق کی حصولی کے تن من دھن سے کوشاں ہیں اور ہمارے راستہ میں آنے والی کسی طرح کی بھی رکاوٹ ہمیں ہمارے مقصد کی حصولی سے روک نہیں پائے گی۔ ہم لوگ ۱۹۶۰ء، ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کی دہائیوں کی ان تلخ تجربوں اور طریق کاروں کو بھلا سکنے کا ارادہ رکھتے ہیں جنہیں اس وقت دیگر علاقوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنایا تھا اور فی الحال ہم لوگ ان تلخ تجربوں اور طریق کاروں کو متروک گردان رہے ہیں یا

انہیں آج کی صورت حال میں فضول یا بیکار ثابت کر رہے ہیں۔ آیئے ہم لوگ دنیا کی بہترین ٹکنالوجیوں کا انتخاب کریں اور ہر وقت رو بہ فروغ رہنے کے لئے کوشاں رہیں۔

۲-۱:- میں فی الحال متعدد اسکیموں کے سلسلہ میں تجارت و صنعت شعبہ کے انتظامی کنٹرول کے تحت کارپوریشنوں، تنظیموں اور دیگر ذاتی کی کارکردگی کا مختصر حال ہاؤس کے سامنے رکھ رہا ہوں تاکہ ریاست میں صنعت کاری کے احیا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اس شعبہ کے تحت ایجنسیوں، کارپوریشنوں اور تنظیموں کی کارکردگی میں اضافہ کرنے کی ہماری کوششیں مسلسل جاری و ساری ہیں۔

۲-۲:- ریاستی حکومت کی ایک نوڈل (اہم) ایجنسی کی حیثیت سے مغربی بنگال صنعتی فروغ کارپوریشن لمیٹڈ (ڈبلیو بی آئی ڈی سی) اپنے ایک ونڈو سسٹم۔ سنگل پوائنٹ کے ذریعہ سرمایہ کاری کی عمل درآمد کو تعاون دینے میں ایک اہم اور سرگرم کردار ادا کر رہا ہے نئے پروجکٹ قائم کرنے، اپنی موجودہ یونٹوں کو توسیع دینے ان میں گونا گونیت پیدا کرنے اور ان کو جدید بنانے کا ارادہ کرنے والے کاروباریوں کو سنگل پوائنٹ مشاورتی خدمات پیش کرتا ہے۔ یہ ادارہ سرکار کے ساتھ وسٹڈ قطعات اراضی کی نشاندہی اور ان کی الاٹمنٹ سے متعلق مسائل حل کرتا ہے۔ قطعات اراضی کے نیگوشیئشن اور کنورشن میں ان کی مدد کرتا ہے صنعتوں کو کثیر مقدار میں بجلی سپلائی کروانے، سیلس ٹیکس کی عارضی سرٹیفکٹ جاری کروانے اور ریاستی حکومت کی ترغیبی اسکیم کے تحت سیلس ٹیکس ریمیشن / ڈیفرمنٹ وغیرہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ کاروباریوں کے فائدے کے لئے سنگل پوائنٹ وسٹڈ قطعات اراضی اور صنعتی نشو و نما کی برابر دیکھ بھال چلاتا ہے۔ مزید برآں دستیاب مواقعوں پر مبنی ڈبلیو بی آئی ڈی سی سے فروغ پانے والے ۲۰۰ پروجکٹ جانکنے امکانی انوسٹروں کے استعمال کے لئے سنگل پوائنٹ پر دستیاب ہیں۔ گذشتہ برسوں کے دوران سنگل پوائنٹ سے بڑے نئے سرمایہ کاریوں اور چند موجودہ صنعتوں سے وابستہ ۲۵۰ معاملوں کو نپٹایا ہے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۹۹ء کے سال کے اختتام کے دوران کارپوریشن ہذا کی کارکردگی میں بہتری آنا شروع ہوئی ہے۔ گذشتہ مالی سال کی نشو و نما کے مقابلہ میں ۲۰۰ سے زائد نشو و نما بتاتے ہوئے اکویٹی کی تقسیم ۴۰ء۴۰۰ کروڑ روپے تھی۔ سال رواں کے دوران قرضوں کی تقسیم ۳۶ء۴۲ کروڑ روپے تھے اور یہ رقم گذشتہ مالی سال کے دوران تقسیم کئے جانے والی رقم کے مساوی ہے۔ سال ۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران باز یابی کارکردگی گذشتہ سال (۹۸-۱۹۹۷ء) ۳۳ء۴۱ کروڑ روپے کے مقابلہ میں ۱۸ء۴۲ کروڑ روپے تھی۔

۹۹-۱۹۹۸ء کے دوران کارپوریشن ہذا نے ۹۴ء۷ لاکھ روپے کا چالو منافع دکھایا ہے۔ آئی۔ ڈی۔ سی آئی سی آئی کے ساتھ ڈبلیو بی آئی ڈی سی کی مشترکہ مہم ہے اور اسے خصوصاً انفرا اسٹرکچر پروجکٹوں کو فروغ دینے، ترقی دینے اور مالی امداد فراہم کرنے کے لئے ہی قائم کیا گیا تھا۔ آئی ڈی سی فی الحال درج ذیل انفرا اسٹرکچر پروجکٹوں پر کام کر رہا ہے:-

(i) شمالی جنوبی کوری ڈور فروغ پروجکٹ

(ii) ۳۰ ایم ڈی جی پانی سپلائی پروجکٹ جو ہلدیہ میں واقع ہے۔

(iii) ہلدیہ کا ترقیاتی منصوبہ

(iv) راجرہاٹ میں نیا کلکتہ ٹاؤن شپ

(v) شمال اور جنوبی بنگال باغبانی انفرا اسٹرکچرل پروجکٹ

(vi) کھڑگپور میں ٹکسٹائل سکٹر پر صنعتی کمپلکس اور دیگر پروجکٹس

۲-۳:- حکومت ہند یو این آئی ڈی او اور سی۔ آئی آئی کے تعاون سے ریاستی حکومت نے کلکتہ میں مارچ ۱۹۹۹ء کو کامیابی کے ساتھ انٹیک مارٹ برائے ۹۹ء کا انعقاد کیا اور اس کے انعقاد سے غیر ملکی کولابوریٹروں / انوسٹروں کے ساتھ قریبی طور پر تال میل بنانے میں بڑی مدد ملی۔ انٹیک مارٹ برائے ۹۹ء کو کامیاب بنانے کیلئے یو این آئی ڈی او سے اشتراک کے ساتھ ریاستی حکومت کے مندوبین نے چین، جاپان، سنگاپور، آسٹریلیا اور یوروپی ممالک کا دورہ کیا۔ یو این آئی ڈی او اور مرکزی وزارت صنعت موزوں صلاح و مشورے کے دوران تجاویز ہذا کو ایک شکل دینے اور اس کو استحکام بخشنے کے عمل کو ترجیحی بنیاد پر جاری رکھا جا رہا ہے۔ علاوہ بریں اس ریاست اور دہلی دونوں ہی کی جانب سے ڈبلیو بی آئی ڈی سی کو عطا کئے تعاون کے لیے صلاح اور تحقیقات / درخواستوں پر بلا وقت ضائع کئے ہمیشہ توجہ ڈالی گئی ہے لیکن مکمل اور ذمہ دار حکمرانی کے لئے بدلتے ہوئے حالات کی مانگ پر قدر میں اضافہ کرنے کی خاطر اس کی صلاحیتوں کو کم کر کے بتایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں رتی اسپات، ایشٹر قصو، حیات ایجنسی گروپ آف ہوٹلس، ایوی ایشن ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ، بنگال پورٹ لمیٹڈ، گریٹ ایسٹرن ٹرنچ کارپوریشن، ساہا انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیئر فزکس، فیڈ بیک وینچرس، ساوتھ ایشیا پیٹ، رلیس پروجکٹ، ڈیولپمنٹ کنسلٹنٹس لمیٹڈ، انفینیٹی، تھنک ٹینک، آر جوڈیگنکس، بنگال ایئر، تیرانی ٹی کمپنی لمیٹڈ، کانشاکٹ، نسیٹ، ایٹیو، اورٹ انڈیا لمیٹڈ، ملینیم انفو سسٹمس وغیرہ وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

۲-۴:- ہندوستان میں متعدد تجارتی میلوں میں شرکت کرنے کے علاوہ ڈبلیو بی

آئی ڈی سی نے غیر ملکی انڈسٹریل اور غیر رہائشی ہندوستانیوں کو سرمایہ کاری
تجاویز کی جانب راغب کرنے کے لئے جاپان، یو ایس اے اور یورپ کا دورہ کیا۔
ڈبلیو بی آئی ڈی سی نے ہانوور میلہ میں بھی پر وقار انداز سے شرکت کی۔ یہ میلہ دنیا کا سب سے بڑا انجینئرنگ تجارتی میلہ ہے اور گذشتہ پانچ سال سے اس کا انعقاد کیا جارہا ہے۔ اس میلہ میں مذکورہ کارپوریشن کی وجہ سے مغربی بنگال میں صنعتوں کی برآمداتی کوششوں کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔

۲۔۵۔ الیکٹرونکس کے میدان میں مغربی بنگال الیکٹرونکس صنعتی فروغ کارپوریشن لمیٹڈ نے سالٹ لیک کمپلکس میں انڈسٹریوں کو تعاون دینا جاری رکھا ہے۔ میسرز سی کمپیوٹر مینٹیننس کارپوریشن لمیٹڈ، کاگنیزنٹ ٹکنالوجی سولیوشنس (انڈیا) لمیٹڈ، اسٹالائنس سوفٹ ویئر انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ، ازکیلیمینیہ انفارمیشن ٹکنالوجیز انڈیا لمیٹڈ، ازاوشاگروپ، نئی دہلی کو سال رواں (اپریل۔ دسمبر ۱۹۹۹ء) کے دوران سوفٹ ویئر ڈیولپمنٹ کے قیام کے لئے، آئی ٹی خدمات بہم پہنچانے کے لئے، آئی ٹی تربیت اور تحقیق مراکز کی سہولیتیں فراہم کروانے کے لئے مطلوبہ قطعات اراضی فراہم کروائے گئے تھے۔

۲۔۶۔ ویبل نے انفرادی طور پر سرکاری شعبوں اور تنظیموں کو مدد پہنچانے کے لئے ایک ای گورننس سیل قائم کیا ہے اور سرکار اور عام شہریوں کے درمیان تمام معاملات میں کھلا پن لانے اور فیصلہ لینے کے عمل کو تیز بنانے کے لئے کمپیوٹرائزڈ سہولتوں کو چالو کیا ہے۔ ویبل نے مغربی بنگال کی ۲۰ مختلف میونسپلیٹیوں سے متعلق جامع اعداد و شمار پر مبنی میونسپل انفارمیشن سسٹم کی فراہمی کے ذریعہ عوام کے عظیم تر مفاد کو استفادہ پہنچانے والے ایک بڑے پروجکٹ پر عمل درآمد کی بھی ذمہ داری لی ہے۔ تعلیم اور میونسپلیٹیوں سے متعلق عوامی مفاد کے متعدد پہلوؤں کے بارے میں عوام کو بہ آسانی دستیاب اعداد و شمار پیش کرنے کے سلسلہ میں چھوٹے چھوٹے اطلاعاتی مراکز قائم کرنے کے لئے اس نے ایک اور پروجکٹ اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ اس کے ذریعہ اس ریاست میں پہلی بار ویب سائٹس اور ٹچ اسکرین مراکز کا قیام عمل میں آئے گا۔

۲۔۷۔ دوسرے سوفٹ ویئر ٹکنالوجی پارک کی تعمیر کا کام بنیادی طور پر ۵۰۰۰۰ مربع فٹ کے رقبہ پر شروع ہو گیا ہے۔ اس کی تعمیر میں ۱۷ کروڑ روپیہ کی لاگت آئے گی۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ پارک دسمبر ۲۰۰۰ء تک مذکورہ کام کے لئے تیار ہو جائے گا۔ چڑ پا گروپ کی مجوزہ بنگال صنعتی پارک پر کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ اس کا قیام اس کے اپنے استعمال اور اس کے ایسوسی ایٹس (شریک کاروں) جن میں یونائیٹڈ ایئر لائنس، یو ایس اے سے اشتراک کے ساتھ ایک حال ہی میں قائم ہونے والی کمپنی ــــ اسکائی ٹیک سولیوشنس لمیٹڈ شامل ہے، کے استعمال میں آنے والی ایڈوانسڈ (ترقی یافتہ) سوفٹ ویئر فروغ سہولتوں کی فراہمی کے عمل میں آیا ہے۔

۲۔۸۔ نئی پیش قدمیوں کے علاقوں میں ویبل نے درج ذیل مہموں/پروجکٹوں کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔

(i) ویبل اور ڈبلیو بی آئی ڈی سی سے مشترکہ طور پر فروغ یافتہ ایک وینچر کاپیٹل فنڈ کا قیام اس کے قیام میں ۱۰ کروڑ روپے کا ابتدائی سرمایہ لگے گا۔ اس کے ابتدائی مسئلوں کو سلجھانے میں خاطر خواہ کامیابی ملی ہے۔

(ii) مغربی بنگال میں ۴۰ شناخت کردہ میونسپلیٹیوں کے لئے ایک جامع جغرافیائی اطلاعاتی نظام (جی آئی ایس) پر عمل درآمد ہو رہا ہے بعد ازیں گذشتہ سال ہیش تلہ میونسپلٹی جی آئی ایس کی مہم کو چالو کیا گیا ہے۔

(iii) سرکاری کام کاج میں بنگلہ کے استعمال کو فروغ دینے کے لئے ایم ایس آفس سوٹ کا ایک پورے سلسلہ اور ایک مناسب طور پر تیار کردہ بنگلہ کی بورڈ سے آراستہ ایک ہمہ گیر بنگلہ سوفٹ ویئر کو فوری طور پر حکومت مغربی بنگال میں چالو کرنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے۔

(iv) اعلیٰ تعلیم کے میدان میں ایک ویب مجاز اطلاعاتی مرکز کو فروغ دیا جارہا ہے۔ اس کا کام مغربی بنگال میں واقع ۴۱۲ اولین کالجوں کے بارے میں جملہ متعلقہ اطلاعات کی فراہمی کرنا ہے۔ پروجکٹ ہذا اپریل ۲۰۰۰ء تک چالو ہو جائیگا۔

(v) بدھان نگر میونسپلٹی کے لئے اسی طرز کا ایک دوسرا ویب مجاز عوامی خدمت نظام زیر فروغ ہے۔ نظام ہذا رجسٹریشن سندوں کی حصولی کے لئے اختیار کردہ مصدقہ طریق کاروں کے بارے میں کسی بھی شہری کو تیار کردہ اعداد و شمار فراہم کرسکے گا۔

(vi) ویبل مغربی بنگال یونیورسٹیوں کے گریجویٹس کے لئے بنیادی طور پر ریاست مغربی بنگال میں "انڈسٹری ریڈی" پروفیشنلوں کو تیار کرنے کے لئے ڈسٹنس (فاصلہ) لرننگ (تعلیم) میتھوڈولوجی (طریق کار) کے ذریعہ ایک آئی ٹی تعلیم پروگرام چالو کرے گا۔

الکٹرونک کے میدان میں بہتر نتائج کے حصول کے لئے ویبل کمپنیوں کی موزوں دری اسٹرکچرنگ کو جانچنا شعبہ ہذا کا کام ہے۔

۲۔۹۔ پوری ریاست خصوصاً پچھڑے علاقوں میں صنعتوں کی متوازن اور

تیز رو نشو و نما کے لئے بنیادی صنعتیں انفرا اسٹرکچر کی فراہمی کے مقصد کے تحت مغربی بنگال صنعتی انفرا اسٹرکچر فروغ کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا تھا۔ کارپوریشن ہذا اس ریاست کے مختلف حصوں میں تقریباً ۲۰۰۰ ایکڑ قطعات اراضی پر ۱۲ نشو و نما مراکز کو اب تک فروغ دے پایا ہے اور یہ نشو و نما مراکز ترقی یافتہ قطعات اراضی، اندرونی راستہ، بجلی، پانی کی سپلائی، نالی اور دیگر سماجی انفرا اسٹرکچر سہولتیں جیسی صنعتی انفرا اسٹرکچر سہولتیں پیش کرتا ہے اور اس نے تقریباً ۴۰۰۰ ایکڑ قطعات اراضی کے رقبہ پر مشتمل ان مختلف علاقوں میں متعدد نشو و نما مراکز قائم کرنے کی پہل کی ہے چونکہ فلتا (جنوبی ۲۴ پرگنہ) اور الوبیڑیا میں واقع موجودہ نشو و نما مراکز میں زمین قریب قریب عطا کر دی گئی ہے اس لئے کارپوریشن ہذا نے ان دو مقامات میں واقع موجودہ نشو و نما مراکز کی توسیع اور پیشگی مرحلہ کے دوران اراضی کی حصولی کے امور کے لئے اقدامات اٹھائے ہیں۔ وہ نشو و نما مراکز جو زیر غور ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ جلد ہی بیربھوم، جلپائی گوری، مالدہ، مدنا پور، بردوان اور دیگر اضلاع میں قائم کئے جائیں گے۔

نجی سکٹر کی ساجھیداری کے ساتھ نشو و نما مراکز کے فروغ کا معاملہ حکومت کے نزدیک زیادہ اہمیت و توجہ کا باعث بنتا جا رہا ہے کیونکہ یہ امر بعید از توقع ہے کہ حکومت تنہا چلانے نئے نشو و نما مراکز کو فروغ دے پائے گی۔ شعبۂ تجارت و صنعت نے اس سلسلہ میں نجی پولیرس سے سنجیدگی کے ساتھ گفت و شنید شروع کر دیا ہے۔ اس کام کو بہتر طور پر انجام دینے کے لئے ڈبلیو بی آئی آئی ڈی سی کے مجاز افسران سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ تجارتی پیداوار کی تاریخ سے الکٹرسیٹی ڈیولیز ختم کرنے والی اسکیم کو موزوں طور پر روبہ عمل لانے کی یقین دہانی کراتے ہوئے نئی یونٹوں کے مفاطوں کو سلجھانے کا دفاع کرنے میں اپنا بھرپور تعاون دیں گے۔ مذکورہ بالا مجاز افسران ٹھیک وقت پر کثافت کنٹرول بورڈ سے کلیرنس کی حصولی میں یونٹوں کی مدد کریں گے اور متعلقہ ضلع سطح افسران اور عوام کے نمائندوں کی شمولیت کے ذریعہ پریشان کن مقامی مسائل کو سلجھانے کی بھی کوشش کریں گے۔

۲۔۱۰: عظیم تر کلکتہ گیس سپلائی کارپوریشن لمیٹڈ نے اس کو سونپے گئے تمام کاموں کو مکمل کر لیا ہے۔ اگست ۱۹۹۹ء کے دوران سی ایم ڈی اے نے راجہ بازار میں واقع ۲ گیس ہولڈر کو کارپوریشن ہذا کے حوالے کر دیا ہے الغرض ہر ایک گیس ہولڈر کے اندر ایک ملین کیوبک فٹ گیس آتا ہے۔ فی الحال گیس کی نکاسی کو بڑھا کر ۱۲ ملین کیوبک فٹ گیس یومیہ کر دی گئی ہے۔ نکاسی میں اضافہ کے تحت صارفین کی تعداد کو بھی بڑھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

۲۰۰۰-۲۰۰۱ء کے دوران درج ذیل کام حسب منصوبہ انجام دیئے جائیں گے۔

(i) موجودہ وویو یکانند اپل کے دونوں جانب ۶۰۵ کیلومیٹر گیس پائپ لائن از سر نو بچھانے کا کام۔

(ii) الٹاڈانگہ کے قریب کنال ویسٹ روڈ میں واقع ۸۰۰ میٹر ایل پی مین کی مرمت کا کام۔

(iii) تھیٹر روڈ میں ۱۲۰۰ میٹر ایل پی مین بچھانے کے اسپل اوور کام کی تکمیل۔

(iv) مانک تلہ تک کنال ویسٹ روڈ میں ۴۰۰ میٹر ڈی پی ایل ایل۔ مین کی مرمت

(v) مختلف علاقوں میں ۳۰۰ میٹر ایل۔ پی۔ مین کی قائم مقامی۔

۲۔۱۱: مغربی بنگال معدنی فروغ اور تجارتی کارپوریشن لمیٹڈ نے تین اہم چالو پروجکٹوں ———

(i) پرولیا ضلع کے بیل دیہہ کان میں واقع چٹان فاسفیٹ کی کانکنی کے پروجکٹ۔

(ii) بیربھوم ضلع کے پچپی پروجکٹ میں پتھروں کی کان سے نکالنے اور انکو کوٹنے والے پروجکٹ۔

(iii) پرولیا ضلع کے مالیح کان میں ہائی گریڈ لوہینہ فائر کلے کی کان کنی اور کٹنگ کے پروجکٹ کی سرگرمیوں کو مستحکم بنایا ہے۔ کارپوریشن ہذا پتھر فاسفیٹ کی پیداوار کو بڑھا کر ۳۰۰۰۰ ٹن سالانہ بنانے پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔

۲۔۱۲: دی ویسٹ بنگال فارما سیٹیکل اور فائٹو کیمیکل فروغ کارپوریشن لمیٹڈ نے اپنی سرگرمیوں کو گوناگونیت بخشی ہے اور بڈرگ (دوا) اور ڈرگ انٹرمیڈیٹس متعدد گھریلو افادیت والی جڑی بوٹیوں کے پودوں کی نشو و نما محرک اور ایورویدک دوائیاں تیار کرنا شروع کیا ہے۔ کارپوریشن ہذا کے پاس تین پیداواری یونٹیں — ایک جلپائی گوڑی میں دوسرا کلیانی میں اور تیسرا بہالا میں ہیں۔ کارپوریشن ہذا کی کلیانی یونٹ فی الحال لائسن، بنزالکونیم، کلورائیڈ محلول وغیرہ جیسے جراثیم کش محلول اور بیکری اور بسکٹ تیار کرنے والے کارخانے میں استعمال ہونے والی گلیسرین مونسٹریٹ تیار کر رہا ہے۔ "فائٹو اسپرے"، "فائٹو فریشنر" اور "فائٹو موس" جیسی گھریلو افادیت کے سامان اور بڑی تعداد میں آیورویدک دوائیاں بہالا یونٹ میں تیار کی جا رہی ہیں۔ ڈبلیو۔ بی۔ پی ڈی سی ایل نے بہالا میں ایک "اسٹیٹ آف آرٹ" دوا جانچ اور کثافت جانچ لیبارٹری کھولا ہے۔ کارپوریشن ہذا نے جلپائی گوڑی میں ادویاتی پودوں کا ایک باغ لگایا ہے اور یہ مدنا پور میں ایک ادویاتی اثاثہ قائم کرنے کی بھی کوشش کر رہا ہے کیونکہ نئے ملینیم کے دوران

عوام میں شمالی بنگال کی دوائیاں بڑے زور و شور سے مقبول ہو رہی ہیں۔ ۲-۱۳: مغربی بنگال چائے فروغ کارپوریشن لمیٹڈ کے تحت چھ چائے باغات ہیں۔ تین دارجلنگ میں اور تین دوارس میں ہیں۔ ان باغات میں تقریباً ۴۲۰۰ مستقل مزدور کام کرتے ہیں۔ ان باغات میں تیار کردہ چائے کی کل پیداوار ۱۹۹۸ء کے دوران ۸۰۰،۰۰۰ کیلو گرام اور ۱۹۹۹ء کے دوران ۷،۰۰،۰۰۰ کیلو گرام ہوئی تھی لیکن بہتر کوالیٹی اور اچھی مارکیٹ صورت حال کی وجہ سے گزشتہ سال کی ۴،۷،۵ کروڑ روپے کی فروخت کے مقابلہ میں اس سال تقریباً ۵،۹۹ روپے کی فروخت ہوئی ہے۔ کارپوریشن ہذا نے ۲۰۰۰-۲۰۰۱ء کے دوران پہاڑی کارخانوں کی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے کے لئے مرحلہ وار طرز پر نئی مشینوں کے نصب کرنے کے منصوبے ترتیب دیئے ہیں۔ تیار کرنے کے امور کو اسٹریم لائننگ کے ذریعہ دارجلنگ کے باغات میں تیار کردہ چائے کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ پرولیا کے اضلاع میں ایودھیا پہاڑ پہاڑیوں کے مقام پر مذکورہ چائے کی کاشتکاری کے امکانات پر غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ بالا ٹکنو اکنومک امکانات کا مطالعہ چائے تحقیق انجمن کے تعاون سے چائے بورڈ کی مالی امداد سے کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ضلع پریشد، ڈی سی اے ڈی سی اور ریاستی حکومت کی متعدد ایجنسیاں اس ضلع کو پرخلوص مدد اور تعاون بہم پہنچا رہی ہیں۔

۲-۱۴: قدرتی کونین، کوئنیں ڈائی مائی شائن اور ڈائیوسس جینن تیار کرنے والی ہندوستان کی واحد تنظیم سنکونا اور دیگر ادویاتی پودوں کی نظامت ہے۔ نظامت ہذا ۲۶۰۰۰ ایکڑ قطعات اراضی پر پھیلا ہوا ہے اور اس میں سے ۹۰۰۰ قطعات اراضی پر سنکونا، ایپیکا، ڈیوسس کوریا جیسے مخصوص پودوں اور الائچی، ربراٹیکس جیسے ذیلی پودوں کی کاشت کی جاتی ہے۔

۲-۱۵: شعبۂ ہذا کے قانونی میٹرولوجی تنظیم نے وزن و پیمائش سے متعلق متعدد آئین و ضابطوں کے نفاذ کے ذریعہ صارفین کے مفاد کے معاملہ میں اپنی کوششوں کو آگے بڑھایا ہے۔ جنوری ۲۰۰۰ تک تنظیم ہذا ۵۳۸۰۵ بٹا وزن تک پہنچا لگی ہے اور ۲۹۲۷،۹۶۲ روپے بطور فیس اکٹھا کر پائی ہے۔

۲-۱۶: ریاست مغربی بنگال بلائے زمیں اور غیر تجارتی کارپوریشنس کے تحت فرموں اور سوسائٹیز اور غیر تجارتی کارپوریشن کا رجسٹر و رجسٹریشن کا اختیار رکھتا ہے۔ سنہ ۲۰۰۰-۱۹۹۹ کے دوران ۲۰۹،۴ انجمنوں اور ۱۴۹۵ فرموں کو رجسٹر کیا جا سکا ہے اور ۹۶،۷۵،۴۴ روپے بطور فیس اکٹھا کیا جا سکی ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں (این جی او) کی ایک کثیر تعداد کو جو بلاواسطہ طور پر حالیہ مرکزی حکومت کی پالیسی کی رو سے اس ریاست کی متعدد ترقیاتی منصوبہ بند سرگرمیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کیا جا رہا ہے۔ نتیجہ کے طور پر تنظیم ہذا کے کام کاج میں اضافہ ہو گیا ہے۔

۲-۱۷: شعبۂ ہذا مغربی بنگال شوگر (چینی) انڈسٹریز ڈیولپمنٹ کارپوریشن لمیٹڈ، صنعتوں کی نظامت، کان اور معدنیات کی نظامت، کئی سرکاری پریس اور اسٹیشنری دفتر کے کام کاج کو بہتر بنانے کی لگاتار کوشش کر رہا ہے۔

۳-۱: مغربی بنگال میں چالو صنعت کاری کی پالیسی کسی بھی طرح سے بایاں محاذ کے سماجی و معاشی نظریات کے خلاف یا اس سے ٹکراتی نہیں ہے۔ کسی بھی حالت میں اس ریاست کے اندر محنت کش طبقہ کی قائم کردہ بایاں محاذ حکومت کے ذریعہ حاصل کردہ جمہوری حقوق کو ہتھیار ڈال دینے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مزدور اور انتظامیہ دونوں ہی کو اپنی اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے اچھی طرح واقف ہونا پڑے گا۔ کوئی بھی پروجیکٹ جو گھریلو صنعتوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے کو اس ریاست میں قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

۳-۲: خود کفیلی کے مقاصد کی حصولی کے لئے ہم لوگ عزم و عہد کے ساتھ کوشاں ہیں۔ ہم لوگ اس امر سے واقف ہیں کہ دلجمعی اور آسودہ خاطری کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہم لوگ اس حقیقت سے بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ آج بھی ہم لوگوں کو شاندار ماضی کی جلا بخشی کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔ ہمارے لوگوں کے تمام طبقوں کے سرگرم تعاون اور ان کی پرخلوص امداد سے ہم لوگ یہ توقع کرتے ہیں کہ مستقبل قریب میں مغربی بنگال اپنے ملک کا ایک سرگرم اور اولین صنعتی مرکز بن کر ابھرے گا۔

۳-۳: حضرات! میں اپنی تقریر اس ہاؤس کے تمام معزز اراکین اور اسمبلی کے مختلف کمیٹیوں کے اراکین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ختم کرتا ہوں کیوں کہ ان لوگوں نے ہمارے شعبہ کی سرگرمیوں کو نہ صرف رو بہ عمل لانے میں اپنے مطلوبہ رہنمائی، مشورہ اور تجاویز سے نوازا ہے بلکہ شعبہ ہذا کے کام کاج کو بہتر بنانے میں بڑی مدد دی ہے۔ مجھے پورا پورا یقین ہے کہ میرا شعبہ مستقبل میں بھی مذکورہ بالا طرز کا تعاون پاتا رہے گا۔

■

خاندانِ مغلیہ کا آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر

حکیم انیس الرحمان



خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو ہندوستان کی تاریخ ایک حکمران سے کہیں زیادہ آزادی وطن کی مسلح جدوجہد یا دوسرے لفظوں میں جنگ آزادی کے قائد کے روپ میں یاد کرے گی۔ بہادر شاہ ظفر نے اس وقت زمام اقتدار سنبھالی، جب مغل اقتدار کا چراغ گل ہونے کے قریب تھا۔ ملک پر انگریزوں کی گرفت دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جارہی تھی اور وہ تمام لوگ جو غلامی کی گراں بار زنجیروں کی اذیت ناکی کو محسوس کر رہے تھے، وہ مضطرب تو تھے لیکن انہیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ دلی کی مرکزی طاقت، جو انگریزی استعمار کے خلاف وطن عزیز کے دفاع کی ضمانت اور اس کی آزادی کی محافظ بن سکتی تھی۔ عملاً مفلوج و معطل ہو کر رہ گئی۔

بہادر شاہ ظفر اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ فوجی طاقت کے ذریعہ اس سیلاب بلا پر بند باندھ سکتے، جو تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ سرکاری خزانہ خالی تھا۔ حکام بے لگام تھے اور لال قلعہ تو بس لہو و لعب اور سازشوں کا مرکز بن گیا تھا۔ بہادر شاہ ظفر یہ سب کچھ دیکھ کر کڑھتے رہے لیکن کوئی اقدامی فیصلہ کرنے سے قاصر رہے۔ ان حالات میں ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ کی چھاؤنی میں انگریزوں کے خلاف بغاوت کا پہلا بگل بجا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی بازگشت ملک کے ایک قابل ذکر حصے میں سنائی دینے لگی۔ وہ لوگ، جو انگریزوں کی غلامی کے خلاف کچھ کرنے کے لئے بے چین و بے قرار تھے، ان کی نگاہ انتخاب بہادر شاہ ظفر پر پڑی اور لال قلعہ کے اس بوڑھے شیر نے کسی تردد، کسی ہچکچاہٹ اور سود و زیاں کا حساب لگائے بغیر جنگ آزادی کی کمان سنبھالی۔

بہادر شاہ ظفر کے اس تاریخ ساز فیصلے کے اعلان کے ساتھ ہی ملک کے مختلف حصوں سے نوابوں اور راجاؤں کے نمائندوں کے علاوہ، مختلف کمانڈروں کی قیادت میں آزادی کی جنگ میں شریک ہونے والے جانثاروں کے نمائندے جوق در جوق دہلی پہنچ گئے اور بہادر شاہ ظفر کی قیادت پر یقین و اعتماد کا اظہار کرنے لگے۔ دیکھتے دیکھتے وطن کی آن پر مٹنے والوں کا جم غفیر اکٹھا ہو گیا، جس کی زبان پر ایک ہی نعرہ تھا: ہندستان ہمارا ہے، بہادر شاہ ظفر ہمارے قائد، ہمارے حکمراں ہیں۔

مولانا ذکاء اللہ اس صورت حال کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچتے ہیں:

"۱۸۵۷ء مئی کا مہینہ آیا۔ کیا قدرت الٰہی اور شان کبریائی ہے کہ آن کی آن کیا سے کیا ہو گیا۔ بادشاہ کے پاس، جس کے خزانے میں پھوٹا بادام نہ ہو، پندرہ روز کے عرصے میں بے طلب لاکھوں روپے جمع ہو گئے، جس کے چار سپاہی نہ ہوں کہ بندوق کھڑ سکیں۔ ہزاروں سپاہی بے بلاوے اکٹھا ہو گئے، جیسے اس کے ہاتھوں سارا ہندستان فتح ہوا ہو۔ اس بادشاہ کے یہاں، جس کے پاس ٹوٹی پھوٹی توپ نہ ہو، توپ خانے میں ہزاروں قلعہ شکن توپیں پہنچا دیں۔ جس بادشاہ کو رئیس خط بھی نہ لکھتا ہو، اس کے پاس چاروں طرف سے عمائدین ملک کی عرضیاں آنے لگیں اور اس طرح ۳۰ مئی ۱۸۵۷ء کو انقلاب ہو گیا، جو کہ کچھ غداروں کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔ اور پہلی جنگ آزادی "بغاوت" کے عنوان سے انگریزی تاریخ میں لکھی گئی نتیجہ بہادر شاہ ظفر کو بغاوت (جنگ آزادی) کے قائد اعظم ہونے کے

جرم میں تاحیات کے لیئے قید کر لیا گیا۔"

جنگ آزادی جسے علماء اور عام ہندو اور مسلمان دونوں کی بھرپور تائید و حمایت حاصل تھی، کیوں ناکام ہو گئی، اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کے اسباب کے تجزیہ کے لیئے دفتر کے دفتر درکار ہیں لیکن ایک بات اپنی جگہ پر طے ہے کہ بہادر شاہ ظفر اور ان کی قیادت میں آزادی کی لڑائی لڑنے والوں میں جو مثال قائم کی تھی، وہ رائیگاں نہیں گئی۔ آزادی کا جذبہ ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہا۔ کبھی یہ ریشمی رومال کی تحریک کی شکل میں نمودار ہوا، کبھی اس نے رام پرساد بسمل اور اشفاق اللہ خاں وغیرہ کو سرداروں کے چراغ روشن کرنے کی ترغیب دلا، تو کبھی سبھاش چندر بوس کو آزاد ہند فوج کے قیام اور انگریزوں کے خلاف رزم گاہیں سجانے کا ولولہ عطا کیا اور یہی وہ جذبہ تھا، جو ۱۹۴۲ میں انگریزو ہندوستان چھوڑو تحریک کا روح رواں بنا اور مہاتما گاندھی کی قیادت میں مختلف مراحل سے گزر کر اگست، ۱۹۴۷ء میں کامیاب و کامران ہوا۔

بہادر شاہ ظفر کو اگرچہ اپنے وطن میں دو گز زمین تو نہ مل سکی، لیکن ان کے ہم وطنوں نے انگریزوں کو پورے ملک سے نکال باہر کیا اور ہندوستان پر ہندوستانیوں کی حکمرانی کا خواب پورا ہو گیا۔ بہادر شاہ ظفر کو ۱۹۴۷ء میں کامیابی اور کامرانی کے مراحل سے ہمکنار ہونے والی تحریک آزادی کا قائد اول کہا جائے تو یہ کوئی نامناسب بات نہیں ہو گی، کیونکہ جذبوں کے وہ قافلے جو مختلف مراحل سے گزر کر اور مختلف شکلیں اختیار کر کے منزل مراد تک پہنچے، ان کے اولین محرک تو بہادر شاہ اور ان کی کمان میں لڑنے والے وہ انگنت نامور یا بے نام شہید ہی تو تھے۔ جو اپنے لہو سے جگہ جگہ ان گنت چراغ روشن کرتے رہے۔

بہادر شاہ ظفر کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ویر ساورکر نے اپنی کتاب "ہندوستانی غدر" میں بجا طور پر لکھا ہے کہ "سب انقلاب پسندوں میں بہادر شاہ ظفر کا رنگ گہرا تھا۔ وہ جس سماجی ماحول میں رہ رہے تھے، اگرچہ اس میں پستی آچکی تھی پھر بھی انہوں نے جتنا بلند سوچا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک سچا انقلاب پسند ہی اتنا صابر اتنا مستقل مزاج ہو سکتا ہے۔ کاش بہادر شاہ ظفر زندہ ہوتے تو ہندوستان ایک انگڑائی لیکر غلامی کی زنجیریں توڑ دیتا۔ میں ان کے مقدس نام کی مالا جپتا ہوں۔"

یہ تحریر اس وقت کی ہے جب ہندوستان آزاد نہیں ہوا تھا اور لکھنے والا وہ شخص ہے، جو خود پوری زندگی انگریزوں کے خلاف لڑتا رہا۔ جس کی پوری زندگی کبھی نہ ختم ہونے والی جدوجہد سے عبارت رہی۔ ایک ایسے شخص کی جانب سے بہادر شاہ ظفر کی عظمت کے اعتراف میں یہ چند سطور کئی جلدوں پر بھاری ہیں۔

بہادر شاہ ظفر بلاشبہ ایسے ہی جری، ایثار پیشہ اور محب وطن فرمانروا تھے اور ان کی یہی خوبیاں انگریزوں کی نگاہوں میں کانٹا بن کر اس وقت تک کھٹکتی رہیں، جب تک انہوں نے ہندوستان کے اس عظیم سپوت کے رنگون کی ایک کوٹھری میں قید کر کے گھٹ گھٹ کر مرنے پر مجبور نہیں کر دیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بہادر شاہ ظفر کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک کیا گیا، اس کی کوئی دوسری مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ بہادر شاہ کی گرفتاری کے بعد ان کے جگر گوشوں مرزا مغل، مرزا خضر سلطان، مرزا ابوبکر اور مرزا عبداللہ کے سر طشت میں سجا کر ان کو پیش کئے گئے۔ شہزادوں کی نعشوں کو کوتوالی کے سامنے لٹکایا گیا۔ ان کے تمام قریبی اعزاء اور رفقاء کو بڑے ہی بہیمانہ انداز میں قتل کیا گیا۔ ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ سب کچھ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہے، جو انگریزوں کی انسانیت دوستی اور عدل و انصاف کی قلعی کھولتا نظر آتا ہے۔

بہادر شاہ کے لیئے یہ سارے صدمات ہی کیا کم تھے کہ انہیں وطن عزیز کی سرحدوں سے پرے ایک غیر ملک میں حوالۂ زنداں کر دیا گیا۔ اس ملک کے لوگ، خاص کر دہلی کے لوگ بہادر شاہ ظفر سے کس حد تک محبت کرتے تھے، وہ عوام و خواص میں کس حد تک مقبول تھے اس کا اندازہ علامہ راشد الخیری کی درج ذیل تحریر سے لگایا جا سکتا ہے "جب وہ ساعت آئی کہ بہادر شاہ جنگی پہرے میں دہلی سے وداع ہوا تو خلقت اندھیرے منہ سڑکوں پر آ بیٹھی۔ یہ وہ صبح تھی جس میں ماؤں نے اپنے معصوم بچوں پر کھانا پینا حرام کیا اور جب تک بادشاہ کو آنسوؤں کے حلقے میں خدا کے سپرد نہ کر دیا چولہوں میں آگ بھی نہ لگائی۔ باوجود یہ کہ سخت اہتمام کے راستہ مخلوق سے پٹا ہوا تھا، کوئی آنکھ ایسی نہ تھی، جس سے آنسوؤں کی لڑیاں نہ بہہ رہی ہوں۔ بادشاہ ڈولی میں سوار تھا۔ بیویاں زینت محل اور تاج محل اور دو لڑکے بخت اور عباس شاہ ساتھ تھے۔ گوروں کا پہرہ تھا اور لوگوں کے دلوں کی یہ کیفیت تھی کہ سپاہی کی صورت سے ڈر لگتا تھا، مگر خلقت اپنے بادشاہ کی کس قدر مشتاق تھی کہ خوف و ہراس بھول گئی اور پروانوں کی طرح اس شمع پر گر پڑی۔ بادشاہ نے ڈولی کے پردے

(باقی صـ۳ پر)

عوامی تعطیلات برائے سنہ ۲۰۰۱ء

گورنر کے حکم کے مطابق حکومت مغربی بنگال نے سنہ ۲۰۰۱ء کے مندرجہ ذیل دنوں کو عوامی تعطیلات کا دن قرار دیا ہے:

این آئی ایکٹ کے تحت تعطیلات :

نیتاجی کا یوم پیدائش	۲۳ جنوری، منگل
یوم جمہوریہ	۲۶ جنوری، جمعہ
شری پنچمی	۲۹ جنوری، سوموار
عیدالاضحیٰ	۶ر مارچ، منگل
دول جاترا	۹ر مارچ، جمعہ
محرم	۵ر اپریل، جمعرات
گڈ فرائی ڈے	۱۳ر اپریل، جمعہ
بنگلہ نئے سال کا پہلا دن	۱۴ر اپریل، سنیچر
یوم مئی	یکم مئی، منگل
فاتحہ دوازدہم (عید میلاد النبیؐ)	۵ر جون، منگل
جنم اشٹمی	۱۱ر اگست، سنیچر
یوم آزادی	۱۵ر اگست، بدھ
مہالایا	۱۷ر ستمبر، سوموار
گاندھی جی کا یوم پیدائش	۲ر اکتوبر، منگل
درگا پوجا	۲۳ر اکتوبر، منگل
(سپتمی سے دشمی تک)	۲۶ر اکتوبر جمعہ تک
لکشمی پوجا	۳۱ر اکتوبر، بدھ
کالی پوجا	۱۴ر نومبر، بدھ
گرونانک کا جنم دن اور پارس ناتھ کا رتھ جاترا	۳۰ر نومبر، جمعہ
عیدالفطر	۱۷ر دسمبر، سوموار
کرسمس ڈے	۲۵ر دسمبر، منگل

نوٹ: (۱) این آئی ایکٹ کے تحت اتوار تعطیل کے دن ہوتے ہیں۔

(۲) اگر مسلمانوں کا تہوار اس دن نہ ہو جس دن کا ذکر اس فہرست میں کیا گیا ہے تو مسلم ملازمین کو اعلان کردہ تعطیل کے دن کے ساتھ ساتھ اس دن بھی سکشنل چھٹی دی جائے گی جس دن تہوار منایا جائیگا۔

(۳) ** نشان کے ساتھ اعلانیہ تعطیل کا اطلاق انہیں سرکاری دفاتر میں ہوگا جہاں سنیچر پوری تعطیل کے دن نہیں ہوتے۔

گورنر کے حکم کے مطابق سنہ ۲۰۰۱ء کے درج ذیل دن عوامی تعطیلات کے دن ہوں گے:۔

۱۔ سالانہ بینک اکاؤنٹس بندی	۲ر اپریل، سوموار
۲۔ نصف سالانہ " "	۲۹ر ستمبر، سنیچر

نوٹ: ۲ر اپریل، سوموار کو سرکاری دفاتر کھلے رہیں گے اور ۲۹ر ستمبر، سنیچر کو وہ سرکاری دفاتر کھلے رہیں گے جہاں سنیچر پوری تعطیل کے دن نہیں ہوتے۔

سنہ ۲۰۰۱ء کے مندرجہ ذیل دن جو عوامی تعطیلات کے دن قرار نہیں دیئے گئے ہیں کلکتہ کے رجسٹرار آف اشورنسز اور کلکٹوریٹ آف اسٹامپ ریونیو کو چھوڑ کر حکومت مغربی بنگال کے تحت دفاتر بند رہیں گے۔

رابندر ناتھ کا یوم پیدائش	۸ر مئی، منگل
شاعر بھانو بھکت کا یوم پیدائش	۱۳ر جولائی، جمعہ
(صرف ضلع دارجلنگ کے لئے)	
درگا پوجا * اکادشی سے، ۲۷ر اکتوبر سنیچر سے چتردشی تک۔	۳۰ر اکتوبر منگل تک

(مع ۲۷ر اکتوبر سنیچر و ۲۸ر اکتوبر اتوار کے)

نوٹ: ۲۷ر اکتوبر، سنیچر کا اطلاق ان سرکاری دفاتر میں ہوگا سنیچر پوری تعطیل کے دن نہیں ہوتے۔ ۲۸ر اکتوبر اتوار این آئی ایکٹ کے تحت تعطیل کا دن ہے۔

سنہ ۲۰۰۱ء میں مندرجہ ذیل مختلف فرقوں (جن کا ذکر اس کے مقابل کیا گیا ہے) کے لئے سیکشنل تعطیلات کے دن ہوں گے۔

۱۔ مہاویر جینتی	۶ر اپریل، جمعہ
(صرف جینیوں کے لئے)	
۲۔ بودھ پورنیما	۷ر مئی، سوموار
(صرف بودھ متوں کے لئے)	
۳۔ شب برأت	۲ر نومبر، جمعہ
(صرف مسلمانوں کے لئے)	

نوٹ: چونکہ سنہ ۲۰۰۱ء میں بیساکھی تہوار (۱۳ر اپریل) اور گڈ فرائی ڈے بیک وقت پڑے ہیں، ایسٹر سنڈے (۱۴ر اپریل) اور بنگلہ نئے سال کا پہلا دن بیک وقت پڑے ہیں جو کہ این آئی ایکٹ کے تحت تعطیل کے دن ہیں اس لئے سیکشنل چھٹیوں کی فہرست میں اسے شامل نہیں کیا گیا ہے۔

ایک سرکاری ملازم سنہ ۲۰۰۱ء میں مندرجہ ذیل "محدود تعطیلات" کی فہرست سے کسی بھی دو دن کی تعطیل سے مستفید ہو سکتا ہے۔

۱۔ نئے سال کا پہلا دن	یکم جنوری، سوموار
۲۔ سنکرات	۱۵ر جنوری، سوموار
۳۔ گرو روی داس کا یوم پیدائش	۸ر فروری، جمعرات
۴۔ شیوراتری	۲۱ر فروری، بدھ
۵۔** ہولی / باہا	۱۰ر مارچ، سنیچر
۶۔ رام نومی	۲ر اپریل، سوموار
۷۔** رتھ یاترا	۲۳ر جون، سنیچر
۸۔ فاتحہ یازدہم	۳ر جولائی، منگل
۹۔** رکشا بندھن	۴ر اگست، سنیچر
۱۰۔ دیوالی	۱۵ر نومبر، جمعرات
۱۱۔ بھاترید وتیہ	۱۶ر نومبر، جمعہ
۱۲۔ شب قدر	۱۳ر دسمبر، جمعرات

۱۳۔ جمعۃ الوداع ، ۱۳ دسمبر جمعہ ۲۹۔ شاو بھانو بھکت کا یوم پیدائش ۱۳ جولائی جمعہ اور راشن جاترا ۳۰ نومبر اور گرو نانک کا یوم پیدائش
۱۴۔ بسنت پنچمی ۳۰ جنوری منگل (صرف ضلع جلپائی گوڑی کے لئے) ، ایک وقت پڑتے ہیں جو کہ این آئی ایکٹ کے تحت تعطیل
(صرف ضلع پرولیا کے لئے) ۳۰۔ مانسا پوجا میلہ ۱۷ اگست، سنیچر کے دن ہیں اس لئے انہیں محدود تعطیلات کی
۱۵۔ بکریشور میلہ ۲۲ فروری جمعرات (صرف ضلع جلپائی گوڑی کے لئے) فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔
۱۶۔ منیا لسیٹول ۱۰ مارچ، سنیچر ۳۱۔ پنڈوا میلہ اس کا اعلان بعد میں کیا جائیگا (۳) ۲۰۰۰ء میں درج ذیل تہوار اتوار کو پڑتے ہیں
(صرف ضلع مرشدآباد کے لئے) (صرف ضلع مالدہ کے لئے) جو کہ این آئی ایکٹ کے تحت تعطیل کے دن
۱۷۔ بوڑو دول ۴ اپریل بدھ نوٹ: (۱) ٭ نشان کا اطلاق ان سرکاری دفاتر میں ہوتے ہیں اس لئے انہیں محدود تعطیلات
(صرف ضلع ندیا کے لئے) ہوگا جہاں سنیچر پوری تعطیل کے دن نہیں ہوتے ہیں۔ کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔
۱۸۔ رام کیلی پوجا ۱۵ جون، جمعہ (۲) ۲۰۰۰ء میں مکتار کالی پوجا کا تہوار (صرف ضلع بیربھوم کیلئے) (۱) پوس سنکرانتی ۱۴ جنوری
(صرف ضلع مالدہ کے لئے) ۱۴ اپریل اور بنگلہ نئے سال کا پہلا دن ایک وقت پڑتے ہیں (۲) پور جاترا (صرف ضلع ہگلی کے لئے) یکم جولائی

بقیہ: مرکز کی غلط منصوبہ بندی نے مشرقی ریاستوں کو کافی نقصان پہنچایا ہے (باقی ص ۵ کا)

کی گئی ہے، حال ہی میں چالو کی گئی ہیں۔ چند گھریلو کارپوریٹس ہیجرس جو ریاست کے باہر واقع تھیں، نے حال ہی میں مغربی بنگال کے لئے آپٹ کیا ہے۔ اس قسم کی ممتاز جماعتوں میں ویڈیوکون، امبوجا سیمنٹس، ایل اینڈ ٹی، نیل کمل پلاسٹکس، سپریم انڈسٹریز وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ چونکہ درگاپور علاقہ میں مقابلہ جاتی شرحوں پر کثیر مقدار میں بہتر اور اعلیٰ بجلی دستیاب ہے اس لئے درگاپور کے مقام پر بے شمار بجلی اینٹنسیو یونٹیں قائم کی جا رہی ہیں۔ مذکورہ طرز کی بے شمار جماعتیں مغربی بنگال کے باہر ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ سری نیواس ایلوئیز، کارتک ایلوئیز اور رواسا وی اسٹیل دستیاب الکٹرک پاور سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے آندھرا پردیش سے مغربی بنگال کا رخ کیا ہے۔

ریاستی حکومت نے حال ہی میں ایک ایسی انفارمیشن ٹکنالوجی کا اعلان کیا ہے جو ان ترجیحات کا خلاصہ پیش کرتا ہے جسے ہم لوگ اس سکٹر سے وابستہ کرتے ہیں۔ ہم لوگوں نے حکمرانی میں خصوصاً گورنمنٹ سیٹی زن انٹرفیس کے دائرہ عمل میں انفارمیشن ٹکنالوجی کے اطلاق پر زور ڈال رہے ہیں۔ انفارمیشن ٹکنالوجی سکٹر میں سرمایہ کاری لگاتار بہ فروغ ہے اور ہماری ریاست میں اس میدان میں نمایاں کردار ادا کرنے والوں میں پرائس واٹر ہاؤس کوپرس، کاگنیزنٹ ٹکنالوجیز، کمپیوٹر ایسوسی ایٹس، آئی بی ایم، ٹی سی جی سوفٹ ویئر، آر ایس سوفٹ ویئر، کالٹ ٹیگر وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کو توقع ہے کہ آئندہ سال کے دوران اس سکٹر میں مثالی نشوونما رونما ہوگی۔

ہم لوگ انفرا اسٹرکچر کو بہتر بنانے پر بھی خاطر خواہ توجہ دے رہے ہیں۔ ڈبلیو بی آئی ڈی سی نے آئی سی آئی سی آئی کے ساتھ ایک مشترکہ وینچر کی تشکیل کی ہے۔ مذکورہ وینچر کی تشکیل کا مقصد بی او او اور بی۔ او۔ ٹی کی بنیاد پر اپنائے جانے والے انفرا اسٹرکچر کو فروغ دینا ہے۔ ایک "شمال جنوب معاشی کاریڈور" جو شمال میں واقع سلی گوڑی اور کلکتہ کے درمیان نئے نقل و حمل اور سڑکوں کے انفرا اسٹرکچر کی تعمیر اور ہلدیہ کے صنعتی ٹاؤن شپ پر مبنی بندرگاہ کو جوڑنے کی بابت فکر دیتا ہے، سے متعلق ڈی۔ پی کے تعاون سے ایک قبل از قابل عمل رپورٹ تیار کی جا چکی ہے۔ ہم لوگ صحیح سمت میں اس پروجکٹ کو لے جانے کی دل و جان سے کوشش کر رہے ہیں۔ ■■



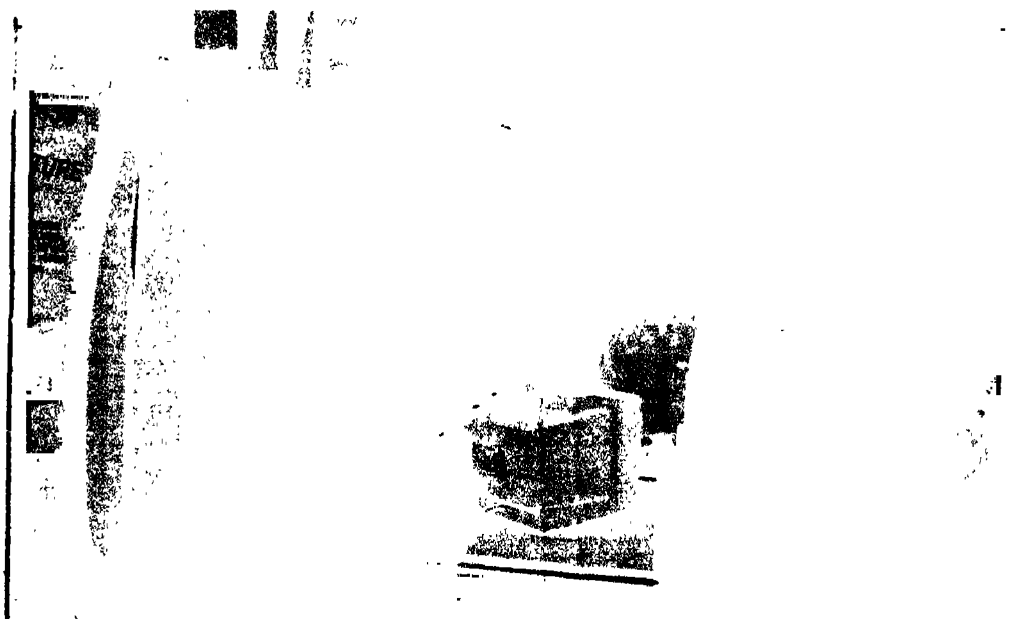
اوپر : وزیراعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ ایک نوجوان کو خود روزگار اسکیم کے تحت قرض کا پیکیج دیتے ہوئے سابق گورنر مغربی بنگال ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی بھی موجود ہیں۔

نیچے : وزیراعلیٰ شری بدھادیب بھٹاچاریہ گزشتہ ۲۳ر نومبر کو رائٹرس بلڈنگس میں مشہور اعر و ادیب اور فیض احمد فیض کے قریبی ساتھی ڈاکٹر ایوب مرزا کی کتاب "امیر حیدر خان ـــــ حیات و خدمات" کے بنگلہ ایڈیشن کا اجراء کرتے ہوئے۔ وزیر ترقیات و فلاح اقلیات جناب محمد امین اور جناب ایوب مرزا ساتھ میں دیکھے جا سکتے ہیں ـــــــ ●●

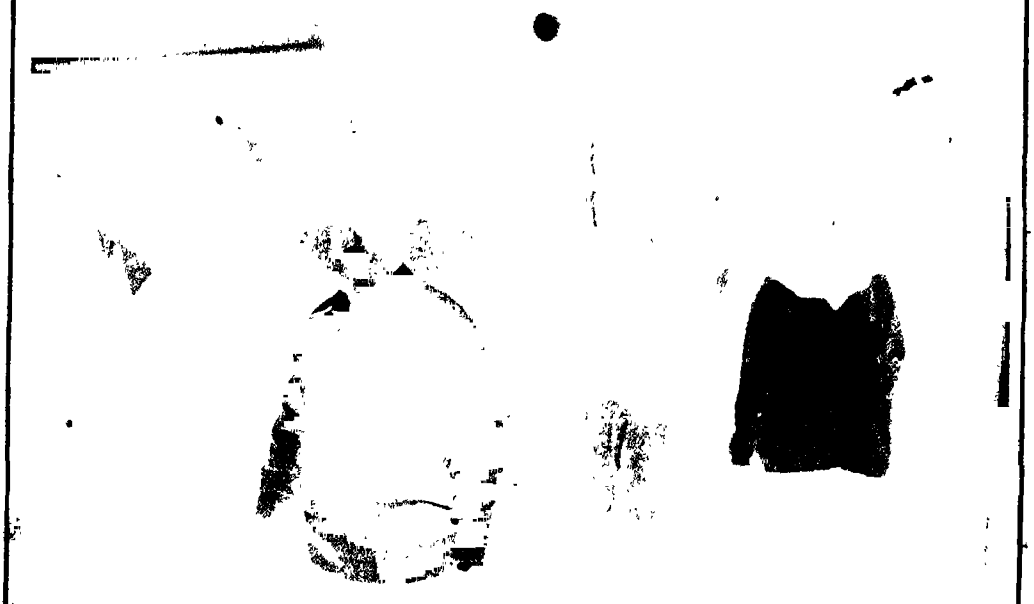


MAGHREBI BANGAL
n Urdu Fortnightly
December 1 & 15, 2000

REGD No. WB / KNP-148
Vol. No 47, Issue No. 22 & 23
Price · Re 1/-



ریاستی وزیر صنعت شری بنگشو گوپال چودھری دہلی میں منعقدہ ہندوستانی
تجارتی میلہ میں مغربی بنگال پویلین کی نمائش کا معائنہ کرتے ہوئے نیچے ناظرین کا ایک ہجوم



Chief Editor . Tarapada Ghosh, Asst. Editor . Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Deptt. of Government of West Bengal and Printed by Basumti Corporation Ltd. 166, Bipin Behari Ganguly Street, Calcutta-700 012